سلسلہ تصوف نمبر (۱۳۰)

اردو ترجمہ کتاب

سیر الاولیاء

یعنی

مجموعہ ملفوظات حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین چشتی قدس سرہ العزیز

تصنیف لطیف

حضرت سید محمد مبارک العلوی الکرمانی المدعو بامیر خورد رحمۃ اللہ علیہ

جس کو

ملک فضل الدین چنن الدین تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زیاں ——— بازار کشمیری

لاہور

بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر نہایت صحت و صفائی سے طالبان معرفت کے لئے

مشہور عالم گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں بہ اہتمام پنڈت گیان چند صاحب چھپوایا

تصوف کی بے بہا رحمت بے نظیر کتابوں کا لاجواب سلسلہ

اردو ترجمہ

کتاب انیس الارواح

اس کتاب میں حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیشوا حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات نہایت محنت اور محبت سے جمع کئے ہیں۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ کاغذ سفید نہایت خوشخط قیمت ... ۔۔۔۔ ۴/

اردو ترجمہ کتاب انیس الطالبین

یہ کتاب سر حلقۂ اولیاء الاصفیا شاہنشاہ مشکلکشا خواجہ خواجگان حضرت شاہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاری علیہ رحمت اللہ باری کے مقامات وارشادات کا ایک دلچسپ مجموعہ ہے جسکو نہایت تلاش و تجسس سے بہم پہنچا کر فائدہ عام کے لئے بصرف زر کثیر با محاورہ اردو ترجمہ کرایا گیا ہے قیمت .. .. عہ/

اردو ترجمہ کتاب فوائد السالکین

اس کتاب میں حضرت بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد کامل جناب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی علیہ الرحمۃ کے ملفوظات ترتیب دیئے ہیں قیمت .. ۔۔۔ ۲/

اردو ترجمہ کتاب سیر العارفین

یعنی حالات وکرامات بزرگان عظام چشت اہل بہشت از ابتدا ے جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تا حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلیفہ شیخ عماد الدین تک نہایت تفصیل کیساتھ درج ہیں از شیخ بہاؤ الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ قیمت .. .. .. عہ/

اردو ترجمہ کتاب سلک سلوک

مصنفہ حضرت مولینا نخشبی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس میں ۱۵۰ سلک ہیں اور ہر ایک سلک نہایت دلکش

اُردُو ترجمہ کتاب

سیر الاولیاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

متواتر حمد اور پے درپے شکر خاص اللہ تعالےٰ کی ذات کو جس نے دنیا میں اپنے اولیاء کو زہد سے معزز و مکرم فرمایا۔ تاکہ اس کی آرائش کی طرف متوجہ ہوں۔ اور انہیں برگزیدہ بنایا تاکہ اس کی بارگاہ کے سوا اور کہیں کا رخ نہ کریں۔ میں عرض پرداز ہوں ؎

التفاتِ دلِ عشاق سوے حضرت تست ۔۔۔ جانِ مشتاق اسیرِ نظرِ رحمت تست

اپنے حقائق کی انہیں ہدایت فرمائی تاکہ اس کی معرفت کے انوار سے منور ہوں۔ میں عرض پرداز ہوں ؎

بخشید ہدایتے سوئے خویش ۔۔۔ فرمود عنایتے بدرویش
پر درد دلم بنور عرفاں ۔۔۔ خوں کرد زعشق ایں دلِ ریش

ان کے دلوں کو اپنے لقاء کے شوق میں پگھلایا۔ اور وہ غم کی کٹھالی میں شوق کی آگ سے پگھل گئے ؎

گدازش یافت دلہائے عزیزاں ۔۔۔ زشوق آں جمالِ لایزالی
جمالِ لایزالی راست بس شوق ۔۔۔ برقص آمد دلم از شوق حالی

اور چہرے کے ذرے بکھیرے اور وہ اس کی محبت کی آگ میں جلے ؎

عشق تو آتشے بدل و جانِ ما بزد ۔۔۔ اینک بسوختیم زعشقت بسوختیم

کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

کرا مجالِ نظر بر جمالِ میمونت ۔۔۔ بدیں صفت کہ تو دل می بری ورا حجاب

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں ؎

حیرت اندر حیرت است و بستگی بر بستگی ۔۔۔ گہ گماں گردد یقین و گہ یقین گردد گماں

پھر ظلمت و ضلال کے جنگل میں دوڑنا چاہتے ہیں۔ اپنی عقل کو دہشت اور خوف میں

پاتے ہیں ؎

جمال لم یزل ولایزال راز جلال — ازیں دو دیدۂ خوں زیر احتجاب نمود
چوں دیدہ دیدہ ما غرق خوں شوق جمال — ہزار حیرت و دہشت دگر براں افزود

جب غلبۂ دہشت کی وجہ سے جمال کے پردوں سے مُنہ پھیرنا چاہتے ہیں۔ تو اُن کی ہوش کے کانوں میں آواز آتی ہے کہ ناامید نہ ہو جاؤ صبر کو اپنی زینت بناؤ جلدی سے کام لو کیونکہ ہمارے ذوالجلال جمال کے لائق نہیں ہو ؎

شایاں جمال ما شما ئید — در عشق چہ کاہلی نمائید
گر رویت ذوالجلال خواہید — در مذہب عاشقاں در آئید

اس خوشخبری سے پھر وہ اپنی پہلی بات پر اڑے رہتے ہیں۔ اور ردوقبول اور جدائی اور ملاپ میں دریائے معرفت میں مستغرق رہتے ہیں اور محبت کی آگ میں جلتے رہتے ہیں ؎

غرق دریائے معرفت گشتیم — چوں کنم چوں کرانہ پیدا نیست
سوختن شد نصیب جان و دلم — ساختن کار جان شیدا نیست

اختیار کی باگ جل جلالہ کی قدرت کے ہاتھ میں دیکر رضا کی دہلیز پر بیٹھ جاتے ہیں ؎

بر آستان رضا سر نہادہ ام اینک — کہ نزد اہل ولا این صفا وفا اینست
براہ عشق تو جاں را نچہ می بدہم — ہمیں ست کار من و کار عاشقاں اینست

بے انتہا درود اور لاانتہا تحیات اس سچے نبی اور اُس کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جو محبوں کے سردار رسولوں کے پیشوا۔ اور خاتم النبیین ہیں۔ تمام پر درود اور سلام ہو۔ ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

صَلَّى اللّٰهُ وَمَنْ يَحُفُّ بِعَرْشِهٖ — وَالْمُطَهَّرُوْنَ عَلَى النَّبِيِّ الْاَمْجَدِ

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ اور عرش کے گرد کے فرشتوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے پاک بندوں کا درود و سلام اور رحمت بزرگ نبی پر ہو ۔

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِيْ — لٰكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِيْ بِمُحَمَّدٍ

(ترجمہ) میں محمد کی تعریف اپنے کلام سے نہیں کرتا۔ بلکہ میرے کلام کی تعریف محمد کی مدح سے ہوتی ہے میں نے کہا ہے ؎

فَهُمْ مُنِيْرٌ دَائِمُ الْاِشْرَاقِ — قَامَتْ عَلَيْهِ قِيَامَتُ الْعُشَّاقِ

(ترجمہ) ایک روشن چاند ہے جس کی روشنی ہمیشہ رہتی ہے۔ اس پر عاشقوں کی قیامت برپا ہو گئی ہے

بَدْرٌ تَمَنَّی النَّاظِرُوْنَ لَوْ اَنَّهٗ   مَا بَيْنَهُمْ يَمْشِيْ عَلَى الْاَحْوَاقِ

(ترجمہ) چودھویں کا چاند ہے دیکھنے والے خواہش کرتے ہیں۔ کہ کاش! وہ بدر ہمارے درمیان چلانے پھرنے لگے اور اسکے یاروں اور آل پر سلام جو خلقت کے پیشوا اور حق کی راہ دکھانے والے ہیں۔ خود جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق میں فرمایا ہے۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ (میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں جس کی پیروی کروگے۔ ہدایت پاؤگے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

هُمُ النُّجَبَاءُ الْغُرُّ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ   وَهُمْ بِالْعُرُوْةِ طَائِعِيْنَ الَّذِيْ الشَّجَرِ

(ترجمہ) وہ محمد کی اولاد میں سب سے شریف ہیں اور وہ آنحضرت کی بیعت درخت تلے بڑی خواہش اور رغبت سے کرتے ہیں۔

عَلَيْهِمْ سَلَامُ اللّٰهِ مَا بَاحَ طَائِرٌ   وَمَا لَاحَ لِلسَّيَّارِيْنَ فِي الظُّلْمَةِ الْقَمَرُ

(ترجمہ) جب تک پرندہ اُڑتا ہے ان پر سلام ہو اور جب تک ماہتاب کی تاریکی میں سیر کرنیوالوں کے لئے روشنی کی جاتی ہے۔

خاصکر امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر جو آنحضرت صلعم کے بعد تمام اُمت سے افضل ہیں۔ اور جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ آپ اہل تجرید کے سردار اور ارباب تفرید کے بادشاہ ہیں۔ آپ کی کرامات مشہور چیز علامتیں اور دلائل بین ہیں مشائخ نے آپ کو ارباب مشاہدہ میں سے مقدم سمجھا ہے۔ گو اس بارے میں حکایات اور روایات کم ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ دَارُنَا فَانِیَةٌ وَاَمْوَالُنَا عَارِیَةٌ وَاَنْفَاسُنَا مَعْدُوْدَةٌ وَکَسَلُنَا مَوْجُوْدَةٌ (ہمارے گھر فانی ہیں ہمارے مال مستعار ہیں۔ ہمارے دم گنتی کے ہیں۔ اور باوجود ان باتوں کے عبادت اور فرمانبرداری میں ہم سستی کرتے ہیں۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جب امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ خلیفہ ہوئے۔ تو منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور اثنائے خطبہ میں فرمایا۔ وَاللّٰهِ مَا کُنْتُ حَرِیْصًا عَلَی الْاِمَارَةِ یَوْمًا وَلَا لَیْلَةً قَطُّ وَلَا کُنْتُ فِیْهَا رَاغِبًا وَلَا سَاَلْتُهَا اللّٰهَ قَطُّ فِیْ سِرٍّ وَعَلَانِیَةٍ وَمَا لِیْ مَعَ الْاِمَارَةِ مِنْ رَاحَةٍ (بخدا میں نے کسی دن یا کسی رات کو امارت کا لالچ نہیں کیا نہ ہی میری خواہش تھی۔ اور نہ کبھی برملا یا خفیہ طور پر اللہ تعالےٰ

سے اس بارے میں التجا کی اس بارت سے ہمیں فائدہ ہی کیا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ
سرہ العزیز کے دست مبارک کا لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے۔ قَالَ الْاَعْرَابِیُّ لِاَبِیْ بَکْرٍ
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنْتَ خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَالَ لَا اَنَا الْخَالِفَۃُ بَعْدَہٗ (ایک
بدوی نے ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو کہا کہ آپ آنحضرت صلعم کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے فرمایا
میں خلیفہ نہیں بلکہ صرف انکے پیچھے آیا ہوں)۔

کہتے ہیں کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ
عنہ کی ایک عورت سے نکاح کیا۔ اور خلوت میں اس سے پوچھا۔ کہ امیر المومنین ابوبکر رضؓ کے معاملے
اور مشغولی سے کچھ بیان کرو۔ تاکہ میں بھی اس کی پیروی کروں۔ اس عورت نے کہا مجھے
صرف اتنا معلوم ہے۔ کہ آپ رات کا اکثر حصہ حقتعالیٰ کی یاد میں مشغول رہا کرتے تھے۔
جب سحر ہوتی تو آہ مارتے جس سے جلے ہوئے جگر کی بو آتی۔ آپ یہ سن کر روئے اور فرمایا
کہ اور باتوں میں تو میں آپ کی پیروی کرسکتا ہوں۔ لیکن جلے ہوئے جگر کی بو کہاں سے لاؤں۔
یہی وجہ تھی۔ کہ امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ اس خوشخبری سے مخصوص ہوئے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ یَتَجَلّٰی
لِلْخَلْقِ عَامَّۃً وَّلِاَبِیْ بَکْرٍ خَاصَّۃً (اللہ تعالےٰ اور لوگوں پر عام طور پر تجلی کرتا ہے۔ لیکن
ابی بکر پر خاص طور پر) یہی سبب تھا کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بار ہا فرمایا کرتے تھے (یَالَیْتَنِیْ
کُنْتُ شَعْرَۃً فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ (کاش میں ابوبکر رضؓ کے سینے کا بال بھی ہوتا۔ بعد ازاں
امیر المومنین عمر رضؓ نے جس عورت سے نکاح کیا تھا۔ اُسے بلوا کر فرمایا۔ کہ تجھ سے دریافت کا مطلب
بھی یہی تھا اور کوئی غرض نہ تھی اس کا مہر اسے دیکر رخصت کیا۔ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ
کے دست مبارک کا لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے۔ لَقَبَ اَبُوْ بَکْرٍ بِالْعَتِیْقِ قِیْلَ لِجَمَالِہٖ وَقِیْلَ
لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ قَالَتْ عَائِشَۃُ کَانَ لِاَبِیْ قُحَافَۃَ
ثَلٰثَۃُ وَلَدٍ عَتِیْقٌ وَمُعْتَقٌ وَمُعْتِیْقٌ (حضرت ابوبکر رضؓ کا لقب عتیق تھا بعض تو کہتے ہیں
آپ کے جمال کی وجہ سے تھا لیکن بعض کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ تو دوزخ کی
آگ سے آزاد ہے۔ نیز عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں۔ کہ ابی قحافہ کے تین فرزند تھے۔ عتیق معتق
اور معتق۔ آخری عمر میں صرف پندرہ روز بیمار رہ کر ۱۳ھ ہجری کو آپ کا وصال ہوا۔

حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ کے دست مبارک کا لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے
لَمَّا مَاتَ اَبُوْ بَکْرٍ قَامَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی الْبَابِ الَّذِیْ ھُوَ مُسَجًّی فِیْہِ فَقَالَ

كُنْتَ وَاللّٰهِ لِلدِّيْنِ يَعْسُوْبًا اَوَّلًا حِيْنَ نَفَرَ النَّاسُ عَنْهُ وَآخِرًا حِيْنَ فَشِلُوْا كُنْتَ كَالْجَبَلِ لَا تُحَرِّكُهُ الْعَوَاصِفُ وَلَا تُزِيْلُهُ الْقَوَاصِفُ اَلْيَعْسُوْبُ فَحْلُ النَّحْلِ لَا ثِقَةَ سَابِقٌ فِيْمَا اخْتَلَفَتْ آرَاءُهُمْ فِيْ قِتَالِ مَانِعِي الزَّكٰوةِ اَلْعَاصِفُ الرِّيْحُ الْكَاسِرَةُ (جس وقت امیر المومنین ابوبکر رضہ فوت ہوئے۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس دروازے پر کھڑے ہوئے جس میں آپ اللہ تعالےٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا بخدا آپ شروع میں بڑا پکا دینداد تھا جبکہ اور لوگ اس دین سے بھاگا کرتے تھے۔ اور آخر میں تو بڑا پکا دیندار تھا۔ جبکہ لوگ ڈرا کرتے تھے۔ تیری یہ حالت تھی کہ تو پہاڑ کی طرح جما ہوا تھا۔ جسے نہ تند ہوا متحرک کرسکتی ہے اور نہ سخت ہوائیں اُسے دور کرسکتی ہیں۔ یعسوب شہد کی مکھی کے نر کو کہتے ہیں۔ کیونکہ جب زکوٰۃ نہ دینے والے کے قتل کے معاملہ میں صحابہ مختلف الرائے تھے تو آپ نے اس کی تائید کی اور پہاڑ کی طرح جمے رہے) *

خواجہ حکیم سنائی نے خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح میں حسب ذیل قصیدہ لکھا ہے :-

قصیدہ

در سرائے سرور سے مونس ویار	ثانی اثنین اذہما فی الغار
از زبان صادق و زجان صدیق	چوں نبی مشفق چہ کعبہ عتیق
عالمے قصد کافری کردہ	او بنوبت پیغمبری کردہ
گشتہ پشمینہ پوش روح امین	از پئے درد او بحلقۂ دین
صدر را ونقش بند زیب فرش	درد او مجر دل وجگر سش
پیش او رفتہ انار تا درگاہ	حور و غلمان زجعد وگیسو راہ
صورت وسیرتش ہمہ جاں بود	زاں زچشم عوام پنہاں بود
حور صدر قیا منتش خوانار	رافضی قدر او کجا داند
آنکہ ابلیس دارنن بیند	ہمہ راہم چو خویشتن بیند
چشم بو بکر بیں زدیں خیزد	نہ ز رقص و ہوا و کین خیزد
او چہ داند کہ تابشِ جان چیست	چہ شناسد کہ مرد ایماں کیست
آنکہ جاں بہر خاندان خواہد	کے علی را بجان زیاں خواہد

گر بہ جانش لطافتے بودے — ورنہ صدقش خلافتے بودے
مصطفٰے کے بروسپردے ملک — باز حیدر چگونہ بردے ملک
مرتضٰے گو کشد ز اعدا پوست — باچنیں وسعتے نباشد دوست
مصلحت بود آنچہ کرد علی — تو چرا سال و ماہ بر جدلی
بود بوبکر با علی ہمراہ — تو زبانِ فضول کن کوتاہ
آفرین خدائے بے ہمتائے — بر ابوبکر باد و شیر خدائے

حضرت امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ پر بھی سلام ہو۔ جو اہل تحقیق کے امام اور بحر محبت کے غریق۔ کرامت اور فراست سے مشہور عقلمندی اور مضبوطی و پختگی ارادہ سے مخصوص تھے۔ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (حق تعالے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بولتا ہے) آپ کا قول ہے کہ اَلْعُزْلَۃُ رَاحَۃٌ مِّنْ خُلَطَاءِ السُّوْءِ (بد صحبت سے تنہائی اچھی ہے) نیز فرمایا اَلدُّنْیَا دَارٌ اُسِّسَتْ عَلَی الْبَلْوٰی اَلْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا بِلَا بَلْوٰی مُحَالٌ (دنیا ایک گھر ہے۔ جس کی بنیاد اس جہان کی سختیوں اور مصیبتوں پر ہے۔ سو دنیا میں رنج اور مصیبت ہیں) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کی۔ کہ آسمان آج آپ کو حضرت عمر رض کے اسلام لانے پر خوشخبری دیتے ہیں۔ نیز بر قعہ پوش اہل تصوف کے اقتدار کی۔ دین کو مضبوطی اور شان آپ کے وجود مبارک سے ہوا۔ آپ کے دُرّے کے خوف سے اہل جہان کے کام سنور گئے۔ عجب دُرّہ تھا کہ مدینہ سے پانسو فرسنگ کے فاصلے پر روم میں خاقان روم کے سر پر جو مجلس آراستہ کئے بیٹھا پہنچ گیا۔ آپ نے ایک مرتبہ جمعہ کے روز خطبہ کے وقت یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ الْجَبَلَ پکارا تو آپ کی یہ آواز نہاوند میں آپ کے سپہ سالار کے کانوں تک پہنچی۔ وجہ یہ تھی۔ کہ کفار کا لشکر پہاڑ کے درّہ کی راہ سے لشکر اسلام پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا۔ آپ نے جب پکارا تو سپہ سالار نے چوکنا ہو کر درہ بند کر لیا جس سے کفار نامراد واپس گئے۔ یہ فتح آپ ہی کی کرامت سے نصیب ہوئی۔ ایک دفعہ آپ مدینہ کے پاس ہی اینٹیں بنا رہے تھے۔ کہ آپ کی پشت پر دھوپ نے اثر کیا۔ آپ نے

ناراض ہوکر سورج کی طرف نگاہ کی۔ جس سے روشنی گم ہوگئی۔ تاریکی چھا جانے پر اہل مدینہ نے خیال کیا کہ شاید قیامت آگئی ہے۔ بعد ازاں جب آپ نے نگاہ لطف سے دیکھا۔ تو سورج میں پھر روشنی آگئی آپ نے دس سال چھ ماہ اور پانچ دن خلافت کی۔ اور امیر المومنین کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔ آپ ۲۳ھ ہجری کو ابن لولو کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ خواجہ سنائی نے آپ کی مدح میں حسب ذیل مثنوی لکھی ہے :-

مثنوی

آنکہ طٰہٰ طہارتش دادہ　　وآنکہ یاسین امارتش دادہ
دیدہ از طٰہٰ ہمہ طہارتہا　　کردہ از با ہمہ امارتہا
شاہد حق روانش در خفتن　　نائب حق زبانش در گفتن
از پئے دیو در زمانۂ او　　سایۂ او سلاح خانۂ او
بہتر از ہر زمان زمانۂ او　　سر ابلیس در آستانۂ او
روح کردہ زراح سرشتش　　امر حق دادہ ورہ بردشتش
ز احتسابش دراعتدال بہار　　گل پیادہ نماند و باد سوار
روئے چوں سوئے احتساب آرد　　گل چو مل پائے دررکاب آرد
از پئے حکم نافذش بشتاب　　نامۂ او بخواندہ داد جواب

امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر سلام ہو۔ جو حیا کا خزانہ۔ اہل صفا کے برگزیدہ اور درگاہ رضا کے متعلق تھے۔ آپ جناب سرور کائنات خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ اور آنحضرت صلعم کی دو لڑکیوں سے منسوب تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا خطاب ذوالنورین تھا۔ آپ جامع قرآن بھوکوں کا پیٹ بھرنے والے اور اہل اسلام کے لشکر کو ترتیب دینے والے تھے طرح طرح کی نعمتوں اور بخششوں سے مخصوص۔ حلم کے لباس سے ملبوس اور کثرت علم سے موصوف تھے۔ آپ کی بہ سبب علم شرم اور خوف رسول خدا منبر پر زبان رک گئی۔ جناب کے فضائل اور مناقب ظاہر ہیں۔ عبداللہ ابی رباح اور ابی قتادہ رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں۔ کہ ہم حرب الدار میں جمعہ کے روز آنجناب کے پاس تھے۔ جب آپ کی بارگاہ میں غوغا پہنچا۔ تو آپ کے غلاموں نے ہتھیار اٹھائے امیر المومنین نے فرمایا کہ جو شخص ہتھیار نہ اٹھائے وہ میرے مال سے آزاد ہے۔ ہم ناراض ہوکر آپ کے پاس سے چلے آئے اور امیر المومنین عثمان کے پاس آئے۔ امیر المومنین حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے سلام

کیا اور کہا اے امیر المومنین! میں آپ کے حکم بغیر دشمنوں سے جنگ نہیں کر سکتا۔ آپ امام برحق ہیں آپ مجھے حکم دیں تاکہ اُن لوگوں کو آپ سے دفع کردوں۔ آپ نے فرمایا۔ یَا ابْنَ اَخِیْ اِرْجِعْ وَاجْلِسْ فِیْ بَیْتِكَ حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِیْ اِهْرَاقِ الدِّمَاءِ (میرے بھائی کے بیٹے واپس جاکر اپنے گھر بیٹھ۔ تاوقتیکہ اللہ تعالے کا حکم نہ آئے ہمیں خونریزی کی ضرورت نہیں) اہل سلوک میں اس مقام کو مقام رضا کہتے ہیں سو آپ نے اسے ملحوظ رکھا۔ آپ نے دس دن کم دس سال خلافت کی آپ کا سن بوقت رحلت اٹھاسی سال تھا بعض کہتے ہیں کہ نوے سال تھا۔ شہادت کے وقت آپ کی بغل میں قرآن شریف تھا۔ بدھ کے روز نیار عیاض کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ حکیم سنائی نے آپ کی مدح میں حسب ذیل قصیدہ کہا ہے ؂

قصیدہ

آنکہ بر جائے مصطفےٰ بنشست — بر لبش سہم راہ خطبہ بہ بست
آں زلکنت نبود بود از شرم — زانکہ دانست جانش را آزرم
عین ایماں کہ بود جز عثماں — محبت ایں کہ الحیا من الایماں
دست مشاطۂ پسند بدہ — کحل شرمش کشیدہ در دیدہ
ہم ز اسلاف مہتر آمد او — در کنار شرف بر آمد او
دلِ او با نبی موافق بود — نور جانش چو صبح صادق بود
فتنہ راکہ خاست در قصبش — ذوالارحام بود در عصبش
آں نہ دل بود فتنہ و کینہ — زشت زنگی بود نہ آئینہ
خلق دعالم ہر آنکہ نیک بداند — ہمہ در جستن ہوائے خود اند
رہ ہمہ نیک بود نیکی یافت — سوئے یارانِ خویشتن بشتافت
زانچناں چونکہ خصمش از رو بے بخت — فسیکفیکھم خلوتے ساخت

اور امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ پر سلام ہو۔ آنحضرت صلعم کے چچازاد بھائی۔ بحر بلا کے غریق۔ دوستی کی آگ کے جلے ہوئے۔ اولیاء کے مقتدا۔ اور اصفیاء کے پیشوا تھے۔ سخاوت۔ عطا۔ جنگ۔ جہاد۔ فقر اور صفا کے اوصاف سے صحابہ کرام میں سے ممتاز تھے قوت اور شوکت کی وجہ سے جناب باری سے آپ کو اسد اللہ الغالب کا خطاب عطا ہوا۔ کثرت علم کی وجہ سے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا (میں علم کا شہر ہوں اور علی کرم اللہ وجہہ اس کا دروازہ ہے) اسی واسطے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اگر علی کرم اللہ وجہہ نہ ہوتا تو عمرؓ مر چکا تھا۔ معراج کی رات جو خرقہ فقر آنحضرت صلعم کو بارگاہ الٰہی سے عطا ہوا۔ اس سے صرف آپ ہی مشرف ہوئے تھے۔ اسی واسطے قیامت تک جتنے خرقہ پوش اولیاء ہونگے اُن کو آپ ہی کی وساطت سے خرقہ عنایت ہوگا۔ اور یہ دینی کام آپ ہی کی طفیل منتقل ہوا۔ آپ کا مرتبہ اور شان نہایت اعلےٰ اور ارفع ہے۔ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اصل میں اور ابتداء میں ہمارے شیخ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ سب سے اچھا کام کونسا ہے؟ فرمایا دغناء القلب باللہ یعنی جو شخص اللہ تعالےٰ سے دولتمند ہو۔ اُسے دُنیا کا نہ ہونا درویش نہیں کرسکتا۔ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے: قَالَ عَلِیٌّ یَوْمَ الْخَیْبَرِ اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَۃً کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْہِ الْمَنْظَرَۃِ اَوْفِیْہِمْ بِالصَّاعِ کَیْلَ السَّنْدَرَۃِ سَمَّیْتُہٗ اَسَدًا بِاِسْمِ اَبِیْہَا وَہِیَ فَاطِمَۃُ بِنْتُ اَسَدٍ وَاَبُوْطَالِبٍ غَائِبٌ فَلَمَّا قَدِمَ کَرِہَہٗ وَسَمَّاہُ عَلِیًّا اَلْحَیْدَرُ مِنْ اَسْمَاءِ الْاَسَدِ اَلسَّنْدَرَۃُ مِکْیَالٌ کَبِیْرٌ اَیْ اَقْتُلُہُمْ قَتْلًا وَاسِعًا (خیبر کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا یعنی ایسے شیر کی طرح جو جنگلوں میں بسبب تندی اور شجاعت کے راستے کو نظر میں نہیں لاتا وہ شیر شیر گیروں پر غالب آتا ہے۔ میں اُن کے حق کو بڑے پیمانے پر ادا کرتا ہوں۔ آپ کی والدہ نے آپ کا نام اپنے باپ کے نام پر اسد رکھا کیونکہ ان کے باپ کا نام بھی اسد تھا۔ ابوطالب اس وقت گھر میں موجود نہ تھے۔ جب آئے تو اس نام کو ناپسند فرمایا۔ اور خود علی حیدر نام رکھا۔ سندرہ بڑے پیمانے کو کہتے ہیں۔ میں کافروں کو بکثرت قتل کرتا ہوں)۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روز جمل جبکہ حضرت علی آپ کے کجاوہ کے قریب ہوئے۔ اور آپ سے نرم کلامی سے پیش آئے۔ فرمایا کہ تو نے بادشاہ کو قتل کیا ہے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عائشہ صدیقہ کے ہمراہ چالیس عورتیں روانہ کیں۔ اور عائشہ رض نے مدینہ میں سکونت اختیار کی۔ آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ عبدالرحمن ملجم نے جو معاویہ کا طرفدار ہو گیا تھا۔ آپ پر نماز ادا کرتے پر زہر آلود خنجر کے وار کئے۔ اس کے تین دن بعد جمعہ کے روز ۱۷ ماہ رمضان سنہ ۴۰ ہجری کو

شہید ہوئے۔ خواجہ سنائی نے اس خلیفہ برحق کی مدح میں حسب ذیل قصیدہ لکھا ہے۔

قصیدہ

اے سنائی بقوت ایماں | مدح حیدر بگو پس از عثمان
با مدیحش مدائح مطلق | زہق الباطل است وجاء الحق
آں فضول آفت سرائے فضول | آں علم دار علم دار رسول
ہم مہیں راوصی و ہم داماد | چشم پیغمبر از جمالش شاد
آمد از سدرہ جبرئیل امین | لا فتیٰ کرد مرد را تلقین
شرف ملک و دایۂ دین او | صدف دُرِّ آل یاسین او
آل یاسین شرف بدو دیدہ | ایزداو را بعلم بگزیدہ
بہر او گفت مصطفٰے بہ آلہ | کہ خداوند و آل من والٰہ
راز دار خدا و پیغمبر | راز دار پیمبر آں حیدر
کاتب نقش نامۂ تنزیل | خازن گنج نامۂ تاویل
لفظ قرآں چو دیدہ درویشش | خویشتن جلوہ کرد درپیشش
عشق را بحر بود و ول راکان | شرع را دیدہ بود و دیں راجاں
کہ خدائے زمانۂ چاکر او | خواجۂ روزگار قنبر او
از پئے سائلے بیک دو رغیف | سورۂ ہل اتیٰ و را تشریف
مرتضائے کہ کردہ یزدانش | ہمرہ جاں مصطفٰے جانش
ہر دو یک کعبہ و خرو شاں دو | ہر دو یک روح و کالبدشان دو
ہر دو یک دُرِّ و یکصدف بودند | ہر دو پیرایۂ شرف بودند
دور وندہ چو اختر گردوں | دو برادر چو موسٰے و ہاروں
دل او عالم معانی بود | لفظ آداب زندگانی بود
عقد او با بتول با سلوے | بود در زیر سایۂ طوبٰے

اور امیر المومنین حسن ابن علی ابن ابیطالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر سلام ہو جو جناب مصطفٰی صلے اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ اور زہرا کے فرزند تھے۔ اور تمام خلقت سے آنحضرتؐ سے زیادہ

مشابہ تھے۔ آپ سر سے لیکر ناف تک آنحضرتؐ سے ملتے جلتے تھے۔ اور امیر المومنین حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناف سے لیکر قدم تک آنحضرتؐ کے مشابہ تھے امیر المومنین حسنؓ حضرت حسینؓ سے دو سال دو مہینے بڑے تھے۔ کشف المحجوب میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ کوئی بدوی باہر سے آیا۔ اس وقت امیر المومنین حسنؓ گھر کے پاس کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے اس نے آپ کے ماں باپ کو گالیاں دینی شروع کیں۔ آپ نے پوچھا ارے بدوی تجھے بھوک لگ رہی ہے یا کسی کے خون کا پیاسا ہے۔ تجھے ہو کیا گیا ہے؟ وہ اسی طرح گالی دیتے گیا۔ آپ نے غلام کو حکم دیا کہ جاکر اندر سے دیناروں کا وہ بدرہ لے آ۔ اور اس بدوی کو دیدے جب بدی نے یہ سُنا تو کہا۔ کہ تو ابن رسولؐ ہے پھر تعریف اور دعا شروع کی۔ بعد ازاں عرض کی کہ میں آپ کا حلم آزمانے کے واسطے یہاں آیا تھا۔ الغرض یہ محققوں کی علامت ہے۔ کہ انکے نزدیک تعریف یا مذمت یکساں ہوتی ہے بُرا کہنا کہنے سے کشیدہ خاطر نہیں ہوتے۔ بلکہ اس کے عوض درم و دینار دیتے ہیں۔ آپ کا قول ہے۔ فِی حَالِ الْوَصِیَّۃِ عَلَیْکُمْ بِحِفْظِ السَّرَائِرِ فَاِنَّ اللّٰہَ مُطَّلِعٌ الضَّمَائِرِ۔ وصیت کے وقت بھیدوں کو محفوظ رکھو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی حقیقت سے واقف ہے حقائق اور اصول کا علم آپ کو اس قدر تھا۔ کہ حسن بصریؒ نے آپ کے کلمات سے استفادہ کیا۔ آپ نے سال ڈیڑھ آٹھ مہینے خلافت کی سینتالیس سال کی عمر میں آپ کی اہلیہ جعدہ بنت الاشعث الکندی نے معاویہ سے مل کر جس طرح ہوسکا آپ کو زہر دیا۔ آپ کا وصال ماہ ربیع الاول ۴۹ھ ہجری کو ہوا حکیم سنائی آپ کی تعریف یوں رطب اللسان ہے ؎

بو علی آنکہ در مشام ولی | آید از گیسوانش بوئے علی
در سیادت ولی موید اوست | در رسالت رسول وپیدا اوست
نامۂ دوست پاکئے دل اوست | دوست راچیست بہ زنامۂ دوست
قرۃ العین مصطفےٰ او بود | سید قوم اولیاء بود
جگر و جان علی و زہرا را | دیدہ و دل حبیب مولےٰ را
منبع صدق در دلائل او | مہتری راست در مخائل او
بود مانند جد بخلق عظیم | پاک عرق ونفیس وخلق کریم

اور امیر المومنین حسین بن علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہما پر سلام ہو جو آلِ محمدؐ کی شمع تمام

علائق سے مجرد۔ دشت کربلا کے شہید اور عالم ولا کے بادشاہ تھے۔ تمام جہان اس بات پر متفق ہے۔ کہ جب تک حق ظاہر رہا۔ آپ حق کی پیروی کرتے رہے۔ جب حق پوشیدہ ہو گیا۔ تو آپ نے تلوار اٹھائی۔ اور جب تک جان عزیز حق تعالےٰ کی راہ میں فدا نہ کر لی۔ آرام نہ کیا۔ آپ کا قول ہے۔ اشفق الاخوان دینات (میں ڈرتا ہوں۔ بھائیو اپنے دین کو لازم پکڑو) کشف المحجوب میں لکھا ہے۔ کہ ایک روز کوئی شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے فرزند رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک درویش آدمی ہوں۔ اور بال بچہ زیادہ ہے۔ آج رات کا کھانا جناب سے مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا۔ ہمارا رزق راستے میں ہے۔ اس کے آنے تک صبر کر۔ ابھی ایک پہر بھی گذرنے نہ پایا۔ کہ معاویہؓ کی بھیجی ہوئی دیناروں کی پانچ تھیلیاں آئیں۔ آپ نے پانچوں ہی اس کو دیکر اس سے معافی مانگی۔ کہ تجھے دیر ہوئی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا۔ کہ صرف اس قدر تیری حاجت ہے۔ تو تجھے اس قدر منتظر نہ رکھتا۔ مجھے معاف رکھنا۔ ہم اہل بلا ہیں۔ اور دنیاوی تمام راحتوں سے باز رکھے گئے ہیں۔ ہم نے اپنی مرادوں کو گم کر دیا ہے۔ دوسروں کی مرادیں برلانے پر زندگی بسر کرنی چاہئیے۔

جب آپ کربلا پہنچے تو غاضریہ میں قیام کیا۔ اس دن جمعرات تھی۔ دوسرے روز جمعہ کے دن ۶۱ھ ہجری کو عبداللہ زیاد مع چار ہزار سوار آ پہنچا۔ اور دوسرے جمعہ تک لڑائی ہوتی رہی اس عرصہ میں عبداللہ زیاد نے آپ اور آپ کے متعلقین پر پانی بند کر دیا۔ آپ کے ہمراہ اہل بیت مصطفےٰ سے انیس مرد و زن تھے۔ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ ہجری بروز جمعہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے فرزندوں میں سے سات اور حضرت امام حسینؓ کے فرزندوں میں سے تین آپ کے یاروں میں سے اٹھاسی شخص شہید ہوئے۔ آپ کی عمر اٹھاون سال کی تھی حکیم سنائی نے آپ کی مدح میں حسب ذیل قصیدہ لکھا ہے

قصیدہ

پسر مرتضےٰ امیر حسینؓ — ہیچو اوے نبود در کونین
مصطفےٰ مردرا کشیدہ بدوش — مرتضےٰ پروریدہ در آغوش

در سراے فنا و کشور دین   بود در صدر ملک کونین
شاخ او بیخ شاخ مصطفوی   در او عقد حقهٔ نبوی
دشمنان قصد جان او کردند   تا امارا ز تنش بر آوردند
عمر عاص از فساد رائے زد   شرع را زود پشت پائے زد
با یزید پلید بیعت کرد   تا کہ از خاندان بر آرد گرد
کربلا چوں مقام و منزل ساخت   تا کہ آل زیاد بروئے تاخت
جنبد اکربلا و آں تعظیم   کز بہشت آرد و تعلق نعیم
و آں تن سر بہ بارہ در گل و خاک   و آں عزیزاں بہ تیغ دلہا چاک
واں گزین ہمہ جہاں کشتہ   در گل و خون تنش بیاغشتہ
حرمت دین و خاندان رسول   جملہ بر داشتہ ز جہل فضول
تیغہا لعلگون ز خون حسینؓ   چہ بود در جہاں بترزین شین
زخم شمشیر و نیزہ و پیکاں   بر سر نیزہ سر بجائے سناں
ہمہ را بر دل از علی صد داغ   شدہ یکسر قرین طاغی و باغ
کیں دل باز خواستہ ز حسینؓ   شدہ فارغ بریں شماتت و شین

کاتب حروف محمد مبارک محمد علوی الکرمانی المدعو بامیر خورد عرض پرداز ہے - کہ جب میری عمر کے پچاس سال گذر چکے - اور مجھ سے کوئی ایسا فعل ظہور میں نہ آیا جو بارگاہ الٰہی کے شایاں شان ہو - اور شیخ سعدی علیہ الرحمت کے حسب ذیل اشعار نے میرے گوش ہوش سے غفلت کی روئی نکال دی ؎

ہر دم از عمر میرود نفسے   چوں نگہ میکنم نماندہ بسے
ایکہ پنجاہ رفت و در خوابی   مگر ایں پنج روز در یابی
خجل آنکس کہ رفت و کار نساخت   کوس رحلت زدند و بار نساخت

تو مجھے سخت حیرت ہوئی - کہ یہ کیسا سخت واقعہ وقوع میں آیا - کہ میرے پاس کوئی ایسی دستاویز یا وسیلہ نہیں جو مجھ گمراہ کی رہنمائی کرے - اسی اثنا میں کہ میں بحر تحیر میں غرق تھا عنایت ازلی میری قرین حال ہوئی - اور توفیق ایزدی اس عاجزی کی رفیق بنی - اور حضرت سلطان المشائخ کی محبت نے میری دستگیری کی ؎

دست من گیر کہ بیچارگی از حد گذشت — سر من دار کہ در پائے تو ریزیم جاں را

عالم غیب سے میرے دل میں القا ہوا۔ کہ اے عالم تحیر کے سرگشتہ! اپنے پاؤں دامن میں لپیٹ۔ اگرچہ یہ جائے قرار نہیں ؎

قرارے طلبی در جہاں ہست محال — ترا قرار نباشد مگر بدار قرار

اپنے پیروں کے ہاتھ سے انکے دلوں پر رحم کر۔ اور اُن کے متبرک اوقات کو اپنے پریشان حال کا شفیع بنا۔ شاید سلطان المشائخ کی محبت کی مدد سے تیرے دل وجان میں محبت الٰہی کے دریا سے چشمہ پھر نکلے جس کے سبب تو اپنے پیکر وا نفس سے نجات پائے - اس دولت کے حاصل ہونے کا اسباب و ذریعہ صرف یہی ہے - کہ شجرہ معظم خواجگان چشت کے مشائخ کے مناقب جو کہ بارگاہ بے نیازی کے عاشق اور عالم محبت کے سپاہی ہیں اور جنہوں نے خلق خدا کو نفس کی جائے ہلاکت اور حرص وہوا سے رہائی دلائی ہے کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

وكانوا لدين الله حصنا مؤيدا — وشكلته من شيبه كخير مرسل

(ترجمہ) وہ سب دین الٰہی کے مضبوط قلعے تھے - اور اس کی شکل ایسے مضبوط قلعے تھے جس کا نام تو نے خیر الانبیاء رکھا ہے ۔

فيا رب اكرمهم بروح ورحمة — وآتهم بالفضل في خير منزل

(ترجمہ) اے پروردگار! تو اپنی رحمت اور عمدہ خوشبو سے انکی نوازش کر۔ اور ان کو اپنے فضل سے بڑا مرتبہ عنایت کر ۔

ان کے فضائل اور کرامات اور روح افزا کلمات اور ملفوظات کے لطائف و نکات - راہ درویشی۔ مولد ومنشا۔ اور اپنا حضرت سلطان المشائخ کا مرید ہونا۔ اور اپنے آبا واجداد کا اس بارگاہ معظم سے اتصال مفصل لکھ ؎

هر لحظه راز دل بچه سان بهر زبان — دل بے شکیب کہ عمر یش تا کجا بکہ

تاکہ اس کے مطالعہ سے آنکھ کو روشنی اور سینے کو خوشی حاصل ہو۔ اور تیرے پریشان دل کو جمعیت حاصل ہو۔ اور تو آخرت کی نجات حاصل کرلے ؎

نجات آخرت حاصل توان کرد — اگر در دامن مردان زنی دست

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

دردِ این مرداں زن و اندیشہ کن ۔۔۔ ہر کہ با نوح نشیند چہ غم از طوفانش

اس واسطے میں نے خواجگانِ چشت کے اوقاتِ شریفہ کو اپنے حال کا شفیع بنایا۔ اور عاجزی اور زاری سے حضرت سلطان المشائخ سے درخواست کی۔ کہ یہ مجموعہ مسمی سیر الاولیاء اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکمل ہو جائے۔ چونکہ میں نے پیروں کی مدد سے یہ کتاب لکھنی شروع کی ہے۔ اس لئے سلطان المشائخ کی محبت کی دو شامل حال ہوئی۔ امیر حسن شاعر کہتا ہے ؎

مسکین کہ ہمے داشت کہ گوید پیغام ۔۔۔ دست بر پائے کبوتر زد و ناگہ برسید

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے کا اصلی باعث سلطان المشائخ کی محبت ہے ؎

وگرنہ من کیاام آنکہ جاں را ۔۔۔ وہم از دیدۂ دل نیکواں را

بشوقِ روئے شاں گرم و ہیبناک ۔۔۔ کنم دل را ز غمہا چاک در چاک

جیسا کہ مشائخ کبار نے کہا ہے کہ [illegible] کی علامات سے پہچانے جاتے ہیں۔ اس علامت کے استعمال میں میں نے شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی جو اپنے رسالے میں اور شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی جو کشف المحجوب میں ذکر کرتے ہیں پیروی کی ہے۔ ربانی الہام سے میں سلطان المشائخ یعنی شیخ الشیوخ العالم نظام الحق والشرع والدین سے ملہم ہوا۔ اور اسی خطاب معظم کو میں نے اس کتاب میں محفوظ رکھا ہے۔ میں نے سلطان المشائخ کے بارے میں بہت سی روایات حکایات لطائف اور غرائب کی نقل کی ہے۔ اور جو فوائد سلطان المشائخ کے جان بخش ملفوظات سے آپ کے یاروں نے روایت کئے۔ انہیں جمع کیا۔ اور جو کچھ ان بزرگوں سے سنا ہے جن کے قول۔ قلم۔ دیانت اور حفاظت پر پورا پورا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ سنا نیز جو کچھ اپنے والد بزرگوار اور چچوں سے جو کہ سلطان المشائخ کے مقرب ہو گذرے ہیں۔ اور انہیں کی نظر مبارک سے جنہوں نے پرورش پائی ہے سنے انہیں بیان کیا ہے۔ خواجہ حکیم ثنائی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

لطف او ہر چہ در عقول نہاد ۔۔۔ روح بر دیدۂ قبول نہاد

جہاں کہیں سے کوئی نظم۔ شعر یا قطعہ نظر آیا اور موقع اور کلام کے مناسب سمجھا۔ اس کتاب میں لکھ دیا جس سے سلطان المشائخ کی محبت کا نقارہ بجتا ہے اور جو محبت کی آگ کا شعلہ عاشقوں کے دلوں کے چقماق سے نکالتا ہے۔ اور شوق والوں میں آگ سی پھونک دیتا ہے چنانچہ ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

آتش عشق تو از ہر جا نجاست   آخر ایں آتش زجائے خاستست

اور ان شعرا کے نام جن کے لطائف یعنی محبت وعشق کی زیادتی کا باعث ہوئے ہیں شعر کے ساتھ ہی لکھدئے ہیں جہاں پر شاعر کا نام معلوم نہیں ہوا۔ وہاں بزرگ کے لفظ سے تعبیر کیا۔ اور جو سلطان المشائخ کے شعر ہیں۔ وہاں پر انہیں کا اسم گرامی لکھدیا ہے جس نظم پر شاعر کا نام نہیں لکھا وہ اس کاتب الحروف کے ہیں جو سلطان المشائخ کی محبت کے قعر دریا سے بمنزلہ نفیس موتی کے نکالے ہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

نالیدن دردناک سعدی   بر دعوئے دوستی بیان ست
آتش بہ نئے قلم درانداخت   وایں دود کہ بینی سیاہیے دخان ست

اس کتاب کے شروع وسط اور آخر میں سلطان المشائخ کا ذکر لکھا ہے تاکہ اہل دل لوگوں کے دلوں پر جلوہ گری کرے۔ اور اسے قبولیت تامہ حاصل ہو۔ کیونکہ خود سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ ذکر الشیخ فی الکلام کالملح فی الطعام او کالروح فی الاجسام (کلام میں شیخ کا ذکر اس طرح ہے جیسے کھانے میں نمک یا جسم میں روح) کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

گر ہیچ سخن نگوئے بنشانم   تا نام تو مے گوید و من بشنوم

اس کتاب میں دس باب ہیں جن میں سے ہر ایک باب بجائے خود ایک علیحدہ کتاب ہے اور دلکشائے نکات اور دلربا لطائف سے منقش ہے۔ ہر ایک نکتے سے عالم حقیقت کی رموز منکشف ہوتی ہیں جیسا کہ اس کتاب کے فہرست مضامین سے خود ظاہر ہو جائیگا۔ ملتمس ہوں کہ اس کاتب حروف کو دعائے خیر و دعائے ایمان سے یاد فرمائیں۔ اور فاتحہ سے دریغ نہ کریں ؎

از خاطر حق پذیر یاراں   یک فاتحہ التماس دارم
تا کار شکستہ من بر آید   آں دامن شاں نمیگذارم

نکتہ۔ کاتب الحروف خوش اعتقاد مریدوں کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ خواجگان چشت کے شجرۂ معظم میں جن بزرگوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے ہر ایک اللہ تعالے جل شانہ کی محبت میں آفتاب ہو گذرا ہے۔ اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سبب مقام محبت سے ترقی کر کے محبوبیت کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔

"فاتبعونی یحببکم اللہ" (پس میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا) ان میں سے ایک عبادت الٰہی اور ترک دنیا میں اپنے زمانے میں مشائخ کبار کے برابر ہو گزرا ہے۔ عالم محبت میں تمام کے تمام اوروں سے ممتاز ہیں ؎

در عبادات یافتہ توفیق — بادشاہان عالم تحقیق
ہر یکے در زمان خود ممتاز — در محبت میان اہل نیاز

فبا صفکر خواجہ بندہ نواز سلطان المشائخ دار الملک راز نظام الحق والشرع والدین ؎

ز عشق حق مجسم بود ذاتش — جہانے بندۂ آں ذات پاکش

چنانچہ آپ کے انفاس متبرکہ سے ہر دم رب العالمین کی محبت کی خوشبو نکلتی تھی جس سے طالبان حق کے دماغ معطر ہوتے تھے اور جو سارے جہان کو خوشبودار بناتی تھی۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

عالم معطرے شود چوں ناف آہوئے ختن — گویا کہ نور دزا زبرش بوئے بصحرائے ند

عارف اور عاشق اس خوشبو کی خاطر آنحضرت کی خاک بوسی کیا کرتے تھے۔ خواجہ حکیم سنائی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

عاشقاں سوئے حضرتش سرمست — عقل در آستین وجاں بر دست

حیران پریشان اور مدہوش ہو کر اس عاشقوں کے سردار کے آستانہ محبت پر سر رکھتے اور اس بارگاہ کی خاک پر چہرہ ملتے۔ امیر حسن نے کیا اچھا کہا ہے ؎

نے رفتم بلا شد بوئے زلفش — خراب اندر پئے آں بوئے رفتم

اور اس اہل محبت کے بادشاہ کی محبت کی وجہ سے حق تعالیٰ کی محبت اپنی جان کے دماغ میں محسوس کرتے ؎

از بوئے تو بوئے یار خود مے یابم — از روئے تو سر کار خود مے یابم
تا جاں نکنم فدا نیابم جاناں — جاں مے دہم و نگار خود مے یابم

اللہ تعالیٰ نے یہ خوشبو اپنی محبت کے باغ سے اپنے محبوبوں کی ذات میں رکھی ہے۔ تاکہ جس کو چاہے اور دل چلے کی جان کے دماغ میں یہ خوشبو پہنچے۔ وہ محبت الٰہی کے لائق بن جائے اور اس خوشبو پر جان نثار کرے ؎

اے عارفان عاشقاں جاں می دہم جاں می دہم — بر حضرت سلطان ما [illegible]

گفتی اگر خواہی بقا جاں را بدہ بر بوئے ما   اینک بہ بوئے دلستاں جاں میدہم جاں میدہم

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جس مقام پر صاحبِ دل جمع ہوں۔ اُن کے چلے جانے کے بعد بھی دیر تک اس مقام سے خوشبو آتی رہتی ہے۔ یہ خوشبو خارجی نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر ایک ذات میں نافہ ہوتا ہے بعض کی خوشبو ظاہر ہوتی ہے بعض کی نہیں ہوتی۔ اور ہر ایک کے وجود میں خاص قسم کی خوشبو ہوتی ہے چنانچہ بعض میں کافور کی بعض میں عنبر کی۔ مولانا ظہیر الدین کوتوال سندھ کی بابت جو کہ کلام ربانی کے حافظ تھے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ میں سلطان المشائخ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ وہاں سے عود کی خوشبو آتی تھی۔ میں نے دائیں بائیں دیکھنا شروع کیا۔ کہ کہیں عود تو نہیں جلا ہے۔ کہیں نظر نہ پڑا۔ پھر خیال آیا کہ شاید حجرے میں جلاتے ہوں۔ خادم نے کسی کام کی وجہ سے حجرے کا دروازہ کھولا جب حجرے کے اندر نگاہ کی۔ تو وہاں بھی کوئی نہ تھا۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا کہ مولانا یہ عود کی خوشبو نہیں۔ یہ خوشبو اور ہی ہے امیر حسن شاعر کہتا ہے ؎

عطار گو بہ بند دکان را کہ من زدوست   بوئے کشیدہ ام کہ بہ مشک و عبیر نیست

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ کے قدم مبارک ایک گودڑی سے چھوٹے۔ آپ نے وہ گودڑی قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمائی۔ جس سے ایسی خوشبو آتی تھی۔ جو بوئے بہشت کے لئے باعث رشک تھی۔ قاضی صاحب اس گودڑی کو تعظیم و تکریم سے سر آنکھوں پر رکھ کر گھر لائے اور بڑی حفاظت سے رکھا۔ تھوڑے تھوڑے عرصے بعد نکالتے اور چومتے اور برکتیں اور سعادتیں حاصل کرتے۔ اور اس گودڑی کی خوشبو سے اپنی جان کا دماغ معطر کرتے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

این بوئے عبیر آشنائی   از ساختۂ یارِ مہربان است

قاضی صاحب کو خیال آیا۔ کہ شائد یہ خوشبو عارضی ہے۔ جب کچھ عرصہ گذر گیا۔ اور ذرہ بھر بھی اُس کی خوشبو کم نہ ہوئی۔ اور آپ نے اس کا اچھی طرح تجربہ کر لیا۔ تو پھر اس گودڑی کو اپنے ہاتھ سے دھویا۔ دھونے پر اس میں سے اور بھی تیز خوشبو آنے لگی۔ قاضی صاحب کی حیرانی اور بھی بڑھ گئی۔ آپ نے سلطان المشائخ کی خدمت میں اس خوشبو کا ذکر کیا۔ آنحضرت گودڑی کی خوشبو کی بات سن کر زار زار روئے ؎

بگریست چو ابر در بہاراں   خندید چو گل بروئے یاراں

اور فرمایا کہ قاضی صاحب یہ محبت کی خوشبو ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوں کی ذات میں رکھی ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

این بوئے تو بوستان است   این بھئے زکوے دوستان ہست

نکتہ۔ آپ کا باطن جو محبت الٰہی کا دریا تھا۔ ہر وقت موجزن تھا۔ اور بکثرت رونے سے آبدار موتی آنکھ کی راہ جو چشمۂ محبت تھی باہر لاتے۔ گویا پانی میں آگ لگاتے ؎

چشم تو کہ از چشمہ دریائے محبت   آں چشم بجز لعل گہر بار نہ ریزد

ایک ولی اللہ فرماتے ہیں ؎

لَوْلَا مَدَامِعُ عُشَّاقٍ وَلَوْعَتُهُمْ   لَبَانَ فِي النَّاسِ عِزُّ الْمَاءِ وَالنَّارِ

(ترجمہ) اگر عاشقوں کے آنسو اور ان کی جلن نہ ہوتی۔ تو آدمیوں میں بالضرور آگ اور پانی کا قحط ہوتا۔

فَكُلُّ نَارٍ فَمِنْ أَنْفَاسِهِمْ قَدَحَتْ   وَكُلُّ مَاءٍ فَمِنْ عَيْنٍ لَهُمْ جَارٍ

(ترجمہ) ہر قسم کی آگ ان کے دموں سے نکلتی ہے۔ اور ہر قسم کا پانی انہیں کی آنکھوں سے جاری ہوتا ہے

خواجہ سنائی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

دل چشمش شوق در محراب   چشمۂ آفتاب و چشمۂ آب

؎

ہر کہ زاں چشمہ جرعہ نوشید   خلعت لی مع اللہ او پوشید

اور عالم محبت کے پیاسوں کو اپنی شوق شراب سے سیراب اور مست کرتے تھے ؎

کسے کز جوئے عشقت جرعہ یافت   بماند تا قیامت مست و مدہوش

دراں مجلس کہ بخشی جام عشقت   نگردانی محمد را فراموش

پھر یہ دل مشتاق کہتا ہے ؎

ز دریائے جمالت چوں شوم سیراب اے ساقی   کہ ہر چہ بیشتر نوشم تمنا بیشتر باشد

عشق حقیقت کے جنگل کے سرگردانوں کو محبت الٰہی کی رہنمائی کرنے اور منزل مقصود پر پہنچانے ؎

مبر سانید بمقصود و منازل ہمہ را   لطف او در نہ کہ باشم کہ بمنزل بردوش

نکتہ۔ آپ کی جناب عالیجاہ سے معرفت کا آفتاب چمکتا تھا۔ اور بیچارے گمراہی اور حرص و ہوا میں پھنسے ہوؤں کو روشنی بخشتا تھا۔ اور نظر حق کے منظور ہونے کے قابل بناتا تھا ؎

زور گہ تو یداں آفتاب عشق بتافت　　براں دلے کہ ز دنیا و دیں ہمہ رایافت
نہ روشنائی عشقت جہاں منور شد　　مگر رقیب کزاں روشنی نصیب نیافت

نافرمانی اور گنہگاری کی تپش کے جلے ہوؤں اور نفس امارہ کے آتش زدہ کو اپنی مرحمت کے سائے میں پرورش کرتے تھے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

خدایا برحمت نظر کردۂ　　کہ ایں سایہ بر خلق گستردۂ

؎

آلودہ داماناں کہ نظر بر تو فگنند　　صافی شوند و پاک چو صوفئ باصفا
اے آفتاب حسن از اں چشمہ حیات　　آبے بہ بخش تا نشوم بعد ازیں فنا

؎

اے مایۂ حسن و کانِ نعمت　　اینک بدرت امیدواراں
جان بر کفِ دست کردۂ از دل　　بر شکلِ خوش تو جان سپاراں

نکتہ حضرت سلطان المشائخ کی ذات مبارک آپ کے دریا جیسے دل کی تابع تھی۔ اور آپ کا حق پذیر دل آپ کی روح پاک کے تابع تھا۔ آپ کی روح پاک اپنی کمالیت کی وجہ سے قلب کو جذب کرتی تھی۔ اور اتحاد کی وجہ سے قلب قالب کو جذب کرتا تھا۔ پس اس حساب سے آپ کی ذات مبارک سر بسر روح تھی۔ امیر خسرو نے کیا اچھا کہا ہے ؎

وجود خواجہ نہ از آب و گل گشتہ مرتب　　کہ جانِ خضر و مسیحا بہم شدہ مرکب

آپ بمنزلہ مُردہ تھے یعنی مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا والی موت مر چکے تھے۔ اور روحانی ہو چکے تھے۔ ایسی ذات جو سر بسر روح ہو۔ ہر ایک آلودہ آنکھ کے دیکھنے کے لائق نہیں ہوتی۔ اسے صرف وہی آنکھ دیکھ سکتی ہے جو چشم معرفت ہو۔ اور جان کے دریچے میں سے دیکھے۔ خواجہ سنائی فرماتے ہیں ؎

از در دل بمنظرِ جاں آے　　بہ تماشائے باغ جاناں آے

کسی بزرگ سے ایک نے پوچھا کہ کیا آپ دوست کو دیکھنا چاہتے ہیں؟ فرمایا نہیں۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا ؎

اُنَزِّہُ ذَاکَ الْجَمَالَ عَنْ نَظَرِ مِثْلِیْ　　اِنِّیْ لَاَحْسُدُ نَاظِرِیْنَ عَلَیْکَ

(ترجمہ) اپنے جیسے کے دیکھنے سے اس کے جمال کو پاک کرتا ہوں میں تیری طرف دیکھنے والے پر حسد کرتا ہوں

حَتّٰی اَغُضُّ اِذَا نَظَرْتُ اِلَیْکَ   وَاَرَاکَ یَخْطُرُ فِی شَمَائِلِکَ الَّتِی

(ترجمہ) یہاں تک کہ جب میں تجھے دیکھتا ہوں تو آنکھ بند کر لیتا ہوں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ تیرے دل میں وہ خیال نظر آتا ہے) ٭

فِیْ فِتْنَتِیْ فَاَغَارُ مِنْکَ عَلَیْکَا

جس میں میرے لئے بگاڑ ہے۔ اس لئے مجھے تجھ سے تجھ پر غیرت آتی ہے ٭

فہرست ابواب کتاب سیر الاولیا

نکتہ اول۔ در بیان آمدن شیخ بدرالدین غزنوی
از لاہور در دہلی و ارادت آوردن او۔
نکتہ دوم۔ در بیان کرامت او۔
منہم شیخ نجیب الدین متوکل۔
" مولانا بدرالدین اسحاق مشتمل بر دو نکتہ
نکتہ اول۔ در بیان پیوستن مولانا بدرالدین
اسحاق بخدمت شیخ شیوخ العالم۔
نکتہ دوم۔ در بیان کرامات او۔
منہم۔ شیخ جمال الدین ہانسوی قدس سرہ
شیخ عارف خلیفہ شیخ شیوخ العالم
فریدالدین قدس سرہ
باب سوم۔ در بیان مناقب و فضائل اولاد
بعضے نبسگان و نبیرگان شیخ فریدالدین قدس سرہ
و اقربائے سلطان المشائخ قدس سرہ۔
نکتہ اول۔ در بیان کرامات پسران شیخ الاسلام
فریدالدین قدس سرہ
منہم۔ خواجہ نصیرالدین نصر اللہ رح
" مولانا شہاب الدین قدس سرہ
" شیخ بدرالدین سلیمان قدس سرہ
" خواجہ نظام الدین قدس سرہ
" خواجہ یعقوب قدس سرہ
نکتہ دوم۔ در بیان کرامات دختران شیخ
فریدالدین قدس سرہ۔
نکتہ سوم۔ در بیان در فضائل بعضے نبیرگان
شیخ فریدالدین قدس سرہ۔

منہم۔ شیخ علاؤالدین قدس سرہ
" خواجہ عزیزالدین قدس سرہ
" شیخ کمال الدین قدس سرہ
" خواجہ عزیزالدین ابن خواجہ ابراہیم قدس سرہ
نکتہ چہارم۔ در بیان فضائل نبیرگان
شیخ فریدالدین قدس سرہ۔
منہم۔ خواجہ محمد رح
" خواجہ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
" خواجہ عزیزالدین صوفی و شیخ کمال الدین
نکتہ پنجم۔ در فضائل اقربائے سلطان المشائخ
نظام الحق والدین قدس سرہ
منہم۔ خواجہ رفیع الدین ہارون
" خواجہ تقی الدین نوح
" خواجہ ابوبکر مصلےٰ دار
" مولانا قاسم
" خواجہ عزیزالدین ابن خواجہ ابوبکر
مصلےٰ دار۔
نکتہ ششم۔ در فضائل سادات کرام
جدہ پدر و اعمام صاحب کتاب سیر الاولیاء۔
منہم۔ سید محمد محمود کرمانی
" سید نورالدین مبارک
" سید کمال الدین امیر احمد۔
" خواجہ سید حسین کرمانی۔
" خواجہ سید خاموش۔
باب چہارم۔ در بیان فضائل خلفائے

باب اوّل

دربیان مناقب و فضائل کرامات و شجرہ طبقہ معظمہ مکرّمہ حضرات خواجگانِ چشت از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تا آخر عہد دولت حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدّین قدس سرہ العزیز

(تکملہ۔ دربیان نعت حضرت سید المرسلین رسول رب العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در سبیل خرقہ فقر از حضرت نبوت با میر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ از حضرت او مشائخ کبار رواد یافتہ اند قدس اللہ اسرارہم)

وہ عالم جوانمردی کے بادشاہ۔ ملک مروت کے مالک۔ رسالت کے آسمان کے آفتاب عالمتاب کے آسمان کے چاند۔ صاحب قبین پیشوائے کونین اصفیا کے گروہ کے صدر۔ تمام انبیا کی شمع۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

سید انبیاء و صدر رسل — مقصد ہشت و ہفت و پنج و چہار
آں رسولے کہ جان و عقل و خرد — کرد پیشش بہ بندگی اقرار

؎

شاہ رسل شہنشہ شاہانِ روزگار — عالم برائے دوستئ تو شد آشکار
گردوں ندید و نیز نہ بیند بچشم خویش — شاہے چو تو میانِ رسل شاہ نامدار
جاہت بلند و مرتبہ عالی بنزد حق — نامت بنام خویش قریں کرد کردگار
از نور روئے تست کہ روشن شدہ ست روز — از رنگ زلف تست کہ شب ہا چنیں است تار
تو بادشاہ ہر دو جہاں من گدائے تو — چارہ ہمیں بود کہ کنم جانِ خود نثار
شاہا براہ تست فتادہ میانِ خاک — بیچارہ ضعیف فتادہ محمد امیدوار
گر قطرہ ز بحر رسالت بہ ورسد — شادی کناں بحشر بر آید ہزار بار

مرسلوں کے اس بادشاہ نے اولیا کی عظمت اور کرامات کے بارے میں زبان نبوت سے فرمایا ہے عَنْ
عُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ
اُنَاسًا مَا هُمْ بِاَنْبِيَاءَ وَلَا الشُّهَدَاءِ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ
مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ مَا اَعْمَالُهُمْ لَعَلَّنَا نُحِبُّهُمْ قَالَ قَوْمٌ يَتَحَابُّوْنَ بِرُوْحِ اللّٰهِ
مِنْ غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا بَيْنَهُمْ وَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ فَاِنَّهُمْ لَعَلٰى مَنَابِرَ
مِنْ نُوْرٍ وَلَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ ثُمَّ قَرَاَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ
اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. هُمْ مَصَابِيْحُ الدُّجٰى وَيَنَابِيْعُ الرُّشْدِ وَالْحُجَجُ الْمَخْصُوْصُ
الْخَفِيُّ بِالْاِخْتِصَاصِ وَالتَّقْوٰى مِنَ التَّصَنُّعِ بِالْاِخْلَاصِ (عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں۔ کہ گو وہ وہ نبی یا شہید تو نہیں
لیکن نبی اور شہید روز قیامت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکی قدر و منزلت پر رشک کرینگے
ایک نے پوچھا ان کے اعمال کیا ہیں تا کہ اُن کی شناخت کر کے اُس سے محبت سے پیش آئیں۔ فرمایا۔
دنیا میں اُنہوں نے حسبۃً للہ دوستی کی۔ کوئی رشتہ داری یا لین دین کی وجہ سے آپس میں محبت نہیں
کی۔ بخدا ان کے چہرے روشن ہیں۔ نور کی وجہ سے ان کا درجہ بلند ہوگا جب عام لوگ خوف خدا
سے ڈرینگے تو وہ ہرگز نہ ڈرینگے اور جب اور لوگ غمگین ہونگے۔ تو انہیں کسی قسم کا غم نہ ہوگا۔ پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔
وہ تاریکی کے لئے بمنزلہ چراغ ہیں۔ اور اس اختصاص سے مخصوص ہیں۔ کہ وہ ریا بغیر اخلاص سے
یاد الٰہی اور تقوے میں مشغول ہیں۔ جنید بن محمد قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

سَرَتْ بِاُنَاسٍ فِي الْغُيُوْبِ قُلُوْبُهُمْ   وَحَالُوْا بِقُرْبِ الْمَسَاجِدِ الْمُتَفَضِّلِ

(ترجمہ) میں نے لوگوں کے ساتھ ہو کر انکے دلوں کی سیر کی ہے اور بڑے بزرگ مسجدوں تک جانے کے
لئے انہوں نے جولانیاں کیں *

وَنَالُوْا مِنَ الْجَبَّارِ عَطْفًا وَرَاْفَةً   وَقَصْدًا وَاِحْسَانًا وَبِرًّا مُعَجَّلًا

(ترجمہ) اُنہوں نے جبار سے مہربانی اور نرمی حاصل کی۔ نیز مقصود نیکوکاری اور جلدی نیکی کو۔

اُولٰٓئِكَ نَحْوَ الْعَرْشِ هَامَتْ قُلُوْبُهُمْ   وَفِيْ مَلَكُوْتِ الْعِزِّ مَاْوٰى وَمَنْزِلُهٗ

(ترجمہ) اُن لوگوں کے دل عرش کی طرف سے حیران ہوئے نیز بزرگ ملکوت میں رہنے اور اترنے کی جگہ دیکھی
اولیاء کی یہ تعریف اس واسطے ہوئی کہ آنحضرت صلعم شب معراج خرقہ فقر کی خلعت سے مشرف ہوئے

اور پھر وہ خرقہ سلطان الانبیاء کے پاس اور بلند تخت سے خاتم الخلفاء الراشدین وصی رسول رب العالمین امیر المومنین قطب الاولیاء اور حقائق توحید کے منبع جناب اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کو ملا جس کی مفصل کیفیت باب ارادت کے نکتہ در اصل خرقہ و بخشش آں میں سلطان المشائخ سے منقول و مسطور ہے کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

جَعَلَ الْاِلٰہُ مُحَمَّدًا شَمْسَ الْھُدٰی بِضِیَائِہٖ یَھْدِیْ جَمِیْعَ عِبَادِہٖ

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو ہدایت کا آفتاب بنایا ۔ تمام بندے اس کی روشنی سے ہدایت پاتے ہیں

مِنْہُ اسْتَضَاءَ وَصِیُّہٗ وَوَلِیُّہٗ فَاَنَارَ مِثْلُ الْبَدْرِ کُلَّ بِلَادِہٖ

(ترجمہ) آفتاب سے پھر آپ کے وصی وولی سے وہ روشنی لی ۔ اور تمام شہروں میں چودھویں کے چاند کی طرح پھیلا دیا

اَعْنِیْ عَلِیًّا سَیِّدَ الزُّھَّادِ ذِی الْاِبْدَالِ الْاَبْدَالُ وَالْاَوْتَادُ مِنْ عِبَادِہٖ

(ترجمہ یعنی زاہدوں کے بہتر علی کرم اللہ سے میری مراد ہے ۔ اس سے اور نیز اس کے بندوں میں سے جو ابدال اور اوتاد ہیں ان سے خبردار رہو ۔

حضرت امیر المومنین سے اولیائے نامدار اور مشائخ کبار کو دست بدست ایک دوسرے کے وسیلہ سے پہنچا جیسا کہ ذیل میں درج ہے ✦

منبع نبوت کے پردہ ۔ جوانمردی کی کان ۔ علم کے سمندر ۔ عمل کے خزانے ۔ تابعین کے سردار متقیوں کے امام تمام کے اتفاق سے صاحب صدر خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی بابت منقول ہے ۔ کہ آپ نے خرقہ ارادت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پہنا ۔ آپ کے فضائل اور مناقب بیشمار اور بے حساب ہیں ۔ آپ کی والدہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم ام سلمیٰ کی خادمہ تھیں جب آپ شیر خوار تھے ۔ اور آپ کی والدہ کام میں مشغول ہوتیں ۔ اور آپ روتے تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنا پستان مبارک آپ کے منہ میں رکھتیں ۔ دودھ کے چند ایک قطرے آپ پیتے جن کی برکت سے یہ ساری کرامات آپ میں تھیں ۔ ام سلمہؓ ہمیشہ دعا کیا کرتی تھیں ۔ کہ الٰہی! اس بچے کو خلقت کا مقتدا کرنا ۔ چنانچہ آپ نے ایک سو تیتیس صحابہ کی زیارت کی ۔ اور ان سے فیض و برکت حاصل کیا ۔

منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بصرہ میں آئے اور تمام واعظوں کو منع فرمایا ۔ حتیٰ کہ سب کے منبر توڑ ڈالے ۔ جب خواجہ حسن بصریؒ کی مجلس میں تشریف فرما ہوئے ۔ اور آپ سے سوال کیا کہ آپ عالم ہیں یا متعلم؟ عرض کی میں کچھ بھی نہیں ۔ جو کچھ مجھے آنحضرت سے پہنچا ہے ۔ وہ لوگوں کو سناتا اور پہنچاتا ہوں ۔ شیر خدا نے فرمایا ۔ کہ یہ جوان شائستہ سخن ہے ۔ جب خواجہ صاحب منبر پر سے اترے ۔

توامیرالمومنین کے پیچھے روانہ ہوئے اور دامن پکڑ کر عرض کی۔ کہ برائے خدا مجھے وضو کرنا سکھلاؤ۔ چنانچہ باب الطشت میں تھال لایا گیا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خواجہ حسن بصریؒ کو وضو کرنا کھلایا۔ منقول ہے۔ کہ خواجہ حسن بصریؒ خوفِ خدا سے بکثرت رویا کرتے تھے۔ میں نے سلطان المشائخ قدس سرہٗ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ جس رات خواجہ حسن بصریؒ فوت ہوئے۔ اس رات آواز آئی۔ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاٰلَ الۡحَسَنِ۔ ایک بزرگ نے اسی رات دیکھا۔ کہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اور منادی کر رہے ہیں کہ خواجہ صاحب اللہ تعالےٰ سے جا ملے۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے ۔

منہم۔ زمانے کے شیخ الشیوخ۔ زمانے کے علامہ۔ قطب العالم خواجہ عبدالواحد زید نے جو صاحب کرامات اور عالی درجہ ہیں۔ خواجہ حسن بصریؓ سے خرقہ ارادت پہنا ۔

منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ درویشوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ان پر بھوک نے اپنا بُرا اثر کیا۔ کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ خواجہ صاحب سے انہوں نے درخواست کی۔ کہ حلوا مطلوب ہے۔ جب درویشوں نے بہت منت وسماجت کی۔ تو آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے درویشوں کے لئے درخواست کی۔ فوراً سونے کے دینار برسنے شروع ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ان میں سے اتنے اٹھالو جو حلوے کے لئے کافی ہوں۔ انہوں نے ویسا ہی کیا۔ لیکن خواجہ صاحب نے حلوا بالکل نہ کھایا ۔

منقول ہے۔ کہ آخری عمر میں آپ فالج کی بیماری میں مبتلا ہوگئے۔ ایک روز نماز کا وقت ہوگیا۔ اور پاس کوئی نہ تھا جو وضو کراتا۔ زوال کا اندیشہ تھا۔ آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی۔ کہ پروردگار! مجھے اس قدر طاقت عنایت ہو کہ وضو کرلوں۔ جب میں وضو کرچکوں۔ تو پھر تیرا حکم ہے۔ آپ کو صحت ہوئی۔ اور حسب منشا وضو کیا۔ جب بستر پر آئے تو پھر اسی طرح بیمار ہوگئے ۔

منہم۔ اہل حضرت کے بادشاہ۔ درگاہِ وصلت کے سلطان۔ ولایت کے آسمان۔ درایت کے سورج۔ کثیر الفضائل ابوعلی الفضیل ابن عیاض قدس سرہٗ مشائخ کبار سے تھے۔ آپ زمانے کے سردار۔ جلدی رونے والے۔ ہمیشہ غمگین اور زیادہ سوچ بچار اور فکر میں مبتلا رہنے والے تھے۔ آپ نے خرقہ ارادت خواجہ عبدالواحد زید سے پہنا۔ آپ کا قول ہے۔

لَا یَسْتَکْمِلُ اِیْمَانُ الْعَبْدِ حَتّٰی یُؤَدِّیَ مَا افْتَرَضَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَیَجْتَنِبَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَیَرْضٰی بِمَا قَسَمَ اللّٰہُ لَہٗ ثُمَّ خَافَ مَعَ ذَالِکَ اَنْ لَا یَتَکَمَّلَ الْاِیْمَانُ وَلَا یَقْبَلَ مِنْہُ (انسان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجا نہ لائے حرام سے کنارہ کشی نہ کرے۔ اور جو اُس کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اُس پر راضی نہ ہو۔ پھر باوجود ان باتوں کے ڈرے کہ شاید ان سے ایمان مکمل ہوا ہے یا نہیں۔ یا شاید ان اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول کرے یا نہ کرے۔ نیز فرمایا۔ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا اَکْثَرَ غَمَّہٗ فَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا وَسَّعَ عَلَیْہِ دُنْیَاہُ (جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے۔ تو اس کے غم کو بڑھا دیتا ہے۔ اور جب ناراض ہوتا ہے تو اس کی دنیا کو زیادہ کر دیتا ہے۔) نیز فرمایا۔ لَوْ عُرِضَتْ عَلَیَّ الدُّنْیَا بِحَذَافِیْرِھَا وَلَا اُحَاسَبُ بِھَا لَکُنْتُ اَتَقَذَّرُھَا کَمَا یَتَقَذَّرُ اَحَدُکُمُ الْجِیْفَۃَ (اگر دنیا بے کنارہ دریا کی طرح میرے پیش کی جائے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا جائے کہ تجھ سے اس کا حساب نہیں لیا جائیگا۔ تو بھی میں اسے اس طرح حقیر اور مردود سمجھوں جس طرح تم مردار کو سمجھتے ہو) یہ بھی آپ ہی کا قول ہے کہ تَرْکُ الْعَمَلِ لِاَجْلِ النَّاسِ ھُوَ الرِّیَاءُ وَالْعَمَلُ لِاَجْلِ النَّاسِ شِرْکٌ (نیک کام کی ترک لوگوں کی خاطر کرنا ریا ہے۔ اور نیک فعل کا لوگوں کی خاطر کرنا شرک ہے) ابو علی رازی فرماتے ہیں کہ میں تیس سال خواجہ فضیل عیاضؒ کی خدمت میں رہا۔ اس عرصے میں کبھی آپ کو مسکراتے نہیں دیکھا صرف ایک دن دیکھا جبکہ آپ کا لڑکا علی ابن فضیل جو ولی کے مرتبے کو پہنچا ہوا تھا۔ اس جہان سے رحلت کر گیا لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ تو کبھی نہ مسکراتے تھے۔ آج خلاف معمول مسکرایا گیا فرمایا جس کام کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے میں بھی کرتا ہوں۔

منقول ہے کہ ابتداء میں آپ راہزنی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ قافلے والوں پر حملہ آور ہوئے۔ تو اس وقت قافلے میں ایک قاری یہ آیت پڑھ رہا تھا۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ فَقَالَ الْفُضَیْلُ یَا رَبِّ اٰنَ (کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں۔ کہ ذکر خدا سے ان کے لئے ڈریں۔ آپ نے سنکر عرض کی۔ پروردگار! وہ وقت آگیا ہے۔ چنانچہ آپ پر رقت طاری ہوئی۔ اور اس پیشہ سے توبہ کی۔ اور خصموں کو خوش کیا۔ اور پھر امام ابوحنیفہ کی خدمت میں آئے۔ اور بہت سے اولیاء کی زیارت کی۔

ہارون الرشید کا وزیر فضیل ربیع بیان کرتا ہے۔ کہ میں اور ہارون الرشید مکہ میں گئے۔ حج سے فارغ ہو کر ہم نے پوچھا کہ یہاں کوئی قابل قدمبوسی مرد خدا ہے۔ لوگوں نے کہا عبدالرزاق صنعانیؒ ہے۔ ہم اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گفتگو کے بعد ہارون نے مجھے اشارہ کیا کہ ان سے پوچھ کیا کسی کا کچھ دینا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں خلیفہ نے روپیہ دیا۔ آپ نے قبول کیا۔ بعد ازاں خلیفہ نے وزیر کو کہا کہ ابھی میرا دل کسی اور بزرگ کے ملاقی ہونے کا خواہشمند ہے چنانچہ سفیان بن عتبہ سے ملے۔ بہت سی گفتگو کے بعد خلیفہ کے وزیر نے پوچھا۔ کیا آپ نے کسی کا قرض دینا ہے چنانچہ انکا قرض بھی ادا کیا۔ پھر وزیر کو کہا۔ کہ کسی اور بزرگ کو ملنے سے جی چاہتا ہے۔ وزیر نے کہا فضیل عیاض یہاں ہیں جب یہ دونوں خواجہ صاحب کے حجرے کے پاس پہنچے۔ تو اُس وقت آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّئَاتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، (کیا جو لوگ بُرائیاں کرتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ انہیں ان لوگوں کی طرح کر دیا جائیگا جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے) جب یہ آیت خلیفہ نے سنی۔ تو کہا۔ اے وزیر ابھی آیت کافی ہے پھر وزیر نے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کون ہے؟ کہا امیر المومنین۔ فرمایا مجھے امیر المومنین سے کیا واسطہ۔ وزیر نے کہا۔ اپنے نفس کی شفاعت کیلئے آیا ہے۔ اس کی طاعت واجب ہے۔ پھر چراغ بجھا کر دروازہ کھول دیا۔ اور ایک کونے میں کھڑے ہو گئے خلیفہ اندر آیا۔ اور آپ کی تلاش کرنے لگا۔ جب خلیفہ کا ہاتھ آپ کے بدن پر لگا۔ تو فرمایا۔ کہ میں نے اس سے نرم ہاتھ کوئی نہیں دیکھا۔ بشرطیکہ دوزخ کی آگ سے بچ جائے۔ یہ سُن کر خلیفہ رونے لگا اور اس قدر رویا کہ بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا۔ تو کہنے لگا۔ کہ خواجہ صاحب مجھے کوئی نصیحت کریں۔ فرمایا۔ اے امیر المومنین! تیرے باپ نے جو مصطفٰے کا چچا تھا۔ آنحضرتؐ سے قوم کے امیر ہونے کی درخواست کی تھی۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔ کہ خلقت کی عبادت میں ہزار سال رہنے سے ایک گھڑی خالق کی عبادت کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ دُنیاوی امارت قیامت کے دن سراسر موجب ندامت اور شرمساری ہو گی۔ خلیفہ نے کہا اور کچھ نصیحت کرو۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ میں ڈرتا ہوں۔ کہ آپ کا یہ خوبصورت چہرہ کہیں دوزخ کی آگ میں نہ جھلس جائے۔ اللہ تعالٰی کے خوف سے ڈرو۔ اور اس کا حق پورے طور پر ادا کرو۔ بعد ازاں خلیفہ نے پُوچھا کہ آپ نے کسی کا کچھ قرض تو نہیں دینا۔ فرمایا۔ ہاں دینا ہے سو اللہ تعالٰی کا جس کی ادائیگی میں میں مشغول ہوں۔ اللہ تعالٰی اسے جمع کرے۔ پھر خلیفہ نے ہزار دینار کی تھیلی آپ کے پیش کی۔ آپ نے فرمایا امیر المومنین!

میری نصیحتوں نے آپ پر خاک بھی اثر نہیں کیا۔ میں آپ کو نجات کی طرف بلاتا ہوں۔ اور آپ مجھے مصیبت میں پھنساتے ہیں۔ ہارون روتا ہوا باہر نکل آیا۔ اور وزیر کو کہا۔ کہ حقیقت میں بادشاہ فضیل عیاض ہے + منقول ہے کہ آپ نے ماہِ محرم ۱۸۷ھ ہجری کو مکہ میں وفات پائی۔

منہم۔ سالکوں کے سلطان۔ بارگاہِ الٰہی کے مقرب۔ دنیاوی سلطنت کے تارک عاقبت کی سلطنت کے مالک۔ جہان میں ظل اللہ خواجہ ابراہیم ادہم قدس اللہ سرہ العزیز جنہیں مشاہدات کے حقائق اور طرح طرح کے معاملات میں کامل دسترس تھی۔ اور تمام جہان کے مقبول تھے۔ آپ نے بہت سے مشائخ کبار کی زیارت کی۔ اور ارادت کا خرقہ فضیل عیاض سے پہنا۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

تَرَکَ ابْنُ اَدْھَمَ مُلْکَہٗ وَمَنْزِلَھَا فَاَتَی الْفُضَیْلَ مُتَابِعًا لِمَعَادِہٖ

(ترجمہ) ابن ادہم نے ملک اور مرتبہ چھوڑ دیا۔ اور فضیل کے پاس اپنی عاقبت سنوارنے آیا۔

تَرَکَ الْخَزَائِنَ وَالْجُنُوْدَ وَاَھْلَہٗ فَاَقَامَ سَاعِدَہٗ مَقَامَ وِسَادِہٖ

(ترجمہ) خزانے اور لشکر اور خویش و اقربا کو ترک کر دیا۔ اپنے بازو کو مقام و سادہ سے بچھنا کیا +

آپ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمنشین رہے ہیں۔ امام صاحب کا آپ کے بارے میں قول ہے (سیدنا ابراہیم ادہم) اصحاب نے پوچھا اس نے سیادت کیونکر پائی۔ امام صاحب نے فرمایا۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہے اور ہم دوسرے کاموں میں مشغول ہیں۔ خواجہ جنید قدس سرہ جو اولیاء کے سردار ہیں فرماتے ہیں مفاتیح العلوم ابراہیم ادہم (علوم کی کنجی ابراہیم بن ادہم ہے) آپ کی توبہ کا سبب اس قدر مشہور ہے کہ محتاجِ تحریر نہیں۔ آپ کا قول ہے اِنَّ التَّصَوُّفَ التَّکْرِیْمُ وَالتَّسْلِیْمُ وَالتَّطَرُّقُ وَالتَّلَطُّفُ (تمام مخلوق کی عزت کرنا اسے اپنے آپ سے بڑا سمجھنا۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا۔ ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی طرف نگاہ رکھنا اور خلقِ خدا سے مہربانی سے پیش آنا تصوف ہے) نیز آپ کا قول ہے وَاتَّخِذِ اللّٰہَ صَاحِبًا وَّدَعِ النَّاسَ جَانِبًا (اللہ تعالیٰ کو اپنا صاحب بناؤ اور لوگوں کو کنارے پر چھوڑ دو) نیز فرمایا کَثْرَۃُ النَّظَرِ اِلَی الْبَاطِلِ یُذْھِبُ مَعْرِفَۃَ الْحَقِّ مِنَ الْقَلْبِ (باطل کی طرف کثرت سے دیکھنا دل سے معرفتِ الٰہی کو دور کر دیتا ہے) نیز فرمایا۔ قِلَّۃُ الْحِرْصِ وَالطَّمَعِ یُوْرِثُ الصِّدْقَ وَالْوَرَعَ وَکَثْرَۃُ الْحِرْصِ وَالطَّمَعِ یُکْثِرُ الْغَمَّ وَالْجَزَعَ (حرص و طمع کو کم کرنے سے صدق اور پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے۔ اور حرص اور طمع کی کثرت

سے غم اور اندوہ زیادہ ہوتے ہیں۔ نیز آپ کا قول ہے۔ قَدْ رَضِیْنَا مِنْ اَعْمَالِنَا بِالْمَعَانِیْ وَمِنْ طَلَبِ التَّوْبَۃِ بِالتَّوَانِیْ وَمِنَ الْعَیْشِ الْبَاقِیْ بِالْعَیْشِ الْفَانِیْ (ہم نے اپنے اعمال سے صرف معانی پر اکتفا کی ہے۔ اور کپڑے کی طلب سے پھٹے پرانے پر قناعت کی اور عیش باقی کے بدلے عیش فانی کو پسند کیا) نیز فرمایا۔ اُطْلُبْ مَطْعَمَکَ وَلَا عَلَیْکَ اَنْ تَقُوْمَ اللَّیْلَ وَتَصُوْمَ النَّھَارَ (اپنا مقصود طلب کر یہ ضروری نہیں۔ کہ تو راتوں جاگتا رہے اور دن کو روزہ رکھے)۔

منقول ہے کہ خواجہ ابراہیم ادہمؒ نے کسی آدمی کو جنگل میں دیکھ کر اسم اعظم اسے سکھایا جس کے پڑھنے کی برکت سے مہتر خضر علیہ السلام کی ملاقات اس سے ہوئی۔ مہتر خضرؑ نے فرمایا کہ میرے بھائی الیاسؑ نے تجھے اسم اعظم سکھلایا ہے۔ یہ سب برکت اسی کی ہے۔ خواجہ ابراہیم ادہمؒ عموماً یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ انْقُلْنِیْ مِنْ ذُلِّ مَعْصِیَتِکَ اِلٰی عِزِّ طَاعَتِکَ (اے معبود! مجھے اپنی نافرمانی کی ذلت سے نکال اپنی فرمانبرداری کی عزت بخش) منقول ہے کہ خواجہ ابراہیم ادہمؒ دوسرے خلیفہ جعفر منصور کے پاس آئے جو آل عباسؓ سے تھا۔ خلیفہ نے پوچھا۔ آپ کے کام کی کیا کیفیت ہے؟ فرمایا امیر المومنین شعر

نُرَقِّعُ دُنْیَانَا بِتَمْزِیْقِ دِیْنِنَا ۔۔۔ فَلَا دِیْنُنَا یَبْقٰی وَلَا مَا نُرَقِّعُ

(ترجمہ) اپنے دین کو نقصان پہنچا کر ہم نے اپنا دنیا بلند کیا۔ پس ہمارا دین بھی نہ رہا اور جسے ہم نے بلند کیا تھا وہ بھی نہ رہا۔

منقول ہے کہ آپ جاڑے کے موسم میں پلاس پہنا کرتے تھے جس کے تلے کرتہ نہیں ہوتا تھا۔ اور گرمی میں صرف چادر کے دو ٹکڑے ہوتے تھے۔ ایک بطور تہ بند باندھتے دوسرا بجائے چادر اوڑھتے سفر و حضر میں آپ روزے سے ہوتے۔ راتوں کو جاگتے۔ اور ہمیشہ متفکر رہتے۔ گھاس کاٹ کر یا کھیت کاٹ کر اس کی مزدوری سے اپنا گذارہ کرتے جب کاٹنے اور نلائی وغیرہ کے کام سے فارغ ہوتے تو اپنے ساتھی کو کسان کے پاس مزدوری لانے کے لئے بھیجتے۔ آپ اس مزدوری کو ہاتھ نہ لگاتے۔ اپنے ساتھی کو ذکر فرماتے۔ کہ جو تجھے درکار ہے سے لے آ۔ اگر کٹائی نلائی کا کام نہ ملتا تو باغ کی رکھوالی کرتے۔

منقول ہے کہ ایک روز آپ کوہ قبیس پر بیٹھے تھے۔ اور اپنے یاروں کو فرماتے تھے۔ کہ اگر کوئی ولی اللہ پہاڑ کو کہدے کہ چل۔ تو وہ بحکم خدا چلنے لگتا ہے ابھی یہ الفاظ فرما ہی رہے

تھے۔ کہ پہاڑ آگے کو سرکا۔ آپ نے فرمایا میں تو یاروں کو تمثیل دے رہا ہوں +

منقول ہے کہ ایک دفعہ خواجہ ابراہیم ادہمؒ بحری سفر میں جہاز میں سوار تھے۔ آپ گودڑی اوڑھے مراقبہ کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں طوفان آیا۔ چنانچہ جہاز کے ڈوبنے کا اندیشہ ہوا۔ اہل جہاز آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کی۔ کہ ہم تو معرض ہلاکت میں ہیں اور آپ سو رہے ہیں۔ آپ نے گودڑی سے سر نکال کر عرض کی۔ پروردگار! تیری قدرت کاملہ ہم نے دیکھ لی۔ اب اپنے فضل و کرم سے ہماری حالت پر رحم کر۔ فی الفور طوفان تھم گیا اور جہاز آرام سے چلنے لگا +

منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میں حکم الٰہی سے ایک دفعہ جنگل میں جا رہا تھا۔ جب ذات العرق میں پہنچا۔ تو دیکھا کہ ستر مرقع پوش مرے پڑے ہیں۔ اور ان سے خون جاری ہے۔ جب میں ان کے پاس آیا۔ تو ایک کو سسکتا ہوا پا کر پوچھا۔ جوانو! یہ کیا حالت ہے؟ کہا اے ابراہیم ادہم! پانی اور محراب پر اکتفا کر۔ نہ بہت دُور جا تاکہ تو پیچھے رہ جائے۔ اور نہ زیادہ نزدیک آ کہ تو بیمار ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ بادشاہوں کے فرش پر تجھ سے کوئی گستاخی ہو جائے۔ ایسے دوست سے ڈر۔ جو حاجیوں کو روم کے کافروں کی طرح ہلاک کرتا ہے۔ اور حاجیوں سے جہاد کرتا ہے۔ ہماری کیفیت یہ ہے کہ ہم صوفی تھے اور ہم نے توکل پر جنگل میں قدم رکھا تھا۔ اور دل میں ٹھان لی تھی۔ کہ ہم کسی سے بات نہیں کریں گے۔ اور اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کا خیال تک دل میں نہ لائیں گے۔ اور نہ اس کے بغیر کسی کی طرف توجہ کریں گے۔ جب احرام گاہ میں پہنچے۔ تو خضرؑ ہمارے پاس آئے۔ ہم نے سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ ہم خوش ہوئے۔ کہ الحمد للہ ہماری محنت ٹھکانے لگی اور طالب مطلوب تک پہنچا۔ کہ خضرؑ ہمارے استقبال کو آئے۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی۔ کہ او جھوٹو! اے مدعیو! کیا تمہارا قول و اقرار یہی تھا۔ تم نے ہمیں بھلا دیا اور غیر میں مشغول ہو گئے۔ جاؤ ہم تمہاری جانوں کو لوٹتے ہیں۔ جب تک تمہاری خونریزی نہ کریں گے۔ تم سے صلح نہ کریں گے۔ یہ سارے جوانمرد اسی بارگاہ کے شہید ہیں۔ اگر تجھے بھی یہ خیال ہے تو بسم اللہ قدم رکھ۔ ورنہ درمیان سے دُور ہو جا۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

خونریز بود ہمیشہ در کشور ما — جاں عود بود ہمیشہ در مجمر ما
داری سر ما وگرنہ دور از بر ما — با دوست کشیم تو نداری سر ما

خواجہ صاحب نے حیران ہو کر پوچھا۔ کہ تجھے کیونکر چھوڑ دیا گیا؟ کہا وہ پختہ تھے۔ مجھے کہا گیا۔ کہ تو

ابھی خام ہے۔ تو جان توڑ تاکہ پختہ ہو جائے۔ پھر ان کے پیچھے آنا۔ یہ کہہ کر اس دنیا سے سفر کیا۔
منقول ہے۔ کہ آخری عمر میں خواجہ ابراہیم ادہمؒ مفقود الخبر ہو گئے۔ چنانچہ کوئی نہیں جانتا۔ کہ آپ کا مزار کہاں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بغداد میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شام میں۔ بہتوں کا گمان ہے کہ بھاگ کر حضرت لوط علیہ السلام کے قریب ایک غار میں وفات پائی۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا۔ تو غیب سے یہ آواز آئی کہ اَلَا اِنَّ اَمَانَ الْاَرْضِ قَدْ مَاتَ (تمہیں واضح ہے کہ زمین کی پشت پناہ آج مر گئی) تمام لوگ حیران تھے کہ یہ کیسی آواز ہے۔ حتیٰ کہ خبر آئی۔ کہ ابراہیم ادہم فوت ہو گئے ہیں۔

منہم۔ زیادہ فضل و احسان والے۔ اہل ایمان میں سے زیادہ سخی۔ اولیا کے بادشاہ۔ فقرا کے امام۔ زمانے کے شیخ۔ اور زمانہ کے علامہ۔ جام بے عشق کے سرمست، خواجہ حذیفہ المرعشی خصہ اللہ بالعفو والرضوان، اپنے زمانے کے سردار اور مشائخ کبار سے تھے۔ آپ نے خرقہ ارادت خواجہ ابراہیم ادہم سے پہنا۔ کئی سال سفر و حضر میں انہیں کے ہمراہ رہے۔ آپ کے نیک اعمال خواجہ ابراہیم ادہمؒ کی نگاہوں میں کچھ بھی قدر و منزلت نہ رکھتے تھے۔ آپ کا قول ہے کہ لَوْ جَاءَنِیْ رَجُلٌ وَقَالَ وَاللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یَاحُذَیْفَۃُ مَا عَمَلُکَ عَمَلَ مَنْ یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ فَاَقُوْلُ لَہٗ یَا ھٰذَا لَا تُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِکَ فَاِنَّکَ لَا تَحْنَثُ (اگر میرے پاس آکر کوئی یہ کہے کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں تیرا عمل ایسے شخص کے عمل کی طرح نہیں جو قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو میں اسے کہوں کہ تو اپنی قسم سے منکرست ہو کیونکہ تو جھوٹ نہیں بولتا)

نیز آپ کا قول ہے۔ اِیَّاکُمْ وَھَدَایَا الْفُجَّارِ وَالسُّفَھَاءِ فَاِنَّکُمْ اِذَا فَعَلْتُمُوْھَا ظَنُّوْا اَنَّکُمْ رَضِیْتُمْ بِفِعْلِھِمْ (اپنے آپ کو بدکاروں اور بے عقلوں سے دور رکھو۔ کیونکہ جب تم ان کا رخ کرو گے تو وہ یہی خیال کریں گے۔ کہ تم ان کے افعال سے خوش ہو)

منہم۔ اماموں کے امام، امت کے مقتدا، شریعت کے مددگار، طریقت کے استاد، عارفوں کے تاج، سالکوں کی راہ خواجہ ہبیرۃ البصری جنہوں نے خرقہ ارادت خواجہ حذیفہ المرعشیؒ سے پہنا۔ اپنے زمانے کے اولیاء اور علماء کے مقتدا تھے۔ اور معرفت حق میں مشائخ کبار میں مشہور و معروف تھے۔ آپ کا شان اور پایا بہت بلند تھا۔

منہم۔ فقرا کے آفتاب، متقیوں کے بدر، اصفیا کے وقت کے شیخ، صاحب کشف و کرامت ذات و صفات میں پسندیدہ۔ صاحب خلعت سروری حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری نور اللہ مرقدہ بانوار القدس نے خرقہ ارادت خواجہ ہبیرۃ البصریؒ سے پہنا تھا۔ مجاہدہ و مشاہدہ

ہیں آپ کا مقام اور مرتبہ ازبس رفیع تھا۔ آپ نے اپنی زندگی میں دن کے وقت کبھی کچھ نہ کھایا پیا۔ جب آپ پیدا ہوئے۔ تو صرف رات کے وقت دودھ پیتے۔ جب صبح ہوتی تو شام تک کسی چیز کو منہ نہ لگاتے یعنی پیدائش سے موت تک آپ صائم الدہر رہے۔ حتیٰ کہ لقائے الٰہی سے آپ نے یہ روزہ افطار کیا ؎

ھُوَ الَّذِیْ قَدْ صَامَ فِیْ اَیَّامِہٖ مِنْ مَہْدِہٖ حَتّٰی زَمَانِ رِقَادِہٖ

(ترجمہ) آپ وہ شخص ہیں جس نے ساری عمر گہوارے سے لیکر قبر میں سونے تک روزہ رکھا۔

منہم۔ اولیاء کے تاج، اصفیاء کے چراغ، مشائخ کے بادشاہ مقتدائے وقت خواجہ ابو اسحاق چشتی جو عالم نیاز کے بادشاہ اور راز کے دار الملک کے سلطان تھے۔ خرقہ ارادت خواجہ ممشاد علو دینوری سے پہنچا۔ ایک بزرگ نے آپ کی شان میں کہا ہے ؎

وَبِہٖ اقْتَدٰی مِنْ اَھْلِ چِشْتِ شُیُوْخُھُمْ کُلُّ وَلِیِّ اللّٰہِ فِیْ مِیْلَادِہٖ

(ترجمہ) اہل چشت کے تمام مشائخ نے ان کا اقتدا کیا۔ اور تمام ولی اللہ انکے میلاد میں ہیں۔

مِنْھُمْ اَبُوْ اِسْحٰقَ اَکْبَرُ شَیْخِھِمْ کَطَوْدِ سَمَاءٍ مِنْ شَیْخِ اَطْوَادِہٖ

(ترجمہ) ان شیخوں میں سے بڑے ابو اسحٰق ہیں۔ وہ آسمان کے برابر ایک پہاڑ ہے پہاڑوں سے۔

اَضْحٰی ھُدَاۃُ الَّذِیْنَ یَتْبَعُوْنَہٗ لَا یَعْدُوْنَ النَّھْجَ فِیْ مِعْتَادِہٖ

(ترجمہ) ان کی راہ نمایاں روشن ہے جو اس کی پیروی کرتے ہیں۔ اسکے رستہ پر چلنے والے کہیں نہیں بہکتے۔

آپ عالم مکاشفات کو چھپانے کی بڑی کوشش کیا کرتے تھے۔ صحو کو آپ نے اپنا پیرایہ بنا رکھا تھا۔

منہم۔ عمدۃ الابرار۔ قدوۃ الاخیار۔ ملک الاولیاء سلطان الاصفیا۔ برہان الاتقیاء نیکی کے ارادے میں اسعد خواجہ ابو احمد چشتی طاب ثراہ نے خرقہ ارادت خواجہ ابو اسحاق چشتی سے پہنا تھا۔ آپ ملک مکاشفات کے بادشاہ اور دار الملک مشاہدہ کے سلطان تھے۔ آپ نے دوست کا کوئی بھید ظاہر نہیں کیا۔ اندرونی ذوق کے عالم میں بادشاہی کرتے رہے۔

منہم۔ مشائخ و فقرا کے قطب، اماموں اور علمائے کے بادشاہ، اوتاد کے ماشے و ملجا اور عابدوں کی جائے فخر، خواجہ محمد چشتی طیب اللہ ثراہ طرح طرح کی کرامتوں اور قسم قسم کے مشاہدات کے درجوں سے آراستہ تھے۔ آپ نے ابو احمد چشتی قدس سرہ سے خرقہ ارادت پہنا۔

منقول ہے۔ کہ خواجہ ابو محمد چشتی اکثر عالم تحیر میں رہتے۔ آپ کئی کئی سال زمین پر نہ لیٹتے

اور مجاہدا اور غلبات میں معکوس نماز ادا کرتے۔ آپ کے گھر میں ایک کنواں تھا۔ آپ اس میں اُلٹے لٹک جاتے۔ اور اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ٭

منقول ہے کہ ایک روز آپ دجلہ کے کنارے بیٹھے اپنے خرقہ کو سی رہے تھے۔ اسی اثناء میں خلیفہ کا لڑکا مع لشکر وہاں پہنچا۔ آپ کو دیکھ کر گھوڑے سے اُتر زمین پر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی سلطنت میں کوئی بڑھیا عورت رات کو بھوکی سوئے۔ تو وہ قیامت کے دن سلطنت کے مالک کی دامنگیر ہوگی۔ بعدازاں خلیفہ کے بیٹے نے طرح طرح کی خدمات پیش کیں لیکن آپ نے مسکرا کر صرف اتنا فرمایا کہ ہمارے خواجگان میں سے کسی نے قبول نہیں کیں۔ اور نہ ہمیں اُن کی ضرورت ہے۔ بعدازاں آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ پروردگار! جو کچھ تو اپنے بندوں کو دکھلاتا ہے۔ اسے بھی دکھلا۔ اسی وقت دجلہ کی مچھلیاں منہ میں دینار سُرخ لئے ہوئے آئیں۔ بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے لئے غیب کے خزانوں کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ اور ان پر قابض کر رکھا ہے۔ تمہارے اس تحفہ کی ہمیں ضرورت نہیں ٭

منہم۔ علماء میں سے سب سے اعلےٰ درجے کے عالم، اولیاء کے سردار، منقول اور اہل تصوف کے پیشوا، ملت و مذہب کے حامی و مددگار۔ خواجہ ابو یوسف چشتی نور اللہ مرقدہٗ کی کرامتیں اور براہین ظاہر و باہر ہیں۔ آپ نے خرقہ ارادت خواجہ ابو محمد چشتی قدس سرہٗ سے پہنا ٭

منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ خواجہ ابو یوسف چشتی کہیں جا رہے تھے۔ کہ رستے میں دیکھا کہ ایک مسجد بنا رہے ہیں۔ اور جب شہتیر اس پر رکھتے ہیں تو وہ عمارت کی مقدار چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ اب حیران ہیں کہ کیا کریں۔ کہ اتنے میں خواجہ صاحب وہاں پہنچ گئے۔ وجہ پوچھی تو انہوں نے سارا حال بیان کیا۔ آپ دیوار پر چڑھ کر اور شہتیر کا ایک سِرا پکڑ کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اوپر اٹھایا۔ تو جس طرف سے آپ نے پکڑا تھا۔ قریباً ایک گز دیوار سے بڑھ گیا۔ چنانچہ اب تک ایک گز کے قریب باہر نکلا ہوا ہے مصنف رحؒ کے والد بزرگوار سید محمد مبارک محمد کرمانی رحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چشت اور ہری کے درمیان اس مسجد کو دیکھا ہے جو ہری رود کے کنارے واقع ہے ٭

منقول ہے کہ خواجہ یوسف چشتی قدس اللہ سرہٗ کو قرآن شریف حفظ نہ تھا۔ اس سبب سے متردد خاطر رہتے تھے۔ چنانچہ اسی فکر میں ایک رات اپنے پیر خواجہ محمد چشتی قدس اللہ سرہٗ کو خواب میں دیکھا۔ جو پوچھتے ہیں۔ کہ کیا وجہ ہے میں تمہیں بہت متردد دیکھتا ہوں؟ عرض کی کہ کلام اللہ

حفظ نہیں ہوتا۔ فرمایا۔ سورہ فاتحہ سو مرتبہ پڑھو۔ اس کی برکت سے کلام اللہ حفظ ہو جائیگا جب آپ بیدار ہوئے تو ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالٰی کے فضل و کرم اور سورہ فاتحہ کی برکت سے تمام کلام اللہ حفظ ہو گیا چنانچہ ہر روز پانچ مرتبہ کلام مجید ختم کرتے ۔

منھم۔ مشائخ کبار کے سردار۔ اولیائے نامدار کے بادشاہ۔ خلقت میں ظل اللہ سیف الٰہی ناطق بالحق خواجہ قطب الحق والدین عنایت الٰہی سے مخصوص۔ خاتم الفقرا والمساکین۔ ملک الاولیا سلطان الاصفیا خواجہ مودود چشتی جن کی ماتحت تمام مشائخ زمانہ تھے۔ آپ کی نہایت تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ آپ نے خرقہ ارادت خواجہ ناصرالدین یوسف چشتی سے پہنا تھا میں نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ شیخ ابوالعباس قصاب نے چار سو اولیاء کو نظر سے فنا کیا۔ جب خواجہ مودود چشتی کو شیخ عثمان استاد مرو نے آپ کو نیشاپور کی ولایت دی۔ تو اس کے دل کی طرف نگاہ ہیئے ۔

منقول ہے کہ جب خواجہ مودود چشتی کو خانہ کعبہ کی زیارت کا شوق ہوتا۔ تو فرشتوں کو حکم ہوتا اور وہ خانہ کعبہ لاکر آپ کے سامنے رکھدیتے۔ خواجہ صاحب طواف کرتے اور نماز ادا کرتے پھر خانہ کعبہ کو اصلی مقام پر لاکر رکھدیا جاتا ۔

منقول ہے کہ بدخشاں کے ایک بزرگ زادے نے آپ کی خدمت میں آکر مرید ہونے کے بعد کلاہ کی درخواست کی۔ آپ نے نور باطنی سے دریافت کرلیا۔ کہ ابھی اس میں دنیاوی میل کچیل باقی ہے۔ اس واسطے اس کی عرض قبول نہ کی۔ بزرگ زادے نے بہت سے بزرگوں کو بیچ میں ڈالا۔ آخر خواجہ صاحب نے اسے کلاہ عنایت فرمائی۔ اور فرمایا کہ اے جوان جب کلاہ لی ہے تو اس کی حفاظت بھی کرنا۔ نہیں تو پشیمان ہوگے۔ جب وہ کلاہ لیکر بدخشاں آیا تو کچھ عرصے بعد دنیاوی حرص ہوا اور نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو گیا۔ جب یہ خبر آپ نے سنی تو فرمایا۔ کیا وہ کلاہ اس کا کام تمام نہیں کرتی۔ بہت مدت نہ گذرنے پائی۔ کہ وہ بزرگ زادہ کسی تہمت سے پکڑا گیا۔ اور اس کی آنکھیں نکالی گئیں ۔

منقول ہے۔ کہ آپ کی ذات ملک صفات چند روز بیمار رہی۔ اسی اثناء میں ایک بارعب شخص آیا۔ اور اس نے آپ کے ہاتھ میں ریشم کے کپڑے پر کچھ لکھا ہوا دیا۔ آپ نے مطالعہ کرکے سر آنکھوں پر رکھا۔ اور جان خدا کے سپرد کی۔ جہان میں غوغا مچ گیا۔ کہ خواجہ مودود چشتی دنیا میں نہیں رہے۔ تجہیز و تکفین کے بعد جب جنازہ اٹھانا چاہا۔ تو نہ اٹھا سکے

تمام حیران تھے۔ کہ اتنے میں ایک خوفناک آواز آئی جس سے آدمی پیچھے ہٹ گئے۔ اور مردان غیب نے آکر جنازہ لیا۔ بعد ازاں خلقت نے نماز جنازہ ادا کی۔ پھر حکم الٰہی سے جنازہ ہوا میں اڑنے لگا۔ اور خلقت اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئی۔ جہاں پر آپ کو منظور تھا جنازہ ٹھہر گیا۔ جب یہ کرامت دیکھی تو کئی ہزار کافر مسلمان ہو گئے +

منہم سب سے بڑھ کر عالم اولیا کے پیشرو خواجہ حاجی شریف زندنی جو حقیقت کے کلمات حقائق کی وجہ سے اپنے زمانے کے مشائخ کبار میں بے نظیر تھے۔ اور بہت سے علماء فضلاء اور اہل حقیقت آپ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ آپ نے خرقہ ارادت خواجہ قطب الملۃ والدین مودود چشتی سے پہنا تھا +

منقول ہے کہ خواجہ حاجی شریف زندنی چالیس سال گوشہ نشین رہے۔ اور جنگل میں بود و باش اختیار کی۔ جنگلی درختوں کے پتوں اور میوؤں پر گذارہ کرتے رہے۔ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں آتا۔ تو خادم اسے کہتا کہ دنیا کا ذکر ہرگز ہرگز نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ تو سعادت زیارت سے محروم رہ جائے +

منقول ہے۔ کہ ایک روز کوئی شخص کچھ نقدی آپ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ درویشوں سے تجھے کیا دشمنی تھی۔ جو تو مردود خدا کو میرے پاس لایا۔ یہ کہہ کر فرمایا کہ جنگل کی طرف دیکھ۔ جب اس نے نگاہ کی۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ جنگل میں سونے کی ندی جاری ہے۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جس کے پاس اس قدر غیبی خزانے ہوں وہ تمہارے مال کی طرف کب دیکھتا ہے +

منقول ہے۔ کہ سلطان سنجر کو لوگوں نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالے نے تم سے کیسا سلوک کیا۔ کہا۔ جو کچھ میں نے دنیا میں کیا تھا سب نیک و بد مجھے دکھلایا گیا۔ آخر عذاب کے فرشتوں کو حکم ہوا۔ کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ اسی اثناء میں حکم ہوا کہ اس نے فلاں روز دمشق کی جامع مسجد میں خواجہ حاجی شریف زندنی کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا تھا۔ ہم اس کی برکت سے اسے بخشتے ہیں +

منہم۔ صاحب کشف و کرامات عالم مشاہدات کے بادشاہ۔ حاجی شریف زندنی کے خلیفہ خواجہ عثمان ہارونی نے جو اپنے وقت میں علم شریعت، طریقت اور حقیقت میں سر برآوردہ تھے۔ اور اوتار اور ابدال کے مقتدا تھے۔ خرقہ ارادت خواجہ حاجی شریف زندنی سے پہنا تھا +

منقول ہے کہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین حسن سنجری طیب اللہ مضجعہ فرماتے تھے۔ کہ ایک دفعہ میں خواجہ عثمان ہارونی کے ہمراہ سفر کر رہا تھا۔ جب دجلہ کنارے پہنچے۔ تو کشتی موجود نہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ آنکھ بند کر۔ جب بند کی۔ تو ہم دونوں پار تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ آپ نے کیا کیا۔ فرمایا میں نے پانچ مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھی تھی۔

منقول ہے کہ ایک پریشان حال بوڑھا آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے تردد کی وجہ پوچھی اس نے کہا چالیس سال سے میرا بیٹا گم ہے۔ اس کے مرنے جینے کی کوئی خبر نہیں۔ آپ سے دعا کی درخواست ہے۔ شاید میرا بیٹا مجھے مل جائے۔ آپ نے مراقبہ کر کے حاضرین کو فرمایا کہ دعا کرو۔ کہ لڑکا اس بوڑھے کو مل جائے۔ جب دعا کی تو فرمایا۔ کہ جاؤ تمہارا بیٹا تمہارے گھر آگیا ہے۔ جب بوڑھا گھر آیا تو لوگوں نے مبارک دی کہ تمہارا بیٹا آگیا ہے۔ جب بوڑھا بیٹے سے ملا۔ اور پائبوسی کی۔ اپنے لڑکے سے پوچھا۔ کہ تو کہاں تھا؟ اس نے عرض کی۔ کہ مجھے دیووں نے ایک جزیرے میں قید کر رکھا تھا۔ آج میں اسی جزیرے میں تھا۔ کہ آپ کا ہمشکل ایک درویش وہاں آیا۔ اور زنجیر میں ہاتھ ڈال مجھے اپنی طرف بلایا۔ زنجیر میرے ہاتھ سے اتر گئی۔ پھر کہا کہ میرے پاؤں پر پاؤں رکھ۔ آنکھ بند کر۔ جب میں نے ایسا کیا۔ تو میں اپنے گھر کے دروازے پر تھا۔

منقول ہے۔ کہ شیخ الاسلام معین الدین سنجری قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ خواجہ عثمان ہارونی کا ایک مرید میرے پڑوس میں رہتا تھا جب وہ فوت ہوگیا۔ تو میں اس کے جنازے کے ساتھ گیا جب اسے دفن کر کے اور لوگ واپس آگئے تو میں ایک گھڑی اس کی قبر پر بیٹھا رہا۔ میں نے دیکھا۔ کہ عذاب دینے والے فرشتے آئے ہیں۔ اتنے میں خواجہ عثمان ہارونی بھی تشریف لائے۔ اور فرشتوں کو فرمایا۔ کہ خبردار اسے عذاب نہ کرنا۔ کیونکہ یہ میرا مرید ہے۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ اسے کہو کہ یہ آپ کے خلاف تھا۔ آپ نے فرمایا کہ بیشک یہ میرے خلاف تھا۔ لیکن میرا دامن پکڑے ہوئے تھا۔ حکم الٰہی ہوا کہ فرشتو! خواجہ عثمان کے مرید کو چھوڑ دو۔ ہم اسے اس کی برکت سے بخشتے ہیں۔

منہم۔ طریقت کے شیخ الشیوخ حقیقت کے اصل اصول صاحب اسرار الٰہی صحو کے اوصاف سے متصف۔ وارث انبیاء والمرسلین۔ ہند میں نائب رسول اللہ۔ حضرت خواجہ معین الحق والشرع والدین۔ خواجہ معین حسن سنجری قدس اللہ سرہٗ العزیز جو مشائخ کے تمام اوصاف سے موصوف اور طرح طرح کی کرامتوں اور علو درجات میں مشہور تھے۔ خواجہ عثمان ہارونی کے خلیفہ تھے۔

منقول ہے کہ شیخ الاسلام معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے۔ کہ جب میں خواجہ

عثمان ہارونی کی خدمت میں شرف ارادت سے مشرف ہوا۔ تو بیس سال آپ کی خدمت میں رہا۔ اس بیس سال کے عرصے میں ایک گھڑی بھی نفس کو میں نے آپ کی خدمت سے آرام نہ لینے دیا۔ سفر و حضر میں آپ کا بستر اٹھائے رہا۔ جب میری راسخ الاعتقادی دیکھی۔ تو اپنے کمال کے موافق مجھے نعمت عطا فرمائی ؛

خواجہ معین الدین والحق فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کی شناخت کی علامت یہ ہے۔ کہ خلقت سے بھاگے اور معرفت میں خاموش رہے نیز فرمایا۔ کہ جب سانپ کی طرح ہم کینچلی سے نکلے۔ تو ہمیں عشق عاشق اور معشوق ایک ہی دکھلائی دئیے۔ یعنی عالم توحید میں سب کچھ دیکھا ہے نیز فرمایا۔ کہ حاجی خانہ کعبہ کے گرد بدنی طواف کرتے ہیں۔ عارف عرش اور حجاب عظمت کے گرد دلی طواف کرتے ہیں۔ اور لقائے الٰہی چاہتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ میں نے مدت تک کعبے کا طواف کیا۔ اب خانہ کعبہ میرا طواف کرتا ہے۔ نیز فرمایا مرید پر فقر کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے۔ جب عالم فانی میں باقی ہو جائے۔ آپ سے پوچھا کہ مرید ثابت کس وقت ہوتا ہے؟ فرمایا جب کہ بدی لکھنے والا فرشتہ بیس سال تک اس کے ذمے کچھ نہ لکھے۔ نیز فرمایا۔ کہ محبت الٰہی کی علامت یہ ہے کہ مطیع رہے اور اس بات سے نہ ڈرے کہ نکال دینگے۔ نیز فرمایا۔ کہ بدبختی کی علامت یہ ہے کہ گناہ کرکے مقبول ہونے کی خواہش کرے نیز فرمایا۔ کہ جب قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ تعالےٰ فرشتوں کو حکم دیگا۔ کہ دوزخ کو سانپ کے منہ سے نکالو۔ پھر اس قدر تپایا جائیگا۔ کہ ایک دم سے تمام حشر کو دھواں دھار کر لیگا۔ اگر کوئی شخص اس عذاب سے بچنا چاہئے۔ تو اللہ تعالےٰ کی وہ طاعت کرے جس سے اور بہتر طاعت نہیں۔ پوچھا وہ کونسی طاعت ہے؟ فرمایا مظلوموں کی فریاد سننا۔ بیچاروں کی حاجت روائی کرنا۔ اور بھوکوں کا پیٹ بھرنا۔ نیز فرمایا کہ جس میں یہ تینوں خصلتیں ہوں۔ وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالےٰ کا دوست ہے۔ اول دریا کی سی سخاوت۔ دوسرے آفتاب کی سی شفقت۔ تیسرے زمین کی تواضع۔ نیز فرمایا جس کو نعمت ملی سخاوت سے ملی۔ جو مقدم بنا صفائی سے بنا۔ نیز فرمایا۔ کہ حقیقی متوکل وہ شخص ہے جو اپنی تکلیف خلقت سے ہٹالے نیز فرمایا۔ اس راہ میں قرار پکڑنا دو چیزوں پر منحصر ہے۔ اول ادب عبودیت۔ دوسرے تعظیم حق تعالےٰ ؛

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت شیخ معین الدین طاب اللہ مضجعہ اجمیر میں آئے۔ اس وقت رائے پتھورا کا دار الخلافہ اجمیر تھا۔ جب آپنے اجمیر میں سکونت اختیار کی۔ تو رائے پتھورا

اور اس کے مقربوں کو آپ کا وہاں رہنا ناگوار گذرا۔ چونکہ آپ کی کرامت اور عظمت معائنہ کرتے تھے۔ اس واسطے دم نہیں مار سکتے تھے۔ آپ کا ایک مسلمان مرید رائے پتھورا کا ملازم تھا۔ اس کو تکلیف پہنچانی شروع کی۔ اس نے آپ کی خدمت میں التجا کی۔ آپ نے اس کی سفارش بھی کی۔ لیکن رائے پتھورا نے آپ کی سفارش قبول نہ کی۔ اور کہا کہ یہ آدمی غیب کی باتیں بیان کرتا ہے۔ جب آپ نے یہ بات سنی۔ تو فرمایا۔ کہ ہم نے رائے پتھورا کو زندہ پکڑ کر لشکر اسلام کے حوالے کیا۔ چنانچہ انہیں دنوں سلطان معز الدین سام انار اللہ برہانہ غزنی سے آیا۔ اور پتھورا سے لڑا۔ اس لڑائی میں رائے پتھورا زندہ ہی سلطان کے ہاتھ آیا۔ میں (مصنف) عرض پرداز ہوں۔ کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی کرامت اور بلندی درجہ ہوگی۔ کہ جو بزرگ اس بادشاہ دین کے مرید بنے۔ انہوں نے بندگان خدا کی دستگیری کی۔ دنیاوی غرور کو ترک کیا۔ اور عاقبت کو اپنا مقام بنایا۔ قیامت تک اس بادشاہ دین کی عظمت کا ڈنکا آسمان کے گوشہ ہوش اور فرشتوں کے کانوں میں بجتا رہیگا۔ اور خلقت آپ کی محبت کی وجہ سے "مقعد صدق" ہر جگہ پائیگی۔ دوسری کرامت یہ ہے۔ کہ آپ کے آنے سے پہلے تمام ہندوستان میں کفر اور بت پرستی کا رواج تھا۔ اور ہند کا ہر ایک سرکش "انا ربکم الاعلیٰ" کا دعوے کرتا تھا۔ اور اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کا شریک سمجھتا تھا۔ اور وہ سب پتھر۔ ڈھیلے۔ درخت چوپایوں اور گائے اور انکے گوبر کو سجدہ کرتے تھے۔ اور کفر کی تاریکی سے اُن کے دلوں کے تالے اور بھی مضبوط ہو رہے تھے ؎

ہمہ غافل از حکم دین و شریعت　　ہمہ بے خبر از خدا و پیمبر
نہ ہرگز کسے دیدہ ہنجار قبلہ　　نہ ہرگز شنیدہ کس اللہ اکبر

جناب کے ہند میں تشریف لانے سے جو کہ اہل یقین کے آفتاب اور در حقیقت معین الدین تھے اس ولایت کی تاریکی کفر نور اسلام سے روشن اور منور ہوگئی ؎

از تیغ او بجائے صلیب او کلیسا　　در دار کفر مسجد و محراب و منبر است
آنجا کہ بود نعرہ و فریاد مشرکاں　　اکنوں خروش نعرۂ اللہ اکبر است

اور جو اس ولایت میں مسلمان ہوا۔ اس کی آئندہ نسلیں قیامت تک رہینگی۔ اور جن لوگوں کو اسلامی تلوار کے ذریعے دار الحرب سے اسلام کی ولایت میں لائینگے۔ قیامت تک اُن کے ذریات شیخ الاسلام معین حسن سنجری قدس اللہ سرہ کی عالی بارگاہ کے ممنون رہینگے۔ اور آپ کی

متابعت کے ذریعے بارگاہ الٰہی کے واصل ہوتے رہینگے ٭

منقول ہے۔ کہ جس رات شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہٗ کا انتقال ہونیوالا تھا چند بزرگوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ جو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے دوست معین الدین حسن سنجری آنے والے ہیں۔ اس کے استقبال کے لئے ہم آئے ہیں۔ جب آپنے رحلت فرمائی۔ تو آپ کی پیشانی میں لکھا ہوا تھا (حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِی حُبِّ اللّٰہِ)۔ (حبیب اللہ حب الٰہی میں فوت ہوا) جناب کی رحلت بھی اجمیر میں ہوئی۔ اور جناب کا مزار مبارک بھی اجمیر میں ہی ہے آپ کا مزار مبارک دردمندوں کے دل کی دوا ہے۔ اللہ تعالےٰ یہ سعادت نصیب کرے ٭

منہم شیخ علی الاطلاق قطب باتفاق۔ منبع اسرار۔ مطلع انوار۔ شمع عالم بنی آدم کے بادشاہ مشہور شیخ الاسلام قطب الحق والدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری کے خلیفہ اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے صفی اور ولی تھے۔ تمام زمانہ آپ کا معتقد اور فرمانبردار تھا۔ آپ مقبول عوام وخواص اور ہر دلعزیز تھے۔ آپ شغل لی مع اللہ سے مخصوص۔ اور ترک و تجرید سے موصوف تھے۔ آپ ماہ رجب المرجب ۵۲۲ھ ہجری کو شہر بغداد کے امام ابو اللیث سمرقندی کی مسجد میں شیخ شہاب الدین سہروردی۔ شیخ اوحد کرمانی شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ محمد صفاہانی کی موجودگی میں شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسن سنجری کی ارادت سے مشرف ہوئے ٭

[شمہ اول در بیان مجاہدہ شیخ الاسلام قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز]

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے یاروں میں سے ایک نے پوچھا۔ کہ کیا شیخ الاسلام قطب الدین کے پاس کاسہ اور قندوری تھا؟ فرمایا نہیں۔ آپ کی زندگی ہمیشہ تنگی میں گذری۔ چنانچہ ایک مسلمان بنیا آپکے پڑوس میں تھا۔ آپ شروع میں اس سے قرض لیا کرتے تھے۔ اور جب کوئی فتوح آتی تو ادا کردیتے آپنے اسے کہہ رکھا تھا کہ جب تین سو درم ہو جائیں۔ تو اس سے زیادہ قرض نہ دینا۔ کچھ عرصے کے بعد آپنے پختہ ارادہ کرلیا۔ کہ آئندہ قرض نہ لونگا۔ سو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے مصلے تلے سے ایک روٹی نمودار ہوتی۔ جو سارے گھر والوں کے لئے کافی ہوتی۔ جب کچھ عرصہ آپنے اس بنئے سے قرض نہ لیا۔ تو اس نے سمجھا۔ شاید شیخ صاحب مجھ سے

ناراض ہیں۔ جو قرض نہیں لیتے۔ اس نے اپنی عورت کو آپ کے حرم کے پاس بھیجا۔ کہ حال دریافت کرے شیخصاحب کے حرم نے جواب دیا کہ شیخصاحب کے مصلے سے ہر روز ایک روٹی ملجاتی ہے۔ جو سارے گھر والوں کیلئے کافی ہوتی ہے۔ بعدازاں پھر وہ روٹی نہ ملی۔ آپ نے اپنے حرم سے پوچھا کہ کیا تم نے اس روٹی کا ذکر کسی سے کیا تھا۔ عرض کی کیا تھا۔
سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ معین الدین حسن سجزی نے شیخ قطب الدین کو پانسو درم قرض لینے کی اجازت دے رکھی تھی۔ جب کام نے کمالیت اختیار کی۔ تو قرض لینا بھی ترک کر دیا ؎

{نکتہ دوم۔ در بیان مشغولی شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہٗ العزیز}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ سلطان المشائخ نہ سونے میں اس قدر مشغول تھے۔ کہ آپ نے کبھی بستر نہیں بچھایا۔ ابتدا میں تو تھوڑی دیر اونگھ بھی لیتے لیکن آخر عمر میں وہ بھی بیداری سے بدل ڈالا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر میں کسی وقت سو جاتا ہوں۔ تو مجھے تکلیف ہوتی ہے حق تعالےٰ میں اس قدر مشغول تھے۔ کہ اگر کوئی شخص آپ کی زیارت کو آتا۔ تو دیر تک اسے ٹھیرنا پڑتا پھر خواجہ صاحب ہوش میں آکر اس کا حال پوچھتے یا اپنا بتاتے۔ بعدازاں فرماتے۔ کہ مجھے معاف رکھنا۔ پھر یاد حق میں مشغول ہو جاتے ؎

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ الاسلام شیخ قطب الدین کا ایک چھوٹا بیٹا تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا۔ اور آپ اسے دفن کر کے واپس آئے۔ اور اپنے حرم کے رونے کی آواز کان میں آئی۔ تو افسوس کرنے لگے۔ شیخ بدرالدین غزنوی نے پوچھا کہ یہ افسوس کیسا؟ فرمایا۔ اب مجھے یاد آتا ہے۔ کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے اپنے بیٹے کی زندگی کی التجا کیوں نہ کی۔ اگر کرتا تو ضرور قبول ہو جاتی۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ دیکھو استغراق کس درجے کا ہے کہ اپنے بیٹے کی زندگی یا موت کی خبر ہی نہیں ؎

{نکتہ سوم۔ در بیان عظمت و کرامات آنجناب}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص رئیس نام نے ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ ایک گنبد ہے جس کے اردگرد بہت سی خلقت جمع ہے۔ ان میں ایک چھوٹے قد کا آدمی اس گنبد کے اندر باہر آتا جاتا ہے۔ اور لوگوں کے سوالوں کے جواب لاتا ہے۔ میں نے پوچھا اس گنبد میں کون ہے اور یہ بونا سا آدمی کون ہے۔ کسی نے کہا۔ گنبد کے اندر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ٹھینگنا آدمی عبداللہ مسعود ہے۔ رئیس کہتا ہے۔ کہ میں

عبداللہ مسعود کے پاس گیا۔ اور کہا کہ میری طرف سے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنا۔ کہ میں آپ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اندر سے پیغام لایا۔ کہ تم زیارت کرنیکے قابل نہیں۔ لیکن بختیار کاکی کو میرا سلام کہنا۔ اور کہنا کہ رات کے وقت جو تحفہ میری طرف بھیجا کرتے تھے۔ تین رات سے نہیں پہنچا خیر ہو۔ رئیس کا بیان ہے کہ جب میں جاگا۔ تو صبح شیخ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی۔ کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ شیخصاحب نے پوچھا۔ کچھ اور بھی فرمایا ہے۔ میں نے کہا فرمایا تھا۔ کہ جو تحفہ رات کے وقت تم مجھے بھیجا کرتے تھے پہنچ جایا کرتا تھا۔ لیکن آج تین رات سے متواتر نہیں پہنچا۔ شیخصاحب نے یہ سن کر اس عورت کا مہر ادا کر کے اسے رخصت کر دیا۔ وجہ یہ تھی۔ کہ تین راتیں شادی میں بسر ہو گئی تھیں اس لئے ناغہ ہو گیا۔ آپ ہر رات سونے سے پیشتر تین ہزار مرتبہ درود پڑھا کرتے تھے۔ سو اس میں تین رات متواتر ناغہ ہوا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا اور شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ اسرارہم ملتان میں تھے۔ اور کافروں کا لشکر ملتان کے قلعے کے پاس آ پہنچا تھا۔ ملتان کے حاکم قباچہ نے دشمنوں کے دفعیہ کے لئے ان بزرگوں کی خدمت میں عرض کی۔ شیخ قطب الدین نے ایک تیر قباچہ کے ہاتھ میں دیکر فرمایا۔ کہ اسے دشمن کے لشکر کی طرف بغیر نشانہ باندھے پھینک دینا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا جب دن ہوا۔ تو وہاں ایک بھی کافر نہ رہا۔ سب راتوں رات بھاگ گئے۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں گیا۔ تو میرے دل میں آیا۔ کہ جو لوگ ہزاروں کی تعداد زیارت کے لئے آتے ہیں۔ شاید انہیں ان کے آنے کی خبر بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ یہ خیال کر کے روضہ مبارک کے پاس مراقبہ کیا۔ اسی اثنا میں میں نے یہ شعر روضہ مبارک سے سنا ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن ۔۔۔ من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

نیز سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ قطب الدین بختیار شروع میں اوش میں رہا کرتے تھے۔ اس شہر میں ایک مسجد اجڑی ہوئی تھی۔ اس میں ایک منارہ ہے۔ جسے ہفت منارہ کہتے ہیں۔ شاید آپ ہی کی دعا سے اس کا یہ نام ہوا۔ اس دعا کو ہفت دعا کہتے ہیں۔ جو شخص

جو شخص اس منارے پر یہ دعا پڑھتا ہے اُسے خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ شیخ قطب الدین کو حضرت خضرؑ کی ملاقات کا شوق بہت غالب ہوا۔ تو ماہِ رمضان کی ایک رات کو اس مسجد میں جاکر دوگانہ ادا کیا۔ اور اس منارے پر چڑھ کر وہ دعا پڑھنی شروع کی۔ دعا پڑھ کر جب نیچے اترے اور مسجد سے قدم باہر رکھا۔ تو ایک آدمی کو کھڑے ہوئے دیکھا جس نے آپ کو للکارا۔ کہ ایسے بے وقت تمہارا کیا کام۔ آپ نے فرمایا۔ میں خضر علیہ السلام کی زیارت کے لئے آیا تھا سو میسر نہیں ہوئی۔ اب میں گھر جاتا ہوں۔ اس مرد نے کہا۔ تم خضرؑ کو کیا کرو گے وہ بھی تمہاری طرح مارا مارا پھرتا ہے۔ اس کے دیکھنے سے کیا ہوگا۔ اسی اثناء میں پھر پوچھا کہ تو دنیا کا خواہشمند ہے؟ آپ نے کہا نہیں۔ پوچھا کسی کا کوئی قرض دینا ہے؟ کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا۔ کہ اس شہر میں ایک آدمی ہے جس کے دروازے پر خضرؑ بارہ مرتبہ روز جایا کرتا ہے۔ پھر ملنے کا موقع اور فرصت نہیں پاتا۔ ابھی یہی باتیں کر رہے تھے۔ کہ ایک مرد نورانی صورت پاک صاف لباس پہنے آیا۔ اس شخص نے اس آتے ہوئے کی بڑی تعظیم کی۔ اور اس کے قدموں پر گر پڑا۔ شیخصاحب فرماتے ہیں۔ کہ جب وہ شخص میرے پاس آیا۔ تو اس پہلے آدمی کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ کہ نہ یہ درویش دنیا کا طالب ہے۔ اور نہ اس نے کسی کا قرضہ دینا ہے۔ یہ تیری ملاقات کا خواہشمند ہے۔ شیخصاحب فرماتے ہیں۔ کہ اتنے میں اذان ہوئی۔ ہر طرف سے درویش اور صوفی ظاہر ہوئے۔ جب جماعت ہوئی۔ تو تکبیر کہی۔ اور نماز تراویح میں بارہ سپارے قرآن مجید کے ختم کئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر زیادہ پڑھتے تو اور بھی اچھا ہوتا جب نماز ختم ہوئی۔ تو سب چلے گئے۔ اور میں اپنے مقام پر چلا آیا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ جلال الدین تبریزی شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کے گھر آئے۔ تو شیخصاحب نے گھر سے نکل کر شارع عام کی راہ نہ لی۔ بلکہ ایک تنگ کوچے کی راہ روانہ ہوئے۔ ادھر سے شیخ جلال الدین بھی شارع عام کی راہ نہ آئے۔ وہ بھی اسی تنگ کوچے کی راہ آئے۔ اور آپس میں دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی نیز ملک عزیز الدین کی مسجد میں جو ملک مذکور کے حمام کے بالمقابل ہے۔ ان دونوں کی ملاقات ہوئی۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ کسی شخص نے اپنی مفلسی کی شکایت شیخ قطب

قدس سرہ سے کی شیخصاحب نے فرمایا۔ کہ اگر میں یہ کہدوں کہ میری نگاہ عرش تک پہنچی ہے تو مانو گے؟ کہا ہاں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ فرمایا۔ اگر یہی اعتقاد ہے۔ تو پہلے یہی روپے جو گھر میں تو نے رکھے ہیں انہیں خرچ کر۔ بعد ازاں شکایت کرنا۔ وہ شخص شرمندہ ہو کر سلام کر کے چلا گیا ۔

منقول ہے کہ شیخ قطب الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری سفر کر رہے تھے۔ جب دریا کنارے پہنچے۔ تو بھوک نے مجھ پر غلبہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بکری منہ میں جو کی دو روٹیاں لئے ہوئی آئی۔ اور ہمارے آگے رکھ کر چلی گئی۔ ہم نے آپس میں کہا۔ کہ یہ بکری غیب سے آئی ہے۔ اسی اثناء میں ایک بچھو بھی دریا کے قریب آیا۔ ہم اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور سوچنے لگے کہ اس میں کوئی حکمت ضرور ہے۔ ہم نے دعا کی تو قدرت الٰہی سے دریا پھٹ گیا۔ اور خشک زمین نمودار ہوئی ہم بھی گذر گئے۔ دیکھا کہ ایک درخت تلے ایک آدمی سویا ہوا ہے۔ اور ایک سانپ آکر اسے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ اس بچھو نے اچھل کر ڈنگ کر کے اس سانپ کو ہلاک کیا اور گم ہو گیا۔ ہم آگے بڑھے کہ دیکھیں یہ کوئی بزرگ آدمی ہے۔ دیکھا تو نشے کی حالت میں بیہوش پڑا ہوا تھا۔ اور قے کی ہوئی تھی ہم شرمندہ ہوئے کہ اس شخص کی نافرمانی دیکھو اور اللہ تعالے کا اس کی حفاظت کرنا دیکھو۔ غیب سے آواز آئی۔ عزیزو! اگر ہم صرف پرہیزگاروں اور نیکوں کی حفاظت کریں۔ تو مفسدوں اور گنہگاروں کی حفاظت اور کون کرے۔ اسی اثناء میں وہ شخص جاگا۔ اور ہم نے ساری کیفیت بیان کی۔ اس نے شرمندہ ہو کر اس بدفعلی سے توبہ کی۔ اور واصل حق بن گیا۔
اس وقت شیخ الاسلام قطب الدین نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! جب وقت آتا ہے۔ اور لطف اور عنایت کی نسیم چلنے لگتی ہے۔ تو لاکھوں شرابیوں کو صوفی باصفا اور صاحب سجادہ کر دیتا ہے۔ اگر خدانخواستہ قہر کی ہوا چلے۔ تو لاکھوں صاحب سجادہ کو شراب خانہ میں پھینک دیتی ہے ۔

منقول ہے۔ کہ ملک اختیار الدین ایبک دربان کچھ بطور نذر شیخ الاسلام قطب الدین کی خدمت میں لایا۔ لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی بعد ازاں جس بورئیے پر آپ بیٹھے تھے۔ اسے اٹھایا اور ملک اختیار الدین کو دکھا دیا کہ بوریا تلے اشرفیوں کے دریا بہ رہے ہیں۔ اور فرمایا کہ اس تمہارے لائی ہوئی چیز کی پروا نہیں اسے لیجاؤ ۔

منقول ہے کہ شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسن سنجری کے فرزندوں کو ایک گاؤں اجمیر کے قریب

بطور جاگیر حاصل تھا اس سے بے دخل کئے گئے۔ اب ضروری تھا۔ کہ کوئی شخص بادشاہ سے اس کی بحالی کا حکم لائے۔ اس لئے انکی اولاد میں سے ایک شخص اجمیر سے چل کر دہلی میں شیخ قطب الدین کے پاس آیا۔ شیخصاحب نے فرمایا۔ کہ آپکے وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ میں خود جا کر حکم بحالی لاتا ہوں۔ چنانچہ شیخ صاحب خود سلطان شمس الدین کے پاس گئے۔ بادشاہ حیران رہ گیا۔ کہ اس بزرگ سے باوجود ملتمس ہونے کے ملاقات کی اجازت حاصل نہ ہوتی تھی۔ اب یہ خود تشریف فرما ہیں۔ جب ملاقات ہوئی۔ تو اسی مجلس میں فرمان بحالی مع اشرفیوں کے توڑوں کے آپ کے حوالے کیا گیا۔ اس مجلس میں علاقہ اودھ کا حاکم رکن الدین حلوائی شیخ صاحب سے اونچا بیٹھا جو بادشاہ کو ناگوار گزرا۔ آپ نے نور باطنی سے یہ بات معلوم کر کے فرمایا۔ کہ جب حلوا اور کاک (روٹی) موجود ہوں۔ تو حلوا کاک کے اوپر ہوتا ہے۔ اگر حلوائی کاکی سے اوپر بیٹھ گیا تو کیا مضائقہ ہے۔ الغرض جب فرمان بحالی لیکر آپ اجمیر میں شیخ معین الدین کی خدمت میں آئے اور خلقت کا اعتقاد اور شہرت شیخ قطب الدین کے حق میں زیادہ دیکھا تو فرمایا۔ کہ یہ تونے کیا کیا۔ خلوت میں پوشیدہ رہنا بہتر تھا۔ آپ نے عرض کی۔ کہ بندے کی طرف سے کچھ بھی وقوع میں نہیں آیا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب شیخ معین الدین اجمیر سے دہلی آئے۔ اس وقت شیخ نجم الدین صغرا دہلی کے شیخ الاسلام تھے۔ ان دونوں میں محبت تھی۔ اول الذکر مؤخر الذکر کی ملاقات کے لئے آئے۔ تو دیکھا کہ شیخ نجم الدین مکان کے پاس چبوترہ بنوا رہے ہیں۔ جب آگے بڑھے تو فرمایا کہ شاید شیخ الاسلامی کے دماغ نے آپ کو برہم کر دیا ہے۔ شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ میں وہی مخلص اور معتقد ہوں۔ لیکن آپ نے شہر میں مرید چھوڑ رکھا ہے۔ جو میری شیخ الاسلامی کی کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ آپ گھبرائیں نہیں۔ میں بابا قطب الدین کو ہمراہ لیجاؤں گا۔ ان دنوں دہلی میں شیخ قطب الدین کا شہرہ بدرجہ کمال تھا تمام اہل شہر آپ کی طرف رجوع تھے۔ جب شیخ معین الدین گھر میں آئے تو فرمایا۔ کہ بابا بختیار تم یکبارگی اس قدر مشہور ہو گئے ہو۔ کہ لوگ تمہاری شکایت کرتے ہیں۔ یہاں سے چل کر اجمیر میں میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ میں اب تمہاری خدمت بجا لاؤں گا۔ شیخ قطب الدین نے عرض کی۔ کہ مخدوم کے سامنے بیٹھنا تو درکنار کھڑے ہونے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ پھر آپ شیخصاحب کے ہمراہ اجمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ اس بات سے تمام دہلی میں شور برپا ہوا۔ اور اہل شہر مع

سلطان شمس الدین آپ کے پیچھے روانہ ہوئے۔ یہاں سے شیخ قطب الدین گذرتے تھے۔ لوگ آپ کے پاؤں کی خاک تبرکاً اٹھاتے اور بہت گھبراہٹ اور آہ و زاری کرتے۔ شیخ معین الدین نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا۔ بابا بختیار! تم یہیں مقام کرو۔ کیونکہ خلقت تمہارے یہاں سے جانے سے سخت مضطرب ہے۔ سو میں نہیں چاہتا کہ اس قدر دل خراب اور کباب ہوں۔ جاؤ یہ شہر تمہاری پناہ میں چھوڑا۔ پھر سلطان شمس الدین شیخ صاحب کی قدم بوسی کر کے شیخ قطب الدین کو ہمراہ لیکر خوشی خوشی شہر کیطرف روانہ ہوئے۔ اور شیخ معین الدین اجمیر چلے آئے۔

{ نکتہ چہارم۔ در بیان انتقال شیخ الاسلام قطب الدین بختیار }

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ عید کا دن تھا شیخ قطب الدین عید گاہ سے واپس آتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہانتک آجکل آپ کا مزار مبارک ہے۔ یہ مقام پہلے جنگل تھا۔ اور کوئی قبر یا گنبد پہلے وہاں موجود نہ تھا۔ آپ وہاں پر ٹھہر گئے۔ اور سوچنے لگے۔ جو عزیز ہمراہ تھے۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ آج عید کا دن ہے۔ اور لوگ اس بات کے منتظر ہیں۔ کہ جناب تشریف فرما ہو کر کھانا تناول فرمائیں۔ آپ یہاں دیر کیوں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اس زمین میں دلوں کی بو آتی ہے۔ اسی وقت مالک سے زمین طلب کی اور اپنے خاص مال سے اسکی قیمت ادا کی۔ اور اسے اپنا مدفن قرار دیا۔ یہ بات سن کر سلطان المشائخ آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے۔ کہ شیخ صاحب جو فرماتے ہیں کہ یہاں سے دلوں کی بو آتی ہے دیکھئے کون کونسے لوگ یہاں سوئے پڑے ہیں۔ نیز سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام قطب الدین قدس سرہ وفات سے پیشتر چار دن رات تحیر میں رہے۔ جس کی کیفیت یوں ہے۔ کہ شیخ علی سکتری کی خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا شیخ قطب الدین بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ قوال نے یہ شعر پڑھا ؎

کشتگان خنجر تسلیم را　　　　ہر زمان از غیب جانے دیگر است

یہ شعر سن کر آپ پر حالت طاری ہوئی۔ وہاں سے آپ گھر آئے اور متحیر اور مدہوش تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہی شعر پڑھو۔ قوال پڑھتے تھے اور آپ اسی طرح تحیر میں تھے۔ صرف نماز کے وقت ہوش میں آکر نماز ادا کر لیتے۔ حتیٰ کہ چار دن رات یہی حالت رہی۔ پانچویں رات آپ کا انتقال ہو گیا۔

شیخ بدرالدین غزنوی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس رات حاضر تھا۔ جب شیخ صاحب کی رحلت کا وقت قریب پہنچا۔ تو مجھے اونگھ سی آ گئی۔ گویا دیکھتا ہوں کہ اس خواب میں شیخ صاحب اپنے مکان سے نکلکر اوپر کی طرف جا رہے ہیں۔ اور مجھے فرماتے ہیں کہ بدرالدین! اللہ تعالیٰ کے دوست

مرتے ہیں۔ جب میں جاگا تو شیخ صاحب کا انتقال ہو چکا تھا جس مجلس میں شیخ صاحب کا واقعہ ہوا۔ شیخ احمد نہروالیؒ بھی موجود تھے۔ اور میں نے (مصنف) رسالہ سماع میں جو مولانا فخرالدین زرادی کی تالیف ہے لکھا دیکھا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ جب شیخ قطب الدینؒ اس سماع میں عالم تحیر میں ہوتے تو ان دنوں ایک حاذق حکیم شمس الدین تھا۔ لوگ آپ کا قارورہ اس کے پاس لے گئے۔ تاکہ بیماری کی وجہ دریافت کریں۔ جب اس نے قارورہ دیکھا تو کہا کہ یہ ایسے شخص کا قارورہ ہے جو محبت کی آگ سے جل چکا ہے اور اس کا جگر پگھلا ہوا ہے۔ طبیب اس بارے میں سچا تھا۔ اس استدلال میں طبیب بھی کیا خوب ہے۔ اس بارے میں مجلس نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں کیا خوب کہا گیا ہے

قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوٰى كَبِدِيْ وَلَا طَبِيْبَ لَهٗ وَلَا رَاقِ

(ترجمہ) محبت کے سانپ نے میرے جگر کو ڈسا۔ جس کے لئے نہ کوئی طبیب ہے اور نہ کوئی منتر

اِلَّا الْحَبِيْبُ الَّذِيْ قَدْ شُغِفْتُ بِهٖ فَعِنْدَهٗ رُقْيَتِيْ وَتِرْيَاقِ

(ترجمہ) مگر وہی دوست جس پر میں فریفتہ ہوا۔ اسی کے پاس منتر ہے اور زہر اتریاق ہے۔

الغرض قاضی حمید الدین کا شانی کا انتقال ہوا۔ یہ سنکر سلطان المشائخ کی خدمت میں گیا۔ کہ جس سال شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز نے رحلت کی۔ اسی سال سلطان شمس الدین التمش اور مولانا قطب الدین کاشانی کا انتقال ہوا۔ یہ سن کر سلطان المشائخ نے سلطان شمس الدین کی تاریخ نقل کرنے کے لئے یہ شعر پڑھا ؎

بسال ششصد وسی وسہ بود کہ از ہجرت نماند شاہ جہاں شمس دین عالمگیر

لیکن شیخ الاسلام قطب الدین کی تاریخ رحلت ۱۴۔ ربیع الاول سن مذکور ہے میں نے (مصنفؒ) نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس سرہ کی وفات کے بعد دس سال تک قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو وصیت کی کہ مجھے شیخ قطب الدین کی پائینتی دفن کرنا۔ قاضی صاحب کے فرزند ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن چونکہ وصیت تھی۔ اس واسطے مجبوراً ایسا کیا۔ لیکن مزار شیخ صاحب کے مزار سے اونچا کیا۔ بعد ازاں قاضی صاحب نے خواب میں اپنے فرزندوں کو فرمایا۔ کہ تم نے جبوترہ بلند کر کے مجھے شیخ الاسلام قطب الدین سے سخت شرمندہ کرایا۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کئی مرتبہ ان دونوں بزرگوں کی تربتوں کے درمیان نماز ادا کی ہے اور

بہت ذوق اور راحت پایا ہے یہ مکان کا اثر نہیں بلکہ ان دونوں بزرگوں کی برکت ہے۔ کیونکہ دونوں طرف بادشاہ لیٹے ہوئے ہیں ؎

منہم سلطان العارفین۔ برہان العاشقین والمحققین۔ اصحاب دین کے پیشوا۔ ارباب یقین کے پیشوا۔ عالم تنہائی کے خزانے بسرائے دولت کے گنجینے۔ اقلیم اعظم کے سردار قطب الاقطاب عالم یعنی شیخ شیوخ العالم۔ فرید الحق والدین فقیروں اور مسکینوں کی جائے پناہ مسعود بن سلیمان۔ جنہوں نے ابدی سعادت اور سرمدی دولت حاصل کی تھی۔ اور علم۔ تقوے۔ ورع۔ ترک۔ تجرید عشق۔ بکاء۔ ذوق۔ کلام محبت۔ اشارات اور رموزات میں اپنے زمانے کے بےنظیر اور اپنے عہد میں لاثانی تھے۔ میدان کرامت میں عالم دین کے سرداروں سے بازی جیت گئے تھے۔ آپ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی کے خلیفہ تھے۔ اور شیخ الاسلام کی باعظمت بارگاہ سے مجاز مطلق ہوئے تھے۔ آپ کی ہمت اور درجہ کیا ہی اعلیٰ درجہ کے تھے کہ سوائے عشق ذات الٰہی کے کسی دنیاوی چیز کی طرف مائل اور راغب نہ ہوئے۔ ایسے زمانے میں جبکہ جناب کے وجود مبارک سے جہاں باغ ارم ہو رہا تھا۔ اور شہر دہلی جو جہان بھر کا قبلہ اسلام ہے مشائخ وغیرہ مقامات اور کرامات کا انکشاف کرتے تھے۔ اور علماء باریک سے باریک معانی تلاش کرتے تھے۔ اور متوسط درجے کی خلقت اپنی اپنی جگہ خوشحال اور فارغ البال تھی۔ چنانچہ اس زمانے میں لوگوں کی کوئی صنف بھی خوش خوئی۔ اور خوشدلی سے خالی نہ تھی۔ یہ عالم حقیقت کے بادشاہ ایسے زمانے میں اپنے اختیار سے لوگوں سے بالکل قطع تعلق کرکے اور ایسے شہر کو چھوڑ کر جنگل سے جا بسے تھے۔ اور انہوں نے جنگل کو دین کے شیروں کا جنگل بنا رکھا تھا۔ اور درویشانہ روٹی اور فقیرانہ کپڑے پر قناعت کی ہوئی تھی۔ بہتیرا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا لیکن آپ کے حسن معاملہ کی شہرت آخر دونوں جہان میں مشہور ہوگئی۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ یہ شہرت قیامت تک اس جہان اور اس جہان میں آپ کے فرزندوں اور آپ کے خاندان کے غلاموں کی برکت سے قائم رہیگی۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

اَلْبَدْرُ یَطْلَعُ مِنْ فَرِیْدِ جَبِیْنِہٖ وَالشَّمْسُ تَغْرُبُ فِیْ شَقَائِقِ خَدِّہٖ

(ترجمہ) اس کی یگانہ پیشانی سے چودھویں کا چاند طلوع ہوتا ہے۔ اور آفتاب اسکے رخساروں کی روشنی میں غروب ہوتا ہے ؎

مَلَکَ الْجَمَالَ بِاَسْرِہٖ فَکَاَنَّمَا حُسْنُ الْبَرِیَّۃِ کُلِّہٖ مِنْ عِنْدِہٖ

(ترجمہ) وہ حسن کا بادشاہ ہے حسن کے کمال میں ایسا ہے کہ گویا تمام جہان کا حسن اسی سے ہے

۵ اے سرور اولیائے عالم — اے قبلۂ اصفیائے اکرم
روئے کہ آفتاب حسن است — پیدا شدہ از وضیائے عالم

یہ بیچارہ بھی آنجناب کے اوصاف کے سمندر میں غوطہ خوری کرتا ہے۔ لیکن تھاہ معلوم نہیں ہوتی۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے مصرعہ

بدریائے در افتادم کہ پایانش نمے بینم

مجھ فقیر میں یہ طاقت کہاں کہ ولایت کے جمال اور اہل یقین کے بادشاہ کا وصف بیان کر سکوں

وصف جمال چوں تو ئی نیست حد بیان من — من چہ صفت کنم ترا اے تو چنانکہ ہم توئی

اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ کہ دعا کر کے آگے نکل جاؤں ؎

جہاں تا قیامت بنام تو باد — فلک بامہ و خور غلام تو باد
بکام دل و جان عشاق تو — شراب محبت ز جام تو باد

حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والملۃ والشرع والدین حضرت فرید الدین شکر بار مسعود گنج شکر اجودھنی چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کے حالات آٹھ نکتوں پر مشتمل ہیں :-

{نکتۂ اول۔ در بیان حسب و نسب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز}

جہان بھر کے صاحبدلوں کی خدمت میں عرض پرداز ہوں۔ کہ یہ اہل دین کے بادشاہ فرخ شاہ بادشاہ کابل کی اولاد سے ہیں۔ ان دنوں دنیاوی سلطنت کی باگ فرخ شاہ کے ہاتھ تھی۔ اور ولایت کے تمام بادشاہت اس بارگاہ کے ماتحت تھی۔ کابل کی سلطنت غزنی کی سلطنت سے بھی زیادہ تھی۔ جب زمانے کے حادثوں سے کابل کی سلطنت میں خلل آیا۔ اور شاہان غزنی کے ہاتھ آئی۔ تو فرخ شاہ کے فرزندوں نے کابل میں جاگیر پر اکتفا کی۔ یہاں تک کہ چنگیز خان نکلا۔ اور اس نے ایران اور توران کے ملکوں کو تاخت و تاراج کیا۔ پھر غزنی پر چڑھائی کی جب کابل پہنچا تو اسے بھی لوٹا گھسوٹا۔ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ کے جد بزرگوار کا فروں کی لڑائی میں شہید ہوئے پھر آپ کے جد بزرگوار قاضی شعیب مع اپنے تین بیٹوں اور اہل و عیال اور متعلقین کے لاہور تشریف لائے اور قصبہ قصور میں اقامت اختیار فرمائی۔ قصور کے قاضی عدل و انصاف مروت اور انسانیت میں اپنے زمانے کے قاضیوں کیلئے باعث فخر تھے۔ ان قاضیوں سے آپ کے خاندان کی بزرگی کے حالات سنے اور جب دیکھے تو ان سے بھی سوگنا پائے ہیں تائی نے کیا اچھا

کہا ہے ؎

آنچہ گوش از کمال خواجہ شنید چشم از وصد ہزار چنداں دید

ان قاضیوں نے ان آنیوالوں کی آمد کو سعادت سمجھا۔ اور بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ اور عمدہ عمدہ ضیافتیں کیں۔ اور پھر انکے کمال علم اور جمال حلم اور عظمت و کرامت کا ذکر بادشاہ وقت سے کیا۔ بادشاہ نے بڑی تعظیم و تکریم سے ان بزرگوں کی خدمت میں ایک حکم بھیجا۔ جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ کوئی دنیاوی خدمت میرے لائق فرماویں تو اسے سعادت ابدی اور رضامندی سمجھونگا

مصرعہ رضائے دوست مقدم بر اختیار من است

لیکن آپکے جد بزرگوار نے اس کے جواب میں فرمایا۔ کہ ہمیں کسی دنیاوی کام یا عہدہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جو کچھ ہم سے جا چکا ہے ہمیں اس کا پیچھا نہیں کرنا چاہئے۔ پھر آپ کے جد بزرگوار قاضی شعیب کو ملتان کے پاس موضع کھتوال کا عہدہ قضا دیا گیا۔ وہیں آپ نے سکونت اختیار کی حقتعالے نے اس خاندان سے ایک بادشاہ پیدا کیا۔ یعنی شیخ شیوخ العالم فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز۔ تاکہ اہل ہند کی جو کہ تاریکی جہالت اور گناہ کے دریا میں غرق ہیں مدد کرے۔ اور انہیں اس سے نکالے ۔

نکتہ دوم۔ در بیان عزلت و انزوائے و بحق مشغول گشتن آنجناب و پیوستن آں بخدمت شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز

منقول ہے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس للہ سرہ آغاز جوانی سے ہی اللہ تعالے کی محبت اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اور بیچارگی ترک کو اختیار کیا۔ اور اپنے رشتہ داروں وغیرہ سے قطع تعلق کیا ؎

ہر کسے را بہ جہاں خویشے و پیوند ہست غم تو خویش من و عشق تو پیوند من است

امیر خسرو بھی فرماتے ہیں ؎

اگر تو با غم لیلی برغبت خویش داری چو مجنوں فرد باید شد ہم از خویش ہم از بیگانگاں

چونکہ آپ کی نیت سچی تھی۔ اور حقتعالی نے قسمت میں لکھ رکھا تھا۔ کہ بہت سی خلقت قیامت تک آپ کی دولت کے سائے میں آرام کرے۔ اور آخرت میں نجات ابدی حاصل کرے۔ اسواسطے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس سرہ کی دست بوسی اور ملاقات کی دولت و سعادت (خدا ہمارے نصیب بھی کرے) نصیب کی چنانچہ شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب شیخ شیوخ العالم

والدین قدس سرہ تعلیم میں مشغول تھے۔ اور آپ کی عبادت تجرد اور تعلم کا شہرہ مشہور ہو گیا۔ اور یہ شہرہ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا نے سُنا۔ تو شوق ملاقات میں روضہ منورہ کے قریب آ گئے۔ اس وقت آپ بھی تعلیم کے لئے ملتان گئے ہوئے تھے۔ اِن دنوں ملتان بھی قبۂ اسلام تھا۔ بڑے بڑے جید عالم وہاں موجود تھے۔ آپ ایک مسجد میں ٹھیرے۔ ایک روز اس مسجد میں روبقبلہ بیٹھکر کتاب نافع الصلوٰۃ کا سبق پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوش سے ملتان آئے اور اسی مسجد میں چلے آئے۔ آپ نے شیخ قطب الدین کی پیشانی میں خدا معلوم کیا دیکھا کہ اُن کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ اور بڑے ادب سے بیٹھے۔ شیخ شیوخ العالم نے دوگانہ تحیت مسجد ادا کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ مسعود! کیا پڑھ رہے ہو۔ عرض کی۔ نافع الصلوٰۃ۔ فرمایا تجھے معلوم ہے کہ یہ نافع الصلوٰۃ تیرے حق میں مفید ہوگی؟ عرض کی۔ کہ میرا فائدہ آپ کی بخشش و عنایت کی کیمیائے سعادت سے ہوگا۔ شیخ شیوخ العالم فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور شیخ الاسلام قطب الدین کی زیارت کے لئے آ گئے۔ اور اسی مسجد میں آ گئے۔ آپس میں ملاقات ہوئی۔ اُٹھتے وقت شیخ الاسلام بہاؤالدین نے شیخ الاسلام قطب الدین کے نعلین مبارک درست کیں۔ اور یہ مشائخ میں رواج ہے۔ کہ معذرت کے لئے نعلین درست کرتے ہیں اسی وقت شیخ الاسلام قطب الدین قدس سرہ نے دہلی میں جانے کا ارادہ کیا۔ اور شیخ فرید بھی آپ کے ہمراہ ہوئے۔ اور دہلی آ کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے ؂

منقول ہے کہ جس مجلس میں شیخ فرید الحق والدین شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس سرہٗ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ وہاں پر حسب ذیل بزرگ موجود تھے۔ قاضی حمید الدین ناگوری۔ مولانا علاؤالدین کرمانی۔ سید نورالدین مبارک غزنوی۔ شیخ نظام الدین ابوالموید۔ مولانا شمس ترک۔ خواجہ محمود موئینہ دوز اور اور بزرگ جن میں سے ہر ایک عرش سے تحت الثریٰ تک دیکھ سکتا تھا۔ مرید ہونے کے بعد آپ شیخ قطب الدین ہی کی خدمت میں رہ کر یادِ حق میں مشغول ہوئے ؂

چنانچہ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ اپنے پیر شیخ الاسلام قطب الدین کی خدمت میں دو ہفتے کے بعد حاضر ہوتے لیکن اس کے برخلاف شیخ بدرالدین غزنوی اور دوسرے عزیز ہمیشہ آنجناب کی خدمت میں رہتے۔ اس بات کا خلاصہ یہ مصرعہ ہے۔ جو اس بارے میں سلطان المشائخ نے فرمایا ہے مصرعہ بیرونِ درونِ بہ کہ درونِ بیروں

{حکایت سوم در بیان مجاہدہ درویش شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ چنانچہ حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز

شہر میں رہتے ۔ شیخ بدرالدین غزنوی کی مجلس وعظ میں موجود ہوتے ۔ ایک روز مولانا بدرالدین نے منبر پر آپ کی تعریف کی ۔ حاضرین کو معلوم نہ ہوا کہ کس کی تعریف کر رہے ہیں ۔ کیونکہ آپ کے کپڑے بہت پھٹے پرانے تھے ۔ وعظ سے فارغ ہو کر باہر آئے ۔ تو ایک شخص شیخ شیوخ العالم کا لباس لایا آپ نے پہنکر فوراً اُتار دیا ۔ اور شیخ نجیب الدین متوکل کو دیکر فرمایا ۔ کہ جو ذوق ان پھٹے پرانے کپڑوں میں نصیب تھا ۔ اس نئے میں نہیں ۔ جب آپ شیخ الاسلام قطب الدین کی خلافت سے مخصوص ہوئے ۔ اور خلقت بہت آنے لگی ۔ اور آپ کو اپنا چھپانا منظور تھا ۔ اِس لئے وہاں سے ہانسی چلے آئے ۔ اور ظاہری اور باطنی مجاہدہ اور مشغولی میں مشغول ہوئے ۔ اور اپنے آپ کو چھپائے رکھا ۔ آپ نہیں چاہتے تھے ۔ کہ کوئی انسان آپ کے حال سے واقف ہو ۔ ایک روز مولانا نور ترک اور علمائے بارگاہ نے آپ کو تعصب سے ناصبی اور مرجی کہا ۔ لیکن آپ اس سے بالکل بری تھے ۔ بلکہ اعلیٰ درجہ کے پرہیزگار اور بزرگ تھے ۔

چنانچہ شیخ المشائخ نے آپ کی بزرگی کے بارے میں بارہا فرمایا ہے ۔ اور امیر حسن نے اِس فوائد الفوائد میں لکھا ہے ۔ الغرض یہ بزرگ ہانسی پہنچکر وعظ کرنے لگا ۔ آپ بھی اس مجلس میں حاضر ہوئے ۔ آپ کے کپڑے بہت پھٹے پرانے تھے ۔ اس نے دیکھتے ہی کہا ۔ کہ مسلمانو! صراف سخن آگیا ہے ۔ پھر اس نے آپ کی اس طرح تعریف کی ۔ جیسے بادشاہوں کی کرتے ہیں ۔ جب آپ کی عظمت و بزرگی کا شہرہ ہانسی میں ہوا ۔ تو یہاں سے کھتوال میں چلے گئے ۔ جو آپ کے آباؤ اجداد کا وطن قدیمی تھا ۔ آپ دین کے بادشاہ تھے ۔ مدت تک آپ وہاں مشغول رہے ۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں ۔ کہ جن دنوں شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز ملتان سے شہر میں آ رہے تھے ۔ جب کھتوال میں پہنچے ۔ تو پوچھا کہ یہاں کوئی قابل زیارت و ملاقات درویش ہے ؟ لوگوں نے کہا ۔ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس سرہ العزیز کا ایک مرید قاضی بچہ ہے جو کھتوال کی نمازگاہ کے پیچھے یادِ حق میں مشغول رہتا ہے ۔ شیخ جلال الدین آپ سے ملے ۔ اثنائے راہ میں شیخ جلال الدین کو ایک انار ملا ۔ شیخ صاحب اسے ہاتھ میں لیکر آپ کی خدمت میں آئے ۔ ملاقات کے بعد جب بیٹھے ۔ تو شیخ صاحب نے اسے توڑ کر کھانا شروع کیا ۔ آپ روزے سے تھے افطار نہ کیا ۔ آپ کی شلوار پھٹی ہوئی تھی ۔ اثنائے گفتگو میں جب ہوا ان سوراخوں سے لگتی تو آپ ان سے سوراخ ڈھانپتے ۔ شیخ جلال الدین نے دریافت کیا کہ بخارا میں ایک درویش تھا ۔ جو سات سال تعلیم میں مشغول رہا ۔ اس عرصے میں اس کا تہ بند نہ تھا ۔

صرف ایک لنگوٹہ تھا۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ جلال الدین کی مراد اس درویش سے اپنی ذات تھی۔ الغرض جب شیخ جلال الدین نے وہ انار کھایا اور آپ نے افطار نہ کیا۔ اس انار کا ایک دانہ بیچ کر زمین پر گر پڑا۔ آپ نے لیکر اسے دستیار میں احتیاط سے رکھ لیا۔ افطار کے وقت اسے کھایا۔ اس کے کھاتے ہی دل میں ایک قسم کی روشنی سی پیدا ہوئی۔ دل میں خیال آیا۔ کہ کیوں زیادہ نہ کھایا۔ جب آپ شہر میں شیخ قطب الدین کی خدمت میں آئے۔ تو اُنہوں نے فرمایا کہ مسعود۔ تسلی رکھو۔ انار کا دانہ جو مقصود تھا تمہیں مل گیا۔ الغرض جب آپ کی شہرت جہان میں پھیل گئی۔ اور تمام اعلیٰ و ادنیٰ آپ کی خاکبوسی کرنے لگے۔ تو وہاں سے اجودہن چلے آئے جو ایک گمنام اور غیر مشہور مقام تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ سولہ سال اور بعض کہتے ہیں کہ چوبیس سال آخری عمر تک اجودہن ہی میں رہے۔ یہ گاؤں آپ کے وجود کی برکت سے ہندوستان اور خراسان کا قبلہ بن گیا۔ اور قیامت تک بیماروں مسکینوں اور بادشاہوں کی جائے پناہ بنا رہیگا +

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کچھ عرصہ ہانسی میں رہے۔ چونکہ علم بکثرت تھا۔ اسلئے انتہا ہی اس پر عمل کیا۔ جب وہاں پر آپ کا شہرہ ہوا۔ تو وہاں سے کھتوال آئے۔ جو ایک غیر مشہور مقام تھا۔ چونکہ یہ مقام بھی ملتان سے نزدیک تھا۔ وہاں بھی چھپے نہ رہ سکے۔ آپ بارہا چاہتے کہ وہاں سے لاہور چلے آئیں جس میں ایک جنگل اور دریا ہے۔ لیکن آخر عمر تک پھر آپ اجودہن میں ہی رہے۔ اس حکایت سے اصلی مقصود یہ ہے کہ آپ اپنی شہرت نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ چھپانا چاہتے تھے۔ اور بارہا یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

ہر کہ در بند نام آوازہ است　　　خانۂ او برون دروازہ است

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ علی میرٹھ کے علاقہ میں رہا کرتا تھا۔ جب وہاں سے ہانسی آیا۔ تو ان دنوں شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے داؤدی روزہ رکھا تھا۔ افطار کے دن شیخ علی کو اپنا مہمان بنایا۔ اور افطار کے وقت دونو نے ملکر کھانا کھایا۔ کھاتا کھاتے وقت شیخ علی کے دل میں خیال آیا۔ کیا اچھا ہوتا کہ شیخ شیوخ العالم صائم الدہر ہوتے۔ آپ نے نور باطنی سے اس بات سے واقف ہوکر فوراً کھانے سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ اور فرمایا۔ جو اللہ تعالےٰ کے خاص بندوں کے دل میں خیال آیا ہے میں اسے پورا کرتا ہوں۔ سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا شیخ الاسلام قطب الدین صائم الدہر تھے؟ فرمایا بالتحقیق

نہیں۔ اگر ہوتے تو آپ کی پیروی کر کے شیخ شیوخ العالم فریدالدین بھی صائم الدہر ہوتے۔

سلطان المشائخ مولانا بدرالدین کے ذکر میں فرماتے ہیں۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا کام اور ہی تھا۔ آپ نے خلقت کو ترک کر رکھا تھا۔ اور جنگل اور بیابان اختیار کر رکھا تھا۔ یعنی اجودہن میں رہکر خود درویشانہ روٹی پر گذارہ کرتے تھے۔ اور اس علاقے کے پھل پھول پیلو وغیرہ پر گذارہ کرتے۔ حالانکہ خلقت کی آمد و رفت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آپ کی خانقاہ کا دروازہ تقریباً آدھی رات تک کھلا رہتا تھا۔ یعنی ہر وقت کھلا رہتا۔ اور موجودہ کھانے سے تمام آنے جانے والوں کو حصہ ملتا۔ کوئی آنیوالا ایسا نہ تھا۔ جسے کچھ نہ کچھ عنایت نہ ہوتا۔ عجب خوراک اور عجب زندگانی ہے۔ جو بنی آدم میں سے کسی کو نصیب نہ ہوتی۔ اگر کوئی پہلی مرتبہ آپ کی خدمت میں آتا۔ اور اس وقت کئی سالوں کا آنیوالا درخدمتگار حاضر ہوتا۔ تو آپ دونوں سے یکساں کلام کرتے۔ اور دونو کی طرف یکساں توجہ کرتے۔ بعد ازاں فرمایا کہ میں نے مولانا بدرالدین اسحاق سے سنا ہے کہ میں آپ کا خادم تھا۔ جو کچھ ہوتا آپ مجھ سے فرماتے۔ اور مجھے جس کام کے لئے روانہ فرماتے خلا و ملا میں ایک ہی بات کہتے۔ کوئی ایسا کام آپ نے پوشیدگی میں نہیں فرمایا۔ جسے آپ ظاہر میں نہ کہدیتے۔ یعنی آپ کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ اور یہ کس میں ہوتا ہے۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ شیوخ العالم فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز شربت سے روزہ افطار کرتے۔ ایک پیالہ شربت ہوتا جس میں کبھی کبھی تھوڑا منقہ پڑا ہوتا۔ کبھی اس میں سے نصف کبھی تیسرا حصہ حاضرین کو تقسیم فرماتے۔ اور باقی کا آدھا خود نوش فرماتے اور باقی میں سے اگر کوئی مانگتا تو آپ اسے دے دیتے۔ بعد ازاں نماز سے پہلے دو روٹیاں گھی سے چپڑ کر لاتے۔ وہ دونوں روٹیاں سیر سے بھی کم ہوتیں۔ ایک روٹی حاضرین میں تقسیم فرماتے اور دوسری خود تناول فرماتے۔ اور اس خاص روٹی میں سے بھی اگر کوئی چاہتا تو اسے عنایت فرماتے۔ شام کی نماز کے بعد یاد حق میں پورے طور پر مشغول ہوتے۔ بعد ازاں دسترخوان لایا جاتا جس پر ہر قسم کا کھانا چنا جاتا۔ آپ سب کا سب تقسیم کر دیتے۔ اور خود اس میں سے کچھ بھی نہ کھاتے۔ پھر دوسرے روز افطار کے وقت حسب معمول کھاتے۔

پھر سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ ایک رات آرام کرتے وقت میں حاضر خدمت تھا۔ ایک جنگلی سادی سی چارپائی تھی۔ اس پر دہی گودڑ بچھائی گئی جس پر آپ دن کے وقت بیٹھا

کرتے تھے۔ وہ بھی چارپائی پر پوری نہ بچھتی۔ پائنتی کی طرف جو جگہ خالی رہجاتی۔ اُس پر اگروہ اوپر ہوجاتا تو وہ مقام بستر سے خالی ہوجاتا۔ ایک عصا جو آپ کو شیخ قطب الدین قدس سرہ سے عنایت ہوا تھا سرہانے رکھتے۔ اور اس پر تکیہ لگاکر آرام کرتے اور اسے چومتے ؂

سُلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ شیوخ العالم فریدالدین قدس سرۃ العزیز عموماً زنبیل کی روٹی کھاتے۔ البتہ افطار کے وقت دو روٹیاں گھر کی ہوتیں جب آپ کے گھر میں دو مرتبہ زنبیل بھرتی۔ تو دن کے وقت اکثر یاروں کو زنبیل کا کھانا ملتا۔ اور اگر بچ رہتا۔ تو رات کے وقت دسترخوان پر رکھا جاتا ؂

منقول ہے کہ ایک مرتبہ خادم نے آپ کے لئے ایک دمڑی کا نمک قرض لیا جب افطار کے وقت کھانا لایا۔ تو آپ نے نورِ باطنی سے یہ بات معلوم کرکے فرمایا۔ کہ اس کھانے سے تصرّف کی بُو آتی ہے۔ خادم نے عرض کی کہ گھر میں نمک نہ تھا۔ سو میں نے قرض لیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تو نے تصرّف کیا۔ تجھے لازم تھا۔ کہ اسی پر کفایت کرتا۔ یہ مناسب ہی نہیں۔ کہ میں یہ کھانا کھاؤں ؂

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرۃ العزیز آخر عمر میں تنگ روزی ہوگئے۔ خصوصاً جبکہ آپ کی رحلت کا موقع آیا۔ یہاں تک کہ ماہِ رمضان میں وہاں تھا۔ افطار کے وقت تھوڑا سا کھانا لایا جاتا۔ جو حاضرین کے لئے کافی نہ ہوتا ان دنوں میں نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھایا۔ آپ کی آمدنی کے وسائل نہایت مختصر تھے۔ جب میں وہاں سے روانہ ہوا۔ تو آپ نے مولانا بدرالدین اسحاق کے ہاتھ کہلا بھیجا۔ کہ آج یہیں ٹھیرو۔ کل جانا۔ جب افطار کا وقت ہوا۔ تو آپ کے گھر میں اتنا بھی نہ تھا۔ کہ اس سے افطار ہی کرتے۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی۔ تو عرض کی کہ جناب سے مجھے ایک سلطانی (سکہ) بطور زادِ راہ نصیب ہوتی ہے۔ اگر حکم ہو تو اس کی کوئی چیز منگائی جائے۔ آپ یہ سنکر نہایت خوش ہوئے۔ اور دعائیں دیں۔ اِس حکایت کا باقی حصہ سلطان المشائخ کے ذکر میں نکتہ فتح فتوح میں مذکور ہوگا ؂

شیخ نصیرالدین محمود رحمۃ اللہ علیہ سلطان المشائخ کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرۃ العزیز کے حرم بہت تھے۔ آپ کے حرم کے خادم آتے اور عرض کرتے۔ کہ صاحب آج فلاں بیٹا ایک فاقے سے ہیں یا فلاں بیٹی دو فاقوں سے لیکن آپ

یادِ الٰہی میں ایسے مستغرق ہوتے۔ کہ اُن کی باتوں کا خیال تک نہ کرتے۔ ایک دفعہ آپ کے ایک حرم نے آکر عرض کی۔ کہ آج فلاں بیٹا بھوک کے مارے قریب المرگ ہے۔ آپ نے مراقبہ سے سر اُٹھا کر فرمایا مسعود بندہ کیا کرے۔ اگر خدتعالےٰ کی تقدیر آجائے اور وہ جہان سے سفر کر جائے۔ تو اس کے پاؤں میں رسی باندھ کر باہر پھینک آنا۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ جو خواجہ عمدہ کھانے اور خوب سوئے اور ساتھ ہی محبت الٰہی کا دعوےٰ کرے وہ سراسر جھوٹا ہے ✦

منقول ہے کہ جب شیخ شیوخ العالم فریدالدین قدس سرہٗ العزیز نے مجاہدہ اختیار کرنا چاہا۔ تو اس بارے میں شیخ قطب الدین بختیار قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں عرض کی شیخصاحب نے آپ کو حکم دیا۔ کہ طے کرو۔ چنانچہ آپ نے تین دن کچھ نہ کھایا تیسرے روز افطار کے وقت ایک شخص چند روٹیاں لایا۔ آپ نے انہیں غیب سے آئی ہوئی خیال کر کے تناول فرمایا بعد ازاں دیکھا کہ ایک کوا مردہ آنتیں لئے ہوئے درخت پر بیٹھا کھا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ کا جی متلایا اور جو کچھ کھایا تھا قے کی راہ باہر آگیا۔ اور آپ کا پاک معدہ اس سے بالکل خالی ہوگیا۔ جب آپ نے اس بات کا ذکر اپنے پیر سے کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ تین دن اور طے کرو۔ یہ کھانا ایک شرابی کے ہاں سے آیا تھا۔ یہ عنایت الٰہی تھی کہ اس کھانے نے تمہارے معدے میں قرار نہ کیا۔ اب جو کچھ غیب سے ملے اس سے افطار کرنا۔ بعد ازاں پھر تین دن کا روزہ رکھا۔ چنانچہ چھ دن کا روزہ ہوگیا۔ آپ نہایت کمزور ہوگئے۔ جب افطار کا وقت ہوا تو کسی قسم کا کھانا نہ ملا۔ ایک پہر رات گذر گئی تو ضعف اور بھی بڑھ گیا۔ اور بھوک کی آگ سے نفس جلنے لگا۔ آپ نے زمین کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور تھوڑے کنکر لیکر منہ میں ڈال لئے۔ وہ کنکر شکر کے دانے بن گئے۔ حکیم سنائی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

سنگ در دست تو گہر گردد　　　　زہر در کام تو شکر گردد

جب یہ کرامت دیکھی۔ تو دل میں خیال کیا۔ کہ ایسا نہ ہو یہ مکر ہو۔ فی الفور وہ شکر منہ سے باہر پھینک۔ اور پھر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ جب رات آدھی گذر گئی۔ تو ضعف اور بھی بڑھ گیا۔ پھر چند سنگریزے لیکر منہ میں ڈالے تو وہ بھی شکر ہوگئے۔ آپ نے پھر مکر کے خیال سے انہیں تھوک دیا۔ آخر جب رات تین ساڑھے تین پہر گذر گئی۔ تو پھر چند سنگریزے لیکر منہ میں ڈالے تو شکر ہوگئے۔ پھر آپ کے دل میں خیال آیا۔ کہ یہ خدتعالےٰ کی طرف سے ہے کیونکہ تیسری مرتبہ ہی نصیب ہوتا ہے۔ اور شیخصاحب نے جو فرمایا تھا۔ کہ جو غیب سے ملے۔

اس سے افطار کرنا ہونہ ہو یہی غیب سے ہے۔ چنانچہ آپ نے سنگریزے اٹھا منہ میں ڈالے جو شکر ہو گئے۔ جب دن چڑھا تو آپ پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ تو نے بہت اچھا کیا۔ جو کچھ غیب سے ملے وہ بہتر ہوتا ہے۔ جاؤ تم بھی شکر کی طرح میٹھے ہو جاؤ گے اسی واسطے آپ کو پیر شکر بار اور گنجشکر کہتے ہیں۔ بعد ازاں آپ نے پیر سے زیادتی مجاہدہ کے لئے عرض کی۔ کہ اگر حکم ہو تو چلہ کروں۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ کوئی ضرورت نہیں اس سے شہرت ہوتی ہے۔ آپ نے عرض کی کہ جناب واقف ہیں۔ مجھے شہرت کی خواہش نہیں۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا۔ کہ میں باقی عمر اس بات کا افسوس ہی کرتا رہا۔ کہ کیوں میں نے ایسی بات کی جو میرے پیر کو پسند نہ آئی۔ الغرض بعد ازاں آپ کو پیر نے حکم دیا کہ اچھا جاؤ معکوس چلہ کرو۔ آپ کو معلوم نہ تھا کہ معکوس چلہ کیونکر کیا جاتا ہے۔ اس واسطے شیخ بدر الدین غزنوی کو کہا۔ کہ مجھے شیخ صاحب نے معکوس چلے کیلئے فرمایا ہے۔ میں نے ڈر کے مارے آپ سے نہیں پوچھا۔ کہ معکوس چلہ کیونکر کیا جاتا ہے۔ یا تو آپ بتلائیں یا شیخ صاحب سے پوچھ دیں۔ شیخ بدر الدین نے شیخ قطب الدین سے معکوس چلہ کی کیفیت پوچھی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ چالیس رات یا چالیس دن پاؤں میں رسی باندھ کر کنوئیں میں لٹک کر اللہ تعالٰے کی عبادت میں مشغول ہونا معکوس چلہ کہلاتا ہے۔ جب آپ نے معکوس چلہ کی کیفیت سنی۔ تو ٹھان لی کہ ضرور کرونگا۔ لیکن اس طرح کہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ پھر ایسے مقام کی تلاش کرنے لگے۔ کہ مسجد ہو اور مسجد میں کنواں اور کنوئیں پر درخت۔ اور درخت کی ٹہنی کنوئیں پر چھائی ہوئی ہو۔ اور اس مسجد میں مؤذن بڑا دیندار ہو۔ جو درویشوں کی ہمنشینی کے لائق ہو۔ آپ نے شہر میں ایسے مقام کی تلاش کی تو نہ ملا۔ پھر ہانسی میں جاکر تلاش کی وہاں بھی نہ ملا۔ آخر تلاش کرتے کرتے مقام اُچہ میں پہنچے۔ تو وہاں ایک پُر فضا مسجد دیکھی۔ جسے حاج کہتے تھے۔ اس مسجد میں ایک کنواں تھا۔ اور کنوئیں پر ایک درخت جس کی شاخیں کنوئیں پر جھکی ہوئی تھیں۔ اور اس مسجد میں خواجہ رشید الدین میناٸی نام مؤذن تھا۔ جو ہانسی کا رہنے والا اور آپ کا سچا معتقد اور مرید تھا۔ آپ چند روز اس مسجد میں رہے۔ جب آپ کو اس مؤذن کے صدق اعتقاد اور محبت کا پورا پورا یقین ہو گیا۔ تو اس پر یہ بھید ظاہر کیا۔ بشرطیکہ کسی پر ظاہر نہ کرے۔ الغرض آپ نے اس مؤذن کو حکم دیا۔ کہ جب عشا کی نماز ادا کر کے خلقت واپس جائے۔ تو ایک رسی لاکر مجھے دینا۔ جب وہ لایا۔ تو آپ نے

وضو کرکے اس رسی کا ایک سرا پاؤں میں باندھا اور دوسرا درخت کی ٹہنی سے۔ نظامی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

دارد و دو سرایں رشتہ یکے عجز دگر ناز ۔ زیں سو ہمہ عجز آمد وزاں سو ہمہ ناز

بعد ازاں سرنگوں اس کنوئیں میں لٹک گئے۔ اور یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ امیر حسن نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ہر دل کہ در و مہر تو آویختہ شد ۔ آویختہ شد عاقبت از کنگرۂ عشق

اور اس مؤذن کو حکم دیا کہ سورج نکلنے سے پہلے آکر مجھے نکال لینا۔ جب صبح سے پہلے مؤذن نے آکر دیکھا۔ تو آپ یادِ الٰہی میں مشغول تھے عرض کی حکم فرمایا۔ کیا صبح ہوگئی ہے عرض کی ہونے کو ہے۔ فرمایا رسی اوپر کھینچ لو۔ آپ باہر نکلے اور مسجد میں روبقبلہ ہوکر یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اسی طرح پر چالیس راتیں بسر کیں۔ اور پیر کا فرمان اس طرح نباہا۔ کہ تیسرے کو خبر نہ ہوئی۔ وہ مسجد اب تک اچھی موجود ہے۔ اور وہ متبرک مقام حاجت روائے خلق ہے۔ رشید الدین میناٸی مؤذن مسجد نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میں درویش آدمی ہوں۔ اور لڑکیاں ہیں جن کی شادی کرنی ہے۔ آپ میرے حق میں ازراہِ لطف وکرم دعا فرماویں۔ تاکہ فراخی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ وعظ کیا کرو۔ عرض کی۔ کہ میں نے کچھ نہیں پڑھا۔ آپ نے فرمایا منبر پر قدم رکھنا تمہارا کام ہے اور فضل و کرم کرنا اللہ تعالےٰ کا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فضل و کرم سے اسے وہ علم عطا فرمایا۔ کہ ایک مشہور واعظ بن گیا۔ اور مال بھی بکثرت جمع ہوگیا۔ ؛

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر نے فرمایا کہ جو کچھ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا۔ میں نے سب کیا۔ یہاں تک کہ جب ایک دفعہ مجھے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے معکوس نماز ادا کی ہے۔ تو میں نے بھی پاؤں میں رسی باندھ کر اُلٹے ہوکر نماز ادا کی ؛

{حکمت چہارم۔ در بیان علم و تبحر شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ضیاء الدین نام ایک عالم منارہ تلے سبق پڑھایا کرتا تھا۔ اس سے میں نے سنا۔ کہ میں ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت تک مجھے فقہ۔ نحو اور دوسرے علوم کی واقفیت نہ تھی۔ صرف اخلاقی علم ہی جانتا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر جناب فقہ اور دوسرے علوم کی نسبت پوچھینگے۔ تو کیا جواب دونگا۔ یہ

خیال کر کے میں حاضر خدمت ہوا۔ اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ کہ "تنقیح مناط" کا کیا مطلب ہے میں نے خوش ہو کر اس کا مطلب بیان کرنا شروع کیا۔ اور اس میں نفی یا اثبات حسب مراد بیان کیا۔ پھر آپ نے ازروئے کشف اس کا مفصل حال بتایا میں نے عرض کی۔ کہ آپ سے کلام اللہ پڑھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا پڑھا کرو۔ بعد ازاں جمعہ کے دن یا اور کسی دن جب فرصت ہوتی میں کچھ کچھ پڑھا کرتا چنانچہ میں نے چھ سیپارے آپ سے پڑھے۔ جب میں نے پڑھنا شروع کیا۔ تو آپ نے فرمایا الحمد پڑھو۔ جب میں "ولا الضالین" پر پہنچا۔ تو فرمایا کہ ضاد کو اس طرح پڑھو جیسے میں پڑھتا ہوں۔ میں نے بہتیری کوشش کی لیکن نہ پڑھ سکا۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ سبحان اللہ کس قسم کی فصاحت و بلاغت تھی۔ کہ جس طرح ضاد آپ پڑھا کرتے تھے۔ کوئی بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول الضاد کہتے ہیں۔ پھر یہ پڑھا۔ "رسول الضاد ای انزل علیہ الضاد" (یعنی ان پر ضاد نازل ہوا اور ضاد کا حق بھی انہوں نے ہی ادا کیا)۔

نیز فرمایا۔ کہ مولانا بدرالدین اسحاق کو اور مجھے ایک بات میں شبہ پیدا ہوا جب ہم شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں جا کر کھڑے ہوئے۔ تو آپ نے پوچھا کیوں کھڑے ہو ہم نے عرض کی کہ ہمیں معلوم نہیں شرع میں زرک ہے یا سرک۔ آپ نے بنظر دیگر فرمایا۔ "وَاسْتُرْ سِرَّكَ مِنْ زِرِّكَ" یعنی اپنا بھید گریبان سے بھی چھپاؤ۔

نیز آپ نے فرمایا۔ کہ صابر فقیر شاکر غنی سے افضل ہے کیونکہ شاکر غنی کیلئے مزید نعمت کا وعدہ ہے۔ جیسا کہ "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" (اگر تم شکر کرو گے تو میں نعمت زیادہ کروں گا) سے ظاہر ہے لیکن فقیر صابر کو معیت کی خوشخبری دی گئی ہے جیسا کہ "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ" (بیشک اللہ تعالیٰ صابروں کے ہمراہ ہے) سے ظاہر ہے۔ ان دونوں مرتبوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اسی اثنا میں قاضی محی الدین کاشانی نے سلطان المشائخ سے پوچھا کہ "وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ" (جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) عام ہے اور "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ" خاص اس صورت میں عام اور خاص میں کیا فرق ہے؟ فرمایا۔ کہ عام کیلئے صرف معیت ہے یعنی جانتا ہے۔ اور دیکھتا ہے اور خاص کیلئے معیت مع عنایت ہے یعنی محبت کرتا ہے اور راضی ہے۔

شیخ نصیر الدین محمود رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ کسی نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آپ سلطان غیاث الدین بلبن کی طرف رقعہ لکھیں۔ آپ نے حسب ذیل عبارت لکھی۔

رَفَعْتُ قِصَّتَكَ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ اِلَيْكَ فَاِنْ اَعْطَيْتَهُ شَيْئًا فَالْمُعْطِي هُوَ اللّٰهُ وَاَنْتَ الْمَشْكُوْرُ وَاِنْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا فَالْمَانِعُ هُوَ اللّٰهُ اَنْتَ الْمَعْذُوْرُ (میں نے اس کا حال پہلے اللہ تعالےٰ کے اور پھر تمہارے آگے پیش کیا اگر تم اسے کچھ دو گے تو اصلی عطا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہے۔ تم اس کے لئے مشکور ہو گے اور اگر تم نے اسے کچھ نہ دیا تو اصلی مانع اللہ تعالےٰ ہے۔ تم اس میں معذور ہو۔)

نکتہ پنجم۔ در بیان نعمت یافتن شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین از شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری و شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہما العزیز

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری۔ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ ارواحہم ایک ہی حجرہ میں موجود تھے شیخ معین الدین نے شیخ قطب الدین کو فرمایا۔ کہ بختیار اس جوان کو کب تک مجاہدہ سے جلاؤ گے۔ اسے کچھ عنایت کرو۔ شیخ قطب الدین نے عرض کی۔ کہ میری کیا مجال! کہ آپ کے روبرو بخشوں۔ شیخ معین الدین نے فرمایا۔ کہ یہ مرید آپ کا ہے۔ پھر کھڑے ہو کر فرمایا کہ آؤ دونوں ملکر بخشیں۔ چنانچہ دائیں طرف شیخ معین الدین کھڑے ہوئے۔ اور بائیں طرف شیخ قطب الدین اور بیچ میں آپ اور آپ کو دونوں صاحبان نے جو بخشا سو بخشا ؎

بخشش کونین از شیخین شد درباب تو بادشاہی یافتی از بادشاہانِ زمان
مملکت دنیا و دین گشتہ مسلم مرترا عالم کن گشتہ اقطاع تو اے شاہِ جہان

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب شیخ قطب الدین کی رحلت کا وقت نزدیک آیا۔ تو ایک بزرگ کا نام لیا جو آپ کی پائینتی لیٹا ہوا ہے۔ اور جس کی تمنا یہ تھی۔ کہ شیخ کے بعد اس کا قائم مقام ہو گا اور شیخ بدر الدین غزنوی کو بھی یہی خواہش تھی لیکن جس سماع میں آپ کا انتقال ہونے والا تھا۔ اس میں ان دونوں کو فرمایا کہ یہ میرا جامہ عصا اور لکڑی کی نعلین فرید الحق والدین کو دینا۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ جامہ دیکھا ہے۔ دو تہ تھا جس رات شیخ قطب الدین کا انتقال ہونیوالا تھا۔ اس رات فرید الدین ہانسی میں تھے۔ اسی رات آپ نے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا۔ کہ اسے اپنے پاس بلاتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی آپ ہانسی سے روانہ ہوئے۔ اور چوتھے روز شہر میں آپہونچے۔ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ نے وہ جامہ آپ کو دیا۔ آپنے دوگانہ ادا کر کے اس جامے کو پہنا۔ اور شیخ قطب الدین جس مکان میں رہا کرتے تھے۔ اس میں آکر بیٹھے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ اس مقام میں تین دن رہے۔ کہ سرہنگا نام ایک شخص ہانسی کا رہنے والا آیا۔ دو تین دفعہ تک

تو دربان نے اسے اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ ایک روز جب آپ باہر نکلے تو سرمہنگا نے رو کر عرض کی۔ کہ جب آپ ہانسی میں تھے۔ تو آپ کی زیارت آسانی سے کر لیتا تھا۔ اب سخت مشکل ہے۔ آپ نے اسی وقت یاروں کو فرمایا۔ کہ میں اب ہانسی جاؤں گا۔ حاضرین نے کہا۔ کہ پیر نے تو آپ کو یہ مقام دیا ہے آپ کیوں کسی اور جگہ جاتے ہیں۔ فرمایا۔ میرے پیر کی نعمت رواں ہے۔ شہر میں بھی وہی ہے اور جنگل میں بھی وہی ٭

منقول ہے کہ شیخ فریدالحق والدین ؒ فرماتے تھے۔ کہ ایک دفعہ میں شیخ قطب الدین کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب اس نیت سے اٹھا کہ ہانسی چلا جاؤں۔ تو آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ مولانا فریدالدین یہ تو میں جانتا ہوں۔ کہ تم چلے تو جاؤ گے۔ عرض کی جس طرح حکم ہو۔ فرمایا اچھا جاؤ تقدیر یونہی ہے۔ کہ آخری وقت تمہاری ملاقات نصیب نہ ہوگی۔ پھر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس درویش کے فقر اور دینی و دنیاوی نعمت کی زیادتی کے لئے ہم سورۂ فاتحہ اور اخلاص پڑھتے ہیں۔ سب نے پڑھی اور دعا بھی کی۔ پھر خاص مصلّٰے اور عصا دو تو عنایت کر کے فرمایا کہ میرا اپنا سجادہ۔ خرقہ۔ دستار اور نعلین بطور امانت قاضی حمید الدین ناگوری کو دونگا۔ پانچویں روز تمہیں مل جائینگی۔ انہیں لے لینا۔ ہمارا مقام تمہارا مقام ہے۔ جونہی شیخ قطب الدین ؒ نے یہ بات کہی۔ حاضرین مجلس سے نعرہ اٹھا۔ اور سب نے دعا کی ٭

سلطان المشائخ ؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس سرہٗ کو کوئی صاحبدل درویش ملا۔ آپ نے دیکھ کر پہچان لیا۔ فوراً گھر آئے۔ گھر میں سوائے جوار کے دانوں کے اور کچھ نہ تھا۔ آپ نے خود ہی انہیں پیسا اور روٹی پکا کر اس درویش کے پاس لے گئے۔ اس درویش نے کہا۔ کہ تمہارے گھر میں جوار کے دانوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ میں دیکھتا رہا ہوں کہ کس طرح تو نے انہیں پیسا۔ اور پھر روٹی پکائی۔ اب اتنی تکلیف تو نے میری خاطر اٹھائی ہے۔ جو مطلوب ہے مانگ۔ آپ نے جو کچھ مطلوب تھا مانگا۔ سو اللہ تعالےٰ کی عنایت اور اس درویش کی برکت سے مل گیا۔ یہ حکایت بیان کر کے سلطان المشائخ ؒ نے فرمایا۔ کہ شیخ کبیر کو یہ نعمت بہت مشقت اور تنگ حالی کے بعد ملی۔ پھر فرمایا کہ جب کوئی درویش صدق نیت سے کسی درویش کی خدمت کرتا ہے تو وہ بھی جہاں تک ہو سکتا ہے اسے بطور عوض کچھ عنایت کرتا ہے ٭

{ نکتہ ششم۔ در بیان بعضے ملفوظات شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز }

سلطان المشائخ ؒ نے اپنے دست مبارک سے لکھا ہے۔ کہ شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر نے فرمایا

ہے۔ کہ میں نے سات سو پیروں سے چار باتوں کی بابت پوچھا۔ تو سب نے ایک ہی جواب دیا وہ یہ ہے کہ مِنْ اَعْقَلُ النَّاسِ تَارِكُ الدُّنْيَا وَمَنْ اَكْيَسُ النَّاسِ الَّذِیْ لَا يُغَيِّرُ بِشَیْئٍ وَ مَنْ اَغْنَى النَّاسِ اَلْقَانِعُ وَمَنْ اَفْقَرُ النَّاسِ تَارِكُ الْقَنَاعَةِ (لوگوں میں سے سب سے دانا وہ جس نے دنیا کو ترک کیا۔ سب سے بزرگ وہ جو کسی شے سے نہ بدلا۔ سب سے غنی وہ جو قانع ہے۔ اور سب سے محتاج وہ جس نے قناعت کو ترک کردیا)۔

نیز فرمایا۔ اَلصُّوْفِیْ يَصْفُوْا بِهٖ كُلُّ شَيْئٍ وَلَا يُكَدِّرُهٗ شَیْئٌ (صوفی تمام چیزوں کو صاف کرتا ہے لیکن اسے کوئی میلا نہیں کر سکتی) نیز فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام جلال الدین نور اللہ مرقدہ نے فرمایا ہے۔ اَلْكَلَامُ مُسْكِرُ الْقُلُوْبِ اِنَّ اَوَّلَ الْكَلَامِ وَاٰخِرَهٗ اَنْ كَانَ لِلّٰهِ فَتَكَلَّمْ وَاِلَّا فَاسْكُتْ (کثرت کلام دلوں کو غافل بناتی ہے ہاں اگر اس کا شروع اور آخیر اللہ تعالےٰ کے واسطے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کی خاطر کرنے ہو تو کرو۔ ورنہ خاموش رہو) نیز فرمایا۔ کہ جب فقیر نئے کپڑے پہنے۔ تو یہ خیال کرے کہ کفن پہنتا ہوں۔ نیز فرمایا۔ اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِی الْقُبُوْرِ (انبیاء قبروں میں زندہ ہیں) نیز فرمایا ؎

لَوْ كَانَ هٰذَا الْعِلْمُ يُدْرَكُ بِالْمُنٰى ۔۔۔ مَا كَانَ يَبْقٰى فِی الْبَرِيَّةِ جَاهِلُ

ترجمہ اگر علم صرف خواہش سے ہی ہاتھ آجاتا۔ تو خلقت میں سے کوئی بھی نادان نہ رہتا۔

فَاجْهَدْ وَلَا تَكْسَلْ وَلَا تَكُ غَافِلًا ۔۔۔ فَنَدَامَةُ الْعُقْبٰى لِمَنْ يَّتَكَاسَلُ

(ترجمہ) کوشش کر غفلت اور سستی نہ کر۔ جو سستی کرتا ہے آخر ندامت اٹھائیگا۔

نیز فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ (میں ایک مخفی خزانہ تھا جب مجھے یہ خواہش ہوئی کہ پہچانا جاؤں۔ تو میں نے خلقت کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں) نیز فرمایا کہ اپنے آپ کو ایسا ظاہر کرو جیسے تم ہو نہیں تو جیسے تم ہوگے ویسا ہی تم کو دکھلایا جائیگا۔ نیز فرمایا جَذْبَةٌ مِّنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ (اللہ تعالےٰ کا جذبہ دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہے) نیز فرمایا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ طُوْبٰى لِمَنْ شَغَلَهٗ عَيْبُهٗ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ (وہ شخص خوش قسمت ہے جو لوگوں کے عیبوں کو چھوڑ اپنے عیبوں کو دیکھنے میں مشغول ہوا۔ نیز فرمایا ؎

رَضِینَا قِسْمَۃُ الْجَبَّارِ فِینَا   لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُہَّالِ مَالُ

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی قسمت کردہ شے پر ہم راضی ہیں ہمیں علم دیا ہے اور جاہلوں کو مال)

نیز فرمایا اَلصُّوْفِیُّ یَصْفُوْ بِہٖ کُلُّ شَیْئٍ وَلَا یُکَدِّرُہٗ شَیْئٌ (صوفی وہ ہے جس کی برکت سے ہر شے پاک صاف ہو جائے اور کوئی چیز بھی اُسے گدلا نہ کر سکے) نیز فرمایا لَوْ اَرَدْتُّمْ بُلُوْغَ دَرَجَۃِ الْکِبَارِ۔ فَعَلَیْکُمْ بِعَدَمِ الْاِلْتِفَاتِ اِلٰی اَبْنَاءِ الْمُلُوْکِ (اگر تم بزرگوں کے رُتبے کی خواہش کرتے ہو تو بادشاہوں کے لڑکوں کی طرف ہرگز توجہ نہ کرو ؎

دوشینہ شبنم دل حزینم بگرفت   واندیشہ یار نازنینم بگرفت
گفتم بسر ودیدہ روم بر در تو   اشکم بارو بدو آستینم بگرفت

نیز فرمایا۔ اَلْمُبَاحِثَۃُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ خَیْرٌ مِّنْ تَکْرَارِ السَّنَتَیْنِ (دو کے درمیان مباحثہ دو سالوں کے تکرار سے اچھا ہے) ؎

اے مدعی بدعوے چندیں مکن دلیری   یک حرف راز معنی صد جواب باشد

نیز فرمایا اَلْاٰفَۃُ فِی التَّدْبِیْرِ وَالسَّلَامُ فِی التَّسْلِیْمِ (تدبیر میں مصیبت ہے۔ اور تسلیم میں سلامتی) نیز فرمایا۔ اَلْعُلَمَاءُ اَشْرَفُ النَّاسِ وَالْفُقَرَاءُ اَشْرَفُ الْاَشْرَافِ (علماء عام لوگوں کی نسبت شریف ہیں اور فقیر اشرافوں سے بھی اشراف) نیز فرمایا اَلْفَقِیْرُ بَیْنَ الْعُلَمَاءِ کَالْبَدْرِ بَیْنَ کَوَاکِبِ السَّمَاءِ (فقیر علماء میں ایسا ہے جیسے چودھویں کا چاند آسمانی ستاروں میں) نیز فرمایا اِنَّ اَرْذَلَ النَّاسِ مَنِ اشْتَغَلَ بِالْاَکْلِ وَاللِّبَاسِ۔ (انسانوں میں سب سے رذیل وہ ہے جو کھانے پینے میں مشغول ہوا)

منقول ہے کہ ایک بزرگ نے شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین کے ملفوظات سے پانسو کلمات جمع کئے ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہاں لکھے جاتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:۔ اللہ تعالیٰ سے موافقت کرنی چاہئے کیونکہ سب لیتے ہیں اور وہ دیتا ہے جب وہ دیتا ہے تو کوئی نہیں لیتا۔ اپنے آپ سے بھاگنا خدا رسیدہ ہوتا ہے۔ بدن کی مراد پوری نہ کر کیونکہ اور مانگیگا۔ نادان کو زندہ نہ خیال کر۔ دانا نما نادان سے ڈر جو سچائی جھوٹ کے مشابہ ہے وہ نہ کر۔ جو چیز نہیں خریدنی وہ مت بیچ۔ مال ومتاع اور مرتبے کی خاطر غم نہ کر ہر شخص کی روٹی نہ کھا۔ لیکن سب کو دے۔ اجل کو کسی جگہ بھی فراموش نہ کر سخن کو قیاساً نہ کر معصیت کو حرص ہوا

کا نتیجہ جان۔ گناہ کی لاف زنی نہ کر۔ دل کو شیطان کی کھیل نہ بنا۔ اپنے باطن کو ظاہر سے اچھا رکھ۔ آرائش کی کوشش نہ کر نفس کو اپنے مرتبے کے لئے خوار نہ کر۔ عاجز اور نئے دولتمند سے قرض نہ لے۔ قدیمی خاندانوں کی عزت کر نئی دولت کی کوشش ہر روز کرو۔ جہاں تک ہوسکے مستورات کو گالی دینے کی عادت سے باز رہے۔ مزاج اور شراب کے انجام کو دیکھو۔ لوگوں کا احسان اپنے پر سمجھو لیکن کسی پر احسان نہ جتاؤ۔ جس نے نیکی کی ہوا اس کو اپنا سمجھو۔ جس برائی کی طرف دل مائل ہو اس کا خیال جلدی چھوڑ دو۔ ایسا غلام نہ رکھو جو چاہتا ہو کہ تم اسے بیچ دو۔ نیکی کرتے وقت بہانہ نہ کرو۔ پورے طور پر نہ لڑ صلح کی گنجائش رکھ۔ ہلکے پن اور درستی کو ضعیفی سمجھ۔ کسی دشمن سے خواہ وہ تجھ سے خوش ہی ہو بے کھٹکے نہ رہ۔ جو تجھ سے ڈرتا ہے اس سے ڈر۔ طاقت پر بھروسہ نہ کر۔ شہوت کے وقت اور وقتوں کی نسبت اپنی زیادہ حفاظت کرو۔ جب تو دولتمندوں کے پاس بیٹھے تو دین کو نہ بھلا۔ عزت اور شان عدل اور انصاف میں ہے۔ دولتمندی کے وقت ہمت کو بڑا رکھو۔ دین کا کوئی بدل نہیں۔ وقت کا عوض کوئی چیز نہیں۔ سخاوت سچ بولنے والے پر کر۔ گردن کشوں پر تکبر کر۔ مہمانوں سے تکلف نہ کرو۔ علم اور تجربہ کا تحفہ ساتھ لے۔ جب اللہ تعالے کی طرف سے تکلیف نازل ہو تو اس سے مت بھاگ۔ جو درویش دولتمندی کی امید کرتا ہے اسے لالچی سمجھ۔ بادشاہ کو زیر وہ رکھنا چاہئے۔ جو اللہ تعالے سے ڈرے۔ دشمن کو تدبیر سے برباد کر۔ اور دوست کو تواضع سے قابو کر۔ جان پرستی بلائے ناگہانی ہے۔ اپنے عیب کو دیکھ۔ خوش رہنے کو دولتمندی سمجھ تاکہ قائم رہے۔ ہنر اگر بے عزتی سے بھی ملے تو حاصل کر۔ دشمن کی دھمکی سے ہی حوصلہ نہ چھوڑ۔ دشمن کے آگے ڈھال نہ پھینک دے اگر رسوا ہونا نہیں چاہتے تو مت گڑگڑاؤ۔ اگر ساری خلقت کو دشمن بنانا چاہتے ہو تو تکبر کیا کرو۔ آس بات کی کوشش کرو۔ کہ مرکر زندہ ہو جاؤ ۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ کسی نے اکبر شیخ شیوخ العالم فرید الدین کی خدمت میں عرض کی کہ میں نے ایک روز چند ایک دانے چڑیوں کو ڈالے تھے۔ دوسرے دن ایک سیر گیہوں اور ایک ٹکہ مجھے مل گیا۔ آپ نے فرمایا ؎

خورش دہ بکنجشک و کبک و حمام　　　کہ ناگہ ہمائے در افتد بدام

معتبر اشخاص سے سننے میں آیا ہے۔ کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا سے شیخ الاسلام

فرید الدین قدس سرہ کی خدمت میں کوئی بات نکل گئی جو آپ کی طبع کے موافق نہ آئی۔ اُس کی معافی کے لئے اول الذکر نے معافی کا خط لکھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان عشقبازی ہے۔ آپ نے لکھ بھیجا۔ کہ ہمارے تمہارے درمیان عشق ہے۔ بازی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نکتۂ ششم۔ دربیان بعضے کرامات شیخ شیوخ العالم فرید الحق
والدین والملۃ بزرگوار آں قدس اللہ سرہما العزیز

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں عرض کی کہ میری ایک درخواست ہے اگر آپ منظور فرمائیں۔ فرمایا کیا ہے؟ عرض کی کہ جناب کی داڑھی کا ایک بال گر گیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں بطور تعویذ اسے پاس رکھوں۔ فرمایا۔ بہتر۔ میں نے بڑی تعظیم سے اسے اٹھا لیا۔ اور کپڑے میں لپیٹ کر اپنے ساتھ شہر لے آیا۔ سلطان المشائخ یہ حکایت بیان کرتے وقت آبدیدہ ہوتے۔ اور فرمایا۔ اس ایک بال کے میں نے بہت اثر دیکھے چنانچہ کبھی دکھ درد والا آکر مجھ سے تعویذ مانگتا۔ تو میں وہی بال بطور تعویذ اسے دیتا۔ اللہ تعالےٰ اسے شفا نصیب کرتا۔ ایک دفعہ میرے ایک دوست تاج الدین مینائی کا لڑکا بیمار ہوا۔ جب اس نے آکر تعویذ مانگا تو جہاں میں نے رکھا تھا۔ بہتیرا ڈھونڈا۔ لیکن نہ ملا۔ آخر جب وہ لڑکا فوت ہو گیا۔ تو پھر وہ تعویذ اسی جگہ سے جہاں میں نے پہلے رکھا تھا مل گیا۔ چونکہ اس لڑکے کی اجل آچکی تھی اس لئے تعویذ نہ ملا +

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ دہلی میں ایک بزرگ انیم نام نے ایک مسجد بنوائی۔ اور اسکی امامت شیخ نجیب الدین متوکل کے سپرد کی۔ اس بزرگ نے اپنی لڑکی کی شادی پر ایک لاکھ ٹنکا صرف کیا۔ ایک دفعہ اثنائے گفتگو میں شیخ نجیب الدین متوکل نے اسے کہا کہ پورا مومن وہ شخص ہوتا ہے جس میں حقتعالےٰ کی دوستی بچوں کی دوستی پر غالب ہو۔ اگر آپ راہ حق میں اس سے دوگنا خرچ کریں جتنا کہ بچوں کے لئے کیا ہے تو آپ بھی پورے مومن ہو سکتے ہیں۔ وہ بزرگ اس بات سے ناراض ہوا۔ اور شیخ سے امامت لے لی۔ شیخ صاحب اجودھن میں شیخ فریدالدین کی خدمت میں گئے اور ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا ہم کسی آیت کو منسوخ یا فراموش نہیں کرتے تاوقتیکہ اس سے بہتر یا اس جیسی آیت نہ لائیں۔ بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ اگر امامت گئی ہے تو اتابکی ظاہر ہو جائیگی۔ چنانچہ انہیں دنوں اتابک نام ایک بادشاہ اس ملک میں آیا

جس نے اس خانوادہ کی بہت خدمات کیں۔ اور اسی خاندان کی خدمت سے منسوب ہوا۔
سلطان المشائخ فرماتے ہیں جب سلطان ناصرالدین اوچہ اور ملتان کی طرف گیا۔ تو سارا لشکر شیخ شیوخ العالم فریدالدین قدس سرہ کی زیارت کے لئے تیار ہوا۔ جس مقام پر آپ تھے۔ وہ خلقت کی آمد و رفت سے خراب ہو گیا۔ بعد ازاں آپ کی آستین گلی کی طرف لٹکا دی۔ خلقت آکر اس آستین کو بوسہ دیتی اور چلی جاتی۔ پھر وہ آستین بھی پھٹ گئی۔ پھر آپ مسجد میں آئے۔ اور مریدوں کو حکم دیا۔ کہ میرے گرد آکر بیٹھ جاؤ۔ تاکہ خلقت حلقہ کے اندر نہ آئے۔ دور سے ہی سلام کر کے چلی جائے۔ مریدوں نے ایسا ہی کیا۔ ایک بوڑھا فراش آیا۔ اور مریدوں کے حلقے سے گذر کر آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور آپ کا پاؤں پکڑ کر کھینچا۔ اور اس پر بوسہ دیا۔ اور کہا شیخ فرید! ناراض ہوتے ہو۔ اللہ تعالے کی نعمت کا شکر نہیں کرتے جب آپ نے یہ سنا۔ تو نعرہ مارا اور فراش کی نوازش فرمائی اور معافی مانگی۔

میں (مصنف) نے اپنے والد بزرگوار سید محمد مبارک کرمانی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جب ناصرالدین لشکر لئے ہوئے شہر والہ کے قریب پہنچا۔ تو اس نے اجودھن جا کر شیخ شیوخ العالم کی قدمبوسی کرنی چاہی لیکن سلطان غیاث الدین نے جو ان دنوں الغخاں اور نائب السلطنت تھا۔ بادشاہ کو کہا کہ لشکر بہت ہے۔ اور اجودھن کی راہ میں پانی نہیں ملتا۔ اگر حکم ہو تو میں ہدیہ اور فتوح لیکر خود شیخ صاحب کی خدمت میں جاؤں۔ اور معافی مانگ لاؤں سلطان غیاث الدین کے دل میں ان دنوں ملک گیری کی ہوس تھی۔ دل میں خیال کیا۔ کہ اگر یہ کام میرے نصیب میں ہے اور تخت سلطنت مجھے ملنا ہے تو شیخ صاحب ضرور میرے حق میں دعا کرینگے۔ یہ دل میں ٹھان کر حکم شاہی معہ زر و سیم اور چار گاؤں جاگیر نامہ کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قدمبوسی کر کے وہ سب کچھ آپ کی نذر کیا۔ آپ نے فرمایا یہ کیا ہے۔ الغخاں نے کہا۔ کہ یہ چاندی اور چار گاؤں کا جاگیر نامہ خاص آپ کے لئے ہے۔ آپ نے سکرا کر فرمایا۔ کہ نقدی مجھے دو۔ تاکہ درویشوں کو بانٹ دوں۔ اور جاگیر نامہ لیجاؤ۔ کیونکہ اس کے طالب بہت ہیں۔ پھر الغخاں کے دل میں وہ خیال کھٹکا۔ آپ نے فی الفور زبان مبارک سے فرمایا ؎

فریدوں فرخ فرشتہ نبود   ز عود و ز عنبر سرشتہ نبود

زد اد و دہش یافت آں نیکوئی تو داد و دہش کن فریدوں توئی

جونہی آپ سے الغخاں نے یہ سنا۔ پگڑی میں بطور یادداشت گرہ باندھی۔ اور زمین بوسی کر کے خوش دل واپس آیا۔ اس کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں بادشاہ ہو گیا اور ہندوستان کی سلطنت اُس کے قبضے میں آئی۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

سرے کہ سودہ شود بر زمیں بخدمتِ تو ز یک قبول تو تا حشر تاجدار شود

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز جب عشاء کی نماز ادا کر کے سر زمین پر رکھے ہوئے یاد الٰہی میں مشغول تھے۔ جاڑے کا موسم تھا۔ سرد ہوا چل رہی تھی۔ پوستین لا کر آپ کے وجود مبارک پر اوڑھ دی۔ میرے سوا کوئی خدمتگار وہاں موجود نہ تھا۔ ایک شخص نے آکر اس بلند آواز سے پکارا کہ آپ شغل سے باز رہے لیکن اسی طرح سربسجود رہے۔ اور پوستین اوڑھے ہوئے فرمایا کہ کیا کوئی ہے؟ میں نے عرض کی حاضر ہوں۔ فرمایا یہ جو شخص آیا ہے۔ اُس کی کمر میں زرد کمر بند ہے۔ میں نے دیکھ کر عرض کی جناب ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ اس کے پاس زنجیر بھی ہے۔ میں نے دیکھ بھال کر کے عرض کی ہے۔ فرمایا۔ اس کے کان میں کچھ ہے۔ میں نے دیکھا تو تھی۔ آپ فرماتے تھے۔ اور میں دیکھ کر جواب دیتا تھا۔ اس دفعہ جو میں نے عرض کی کہ اس کے کان میں بالا ہے۔ تو یہ شخص تنگ آگیا۔ آپ نے فرمایا۔ جا بے عزت ہونے سے پہلے چلا جا۔ جب میں نے مڑ کر دیکھا۔ تو وہ خود چلا گیا تھا۔

منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ کی سبحہ انگلی پر سانپ نے ڈسا۔ آپ نے کوئی علاج نہ کیا۔ یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ غلبہ شوق میں آپ کو پسینہ آیا۔ جس سے زہر کا اثر زائل ہو گیا۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میں اجودہن جا رہا تھا۔ کہ رستے میں سرسنام جنگل میں مجھے سانپ نے ڈسا۔ جس شخص کے ہمراہ میں جا رہا تھا۔ اُس نے دم کیا تو زہر نے اثر نہ کیا اور میں تندرست ہو گیا۔ جب ہم اجودہن پہنچے تو بے وقت تھا۔ اور تمام دروازے بند تھے۔ یاروں نے کہا۔ کہ ہم دیوار پھاندتے ہیں۔ دیکھا تو دیوار میں ہر طرف سوراخ ہو گیا تمام یار تو اوپر چڑھ گئے میں ڈرا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بھی اوپر کھینچ لیا۔ جب صبح حاضر خدمت ہوئے تو سب کی خیر و عافیت پوچھی لیکن مجھے نہ پوچھا۔ دیر بعد فرمایا۔ کہ سانپ کا ڈسنا دروازہ ہے حصار کا ڈھونڈتا کہاں آیا ہے۔ شیخ نصیر الدین محمودؒ کی بابت روایت

کرتے ہیں کہ سر حد سرسی میں سانپ کا ڈسنا نور باطنی سے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کو ایک بیماری لاحق ہوئی۔ ایک روز آپ نے چند ایک قدم چلنا چاہا۔ عصا پکڑ کر روانہ ہوئے۔ تھوڑے ہی قدم گئے تھے کہ عصا ہاتھ سے پھینک دیا۔ اور آپ کی پیشانی پر پشیمانی نمایاں تھی۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ ہمیں عتاب کیا گیا تھا۔ کہ کیوں ہمارے غیر پر بھروسہ کیا ؂

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ یوسف ہانسوئی اعلیٰ یاروں میں سے تھا۔ ایک دفعہ وہ اوچھ سے آیا۔ آنجناب نے اس سے پوچھا۔ کہ کن کن لوگوں کو دیکھا؟ عرض کی فلاں فلاں اس شغل میں مشغول تھا۔ اور فلاں آدمی اس قسم کی عبادت کرتا تھا۔ آنجناب کے دل میں خواہش ہوئی کہ ان سے ملاقات کریں۔ وضو کا بہانہ کر کے اُٹھے اور دیر تک نہ آئے۔ یاروں نے مسجد کے اندر باہر اور اِدھر اُدھر دیکھا۔ لیکن نہ ملے۔ دیر بعد آپ تشریف لائے تو یوسف نے پوچھا کہ جناب کہاں تشریف لے گئے تھے۔ فرمایا تو نے اوچھ کے باشندوں کی جو تعریف کی تھی اس سے مجھے انکی ملاقات کی خواہش ہوئی میں نے انہیں دیکھا ہے سب نے دوکان کھول رکھی ہے۔ ان پر یہی مثل صادق آتی ہے۔ اونچی دوکان پھیکا پکوان ؂

منقول ہے کہ سلطان المشائخ کی مجلس میں کسی یار نے کہا۔ کہ بہاؤ الدین خالد کہتا تھا۔ کہ میں اجودھن میں شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں گیا۔ اور جامع مسجد میں محراب کے آگے بیٹھ گیا لیکن لوگوں نے مجھے خواجہ صاحب کی خدمت میں جانے نہ دیا۔ محراب میں شگاف تھا۔ وہاں ایک کاغذ کا ٹکڑا دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا۔ کہ خالد کو فرید کی طرف سے سلام ہو۔ میں حیران رہ گیا۔ پھر خواجہ صاحب کی خدمت میں گیا۔ اور یہ ماجرا بیان کیا۔ ایک یار نے سلطان المشائخ سے پوچھا کہ یہ کاغذ کوئی لکھتا ہے یا بارگاہ الٰہی سے آتا ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ ملہم نام ایک فرشتہ ہے وہ نقش دل میں لکھتا ہے۔ تو الہام ہوتا ہے۔ اس شخص نے پوچھا۔ شاید یہ کاغذ بھی وہی فرشتہ لکھتا ہے سلطان المشائخ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ ملہم کے تین کام ہیں۔ ایک تو دل میں کسی بات کا خیال لاتا ہے۔ دوسرے غیب سے آواز دیتا ہے تیسرے کاغذ پر لکھ کر ظاہر کرتا ہے اولیاء صرف نقش کو دیکھتے ہیں۔ نقاش کو نہیں دیکھتے۔ لیکن انبیاء نقش بھی دیکھتے ہیں اور نقاش بھی۔ جس وقت نقش ظاہر ہو۔ تو اگر دل میں نور پیدا ہو تو وہ رحمانی ہے۔ جسے فرشتے نے لکھا ہے اگر تاریکی پیدا ہو تو شیطانی ہے۔ کیونکہ شیطان بھی دل میں القا کرتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہاں پر فرشتے اور شیطان کا کیا کام۔ کیونکہ جو کچھ ہوتا ہے۔ اسی کی طرف

سے ہوتا ہے ۔

میں (مصنف) نے اپنے چچا بزرگوار سید السادات سید حسین رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے۔ کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کیطرف خط لکھنا چاہا۔ کاغذ قلم لیکر سوچنے لگے کہ خطاب کیا لکھوں۔ دل میں خیال آیا کہ جو خطاب ان کا لوح محفوظ میں لکھا ہے وہی لکھوں۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے جب آسمان کیطرف سر اٹھایا۔ تو لوح محفوظ میں ان کا لقب شیخ الاسلام لکھا دیکھا۔ بعد میں آپنے بھی کاغذ میں بھی یہی خطاب لکھا۔ کسی ولی اللہ نے کہا ہے ؎

قلوب العارفین لھا عیون ترٰی مالا یراہ الناظرینا

(ترجمہ) عارفوں کے دلوں کو وہ آنکھیں نصیب ہیں جن سے وہ ایسی چیزیں دیکھتے ہیں۔ جن کو عام آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔

ماجنحۃ تطیر بغیر ریش الی ملکوت رب العالمینا

(ترجمہ) پروں کے بغیر بازوؤں سے پروردگار عالمین کے عالم ملکوت کی طرف پرواز کرتے ہیں۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ محمد نام ایک یار شیخ شیوخ العالم فریدالدین قدس سرہ کے بعض اسرار سے واقف تھا۔ ایک جمعہ کو وہی یار مسجد میں آنجناب کے پیچھے بیٹھا ہُوا تھا۔ دیر تک بیہوش رہا۔ آپنے اس سے پوچھا۔ کہ تیری کیا حالت تھی۔ پھر خود ہی فرمایا۔ کہ اس وقت نماز میں مجھے معراج حاصل ہُوا۔ اور درویشوں کی نعمت سے تجھے بھی کچھ ملا تھا۔

میں (مصنف) عرض پرواز ہوں کہ جو حالت اور تحیر سلطان المشائخ کو جمعہ کی نماز کی تکبیر تحریمہ کے بعد ہوا اور مرتے دم تک اسی حالت پر رہے جیسا کہ سلطان المشائخ کے ذکر میں نکتہ مرض موت کے بیان میں لکھا ہُوا ہے۔ اس معراج کی مانند ہے جو شیخ شیوخ العالم کو نماز جمعہ میں نصیب ہُوا جیسا کہ اس حکایت میں مذکور ہُوا ہے ۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید بنا۔ تو جو گودڑی مجھے آپ سے عنایت ہوئی تھی پہنے ہوئے دہلی کی جامع مسجد میں جا رہا تھا۔ کہ شرف الدین قیامی نے مجھے بُلا کر بیعت کی کیفیت اور خلعت کے حاصل کرنے کی سرگزشت مجھ سے پوچھی۔ میں نے سب کچھ کہدیا۔ میری حالت سُن کر اس نے دو ہزار شیخ شیوخ العالم کو بُرائی سے یاد کیا۔ اور مجھے بھی بُرا بھلا کہا۔ گو میں جواب دے سکتا تھا لیکن میں نے بُردباری سے کام لیا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا اچھا فرمایا ہے ؎

بخدا و بسر و پائے تو کز دوستیت   خبر از دشمن و اندیشہ دشنامم نیست

جب پھر میں شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ زار زار روئے اور اس بردباری پر میری تعریف کی۔ اور اس غلبہ حال میں جناب کی زبان مبارک سے نکلا۔ میں تو جانتا تھا۔ کہ شیخ شرف الدین گذر گیا ہے۔ جب میں پھر دہلی آیا۔ تو سنا کہ شرف الدین قیامیؒ تو ہو چکا ہے ؁

شیخ نصیر الدین محمود کی بابت روایت کرتے ہیں۔ کہ کوئی شخص شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اسے کھانا دو جب کھانا لائے تو اس نے عرض کی۔ کہ عرصے سے میں نے کھانا ترک کر دیا ہے۔ آپ نے وجہ پوچھی تو عرض کی۔ کہ میں فلاں گاؤں میں رہا کرتا تھا۔ کافروں نے اس گاؤں کو لوٹا گھسوٹا جس میں میرے خویش و اقربا اور زن و بچہ کو گرفتار کر کے لے گئے میری عورت مجھے بہت پیاری تھی وہ بھی لوٹ میں اسیر ہو گئی۔ اس کی جدائی میں بے قرار و بے آرام ہوں۔ اور مرنے کی میں نے ٹھان لی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کھانا کھا لے۔ اتنے میں ایک منشی آدمی آیا۔ جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جا تیری رہائی ہو جائیگی بشرطیکہ تو اس مرد کو لونڈی دیدے۔ وہ مرد کہتا تھا کہ میں لونڈی کو کیا کروں گا۔ میں تیرے ساتھ نہیں جاتا۔ اس منشی نے کہا میری رہائی اس بات پر منحصر ہے کہ تجھے لونڈی دوں۔ مجبوراً آدمیوں نے اسے اس کے ہمراہ کیا۔ اور گھوڑے پر سوار کر کے اس کے ساتھ اسے بھیج دیا۔ جب وہ منشی اس بادشاہ کے پاس گیا جس نے اسے قید کر رکھا تھا۔ تو ملاقات ہوتے ہی اس نے رہا کر دیا۔ ان آدمیوں نے اس شخص کو لونڈی دینے کیلئے کہا۔ جب اس منشی نے اس آدمی کو لونڈی دی۔ تو اتفاق سے وہ اس کی عورت ہی تھی۔ جسے دیکھ کر وہ شخص مطمئن ہوا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ اجودھن کی جامع مسجد میں قاضی کی طرف سے ایک خطیب تھا۔ جس نے جمعہ کی نماز میں خطبہ پڑھتے وقت غلطی کی۔ کسی نے اسے شیخ شیوخ العالم کی زبانی کہا کہ نماز دوبارہ پڑھو۔ تمام خلقت نے پھر نماز ادا کی ؁

اجودھن کے قاضی عبداللہ نے جسے محمدؐ ابو الفضل کہا کرتے تھے برا بھلا کہنا شروع کیا۔ اس کی طبیعت بڑی جھگڑالو اور ضدی واقع ہوئی تھی۔ اس نے کہا کہ دیکھو کام کاج سے ڈر کر بھاگے ہوئے مشٹنڈے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ جب شیخ شیوخ العالم گھر آئے تو یاروں کو کہا۔ کہ اگر کوئی کسی پر وار کرے تو وہ اسے برداشت کرے۔ اگر وہ بھی اس پر حملہ آور ہو تو جائز ہے جناب

کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلتے ہی قاضی عبداللہ کو فالج ہو گیا جس سے اس کا چہرہ ٹیڑھا ہو گیا۔ پھر وہی قاضی آپ کی خدمت میں ایک ٹوکرا شکر اور ایک بکری لایا اور آپ کے پاؤں پڑا۔ آپ نے فرمایا۔ عبداللہ! اٹھارہ سال سے میں تیری باتیں سنتا آیا ہوں۔ اب جو کچھ قرآن مجید سے فال نکلے وہی ہوگا۔ جب قرآن شریف کھولا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ نکلا۔ قَالَ یٰنُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ ۚ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ (پروردگار نے کہا اے نوح! یہ تیرے فرزندوں سے نہیں۔ کیونکہ اس کے عمل صالح نہیں) آپ نے فرمایا کہ یونہی ہوگا۔ قاضی بیچارے نے بہت کوشش کی لیکن میسر نہ ہوا۔ آخر جب گھر پہنچا۔ تو فوت ہو گیا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ایک آدمی اجودھن میں آنجناب کی خدمت میں آیا۔ اور آہستہ سے میرے کان میں کہنے لگا۔ کہ میں اور تو دہلی میں ہم سبق تھے حتیٰ کہ تو شہر کا قاضی اور مفتی ہو گیا۔ آنجناب نے نور باطنی سے یہ بات معلوم کر کے فرمایا کہ بیچارے اگر پڑھنا جھگڑنے کی خاطر ہے تو مت پڑھ۔ اور اگر عمل کرنے کی خاطر ہے تو اس پر عمل کر۔ اتنا ہی کافی ہے۔ علم شریعت کے حاصل کرنے کی غرض عمل ہے نہ کہ خلقت کا ستانا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص دہلی سے اجودھن کی طرف اس نیت سے روانہ ہوا۔ کہ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہو جائے۔ اثنائے راہ میں ایک طوائف بھی اس کے ساتھ ہو گئی۔ اس نے بہتیرا چاہا کہ یہ شخص میرے ساتھ ہم بستر ہو۔ لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ آخر جب پاس ہی کجاوے میں سوار ہوئے۔ حتیٰ کہ ان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہا۔ تو مرد بھی اس کی طرف مائل ہوا۔ شاید اس سے بات کی یا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر اسے دھتکارا کہ تو تو فلاں شخص کی خدمت میں تائب ہونے کے لئے جاتا ہے اور پھر ایسے فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ وہ فوراً متنبہ ہوا۔ الغرض جب وہ شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ تو پہلے ہی آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس روز تجھے خوب بچایا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کا ایک سچا اور معتقد مرید محمد شاہ غوری نام آپ کی خدمت میں گھبرایا ہوا حاضر ہوا۔ آپ نے وجہ پوچھی۔ تو عرض کی کہ میرا بھائی جاں بلب ہے۔ شاید میرے یہاں تک آنے میں اس کے دم برابر ہو گئے ہوں۔ تو شیخ کبیر نے فرمایا۔ جو تیری حالت اس وقت ہے وہ میری کئی سالوں سے ہے۔ لیکن میں نے کبھی کسی سے بیان نہیں کی۔ پھر فرمایا کہ جاؤ تمہارا بھائی تندرست ہو جائیگا۔ محمد شاہ جب گھر آیا تو دیکھا۔ کہ اس

کا بھائی میٹھا کھانا کھا رہا ہے۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ پانچ تند مزاج اور تلخ گفتار درویش شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ ہم بہتیرے پھرے۔ لیکن کسی کو درویش نہ پایا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ تمہیں درویشی دکھلائیں۔ وہ گستاخی کرکے روانہ ہوئے آپ نے فرمایا کہ اچھا جاتے تو ہو لیکن جنگل کی راہ نہ جانا۔ انہوں نے آپ کی بات کی پرواہ نہ کی۔ بلکہ جنگل کی راہ لی۔ آپ نے کسی کو ان کے پیچھے ان کی حالت دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ کہ کس راہ گئے ہیں۔ جب اس نے آکر کہا۔ کہ وہ جنگل کی راہ گئے ہیں۔ تو آپ اس طرح زار زار روئے۔ جیسے کوئی کسی کے ماتم پر روتا ہے۔ بعد ازاں خبر آئی کہ ان پانچوں پر بادِ سموم کا اثر ہوا جن میں سے چار تو بادِ سموم سے مر گئے۔ پانچواں جو پانی کنارے پہنچا اس قدر پانی پی گیا۔ کہ وہ بھی ہلاک ہوا۔ ۶۰۱۹

خواجہ احمد سیوستانی جو شیخ شیوخ العالم کے سابقہ مریدوں میں سے تھا کہتا ہے کہ میں آنجناب کے نہانے اور وضو کی خاطر پانی لایا کرتا تھا۔ ایک روز میری پیٹھ درد کرتی تھی جب مجھے پانی کے لئے بلایا۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ میری پیٹھ درد کرتی ہے آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا۔ پیٹھ کو جھکاؤ جب میں جھکا تو آپ نے دست مبارک میری پیٹھ پر پھیر کر فرمایا۔ کہ جاؤ پانی لاؤ۔ ان دنوں میں جوان تھا۔ اس دن سے لیکر آج تک قریباً سو سال کا عرصہ گذرا ہے میری پیٹھ میں کبھی درد نہیں ہوئی اور پانی بھی بافراط لاتا رہا ہوں یہی خواجہ احمد کہتا ہے۔ کہ ایک دفعہ آنجناب نے مجھے فرمایا کہ کپڑے دھولاؤ۔ میں دریا کنارے گیا اور دھو کر لے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ اور دھولاؤ۔ میں نے دل میں سوچا کہ اس حکم میں کوئی بھید ضرور ہے۔ شاید کپڑے دھونے میں مجھ سے کوئی کمی رہ گئی ہے۔ جب سوچا تو یاد آیا۔ کہ میں نے پہلے کپڑے دھوئے اور بعد میں وضو کیا۔ حالانکہ پہلے وضو کرنا چاہئے تھا۔ پھر میں نے پہلے وضو کیا اور دوگانہ ادا کر کے کپڑے دھو کر لایا۔ تو پھر آپ نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ اور دھولاؤ۔ میں نے پھر خیال کیا۔ کہ ضرور کوئی کوتاہی ہوئی ہے۔ آخر یاد آیا۔ کہ میں نے کپڑے دھو کر درخت کی شاخوں پر لٹکائے تھے۔ شاید جانوروں کی بیٹ وغیرہ لگ گئی ہوگی۔ اب کی مرتبہ دھو کر میں نے جنگل میں پھیلائے۔ اور خشک کر کے لایا۔ تو آپ نے منظور فرمائے۔ میں نے

اس خواجہ احمد کی ملاقات کی ہے۔ وہ سلطان تغلق کے عہد میں اجودھن سے غیاث پور آیا۔ اور مدت تک سلطان المشائخ کی خدمت میں رہا۔ وہ قریباً سو سال کا بوڑھا تھا لیکن قد میں ذرا بھر خم نہ آیا تھا۔ انہیں دنوں میرے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنے گھر بلایا۔ اس وقت میرے چھوٹے بھائی امیر داؤد کی عمر چھ ماہ کی تھی۔ اور کسی بیماری کی وجہ سے چند روز سے دودھ نہیں پیتا تھا۔ جب اسے خواجہ احمد کے پاس لائے۔ اور کیفیت بیان کی۔ تو اس نے اپنے لعاب دہن سے انگلی تر کر کے اس کے لبوں پر رکھی۔ جس سے فوراً ہونٹ ہلانے لگا۔ جب دایہ نے اپنی چوچی اس کے منہ میں رکھی۔ تو چوسنے لگا ٭

{نکتہ ہفتم۔ در بیان کرامات والدہ مکرمہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ کبیر کی والدہ بہت ہی بزرگ تھیں۔ چنانچہ ایک رات ایک چور آپ کے گھر میں آیا۔ اور سب گھر والے سوئے پڑے تھے۔ صرف آپ کی والدہ یاد الٰہی میں مشغول تھیں۔ چور آیا تو اندھا ہو گیا۔ پکارا کہ اگر اس گھر میں کوئی مرد ہے تو میرا باپ اور بھائی ہے۔ اگر عورت ہے تو میری ماں بہن ہے۔ جو کوئی بھی ہے۔ میں اس کے خوف سے اندھا ہو گیا ہوں۔ وہ دعا کرے تاکہ مجھے آنکھیں نصیب ہوں۔ اور میں اس فعل سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ کی والدہ نے دعا کی۔ اور اسے آنکھیں نصیب ہوئیں اور وہ چلا گیا۔ آپ کی والدہ نے اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کیا۔ صبح ایک شخص کو دیکھا۔ کہ وہی کا گھڑا سر پر اٹھائے آیا اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کو لایا ہے۔ لوگوں نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں آج رات اس گھر میں چوری کرنے کے لئے آیا تھا۔ یہاں پر ایک بزرگ عورت تھی۔ جس کے خوف سے میں اندھا ہو گیا تھا۔ اور پھر اسی کی دعا سے مجھے آنکھیں نصیب ہوئیں۔ میں نے عہد کر لیا تھا۔ کہ آئندہ چوری نہ کروں گا۔ اب میں گھر والوں سمیت آیا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں۔ وہ شخص معہ بال بچے کے آپ کی والدہ کی برکت سے مسلمان ہوا ٭

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جن دنوں شیخ شیوخ العالم اجودھن میں رہا کرتے تھے۔ شیخ نجیب الدین متوکل کو والدہ صاحبہ کے لانے کے لئے بھیجا۔ وہ لیکر جب راستے میں ایک درخت تلے آیا۔ تو پانی کی تلاش میں گیا۔ جب واپس آیا۔ تو والدہ کو نہ دیکھا حیران

ہو کر ادھر ادھر دیکھ بھال کی لیکن پتہ نہ چلا - آخر شیخ صاحب کی خدمت میں آکر ماجرا بیان کیا - تو آپ نے حسب دستور کھانا پکا کر بطور صدقہ دیا - مدت بعد جب شیخ نجیب الدین متوکل اس علاقے میں سے گذرا - اور اس درخت تلے آیا - تو دل میں والدہ کا خیال کرکے ادھر ادھر تلاش کرنے لگا - وہاں پر آدمی کی چند ایک ہڈیاں پائیں - جو اس خیال سے اٹھا کر تھیلی میں ڈال لیں - کہ شاید والدہ کو کوئی درندہ پھاڑ گیا ہے - جب آپ کی خدمت میں لا کر ماجرا بیان کیا - تو آپ نے فرمایا وہ تھیلی مجھے دکھاؤ - جب لا کر جھاڑی - تو اس میں سے ایک ہڈی بھی نہ نکلی - سلطان المشائخ نے یہ سنکر آبدیدہ ہو کر فرمایا - کہ بات عجائب روزگار ہے۔

نکتہ ہشتم - در بیان مرض و رحلت کردن شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز از دار الفناء بدار البقاء

سلطان المشائخ فرماتے ہیں - کہ شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس سرہ نے علّت کی بیماری سے رحلت کی جب سلطان المشائخ سے پوچھا گیا - کہ کیا آپ وقت رحلت موجود تھے ؟ تو آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا - کہ نہیں - مجھے ماہِ شوال میں دہلی بھیج دیا - اور خود پانچویں محرم کو رحلت فرمائی - رحلت کے وقت مجھے یاد فرمایا - کہ فلاں دہلی میں ہے - اور یہ بھی فرمایا کہ شیخ قطب الدین کی رحلت کے وقت میں بھی حاضر نہ تھا میں اس وقت دہلی میں تھا سلطان المشائخ یہ حکایت بیان فرماتے وقت ایسے روئے کہ حاضرین پر بھی اس کا اثر ہوا - نیز فرمایا - کہ پانچویں محرم کو آپ پر زحمت نے غلبہ کیا - نماز عشا با جماعت ادا کی - بعد ازاں بیہوش ہو گئے - ایک گھڑی بعد جب ہوش میں آئے - تو پوچھا کہ کیا میں نے نماز عشا ادا کی ہے ؟ حاضرین نے کہا - جناب نے ادا کی ہے - فرمایا - ایک دفعہ اور ادا کر لوں - کون جانتا ہے - کہ کیا واقع ہو گا - نماز ادا کرکے بیہوش ہو گئے - پھر جب ہوش میں آئے - تو پوچھا کہ کیا میں نے نماز عشا ادا کی ہے ؟ حاضرین نے عرض کی کہ دو مرتبہ - فرمایا اچھا ایک دفعہ اور ادا کر لوں - کون جانتا ہے کہ کیا واقع ہو - تیسری مرتبہ جب نماز ادا کی - تو جناب نے رحلت فرمائی -

میں مصنفؒ نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے - کہ جب شیخ کبیر کا انتقال ہوا - اور غسل دیا گیا - تو ایک چادر کی ضرورت ہوئی - کہ جنازے کے اوپر ڈالیں میرے والد بزرگوار نے کہا کہ مجھے یاد ہے - کہ میر یعنی سید محمد کرمانی "

میرے (مصنف) والد بزرگوار نے جلدی سے میری دادی سے ایک چادر لی۔ اور وہ شیخ کبیر کے جنازے پر ڈالی گئی۔ شیخ کبیر کے فرزندوں کی یہ رائے تھی۔ کہ اجودھن کی فصیل کے باہر جہاں پر شہید لیٹے پڑے ہیں وہاں پر شیخ صاحب کا دفن کیا جائے جب جنازہ باہر لائے۔ تو اتنے میں شیخ صاحب کے فرزند ارجمند خواجہ نظام الدین تشریف لائے۔ جو سلطان غیاث الدین بلبن کے ملازم تھے اور قصبہ پٹیالی میں رہا کرتے تھے۔ انہوں نے شیخ صاحب کو خواب میں دیکھا تھا۔ جو انہیں اپنی خدمت میں بلاتے تھے۔ چنانچہ آپ اجازت لیکر اجودھن آئے جس رات شیخ صاحب نے رحلت فرمائی۔ اس رات وہ اجودھن میں آئے لیکن دروازے بند تھے۔ اس لئے رات باہر بسر کی۔ اس رات شیخ کبیر نے فرمایا کہ اگرچہ نظام الدین آگیا ہے۔ لیکن کیا فائدہ جو ملاقات نصیب نہ ہوئی۔ جب صبح ہوتے اندر آنا چاہا۔ تو جنازہ ہی ملا۔ بھائیوں سے پوچھا۔ کہاں دفن کروگے۔ کہا فصیل کے باہر شہیدوں کے پاس۔ کیونکہ شیخ صاحب عموماً وہیں یاد الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ خواجہ نظام الدین نے کہا۔ اگر آپ لوگ شیخ صاحب کو فصیل کے باہر دفن کروگے۔ تو تم پر کوئی بھی اعتبار نہیں کریگا۔ کیونکہ جو زیارت کے لئے آئیگا۔ وہ باہر ہی سے فاتحہ کہہ کر چلا جائیگا۔ الغرض آپ کی مرضی کے مطابق پھر جنازہ اندر لائے اور جہاں پر اب مزار ہے وہیں دفن کئے گئے۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ کسی شخص نے شیخ کبیر کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اگر حکم ہو۔ تو مسکینوں کا جو حجرہ لکڑی اور کیچڑ کا بنا ہوا ہے۔ اینٹوں کا بنوا دوں۔ آپ نے فرمایا کہ سات سال سے مسعود بیٹے نے یہ نیت کی ہے کہ اینٹ پر اینٹ نہ رہے۔ مختصر یہ کہ اس آدمی نے آنجناب کی اولاد کو کہہ کہلا کر حجرہ بنوایا۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد وہ حجرہ ڈھا یا گیا۔ اور وہیں آپ کا روضہ بنایا گیا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ شیوخ العالم کی لحد کے لئے کچی اینٹوں کی ضرورت تھی۔ اور جگہ سے نہ مل سکیں۔ اسلئے شیخ صاحب کے مکان سے نکال کر استعمال کی گئیں۔

واضح ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ فرید الدین الحق والدین مسعود گنجشکر سنہ ۵۶۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور سنہ ۶۶۴ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی عمر پچانوے سال تھی۔ واللہ اعلم۔ آپ سنہ ۵۸۴ ہجری میں خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کے مرید ہوئے۔ مرید ہونے کے بعد

اسی سال زندہ رہے سلطان المشائخ سے پوچھا گیا کہ شیخ کبیر کی عمر کتنی تھی۔ تو فرمایا پچانویں سال۔ اور ساتھ فرمایا۔ یا حی یا قیوم ؎

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ پہلے شیخ سعد الدین حمویہ نے رحلت فرمائی اس کے تین سال بعد شیخ سیف الدین باخرزی اس کے تین سال بعد شیخ بہاؤ الدین زکریا اس کے تین سال بعد شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس سرہ نے۔ نیز سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ کیا ہی اچھا زمانہ تھا۔ کہ حسب ذیل پانچ بزرگ زندہ تھے یعنی شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین۔ شیخ ابوالغیث یمنی۔ شیخ سیف الدین باخرزی۔ شیخ سعد الدین حمویہ اور شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز ؎

شیخ اعظم فرید ملت و دیں ۔۔۔ شیخ ابو الغیث شیخ سیف الدین

شیخ سعدی حمویہ شیخ الوقت ۔۔۔ شیخ صاحب نفس بہاؤ الدین

بود ہر پنج پیر در یک عصر ۔۔۔ ہر یکے بادشاہ دنیا و دین

منہم۔ سلطان المشائخ۔ برہان الحقائق۔ اولیائے دین کے سردار۔ اصفیائے علم الیقین کے پیشوا۔ علوم ربانی کے عالم۔ اسرار رحمانی کے کاشف۔ ظاہر و باطن میں آراستہ۔ جہان کے امور کو اپنے وجود مبارک سے سنوارے ہوئے۔ حق جل و علا کی صفات سے متولے۔ ذات بے ہمتا کے عاشق۔ کرامت کی کان۔ لطافت کی صورت۔ کثرت بکا کی وجہ سے اولیاء میں مشہور تمام اوصاف میں برگزیدہ۔ اصفیا میں موصوف یعنی سلطان المشائخ نظام الحق والحقیقۃ والشرع والدین۔ وارث انبیاء المرسلین سید سلطان الاولیاء نظام الدین محمد محبوب الٰہی بن سید احمد بن سید علی البخاری الچشتی [illegible] قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم العزیز ؎

ذاتے کہ در لطافت طبع و کرامتش ۔۔۔ مثلش نبود و نیز نباشد دریں جہاں

امیر خسرو نے سلطان المشائخ کی تعریف میں کیا اچھا کہا ہے ؎

قطب عالم نظام ملت و دیں ۔۔۔ کافتاب کمال شد رخ او

ور جنید و ز شبلی و معروف ۔۔۔ یادگارے است ذات فرخ او

شیخ ایشاں اگر چنیں بودند ۔۔۔ در نہ بودند ایں چنیں شیخ او

آپ کا دریا جیسا باطن جو ہر لحظہ عالم غیب میں سقاہم ربہم شرابا طہورا کے ساقی سے بھرے ہوئے پیالے نوش کرتا ہے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

دریا کشم از کف تو ساقی ۔۔۔ نگذارم نیم جرعہ باقی

لیکن دوست کے بھید کا ایک ذرہ بھی ظاہر نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ بارہا یہ مصرعہ پڑھا کرتے تھے

مصرعہ مردان ہزار دریا خوردند و تشنہ رفتند

یہ کس قسم کی خوراک اور کس قسم کا حوصلہ تھا۔ کہ آخری دم تک صحو کے قاعدے کو مدنظر رکھا ؎

جنید راکہ ز اصحاب صحو میگیرند — بجنب قدرش او را نبود این مقدار
برفت راہ پیمبر بدم بپے برپے — چہار یار نبی را گذشت پنجم یار

اگرچہ آنجناب کا باطن مبارک غلبہ عشق کی وجہ سے لہراتا تھا۔ اور قوت صحو سے دوست کے اسرار کو محفوظ رکھتا لیکن نعم البدل سرد دم سینہ مصفا سے نکالتے اور خون آلودہ گرم آنسو آنکھوں کی راہ ندی کی طرح بہاتے تھے۔ خواجہ شمس الدین دبیر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

آہ سربستہ من ز اشک مرا در دل گفت — خیز بارے تو بروں رو کہ گذر یافتہ

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اس بارے میں فرماتے ہیں ؎

گفتم آتش دل در نظرے آید — نگاہ مے نکنی آب چشم پیدا را

شیخ عطار نے کیا اچھا کہا ہے ؎

عاشقی چیست ترک جاں گفتن — سر کونین بے زباں گفتن
راز ہائے کہ در دل پرخون است — جملہ از چشم خون فشاں گفتن

اگرچہ آپ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے متاخرین یاروں سے تھے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

خاقانی از سہ مراتب آدمی زاد — بعد از سہ کتب رسید فرقان
گل با ہمہ خرمی کہ دارد — از بعد گیاہ رسد بہ بستان

لیکن محبت اور عشق الٰہی میں پہلے یاروں سے بھی سبقت لے گئے ؎

زمیں را با آسماں نسبت نباشد — فلک با عرش کے دارد مساوات

محبت کی گیند شہسواران دین کے میدان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح لے گئے ؎

تو بادشاہی و بیچارگان اسیر کمند — تو شہسواری و عشاق خاک پائے سمند

اس فقیر حقیر کو کہاں یہ طاقت اور حوصلہ کہ ایسے بادشاہ کے اوصاف اس ناپاک زبان سے بیان کرے ؎

بدیں زبان ملوث مرا چہ زہرہ بود — کہ وصف ذات تو گویم من شکستہ گدا

اس بارے میں ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

آسمان را چو ثنا گوید بیچارہ زمین　　مدح خورشید چہ داند بنزاگفت سہا

اللہ تعالے بہتر جانتا ہے۔ کہ جب مجھے اس بادشاہ کے جمال ولایت کا خیال دل میں آتا ہے تو حیران و مدہوش ہو جاتا ہوں۔ کہ کیا لکھوں۔ کیونکہ اس ذات عدیم المثال کے اوصاف کسی طرح بھی عبارت یا استعارے میں نہیں سما سکتے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

دل خواست کہ آرد بہ عبارت　　وصف رخ او باستعارت

شمع رخ او زبانہ زد　　ہم عقل بسوخت ہم عبارت

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا اچھا فرمایا ہے ؎

نشان پیکر خوبت نمے توانم داد　　کہ از تامل آں خیرہ میشود بصرم

اور اپنے عجز کا اقرار کرتا ہوں ؎

ترا صفت دل بیچارہ کے تواند کرد　　بعجز خویشتن اقرار میکند اینک

اس بارے میں کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ما کہ در شکل یار حیرانیم　　سر اوصاف او کجا دانیم

لیکن پھر جب اس سلطان المشائخ کی محبت کی آگ بھڑکتی ہے۔ اور آئینۂ دل کو جو بشری کدورت سے آلودہ ہے۔ محبت کی روشنی سے منور کرتی ہے۔ تو بے اختیار ہو کر بدن کے ہر رونگٹے سے شوق کا نعرہ نکلجاتا ہے مصرعہ

نعرۂ شوق سے زہر تار مقے است درتنم

اور اللہ تعالے کے فضل و کرم سے امید ہے کہ درگاہ بے نیازی کے عاشقوں کے اس سردار کے دریائے محبت سے اس بیچارے کے حلق میں جس کو اس کی خوشبو پہنچی ہے۔ ایک گھونٹ ڈالا جائیگا۔ مصرعہ　امیر خوباں آخر گدائے کوئے توام

؎

زور و عشق سے میر و محمد پژدہ لے ساقی　　ازاں دریائے عشق آمیز تا او بے خبر گردد

اور اس بادشاہ دین کے جمال کے عشق میں لب گور تک رقص کرتا ہوا جائیگا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

گر بسد از تو بگوشم کہ بمیر اے سعدی　　تا لب گور باعزاز و کرامت بروم

دریدا نم بدر مرگ کہ چشم باشدت | از لحد رقص کناں تا بقیامت بروم

لیکن آنحضرت کی محبت کا اعتقاد سچا ہے اور یقین واثق ہے۔ کہ مجھ شکستہ کا حشر سلطان المشائخ کے غلاموں میں ہوگا۔ اور آنحضرت کی محبت کے جھنڈے تلے جگہ ملیگی کیونکہ کہا گیا ہے۔ کہ جو کوشش کرتا ہے پالیتا ہے۔ مَنْ طَلَبَ شَيْئًا وَّجَدَّ وَجَدَا۔ اس بادشاہ دین کے احوال پندرہ نکات پر مشتمل ہیں ۰

{نکتہ اول۔ دربیان حسب ونسب سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ العزیز}

جہان بھر کے صاحبدلوں کو واضح ہے۔ کہ سلطان المشائخ کے آباو اجداد اصل میں بخارا کے رہنے والے تھے۔ جو علم کا خزانہ اور پرہیز گاری کی کان تھے۔ آپ کے دادا کا نام خواجہ علی بخاری تھا۔ اور نانا کو خواجہ عرب کہتے تھے۔ یہ دونوں بزرگوار ایک دوسرے کے بھائی اور مصاحب تھے بخارا سے اکٹھے ہی لاہور میں آئے اور پھر دونوں ہی لاہور سے بدایوں میں جاگزین ہوئے۔ چونکہ ان دنوں شہر بدایوں قبلۃ الاسلام تھا۔ اس واسطے وہیں سکونت اختیار فرمائی۔ خواجہ عرب کے پاس مال ومتاع اور لونڈی غلام بکثرت تھے۔ آپ کے بعض غلام تجارت کیا کرتے تھے۔ اور بعض صنعت وحرفت خواجہ عرب کے دو فرزند تھے ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ خواجہ حسن بن عبدالعزیز بن خواجہ سعید بن خواجہ عبداللہ یہ چار پشتیں خواجہ صاحب مذکور کی تھی۔ ان دونو بزرگوں میں قرابت کا اتفاق ہوا۔ خواجہ عرب کی بیٹی رابعہ عصر ولیہ خدا سے بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا جن کا روضہ مبارک آجکل دہلی میں ہے۔ اور اہل درد کا علاج اور عاجزوں کا کعبہ حاجات ہے۔ خواجہ احمد بن علی یعنی سلطان المشائخ کے والد بزرگوار سے منسوب ہوئیں۔ آپ کی والدہ کو ان کے والد یعنی خواجہ عرب نے بطور جہیز بہت مال واسباب دیا۔ اس پاک سیپی سے یہ کان کرامت کا موتی۔ اور عشق ومحبت کا سرمایہ یعنی سلطان المشائخ پیدا ہوئے۔ اور اس جہانگیر آفتاب سے جہان میں روشنی ہوئی۔ اور آپ کی بدولت اہل جہان کو دنیا میں پرورش اور آخرت میں رہائی نصیب ہوئی۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

آفرین خدا بر پدرے | کہ ازو ماند ایں چنیں پسرے

کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

پدرے راکہ اینچناں خلف است | مادرے راکہ ایں چنیں پسر است

آفتابش بر آستیں قبا است | ماہتابش بر آستاں درست

الغرض سلطان المشائخ کا ابھی بچپن ہی تھا۔ کہ سر سے پدری سایہ اٹھ گیا یعنی آپکے والد بزرگوار

خواجہ احمد علی الحسینی البخاری بیمار ہوئے۔ ایک رات سلطان المشائخ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کو کہتے ہیں کہ دو میں سے ایک کو اختیار کر لو۔ یا خواجہ احمد کو یا بیٹے کو یعنی سلطان المشائخ کو۔ اس پاک دامن نے سلطان المشائخ کو اختیار کیا۔ جب دن ہوا۔ تو آپ نے اس کا ذکر کسی سے نہ کیا۔ اور خواجہ احمد کی بیماری کے علاج کی چنداں پرواہ نہ کی بلکہ جو کچھ وہ کھانے کے لئے مانگتے انہیں کھلایا جاتا۔ تھوڑے عرصے بعد خواجہ احمد عالم بقا کو سدھارے۔ اور بداؤں میں ان کا مقبرہ بنایا گیا۔ چنانچہ آج تک آپکا روضہ مبارک بداؤں میں موجود ہے۔ جب سلطان المشائخ کچھ بڑے ہوئے۔ تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو مکتب میں بھیجا۔ جب آپ نے کلام مجید ختم کر لیا اور کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ جب ایک بڑی کتاب قریب الاختتام تھی۔ کہ آپ کے استاد نے فرمایا۔ کہ اب تم معتبر کتاب ختم کرنے کو ہو۔ تمہیں استادی کی دستار سر پر رکھنی چاہئے۔ آپ نے اس کا ذکر اپنی والدہ سے کیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ کے کاتے ہوئے سوت کی ایک دستار بنوائی۔ جب آپ کتاب ختم کر چکے۔ تو آپ کی والدہ نے کھانا پکایا۔ اور چند بزرگان دین اور علمائے اہل یقین کو بلایا۔ اس مجلس میں خواجہ علی مرید شیخ جلال الدین تبریزی بھی موجود تھے جن سے نعمت دینی حاصل کی اور جو اس زمانے میں مشہور صاحب کرامت تھے۔ جب کھانا تقسیم ہو گیا۔ تو سلطان المشائخ ہاتھ پر دستار لئے ہوئے مجلس میں آئے تاکہ ان بزرگوں کے روبرو سر پر باندھیں۔ شیخ علی مذکور نے دستار کا ایک سرا خود پکڑا اور دوسرا سلطان المشائخ کو دیکر فرمایا کہ اپنے سر پر باندھو۔ آپ نے وہ دستار کرامت زیب سر کی۔ اور پہلے خواجہ علی کے قدموں پر گرے۔ خواجہ علی نے دعا کی۔ کہ حق تعالٰے تمہیں عالم دین کرے۔ اور ہمت کی اعلےٰ سے اعلےٰ درجے پر پہنچائے۔ بعد ازاں اہل مجلس کے قدموں پر سر رکھا۔ اور ان صادقوں سے دعائیں لیں۔ الغرض جب فقیر نعمت اللہ نوری نے دیکھا۔ کہ سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المشائخ کا سلسلہ نسب پدری و مادری سید محمدؐ بن سید مبارک بن سید محمد علوی الحسنی الکرمانی نے مندرج نہیں کیا۔ تو اپنے آبا و اجداد یعنی خواجہ عرب و خواجہ علی کا شجرہ طیبہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تک جو بسند صحیح پہنچا ہے لکھا۔ جسے انشاء اللہ تعالٰے شہر بھر کے صاحبدل دیکھینگے۔

شجرہ طیبہ

بعد حمد خدا و نعت رسول ۔۔۔ میکنم ذکرے از اولاد بتول

از امام الحق حسین شاہِ دین ... یادگارے بود زین العابدین
در جہاں بعد او قائم مقام ... بود باقر نورِ چشم آں امام
او چوں محمل جانبِ فردوس راند ... زو بعالم جعفر الصادق بماند
میوہ ماند از شاخ آں عالی درخت ... موسی الکاظم امام نیک بخت
زاں فروغ مشعلِ راہِ ہُدیٰ ... بود امام المسلمین علی الرضا
کرد او رحلت سوئے دار السلام ... ماند فرزندش محمد نیک نام
چوں فروغ حق بفردوسش رساند ... زو علی الہادی اندر دہر ماند
آسماں سوئے بہشتش رہ نمود ... آمد آنگہ جعفر از وے در وجود
سرورِ عالم علی الاصغر است ... گوہر روشن ز کانِ جعفر است
گشت علم خرم و آفاق شاد ... از علی اصغر چو عبد اللہ زاد
ہم ز عبد اللہ احمد شد پدید ... زو علی آمد دو عالم را سعید
وز علی آمد حسن فرخ تبار ... وز حسن آمد محمد یادگار
ماند از و خواجہ عرب فرخندہ رائے ... بود او سید حسینی البخاری با خدائے
آخر از وے خواجہ عبد اللہ زاد ... سوئے باغ خلد او ہم رو نہاد
ماند از و خواجہ سعید اندر جہاں ... اہلِ جنت را شدے او میہماں
ماند زاں صاحب دل اہلِ تمیز ... سالکِ راہ ہدیٰ عبد العزیز
زو حسن ماند از حسن عبد الکریم ... احمد از وے بود با خلق عظیم
ماند فرزندش بود طاہرش نام ... داشت او شغل بزرگ از حق مدام
ماند عبد القاہر از وے یادگار ... بود دانا و فقیہ روزگار
روشنی بخشِ چراغ کاخ او ... بود صدر الدین ثمر از شاخ او
در صلاح و زہد چوں او کس نبود ... صالح آمد زاں نکو فرد وجود

ماند فضل اللہ زاں عالی مقام
نعمت اللہ نوری از وے والسلام

ذکر نسب اطہر شجرہ طیبہ حضرت قطب الاقطاب محبوب العالمین سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدین سید محمد نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ العزیز بن سید خواجہ احمد قدس اللہ

سرہ العزیز سید محمد نظام الدین بن سید خواجہ احمد بن سید خواجہ علی الحسینی البخاری بن سید عبداللہ بن سید حسن بن سید میر علی۔ آپ کے جد مادری بن میر علی اصغر بن سید جعفر بن سید علی الامام بن سید علی الہادی النقی بن الامام سید محمد ابن الجواد بن الامام سلطان الشہدا حضرت علی موسیٰ الرضا بن الامام حضرت موسیٰ الکاظم الغیظ بن الامام الہمام حضرت امام جعفر الصادق بن الامام حضرت محمد الباقر بن الامام علی حضرت امام زین العابدین بن الامام فی الارض والسما سلطان الشہدا حضرت امام حسین الشہید فی الکربلا ابن الامام فی المغارب والمشارق حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ وعلیہم السلام والاکرام دام امام الہمام السعید الشہید حضرت امام حسین حضرت فاطمۃ الزہرا علیہما السلام بنت حضرت افضل الانبیا اکرم المرسلین رسول الثقلین سرور کائنات۔ فخر موجودات رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وائمۃ الاطہار وجمیع اصحابہ الاخیار والابرار والاولیاء المحبوبین المقربین حضرت الغفار برحمتک یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین +

ذکر فرزندان حضرت رسول علیہ السلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار بیٹے تھے طیب طاہر۔ قاسم اور ابراہیم اور چار لڑکیاں تھیں جن میں سے سب سے چھوٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور سب سے بڑی زینب تھیں۔ جن کا نکاح خالہ کے بیٹے ابو العباس بن الربیع بن عبد العزیز بن عبد المناف سے ہوا تھا۔ دوسرے رقیہ ان کا نکاح پہلے عتبہ بن ابی لہب سے ہوا انکی وفات کے بعد حضرت عثمان بن عفان سے ہوا۔ آپ حبشہ کی طرف چلی گئیں۔ تیسری ام کلثوم آپ کا اصلی نام آمنہ تھا۔ پہلے آپ کا نکاح عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا۔ جس نے دنیاوی رسم سے پہلے ہی طلاق دے دی رقیہ کی وفات کے بعد آپ کا نکاح عثمان بن عفان رض سے ہوا۔ صحیح قول یوں ہے کہ بی بی فاطمۃ الزہرا شاہ مرداں علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی بی بی تھیں۔ زینب ابو العباس رض کی رقیہ حضرت عثمان رض کی۔ بعد جب رقیہ فوت ہوگئیں۔ تو ام کلثوم حضرت عثمان کی بی بی بنیں۔ اسی واسطے حضرت عثمان کو ذو النورین کہتے ہیں۔

ذکر ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے پہلے پہل آنحضرت صلعم نے حضرت خدیجۃ بنت خویلد سے نکاح کیا۔ پھر سودہ بنت زمعہ سے۔

پھر حضرت عائشہ صدیقہ بنت ام رومان۔ آپ کا مہر کچھ اسباب تھا جس کی قیمت پچاس درہم تھی ایک روایت کے مطابق آپ کا مہر پانسو درہم تھا۔ آنحضرتؐ نے آپ کو بطور قرضہ تسلیم کیا۔ بعد ازاں حفصہ بن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان سے زینب پیدا ہوئیں پھر خزیمہ بنت زینب سے۔ پھر ام سلمہ بنت امیہ سے۔ پھر زینب بنت جحش سے۔ پھر جویریہ بنت حارث سے۔ پھر میمونہ بنت الحارث سے۔ اور بعد ازاں حبیبہ بنت ابی خطب سے۔ ان کے علاوہ تین عورتیں اور تھیں۔ جن میں سے بعض سے آنحضرتؐ کا نکاح ہوا۔ لیکن زفاف واقع نہ ہوا۔ اور بعض کی خواہش کی لیکن ان سے نکاح کا اتفاق نہ ہوا۔ سرداری تین تھیں اول ماریہ بنت شمعہ بنت قطبہ۔ دوم ریحان بنت زید عمر سیوم وہ لونڈی جو زینب بنت جحش نے آنحضرتؐ کو عنایت کی تھی۔ آنحضرت کی بیٹیوں میں سے سب سے بڑی زینب تھی۔ جن کی ولادت زمانہ جاہلیتہ میں واقعہ فیل کے تیس سال بعد واقع ہوئی۔ آپ کا نکاح آپ کے خالہ زاد بھائی ابو العباس سے ہوا۔ اور بدر کے دن ابو قریشی نے کہا۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالے ایک ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ اور رسول ہے۔ پس وہ شخص باہر نکلا۔ وہ رسول صلعم تک پہنچا۔ آنحضرت صلعم نے زینب کا پہلے نکاح اس سے کیا۔ ایک روایت کے مطابق نکاح از سر نو کیا۔ مجمع الفتوے

عینہ سَأَلْتُ الشَّيْخَ الْإِمَامَ حَمِيْدَ الدِّيْنِ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ عَنْ مَنْ لَهُ أُمٌّ سَيِّدَةٌ وَأَبٌ لَيْسَ بِسَيِّدٍ هَلْ هُوَ سَيِّدٌ فَقَالَ أُسْتَادِيْ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ الْكُرْدِيُّ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ هُوَ سَيِّدٌ وَاسْتَدَلَّ بِأَنَّ اللهَ تَعَالٰى جَعَلَ عِيْسٰى مِنْ ذُرِّيَّةِ نُوْحٍ وَإِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِحُجَّةِ الْإِمَامِ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا الْآيَةَ وَرُوِيَتْ فِيْ تَاوِيْلَاتِ أَنَّ عِيْسٰى مِنْ أَوْلَادِ إِسْحَاقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَثَلُ أَوْلَادِيْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ رَكِبَهَا نَجٰى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ (میں نے شیخ الامام حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ کہ کیا وہ شخص جس ماں سیدہ ہو اور باپ سید نہ ہو۔ سید ہے یا نہیں۔ میرے استاد شمس الائمہ الکردی نے فرمایا وہ سید ہے۔ اور اس پر دلیل یہ دی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما السلام کی اولاد سے پیدا کیا۔ دلیل یہ ہے و تلک حجتنا آتیناہا۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے

ہیں۔ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَثَلُ اَوْلَادِی کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ رَکِبَھَا نَجٰی وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا ھَلَکَ (میری اولاد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا بچ رہا۔ اور جس نے خلاف ورزی کی وہ ہلاک ہوا)

{نکتۂ دوم۔ در بیان پیدا آمدن محبت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز بر سلطان المشائخ وا آمدن از بداؤں در شہر دہلی بجہت تعلم}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب میری عمر قریباً بارہ سال کی تھی۔ اس وقت میں لغت پڑھا کرتا تھا۔ ایک شخص جسے ابوبکر خراط اور ابوبکر قوال بھی کہا کرتے تھے۔ میرے استاد کی خدمت میں آیا شاید وہ ملتان کی طرف سے آیا تھا کہنے لگا میں نے شیخ بہاؤالدین زکریا قدس سرہ کے سامنے مجلس سماع میں قوالی کی ہے میں نے اس مجلس سماع میں لقد لسعت حیۃ الھوی کبدی گایا۔ دوسرا مصرعہ یاد نہ آیا۔ تو شیخ صاحب نے بنایا۔ بعد ازاں اس نے شیخ بہاؤالدین زکریا کے مناقب بیان کرنے شروع کئے کہ وہاں پر ذکر اس درجے کا ہے۔ اور عبادت ایسی کہ چکی پیسنے والی لونڈیاں تک بھی ذکر کرتی ہیں۔ اور یہ اور وہ اس نے بہت کچھ کیا لیکن ان باتوں کا اثر میرے دل پر کچھ بھی نہ ہوا۔ بعد ازاں اس نے کہا کہ میں وہاں سے اجودھن میں آیا۔ میں نے وہاں ایسا ایسا بزرگ مرد دیکھا۔ الغرض جب اس نے شیخ الشیوخ العالم فرید الحق والدین کے مناقب بیان کئے تو میرے دل میں آپ کی سچی محبت اور ارادت پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ ہر نماز کے بعد میں دس مرتبہ شیخ فرید اور دس مرتبہ مولانا فرید کہتا تھا۔ پھر میں سوتا تھا۔ یہ محبت یہاں تک بڑھی۔ کہ میرے تمام یاروں کو اس کی خبر ہو گئی۔ اور جس وقت وہ کسی بات کے بارے میں مجھ سے سوگند لینا چاہتے تو کہتے شیخ فرید کی قسم کھاؤ۔ جب میری عمر سولہ سال کی ہوئی۔ تو میں نے دہلی جانے کا ارادہ کیا عوض نام ایک بزرگ میرے ہمراہ ہوا۔ اثنائے راہ میں جہاں کہیں شیر یا چور کا ڈر ہوتا۔ تو وہ بزرگ کہتا اے پیر۔ حاضر ہو۔ اور اے پیر میں تیری پناہ میں جاتا ہوں۔ میں نے پوچھا یہ پیر کون ہے۔ اس نے کہا۔ شیخ شیوخ العالم فرید الدین ہیں۔ یہ سنکر مجھ میں شیخ کبیر کی محبت کا اضطراب اور قلق اور بھی زیادہ ہو گیا۔ حتی کہ شہر میں پہنچکر اتفاقاً شیخ نجیب الدین متوکل کے قرب وجوار میں اترا۔ یہ نجیب الدین شیخ صاحب کے بھائی تھے۔

[نکتۂ سوم۔ در بیان علم وتبحر سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز]

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں شہر دہلی میں آیا۔ تو تین چار سال تک پڑھنے اور جہد میں

مشغول رہا اس عرصے میں اگرچہ طالب علموں میں سے بیں لائق تھا لیکن انہیں بار بار کہا کرتا تھا۔ کہ میں تم میں بہا
نہیں رہونگا۔ صرف چند روز تمہارے پاس ہوں پس حکایت کا باقی حصہ سلطان المشائخ کے نکتہ سکونت
میں مندرج ہے مقصود اس بات سے یہ ہے کہ چونکہ حقتعالی نے اپنی محبت آپ کے نصیب کی
تھی اس نے شروع ہی سے آپکا مبارک دل قطع تعلق پر آمادہ تھا اور صرف دوست سے موافقت
کرنا چاہتے تھے مصرعہ کہ دریک دل نگنجد غم جان وغم جاناں

منقول ہے کہ آپ نے پڑھنے میں یہاں تک ترقی کی۔ کہ اس وقت کے طالب علموں میں سب سے
تیز طبع اور دانشمند مشہور ہوگئے۔ اور آپ کو مولانا نظام الدین بحاث اور محفل شکن کا خطاب ملا۔ ہر ایک
علم سے آپ کو کافی حظ اور بہرہ حاصل تھا۔ علم فقہ اور اصول فقہ میں درجہ کمال حاصل کیا۔ علم فضل کو شروع
کیا۔ تو آپ نے علم مولانا شمس الملۃ والدین دامغانی کے وسیلے سے جو آپ کے ہم سبق اور یار تھے میرے
مصنف کے نانا صاحب شمس الملۃ والدین سے جوکہ اپنے زمانے میں علم و فضل میں مستثنیٰ تھے۔ اور شہر
کے اکثر استاد آپکے شاگرد تھے حاصل کیا۔ مقامات حریری کے چالیس مقام یاد کئے۔ جب اس علم میں
کمال حاصل کرلیا۔ تو علم حدیث شروع کیا۔ مقامات حریری کی بجائے یہاں مشارق الانوار حفظ کی۔ اور
مولانا کمال الدین زاہد سے جوکہ اپنے زمانے کے زاہد اور عالم تھے۔ اور علم حدیث اور روایات احادیث
میں لاثانی تھے۔ مشارق الانوار پڑھی۔ اور اس علم کی باریکیوں کو حاصل کیا۔ اور احادیث کی پورے طور پر
تصحیح اور تحقیق کی ؞

{نکتہ چہارم۔ دربیان بعضے دقائق احادیث کہ سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز تقریر کردہ است}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے مولانا وجیہہ الدین پائلی سے پوچھا کہ یہ جو حدیث ہے اصنعوا
کل شئی الا النکاح "نکاح کے سوا سب کچھ کرو" اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نکاح حرام ہے پس
اس کے معنی کیا ہیں؟ تھوڑی دیر سوچ کر فرمایا۔ کہ آپ ہی بیان فرمائیں میں نے عرض کی۔ کہ صحابہ نے
جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب عورتیں حیض سے ہوتی ہیں۔ تو بستر الگ کرلیتی
ہیں۔ اس وقت ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ آنحضرت نے فرمایا۔ اِصْنَعُوا کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا النِّکَاحَ۔ یعنی
اُن سے صحبت نہ کرو۔ باقی بالائی کارروائی کرلو۔ نیز فرمایا کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ سلم نے فرمایا
ہے۔ صُوْمُوا الشَّهْرَ وَسِرَّهٗ قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یہ حدیث کچھ عجیب و غریب
معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کے معنی اور بھی گہرے ہیں۔ فرمایا کہ لفظ شہر در اصل مہینے کی پہلی تاریخ کو
کہتے ہیں۔ جسے غرہ بھی کہتے ہیں۔ پھر کثرت استعمال مہینے کو کہنے لگے یہاں پر لفظ شہر کے معنی بالضرور

پہلی تاریخ کے ہیں کیونکہ یہ لفظ معطوف علیہ ہے اور سرمعطوف ہے مہینے کی آخری تاریخ کو کہتے ہیں سرار الشہر سے مراد اس کا آخر ہے نیز فرمایا کہ یہ بھی حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ مَنْ قَتَلَ مُعَاہِدًا لَمْ یَرِحْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ فَاِنَّ رِیْحَھَا یُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَۃِ خَمْسِمِائَۃِ عَامٍ (جس نے معاہد کو بلا وجہ قتل کیا۔ وہ بہشتی خوشبو کو نہیں سونگھے گا بہشتی خوشبو پانچسو سالہ راہ سے سونگھی جاسکیگی) ظاہر میں یہ حدیث اہل سنت وجماعت کے مذہب کے خلاف ہے۔ لیکن محدثوں نے اس کی تاویل کی ہے۔ اور وہ یہ جنت داخل ہونے سے پہلے مقام حساب میں اللہ تعالےٰ کی عنایت سے بہشت کی خوشبو آئیگی تاکہ مومنوں کے لئے حساب آسان ہو جائے لیکن جس نے معاہد کو بے وجہ شرعی قتل کیا ہوگا۔ اسے وہ خوشبو بسبب شدت حساب نصیب نہ ہوگی۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

بادے کہ سحرگہ زسر کوئے تو آید　　جانہاش فدا باد کہ زو بوئے تو آید

بعد ازاں زار زار روئے اور فرمایا شیخ کی برکت سے وہ خوشبو اس مجلس میں بھی اس وقت موجود ہے اس مجلس میں قاضی محی الدین کاشانی اور اور بزرگ حاضر تھے۔ اس حدیث کا بھی ذکر کیا۔ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ طَعَامًا فَلَا یَمْسَحْ یَدَیْہِ حَتّٰی یَلْعَقَھَا اَوْ یُلْعِقَھَا (جب کوئی تم میں سے کھانا کھائے اور دونو ہاتھ نہ ملے یہانتک کہ چاٹ لے دونو ہاتھ) تو فرمایا کہ یَلْعَقَھَا اَوْ یُلْعِقَھَا کی بابت بعض شارحین نے لکھا ہے یلعقہا غیرہ۔ لیکن یہ معنی غلط ہیں۔ اس لیے کہ الحاق متعدی ہے لیکن یہ لازم اور متعدی دونو طرح پر آتا ہے جیسا کہ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا وہ جماعت رستگاروں کی ہے۔ جو روشن ہوئی زمین پروردگار کے نور سے ظاہر ہے۔ اور یہ شک راوی کا ہے دونوں لفظوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حدیث میں سننا ضروری شرط ہے۔ نیز فرمایا کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اُحِبُّ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلَاثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَآءُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (میں دنیا میں سے تین چیزوں کو پیار کرتا ہوں ایک خوشبو دوسرے عورت تیسرے میری آنکھوں کی روشنی نماز میں) بعد ازاں فرمایا کہ اس نساء سے مراد عائشہ صدیقہ ہے۔ اس واسطے کہ آنحضرت صلعم تمام حرموں کی نسبت آپ کی طرف زیادہ مائل تھے اور قرۃ العینی فی الصلوٰۃ سے مراد فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ نماز میں مشغول تھیں بعد ازاں فرمایا۔ کہ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد نماز ہے۔ لیکن اگر نماز مقصود ہوتی۔ تو ان دونوں سے پہلے نماز کا ذکر ہوتا۔ پھر فرمایا کہ خلفائے راشدین ابوبکر صدیق۔ عمر خطاب۔ عثمان اور علی رضی اللہ عنہم نے رسول صلعم کی موافقت سے تین تین چیزوں کا ذکر کیا۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام بارگاہ الٰہی سے حکم

لائے کہ میں بھی تین چیزوں کو پسند کرتا ہوں۔ شباب تائب، عین باکیہ، قلب خاشع، نوجوان توبہ کرنے والا آنکھ رونے والی اور دل فروتنی کرنے والا، نیز فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی بار فرمایا ہے کہ جو شخص ایسا ایسا کام کریگا۔ وہ میرے ساتھ بہشت میں ایک مقام پر ہوگا۔ اور اس حدیث کا ذکر فرماتے ہوئے دو انگلیوں یعنی شہادت اور میانہ سے اشارہ کیا۔ کہ کہا تین، ان دو انگلیوں کی مانند۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو درجہ میرا ہوگا وہی اُس شخص کا ہوگا۔ آنحضرتؐ کی انگشت شہادت اور میانہ دونوں برابر تھی۔

نیز فرمایا۔ کہ میری ایک بھانجی تھی جب اس کا نکاح کیا گیا۔ تو وہ مرد بدسلوکی سے پیش آنے لگا۔ میری والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ کسی طرح ان کا تعلق قطع کر دینا چاہیئے۔ میں نے عرض کی آپ مالک ہیں۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ کہتے ہیں کہ شیخ نجیب الدین متوکل آئے ہیں۔ میں نے اپنی والدہ سے شیخ صاحب کے لئے کچھ تیار کرنے کے لئے کہا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے گھر میں اناج کہاں۔ اسی اثناء میں میں نے سنا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جماعت سمیت تشریف فرما ہوتے ہیں۔ میں نے جا کر قدمبوسی کی۔ اور عرض کی بندہ کے غریب خانے پر تشریف فرما ہوں۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کیا کروگے۔ عرض کی کھانا کھلاؤنگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تیرے گھر میں کھانا کہاں۔ ابھی تو تو اپنی والدہ سے کھانا کھانے کے لئے کہہ رہا تھا میں یہ سنکر شرمندہ ہوا۔ پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! جناب کی زبان مبارک سے حدیث سننا چاہتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "کل امرأة تزوجت بزوج وطلبت الفرقة منه قبل مضی سنتین ونصف سنة فهی ملعونة" (جس عورت نے نکاح کے ڈھائی سال گذرنے بغیر اپنے خاوند سے جدائی طلب کی وہ لعنتی ہے) جب میں جاگا تو سوچ بچار کے بعد معلوم کیا کہ یہ میری بھانجی کا واقعہ ہے۔ صبح یہ قصہ والدہ سے عرض کیا۔ اور یہ کہ تھوڑا عرصہ صبر کرنا چاہیئے۔ تاکہ نکاح کو ڈھائی سال گذر جائیں۔ جب اتنا عرصہ گذر گیا۔ تو داماد کا مزاج بھی تندرست ہوگیا۔

علم حدیث کے سبق پڑھانے کا اجازت نامہ جو مولانا کمال الدین زاہد خود اپنے دست مبارک سے مشارق الانوار کی ذیل میں جسے سلطان المشائخ نے اس بزرگ سے پڑھا۔ یوں لکھا ہے جسے میں (مصنفؒ) نے اس کتاب میں بجنسہ لکھدیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِمَنْ لَهُ الْاٰلَاءُ وَالنَّعْمَاءُ وَالْعَطَاءُ وَالْبَقَاءُ وَالرِّدَاءُ

وَالْمَدْحُ لِمَنْ لَهُ الْآلَاءُ وَالنَّجَاءُ وَالصَّبَاحُ وَالْمَدَائِحُ وَالصَّلٰوةُ الْفُصَاحُ عَلٰى ذِي الْفَضَائِلِ السَّمَائِيَّةِ وَالْكَلِمَةِ وَالْكَلَامِ الْمِفْتَاحِ وَالْمَنَاقِبُ الْعُلْيَا وَالْاَحَادِيْثُ الصِّحَاحِ صَلٰوةً تَدُوْمُ بِدَوَامِ الصَّبَاحِ وَالرَّوَاحِ وَبَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَفَّقَ الشَّيْخَ الْاِمَامَ الْعَالِمَ النَّاسِكَ السَّالِكَ نِظَامَ الدِّيْنِ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ مَعَ وُفُوْرِ فَضْلِهٖ فِي الْعِلْمِ وَبُلُوْغِ قَدْرِهٖ ذِرْوَةَ الْكَمَالِ مَقْبُوْلُ الْمَشَائِخِ الْكِبَارِ مَنْظُوْرُ الْعُلَمَاءِ الْاَخْيَارِ وَالْاَبْرَارِ بِاَنْ قَرَاَ عَلَيَّ هٰذَا الْاَصْلَ الْمُسْتَخْرَجَ مِنَ الصَّحِيْحَيْنِ عَلٰى سَاطِرِ هٰذِهِ السُّطُوْرِ فِيْ زَمَنِ الزَّمَنِ الْحَارِّ وَدُرُوْرِ الْاَمْطَارِ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰى اٰخِرِهٖ قِرَاءَةَ بَحْثٍ وَاِتْقَانٍ وَتَنْقِيْحِ مَعَانِيْهِ وَتَنْقِيْرِ مَبَانِيْهِ وَكَاتِبُ السُّطُوْرِ يَرْوِيْهِ قِرَاءَةً وَسَمَاعًا عَنِ الشَّيْخَيْنِ الْاِمَامَيْنِ الْعَالِمَيْنِ الْكَامِلَيْنِ اَحَدُ الشَّيْخَيْنِ مُؤَلِّفُ شَرْحِ اٰثَارِ النَّيِّرَيْنِ فِيْ اَخْبَارِ الصَّحِيْحَيْنِ وَالْاٰخَرُ صَاحِبُ الدَّرْسَيْنِ الْمُتَبَرِّيْنِ الْاِمَامُ الْاَجَلُّ الْكَامِلُ مَالِكُ رِقَابِ النَّظْمِ وَالنَّثْرِ بُرْهَانُ الْمِلَّةِ وَالدِّيْنِ مَحْمُوْدُ بْنُ اَبِي الْحَسَنِ اَسْعَدُ الْبَلْخِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا رَحْمَةً وَاسِعَةً كِتَابَةً وَشِفَاهَةً وَهُمَا يَرْوِيَانِهٖ عَنْ مُؤَلِّفِهٖ وَاَجَزْتُ لَهٗ اَنْ يَرْوِيَ عَنِّيْ كَمَا هُوَ الْمَشْرُوْطُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاُوْصِيْتُهٗ اَنْ لَا يَنْسَانِيْ وَاَوْلَادِيْ فِيْ دَعَوَاتِهٖ فِيْ خَلَوَاتِهٖ وَصَحَّ لَهُ الْقِرَاءَةُ وَالسَّمَاعُ فِي الْمَسْجِدِ الْمَنْسُوْبِ اِلٰى نَجْمِ الدِّيْنِ اَبِيْ بَكْرِ النَّوَاسِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ فِيْ بَلْدَةِ دِهْلِيْ صَانَهَا اللّٰهُ عَنِ الْاٰفَاتِ وَالْعَاهَاتِ وَهٰذَا خَطُّ اَضْعَفِ الْعِبَادِ اللّٰهِ وَاَحْقَرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدِ بْنِ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ الْمَارِيْكِلِيِّ الْمُلَقَّبُ بِكَمَالِ الزَّاهِدِ وَالْفَرَاغُ مِنَ الْقِرَاءَةِ وَالسَّمَاعِ وَكُتِبَ هٰذِهِ السُّطُوْرِ فِي الثَّانِيْ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ سَنَةَ تِسْعٍ وَسَبْعِيْنَ وَسِتَّمِائَةٍ حَامِدًا اللّٰهَ تَعَالٰى وَمُصَلِّيًا عَلٰى رَسُوْلِهٖ

تمام ثناء اور تعریف اسی کے لئے خاص ہے جس کی صفت رہنمائی اور بخشش ہے۔ اور صبح اور شام اس کے حکم میں ہے۔ اور ستائش اس کے لئے مختص ہے جس کے قبضۂ قدرت میں تمام نعمتیں اور صبح ہے۔ بے نہایت تعریف اور رحمت اُن پر ہو جو بڑی بزرگی والے صاحب

مکاشفات ہیں اور جن کا کلام بمنزلہ کنجی ہے۔ اور جن کے اوصاف بڑے ہیں۔ اور جن کی حدیثیں صحیح ہیں ایسا نیز ان پر پائدار صلوٰۃ ہو جو صبح شام کی طرح پائدار ہے ثناء و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے بزرگ امام دانا۔ اللہ تعالےٰ کی بہت پرستش کرنیوالے اور راہِ حق پہ چلنے والے نظام الدین محمد بن احمد بن علی بخاری کو یہ توفیق دی۔ کہ باوجود علم و فضل کی کثرت اور بلاغت و فصاحت کے کمال اور حلم کے مرتبے اور مشائخ کبار کے مقبول اور علمائے نیکوکار کے منظور ہونے کے اس نے یہ اصل (کتاب مشارق الانوار) جو صحیح مسلم اور صحیح بخاری کا نچوڑ ہے۔ ان سطور کے لکھنے والے (مولانا کمال الدین زاہد) سے شروع سے لیکر آخیر تک بڑی کوشش سے پڑھی اور اس پر بحث کر کے تنقیح کی۔ اور ان کے معانی اور بنا کی اچھی طرح چھان بین کی۔ ان سطور کے لکھنے والے نے یہ کتاب دو شیخ پیشوا دانا اور کامل سے پڑھی اور سنی۔ ان میں سے ایک آثار نیرین کی شرح کا جامع ہے۔ دوسرا صاحب دو درس یعنی علم ظاہر و باطن اور صاحب دو شیر یعنی علم شریعت اور علم طریقت کا واعظ ہے۔ اور جو بڑا پیشوا نہایت کامل اور نظم و نثر پر پورے طور پر قادر ہے۔ اور ملت اور دین کی دلیل ہے یعنی محمود ابی الحسن عسلینی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالےٰ ان دونوں شیخوں پر اپنی بکثرت رحمت کرے۔ از روئے لکھنے اور کہنے کے۔ یہ دونو اس کتاب کی روایت اسکے لکھنے والے اور جمع کرنے والے سے کرتے ہیں میں سلطان المشائخ کو اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ مجھے اور میری اولاد کو اپنی دعاؤں کے وقت خلوت میں فراموش نہ کرے۔ اس نے یہ کتاب مجھ سے اس مسجد میں پڑھی جو نجم الدین ابی بکر الطوسی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کی جاتی ہے۔ وہ مسجد شہر دہلی میں (اللہ تعالےٰ اسے آفات سے محفوظ رکھے) ہے۔

یہ خط اللہ تعالےٰ کی مخلوق میں سے حقیر تر اور اس کے بندوں میں سے ضعیف تر محمد بن احمد بن محمد المارکلی المقلب بہ کمال زاہد کا ہے۔ ان سطور کا لکھنا سننا اور پڑھنا ۲۱ ربیع الاول ۶۷۹ھ کو اللہ تعالےٰ کی حمد کرتے ہوئے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہوئے ختم ہوا ہے)

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ یہ مولانا کمال الدین زاہد علم کمال تقوے اور ورع میں موصوف اور مشہور تھے۔ جب آپ کی دیانت صلاحیت علم اور عمل کی بابت سلطان غیاث الدین بلبن نے سنا تو اسے آرزو ہوئی۔ کہ مولانا کو اپنا امام بنائے اس مطلب کے لئے مولانا کو اپنے پاس بلا کر کہا۔ کہ ہمیں آپکے علم دیانت اور صیانت پر پورا اعتقاد ہے۔ اگر آپ ہماری امامت قبول فرمائیں۔ تو ہمیں یقین ہو جائیگا۔ کہ ہماری نمازیں بارگاہِ الٰہی میں منظور ہیں۔ آپنے فرمایا کہ ہم

میں نماز کے اور پڑھ کیا گیا ہے۔ اب آپ چاہتے ہیں۔ کہ یہ بھی ہم سے جاتی رہے۔ جب مولانا کا یہ جواب سنا تو بادشاہ خاموش ہو گیا۔ اور جان گیا۔ کہ یہ بزرگ امامت قبول نہیں کریگا۔ معافی مانگ کر واپس گیا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے چھ سیپارے کلام اللہ اور تین کتابیں جن میں سے ایک پڑھی اور دو نہیں۔ اور چھ باب عوارف کے شیخ شیوخ العالم پڑھے۔ اور ابو شکور سالمی کی تمہید ساری کی ساری آپ سے پڑھی چنانچہ سبق پڑھنے کا نسخہ اجازت مع خلافت نامہ سلطان المشائخ جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی زبانی مولانا بدرالدین اسحاق نے لکھا ہے سلطان الاولیاء کے نکتہ خلافت میں بجنسہٖ مندرج ہے۔ انشاء اللہ صاحبدلوں کی نظر سے گذرے گا۔

نکتہ پنجم - در بیان رفتن سلطان المشائخ در اجودھن و ارادت آوردن بخدمت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ تعلیم حاصل کرتے وقت مجھے شیخ شیوخ العالم فرید الدین نور اللہ مرقدہٗ کی قدمبوسی کا شوق غالب ہوا۔ تو میں اجودھن پہنچا۔ بدھ کا دن تھا کہ آنجناب کی قدمبوسی کا شرف نصیب ہوا۔ پہلی بات جو آپ سے سُنی یہ تھی۔ ؎

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ   سیلابِ اشتیاقت جانہا خراب کردہ

بعد ازاں میں نے چاہا۔ کہ اشتیاق آپ کی خدمت میں ظاہر کروں لیکن آپ کے رعب سے کچھ کہہ نہ سکا۔ آپ نے میری یہ حالت دیکھ کر فرمایا "لکل داخل دهشة" (ہر ایک آنے والے پر دہشت کا غلبہ ہوتا ہے) اسی روز بیعت ہوا۔ لیکن سر منڈانے کی نیت نہ تھی۔ لیکن سر منڈا کر طالب علموں میں جاتے ہوئے مجھے شرم آتی تھی۔ ایک شخص جب آپ کا مرید ہوا اور مولانا بدرالدین اسحاق نے اس کا سر مونڈا تو میں نے دیکھا کہ اس میں ایک نور سا آگیا ہے۔ بعد ازاں دو تین اور کو میں نے منڈا ہوا دیکھا۔ کہ ان کے ظاہر و باطن سے نور ظاہر ہو رہا ہے۔ مجھے بھی شوق ہوا کہ میں بھی سر منڈا لوں میں نے مولانا بدرالدین کو کہا کہ میں بھی سر منڈانا چاہتا ہوں مولانا نے شیخ کبیر سے ذکر کیا۔ اسی وقت حکم ہوا کہ بہتر۔ فی الفور میرا سر مونڈا گیا۔ بعد ازاں شیخ کبیر نے فرمایا کہ اس مسافر متعلم کیلئے جماعت خانہ میں چارپائی بچھا دو۔ جب بچھائی گئی۔ تو میں نے دل میں کہا کہ میں تو ہرگز چارپائی پر نہ سوؤنگا۔ کیونکہ اس قدر اللہ تعالیٰ کے پیارے

کلام ربانی کے حافظ اور درگاہ رحمانی کے عاشق زمین پر لوٹتے ہیں۔ میں کیونکر چارپائی پر لیٹوں۔ جب یہ خبر مولانا بدرالدین اسحاق نے سنی۔ تو فرمایا۔ کا اپنا کہا کروگے یا شیخ کا فرمان بجا لاؤگے میں نے کہا۔ شیخ کا فرمان۔ بعدازاں فرمایا کہ جاکر کھاٹ پہ سو رہو ✦

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ جب آپ مرید ہوئے اُس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ آپ نے فرمایا بیس سال۔ بعدازاں میں نے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میرے لئے کیا حکم ہے۔ آیا پڑھنا چھوڑ دوں اور درود و وظائف اور نفلوں میں مشغول ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں کسی کو پڑھنے سے نہیں روکتا۔ وہ بھی کرو اور یہ بھی کرو۔ پھر دیکھو کہ کونسا غالب آتا ہے۔ درویش کیلئے تھوڑا سا علم درکار ہے۔ نیز سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ میں شیخ کبیر کی خدمت میں سال میں ایک دفعہ کے حساب تین دفعہ گیا۔ آپ کی وفات کے بعد سات یا چھ مرتبہ اور گیا ہوں۔ لیکن اغلب ہے کہ سات مرتبہ گیا ہوں۔ کل دس مرتبہ گیا ہوں۔ بعدازاں فرمایا کہ شیخ جمال الدین ہانسوی سات مرتبہ گئے تھے۔ اور شیخ نجیب الدین متوکل اُنیس مرتبہ جیسا کہ شیخ نجیب الدین متوکل کے ذکر میں لکھا گیا ہے ✦

[نکتہ ششم۔ دربیان آنکہ چوں سلطان المشائخ بعد آوردن ارادت از شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز در شہر دہلی آمد کجا سکونت داشت و از شہر در غیاث پور چگونہ آمد]

میں نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی سے سُنا ہے۔ کہ جتنے سال سلطان المشائخ شہر میں رہے کسی خاص مکان میں بطور مالک نہ رہے۔ اور عمر بھر کوئی مکان اپنی مرضی سے اختیار نہ کیا۔ جب بداؤں سے آئے۔ تو سرائے نمک میں ٹھہرے اور والدہ اور ہمشیرہ کو بھی ہیں رکھا اور آپ اس سرائے کے سامنے ایک قواس کے گھر رہے۔ امیر خسرو بھی اسی محلے میں رہتے تھے۔ تھوڑے عرصے بعد راوت عرض کا مکان خالی ہوا کیونکہ اس کے بیٹے اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے۔ امیر خسرو کے وسیلے سے سلطان المشائخ اس راوت عرض کے مکان میں گئے کیونکہ وہ راوت عرض امیر خسرو کا نانا تھا۔ قریب دو سال آپ اس مکان میں رہے۔ یہ مکان قلعہ دہلی کے متصل دروازہ مندہ پل کے نزدیک تھا۔ چنانچہ قلعہ کا ایک برج عمارت مذکورہ میں آگیا ہے اور اِس مکان کی منزلیں اور دیواریں بڑی عالیشان اور بلند ہیں۔ میرے دادا صاحب سید محمد کرمانی بھی اجودہن سے مع قبیلہ سلطان المشائخ کے ہمراہ اسی مکان میں آئے۔ اِس مکان

کی منزلیں اور دیواریں بڑی عالیشان اور بلند ہیں میرے دادا صاحب سید محمد کرمانی بھی اجودھن سے مع قبیلہ سلطان المشائخ کے ہمراہ اسی مکان میں آئے۔ اس مکان کی تین منزلیں تھیں نچلی منزل میں سید محمد کرمانی مع اہل و عیال رہتے تھے۔ اور دوسری منزل میں سلطان المشائخ اور تیسری میں یار رہتے تھے۔ اور کھانا وغیرہ پکتا تھا۔

میرے والد بزرگوار فرماتے تھے کہ ان دنوں میرے اور مبشر کے سوا اور کوئی خدمتگار نہ تھا۔ افطار کے طعام کا بندوبست میرے دادا بزرگوار جو شیخ شیوخ العالم فریدالدین کی بیعت سے مشرف تھے کیا کرتے تھے اور افطار کے وقت وہی کھانا لیکر جایا کرتے لیکن خدمت خاص مثلاً وضو کرانا اور استنجے کے لئے ڈھیلے وغیرہ مہیا کرنا میرے والد بزرگوار کے سپرد تھا۔ الغرض تھوڑے عرصے بعد رادت مذکور کے بیٹے اپنی جاگیروں سے واپس آئے اور مکان خالی کروانا چاہا۔ انہوں نے سلطان المشائخ کو اتنی مہلت نہ دی کہ کوئی اور مکان تلاش کر لیں۔ اپنے ملکی دبدبے سے انہوں نے کام لیا۔ اس لئے مجبوراً سلطان المشائخ وہاں سے نکلے اور میرے والد بزرگوار نے سلطان المشائخ کی کتابیں جن کے سوا اور کوئی سامان بھی نہ تھا سر پر اٹھا لیں اور سراج بقال کے گھر کے سامنے کی چھپردار مسجد میں اترے۔ ایک رات آپ وہاں رہے۔ اور اس مسجد کی دہلیز میں میرے والد بزرگوار نے رات بسر کی۔ دوسرے روز سعد کاغذی نے جو شیخ صدرالدین کا مرید تھا۔ بہ الحاح کہ آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میرے غریب خانہ پر تشریف لے آویں اور وہیں قیام فرمائیں۔ چنانچہ آپ تو اُن کے مکان پر ٹھہرے اور میرے والد بزرگوار کے لئے اور مکان کا بندوبست کیا۔ آپ اس مکان کی دوسری منزل میں قریباً ایک مہینہ رہے۔ بعدازاں وہاں سے نکلکر پل قیصر کے قریب رکابدار کی سرائے میں آگئے۔ اور اس میں کسی ایک مکان میں بسیرا لیا۔ اور میرے دادا جان بھی سرائے کے ایک حجرے میں ٹھہرے۔ کچھ مدت بعد وہاں سے اُٹھ کر پھر شادی گلابی کے گھر میں جو محمد میوہ فروش کی دوکانوں کے درمیان تھا۔ رہنا شروع کیا۔ وہاں رہتے ہوئے شمس الدین شرابدار کے فرزند اور رشتہ دار سلطان المشائخ کے معتقد ہوئے۔ جو سلطان المشائخ کو شمس الدین شرابدار کے گھر لے آئے۔ اس گھر میں آپ کئی سال رہے۔ یہاں بڑی راحت اور جمعیت تھی۔ اجودھن سے جو یار آئے اکثر اسی گھر میں انہوں نے شرف ملاقات حاصل کیا۔ اور اسی گھر میں ایک بزرگ مرد خواجہ محمد نعلین دوز تھا۔ اس کی انگلیاں ہمیشہ نعلین کے رنگ سے رنگی رہتیں۔ اسے خضر علیہ السلام سے ملاقات نصیب تھی۔ اس بزرگ نے ایک دفعہ سلطان المشائخ کی دعوت کی۔ وہ تین اور بزرگ بھی آپ کے ہمراہ تھے تھوڑی

سی کھچڑی صحناک میں ڈال کر رکھی گئی۔ تو اس میں نمک کی زیادتی کی وجہ سے یاروں نے خوش طبعی کرنی شروع کی۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ یارو! کچھ نہ کہو۔ اس عزیز کے گھر تھوڑا سا نمک تھا۔ سو اس نے نمک پکا کر تمہارے آگے رکھا ہے۔ جس دن سلطان المشائخ زادت عرض کے گھر سے چھپر ا مسجد میں آ گئے۔ اسی رات راوت عرض کے گھر میں ایسی آگ لگی۔ کہ وہ عظیم الشان عمارت جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گئی۔ الغرض جس مکان میں آپ جاتے میرے دادا صاحب بھی آپ کے ساتھ جاتے۔ سلطان المشائخ کو ان دنوں شہر میں رہنے کا اتفاق نہ ہوا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔ کہ پہلے ہی میرا دل شہر میں رہنے کو نہ کرتا تھا۔ ایک روز میں قتلغ خاں کے حوض پر قرآن شریف یاد کر رہا تھا۔ کہ ایک درویش کو یاد الٰہی میں مشغول دیکھ کر اس کے پاس جا کر پوچھا۔ کہ کیا آپ شہر میں رہتے ہیں؟ کہا ہاں۔ پوچھا اپنی مرضی سے۔ کہا نہیں۔ پھر اس درویش نے کہا۔ کہ میں نے ایک درویش کو دروازہ کمال کے باہر خندق کے کنارے پر جو دروازہ کمال کے نزدیک ایک چبوترہ سا ہے اور جہاں پر شہیدوں کا مقام ہے دیکھا۔ اس نے مجھے کہا۔ کہ اگر ایمان سلامت چاہتے ہو۔ تو شہر میں نہ رہو۔ اس دن سے میرا ارادہ شہر سے چلے جانے کا ہے۔ لیکن پچیس سال ہونے آئے۔ کہ شہر سے جانے کا اتفاق نہیں ہوتا۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے یہ بات سنی۔ تو دل میں ٹھان لی کہ اس شہر میں نہیں رہوں گا۔ کچھ عرصہ تو یہ ارادہ رہا۔ کہ قصبہ پٹیالی میں چلا جاؤں۔ جہاں پر امیر خسرو رہتے ہیں۔ پھر دل میں خیال آیا کہ پاس کے گاؤں بسنالہ میں چلا جاؤں۔ الغرض بسنالہ میں تین دن رہا۔ لیکن کوئی مکان نہ ملا۔ نہ گروی نہ کرائے پر اس لئے تین دن بطور مہمان بسر کئے۔ جب وہاں سے واپس آیا۔ تو ارادہ بدستور تھا۔ کہ ایک روز رانی کے حوض کے قریب باغ حسرت میں بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ کہ مجھے اس شہر سے جانا ضروری ہے لیکن میں اپنی مرضی سے نہیں جاتا۔ جہاں تیری رضا ہے بھیج دے۔ اتنے میں آواز آئی۔ کہ غیاث پور جاؤ۔ جب میں نے یہ آواز سنی۔ تو ایک دوست پاس گیا۔ جو نیشا پوری نقیب تھا۔ جب اس کے گھر گیا۔ تو انہوں نے کہا غیاث پور گیا ہوا ہے۔ میں نے دل میں کہا۔ شاید یہ وہی غیاث پور ہے جس کی آواز مجھے آئی ہے۔ الغرض میں اس کے ساتھ غیاث پور گیا۔ ان دنوں وہ گاؤں چنداں آباد نہ تھا۔ ایک غیر مشہور مقام تھا۔ جب میں نے وہاں سکونت اختیار کی۔ تو کیقباد کے کیلوکھری میں ساکن ہونے سے یہاں لوگوں کی بھیڑ ہو گئی۔ چنانچہ بہت سے امیر امراء وغیرہ وہاں آ گئے جس سے مجھے تکلیف محسوس ہوئی۔ میں نے دل میں ٹھانی۔ کہ

یہاں سے بھی اب چلنا چاہیئے۔ اسی خیال میں تھا۔ کہ اسی روز عصر کے وقت ایک جوان صاحب حسن لیکن دُبلا پتلا واللہ اعلم وہ مردانِ غیب سے تھا یا کون تھا اُس نے آتے ہی پہلے یہ بات کی ؎

آں روز کہ مہ شدی نمیدانستی کانگشت نمائے عالمے خواہی شد
امروز کہ زلفت دل خلقے بربود درگوشہ نشستنت نمیدار د سود

بعد ازاں کہا کہ پہلے تو مشہور نہیں ہونا چاہیئے۔ اور جب مشہور ہو جائے۔ تو ایسا مشہور ہو کہ قیامت کے دن آنحضرت صلعم سے شرمندہ نہ ہو۔ پھر کہا کہ یہ قوت و حوصلہ نہیں۔ کہ خلقت سے گوشہ گیری کی جائے۔ اور یادِ الٰہی میں مشغول ہوں۔ بلکہ قوت اور حوصلہ یہ ہے کہ باوجود خلقت کی بھیڑ بھاڑ کے یادِ الٰہی میں مشغول ہوں۔ جب وہ یہ باتیں کر چکا۔ تو میں تھوڑا سا کھانا کھانے کے واسطے لایا۔ اُس نے نہ کھایا۔ میں نے اسی وقت نیت کر لی۔ کہ یہیں رہوں گا۔ یہ نیت کرتے ہی اُس نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور چلا گیا۔ پھر میں نے اُسے نہ دیکھا +

مصنف عرض پرداز ہے کہ سلطان المشائخ کا ارادہ ہمیشہ رہا۔ کہ کسی کو آپ کی مشغولی کی اطلاع نہ ہو۔ اور خلقت سے بالکل کنارہ کر جائیں۔ چنانچہ خود اس بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ جوانی کے دنوں میں مجھے خلقت سے میل جول تھا۔ جس سے ہمیشہ میرا دل کڑھتا۔ کہ کب وہ وقت آئیگا۔ کہ میں ان سے رہائی پاؤنگا۔ خواہ وہ طالب علم ہی کیوں نہ ہوں۔ صحبت سے بھی آپ کو نفرت تھی۔ چنانچہ بارہا یاروں کو فرماتے۔ کہ میں تم میں نہیں رہونگا۔ میں صرف چند روز تمہارا مہمان ہوں۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا مرید ہونے سے پہلے بھی آپ کی یہی حالت تھی۔ فرمایا۔ ہاں مکانات کی تبدیلی کی وجہ بھی یہی تھی۔ جب غیب سے آواز سُنی۔ تو ایک جگہ قرار کیا۔ سلوک کے چھپانے کی بدرجہ غایت کوشش کرتے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔ کہ میں شروع میں آنے والوں سے سنا کرتا تھا۔ کہ بہار میں شیخ خضر پارہ دوز کی خانقاہ ہے۔ وہ درویشوں کی خدمت کرتا ہے۔ میں نے پختہ ارادہ کر لیا۔ کہ اس کے بچوں اور غلاموں کی تعلیم میں کوشش کروں گا۔ تھوڑے عرصے بعد آنے والے اس کی طرف سے رقعہ لائے جس میں میری مردمی اور اخلاق کی بہت کچھ تعریف کی ہوئی تھی۔ میں جان گیا۔ کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے۔ وہاں بھی نہیں جانا چاہیئے۔ نیز فرمایا کہ میں خطیرہ میں جا رہا تھا۔ کہ چھوٹے چھوٹے چھپروں پر میری نظر پڑی۔ میں نے خواہش کی۔ کہ اسی قدر چھپر رہنے سہنے کے لئے کافی ہے۔ نیز فرمایا کہ شروع میں کبھی کبھی میرے دل

میں خیال آتا۔ کہ مردان غیب کا ملنا حصول نصیب ہو تو بہتر ہے۔ پھر یہ خیال آتا کہ یہ کس قسم کی آرزو ہے کسی اچھی مصلحت کے تحت ہونا چاہئے۔ پھر فرمایا۔ کہ مردان غیب پہلے اقرار دیتے ہیں۔ اور باتیں سناتے ہیں۔ پھر ملاقات کرتے ہیں۔ اور پھر پہچانتے ہیں۔ اس بات کے اخیر پر زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ وہ مقام کیسا ہی باراحت ہے۔ جہاں لیجاتے ہیں ؛

{نکتہ ہفتم۔ در بیان مجاہدہ ہائے سلطان المشائخ کہ در اوائل حال بود۔}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھ کشتی میں بیٹھا تھا۔ تمام یار موجود تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ یار بار بار اٹھ کر سایہ کرتے تھے۔ اتنے میں دوپہر کے سونے کا وقت ہوگیا۔ سب سو گئے۔ لیکن میں بیٹھا آنجناب پر سے مکھیاں اڑاتا رہا۔ جب شیخ شیوخ العالم بیدار ہوئے۔ تو پوچھا یار کہاں ہیں؟ میں نے عرض کی سو گئے ہیں۔ فرمایا۔ آپ مجھے کچھ بتائیں۔ فرمایا۔ جب ولی جاؤ۔ تو مجاہدہ میں مشغول رہنا۔ بیکار رہنا اچھا نہیں۔ روزہ رکھنا آدھی راہ ہے۔ اور دوسرے عمل مثلاً نماز۔ حج وغیرہ آدھی راہ۔ مولانا بدرالدین اسحاق نے فرمایا کہ شیخ شیوخ کا یہ سفر محض تمہاری خاطر تھا۔ یعنی اس سفر میں تمہیں شیخ شیوخ العالم کی بخشش سے نعمتیں حاصل ہوئیں۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ اس فرمان کا ذوق اس قدر ہوا۔ کہ مجھے یہ بھی نہ سوجھی۔ کہ آنجناب سے پوچھ لوں۔ کہ کونسا مجاہدہ اختیار کروں۔ پھر میں نے یاروں سے پوچھا۔ اور ان کے مشورے کے مطابق ہمیشہ کا روزہ اختیار کیا۔ چونکہ آنجناب سے اجازت نہ لی تھی۔ اس واسطے کبھی کبھی اس میں ناغہ ہو جاتا تھا ؛

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ غیاثی عہد میں دو جیتل کے ایک سیر خربوزے ملتے تھے۔ فصل کا بہت سا حصہ گذر چکا تھا۔ لیکن میں نے خربوزے چکھے تک نہ تھے۔ اور میری یہی خواہش تھی کہ باقی فصل بھی خربوزہ نہ کھاؤں۔ لیکن فصل کے آخیر پر ایک شخص چند خربوزے اور چند ایک روٹیاں لایا۔ چونکہ وہ غیب سے تھیں۔ اس لئے میں نے کھالیں ؛

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک دن رات گذر گیا۔ دوسری رات بھی ہوگئی۔ اور آدھی گذر چکی تھی لیکن میں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ ان دنوں ایک جیتل کی دو سیر میدے کی روٹیاں ملتی تھیں۔ لیکن میرے پاس ایک دانگ بھی نہ تھا۔ کہ روٹی کھاتا۔ اور میری والدہ ہمشیرہ اور دوسرے آدمی جن کی مدد میرے ذمے تھی۔ ان کی بھی یہی حالت تھی۔ ایسی حالت میں اگر کوئی مصری۔ شکر یا عمدہ کپڑا لاتا جس کے فروخت کرنے سے ہماری غرض پوری ہو سکتی۔ تو

بھی ہیں قبول نہ کرکے اسی بات کا منتظر رہنا۔ کہ غیب سے کچھ ملے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بھوک دور نہیں ہوتی ؛

شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے سلطان المشائخ کو فرماتے سُنا ہے کہ جن دنوں میں دروازہ مندہ کے قریب کے ایک برج میں رہا کرتا تھا۔ ایک دفعہ تین روز تک کھانے کے لئے کچھ نہ ملا۔ ایک نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے میں نے ایک آدمی کو بھیجا کہ دیکھوں کون ہے۔ اس نے جاکر دروازہ کھولا۔ تو اس شخص نے اسے کھچڑی کا بھرا ہوا پیالہ دیا۔ اور خود چلا گیا۔ میں نے اس سے پوچھا اسے پہچانتے ہو؟ کہا نہیں۔ جو مزا اس کھچڑی کے کھانے سے حاصل ہوا۔ وہ اب تک کسی کھانے سے حاصل نہیں ہوا۔ جو نعمت مجھے ملتی ہے کسی آنے والے کے ہاتھ سے ملتی ہے ؛

نیز فرمایا۔ کہ میری والدہ صاحبہ کی عادت تھی۔ کہ ہمارے گھر میں اناج نہ ہوتا۔ تو مجھے فرماتیں۔ کہ آج ہم اللہ تعالےٰ کے مہمان ہیں۔ میں اسی بات کے ذوق میں رہتا۔ کہ جتنے کہ کوئی آدمی ایک ٹکے کا غلہ ہمارے گھر لاتا۔ اور ہم چند روز متواتر اس کی روٹیاں پکاکر کھاتے۔ میں تنگ آجاتا۔ کہ کب میری والدہ صاحبہ فرمائینگی۔ کہ ہم اللہ تعالےٰ کے مہمان ہیں۔ اس سے مجھے خاص ذوق اور راحت حاصل ہوتی ؛

میں (مصنفؒ) نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے۔ جو فرماتے تھے۔ کہ اس سے پہلے غیاث پور میں سلطان المشائخ کے گھر میں زنبیل پھرائی جاتی۔ افطار کے وقت زنبیل میں کے روٹیوں کے ٹکڑے آپ کے پیش کئے جاتے۔ جو چند ملازموں کو تقسیم کئے جاتے ؛

میں (مصنفؒ) نے اپنے چچا سید حسین کرمانی سے سُنا ہے۔ کہ ایک دفعہ افطار کے وقت زنبیل میں سے روٹی کے ٹکڑے دستر خوان پر پہنچے گئے۔ اتنے میں ایک درویش آیا۔ اور اس خیال سے کہ کھانا کھا چکے ہیں یہ بچا کھچا ہے۔ وہ ٹکڑے سمیٹ چلتا بنا۔ سلطان المشائخ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ ابھی بہت ہمارے کام میں خیریت ہے۔ جو ہمیں بھوکا رکھتے ہیں۔ یہ حالت دو فاقوں کے بعد واقع ہوئی۔ یعنی وہ درویش غیب سے بھیجا گیا تھا ؛

میں نے اپنے والد بزرگوار سے سُنا ہے۔ کہ ان دنوں سلطان المشائخ اور آپ کے ہمراہیوں پر وقت بہت تنگ تھا۔ فاقے پر فاقہ تھا۔ آپ کے یار جو شیخ کبیر کے مرید تھے۔ اس حال سے تنگ

آ گئے تھے۔ اس اثنا میں سلطان جلال الدین خلجی نے کچھ بطور فتوح بھیجا۔ اور عرض کی۔ کہ اگر سلطان المشائخ فرمائیں تو آپ کے خدمتگاروں کے لئے ایک گاؤں دیا جائے تا کہ فراخ دلی سے خدمت کر سکیں لیکن سلطان المشائخ نے منع فرمایا۔ خدمتگار اور بعض معتقد جو بھوک کے عذاب سے تنگ آئے ہوئے تھے بہت کرسانے کے ساتھ آپ کی خدمت میں التماس کرنے لگے۔ کہ مل جائے تو بہتر ہے۔ آپ تو پانی بھی نہیں پیتے۔ لیکن ہمارا حال ما رے بھوکوں کے پتلا ہو رہا ہے۔ سلطان المشائخ نے دل میں کہا۔ کہ خدمتگاروں اور بعض یاروں کی بات کی مجھے ذرا بھی پرواہ نہیں۔ اگر سارے بھی چلے جائیں تو بھی مضائقہ نہیں۔ لیکن چند اعلیٰ یار جو میرے ہم خرقہ ہیں۔ انکی آزمائش کرنی چاہیئے۔ آیا وہ بھی اسی خیال کے ہیں یا نہیں۔ اس مطلب کے لئے آپ نے میرے دادا بزرگوار سید کرمانی اور بعض اعلےٰ یاروں کو بلا کر مشورہ کیا کہ آیا گاؤں لینا چاہیئے یا نہیں۔ انہوں نے کہا۔ مولانا نظام الدین! ہم دقت سے تمہارے ہاں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اگر یہ گاؤں مقرر ہو گیا۔ تو ہم پانی بھی نہیں پئینگے سلطان المشائخ اس علکشا جواب سے نہایت ہی خوش ہوئے اور فرمایا۔ دوسروں کی مجھے پرواہ نہیں۔ مجھے صرف آپ لوگوں کی ضرورت ہے۔ تم نے میرے دل کو از بس خوش کیا ہے اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ آپ اس دینی کام میں میری مدد فرمائیں۔ ایسا ہی کرنا چاہیئے ٭

معتبر آدمیوں سے سننے میں آیا ہے کہ جب سلطان المشائخ اجودھن میں شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں تھے۔ تو آپ کے کپڑے بہت میلے ردی حالت میں ہو گئے۔ ایک روز میرے (مصنف) کی دادی بی بی رانی نے سلطان المشائخ کو کہا۔ کہ بھائی تمہارے کپڑے بہت میلے ہو رہے ہیں۔ اور پھٹ بھی گئے ہیں۔ اگر مجھے دو تو میں دھو دوں۔ اور پیوند بھی لگا دوں۔ سلطان المشائخ نے عذر کیا۔ لیکن میری دادی نے آپ کے عذر کو نہ مانا۔ اور آپ کو اپنی چادر دی کہ اوڑھ لیں۔ اور خود آپ کے کپڑے دھوئے۔ آپ کتاب لیکر گوشے میں اس کا مطالعہ کرنے لگے۔ میری دادی نے کپڑے دھو کر سکھائے۔ پھر سید محمد کرمانی کا دستار چہ لیکر دھویا اور اس کے پیوند آپ کے کپڑوں کو لگائے۔ اور کپڑے سلطان المشائخ کے حوالے کئے۔ سلطان المشائخ نے وہ کپڑے پہنے۔ اور آخر عمر تک اس بات کا لحاظ سید محمد کرمانی اور اس کے فرزندوں سے کرتے رہے۔ جو آج تک سلطان المشائخ کے صدقے پرورش پاتے ہیں۔ اور آپ کے روضہ منورہ کے گرد جانبداری کرتے ہیں ٭ ۵

آں بخت کو کہ بالشم آیم سوی تو　　آں دولت از کجا کہ ببینم روئے تو
بوئے گلے ز رخت بمشام دلم رسید　　جاں میدہم بر سر کوئے تو بہ بوئے تو

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ بداؤں سے دہلی آ رہا تھا۔ کہ ایک شخص مرقع پوش کالی گودڑی کندھوں پر ڈالے ہوئے اور میلی سی پگڑی سر پر باندھے ہوئے مستوں کی طرح راہ میں آیا اور مجھے سلام کیا۔ اور سلام کرتے ہی مجھ سے بغلگیر ہوا۔ اور میرے سینے کو سونگھ کر اپنے سینے سے لگایا۔ اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ یہاں سے مسلمانی کی بو آتی ہے مجھے معلوم نہ ہوا کہ یہ کون ہے۔ دوسرے روز وہ شخص میرے جماعت خانے میں اس وقت آیا جب دسترخوان بچھا ہوا تھا سلام کر کے دسترخوان پر بیٹھ گیا۔ اور بیٹھتے ہی کھانا کھانے سے فارغ ہو کر چل دیا میں نے اسے نہ دیکھ کر یاروں سے پوچھا۔ کہ اس درویش نے کچھ کھایا بھی ہے۔ انہوں نے کہا چار روٹیاں اور تھوڑا سا شوربا پیالے میں ڈال کر خانقاہ کے مقابل ایک ٹیلے پر جا بیٹھا اور کھا گیا۔ اس وقت تنگی کے مارے ہم پر تیسرا فاقہ تھا تیسری مرتبہ جب کھا کر کے یار آ رہے تھے ان میں سے ایک مولانا عمر یار سے وہی درویش ملا اور پوچھنے لگا۔ کہ کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا فلاں کے پاس۔ کہا اس بیچارے کے پاس رکھا ہی کیا ہے۔ یہ پارۂ جنبل اسے دینا۔ پھر اس روز سے فتح فتوح ہوئی اس روز ظاہر ہوا۔ کہ وہ مرد تھا۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا۔ مگر تنگی کی حالت میں ؞

{ نکتہ ہشتم۔ در بیان یافتن سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز خلافت و نعمتہائے دینی و دنیاوی از حضرت باعظمت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز }

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شروع میں جب میں علم پڑھنے میں مشغول تھا۔ اور پورے طور پر مستغرق تھا۔ تو شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ نظام الدین کیا تجھے یہ دعا یاد ہے۔ دعا یہ ہے: يَا دَائِمَ الْفَضْلِ عَلَى الْبَرِيَّةِ يَا بَاسِطَ الْيَدَيْنِ بِالْعَطِيَّةِ وَيَا صَاحِبَ الْمَوَاهِبِ السَّنِيَّةِ يَا دَافِعَ الْبَلَاءِ وَالْبَلِيَّةِ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ الْبَرَرَةِ النَّقِيَّةِ وَاغْفِرْ لَنَا بِالْعِشَاءِ وَالْعَشِيَّةِ رَبَّنَا تَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ وَأَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِينَ وَصَلِّ عَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى مَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۔ میں نے عرض کی نہیں۔ شیخ شیوخ العالم نے فرمایا

کہ اس دعا کو حفظ کرو اور ہمیشہ پڑھا کرو۔ تاکہ میں تمہیں اپنا خلیفہ بناؤں۔ آپ کے فرمان کے مطابق میں شہر میں آیا۔ اور تین مرتبہ دہلی سے آپ کی خدمت میں گیا۔ بعد ازاں ایک دفعہ خود آپ نے بلا بھیجا۔ اس روز ۱۳ رمضان سنہ ۶۶۹ ہجری تھا۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ نظام الدین کیا جو کچھ میں نے کہا تھا یاد ہے۔ میں نے عرض کی جناب ہے فرمایا کاغذ لاؤ اور اجازت نامہ لکھو۔ کاغذ لاشے اور اجازت نامہ لکھا گیا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ اجازت نامہ مولانا جمال الدین کو ہانسی میں اور قاضی منتجب کو دہلی میں دکھانا لیکن شیخ نجیب الدین کا ذکر نہ کیا۔ میں نے سمجھا شاید جناب کا دل ~~اُن کی طرف~~ اُن کی طرف سے ناراض ہے۔ جب میں دہلی آیا۔ تو سنا کہ ۹ رمضان کو شیخ نجیب الدین کا انتقال ہو چکا تھا۔

نیز فرمایا کہ جس روز شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر نے مجھے خلافت عطا فرمائی۔ تو میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اللہ تعالے تجھے نیک بخت بنائے۔ اَسْعَدَكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ وَرَزَقَكَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مَقْبُوْلًا ط وہ علوم جو اللہ تعالے کو معلوم ہیں۔ اور فرمایا کہ تو ایک درخت ہوگا جس کے سائے تلے خلقت آرام کریگی۔ نیز فرمایا کہ مجاہدہ کرنا چاہیئے تاکہ استعداد ہو جائے۔ جب میں واپس آیا۔ تو ہانسی پہونچکر وہ خلافت نامہ شیخ جمال الدین کو دکھلایا۔ جو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور زبان مبارک سے حسب ذیل شعر پڑھا ؎

خدائے جہاں راہزاراں سپاس　　　کہ گوہر سپردہ بگوہر شناس

حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین سے جو خلافت نامہ۔ اجازت نامہ اور تمہید ابو شکور سالمی کا سبق پڑھنے پڑھانے کی اجازت ملی ہے۔ وہ اس کتاب میں مندرج ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَدَّمَ اِحْسَانَهٗ عَلٰى مُقَدَّمِ وَاٰخِرِ شُكْرِهٖ عَلٰى نِعْمَتِهٖ هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ لَا مُؤَخِّرَ لِمَا قَدَّمَ وَلَا مُقَدِّمَ لِمَا اَخَّرَ وَلَا مُعْلِنَ لِمَا اَبْطَنَ وَلَا مُخْفِيَ لِمَا اَظْهَرَ وَلَا يَكَادُ نُطْقُ الْاَوَائِلِ وَالْاَوَاخِرِ عَلٰى دَيْمُوْمِيَّتِهٖ اِخْتِيَارًا اَوْ تَقَابُلًا وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْمُصْطَفٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاَهْلِ الْوِلَادِ وَالْاِرْتِضٰى وَبَعْدُ فَاِنَّ الشُّرُوْعَ فِي الْاُصُوْلِ يُوَسِّعُ

دُعَاءِ الشُّهُوْدِ وَيُبْصِرُ لِمَنْ يَكْرَعُ مِنْهَا مَهَارِقَ الْوِرْدِ عَلَى اَنَّ الطَّرِيْقَ مَخُوْفٌ وَالْعَقَبَةَ كَؤُوْدٌ وَ نِعْمَ الْكِتَابِ فِيْ هٰذَا الْفَنِّ تَمْهِيْدُ الْمُهْتَدِىْ اِلٰى شكور بردا الله مضجعه وقد قرأ عندى الولد الرشيد الامام التقى العالم الرّاضى نظام الملّة والدّين محمّد بن احمد زين الائمة والعلماء مفخر الاجلة والاتقياء اعانه الله على ابتغاء مرضاته وانا له منتهى رحمته واعلى درجاته سبقا بعد سبق من اوله الى اخره قراءة تدبّر وايقان وتيقظ واتقان مستجمع رعايته سمع ودرايته جنان وكما حصل الوقوف على حسن استعداده كذالك وفور تهيّاء ه اجزته ان يدرس فيه للمتعلمين بشرط المجانبة عن التصحيف والغلط والتحريف وبذل الجهد والاجتهاد فى التصحيح والتنقيح عن الزلل وعلته المعول والله العالم وكان ذلك يوم الاربعاء من الشهر المبارك رمضان عظمه الله بركته بالاشارة العالية ادم الله علاها وعن الخلل حماها تحررت هذه الاسطر بعون الله على يد اضعف الفقير الى الله الغنى اسحاق بن على بن اسحاق الدهلوى بمشافهته حامدا ومصليا فاجزت له ايضا بان يروى عنى جميع ما استفاده وحوى وسمع ذلك منى ودعى والسلام على من اتبع الهدى واجزت له ايضا ان يلزم الخلوة فى مسجد اقيمت فيه الجماعة ولا يخل بشرائطها التى بها حصول الزيادة وبرفضها تكون الاقدام عاثلة ناصيه وذلك تجريد المقاصد عن مفاسدها وتفريد الهمّة عمّا تغفلها وبيان ذلك ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كن فى الدنيا كانك غريب اوكعابرى سبيل وعد نفسك من اصحاب القبور الحديث فعند ذلك صحّ قصده واجتمع همّته وصارت الهمم المختلفة همة واحدة فليدخل الخلوة مفترا نفسه معدما للخلق عالما بعجزهم تاركا للدّنيا وشهواتها واقفا على مضارّها وامنيتها ولتكن خلوته معمورة بانواع العبادات اذا سئمت نفسه عن احتمال الاعلى تيزلها الى الادنى وان حجّت فلينزلها اما بجهل يسيرا وبالتّرفات فيه احترازً

عن هواجس النفس وليحترز البطالة فانها تقسي القلوب والله تعالى اعلم ذلك اعانه ويحفظه عما شانه ورحمته وهو ارحم الراحمين صلى الله على محمد واله ايضا اذا استوفر حظه من الخلوة وانفتحت بها عن الحكمة واجتمعت خلواته بمناديه وصل اليه من لم تفتد والوصول الينا يستوفي اليه اياه فبذة العزيزة نائبة عن يدنا وهو من جملة خلفائنا والتزام حكمه في امر الدين والدنيا من جملة تعظيمنا فرحم الله من اكرمه وعظم من اكرمناه واهان من لم يحفظ حق من حفظنا صح ذلك كله من الفقير المسعود ثم بعون الله وحسن توفيقه والله اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم شکر اور تعریف اس ذات پاک کو ہے جس نے اپنے احسان کو منت پر مقدم رکھا۔ اور شکر کو نعمت سے مؤخر کیا۔ جس چیز کو اللہ تعالےٰ بلند کرے اُسے کوئی پست کرنیوالا نہیں۔ اور جسے وہ پست کرے اُسے کوئی بلند کرنے والا نہیں جس کو وہ ظاہر کرے اُسے کوئی پوشیدہ نہیں کرسکتا۔ اور جسے وہ پوشیدہ کرے۔ اسے کوئی ظاہر نہیں کرسکتا۔ ازروئے اعتبار اور مقابلہ اول اور آخر والوں کی گویائی اللہ تعالےٰ کی ہمیشگی کے نزدیک نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت کاملہ اس رسولِ خدا پر نازل ہو جو برگزیدہ ہے اور جس کا نام محمدؐ ہے۔ نیز رحمت کاملہ محمد اس کی آل اور اس کے اصحاب پر ہو نیز رحمت کاملہ دوستی والوں اور برگزیدہ اشخاص پر نازل ہو۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض پرداز ہوں۔ کہ علم اصول حدیث کا شروع کرنا حاضرین کی دعا کو کشادہ کرتا ہے اور ایسے شخص کو جو اس علم اصول سے بالکل جلی ہوئی جگہوں کو پانی دیتا ہے۔ بینا کرتا ہے۔ یہ راہ دراصل خوفناک اور مشکل ہے۔ اس بارے میں سب سے عمدہ کتاب تمہید المہتدی مشکور ہے (اللہ تعالیٰ اس کی خوابگاہ کو سرد اور خوش کرے) یہ کتاب مجھ سے فرزند رشید پاک دین امام پاک رائے دانا۔ برگزیدہ محمد بن احمد نے جو اماموں کی اور عالموں کی زینت۔ متقیوں اور بزرگوں کی جائے فخر ہے (اللہ تعالےٰ اُسے اپنی رضامندی کی جستجو نصیب کرے اور اپنی رحمت انتہا درجہ اس پر کرے) سبقاً سبقاً پڑھی۔ اور شروع سے لیکر آخیر تک بڑے غور سے بلاشک و شبہ اور گمان کے ہشیاری سے اس کا مطالعہ کیا، کانوں سے غور سے سُنا اور دل سے اچھی طرح معلوم کیا۔ چنانچہ اس کتاب کے پڑھانے میں مجھے معلوم ہوگیا۔ کہ

صاحب استعداد آراستہ و پیراستہ اور شائستہ و مہذب ہے۔ میں اسے اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ یہ کتاب طالب علموں کو پڑھائے۔ بشرطیکہ کہنے میں غلطی سے بچے۔ اور لکھنے اور بات کے پھرانے میں بھول چوک نہ جائے۔ اور بات میں پوری پوری قوت خرچ کرے اور نسخے کو درست کرنے اور باتوں کے پاکیزہ کرنے میں طاقت خرچ کرے۔ اللہ تعالےٰ بات میں کی لغزش سے بچانے والا ہے۔ اور دینی کاموں میں تباہی اور بیماری سے محفوظ رکھنے والا ہے یہ اجازت نامہ بدھ کے روز ماہ رمضان المبارک۔ اللہ تعالےٰ اس کی برکتوں کو بڑا کرے۔ یہ اجازت نامہ جناب شیخ شیوخ العالم کے اشارہ عالیہ سے اللہ تعالےٰ اس اشارہ عالیہ کی قدر و منزلت کو ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اللہ تعالےٰ کی مدد سے اللہ تعالےٰ بے نیاز کے محتاج اسحاق بن علی بن اسحاق متوطن دہلی کے ہاتھ سے لکھا گیا۔ اور شیخ شیوخ العالم کے روبرو لکھا گیا بحالیکہ آپ تعریف کرتے اور درود بھیجتے تھے۔ نیز میں اس بات کی اجازت دیتا ہوں۔ کہ نظام الملۃ والدین ان تمام باتوں کی روایت کرے۔ جن کا مجھ سے استفادہ کیا ہے۔ انہیں مجھ سے سنا ہے اور جمع کیا ہے اور محفوظ رکھا ہے اور راہ راست کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔ نیز میں اسے اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ مسجد میں خلوت اختیار کرے۔ جس میں نماز با جماعت ادا کی جاتی ہے۔ اس خلوت کی شرائط میں دست اندازی نہ کرے۔ ان شرائط کے حصول میں ترقی ہے۔ اس خلوت کے ترک کرنے سے بدی کی طرف جلدی قدم اٹھتا ہے وہ شرائط یہ ہیں۔ کہ مقاصد کو تباہی سے بچائیں۔ اور جو چیز مقاصد کے حصول میں خارج ہے اس سے روگردانی کریں۔ اس خلوت کا بیان وہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کن فی الدنیا کانک غریب او کعابر سبیل و عد نفسک من اصحاب القبور الخ۔ "دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو مسافر ہے یا راہ رو ہے اور اپنے تئیں اہل قبور سے گن"۔ پس اس کے نزدیک اس نے اپنے ارادے کو درست کیا اور اپنی ہمت کو جمع کیا۔ اور اس کی تمام ہمتیں مل کر ایک ہمت بن گئی ایسا شخص خلوت میں داخل ہو بشرطیکہ وہ اپنے نفس کو شکست کرے اور خلقت کو معدوم خیال کرے۔ ان کو ناتوان جانے۔ دنیا اور اس کی حرص و ہوا اور خواہشات کو ترک کرے۔ دنیا کی حرصوں اور اس کی آرزوں کی مضرت کا اسے علم ہو۔ ایسے خلوت نشین کا وقت مختلف قسم کی عبادتوں سے اس وقت آراستہ ہوتا ہے جبکہ اس کا نفس اپنے شغلوں کو چھوڑ دینے مشاغل میں آنے سے عاجز آجائے۔ اگر وہ میل غلبہ کرے۔ تو نفس کو تھوڑے عمل یا

تھوڑے سو جانے سے خوش کرے۔ یہ خوش کرنا بھی نفس کی شورشوں سے پرہیز کرنا ہے۔ اگر خلوت بیکاری سے پرہیز کرے۔ بے شک ایسی بطالت دلوں کو بُری طرح غافل کرتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ایسے کام سے نظام الحق والدین کو محفوظ رکھے۔ اور ایسی چیز سے اسے بچائے۔ اور اُس کی مدد کرے۔ سب سے زیادہ مہربان اللہ تعالےٰ نے اس پر اپنی رحمت کاملہ اور بخشش شاملہ نازل فرمائے حضرت محمد مصطفٰے اور اس کی آل پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو۔ نیز جب نظام الحق کو خلوت سے کافی حظ حاصل ہو جائے اور اس سے حکمت کے چشمے جاری ہو جائیں۔ جب اُس کی خلوت نافلہ عبادتوں کو جمع کرے جو ہم تک نہ پہنچ سکے۔ اسے یہ نعمت وہ عطا کرے۔ نظام الحق واقعی ہمارا نائب ہے اور ہمارا خلیفہ ہے۔ دینی اور دنیاوی کام اور اس کے حکم کی پابندی ہماری تعظیم ہے۔ پس اللہ تعالےٰ اس شخص پر رحم کرے جو اس نظام الحق کی عزت و توقیر کرے اور اس کی عظمت کرے۔ جسے ہم نے معزز کہا۔ اور جس سے ہم نے ملحوظ رکھا۔ اگر کوئی اُس کی خاطر ملحوظ نہ رکھے۔ تو اللہ تعالےٰ اسے خوار کرے۔ یہ تمام کلمات فقیر مسعود کی طرف سے مدد الٰہی اور حسن توفیق سے ختم ہوئے۔ واللہ اعلم ؂

میں (مصنف) نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ جناب شیخ شیوخ العالم کے مرض موت میں میرے دادا بزرگوار سید محمد کرمانی دہلی سے اجودھن آئے۔ تو دیکھا کہ شیخ کبیر حجرے کے اندر کھٹ پر لیٹے ہیں۔ اور آپ کے فرزند اور یار حجرے کے دروازے کے آگے بیٹھے مشورہ کر رہے ہیں۔ کہ آپ سے سجادہ نشین ہونے کی درخواست کریں۔ اسی اثناء میں میرے دادا بزرگوار نے قدمبوسی کی خواہش ظاہر کی۔ تو فرزندوں نے اندر جانے سے روکا۔ کہ وقت نہیں۔ لیکن اُنہوں نے دروازہ کھول قدمبوسی کی۔ شیخ کبیر نے آنکھیں کھول کر پوچھا کہ سید کیا حالت ہے؟ اور کب آئے ہو؟ عرض کی ابھی حاضر ہوا ہوں۔ بعد ازاں سلطان المشائخ کی طرف سے سلام پہنچانا چاہا۔ لیکن سوچا کہ اگر شروع میں ان کا ذکر کروں تو ضرور شیخ کبیر ان کے حق میں مرحمت فرمائینگے۔ جو آپ کے فرزندوں کو ناگوار گذریگا۔ اِس لئے پہلے اِن مشائخ کا ذکر کیا۔ جو شہر دہلی میں رہتے تھے۔ جسے شیخ صاحب نے بخوشی سُنا۔ پھر سلطان المشائخ کا ذکر بدیں الفاظ کیا۔ کہ مولانا نظام الدین جناب کو پابوسی عرض کرتے ہیں۔ اور جناب کی دعاگوئی میں اوقات بسر کرتے ہیں۔ شیخ کبیر نے یہ سُن کر سلطان المشائخ پر مرحمت فرمائی۔ اور پوچھا کہ

اس کی کیا حالت ہے خوش تو ہے؟ پھر فرمایا۔ کہ یہ جامہ مصلے اور عصا اسے دے دینا جب یہ بات شیخ صاحب کے فرزندوں نے سنی تو جھنجھلائے اور مجھ سے جھگڑنے لگے۔ کہ تو نے یہ کیا کیا کہ ہمارا اسطلوب دوسرے کو دلایا۔ سید محمد کرمانی نے کہا۔ میں کیا کروں۔ میں نے خاص طور پر تو ان کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ صرف سلام کو شیخ المشائخ کی طرف سے شیخ صاحب کو دے رہا تھا۔ کہ اسی اثناء میں ان کا بھی ذکر آ گیا۔ جب حق تعالے کسی کو اپنے لطف و کرم سے کچھ عنایت فرمائے تو میری کیا ہستی ہے کہ اس دولت کو روکوں۔ جب شیخ کبیر کی وفات کی خبر سلطان المشائخ نے سنی۔ تو آنسو امنڈ آئے۔ اور مولانا بدرالدین اسحاق نے وہ جامہ مصلے اور عصا آپ کو دئے۔ اور سید محمد کرمانی کی بابت کہا۔ کہ سید صاحب نے آپ کی غیر حاضری میں آپ کی محبت کے حقوق کو خوب ملحوظ رکھا۔ سلطان المشائخ سید محمد سے بغلگیر ہوئے۔ اور ان دو نو بزرگوں میں رابطہ اتحاد اور بھی مضبوط ہو گیا۔ سلطان المشائخ نے اپنے قلم مبارک سے لکھا ہے۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز نے مجھے ۲۵۔ جمادی الاول ۶۶۹ ہجری کو جمعہ کے روز نماز کے بعد بلا کر لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا۔ اور وصیت کی کہ قرآن شریف حفظ کرنا۔ اور فرمایا نظام! میں نے عرض کی حاضر ہوں جناب۔ فرمایا۔ ہم نے دین اور دنیا دونو تجھے دئے ہیں۔ یہاں سے دے کر بھی ہے تو جا کر ہند کا ملک لے۔ نظرۃ منک یکفینی، تیری ایک نگاہ ہی میرے لئے کافی ہے، کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

بعون جاہ تو بر چرخ بر تواں آمد ٭ بسعی لطف تو بتواں ز آتش آب انگیخت

یکم شعبان ۶۶۹ ہجری کو میں نے شیخ کبیر سے التماس کی۔ جس کے واسطے آپنے دعا مانگی۔ وہ التماس یہ تھی۔ کہ میں در بدر نہ ہوں ٭

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب شیخ کبیر (اللہ تعالے آپ کی خوابگاہ کو ٹھنڈا کرے) بیمار تھے۔ تو آپ نے مجھے کئی مرتبہ وہاں کے شہیدوں کی زیارت کے لئے بھیجا۔ جب ہم حاضر خدمت ہوئے۔ تو فرمایا۔ کہ تمہاری دعا نے کچھ بھی اثر نہیں کیا۔ اور مجھے کوئی جواب نہیں آیا۔ علی بہاری نام ایک یار نے جو دور کھڑا تھا۔ کہا ہم ناقص ہیں۔ اور آپ کی ذات کامل۔ سو ناقصوں کی دعا کاملوں کے حق میں کب مفید و مستجاب ہو سکتی ہے۔ شیخ صاحب نے اس بات کو نہ سنا۔ میں نے آپ تک یہ بات پہنچائی۔ تو فرمایا۔

کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے اس بات کی درخواست کی ہے۔ کہ جو کچھ تو اللہ تعالےٰ سے دعا مانگیگا۔ قبول ہوگی۔ پھر اسی روز مجھے عصا عنایت فرمایا ؛

نیز سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز شیخ کبیر حجرہ میں ننگے سر چہرہ متغیر کئے ہوئے ٹہل کر یہ شعر پڑھتے تھے ؎

خواہم کہ ہمیشہ در وفائے تو زیم — خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم
مقصود من خستہ ز کونین توئی — از بہر تو میرم از برائے تو زیم

جب اشعار پڑھ چکے تو سربسجود ہوئے۔ اسی طرح آپ نے کئی مرتبہ کیا۔ تو میں حجرے کا دروازہ کھول کر اندر گیا۔ اور آپ کے قدموں پر سر رکھدیا۔ شیخ کبیر نے فرمایا۔ مانگ جو مانگتا ہے میں نے کوئی دینی بات طلب کی۔ آپ نے مجھے بخشی۔ بعد ازاں میں پچھتایا کہ میں نے یہ کیوں درخواست کی کہ سماع میں مروں۔ بعد ازاں قاضی محی الدین نے پوچھا کہ وہ کیا تھا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا میں نے استقامت کی خواہش کی تھی۔ سو مجھے مل گئی ؛

نیز فرمایا۔ کہ ایک روز شیخ کبیر کے فرزند نظام الدین اور میں دونوں شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو فرمایا۔ کہ تم دونوں فرزند ہو۔ اس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ کہ یہ نانی ہے اور میری طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تو جانی ہے ؛

نیز فرمایا کہ ایک روز شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین نے فرمایا۔ کہ میرا ایک مرید جب مجھ سے چلا گیا۔ تو کچھ عرصے بعد اس کا اعتقاد درست نہ رہا۔ اور ایک اور مرید تھا۔ جو مجھ سے بہت دور چلا گیا۔ اور دیر تک وہاں رہا۔ اس کا مزاج برقرار رہا۔ لیکن بہت مدت بعد وہ بھی برگشتہ ہوگیا۔ میری طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ کہ اس کے مزاج و اعتقاد میں تبدیلی نہیں ہوئی سلطان المشائخ یہ بات بیان کرتے ہوئے زار زار روئے اور فرمایا۔ کہ آج تک محبت ویسی ہی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

نکتہ نہم۔ در بیان مجاہدہائے سلطان المشائخ در آخر عمر و درویش آں بادشاہ دین قدس اللہ سرہٗ العزیز

میں (مصنف) نے اپنے والد سید مبارک محمد کرمانی سے سنا ہے کہ سلطان المشائخ ایام جوانی میں تیس سال تک سخت مجاہدہ کرتے رہے۔ اور آخری عمر میں اس سے بھی سخت

مجاہدہ اپنی ذات پاک صفات کے لیئے مقرر کیا۔ باوجود اقبال دنیاوی اور فتوحات کے آپ اس سے مبرا تھے۔ الغرض جب سلطان المشائخ کی عمر اسی سال کی ہوئی۔ تو پانچوں وقت جماعت خانہ کے اوپر کی چھت سے جو ایک نہایت بلند عمارت تھی نماز با جماعت ادا کرنے کے لیئے نیچے آیا کرتے۔ اور درویشوں اور عزیزوں سے ملکر نماز ادا کیا کرتے۔ وہ لوگ جناب کی برکت سے بہشت کے مستحق بنتے۔ اور باوجود اتنی بڑی عمر ہونے کے آپ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ اور افطار بھی کبھی کبھی کرتے۔ اور افطار کے وقت بہت تھوڑا کھانا تناول فرماتے چنانچہ کبھی ایک روٹی کبھی آدھی وہ بھی ساگ یا کریلوں سے یا کبھی کبھی چاول سے افطار فرماتے اور جب تک دستر خوان پر درویش اور عزیز موجود رہتے۔ اگر ضرورت ہوتی تو اس میں سے بھی کسی کو عنایت فرماتے جس پر شفقت خاص ہوتی۔ اسے خاص اپنی صحنک اور نوالہ خاص سے مخصوص فرماتے۔ مولانا شمس الدین یحییٰ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ سلطان المشائخ کے دستر خوان پر حاضر تھا۔ افطار کے وقت میری نگاہ سلطان المشائخ کی طرف تھی میں نے دیکھا کہ کھانا شروع ہونے سے آخیر تک صرف کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے رکھا۔ اور باقی یار درویش سب کھا چکے۔ لیکن آپ نے ایک لقمہ بھی نہ اٹھایا۔ الغرض افطار کے بعد اوپر مقام سکونت میں تشریف لیجاتے۔ اور یار اور عزیز جو اطراف و جوانب یا شہر سے زیارت کے لیئے آتے انہیں شام اور عشاء کے مابین اوپر بلا کر ہمکلامی اور ہمنشینی کا مشرف بخشتے۔ اور آپ کے دیدار فرحت آثار سے وہ لوگ مشرف و منور ہوتے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

طُوبیٰ لِاَعْیُنِ قَوْمٍ اَنْتَ بَیْنَھُمْ ۔۔۔ فَھُنَّ مِنْ نِعْمَۃٍ مِنْ وَجْھِکَ الْحَسَنِ

(ترجمہ) اُن لوگوں کی آنکھوں کو خوشی ہے جن میں تو رہتا ہے۔ پس وہ تیرے نیک چہرے کو دیکھنے سے بانعمت ہیں *

بعد ازاں کھانے کے لیئے پھل اور میوے تر اور خشک اور کھانے پینے کی لطیف چیزیں آپ کے سامنے رکھی جاتیں۔ جنہیں وہ عزیز کھاتے۔ اور آپ اُن کی دلداری کرتے۔ اور ہر ایک کے حال کی پرسش کرتے کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ خود سلطان الاولیاء کو ان چیزوں کی خواہش تھی۔ بلکہ یہ صرف ان عزیزوں کی دلجوئی کے لیئے لائی جاتی تھی۔ جب آپ نماز عشا با جماعت ادا کر لیتے۔ تو اوپر کی منزل پر قیام فرماتے۔ اور دیر تک یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ جب آرام کے لیئے چارپائی پر بیٹھتے۔ تو آپ کو تسبیح دی جاتی۔ اس وقت سے امیر خسرو کے کسی

کسی کی مجال نہ ہوتی کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ امیر خسرو جناب کی خدمت میں بیٹھ کر ہر قسم کی باتیں سنایا کرتا۔ سلطان المشائخ امیر خسرو کی رضامندی کی خاطر سر ہلا کر دیا کرتے۔ اور کبھی کبھی فرماتے۔ کہ ترک آج کیا خبر ہے۔ امیر خسرو یہ حکم سن کر میدان فراخ پاکر خوب دل کھول کر مفصل بیان کرتا۔ اگر نکتہ پوچھتے تو مفصل عرض کرتا۔ اس موقع پر بعض چھوٹے رشتہ دار اور بعض صاحبزادے جنہیں وہاں جانے کی جرأت تھی جاکر قدم مبارک سر آنکھوں پر ملتے۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

تخفت خسرو مسکین ازیں ہوس شبہا | کہ دیدہ بر کف پایت نہد بخواب شود

بعد ازاں جب امیر خسرو اور چھوٹے آپ سے چلے جاتے تو اقبال نام خادم آکر چند لوٹے پانی کے آپ کے وضو کے لئے رکھتا۔ اور خود باہر آجاتا۔ بعد ازاں سلطان المشائخ بنفس نفیس اٹھ کر کواڑ بند کر کے زنجیر لگاتے اور پھر اس مقام پر سوائے آپ کے اور ذات حق کے اور کوئی نہ ہوتا۔ خدا جانتا ہے تمام رات کیا کیا راز و نیاز اور ذوق و شوق کی باتیں اللہ تعالےٰ سے ہوتیں۔ چنانچہ اس بارے میں جناب نے بارہا زبان مبارک سے فرمایا ؎

عشقے کہ ز تو دارم اے شمع چگل | دل داند و من دانم و من دانم و دل

میں نے سلطان المشائخ کے ہاتھ کا لکھا دیکھا ہے ؎

تنہا منم و شب و چراغے | سوزش شدہ تا بگاہ روزم
گاہیش ز آہ سرد بکشم | گاہ از تف سینہ بر فروزم

نیز جناب نے یہ شعر بھی پڑھا ہے ؎

بارے بتماشائے من شمع بیا | کز من نفسے نماند وا دو دے

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

شبہا من و شمع میگدازیم | اینست کہ سوز من نہان ست

ایک دفعہ مولانا بہرام نے جو شیخ نجیب الدین متوکل کے دھنے تھے اور صلاحیت اور دیانت میں موصوف تھے۔ فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں نے سلطان المشائخ کو شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس سرہٗ کے پاس دیکھا لیکن نہایت مشغولی میں ملاقات کے بعد سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ مجھے آج رات دکھلایا گیا ہے۔ کہ نظام جس مومن نے تیری زیارت کی ہے پاکر یگا اسے ہم بخشدینگے ؛

میں نے (مصنف) سلطان المشائخ کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ اِنّی بَلَغتُ ھٰذِہٖ اللَّیلَۃَ اَربَعِینَ سَنَۃً فَاستَحیَیتُ مِن سِنِّی ذِکرِیَ ذُبَابًا (آج رات میں پورے چالیس سال کا ہوگیا ہوں پس مجھے اپنے چالیس سالہ ہونے سے شرم آتی ہے۔ جبکہ مجھے یاد آتا ہے کہ حق تعالے نے مجھے مکھی کے پر کے برابر یاد کیا)

میرا (مصنف کا) گمان تو یہ ہے۔ کہ جس رات سلطان المشائخ اس کرامت سے مخصوص ہوئے۔ جیسا کہ ذکر ہوا ہے۔ یہ وہی رات ہے جسکی بابت سلطان المشائخ نے دست مبارک سے عربی عبارت میں لکھا ہے۔ اس رات سلطان المشائخ اس کرامت سے مشرف ہوئے۔ کہ جو مومن تجھے دیکھیگا۔ ہم اُسے بخشدینگے۔ سلطان المشائخ کی طرف سے بارگاہ الٰہی میں یہی عرض تھی۔ کہ مجھے اپنی اس عمر سے شرم آتی ہے۔ جس میں مجھے مکھی کے پَر کے برابر یاد کیا گیا ہے۔ اگرچہ آنجناب کی ہر ایک رات شبقدر تھی۔ جیسا کہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک رات آپ اسرار الٰہی کی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول تھے۔ اور جو کچھ عالم غیب سے آپ کو الہام ہوتا اسے قلمبند فرماتے۔ کہ اسی اثناء میں آپ کے ہاتھ سے قلم نکلکر نوک کے بل زمین پر کھڑا ہوگیا۔ اور اللہ تعالے جلشانہٗ کو سجدہ کیا۔ سلطان المشائخ نے یہ علامت دیکھ کر معلوم کیا کہ یہ رات شبِ قدر ہے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

اے شب شبِ قدر تست بشتاب   قدرِ شبِ قدر خویش دریاب

خواجہ سالار بنین حسن کا ذکر مناقب یاران کے نکتہ میں لکھا گیا ہے۔ روایت کرتے ہیں۔ کہ سلطان المشائخ فرماتے تھے۔ کہ جب رات کا آخری حصہ ہوتا ہے۔ تو خودبخود میرے دل میں عالم غیب سے کوئی شعر آجاتا ہے جس میں خوش ہوتا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چنداں بنشینیم کہ برآید نفس صبح   کاں وقت بدل مہر سزد دوست پیامے

امیر خسرو سلطان المشائخ کی مدح میں فرماتے ہیں ؎

نے ز ابرار دیدہ کس علمش   نے ز ابدال یافتہ بارش
ہر شبش زاوج عالم اسرار   صبح دولت دمیدہ در شبِ تار

چنانچہ آج رات میرے دل میں یہ اشعار پڑھے گئے ؎

در نمانیم عذر ما بپذیر   اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ست
گر بمانیم زندہ بر دوزیم   دامنے کز فراق چاک شدہ ست

جب دوسری مرتبہ یہ شعر پڑھنے لگا۔ تو اچانک ایک عورت آکر کہنے لگی۔ کہ آپ کو یہ اشعار نہیں پڑھنے چاہئیں۔ بعدازاں سلطان المشائخ نے حاضرین کو مخاطب کرکے پوچھا کہ بھلا اس کی تعبیر کیا ہے؟ قاضی شرف الدین یار نے جسے کبھی فیروز بھی کہتے تھے۔ آپ سے پوچھا کہ یہ واقعہ خواب کا ہے یا بیداری کا؟ فرمایا جس طرح میں اور تو بیٹھے ہیں یعنی بیداری کا۔ بعدازاں قاضی شرف الدین نے عرض کیا۔ کہ یہ دُنیا ہے جو آپ سے جانا نہیں چاہتی۔ آپ نے قاضی صاحب کی بات کی بہت تعریف کی۔ اب ہم اصلی بات بیان کرتے ہیں۔ جب سحر کا وقت ہوتا۔ تو خادم آکر باہر سے دروازہ کھٹکھٹاتا۔ آپ دروازہ کھولتے۔ اور خادم آپ کے پاس طعام سحر لاتا۔ اس میں سے آپ تھوڑا سا تناول فرما کر باقی کے لئے فرماتے کہ اسے چھوٹوں کے لئے محفوظ رکھو۔ خواجہ عبدالرحیم کا کام سحری کا پیش کرنا تھا۔ روایت فرماتے ہیں۔ کہ اکثر اوقات سلطان المشائخ سحری نہ کھایا کرتے۔ میں عرض کرتا۔ کہ جناب افطار کے وقت بھی بہت تھوڑا کھانا تناول فرماتے ہیں۔ اگر سحری کے وقت بھی کم کھائیں گے۔ تو ضعف زیادہ ہو جائیگا۔ آپ رو کر فرماتے کہ مسجدوں اور دُکانوں کے گوشوں میں کئی درویش اور مسکین بھوکے اور فاقے سے سوئے ہوئے ہیں۔ یہ کھانا میرے حلق میں کیونکر اترے۔ اسی طرح کھانا اُٹھا لیا جاتا۔ جب دن کے وقت کسی کی نگاہ آپ کے جمال باکمال پر پڑتی تو یہی خیال کرتا۔ کہ شاید مست ہے۔ آپ کی آنکھیں شب بیداری کی وجہ سے سُرخ رہتیں۔ ؎

شکارِ چشمِ تو جانہا بیکبار ‏ ‏ ‏ اسیرِ زلفِ تو دلہا بہ ہر تار
خیالِ زلفِ تو خواب از کرم بُرد ‏ ‏ ‏ دو چشمِ مستِ تو خونِ دلم خورد

باوجود اس قدر سخت مجاہدوں کے جناب کے وجود مبارک پر کمزوری کی کوئی علامت ظاہر نہ ہوتی تھی اور شکل وصورت میں کسی قسم کا تغیر نہ آیا۔ کوئی بھی یہ نہیں کہتا تھا۔ کہ آپ چار سو یا پانسو رکعت نماز ادا کرتے ہونگے یا اس قدر تسبیح کہتے ہونگے۔ ہاں وہ شخص جان سکتا ہے جس کی عمر عزیز باطنی مشغولی میں گذری ہو۔ جناب کی ساری عمر باطنی شغل میں صرف ہوگئی۔ اور دلوں کے دریافت کرنے میں آپ ہمیشہ شاغل رہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے واقعہ میں ایک کتاب دی گئی جس میں لکھا تھا۔ کہ جہاں تک ہوسکے کسی کی روح کو آرام پہنچا۔ کیونکہ مومن کا دل اسرار الٰہی کا مقام ہے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

میکوش کہ راحتے بجانے برسد ‏ ‏ ‏ یا دست شکستہ بنانے برسد

نیز فرمایا کہ بازار قیامت میں دلجوئی اور دل آسانی کے برابر کسی مال کی مانگ نہ ہوگی۔ الغرض جب دن ہوتا۔ تو آپ سارا دن مشائخ کبار کے سجادہ پر رو بقبلہ ہو کر اس طرح شغل باطنی میں مشغول رہتے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے۔ گویا کہ وہ اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ علماء۔ مشائخ۔ وضیع و شریف اور ہر مرتبے کے لوگ آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے۔ آپ ہر ایک سے اس کے رتبے کے موافق اور اس کے پیشے کے مطابق اس کی دلجوئی کرتے اور پرساں حال ہوتے۔ ظاہر میں آنے والوں سے ہمکلام رہتے۔ لیکن باطن میں پورے طور پر یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ اس بارے میں رابعہ عدویہ ولیہ وقت نے کیا اچھا کہا ہے ؎

اِنِّی جَعَلْتُكَ فِی الْفُؤَادِ مُحَدِّثِیْ وَ اُبِیْحُ جِسْمِیْ مَنْ اَرَادَ جُلُوْسِیْ

(ترجمہ) میں اپنے دل میں تیرا ذکر کرتی ہوں۔ اور میرا جسم اس شخص سے محبت کرتا ہے جو میرے ساتھ مل بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے۔

فَالْجِسْمُ مِنِّیْ لِلْجَلِیْسِ مُؤَانِسٌ وَ حَبِیْبُ قَلْبِیْ فِی الْفُؤَادِ اَنِیْسِیْ

(ترجمہ) پس میرا جسم ہمنشین سے الفت کرتا ہے۔ اور میرا دلی دوست دل میں میرا غمخوار رہتا ہے۔
پس سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ہرگز وجود حاضر و غیب شنیدہ من درمیان جمع و دلم جائے دگر است

آنے جانے والے خواہ شہر کے ہوتے خواہ باہر کے جو پابوسی کی سعادت سے مشرف ہوتا۔ وہ روپے۔ پیسے۔ کپڑے اور تحفے اور ہدیہ لیے جو عالم غیب سے آپ کو ملتے محروم نہ جاتا۔ سب کے سب اسی طرح آپ صرف کر دیتے۔ جو آتا اور جس وقت آتا اسی وقت زیارت سے مشرف فرماتے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ دوپہر کے وقت حجرے میں سوئے ہوئے تھے۔ کہ اتنے میں ایک درویش آیا۔ اس وقت کوئی چیز موجود نہ تھی۔ اخی مبارک نے اس درویش کو خالی واپس کیا اسی دوپہر کو خواب میں سلطان المشائخ نے فرید الحق والدین کو دیکھا۔ آپ نے خدمت کرنی چاہی لیکن شیخ کبیر نے فرمایا۔ کہ اگر گھر میں کچھ نہ ہو۔ تو آنیوالے کی حسن رعایت سے دلجوئی کرنی چاہیئے یہ کون ہے جو درویش کو خستہ دل واپس کرتا ہے۔ جب آپ بیدار ہوئے۔ تو اخی مبارک نے خادم کو بلا کر دریافت فرمایا کہ کیا یہاں کوئی آیا تھا۔ جب تحقیق ہو گیا۔ تو آپ خادم پر ناراض ہوئے

اور فرمایا کہ آئندہ اگر کوئی آئے تو خواہ میں سویا ہوا ہوں مجھے جگا دیا کرو۔ بعد ازاں آپ کی یہ عادت رہی۔ کہ جب آپ بیدار ہوتے تو پوچھتے کہ سایہ ہو گیا ہے یا نہیں۔ اور یہ کہ کوئی آیا تو نہیں تھا۔ جب ظہر کا وقت ہوتا۔ تو جو عزیز پائبوسی کے لئے آئے ہوئے ہوتے۔ نماز ادا کرنے کے بعد انہیں ہمکلامی اور ہمنشینی سے مشرف فرماتے۔ اور اُن کی دلداری اور دلجوئی فرماتے اور اس راہ کے سلوک اور عبادات اور حقتعالےٰ کی محبت میں اُن کی رہنمائی کرتے۔ بڑے بڑے عالم زاہد اور عابد جو آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے کسی کی یہ مجال نہ ہوتی۔ کہ سر اٹھا کر آپ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالے۔ اس واسطے کہ اس وقت حقتعالےٰ کی کبریائی آپ پر چمکتی تھی۔ جو کچھ آپ فرماتے وہ سر زمین پر رکھ کر قبول کر لیتے۔ مولانا شمس الدین یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب ہم سلطان المشائخ کی مجلس میں ہوتے۔ تو ہماری یہ مجال نہ ہوتی تھی۔ کہ سر اُٹھا کر آپ کے چہرۂ مبارک پر نگاہ کریں۔ جو کچھ آپ فرماتے ہم سر زمین پر رکھدیتے ؎

امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

خوباں بیادہ خوردن سوجرعہ خوار ایشاں ۔۔۔ ہر جرعہ کہ خوردہ سر بر زمیں نہادہ

اگر علم کا کوئی مسئلہ یا مشکل پیش آتی۔ تو حاضرین مجلس کو نور باطنی کے ذریعہ من لدنی علما سے شافی جواب دیتے اور ایسی عمدہ تقریر سے حاضرین دنگ رہ جاتے۔ اور کہنے لگتے۔ کہ یہ کتابی جواب نہیں۔ یہ جواب الہام ربانی اور من لدنی علم کے سوا نہیں دئے جاتے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ شہر کے بڑے عالم جو اہل تصوف سے دشمنی رکھنے میں مشہور تھے۔ اس بارگاہ کے غلام بن گئے اور غرور گھمنڈ سر سے دور کر دیا۔ اور اس آستانہ پر سر رکھدیا ؎

[نکتہ دہم۔ در بیان فتح فتوح و اسباب آں و آمدن بادشاہان وقت بگدائی بر در سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز]

امیر خسرو اس بادشاہ دین کی مدح میں فرماتے ہیں ؎

در حجرہ فقر بادشاہی ۔۔۔ در عالم دل جہاں پناہی
شاہنشہ بے سریر و بے تاج ۔۔۔ شاہاں بکف پائے محتاج

کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

شدہ بیش درکاہش اندر زمین بش ۔۔۔ مغاک از لب تاجداراں کشور

میں (مصنف) نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے۔

کہ جب فتوح کا دروازہ عالمِ غیب سے سلطان المشائخ پر کھولا گیا۔ اور چاروں طرف سے دنیا جناب کے آستانے کی طرف رجوع کرنے لگی۔ لیکن آپ اس بات سے بالکل بری تھے اور آپ کے باطن پر محبت اس درجہ غالب تھی۔ کہ آپ کو کسی چیز کی پرواہ نہ تھی۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چناں بروئے تو آشفتہ ام بہ بوئے تو مست
کہ نیستم خبر از ہر کہ در دو عالم ہست

بلکہ آپ دنیا کی اس آمد پر جس سے آپ کا حق پذیر دل بالکل متنفر تھا۔ رویا کرتے۔ اور اس بات کی بڑی کوشش کرتے۔ کہ جلدی ان سے جدا ہوں۔ اس مطلب کے لئے گھڑی گھڑی آدمی بھیجتے۔ کہ جدا ہو جاؤ۔ جب آپ سنتے کہ آیا ہوا مال محتاجوں کو بانٹا گیا ہے۔ تو آپ کو اطمینان و قرار ہوتا۔ ہر جمعہ آپ تجرید کرتے۔ اور حجرہ اور انبار اس طرح خالی کر دیتے۔ کہ جھاڑو دلوا دیتے۔ پھر نماز پڑھنے جاتے۔ اگر بادشاہ یا شہزادوں میں سے کوئی آپ کے واسطے ہدیہ و فتوح لاتا۔ اور آپ کو اس کے آنے کی اطلاع دی جاتی۔ تو آپ آہ سرد بھر کر فرماتے۔ کہ آہ کہاں آ رہے ہیں۔ درویش کا وقت غارت کیا چاہتے ہیں۔ امیر خسرو نے اس بارے میں کیا اچھا کہا ہے ؎

تو کہ بر در تو کم سر و تاج پادشاہاں
چہ خیال فاسد است اینکہ من گدا ات جویم

ایک دفعہ آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ یہ سب کچھ اس بات کی برکت سے ہے جس کی کیفیت یوں ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ شیوخ العالم سے میں رخصت ہوا۔ تو آپ نے مجھے ایک غیاثی سکہ بطور خرچ راہ عنایت فرمایا۔ پھر مجھے حکم ہوا۔ کہ آج ٹھہر جاؤ کل جانا۔ جب جناب شیخ صاحب کا افطار کا وقت قریب ہوا۔ تو کوئی چیز موجود نہ تھی۔ میں نے عرض کیا کہ جناب کے صدقے مجھے راستے کے خرچ کے لئے ایک غیاثی سکہ ملا ہے۔ اگر حکم ہو تو اس کا کھانا منگا لیا جائے۔ آپ نے نہایت خوش ہو کر دعا خیر میرے حق میں کی (چنانچہ اس کا ذکر شیخ شیوخ العالم مجاہدہ کے نکتہ میں لکھا جا چکا ہے) بعد ازاں شیخ شیوخ العالم نے فرمایا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے واسطے تھوڑی دنیا کی درخواست کی ہے۔ یہ سنتے ہی میں کانپ اٹھا۔ کہ آہ اسی دنیا کی وجہ سے کئی بزرگ فتنہ و فساد میں مبتلا ہوتے ہیں۔ میری کیا حالت ہو گی۔ اس خیال کے آتے ہی شیخ کبیر نے فرمایا۔ کہ تم اس کے سبب فتنہ و فساد میں مبتلا نہ ہو گے۔ خاطر جمع رکھو۔ یہ سن کر میں خوش ہوا +

نیز سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ ایک رات کے آخری حصے میں میں نے دیکھا کہ ایک عورت جماعت خانہ کے صحن کو جھاڑو کر رہی ہے۔ میں نے کہا اری عورت! تیرا میرے گھر میں کیا کام نکل دور ہو۔ میں نے بہتیرا کہا۔ لیکن وہ نہ نکلی۔ آخر میں نے دھکے دیکر نکالا۔ اور کوچے تک چھوڑ آیا۔ جس قدر میں اسے دھکے دیتا اتنا ہی وہ چہرہ مجھے دکھلاتی۔

نیز فرمایا۔ کہ بچپن میں میں بداؤں میں مولانا علاؤ الدین کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ ایک روز مسجد کے خلوتخانہ میں مطالعہ میں مصروف تھا۔ کہ اتنے میں دیکھا۔ کہ ایک سنہری رنگ کے سانپ پھنکارتے ہوئے جارہے ہیں۔ میں نے انہیں تجربہ کے واسطے دیکھنا چاہا۔ آخر ایک سانپ نے ان سب کو نگل لیا۔ میں نے اس سانپ پر اپنی پگڑی ڈالی۔ تو دیکھا کہ پگڑی تلے اشرفیوں کا ڈھیر ہے۔ میں نے پگڑی اٹھالی اور اشرفیاں وہیں رہنے دیں۔

نکتہ یازدہم۔ دربیان آنکہ درباب سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز حاسداں بخدمت سلطان علاؤ الدین خلجی انار اللہ برہانہ سخنانے رسانیدند کہ لائق مجلس حضرت سلطان المشائخ نباشد والقا کردن و مقہور گشتن شمناں

میں (مصنف) نے اپنے والد بزرگوار سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ جن دنوں حق تعالیٰ نے سلطان المشائخ کو لوگوں میں ظاہر و مشہور کیا۔ اور آپ کی عظمت و کرامت کا شہرہ آسمان پر فرشتوں کے کان تک پہنچا۔ اور بڑے بڑے علماء مشائخ امراء اور بادشاہ آپ کے غلام ہوئے ؎

قبلہ خسرواں روئے زمین	ہفت کشور ہمیشہ زیر نگین
تاج شاہاں خاک درگہ تو	سروراں خاک گشتہ در رہ تو
درگہ تست آسماں دگر	ماہ و خورشید پاسبانش نگر

تو حاسدوں کے دلوں میں حسد کا کانٹا چبھنے لگا۔ اور انہوں نے بادشاہ وقت سلطان علاؤ الدین کو سکھایا کہ سلطان المشائخ مقتدائے عالم ہو گئے ہیں۔ اور کوئی ایسا بشر نہیں۔ جو انکے دروازے کی مٹی کو اپنا تاج سر نہ بناتا ہو۔ حکیم سنائی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ہر کہ او خاک نیست بر در او	گر فرشتہ است خاک بر سر او

اور سلطان المشائخ کی نعمتوں کا دسترخوان بہشتی نعمتوں کا رشک ہے۔ ایسی ایسی باتیں

بادشاہ کے ذہن نشین کیں۔ کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے سبب سے بادشاہ کی سلطنت میں خلل آئے۔
جیسا کہ گذشتہ زمانے میں بعض بادشاہوں کی سلطنت اسی فرقہ کے سبب برباد ہوئی ہے۔
جب بہت سی باتیں اسی قسم کی بادشاہ کو کہی گئیں۔ تو بادشاہ نے جو سخت غیور تھا اور
ایک ہی خیال سے بہت سی خلقت کو تہ تیغ کیا کرتا تھا۔ اور کئی گھرانے برباد کرایا کرتا
تھا۔ دل میں خیال کیا۔ کہ ممکن ہے یہ بات سچ ہو۔ کیونکہ میرے تمام مقرب۔ ملازم۔
اور متعلقین اس کے مرید و معتقد ہیں۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

منا یعتد تراچوں سپہر خورد و بزرگ مسخر اند تراچوں زمانہ پیر و جواں

کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیئے۔ جس سے معلوم ہو جائے۔ کہ فی الواقع شیخ صاحب کا دلی مدعا ملک گیری
کا ہے یا نہیں۔ اس مطلب کے لیئے اس نے ایک مسودہ تیار کیا جس میں امور سلطنت کے
متعلق آپ کی رائے اور حکم طلب کیا۔ لکھا کہ چونکہ سلطان المشائخ اہل عالم کے مخدوم
ہیں اور دینی اور دنیاوی ضرورت کے وقت آپ سے ملتمس ہوتے ہیں۔ حق تعالے نے
دنیاوی سلطنت کی باگ بندہ کے ہاتھ میں دے رکھی ہے۔ اس لئے مجھے مناسب ہے
کہ ہر ایک کام میں آپ کی رائے پر عمل کروں۔ اس واسطے عرض پرداز ہوں۔ کہ جس کام میں
میری بہتری ہو۔ فرمائیں۔ تاکہ اس پر عملدرآمد کیا جائے۔ کیونکہ اس پر میری سلطنت اور
جان کی حفاظت مبنی ہے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

تا کمر خدمت تو بر نہ بست چرخ بخورشید نشد تاجور

اس واسطے جناب کی خدمت میں چند امور پیش کیئے جاتے ہیں۔ آپ خود دست مبارک سے
ان کے بارے میں اپنی رائے لکھ بھیجیں۔ تاکہ آپ کے حکم پر عمل کیا جائے۔ کسی بزرگ
نے کیا اچھا کہا ہے ؎

و رای الامور المشکلات تمزقت ظلماتہا عن رایہ المستوقد

(ترجمہ) میں مشکل امور کو دیکھتا ہوں۔ اس کی عقل روشنی سے ان مشکلات کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں
کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

آسائش خلائق و آرایش جہاں در طلعت مبارک رائے متین تست

جب یہ مسودہ تیار ہو چکا۔ تو خضر خاں کو جو اس کا بڑا چاہتا بیٹا اور سلطان المشائخ کا مرید
تھا بلا کر کہا۔ کہ یہ کاغذ لے جا اور میرا سلام عرض کر کے یہ پیش کرنا۔ جب اس نے حاضر خدمت

ہو کر وہ کاغذ سلطان المشائخ کے ہاتھ میں دیا۔ آپ نے مطالعہ کئے بغیر حاضرین کو فرمایا۔ کہ ہم دعا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ درویشوں کو بادشاہی امور سے کیا واسطہ۔ میں درویش ہوں۔ شہر کے گوشے میں زندگی بسر کرتا ہوں۔ اور مسلمان بادشاہوں کی دعا گوئی میں مشغول ہوں۔ اگر بادشاہ اس بارے میں پھر لکھیگا۔ تو اللہ تعالےٰ کی زمین وسیع ہے۔ میں یہاں سے اٹھ کر کسی اور شہر میں بسر کرلوں گا۔ جب خضر خاں نے یہ جواب سلطان علاؤالدین کو سنایا۔ تو بادشاہ نہایت خوش ہوا۔ اور کہا میں جانتا تھا۔ کہ اس کام کو جناب سلطان المشائخ سے کچھ نسبت نہیں۔ لیکن دشمن مجھے سردانِ خدا سے لڑانا چاہتے تھے۔ اگر یہ بات ہو جاتی تو ملک برباد ہو جاتا۔ بعد ازاں بادشاہ نے سلطان المشائخ سے بار بار معافی مانگی۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ میں جناب کا معتقد ہوں۔ میں نے جرأت کی ہے آپ معاف فرماویں۔ اور آپ اجازت دیں۔ کہ میں آکر پائبوسی کا شرف حاصل کروں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں غائبانہ دعا گوئی میں مشغول ہوں۔ اور غائبانہ دعا کا بہت اثر ہوا کرتا ہے۔ سلطان علاؤالدین نے پھر ملاقات کے لئے التماس کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے گھر کے دو دروازے ہیں۔ اگر ایک سے بادشاہ اندر داخل ہوگا۔ تو میں دوسرے کی راہ باہر نکل جاؤں گا ٭

نیز میرے (مصنف) والد بزرگوار فرماتے تھے۔ کہ سلطان جلال الدین انار اللہ برہانہٗ نے اپنے عہدِ سلطنت میں بہتیرا چاہا کہ سلطان المشائخ تشریف لائیں۔ لیکن میسر نہ ہوا یہاں تک کہ اس نے امیر خسروؔ شاعر کو جو اس کا مصحف دار تھا کہا کہ بغیر اجازت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ امیر خسروؔ نے مناسب سمجھا کہ اس کی اطلاع سلطان المشائخ کو کی جائے ورنہ ناراض ہو جائینگے۔ امیر خسروؔ نے بادشاہ کے بھید کو ظاہر کرنے میں اپنی جان کی پرواہ نہ کی۔ اور سلطان المشائخ کو اطلاع دے ہی دی۔ کہ کل بادشاہ قدمبوسی کے لئے حاضر خدمت ہوگا۔ آپ نے سنتے ہی اجودھن جانے کی تیاری کی۔ اور روانہ ہو گئے۔ جب یہ خبر بادشاہ نے سنی تو امیر خسروؔ پر سخت ناراض ہوا۔ کہ تو نے ہمارا بھید ظاہر کر دیا۔ اور مجھے سلطان المشائخ کی قدمبوسی سے محروم رکھا۔ امیر خسروؔ نے کہا۔ آپ کی ناراضگی سے مجھے جان کا خطرہ ہے۔ لیکن سلطان المشائخ کی ناراضگی ہونے سے ایمان کے سلب ہونے کا اندیشہ ہے۔ بادشاہ دانا تھا۔ اس جواب کو پسند فرمایا ٭

نکتہ دوازدہم۔ در بیان ملاقات سلطان المشائخ نظام الحق والدین با شیخ الاسلام رکن الحق والدین نبیرہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہم العزیز

میں نے مستفضا سید مبارک محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ کہ سلطان المشائخ کی ملاقات شیخ رکن الدین سے کئی مرتبہ ہوئی۔ پہلی مرتبہ اس وقت ملاقات ہوئی جبکہ سلطان علاؤ الدین کے بیٹے سلطان قطب الدین کے عہد میں شیخ رکن الدین ملتان سے دہلی آئے جب شہر کے نزدیک پہنچے۔ تو سلطان المشائخ نے استقبال کیا۔ اور شیخ رکن الدین کو خاص علائی حوض کے پاس کی سرائے کے پاس جو پل ہے۔ شیخ کو جا ملے۔ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ لیکن یہ ملاقات بہت تھوڑی دیر کے لئے ہوئی۔ جس کے بعد آپ واپس آئے۔ جب شیخ رکن الدین سلطان قطب الدین سے ملے۔ تو سلطان نے پوچھا۔ کہ اس شہر کے بزرگوں میں سے سب سے اول کون آپ کو ملا۔ فرمایا جو اہل شہر میں سب سے بہتر ہے یعنی سلطان المشائخ۔ دوسری مرتبہ شیخ رکن الدین نے سنا۔ کہ سلطان المشائخ جمعہ کی نماز کھلوکھری کی مسجد میں ادا کرتے ہیں۔ تو جمعہ کے دن نماز ادا کرنے کے لئے مسجد مذکور کے شمال کی طرف دریا کنارے آ بیٹھے۔ اور سلطان المشائخ اپنے معہودہ مقام پر جو مسجد سے جنوب کی طرف تھا آئے۔ جب سلطان المشائخ کو اطلاع ہوئی۔ کہ شیخ رکن الدین مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ تو آپ نماز سے فارغ ہو کر جہاں شیخ صاحب بیٹھے تھے آئے۔ اس وقت شیخ صاحب نماز میں مشغول تھے۔ آپ ان کے پیچھے بیٹھے۔ حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہوئے۔ بعد ازاں دونو بزرگوں نے مصافحہ کیا اور گلے ملے۔ اور دونو طرف سے تعظیم و تکریم کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہوا۔ شیخ رکن الدین سلطان المشائخ کا دست مبارک پکڑے ہوئے اور باتیں کرتے ہوئے جنوب کی طرف جو سلطان المشائخ کا مقام معہود تھا روانہ ہوئے۔ اور شیخ رکن الدین کا ڈولہ بھی اسی دروازے پر لائے۔ جب دونو بزرگوار اس مقام پر پہنچے۔ تو شیخ رکن الدین نے سلطان المشائخ کی تعظیم کے لئے فرمایا کہ پہلے آپ ڈولے میں قدم رکھیں۔ سلطان المشائخ نے بھی تعظیم کے لئے شیخ رکن الدین کو فرمایا کہ پہلے آپ ڈولے میں سوار ہوں۔ اسی طرح کرتے کرتے پہلے شیخ رکن الدین سوار ہوئے۔ تیسری مرتبہ میرے چچا ملک السادات سید کمال الدین احمد محمد کرمانی بادشاہ کی سرائے میں تھے۔ جب وہاں سے واپس آئے تو دیکھا کہ شیخ رکن الدین غیاث پور کی طرف آ رہے ہیں۔ تاڑ گئے کہ یہ سلطان المشائخ کی خدمت میں جا رہے ہیں۔ گھوڑا دوڑا سلطان المشائخ کے مکان پر پہنچے۔ تا کہ انہیں شیخ صاحب کے آنے کی اطلاع دیں۔ خواجہ جہان احمد ایاز کی عمارت میں جسے شیخ حسن سر برہنہ

نے بھیجا تھا اس وقت حاضر تھا۔ اس نے اس خبر کو سچ نہ مانا اور کہا کہ یہ راستہ اندرپت کو بھی جاتا ہے ممکن ہے کہ وہاں کے بزرگوں کی زیارت کو آئے ہوں۔ لیکن اقبال نام خادم دسترخوان تیار کرے اور عجیب وغریب ہدیے لائے۔ جب شیخ رکن الدین اندرپت کے راستے سے پھرے۔ اور سلطان المشائخ کے مکان کی طرف مائل ہوئے۔ اور آپ کا ڈولہ یاروں کے مقبروں کے قریب کے چبوترے پر گنبد کی دہلیز پر اترا۔ تو سلطان المشائخ اوپر سے نیچے آئے اور صحن میں ان دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ ڈولہ بھی وہیں اتارا گیا۔ شیخ رکن الدین کو ان دنوں پاؤں میں کچھ تکلیف تھی۔ اس واسطے ڈولے سے اتر نہیں سکتے تھے۔ آپ نے اترنے کی بہتیری کوشش کی اور فرمایا کہ مجھے نیچے اتارو۔ لیکن سلطان المشائخ نے بسبب تواضع اترنے نہ دیا۔ شیخ صاحب ڈولے ہی میں بیٹھے رہے اور ڈولے کے پاس سلطان المشائخ روبقبلہ بیٹھے رہے۔ اور ایک گھڑی ہمنشینی اور گفتگو میں مشغول رہے۔ اسی اثنا میں مولانا عماد الملۃ والدین اسماعیل نے جو شیخ رکن الدین کے ظاہری اور باطنی بھائی تھے۔ فرمایا۔ کہ آج ان دونو بزرگوں کے وجود کی برکت سے مجلس بابرکت ہے۔ اور اچھی مجلس وہ ہوتی ہے۔ جس میں علمی بحث کی جائے۔ یہ کہہ کر سلطان المشائخ خاموش ہو رہے۔ اور شیخ رکن الدین نے بھی کچھ نہ کہا۔ بعد ازاں مولانا عماد الدین نے سوال کیا۔ کہ آنحضرت صلعم کے مکے سے مدینے میں ہجرت کرنے کی کیا وجہ تھی۔ اس کا جواب سلطان المشائخ سے مانگا۔ سلطان المشائخ نے شیخ رکن الدین کی طرف توجہ کی۔ اور فرمایا کہ آپ اس کا جواب فرماویں۔ بعد ازاں شیخ رکن الدین نے فرمایا۔ کہ جو نبوت کے کمالات اور درجات جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی قسمت میں لکھے تھے۔ وہ اس بات پر موقوف تھے۔ کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ میں تشریف لائینگے تو مکمل ہونگے۔ یہ جواب سن کر سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ ایک وجہ مجھ حقیر کے دل میں بھی آئی ہے۔ جو میں نے نہ کسی سے سنی ہے اور نہ کسی کتاب میں لکھی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت ص کی دعوت اور ارشاد اہل مکہ کو تو نصیب ہوئی۔ اور وہ اس دولت سے مشرف ہوئے۔ چونکہ اہل مدینہ تاحال اس دولت سے محروم تھے اس لئے آنحضرت صلعم کو وہاں جانے کا حکم ہوا۔ تاکہ آنحضرت ص کے کمال سے وہ ناقص بھی کامل ہو جاویں۔ کیونکہ اہل مدینہ مکہ میں آنحضرت ص کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے۔ میں (مصنف) عرض پرداز ہوں کہ دیکھو ان دونو بزرگوں نے کیا عمدہ عبارت میں مطلب ادا کیا ہے۔ اس سے ان کے کمال کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ الغرض جب دسترخوان بچھانے کا وقت آیا۔ تو میرے والد بزرگوار کو لوگوں نے کہا۔ کہ آپ کے سوا کسی میں یہ جرأت نہیں۔ یہ آپ

ہی کا کام ہے۔ میرے والد بزرگوار فرماتے ہیں۔ کہ جب میں دستر خوان رو برو لے گیا۔ تو دیکھا کہ شیخ رکن الدین کے ڈوے کے اوپر محتاجوں کی عرضیوں کے کاغذات بے شمار پڑے ہیں۔ میں ان کاغذات کو ایک طرف کر رہا تھا۔ کہ روٹی رکھنے کے لیے جگہ نکل آئے۔ اتنے میں شیخ رکن الدین نے سلطان المشائخ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ آپ کو معلوم ہے یہ کاغذات کیسے ہیں۔ بعد ازاں خود ہی فرمایا۔ کہ یہ مسکینوں کی عرضیاں ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ بادشاہ کے پاس جاتا ہوں۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ آج میں بادشاہِ دین کے پاس آیا ہوں۔ سلطان المشائخ نے عمدہ الفاظ میں معذرت کی۔ جب کھانا چنا گیا اور انگوری سرکے کا برتن دور تھا۔ مجھے شیخ رکن الدین نے اشارہ کیا کہ نزدیک لاؤ۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ آخر شہری ہیں۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ اسی واسطے ترش ہے سلطان المشائخ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ عزیز ہے۔ الغرض جب کھانا کھا چکے۔ تو اقبال خادم شانہ باف اور جھرتلی کے چند مہین کپڑے اور اشرفیوں کی پوٹلی باریک کپڑے میں بندھی ہوئی لے آیا۔ کپڑے میں سے اشرفیوں کی سرخی جھلکتی تھی۔ جب شیخ رکن الدین کے آگے رکھے تو انہوں نے فرمایا کہ استر ذہبک، اپنا سونا چھپاؤ، سلطان المشائخ نے فرمایا۔ استر ذہبک وذہابک ومذہبک، اپنا سونا سلوک اور مذہب چھپاؤ۔ خواجہ بدر الدین اسحاق کے داماد کریم الدین بیانہ نے جو شیخ کبیر کے پوتے تھے۔ ان الفاظ سے سلوک کے غوامض جو نکالے ہیں وہ یہ ہیں۔ کہ جو شیخ رکن الدین نے فرمایا ہے کہ استر ذہبک، کا مطلب تو ظاہر ہے۔ جو کچھ سلطان المشائخ نے فرمایا ہے واستر ذہبک وذہابک ومذہبک، اس میں ذہابک و مذہبک، یہ مراد ہے۔ کہ اس راہ میں سلوک کے معاملہ کا چھپانا واجب ہے۔ بلکہ فرض ہے۔ تاکہ یہ دینی معاملہ خلقت کے منظور نظر نہ ہو جائے۔ کیونکہ خلقت کی نظر میں ایک بڑی آفت ہے۔ اور اس کا دفعیہ صرف یہی ہے۔ اللہ تعالےٰ جس پر عنایت کرتا ہے۔ اسے مقام محبت سے نکال درجہ محبوبیت میں پہنچاتا ہے۔ اور یہ نہیں چاہتا کہ محبوب خدا کے معاملے سے کوئی واقف نہیں۔ اس لئے کوئی ایسی چیز اس کے حال کے نامزد کرتا ہے۔ کہ ظاہر بین خلقت کی نگاہ اس چیز پر پڑتی ہے اور خلقت اس چیز کی گفتگو میں رہتی ہے اور اس محبوب کا معاملہ چھپا رہتا ہے۔ مثلاً اگر اللہ تعالےٰ نے کسی دوست کے پاس دنیاوی جاہ وحشم ہو۔ تو وہ ان سے بالکل مبرا ہوتا ہے اور محبت الٰہی میں اس طرح مستغرق ہوتا ہے۔ کہ اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اور وہ توجہان کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ خلقت کی نگاہ اسی دنیاوی اقبال پر ہوتی ہے۔ اور وہ خاطر جمع سے اللہ تعالےٰ کی محبت کے سجادے پر قائم رہتا

ہے۔ ؎

تا ذوق درد دہم خبرے میدہد از دوست   زطعنۂ دشمن نجہد اگر با خبرم

ایسا ولی اپنے ساتھیوں کی وجہ سے غیروں کی نظروں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور ہر روز بلکہ ہر ساعت عالم مشاہدہ اور قرب میں اس کا درجہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور استر ذہبک کے جواب میں ذہاب و ذہوب کا درست ہیں۔ اب پھر ان کپڑوں اور اشرفیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ چیزیں شیخ رکن الدین نے قبول نہ کیں۔ پھر مولانا عماد الدین اسماعیل کے پیش کی گئیں۔ انھوں نے بھی شیخ رکن الدین کی موافقت سے ان چیزوں سے انکار کیا۔ لیکن شیخ رکن الدین نے مولانا کو فرمایا۔ کہ آپ لے لیں۔ مولانا نے اپنے مرشد کے اشارے سے ان چیزوں کو قبول کر لیا۔ چوتھی مرتبہ جبکہ سلطان المشائخ بیمار ہوگئے۔ اور شیخ رکن الدین آپ کی بیمار پرسی کے لئے آئے ذی الحج کا عشرہ تھا۔ جب ملاقات ہوئی۔ تو شیخ رکن الدین نے فرمایا کہ ذی الحج کا عشرہ ہے۔ ہر کوئی حج کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ تاکہ حج کا ثواب حاصل ہو جائے سلطان المشائخ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ طرح طرح کی معذرت کی۔ پانچویں مرتبہ اس وقت جبکہ سلطان المشائخ پر مرض غالب آیا مرض عجیب غریب تھا۔ کہ ہر روز عشق و محبت کے غلبہ کی وجہ سے کئی مرتبہ ہوش میں آتے اور کئی مرتبہ بے ہوش ہو جاتے۔ ایسی حالت میں شیخ رکن الدین بیمار پرسی کے لئے آئے۔ شیخ سعدی نے کیا اچھا فرمایا ہے ؎ ذی الحجہ

خنک آں رنج کہ یارم بعیادت آید   درد مندان بجز این دست ندارید دوا

سلطان المشائخ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ نیچے اترنے کی طاقت نہ تھی۔ ملاقات کے بعد سلطان المشائخ نے شیخ رکن الدین کو اپنے برابر چارپائی پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ لیکن وہ پاس ادب کے لئے نہیں بیٹھتے تھے۔ آخر چارپائی کے پاس کرسی پر بیٹھے۔ یار حیران تھے کہ سلطان المشائخ عالم تحیر میں ہیں بات چیت کیونکر ہوگی۔ لیکن سلطان المشائخ اپنے کمال کی وجہ سے ہوش میں آگئے اور شیخ رکن الدین سے ہم کلام ہوئے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ والانبیاء یخیران عند الموت ۔ انبیاء کو موت کے وقت اختیار ہوتا ہے خواہ وہ ہمیشہ دنیا میں رہیں یا دوست پاس چلے جائیں چنانچہ حدیث میں ہے (ما من نبی یموت الا و یخیرون) اولیاء ان کے خلف ہیں۔ اس لئے اولیاء کو بھی تخییر حاصل ہے۔ خواہ رہیں خواہ چلے جائیں۔ چونکہ سلطان المشائخ کو بھی اپنی زندگی پر جس سے اہل عالم کی زندگی وابستہ ہے اختیار ہے۔ اس لئے بہتر ہوگا۔ کہ آپ بارگاہ الٰہی سے

کچھ مدت اور اپنی زندگی کی درخواست کریں تاکہ ناقصوں کو کمال حاصل ہو۔ سلطان المشائخ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ میں نے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ جو فرماتے ہیں۔ نظام ہمیں تمہارا اشتیاق بہت ہے۔ شیخ رکن الدین اور حاضرین مجلس یہ سن کر زار زار رونے لگے۔ پھر تھوڑی دیر بعد شیخ صاحب واپس چلے گئے۔ میں (مصنف) نے تغلق کے عہد میں شہر دہلی میں اپنے نانا صاحب مولانا شمس الدین دامغانی کے ہمراہ شیخ رکن الدین کی قدمبوسی کی ہے۔ اور اُن کے دسترخوان کا حق نمک میرے ذمّے ہے۔

نکتہ سیزدہم۔ درمیان بعضے کرامات سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز۔

سلطان المشائخ ایک مجمع میں بیٹھے تھے۔ اس مجلس میں خواجہ محمود بٹوہ بھی حاضر تھا۔ جو شیخ کبیر کا مرید تھا۔ وہ بیان کرتا تھا۔ کہ میں شروع شروع میں عجیب غریب اور خوبصورت شکلیں خواب میں دیکھا کرتا تھا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ایسا اکثر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ میں چارپائی پر بیٹھا تھا۔ کہ ایک فرشتہ چاند کی صورت میں آکر میری چارپائی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اور مجھے کہنے لگا دروازے پر درویش کھڑا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ بدھ کے روز دوپہر کے وقت نور اُترتا ہے۔ اور ہفتے کے دن تک رہتا ہے۔ جب آفتاب نکلتا ہے۔ تو وہ نور اوپر چلا جاتا ہے۔ ایک دفعہ کوئی شخص سلطان المشائخ کی خدمت میں کھانا لایا۔ اثنائے راہ میں اُسکے خیال آیا۔ کہ اگر سلطان المشائخ اپنے دستِ مبارک سے میرے منہ میں نوالہ دیں تو بڑی خوش قسمتی ہے۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو اس وقت کھانا چنا گیا تھا۔ سلطان المشائخ پان کھا رہے تھے۔ منہ سے پان نکال اُس کے منہ میں رکھ دیا۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ چند یار ملک سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں ایک عالم تھا۔ ہر ایک یار نے خدمت کے طور پر کچھ مٹھائی خریدی۔ اس عالم نے پوچھا کہ کیا یہ ہدیے اکٹھے پیش کرو گے۔ کہا ہاں۔ اس نے راستے میں سے قدرے مٹی اٹھا کاغذ میں لپیٹی۔ جب سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور وہ چیزیں رکھی گئیں۔ تو عالم نے وہ پڑیا رکھ دی۔ خادم نے ہدیوں کو اٹھانا شروع کیا۔ جب پڑیا اٹھانے لگا۔ تو سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اسے یہیں رہنے دے۔ یہ خاص ہماری آنکھ کے لئے سرمہ لایا ہے۔ اس عالم نے توبہ کی۔ سلطان المشائخ نے اسے تشریف خاص سے مشرف کیا۔ اور اسے مدد دی۔ کہ

اگر تجھے وظیفہ یا روٹی درکار ہے۔ تو کہدو ٭

قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نے وضو گھر سے کیا۔ اور سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دل میں فکر تھی۔ کہ کیوں ازسر نو وضو نہ کیا۔ سلطان المشائخ نے نور باطنی سے اس بات کو معلوم کر کے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ سید اجل کا بیٹا میرے پاس آیا۔ میں ہنیز اسے مخاطب کرتا لیکن اسے حاضر نہ پاتا۔ میں نے پوچھا سید کیا حال ہے۔ کہ میں تجھے غیر متوجہ پاتا ہوں۔ اس نے کہا مخدوم! میں نے گھر پر وضو کیا تھا۔ پھر میں نے تازہ وضو نہیں کیا۔ اس واسطے دل پریشان ہے۔ میں نے کہا۔ سید جاؤ۔ وضو کرو اور خوش ہو کر فراغ دلی سے بیٹھو۔ جب خواجہ صاحب یہ فرما چکے۔ تو میں نے اُٹھ کر سلام کیا۔ اور عرض کی۔ کہ مخدوم! میری بھی یہی حالت ہے۔ مسکرا کر فرمایا۔ کہ جاؤ وضو کر کے آؤ ٭

ایک روز دو یار سلطان المشائخ کی خدمت میں مل کر آئے۔ ایک نے وضو میں چنداں احتیاط نہ کی تھی۔ جب حاضر خدمت ہوئے۔ تو پہلی بات جو سلطان المشائخ نے فرمائی یہ تھی۔ کہ وضو میں احتیاط کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وضو بھی ایک الٰہی بھید ہے ٭

قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں علائی عہد میں نظر بند ہوا۔ اور اور وہ حبس دیر تک رہا۔ میں نے کسی کو سلطان المشائخ کی خدمت میں بھیجا۔ کہ میں بے گناہ گرفتار ہوا ہوں۔ میرا کوئی پرسان حال نہیں۔ میری کیا حالت ہوگی۔ سلطان المشائخ نے تین روٹیاں میرے پاس بھیجیں۔ کہ ان میں سے ایک روز کھایا کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے روز میں رہا ہو گیا ٭

مولانا وجیہ الدین پائلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے دق کی بیماری کا آغاز تھا۔ طبیبوں نے کہا کہ دریا کنارے کسی باغ میں سکونت اختیار کرو۔ میں نے کہا باغ میں سکونت دشوار ہے۔ سلطان المشائخ کا مکان دریا کنارے ہے وہاں جاکر رہوں۔ تمام دوائیں جو طبیبوں نے بتائی تھیں ساتھ لیں اور سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ روزہ افطار کر رہے تھے جاڑے کا موسم تھا۔ کوئی شخص بطور ہدیہ سندی لایا تھا۔ سلطان المشائخ کھا رہے تھے۔ مجھے فرمایا۔ کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آجا۔ باوجود دق کی بیماری کے میں نے سندی کو کھایا۔ حالانکہ یہ میوہ گرم ہوتا ہے۔ جب میں سلطان المشائخ کے پاس سے اُٹھا۔ تو بالکل تندرست تھا پھر مجھے کسی علاج کی ضرورت نہ رہی ٭

مولانا بدرالدین یار جسے رفیق بھی کہا کرتے تھے۔ ایک صادق القول مرد تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک رات سلطان المشائخ کی دہلیز میں ایک اونٹ کو دیکھا۔ جو دروازے کے باہر کھڑکی تلے کھڑا تھا۔ سلطان المشائخ اس پر سوار ہوئے۔ اور وہ اونٹ ہوا میں اُڑنے لگا۔ مجھے اُونگھ سی آ گئی جب مجھے ہوش آیا۔ تو رات کا آخری حصہ تھا۔ اور وہ اونٹ اسی طرح کھڑکی تلے کھڑا تھا۔ سلطان المشائخ کھڑکی کھول اندر چلے گئے اور اُونٹ واپس چلا گیا۔

میں (مصنف) نے معتبر آدمیوں سے سنا ہے کہ شیخ نجم الدین صفاہانی ساٹھ سال خانہ کعبہ کے مجاور رہے۔ آپ نے ایک مکان بنایا ہوا تھا۔ جس سے ہمیشہ خانہ کعبہ پر نظر پڑتی تھی۔ شیخ صاحب کامل حال تھے۔ ایک روز مکے کے مجاوروں نے ان سے پوچھا۔ کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ کہ سلطان المشائخ آج مقتدائے عالم ہیں۔ اور بندگانِ خدا کو مقصد تک پہنچاتے ہیں۔ پھر خانہ کعبہ کی زیارت کیوں نہیں کرتے۔ اور حج کی دولت کیوں حاصل نہیں کرتے۔ شیخ نجم الدین نے فرمایا۔ کہ اکثر اوقات صبح کی نماز ہمارے ساتھ خانہ کعبہ میں پڑھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ مذکورہ بالا اونٹ فرشتہ ہو۔ جو غیب سے آ کر سلطان المشائخ کو خانے کعبے میں پہنچا جاتا ہو۔

خواجہ ابوبکر وراق جو سلطان المشائخ کے قرب اور مصلے داری کے شرف سے مشرف تھے فرماتے تھے۔ کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ نے خاص جبہ مجھے عنایت فرمایا۔ میں نے شکریہ ادا کرنا چاہا۔ تو ایک نے کہا۔ کہ اس جبہ کی قیمت پڑیگی۔ میں یہ سنکر ناراض ہوا۔ جب میں شکرانہ لیکر حاضر خدمت ہوا۔ تو سلطان المشائخ نے خادم کو فرمایا۔ کہ اس شخص سے ایک سیر گھی لے لے۔ میں نے عرض کی یہ بہت تھوڑا۔ قبول فرمائیں۔ مسکرا کر فرمایا۔ کہ اس جبہ کی قیمت پڑیگی۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ غیاث پور سے آنے سے پہلے مسجد کیلو کھڑی میں نماز جمعہ کے لئے میں پیادہ پا آیا کرتا تھا۔ ایک روز حسبِ معمول آ رہا تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ ایک کوس کا فاصلہ تھا۔ اور میں روزے سے تھا۔ میرا سر چکرانے لگا۔ ایک دکان میں بیٹھ گیا دل میں خیال آیا۔ کہ اگر سواری کا انتظام ہو جائے۔ تو بہتر ہے۔ پھر سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر یاد آیا ؎

ما قدم از سر کنیم در طلب دوستاں ۔۔۔ راہ بجائے برد ہر کہ باقدام رفت

تو میں نے اس خیال سے توبہ کی۔ تین روز بعد تک یار پران رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ ایک گھوڑی میرے پاس لایا۔ کہ اسے قبول فرمائیں۔ میں نے کہا۔ تو درویش ہے تجھ

سے کیونکر لوں اس نے کہا۔ آج تین رات سے متواتر شیخ ملک یار پراں رحمۃ اللہ علیہ مجھے خواب میں فرماتے ہیں۔ کہ فلاں شخص کے پاس گھوڑی لے جا۔ میں نے کہا۔ تمہارا شیخ تو کہتا ہے اگر میرا شیخ کہے۔ تو میں لے لونگا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ شیخ شیوخ العالم قدس سرہٗ مجھے فرماتے ہیں۔ کہ ملک یار پراں کی خاطر یہ گھوڑی لے لو۔ دوسرے روز جب وہ خلیفہ گھوڑی لایا۔ تو میں اسے منجانب اللہ سمجھ کر لے لیا۔ پھر مدت بعد میں نے وہ گھوڑی اپنے بھانجے خواجہ محمد کو دے دی۔ بعد ازاں اس موقعہ پر قاضی محی الدین کاشانی نے فرمایا کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من عبد اللہ فی الحرارت قضی اللہ حوائجہٗ بالخطرات، جو شخص موسم گرما میں اللہ تعالےٰ کی پرستش کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی حاجتیں خطرات سے پوری کرتا ہے +

ایک مرتبہ ایک یار نے افطار کے وقت دل میں خیال کیا۔ کہ اگر سلطان المشائخ اس پانی کا بقیہ جس سے افطار فرماتے ہیں مجھے عنایت کریں۔ تو محض کرامت ہے۔ اسی اثنا میں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ یہ پانی اس یار کو دو۔ اس یار نے توبہ کی۔ جب سلطان المشائخ کھانا کھا کر اوپر آئے۔ اور اپنے مفردہ مقام پر بیٹھے۔ تو اس یار کو مع اور یاروں کے طلب فرمایا بیٹھنے کے بعد فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ کا بندہ ہے جس سے چالیس سال سے نہ پیٹ بھر کر کھانا کھایا نہ سیر ہو کر پانی پیا +

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شروع حال میں میں نے پختہ ارادہ کر لیا۔ کہ نہ کوئی کتاب لکھوں گا اور نہ قیمتاً خریدونگا۔ انہیں دنوں ایک شخص امام غزالی کی اربعین میرے پاس لایا۔ مجھے پسند آئی۔ میں نے دل میں کہا کہ میں نے نہ خریدنے کی ٹھانی ہوئی ہے۔ میں اس ارادے کو نہیں توڑوں گا۔ لیکن دل چاہتا تھا۔ کہ خرید لوں۔ آخر چند روز بعد کوئی شخص وہی کتاب بطور ہدیہ لایا۔ جسے میں نے قبول کیا +

ایک دفعہ ایک شخص سلطان المشائخ کی خدمت میں آیا۔ دیکھا۔ کہ آپ کے خدمتگار تنگی سے گذارہ کرتے ہیں۔ اس نے عرض کی۔ کہ اگر اجازت ہو تو میں سونا بنانا سکھلا دوں تاکہ یار لوگ تنگی سے بسر نہ کریں۔ آپ نے فرمایا۔ رنگ آمیزی بت پرستوں کا کام ہے اور سنہری کرنا یہودیوں کا۔ محمدیوں کے نزدیک سونا بنانا زرد روئی ہے۔ نہ ہم مال کی طرف مائل ہیں۔ اور نہ سونے کی طرف۔ نہ ہمیں دنیا کی ضرورت ہے۔ نہ

عاقبت کی۔ ہم تو قاضی الحاجات سے اپنی ضروریات طلب کرتے ہیں۔ مصرعہ

دنیا بچہ کار آید فردوس چہ باشد

ایک صادق القول عزیز نے سلطان المشائخ کو خواب میں دیکھا۔ کہ بہشت میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے اسے فرمایا۔ کہ حق تعالے مجھے ہر روز وظیفہ دیتا ہے۔ وہ مرد آپ کی ہیبت کی وجہ سے پوچھ نہ سکا۔ کہ وہ وظیفہ کیا ہے سلطان المشائخ نے خود ہی فرمایا۔ کہ اللہ تعالے دنیا میں مجھ سے خلقت کو وظیفہ دلاتا ہے۔ اسے قبول فرما کر اس کے عوض ہر روز میرے بدلے کئی ہزار دوزخیوں کو بخشتا ہے۔

ایک عزیز کا بیان ہے۔ کہ میں اپنے گاؤں سے سلطان المشائخ کی زیارت کے ارادے سے روانہ ہوا۔ میں قصبہ بوندی سے گذرا۔ دل میں خیال آیا۔ کہ یہاں پر ایک درویش ہے۔ جسے شیخ سوہن کہتے ہیں۔ اس سے ملاقات کرتے جاؤں۔ جب اس سے ملا تو اس نے پوچھا۔ کہاں جاؤ گے؟ میں نے کہا سلطان المشائخ کی خدمت میں جاتا ہوں۔ اس نے کہا سلطان المشائخ کو میرا سلام پہنچانا۔ اور کہنا کہ جمعرات کو کعبہ میں ملاقات کرتا ہوں۔ جب میں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو عرض کی۔ کہ بوندی گاؤں کے فلاں درویش نے یوں عرض کی تھی۔ آپ ناراض ہوئے۔ اور فرمایا کہ وہ درویش ہے تو خدا کا پیارا لیکن زبان قابو میں نہیں رکھتا۔

خواجہ منہاج شقدار جو آپ کا نہایت خوش اعتقاد مرید تھا۔ کہتا تھا۔ کہ مجھے سماع کرانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے سلطان المشائخ سے عرض کی۔ آپ نے فرمایا بہتر اچھا ہوگا۔ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے پیرے اور دوسرے یار غیاثپور سے بلائے۔ ان کے شہر میں آنے سے پہلے ہر کسی نے کہا۔ کہ قوال حاضر ہیں سماع شروع کرو۔ میں نے کہا۔ اکثر یار نہیں آئے۔ اور کھانا بھی موجود نہیں۔ انہوں نے کہا سماع کرو تو بہتر ورنہ ہم جاتے ہیں۔ بازار آدمی بھیج کر کھانا منگایا۔ اور خرچ کر کے سماع شروع کیا۔ لیکن کچھ ذوق حال نہ ہوا۔ میں تشویش میں تھا۔ کہ مجلس بے ترتیب ہوئی۔ اسی ناخوشی میں سر جھکائے تھا۔ جب سر اٹھایا۔ تو سلطان المشائخ کو دیکھا۔ کہ ٹوپی سر پر رکھے حوض خانہ کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ مارے خوشی کے از خود رفتہ ہوگیا جب ہوش میں آیا۔ تو سماع نے بہت سخت اثر کیا ہوا تھا۔ اور شہر کے یار بھی آگئے تھے۔ جب میں سلطان المشائخ کی خدمت میں آیا۔ اور کیفیت عرض کی۔

تو آپ نے اس کی تصدیق کی - اور فرمایا - کہ جہاں پر اس بندے کے یار ہوں - وہاں اسے حاضر ہی سمجھا کرو - یہی خواجہ منہاج فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رات کے وقت سلطان المشائخ کے گھر تھا - سلطان المشائخ کی چارپائی باہر بچھائی گئی - اور اوپر نمگیرہ اوڑھا گیا - جب رات کا بہت سا حصہ گذر گیا - تو آپ کی چارپائی پر سے ایک نور سیدھا آسمان کی طرف گیا - چنانچہ اس کی روشنی سے جماعت خانے کا صحن اور دریا کا کنارہ جگمگ جگمگ کر رہا تھا - میں ڈر کر ایک کونے میں دبک رہا - اور آنکھیں بند کر لیں ۔

ایک دفعہ شیخ نور الدین فردوسی نے اپنے تین یاروں کو سلطان المشائخ کی خدمت میں بھیجا - کہ میں نے شیخ شیوخ العالم کی روح کے لئے کچھ کھانا پکایا ہے - آپ ازراہِ بندہ نوازی قدم رنجہ فرماویں - ان تینوں میں سے ایک نے کہا - اگر سلطان المشائخ شیخ ہیں - تو مجھے کوئی کھانے کی چیز دینگے - دوسرے نے کہا - مجھے کپڑا دینگے - تیسرے نے کہا بزرگوں کی آزمائش نہیں کرنی چاہئے جب سلطان المشائخ کی خدمت میں آئے - تو فرمایا ہم نے بھی کھانا پکایا ہوا ہے - ہم نہیں آسکتے لیکن ہمارا دل تمہاری طرف ہوگا - اتنے میں ایک شخص دہی کا دیگچہ لئے ہوئے آیا - اور ساتھ ہی چار ٹکے لایا - سلطان المشائخ نے خادم کو حکم دیا - کہ یہ اس مرد کو دیدے کیونکہ اس نے کھانے اور چاندی کا خیال کیا ہوا تھا - بعد ازاں فرمایا - کہ کپڑا لاؤ - اور تیسرے کو فرمایا - کہ اسی نیت سے آنا چاہئے - وہ ٹکے اسے بھی عنایت فرمائے ۔

شیخ رکن الدین فردوسی سلطان المشائخ کے اس قدر معتقد نہ تھے - چنانچہ شہر سے آکر دریا کنارے کیلو کھری کی حد میں ایک مقام بنایا - اور شیخی کا اڈہ کھڑا کیا - اس کے لڑکے جو ابھی نوجوان تھے - اور اس کے مرید جو سلطان المشائخ کے معتقد نہ تھے - کئی مرتبہ کشتی میں سوار ہو کر سماع اور رقص کرتے ہوئے سلطان المشائخ کے مکان تلے سے گذرتے تھے - ایک روز حسب معمول ظہر کی نماز کے بعد کشتی میں سوار جمعیت سمیت رقص و سماع کرتے ہوئے سلطان المشائخ کے مکان تلے سے گذر رہے تھے - اس وقت آپ چھت پر یاد حق میں مشغول تھے - اور میرے والد بزرگوار آپ کے پاس کھڑے تھے - جب آپ نے شور و غل سنا - تو ادھر نگاہ کر کے فرمایا - سبحان اللہ! ایک شخص سالہا سال سے اس کام میں جان فدا کرتا ہے - اور سخت لعنت کرتا ہے اور دوسرے نو خیز ہیں - اور کہتے ہیں - کہ تو کون ہے - گویا ہم ہی ہیں نہیں - یہ فرما کر اپنا دستِ مبارک آستین سے نکال اُن کی طرف اشارہ کیا - جب مکان تلے پہنچکر کشتی

میں اترنے کو تھے۔ کہ غل مچا۔ جب دریا کنارے آئے تو غرق ہو گئے۔ میں نے یہ حکایت اپنے چچا سید السادات سید حسین سے سُنی ہے۔ انہوں نے میرے والد بزرگوار سے سُنی تھی۔

مصلح بقال کا لڑکا طبابت کیا کرتا تھا۔ اور سلطان المشائخ کا مرید تھا۔ جب وہ سلطان المشائخ کی خدمت کے لئے جایا کرتا۔ تو آپ اسے وہاں رات نہ رہنے دیتے واپس بھیج دیا کرتے۔ یہ دیکھ کر اُس نے شیخ المشائخ کے ہاں جانا ترک کر دیا۔ مولانا علی شاہ ماندار کہتا ہے۔ کہ میں نے اسے کہا کہ تو نے اچھا نہیں کیا۔ مہینے میں ایک دفعہ ضرور قدمبوسی کر آیا کرو۔ رات کسی اَور کے گھر رہا کرو۔ اس کے چہرے سے نارضامندی کے آثار ظاہر ہوئے۔ کچھ عرصے بعد اُس کے پاؤں میں ورم ہو گیا۔ جس کے سبب درد سے بیقرار تھا۔ مولانا علی شاہ نے کہا۔ یہ زحمت اس واسطے ہوئی ہے۔ کہ تو سلطان المشائخ سے بد اعتقاد ہو گیا ہے۔ اس نے کہا واقعی اسی وجہ سے ہے۔ اور عاجزی کرنی شروع کی مجھے کچھ روپیہ دیا۔ کہ سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچانا۔ اور میرا حال عرض کرنا۔ جب میں نے سلطان المشائخ کی خدمت میں اس کا حال عرض کیا۔ تو آپ کی طبیعت ناخوش ہو گئی جب میں واپس آیا۔ تو طبیب کا انتقال ہو چکا تھا۔

میں نے خواجہ مبارک گوپیوی سے جو اعلیٰ بار تھا سُنا ہے کہ میں جب کبھی قصبہ گوپیو سے سلطان علاؤالدین کے پاس آتا۔ تو مجھے شاہانہ لباس عطا ہوتا۔ اور یہ خلعت میرے لئے معمول ہو چکا تھا۔ ایک دفعہ جب گیا۔ تو سلطان نے ایک سفید کپڑا عنایت کیا۔ میں اس وجہ سے کبیدہ خاطر ہو گیا۔ اور سلطان المشائخ کی خدمت میں آیا۔ پائبوسی کے بعد آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ؎

تحفہ شاہ بس عزیز بود گرچہ دینار یا پشیز بود

مجھے یہ شعر سُن کر فرحت حاصل ہوئی۔ اور پوری توجہ سے گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ایک دفعہ ایک عالم سلطان المشائخ کی خدمت میں آ کر عرض کرنے لگا کہ بیعت چاہتا ہوں آپ نے نور باطنی سے معلوم کر لیا۔ کہ کس واسطے آیا ہے۔ اس نے بیعت کے لیے بہتیری منت وسماجت کی۔ لیکن سلطان المشائخ نے ایک نہ مانی اور دریافت فرمایا۔ کہ سچ کہو کس واسطے آیا ہے؟ اس نے کہا۔ ناگور میں میری زمین ہے۔ سرکاری

حاکم میرا مزاحم ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں رقعہ لکھ دوں۔ اور تیرا کام بن جائے۔ تو بیعت کا ارادہ چھوڑ دوگے۔ اُس نے عرض کی چھوڑ دونگا۔ اسی وقت آپ نے حاکم کی طرف رقعہ لکھا۔ جس سے اس عالم کا کام سنور گیا ۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں مولانا رشید لغری کی زیارت کرکے واپس آرہا تھا۔ آپ کے مکان کے پاس ایک گلی تھی۔ اس میں ایک مست مجھے نظر آیا۔ خیال کیا۔ کہ کہیں تکلیف نہ پہنچائے۔ میں دوسری طرف ہو گیا۔ وہ بھی اسی طرف آیا۔ پھر میں دوسری طرف ہوا۔ تو پھر وہ ادھر ہی آیا۔ میں اللہ تعالےٰ پر توکل کرکے اسی طرف روانہ ہوا۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ اور مجھ سے بغلگیر ہوکر میرے سینے کو چوما اور کہا۔ الحمد للہ! ایسے سینے ابھی مسلمانوں میں ہیں۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ جب میں نے مڑ کر دیکھا۔ تو غائب تھا ۔

شیخ نصیر الدین محمود روایت کرتے ہیں۔ کہ سلطان المشائخ فرماتے تھے۔ کہ ایک دفعہ میں دروازہ دلی کے قریب تھا۔ اور نہایت مایوس۔ اپنے دل میں کہتا تھا۔ کہ نظام تو کہاں اور محبت الٰہی کہاں۔ ایسی نیت سے میں نے شیخ رسال کے روضہ میں چلہ کاٹا۔ جب چلہ ختم ہوا۔ تو دیکھا روضہ میں کا ایک خشک درخت ہرا بھرا ہو گیا۔ میں نے روضہ کے آگے کھڑے ہوکر عرض کی۔ کہ چالیس دن میں یہ خشک درخت ہرا بھرا ہو گیا ہے۔ لیکن میں چالیس دن آنے سے اپنی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں پاتا۔ یہ کہکر میں گھر کی طرف روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک شخص لڑکھڑاتا ہوا آرہا تھا۔ میں نے خیال کیا شاید مست ہے۔ میں دوسرے رخ ہو گیا۔ وہ بھی اسی طرف مائل ہوا۔ پھر میں ادھر سے پھرا۔ تو پھر وہ میری طرف تھا۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ نظام خدا کی طرف دوڑ۔ جب میں اس کی طرف گیا۔ تو اس نے بازو پھیلا گلے ملا۔ اُس کے منہ اور سینے سے عطر کی خوشبو آرہی تھی۔ اُس نے صرف اتنا کہا۔ کہ اے صوفی! تیرے سینے سے محبت حق کی خوشبو آتی ہے۔ یہ کہہ کر غائب ہو گیا ۔

نکتہ چہار دہم ۔ در بیان بعضے کرامات آں فخر النساء فی العالمین رابعۃ البصر
بی بی زلیخا صاحبہ والدہ ماجدہ حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہما

حضرت سلطان نظام الحق والدین سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میری والدہ محترمہ کی رسائی مدرگاہ الٰہی میں تھی۔ اگر انہیں کوئی کام درپیش ہوتا۔ تو اس کام کا انجام و اختتام خواب میں دیکھ

لیتیں۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو اختیار دیا جاتا۔ بارہا میری والدہ ماجدہ میرے پاؤں کو دیکھ کر فرماتی۔ کہ تجھ میں نیک بختی اور سعادت کی علامت پائی جاتی ہے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

وے آیتے کہ آمد در شان کبریا اندر جبین ناصیۂ او مبین است

جب ہماری گذران سخت تنگی سے ہونے لگی۔ تو میں نے والدہ ماجدہ سے عرض کی۔ کہ آپ نے تو فرمایا تھا۔ کہ میں نیک بخت اور سعادت مند ہونگا۔ ابھی تک تو کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا ظاہر ہوگی۔ لیکن میری وفات کے بعد۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب کبھی مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو میں اپنی والدہ کی قبر پر جا کر عرض کرتا ہوں۔ اکثر ایک ہفتے میں مراد بر آتی ہے۔ اور شاذ و نادر ایسا ہوتا ہے۔ کہ مہینے کے بعد مراد بر آئے ؞

نیز سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ اگر میری والدہ محترمہ کو کوئی ضرورت پیش آتی۔ تو آپ پانسو مرتبہ درود پڑھ کر اپنا دامن مبارک آگے بڑھاتیں اور دعا مانگتیں۔ تو حسب منشا کام ہو جاتا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کی ایک لونڈی بھاگ گئی۔ چونکہ اور کوئی خدمتگار نہ تھا۔ اس لئے آپ ایسی پریشانی کے حال میں مصلے پر بیٹھیں۔ اور اپنا دامن مبارک سامنے رکھ کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ میری لونڈی بھاگ گئی ہے۔ اور میں نے عہد کرلیا ہے۔ کہ جب تک لونڈی نہ آئیگی۔ دامن سر پر نہ رکھونگی۔ میں یہ سنکر سوچ میں پڑ گیا۔ اتنے میں ایک شخص نے دروازے پر آکر کہا۔ کہ جو لونڈی تمہاری بھاگ گئی تھی۔ اُسے آکر لے جاؤ ؞

جن دنوں سلطان علاء الدین کے بیٹے سلطان قطب الدین نے سلطان المشائخ سے جھگڑنا چاہا۔ اور جھگڑے کا ایک باعث یہ تھا۔ کہ سلطان قطب الدین نے جامع مسجد میری بنوائی اور پہلے جمعہ کو تمام مشائخ اور علماء کو طلب کیا۔ کہ اس جمعہ کی نماز اس مسجد میں ادا کریں۔ سلطان المشائخ نے کہا کہ یہاں سے پاس کی مسجد ہے اور یہاں جمعہ ادا کرنا زیادہ اچھا ہے۔ ہم یہیں ادا کرینگے۔ چنانچہ آپ نہ گئے۔ دوسرا باعث جھگڑے کا یہ تھا۔ کہ رسم تھی۔ کہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو تمام امام اور مشائخ اور امراء و وزراء نئے چاند کی مبارکباد دینے کے لئے بادشاہ کے ہاں جایا کرتے تھے۔ لیکن سلطان المشائخ نہیں جایا کرتے تھے۔

آپ اقبال نام خادم کو بھیجدیا کرتے ۔ حسب معمول جب اقبال آیا ۔ تو مدعیوں اور حاسدوں نے موقعہ پاکر بادشاہ سے کہا ۔ کہ دیکھو آپ کے فرمان کے مطابق سلطان المشائخ نے نہ جمعہ کی نماز نئی مسجد میں ادا کی اور نہ مبارکباد دینے کے لیئے آئے بلکہ خادم کو بھیجدیا ۔ بادشاہ نے بادشاہی کے غرور میں آکر کہا ۔ کہ اچھا اگر اگلے مہینے نہ آئینگے ۔ تو ہم جس طرح بلوایا کرتے ہیں بلوالینگے ۔ جب سلطان المشائخ نے یہ بات سنی ۔ تو آپ نے کچھ نہ کہا ۔ اور اپنی والدہ محترمہ کی قبر پر گئے ۔ اور عرض کی ۔ کہ اس بادشاہ کی نیت مجھے تکلیف پہنچانے کی ہے ۔ اگر اگلے مہینے کی پہلی تاریخ تک اس کا کام تمام نہ ہوا ۔ تو میں آپ کی زیارت کو نہیں آیا کرونگا ۔ آپ نے نازونیاز سے یہ بات اپنی والدہ ماجدہ سے کہی اور گھر چلے آئے ۔ آپ کے یار بادشاہ کی بات سے سخت ناراض و مشوش تھے ۔ جوں جوں مہینہ قریب ہوتا مخلصوں کی توجہ زیادہ ہوتی جاتی ۔ لیکن سلطان المشائخ اس بھروسے پر خاطر جمع تھے ۔ کہ میں نے والدہ ماجدہ سے کہدیا ہے ۔ آپ سجادہ کرامت پر قائم تھے ۔ کہ دیکھئے غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے جب چاند نکلا اور خلقت اس بات کی منتظر ہوئی ۔ کہ صبح بادشاہ کی طرف سے سلطان المشائخ کو بلایا جائیگا ۔ تو اسی رات آسمان سے بادشاہ کی جان پر بلا نازل ہوئی ۔ یعنی خسرو خاں بلغاک نے سلطان المشائخ کے دشمن کا سر تن سے جدا کیا ۔ بدن کو محل پر پھینکدیا ۔ اور سر نیزے پر رکھ کر خلقت کو دکھلایا شیخ سعدیؒ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

اے روبہک نشستی بجائے خویش
با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

میں نے ایک عورت سے جس کی سچائی اور دیانت پر پورا اعتبار ہے سُنا ہے جو کہتی تھی ۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے ۔ کہ گویا میدان قیامت قائم ہے ۔ اور خلقت حیران اور مدہوش ہے ۔ اور ادھر اُدھر دوڑ رہی ہے ۔ میں بھی حیران ہو کر ادھر اُدھر پھرتی ہوں ۔ اسی اثنا میں کیا دیکھتی ہوں ۔ کہ ایک شخص جھنڈا اٹھائے کھڑا ہے اور مجھے کہتا ہے ۔ کہ یہ جھنڈا بی بی زلیخا کا ہے ۔ جو سلطان المشائخ کی والدہ ماجدہ ہیں ۔ تو اس جھنڈے تلے آجا ۔ میں اس بھیڑ بھاڑ میں اس جھنڈے تلے آگئی ۔ یہ عورت مصنف کے چچا سید احمد محمد کرمانی کی بیٹی اور مصنف کی بیوی ہے ۔ جو سید حسین کے وسیلے سلطان المشائخ کی مریدہ ہوئی ۔ اور آپ سے دینی و دنیاوی نعمتیں حاصل کیں ۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میری والدہ محترمہ کا انتقال جمادی الآخر کی پہلی تاریخ کو ہوا۔ جب میں نے نیا چاند دیکھا۔ تو سر آپ کے قدموں پر رکھا۔ اور حسبِ معمول نئے چاند کی مبارک باد عرض کی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ آئندہ مہینے کی پہلی تاریخ کو کس کے قدموں پر سر رکھو گے۔ میں معلوم کر گیا۔ کہ آپ کے انتقال کا وقت قریب ہے۔ میری حالت بگڑ گئی۔ اور رونے لگا۔ میں نے عرض کی۔ مجھ غریب اور بے کس کو کس کے حوالے کئے جاتی ہو۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کا جواب کل دونگی۔ میں نے کہا کیوں۔ فرمایا اس وقت میں اس کا جواب نہیں دے سکتی۔ مجھے فرمایا۔ کہ رات شیخ نجیب الدین کے ہاں بسر کرو۔ میں آپ کے حکم کے مطابق وہاں گیا۔ رات کے آخری حصے تقریباً صبح کو لونڈی آئی۔ کہ مخدومہ آپ کو بلاتی ہیں۔ میں نے ڈر کر پوچھا۔ کہ کیا زندہ تو ہیں۔ کہا زندہ ہیں۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو کہا کہ تو نے شام کو ایک بات پوچھی تھی۔ اور مجھے اس کا جواب دینا تھا۔ اب میں اس کا جواب دیتی ہوں۔ فرمایا۔ دایاں ہاتھ کونسا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر عرض کی یہ ہے۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ اے اللہ! میں اسے تیرے سپرد کرتی ہوں۔ یہ کہہ کر جان اللہ تعالےٰ کے حوالے کی۔ میں بڑا شکر گزار رہا۔ اور دل میں کہنے لگا۔ کہ اگر اس وقت آپ میرے لئے سونے کا بھرا ہوا گھر چھوڑ جائیں۔ تو بھی مجھے اس قدر خوشی نہ ہوتی۔ جیسی کہ آپ کے ان آخری کلمات سے ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہا ؂

نکتۂ پانزدہم۔ در بیان حالے کہ سلطان المشائخ را پیدا شد و بدان حال ازیں دار فنا بدار بقا رحلت فرمود و وصیت کہ حاضراں را کرد۔

مصنف کتاب عرض پرداز ہے۔ کہ جمعہ کے روز سلطان المشائخ پر حالت طاری ہوئی۔ آپ کا باطن نور تجلی سے منور ہو گیا۔ اثنائے نماز میں آپ نے حقتعالےٰ کو سجدے کئے۔ اور اسی عالم تحیر میں گھر میں آئے اور آپ پہلے کی نسبت زیادہ رونے لگے۔ اور ہر روز چند ایک مرتبہ بے ہوش ہو جاتے۔ اور پھر ہوش میں آتے۔ اور یہی فرماتے کہ آج جمعہ ہے۔ دوست کو دوست کا وعدہ یاد آتا ہے۔ آپ اسی حالت میں مستغرق تھے۔ اسی حالت میں آپ فرماتے تھے۔ کہ کیا نماز کا وقت ہو گیا۔ اور میں نے نماز ادا کر لی ہے اگر حاضرین کہتے۔ کہ آپ نے نماز ادا کر لی ہے۔ تو فرماتے کہ دوسری دفعہ ادا کر لوں چنانچہ ہر ایک نماز کو دوبارہ ادا کرتے۔ چند روز یہی حالت رہی۔ اور یہی دو باتیں دہرایا گئے۔ کہ آج

جمعہ ہے۔ اور ہم نے نماز ادا کر لی ہے۔ یہ فرماتے۔ مصرعہ

میبر ویم ومیبر ویم و میبر ویم

اسی حال میں تمام خدمتگاروں مریدوں اور رشتہ داروں کو بلا کر فرمایا۔ کہ تم اس بات کے گواہ رہنا۔ کہ اگر اقبال خادم کوئی چیز کسی قسم کی بچا رکھیگا۔ تو قیامت کے دن اسے اس کا حساب دینا ہوگا۔ اقبال خادم نے اس بات کو منظور کیا۔ کہ میں کوئی چیز باقی نہیں رہنے دونگا سب آپ کے صدقے کر دونگا۔ چنانچہ اس نیاسمرد نے ویسا ہی کیا۔ سوائے غلہ کے جو درویشوں کی چند روز کی خوراک تھی۔ کچھ بھی نہ رکھا۔ سب بانٹ دیا۔ میرے چچا سید السادات سید حسین نے سلطان المشائخ کو اس بات کی اطلاع دی۔ کہ غلہ کے سوائے باقی سب کچھ بانٹ دیا ہے۔ سلطان المشائخ اس حرکت کے سبب اقبال سے ناراض ہوئے۔ اسے بلا کر فرمایا۔ کہ مردہ ریت کو کیوں رکھا۔ اقبال نے عرض کی۔ کہ چند روز کی خوراک کے غلے کے سوا باقی سب کچھ تقسیم کر دیا ہے۔ یہ بھی اس واسطے کہ لوگ کھائیں۔ میں نے اور کچھ نہیں رکھا۔ فرمایا۔ لوگوں کو بلاؤ۔ جب آئے۔ تو حکم دیا۔ کہ انباروں کے دروازے کھول دو۔ اور خلقت انہیں لوٹ لے۔ اور پھر وہاں پر جھاڑو کر دو۔ ایک ساعت کے اندر خلقت نے تمام غلہ لے لیا۔ اسی بیماری میں یار اور خدمتگار حاضر خدمت ہو کر آپ سے پوچھنے لگے۔ کہ جناب کے بعد ہم مسکینوں کی کیا حالت ہوگی۔ فرمایا۔ کہ جو نذر نیاز میرے روضے پر آئیگی۔ وہ تمہارے لئے کافی ہوگی۔ میں (مصنف) نے صادق القول پیروں سے سُنا ہے۔ کہ آمدنی کو تقسیم کون کیا کریگا۔ فرمایا۔ جس کا اپنا حصہ اس میں نہ ہوگا۔ اسی بیماری کے اثناء میں میرے نانا صاحب کو لوگوں نے کہا۔ کہ آپ سلطان المشائخ سے پوچھیں۔ کہ جناب کی خاطر ہر ایک معتقد نے اپنی حیثیت کے مطابق مکلف مکان اس واسطے بنا رکھا ہے۔ کہ جناب کو وہاں مدفون کیا جائے۔ آپ کس مکان میں بسیر البنا چاہتے ہیں۔ جب مولانا شمس الدین نے سلطان المشائخ کی خدمت میں یہ معاملہ عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ مولانا میں کسی کی عمارت تلے نہ سوؤنگا۔ بلکہ جنگل میں بسیرا لونگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جہاں پر آپ کا روضہ مبارک ہے۔ وہ پہلے جنگل تھا۔ آپ کی وفات کے بعد سلطان محمد بن تغلق نے آپ کے روضہ منبرکہ پر نہایت عالیشان گنبد بنوایا۔ جو لطافت اور صفائی میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے

زمین سپس من صحرائے صحن او کہ دلم | زبندہ ہائے بسیط جہاں بجاں بہ ید
ز سینہ دل بہ تماشا برآمدہ بدہاں | چوں ذکر نزہت آں لقعہ در زباں آمد

کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

زروشنائی صحن جہانے او در دل | ہے غاید اسرار غیب پوشید

واضح ہے کہ حضرت سلطان المشائخ ۱۵۔ رجب المرجب ۶۵۵ھ ہجری کو شیخ شیوخ العالم کے مرید ہوئے۔ اس وقت جناب کا سن مبارک ۲۰ سال تھا۔ آپ ۶۳۶ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ انتقال کے وقت آپ کا سن شریف ۸۹ سال تھا۔ واللہ اعلم بالصواب ؛

جناب سلطان المشائخ نے انتقال سے چالیس روز پہلے کھانا ترک کر دیا۔ طعام کی بو تک نہ سونگھتا گریہ وزاری کی حالت کا ایک ساعت بھی چشم مبارک کے آنسو نہ تھمتے ؎

گر نہ بینی گریہ زارم بدانی فرق کرد | کاب چشم است اینکہ پشت بیہ دیا آب جو

انہیں دنوں ایک روز اخی مبارک نے مچھلیوں کا شوربا پیش کیا۔ اور مخلصوں نے اس کے استعمال کے لئے بہتیری کوشش کی ۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ عرض کی مچھلیوں کا تھوڑا شوربا ہے۔ فرمایا بہتے پانی میں گرا دو۔ اور خود کچھ بھی نہ کھایا۔ بعد ازاں میرے چچا بزرگوار سید حسین نے عرض کی کہ جناب نے کئی دنوں سے کھانا نہیں کھایا۔ اگر یہی حالت رہی۔ تو ضعف طاری ہو جائیگا۔ فرمایا۔ جو شخص جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا مشتاق ہو۔ اُسے دنیاوی طعام کیونکر بھائے ۔ یہ حکایت شیخ رکن الدین کی ملاقات کے ضمن میں درج ہو چکی ہے۔ الغرض اس چالیس دن کے عرصے میں کھانا نہ کھایا۔ اور کلام بھی بہت کم کیا۔ بدھ کے روز جو آپ کی وفات کا دن ہے یہ حالت تھی۔ جو اوپر لکھی گئی ہے۔ ۱۸۔ ربیع الآخر ۷۲۵ھ ہجری کو صبح سویرے آفتاب کے نکلنے کے بعد جناب کا وصال ہوا۔ اور آنجناب نے صدق وصفا اور تجلئے حق کے دیدار کے مقام میں قرار کیا ؎

مہ بزیر ابر احتجاب نمود | عاشقاں را بریں عذاب نمود
پردہ از زلف بست بر رخ خود | در وجہ تب بدیں خراب نمود

امیر خسرو نے سلطان المشائخ کے مرثیہ میں تاریخ وفات یوں لکھی ہے ؎

صبح دوم و ہژدہ زمہ در ابر رفت آں مہ
زمانہ چوں شمار بیست داد و پنج و ہفصد را

سلطان المشائخ کے جنازے میں شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا قدس سرہ کے پوتے شیخ الاسلام رکن الدین نے امامت کی۔ نماز سے فارغ ہو کر شیخ الاسلام رکن الدین نے فرمایا کہ آج مجھے معلوم ہوا کہ مجھے شہر دہلی میں کیوں چار سال کھا گیا۔ صرف اس واسطے کہ اس جنازے کی امامت کے شرف سے مشرف ہوں۔ ظہر کی نماز کے وقت سلطان المشائخ کو دفن کیا گیا۔ کسی بزرگ نے کہا ہے ؎

گو یا جگر زمیں کشادند آں دوست خدا درو نہادند

آج سلطان المشائخ کا روضۂ مبارک تمام جہان کا قبلہ ہے۔ جناب کے روضہ کی خاک پائے تریاق اعظم ہے ؎

خاک درت کہ سرمۂ اہل نظر شدہ است بہر شفائے دلہا تریاق اعظم است
ہر ذرہ ز خاک درت نزد عاشقان جانیست پاک در جہاں ہر یکے معظم است

؎

مسلمان و ہندو و ترسا و گبر ز خاک درت جملہ افسر کنند
چو کافور و صندل ازاں خاک پاک بچشم اندر آرند و دائر کنند

باب دوم

در بیان مناقب و فضائل و کرامات خلفائے شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری و خلفائے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی و خلفائے شیخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ اسرارہم العزیز

صاحبدلانِ عالم پر واضح رہے۔ کہ پہلے باب میں شیخ الاسلام معین کے خلیفہ شیخ الاسلام قطب الدین اور شیخ الاسلام قطب الدین کے خلیفہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین اور ان کے خلیفہ سلطان المشائخ نظام الحق والدین کا ذکر ہو چکا ہے۔ ان مشائخ کبار کے باقی خلفاء کا ذکر اس باب میں لکھا جائے گا۔

منہم۔ اہل تصوف کے بادشاہ۔ تکلف کی آفتوں سے مجرد۔ عالم باعمل۔ کے مستحق نماز شب بیدار۔ صائم الدہر۔ والی حضرت متعالی یعنی شیخ الاسلام حمید الملۃ والدین سوالی وارث انبیاء والمرسلین اے احمد السعیدی الصوفی قدس سرہٗ شیخ الاسلام معین سنجری کے خلیفہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ کے ہم خرقہ تھے۔ اور ناگور کے رہنے والے تھے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب یہ بزرگ شیخ معین الدین حسین سنجری کا مرید ہوا۔ اور توبہ نصوحی کی دولت اسے نصیب ہوئی۔ تو قدیمی دوستوں یاروں نے مجبور کیا کہ پھر پہلا کام کرے لیکن اس نے جواب دیا۔ کہ جاؤ اپنا کام کرو میں نے اپنا ازار بند ایسا مضبوط باندھا ہے۔ کہ قیامت کو حوروں پر بھی نہیں کھلیگا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ حمید الدین سوالی سے سوال کیا گیا۔ کہ کیا وجہ ہے! کہ بعض اولیاء جب جہان سے سفر کرتے ہیں۔ تو ان کی شہرت ہوتی ہے۔ اور بعض کا نام و نشان تک نہیں رہتا؟ فرمایا۔ جو زندگی گمنامی میں بسر کرتا ہے وہ وفات کے بعد شہرت حاصل کرتا ہے۔ اور جو زندگی میں شہرت کا خواہاں رہتا ہے۔ وفات کے بعد کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا۔ اس بزرگ کا حال تین نکات پر مشتمل بر ہے۔

{ نکتہ اول۔ در بیان مجاہدہ درویش شیخ حمید الدین سوالی قدس اللہ سرہٗ العزیز }

منقول ہے۔ کہ شیخ حمید الدین ناگور کے علاقہ میں ایک بیگھہ زمین کے مالک تھے۔ اس کی کاشت کر کے گذران کیا کرتے تھے۔ ادھا بیگھہ اپنے ہاتھ سے درست کر کے اس میں کچھ بوتے۔ اور جب وہ ختم ہو جاتا۔ تو دوسرا آدھا بوتے اور اس کی آمدنی سے قوت لایموت اور ستر عورت کرتے۔ چنانچہ ایک تہ بند اور چادر پر گذارہ کرتے۔ اس طرح پر اس غدار دنیا میں زندگی بسر کرتے تھے۔ حکیم سنائی نے کہا ہے ؎

این دو روزہ حیات نزد خرد   چہ خوش و نا خوش و چہ نیک و چہ بد

جب یہ حال حاکم ناگور نے سنا۔ تو اس نے کچھ نقدی آپ کی خدمت میں بھیجی۔ اور عرض کی۔ کہ اگر شیخ صاحب کچھ اور زمین قبول فرمائیں۔ تو میں اس کے بونے وغیرہ کا انتظام کردوں تاکہ فراغ دلی سے عبادت الٰہی میں مشغول ہوں۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ خواجگان میں سے کسی نے قبول نہیں کیا۔ اور یہ ایک بیگھہ جو میری ملکیت ہے میرے لئے کافی ہے۔ آپ نے عذر و معذرت کی۔ اور حاکم کی لائی ہوئی چیزوں کو قبول نہ کیا۔ اس حاکم نے شیخ صاحب کی بزرگی و قناعت کا حال بادشاہ وقت سے عرض کیا۔

اس نے پانسو روپیہ اور ایک گاؤں کا فرمان بھیجا۔ کہ شیخ صاحب کے پاس لے جاؤ۔ اور میری طرف سے نہایت عاجزی اور انکساری سے عرض کرو۔ کہ اسے قبول فرمائیں۔ اس حاکم نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ روپیہ اور فرمان آپ کے پیش کیا گیا۔ تو آپ نے کچھ نہ کہا۔ حاکم کو بیٹھا چھوڑ کر اپنی بیوی کے پاس گئے۔ جو اس وقت سر برہنہ تھی۔ اپنے پیراہن کا دامن سر پہ اوڑھے ہوئے تھی شیخ صاحب کا تہ بند بھی پھٹا پرانا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بادشاہ نے پانسو روپیہ اور ایک گاؤں کا فرمان بھیجا ہے۔ تیری اس میں کیا رائے ہے۔ قبول کر لیا جائے یا نہ۔ بیوی نے جواب دیا۔ قبول کر کے اپنی فقیری کو باطل نہ کرو۔ میں نے دو سیر سوت کا تا ہوا ہے۔ اس سے میری اوڑھنی اور آپ کا تہ بند اور چادر ہو جائینگے۔ جب شیخ صاحب نے یہ سُنا۔ تو نہایت خوش ہوئے۔ اور باہر جا کر حاکم کو کہا۔ کہ صاحب مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ میں نہیں لونگا *

{ نکتہ دوم در بیان بعضے کرامات شیخ حمید الدین سوالی و مراسلے کہ درمیان شیخ حمید الدین و شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ بود }

شہر ناگور میں ایک ہندو تھا۔ جب وہ شیخ حمید الدین کو دکھلائی دیتا۔ آپ فرماتے۔ کہ یہ ولی اللہ ہے۔ اور مرتے وقت دُنیا سے باایمان جائیگا۔ اور اس کا انجام بخیر ہوگا۔ واقعی جیسا فرمایا کرتے تھے ویسا ہی ظہور میں آیا۔ یہ کلمات آپ کی کرامت علو درجات اور امور کے انجام پر نظر غائر ہونے کا ثبوت ہیں *

منقول ہے کہ جب شیخ حمید الدین کا شہرہ ہوا۔ تو ان دنوں ایک سوداگر ناگور سے تل لیجا کر ملتان میں بیچا کرتا اور ملتان سے روئی لا کر ناگور میں فروخت کیا کرتا تھا۔ اس اثناء میں جو خط و کتابت شیخ حمید الدین اور شیخ بہاؤالدین کے مابین ہوتی۔ اسے یہی سوداگر لایا لیجایا کرتا تھا شیخ حمید الدین نے شیخ بہاؤالدین کو لکھا۔ کہ مجھے ٹھیک معلوم ہے۔ کہ آپ خدا رسیدہ ہیں۔ اور یہ بھی مجھے معلوم ہے۔ کہ دنیا پر اللہ تعالے کی ناراضگی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ آپ اس دشمن خدا کو دور نہیں کرتے۔ شیخ بہاؤالدین نے اس بارے میں جواب لکھا۔ کہ یہ بھی معلوم ہے کہ دنیا کہتے کسے ہیں۔ اور اس میں سے میرے پاس کس قدر رہیگی۔ آپ نے دُنیا کی حقارت اور قلت کی بابت بہت کچھ لکھا۔ اور اس قسم کی خط و کتابت کئی مرتبہ ہوئی۔ لیکن شیخ حمید الدین کی تسلی و تشفی نہ ہوئی۔ چنانچہ فرمایا کرتے۔ کہ اگر یہ ٹھیک ہے۔ تو پھر ضدان لایجتمعان کے کیا معنی جب شیخ حمید الدین نے اس بارے میں غلو سے کام لیا۔ تو عالم غیب سے اس کا بھید کھلا۔ جو آپ

نے کسی پر ظاہر نہ کیا ✢

منقول ہے۔ کہ ان دنوں شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا قدس سرہٗ کا ایک فرزند ناگور میں آیا جب اس نے سنا کہ شیخ حمید الدین نماز جمعہ میں شریک نہیں ہوتے۔ تو شور برپا کیا۔ اور چند ظاہر بین عالموں کو لیکر آپ کے مکان پر پہنچا۔ اور امر معروف کرنا شروع کیا۔ شیخ صاحب خاموش تھے۔ لیکن جب اس کا غلبہ دیکھا۔ تو فرمایا۔ غلبہ نہ کر کیونکہ ناگور قصبہ ہے۔ کوئی شہر نہیں جیسا کہ حجت شرعی سے اسے قائل کیا۔ لیکن چونکہ شیخ حمید الدین کو اس نے ناراض کیا تھا۔ اور ان کے وقت کو شور و غوغا سے برباد کیا۔ اس لئے شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ جس قدر ہمارا وقت تو نے ضائع کیا ہے۔ اسی قدر تو درویشانہ حبس میں ہوگا۔ الغرض شیخ حمید الدین اور شیخ بہاؤ الدین قدس اللہ سرہما کی وفات کے بعد شیخ بہاؤ الدین کا وہی فرزند اثنائے سفر میں ایک سرکش کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ جس نے کہا کہ تیرے پاس شیخ بہاؤ الدین کی میراث کا مال بہت ہے۔ وہ مجھے دے تاکہ میں تجھے رہا کر دوں۔ فرزند مذکور نے کسی کو شیخ صدر الدین کی خدمت میں بھیجا۔ اور سارا ماجرا لکھ بھیجا۔ اور مال مذکور میں سے اپنا حصہ طلب کیا۔ جب شیخ صدر الدین نے وہ مال بھیجا۔ تو اس سرکش نے کہا کہ شیخ صدر الدین اپنے مال میں سے دیگا۔ تو تجھے چھوڑوں گا۔ اس نے پھر شیخ صدر الدین کی طرف رقعہ لکھا۔ اور شیخ صدر الدین نے اپنے مال میں سے کچھ بھیجا۔ تب کہیں اسے رہائی نصیب ہوئی ✢

مصنف عرض پرداز ہے۔ کہ اس واقعہ میں اللہ تعالے کی حکمت تھی۔ اور وہ یہ کہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین قدس سرہٗ میں مال کو نگاہ رکھنے کی قوت تھی۔ اس واسطے اُس کے جمع کرنے میں اُن کا وقت ضائع نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جب وہ مال آپ کے فرزندوں کو ملا۔ تو ان میں یہ قوت نہ تھی۔ اس لئے اللہ تعالے نے مال کو جو سراسر فتنہ و فساد ہوتا ہے۔ اُن سے لے لیا۔ تاکہ مصیبت میں نہ پڑیں۔ اور یہ واقعہ شیخ حمید الدین کی دعا سے وقوع میں آیا ✢

ویسے تو شیخ حمید الدین کے مناقب و فضائل بکثرت ہیں۔ لیکن میں نے صرف انہیں دو چار پر اکتفا کی ہے ✢

{ نکتہ سوم دربیان اسولہ کہ اصحاب سلوک از مشکلات راہ حق ست از شیخ حمید الدین کردہ اند و آں بزرگ جواب ہا دادہ }

مصنف کتاب عرض پرداز ہے۔ کہ طریقت و حقیقت میں سالکوں کو اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا

تو وہ شیخ حمید الدین سوالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے۔ اور آپ اس کا جواب شافی دیتے۔ ان میں سے بعض سوال و جواب میں نے اس کتاب میں جو سلطان المشائخ کی نظر سے گذر چکی ہے۔ اور اس کے حاشیے پر انہوں نے مختصراً تحریر فرمائے ہیں۔ اس کتاب میں درج کئے جاتے ہیں۔ تاکہ راہِ حق کے سالکوں کو ان کے مطالعہ سے ذوق حاصل ہو۔ اور لکھنے والے کو اللہ تعالے کی مغفرت نصیب ہو۔

سوال شیطانی وسوسہ۔ نفسانی اندیشہ۔ مسلکی القا۔ اور ربانی وحی عالم انسانی میں ایک ہی رنگ اور ڈھنگ کے ہوتے ہیں۔ پھر ہم کیونکر تمیز کر سکتے ہیں۔ کہ شیطانی وسوسہ کونسا ہے اور ربانی وحی کونسی؟

جواب۔ طالبوں کے تین گروہ ہیں۔ طالب[1] مولےٰ۔ طالب[2] عقبیٰ۔ طالب[3] دنیا سو دنیا کے طالبوں کے لئے خواطر کی پہچان مشکل ہے۔ کیونکہ انہیں سب ایک ہی رنگ میں دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ وہ مال و قال میں بکثرت مشغول رہتے ہیں۔ طالب عقبےٰ دنیاوی اور اخروی خواطر میں تمیز کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جو دل حالی نصیب سے آلودہ ہو وہ حظ وقتی کی کدورت سے ملذذ ہوتا ہے۔ لیکن اخروی دل حظ حالی سے خالی ہوتا ہے۔ اور وقتی نصیب سے پاک وصاف۔ طالب مولیٰ اخروی اور مولائی خواطر میں تمیز کر سکتا ہے۔ کیونکہ اخروی خاطر حظوظ حالی سے پاک صاف ہوتا ہے اور مالی نصیبہ سے محروم۔ اور مولائی خاطر حظوظ سے خالی اور پاک ہوتا ہے۔ یعنی طالب دنیا کا دل پراگندہ ہوتا ہے۔ اور طالب عقبےٰ کا دل جمع۔ اور طالب مولےٰ کے دل میں کسی قسم کا خیال نہیں آتا۔ کیونکہ خیال کا کام تصور ہے۔ سو ذات حق تصور سے مبرا ومنزہ ہے۔ اور جو کچھ دل میں آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات اس سے پاک اور بلند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الفقراء خیر۔ فقرا بہتر ہیں کہا گیا ہے۔ فقراء کی عبادت خواطر کی نفی کرنا ہے۔ یہ دلیل اس بات کے لئے کافی ہے۔ کہ فقر تصوف سے اعلیٰ ہے۔ کیونکہ اگر صوفی فقیر سے ترقی کرتا۔ تو ضرور تھا۔ کہ صوفی کی عبادت فقیر کی عبادت سے افضل ہوتی۔ اگر کوئی کہے۔ کہ صوفی فقیر سے اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ فقیر مقام عبادت میں ہوتا ہے۔ اور صوفی مقام عبادت سے ترقی کرتا ہے۔ تو میں کہوں گا۔ کہ جب فقیر ختم ہوتا ہے۔ تو صوفی کہاں رہتا ہے۔ صوفی تو ابن الوقت ہوتا ہے۔

سوال ۔ مروت اور فتوت میں کیا فرق ہے ؟

جواب ۔ اہل معرفت کا قول ہے ۔ کہ مروت فتوت کی ایک شاخ ہے ۔ اور اس بات کا نام ہے ۔ کہ دونو جہان سے رخ پھیر لیا جائے ۔ فتوت کے درخت کی ایک شاخ مروت ہے ۔ جو دوستوں کے دلی باغ میں اُگتا ہے ۔ اور جس کا پھل یہ ہے کہ لے دے اور اس لین دین میں اپنے آپ کا کچھ خیال نہ کرے بلکہ یہی سمجھے کہ اللہ تعالےٰ ہی دیتا ہے اور وہی لیتا ہے ۔ فتوت کا پھل یہ ہے ۔ کہ لین دین ترک کرے ۔ اور دونو جہان کا اندیشہ دل سے دور کر لے ۔ اور اس میں اپنا حصہ نہ تلاش کرے ۔

سوال ۔ اللہ تعالےٰ کا خاص بندہ کون ہوتا ہے ؟

جواب ۔ اللہ تعالےٰ کا خاص بندہ وہ ہے ۔ جسے اللہ تعالےٰ عام لوگوں کی صحبت کی مصیبت سے بچائے جس کا دل خلقت کی طرف ہو ۔ یا خلقت کا دل اُس کی طرف ہو ۔ وہ حلقہ خصوصیت سے نکالا جاتا ہے ۔ دنیا شیطانی جال ہے ۔ اور حرص و ہوا نفسانی پھندے جو شخص ان میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا ۔ اسے دنیا ترک کرنی چاہئے ۔ اور خلقت کو جو اس جال کے کیڑے مکوڑے ہیں چھوڑ دینا چاہئے ۔ یہ بات بہت باریک ہے ۔ عبارت میں نہیں سما سکتی ۔ **قطعہ**

با خلق نشستنء خدائے طلبی ۔ در شیوۂ نا سزا سزائے طلبی

این جا کہ تو ئی ہوا خدائے طلبی ۔ نیکو بنگر کسئی گدائے طلبی

سوال ۔ صاحبدل لوگوں نے اپنی اصطلاحوں میں خرابات اور صومعہ کا استعمال بہت کیا ہے ۔ سو خرابات اور صومعہ کے معنی ہماری سمجھ میں نہیں آتے ۔

جواب ۔ تو نے ہم کو خرابات خانہ سے لائے ، اور اسی قسم کی اور باتیں سُنی ہونگی سن ۔ اس سے زیادہ روشن اور واضح تو نے نہیں سُنا ہوگا ۔ خرابات تو یہ ہے ۔ کہ جب تو نہ تھا ۔ تو تیرے بغیر تجھ سے موافقت کی ۔ بلکہ تیرے بغیر اپنے ساتھ ہی عشق کی شطرنج کھیلا کی ۔ پھر تجھے خرابات عدم سے وجود کے صومعہ میں لائے ۔ اور تجھے وہ چیز دی جو کسی کو نہ دی ۔ اور جب تو عدم کے خرابات سے نکلا ۔ اور وجود کے صومعہ میں آیا ۔ اور اس صومعہ میں آ کر مقررہ معہودہ شراب پی ۔ اور مست ہو کر عہد خرابات و الست بربکم ، کو فراموش کیا ۔ تو پھر اللہ تعالےٰ نے بُلانے والوں کو مقرر کیا ۔ تاکہ وہ تجھے وجود کے صومعہ سے نکال

پھر عدم کے خرابات میں پہنچا ہیں۔ اور وفا سے عہد کا پیغام پہنچو۔ واللہ یدعوا الی دار السلام، (اللہ تعالےٰ دارالسلام کی طرف بلاتا ہے، پہنچا ہیں۔ ایک کہتا ہے۔ وسارعوا الی مغفرۃ، (مغفرت کی طرف جلدی کرو، دوسرا کہتا ہے، وانیبوا الی ربکم، (اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو، تیسرا کہتا ہے۔ توبوا الی اللہ (اللہ تعالےٰ کی طرف لوٹ آؤ، چوتھا کہتا ہے۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ (اے نفس مطمئنہ، پانچواں کہتا ہے وتبتل الیہ تبتیلا (دنیا ترک کرکے اللہ تعالےٰ کی طرف آؤ۔ یہ سب کچھ اس واسطے ہے۔ کہ انسان تیسی اور وجود کے صومعہ کو گلشن بنائے۔ اب وقت ہے۔ اٹھو اور خرابات عدم کا رخ کرو۔ اور اسے دم کے انوار اور قدم کے آثار سے منور کرو۔ محبت کی شراب پیو۔ اور روز ازل کے محبوب کو فراموش نہ کرو ۔

هل فوادك من حيث الهوى ما يحب الا الحبيب الاول

(ترجمہ) کیا تیرا دل ازروئے دوستی دوست اول کے سوا کسی سے محبت نہیں کرتا ۔

سوال ۔ تلچھٹ کیا ہے ۔ اور صافی کیا ہے ؟

جواب ۔ تلچھٹ جگر ہے ۔ اور صافی دل ۔ دل اور جگر دونو طرف واقع ہیں سرآج مجھے تلچھٹ کا وہی مزہ آتا ہے جو صافی پینے والے کو ۔ مرید طالب ہے ۔ اس لئے جگر میں ہے ۔ اور تلچھٹ اس کے نصیب ہے ۔ مراد مطلوب ہے ۔ اس لئے دل میں ہے ۔ اور صافی اس کے نصیب ہے ۔

سوال ۔ درد کون ہے اور دوا کون ؟

جواب ۔ درد لیکر آ ۔ تاکہ تجھے دوائی ملے یعنی نایافت کے درد سے آ تاکہ یافت کی دوا ملے ۔ شوق کے درد سے آ تاکہ ذوق کی دوا ملے ۔ فراق کے درد سے آ تاکہ وصال کی دوا ملے ۔ نیستی کے درد سے آ تاکہ ہستی کی دوا ملے ۔ فنا کا درد لیکر آ تاکہ بقا کی دوا پائے ۔ اور نیاز کا درد لیکر آ تاکہ بے نیازی کی دوائی تجھے نصیب ہو ۔

سوال ۔ معرفت کیا ہے ؟

جواب ۔ معرفت یہ ہے ۔ کہ تو اللہ تعالےٰ کو عقل کے ادراک اور وہم کے احساس سے مجرد خیال کرے ۔ کیونکہ اسے کوئی نہیں پہچان سکتا ۔ کوئی ہونا چاہیئے ۔ جو کہ اسے

پہچان سکے اور حاصل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی وجود ہی نہیں۔

سوال۔ پس معرفت کیا ہے؟

جواب۔ معرفت اپنے آپ کو پہچاننا ہے۔ جیسا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ ، جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ اس نے گویا اپنے پروردگار کو پہچانا۔

سوال۔ اپنے آپ کو پہچاننا کیا ہے؟

جواب۔ یہ کہ بہ ہیئت مجموعی تو اپنے آپ کو پہچانے اور اپنے اجزا کو پہچانے اور اپنے اجزاء اور کلیات میں تمیز کر سکے۔ اور ہر جزو کا مقصود معلوم کرے۔ اور ہر ایک کلی کی مراد سمجھ جائے۔ اور ہر جزو سے خاصیت سے آگاہ ہو جائے۔ اور کلیات کی طبیعتوں کو ترکیب سے پہلے اور تعریف کے بعد پہچانے کہ کیا تھی اور کیا ہو گی۔ جہان میں سے گذر جائے۔ اور اپنے آپ کو پہچانے۔ اپنے اصل کو علم سے دریافت کرے۔ بلکہ عمل سے بھی۔ کیونکہ عمل اس کے علاوہ ہے۔ جو کچھ کہ تو کر رہا ہے۔ علم اور چیز ہے اور اس کے سوا ہے۔ جو تو جانتا ہے۔ اپنی شاخ اور روح کے لگاؤ کو نہ صرف علم سے بلکہ عمل سے معلوم کرے۔ اگر تو بہشت کے وصال پر راضی ہے۔ تو یاد رکھ کہ بہشت کے طالب اور درجات کے متلاشی اس زمانے میں تھوڑے ہیں۔ بری صفات دل کی شاخ اور نفس کے لگاؤ کو محو کر۔ کیونکہ بہشت کے حاصل کرنے کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ اگر یہ بھی تجھے نصیب ہو جائے۔ تو اسے عنایت الٰہی سمجھو۔ کوئی خوش نصیب ہونا چاہیے جو اسے اختیار کرے۔ اگر انسان عالی ہمت ہے۔ تو اُن کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ تیرا عالی تخت اُن کی طرف راغب ہونے والا نہیں۔ یا مَنْ ھٰذَا ذَمِیْمَۃٌ کَانَتْ اَوْ حَمِیْدَۃٌ مَعَا اِضَافَاتِ الرُّوْحِ کے اوصاف کو دریائے عدم میں ڈال دے۔ اگر تو اوصاف سے پہچانے تو پھر کیا چیز بھی نیگا۔ اور کس چیز سے موافقت کریگا۔

واضح رہے کہ اوصاف کئی طرح کے ہیں۔ جیسی۔ نفسانی قلبی اور روحی اوصاف ہوتے ہیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی ہمنشینی کے لگاؤ سے معتبر ہیں۔ اگر نیک بختی یاری دے۔ تو دولت وصل معلوم کر لیتا ہے۔ اور سلوک کی ہمت اس میں ظہور کرتی ہے۔ پھر وہ کسی پختہ پیر سالک اور کارشناس کی طلب کرتا ہے۔ اگر ایسا شخص مل جائے۔ تو اس کے قدموں پر سر رکھ دینا چاہیے

اور جان اس کے شکرانے میں دے دینی چاہیئے۔ اگر ہاتھ نہ لگے تو ان فضول کو اپنا مقصد بنانا چاہیئے

ے از بخت بدام گر فروشد خورشید — از نور رخت مہا چراغے گیرم

کسی اور چیز میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں مشغول ہونے سے وقت ضائع ہوگا کیونکہ جو کچھ دل کی راہ میں آیا۔ وہ اسی کی وجہ سے آیا ہے ؞

سوال۔ آپ نے یہ تو سب کچھ کہا۔ لیکن یہ نہ بتایا کہ معرفت کیا ہے؟

جواب۔ معرفت اس بات کا نام ہے۔ کہ تو جان لے۔ کہ اگر حس نفس۔ قلب۔ روح۔ کے مرکب میں سے ہر ایک کا تجھے فقط علم ہے اور عمل نہیں۔ تو تیرے حق میں کچھ بھی فائدہ بخش نہیں۔ اگر تجھے صرف علم ہے تو عالم ہے کامل نہیں۔ عامل اسی وقت ہو گے۔ جب اوصاف کو محو کرو گے۔ یا یوں سمجھو۔ کہ جب تک کامل صفائی نہ حاصل کرو گے۔ عارف نہیں ہو سکو گے ؞

سوال۔ محو اوصاف کا کیا طریقہ ہے؟

جواب۔ یہ کہ اوصاف حسی کو اس طرح ترک کرو۔ کہ اوصاف نفسانی محو ہو جائیں جبتک اوصاف حسی اوصاف نفسانی کو ان سے مدد پہنچتی ہے۔ اور جب تک یہ مدد پہنچتی ہے اور جب تک یہ مدد قائم ہے۔ ولایت قائم ہے۔ جب اوصاف حسی محو ہو جاتے ہیں تو اوصاف نفسانی کا رخ کرتا ہے۔ اور انہیں محو کرتا ہے۔ اگر اوصاف حسی کے ہوتے اوصاف قلبی کا رخ کرے تو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اوصاف نفسانی کو مدد ملتی ہے۔ اور جب تک یہ مدد محو نہیں ہوتی۔ یکسوئی حاصل نہیں ہوتی۔ جب تک صفات قلبی زائل نہ ہوں۔ اضافات کا گرانا محال ہے اور وحدت کو پہنچنا خیال ہے ے

بدریائے عصمت فرو رفتہ بہ — کز آنجا بدر یائے وحدت رسی

اس کام کی ابتداء خلوت۔ گوشہ نشینی۔ اور اپنے آپ کو فراموش کرنا ہے۔ اور یاد الٰہی میں مستغرق ہونا ہے ے

یا یاد خود ست یاد خدا شرک بود — تا تو نشوی زخود جدا شرک بود
آنجا کہ فنائے مطلقت مے باید — یا ہست وجود تو ہدا شرک بود
آزاد کسے است کہ زخود آزاد است — ہر غم کہ بدو رسد بدان غم شاد است
محصول دو کونین کہ در ہمت او — چوں آب نگویم کہ ہمہ چوں باد است

منہم۔ سالکوں کے بدر۔ عارفوں کے آفتاب محبت کے جنگل کے شیر۔ درستی کا سرمایہ

شیخ بدرالدین غزنوی صاحب احوال پسندیدہ اپنے وقت میں اہلِ سماع اور عشق میں صاحبِ شان و شوکت تھے۔ آپ قطب الدین بختیار اوشی کے خلیفہ تھے۔ زمانہ بھر کے مشائخ آپ کی بزرگی کا اقرار کرتے تھے اور معتقد تھے۔ آپ بہت وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ آپ کے وعظ میں نہایت اعلے درجے کی تاثیر تھی۔ آپ لوگوں کے دلوں کو نہایت دلپذیر تقریر سے مسخر کرتے تھے۔ آپ لوگوں کے دلوں کو آرام پہنچاتے۔ اور ہمیشہ محبت کے متلاشی رہتے۔ آپ کا دیوان عاشقانِ الٰہی کا دستور العمل ہے۔ آپ کے حالات دو نکات پر مشتمل ہیں ؂

{نکتہ اول در بیان آمدن شیخ بدر الدین غزنوی از غزنی در لاہور و از لاہور در دہلی و آوردن ارادت بخدمت شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہما العزیز}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ شیخ بدرالدین غزنوی فرمایا کرتے تھے کہ میں جن دنوں غزنی سے لاہور آیا۔ ان دنوں لاہور نہایت آباد تھا۔ کچھ مدت وہاں رہ کر سفر کا ارادہ کیا۔ پہلے تو ٹھانی کہ غزنی چلا جاؤں۔ پھر خیال آیا۔ کہ چلو دہلی ہو آؤں لیکن غزنی کی طرف دل بہت مائل تھا۔ کیونکہ میرے ماں باپ، خویش و اقارب اور دوست سبھی وہاں تھے۔ دہلی میں دادا کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اس تشویش میں میں نے قرآن شریف سے فال دیکھی۔ پہلے جب غزنی کی نیت سے دیکھی تو عذاب کی آیت نکلی۔ پھر دہلی کی نیت سے فال نکالی۔ تو رحمت اور ذکر بہشت اور اس کی نہروں کی بابت آیت نکلی۔ جب میں نے دہلی آکر دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ میرا دادا دہلی میں ملازم ہے۔ میں بادشاہ کی سرائے میں گیا۔ تو دادا اشرفیوں کی تھیلی اٹھائے باہر آرہا تھا۔ جب مجھے دیکھا۔ تو بغلگیر ہوا۔ اور نہایت خوش ہوا۔ اور وہ روپیہ مجھے دکھایا۔ کچھ عرصہ بعد خبر آئی۔ کہ غزنی پر مغلوں نے چڑھائی کی۔ جس میں میرے والدین اور خویش و اقربا سب کے سب قتل ہو گئے۔ سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا شیخ بدرالدین دہلی آنے کے بعد شیخ الاسلام قطب الدین کے مرید ہوئے۔ فرمایا۔ ہاں۔ جب شیخ بدرالدین شیخ الاسلام قطب الدین کے مرید ہوئے۔ تو بعد ازاں اپنے پیر کی زندگی تک انہیں کی خدمت میں رہے ؂

{نکتہ دوم۔ در بیان کرامت شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ بدرالدین کو خضر علیہ السلام سے ملاقات حاصل تھی آپ کے والد بزرگوار نے فرمایا بہتر ہو کہ مجھے بھی خضر علیہ السلام دکھاؤ۔ ایک روز آپ کی مجلس وعظ میں

خضر علیہ السلام ایک اونچی جگہ پر جہاں پر کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا بیٹھے تھے۔ شیخ صاحب نے اپنے والد بزرگوار کو دکھایا۔ کہ وہ ہیں خواجہ خضر۔ آپ کے والد نے دیکھ کر دل میں خیال کیا۔ کہ اب تکلیف کیا دوں۔ مجلس ختم ہونے کے بعد ملاقات کروں گا۔ جب وعظ و نصیحت ختم ہوئی۔ تو خواجہ خضر علیہ السلام وہاں سے غائب تھے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ بدرالدین از حد بزرگ تھے لیکن جب شہر میں آکر خلق میں مشغول ہوئے۔ تو آئندہ ترقی مسدود ہو گئی۔ نیز فرمایا۔ کہ نظر سے غائب ہو جانے کی قوت خضر علیہ السلام ہی میں ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ میں نے شیخ بدرالدین غزنوی سے سنا ہے جو فرماتے تھے۔ کہ میں ایک دفعہ جب قاضی حمیدالدین ناگوری کے گھر آیا۔ تو دیکھا کہ آپ نے کپڑے دھونے کے لئے دئے ہیں۔ موسم سرما ہے۔ اور آپ صرف تہ بند باندھے بیٹھے ہیں۔ میرے پاس نئی چادر تھی پیش کی۔ اور آپ نے قبول کی اور پہن لی۔ اور فرمایا کہ تمہارے باپ کے بھی مجھ پر بہت کچھ احسانات ہیں۔ اس موقع پر سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص مصیبت کے وقت اخلاق سے پیش آئے تو ساری عمر کے لئے اس کی خوش اخلاقی ہی کافی ہے ۔

میں (مصنف) نے اپنے چچا سید حسین سے سنا ہے۔ کہ ایک حقیر سا شخص سلطان المشائخ کی خدمت میں آیا کرتا تھا۔ جس کی تعظیم آپ حد سے زیادہ کرتے۔ اور اس کی دلداری فرمایا کرتے۔ حالانکہ آپ اعلیٰ اروں کی بھی اتنی تعظیم اور دلداری نہ فرمایا کرتے تھے۔ اور وہ آدمی اتنی تعظیم کے لائق معلوم نہ ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس شخص نے تنگی کی حالت میں مجھے ایک گز کپڑا دیا تھا۔ میں اس کے حق کو ملحوظ رکھتا ہوں ۔

سلطان المشائخ فرماتے تھے۔ کہ آخر حیات میں درازی عمر کے لئے ایک نماز پڑھا کرتے تھے جسے شیخ بدرالدین غزنوی ہمیشہ ادا کیا کرتے تھے بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ ضیاء الدین پانی پتی علیہ الرحمۃ کے بیٹے نظام الدین سے سنا ہے۔ کہ جس سال شیخ بدرالدین غزنوی فوت ہونے والے تھے۔ اس سال آپ نے یہ نماز ادا نہ کی۔ جب آپ سے نہ ادا کرنے کی وجہ پوچھی گئی۔ تو فرمایا۔ کہ میری عمر اب سال سے بھی کم رہ گئی ہے۔ چنانچہ اسی سال آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا مدفن آپ کے پیر شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس سرہٗ کی پائنتی میں ہے ۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ کہ شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز یہ دو شعر بکثرت پڑھا کرتے تھے ؎

سودائے تو اندر دل دیوانہ ما ست — ہر چیز نہ حدیث تست افسانہ ما ست

بیگانہ کہ از تو گفت او خویش من است خویشے کہ نہ از تو گفت بیگانہ ماست

منہم - اہل شریعت کے پیشوا - اہل طریقت کے مقتدا - توکل میں مشہور - عرب کے اولیاء کے پھول اور سر سے قدم تک ہمہ تن دل یعنی شیخ نجیب الدین متوکل قدس اللہ سرہ العزیز جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق و الدین کے بھائی اور خلیفہ تھے - آپ کا معاملہ اور آپ کی روش کچھ عجیب قسم کی تھی - سلطان المشائخ فرماتے ہیں - کہ شیخ نجیب الدین متوکل ستر سال شہر میں تھے - اس اثناء میں آپ کی آمدنی کا کوئی مستقل ذریعہ نہ تھا - مع اہل و عیال توکل پر گذارہ تھا - اور اچھی طرح سے زندگی بسر کرتے تھے - سلطان المشائخ فرمایا کرتے تھے - کہ میں نے اس کا ثانی شہر میں نہیں دیکھا - نیز فرماتے تھے - کہ انہیں یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا - کہ آج کونسا دن ہے اور یہ کونسا مہینہ ہے - اور یہ درم کیسا درم ہے - نیز فرمایا - کہ عید کا دن تھا - اور شیخ نجیب الدین گھر میں کی چیزوں کو راہ خدا میں صرف کر کے نماز پڑھنے گئے - جب وہاں سے لوٹے - تو چند ایک آدمی آپ کے ہمراہ گھر میں آئے - اور پوچھا کہ کھانے کی کوئی چیز موجود ہے - جواب ملا کہ جو کچھ گھر میں تھا - وہ تو آپ خرچ کر کے نماز کے لئے گئے تھے - اب تو کچھ بھی نہیں - آپ نے ان آدمیوں سے معافی مانگی - اور خود چھت پر جا کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے - اسی اثناء میں آپ نے دیکھا - کہ ایک شخص چھت پر آرہا ہے - اور یہ شعر پڑھتا ہے ؎

یا دل گفتم دلا خضر را بینی دل گفت اگر مرا نماید بینم

یہ شخص کچھ کھانا لایا اور کہنے لگا - کہ آپ کے توکل کا نقارہ عرش پر فرشتوں میں بجایا گیا ہے - اور آپ اتنی سی بات کے لئے غیر کی طرف التفات کرتے ہیں - آپ نے فرمایا اللہ تعالے جانتا ہے - کہ میں اپنی خاطر متوجہ نہیں ہوا - بلکہ یاروں کی خاطر - بعد ازاں اس مرد نے کہا کہ یہ کھانا اپنے فرزندوں کو دے دینا - آپ نے اس غیبی طعام سے دامن بھر لیا - اور نیچے آکر اپنے فرزندوں کو دیا - جب آپ نیچے اترے - تو اس شخص کو نہ دیکھا - وہ آدمی حضرت خضر علیہ السلام ہی تھے ؛

سلطان المشائخ فرماتے ہیں - کہ شیخ نجیب الدین متوکل کا ایک بھائی بداؤں میں رہا کرتا تھا جس کی ملاقات کو آپ ہر سال جایا کرتے - ایک دفعہ دونو بھائی صاحب نعمت شیخ علی بزرگ کی زیارت کے لئے بداؤں گئے - شیخ نجیب الدین نے بوریئے پر جانے سے دو تین قدم پہلے رعایت ادب کے لئے پا انداز بچھا یا چنانچہ پہلے زمین پر قدم رکھا - اور پھر بوریئے پر جو کہ مصلےٰ تھا رکھا شیخ صاحب نے ناراض ہو کر فرمایا - کہ یہ بوریا نہیں مصلےٰ ہے - پھر دونو بھائی بیٹھ گئے -

شیخ علی کے پاس ایک کتاب تھی۔ شیخ نجیب الدین نے پوچھا یہ کونسی کتاب ہے۔ چونکہ وہ رنجش بخش تھی جواب نہ ملا۔ پھر شیخ نجیب الدین نے پوچھا۔ کہ اگر اجازت ہو۔ تو اس کتاب کو دیکھوں جب اجازت لیکر کتاب کھولی۔ تو اس میں لکھا دیکھا۔ کہ آخری زمانے میں اس قسم کے مشائخ ہونگے کہ خلوت میں نافرمانی اور گنہگاری کرینگے۔ لیکن ظاہر میں جب اُن کے بوریئے پر کوئی قدم رکھیگا۔ تو قیامت برپا کرینگے۔ بجنسہٖ وہ آپ نے شیخ علی کو دکھا دیا۔ اور فرمایا کہ یہ آپ کی کتاب ہے۔ اور بلا قصد دیکھا ہے۔ شیخ صاحب نے پشیمان ہو کر معافی مانگی *

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جس رات شیخ نجیب الدین کو فاقہ ہوتا۔ بی بی فاطمہ سام کو جن کا روضہ قصبہ اندرپرست کے گردونواح میں قبلہ حاجات ہے۔ نور باطنی سے معلوم ہو جاتا۔ آپ سیر آدھ سیر روٹی آپ کے لئے بھیجدیا کرتیں۔ بی بی فاطمہ سامؒ اور شیخ نجیب الدین آپس میں مُنہ بولے بہن بھائی تھے۔ جب وہ کھانا شیخ نجیب الدین کو پہنچتا تو فرماتے۔ کہ جس طرح بی بی فاطمہ سام کو درویشوں کے حال سے آگاہی ہوتی ہے۔ اگر بادشاہ وقت کو ہو۔ تو ایک خاص مقدار بھیجے پھر مسکرا کر فرماتے۔ کہ بادشاہوں کو یہ کشف کہاں *

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں مرید ہونے سے پیشتر گیسو رکھا کرتا تھا۔ ایک روز میں شیخ نجیب الدین متوکل کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ آپ سے درخواست کی۔ کہ میرے حق میں دعا کریں۔ کہ میں کہیں کا قاضی ہو جاؤں۔ آپ نے چشم پوشی کی۔ میں نے سمجھا شاید آپ نے سُنا نہیں۔ پھر میں نے التماس کی۔ تو مسکرا کر فرمایا۔ کہ تو قاضی نہ بن کچھ اور بن۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ دیکھو کس قسم کا انکار ہے۔ کہ اس کام کے لئے دعا بھی نہیں کی۔ نیز فرمایا۔ کہ شیخ نجیب الدین متوکل دنیا کے خرچ کرنے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب آجائے تو خرچ کرو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے کم نہیں آئیگی۔ اور جب چلی جائے۔ تو اسے محفوظ نہ رکھو۔ کیونکہ یہ پائدار نہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ شیخ نجیب الدین نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا۔ کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ جس وقت آپ مناجات کے وقت 'یا رب' فرماتے ہیں۔ تو اُس کے جواب میں 'لبیک عبدی' سُنتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ 'الارجاف مقدمۃ الکون' لوگوں کی زبان پر کسی بات کا یونہی مشہور ہو جانا اس چیز کے ہو جانے کا پیش خیمہ ہے۔ پھر پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پاس آیا کرتے ہیں۔ فرمایا۔ نہیں۔ پھر پوچھا۔ کہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ آپ کے پاس

ابدال آیا کرتے ہیں ؟ اس بارے میں آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ کہ زبان مبارک سے صرف اتنا فرمایا۔ تو بھی تو ابدال ہے۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ نجیب الدین متوکل ہر سال شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں اجودھن میں حاضر ہوا کرتے۔ جب واپس آنا چاہتے۔ تو آئندہ سال آنے کے لئے آپ سے دعا کے لئے ملتمس ہوتے۔ کہ جس طرح اس سال آیا ہوں اگلے سال بھی آنے کی توفیق عطا ہو۔ شیخ شیوخ العالم بھی دعا کر کے فرمایا کرتے کہ بارہا آیا کرو گے حتیٰ کہ آپ نے انیس مرتبہ اجودھن میں شیخ شیوخ العالم کی زیارت کی۔ جب انیسویں مرتبہ زیارت کر کے واپس جانا چاہا اور حسب معمول دعا کے لئے التماس کی۔ کہ ایک مرتبہ اور آؤں تو پوری بیس دفعہ تو ہو جائے۔ لیکن شیخ شیوخ العالم نے دعا نہ کی۔ اس مرتبہ جب شہر میں آئے۔ تو شیخ نجیب الدین کا انتقال ہو گیا۔ آپ کا روضہ متبرکہ شہر کے باہر دروازہ مندہ کے قریب ہے۔

منہم۔ علوم ربانی کے پھیلانے والے۔ معانی کی باریکیوں کو ظاہر کرنے والے یعنی مولانا بدر الحق والدین اسحاق بن علی بن اسحاق الاہوری زہد۔ ورع۔ عشق۔ درد اور آہ و بکا میں بے نظیر تھے۔ آپ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے خادم خلیفہ اور داماد تھے۔ آپ کا ذکر دو نکات پر مشتمل ہے۔

{ نکتہ اول۔ در بیان پیوستن مولانا بدر الدین اسحاق بخدمت شیخ شیوخ العالم و آوردن ارادت و کثرت بکا و تبحر او در علوم دینی }

منقول ہے۔ کہ یہ بزرگ شہر دہلی کے رہنے والے تھے۔ اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ آپ شہر کے عالموں اور ذکیوں سے علم و فضل میں بڑھ چڑھ کر تھے۔ چونکہ آپ شہر میں عالم باکمال تھے اور آپ کی ہمت بلند تھی۔ اور چاہتے تھے۔ کہ تمام علوم کو انتہا تک حاصل کریں۔ اور سب پر حاوی ہو جائیں۔ نیز چند ایک علمی مشکلات باقی تھیں۔ جو شہر کے بڑے عالموں سے حل نہ ہو سکیں اس واسطے آپ نے بخارا جانے کا ارادہ کیا۔ جب اجودھن آئے۔ تو ان دنوں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی کرامات اور تبحر کا شہرہ جہان بھر میں تھا۔ اور مختلف ولایتوں کے لوگ آپ کی قدمبوسی کے لئے آیا کرتے تھے۔ مولانا بدر الدین اسحاق کا ایک یار تھا۔ اُس نے آپ کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ آپ شیخ شیوخ العالم سے ملاقات کریں۔ جب انہوں نے شیخ شیوخ العالم

کی قدمبوسی کی۔ تو آنجناب کو ایک ایسا بادشاہ پایا۔ جن کا سینہ مصفا اور جن کی تقریر دلپسند اور دلکشا تھی اور جسے آنے والے شخص کے دل کا حال معلوم ہو جاتا تھا۔ اور جس کی تقریر دلپذیر پر دل فریفتہ ہوتا تھا۔ چنانچہ شیخ المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ شیوخ العالم کی لطافت تقریر اور حسن عبارت اس درجہ تھی۔ کہ جب میں سنتا۔ تو غایت ذوق سے قریب المرگ ہو جاتا۔ الغرض جو مشکلات مولانا کو درپیش تھیں۔ وہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز سے عین علمی بحث اور حکایات دینی کی تقریر کی اثناء میں حل ہو گئیں۔ مولانا حیران رہ گئے۔ اور دل میں کہنے لگے۔ کہ اس بزرگ کے پاس کوئی کتاب نہیں اور صرف ایک چادر اوڑھے ہوئے ہیں۔ یہ علم من لدنی سے خبر دیتے ہیں۔ یہ علم کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے۔ جس بات کے لیے میں بخارا جا رہا تھا۔ اس سے سوگنا یہیں حاصل ہو گیا۔ اس لئے بخارا جانے کا ارادہ ترک کیا۔ اور صاف دل سے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں رہنے لگے۔ اور آنجناب کے مرید ہو گئے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اچھا فرمایا ہے ؎

من کہ در ہیچ مقامے نزدم خیمۂ عشق　　　پیش تو رخت بیفگندم و سر بنہادم

شیخ شیوخ العالم نے بھی جب مولانا کو قابل پایا۔ تو تربیت فرما کر انہیں خادمی اور دامادی سے مشرف فرمایا۔ اور اللہ تعالے کی محبت سے اس درجہ مخصوص کیا۔ کہ درگاہ بے نیازی کا واصل بنا دیا۔ اور اپنا خلیفہ بنایا۔ آپ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں رہنے لگے۔ اور شہر میں کے اپنے تمام خویش و اقارب سے بالکل قطع تعلق کیا۔ اور دوست کے ساتھ یک جان ہو گئے۔ مصرعہ

دل و جان و تن با خیالت یکے شد

میں (مصنف کتاب) نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ کہ مولانا بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اس قدر عبادی رویا کرتے تھے۔ کہ ایک گھڑی بھی آپ کی آنکھ آنسوؤں کے بغیر نہ رہتی ؎

اے ز شفقت خانۂ عقلم خراب　　　ہر دم چشم ز گریہ غرق آب

چنانچہ آپ کی دونو آنکھیں بسبب کثرت گریہ سفید پڑ گئیں۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

فرو خواہد زدن سقف دو چشم　　　بنہ آغاز کردہ است ابر چکیدن

ایک دفعہ میری دادی صاحبہ نے جو شیخ شیوخ العالم کی ہمشیرہ تھیں۔ مولانا بدر الدین اسحاق کو فرمایا۔ کہ بھائی اگر ایک ساعت کے لیے اپنے آنسوؤں کو روکو۔ تو اس کا علاج میں سر سے کر دوں۔

آپ نے رو کر فرمایا کہ میں کیا کروں میرے بس کی بات نہیں۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

از آب دیدہ خانہ چشم خراب شد　　　　بس نا مدیم دیدۂ خانہ خراب را

میرے (مصنف) والد بزرگوار فرماتے ہیں۔ کہ مولانا بدرالدین اسحاق شیخ شیوخ العالم کی وفات کے بعد اجودھن کی قدیمی جامع مسجد میں اقامت پذیر ہوئے جس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ جب شیخ شیوخ العالم کی وفات کے بعد آپ کا فرزند شیخ بدرالدین سلیمان آپ کے سجادے پر بیٹھا۔ تو مولانا بدرالدین اسحاق ویسے ہی اس کی خدمت کے لئے کمربستہ ہوئے۔ جیسے کہ شیوخ العالم کے وقت تھے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

در خدمت تو اے ز دل و جاں عزیز تر　　　　جاں بر میاں بہ بندم و سر در نہند گی کنم

جب کچھ عرصہ اسی طرح گذر گیا۔ تو حاسدوں نے شیخ بدرالدین سلیمان اور مولانا بدرالدین اسحاق کے مابین دشمنی کا بیج بویا جس سے موخر الذکر کا دل کھٹا ہو گیا۔ اور اس بارے میں میرے دادا بزرگوار سید محمد کرمانی سے مشورہ لیا۔ چونکہ میرے دادا صاحب نے مولانا بدرالدین کی قدر و منزلت شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں دیکھی ہوئی تھی۔ اس لئے فرمایا۔ کہ مولانا جس مجلس میں قدر نہ ہو اس سے تنہائی بہتر۔ جب مولانا نے یہ سنا۔ تو جامع مسجد میں آ بیٹھے ٭

میرے والد بزرگوار فرماتے ہیں۔ کہ میں اور شیخ شیوخ العالم کے چھوٹے صاحبزادے خواجہ یعقوب اور شیوخ العالم کے دہتے شیخ علاؤالدین اور چند اور چھوٹے بچے اس جامع مسجد میں مولانا بدرالدین اسحاق سے کلام اللہ پڑھا کرتے تھے۔ میرے والد بزرگوار فرماتے ہیں۔ کہ جب مولانا بدرالدین اسحاق نماز چاشت میں مشغول ہوتے۔ تو اس قدر روتے کہ سجدہ کے وقت سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ نیز فرماتے ہیں۔ کہ مولانا بدرالدین جلتی مشعل کی طرح تھے جلدی ہی کمالات کو پہنچے۔ اور انسان کی غرض بھی اس جہان میں آنے سے کمالات کا حاصل کرنا ہے۔ جب کمال حاصل ہو جائے۔ تو اس جہان میں رہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ سو مولانا بھی جلدی ہی شیخ العالم قدس سرہٗ سے جا ملے ٭

منقول ہے۔ کہ شیخ شیوخ العالم کی زندگی میں ایک مرتبہ مولانا بدرالدین اسحاق قدس اللہ سرہ العزیز نے حسب ذیل شعر پڑھا ؎

بیش سیاست عشق روح چہ نطق نمیزند　　　　اے تو ہزار صعوہ کم پس تو چہ مینزنی

اور سارا دن اسی شعر کے ذوق کی وجہ سے عالم تحیر میں رہے۔ جب یہ شعر پڑھتے۔ تو جلتے اور روتے۔ جب شام کی نماز کا وقت ہوا۔ اور شیخ شیوخ العالم نے آپ کو امام بننے کے لئے حکم دیا۔ تو آپ نے تحریمہ

کے بعد قرأت کے وقت یہی شعر پڑھا اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو شیوخ العالم نے پھر امامت کیلئے حکم دیا۔ اور فرمایا کہ آپ پیش ہی رہنا۔ اس مرتبہ نماز ختم کی ۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ مجھے مولانا بدرالدین اسحاق سے نہایت محبت تھی۔ جو کام مجھے پیش آتے ہر کام میں شیخ شیوخ العالم کے روبرو میری مدد فرماتے۔ اور خود بھی میری تربیت فرمایا کرتے یہاں تک کہ جب تک مولانا زندہ رہے سلطان المشائخ نے کسی کو وسعت بیعت نہ کیا۔ جب مولانا کا انتقال ہو گیا۔ تو پھر آپ نے وسعت بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا سلطان المشائخ نے میرے جد بزرگوار سید محمد کرمانی کو جو اس خاندان کی کرامت کے محرم تھے۔ اس لئے اجودھن میں بھیجا کہ وہاں سے مولانا بدرالدین کے فرزندوں خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ اور ان فرزندوں کی والدہ کو جو کہ شیخ شیوخ العالم کی دختر فرخندہ اختر تھیں شہر میں لے آئیں۔ جب شہر میں لائے تو سلطان المشائخ نے ان کے حق میں طرح طرح کی رعائتیں ملحوظ رکھ کر انکی تربیت فرمائی۔ اس کا مفصل حال شیخ شیوخ العالم کی صاحبزادیوں کے مناقب کی اثنا میں بی بی فاطمہ کے ذکر میں ہو چکا ہے۔ مولانا بدرالدین نے علم تعریف میں ایک منظوم کتاب تالیف فرمائی ہے۔ جو آپکی بلاغت۔ آپ کے تبحر اور آپ کی فصاحت کی بین دلیل ہے اس کا نام آپنے تصریف بدری رکھا ہے اور کتاب کے اخیر میں حسب ذیل اشعار لکھے ہیں ۔

اشعار

اِلَیْ بَسَطْتُ یَدَیَّ اِلَیْکَ اِلٰھِیْ ۔۔۔ وَ یَسِیْلُ سَیْلُ الدَّمْعِ مِنْ مَاقِیْ

(ترجمہ) اے پروردگار میں نے اپنے دونوں ہاتھ تیرے آگے پھیلائے ہیں اور میرے گوشہ چشم سے آنسوؤں کی لہر جاری ہے

فَارْحَمْ بُکَائِیْ وَاعْفُ عَمَّا قَدْ جَرٰی ۔۔۔ مِنْ غَفْلَۃٍ فِیْ ھٰذِہِ الْاَوْرَاقِ

" میرے رونے پر رحم کر اور ان اوراق میں جو کچھ میں نے غفلت میں جمع کیا اس کی بابت مجھے معاف کر۔

فَاسْدُدْ بِفَضْلِکَ ثُلْمَۃً فِیْ نَظْمِہٖ ۔۔۔ وَاجْعَلْہُ بَعْدَ الْمَوْتِ مِنِّیْ اَلْبَاقِیْ

" جو عیب اس نظم میں رہ گیا ہے تو اپنے فضل و کرم سے اسے دور کر دے اور اس کتاب کو میری مرنے کے بعد بطور یادگار رہنا

وَاصْبُبْ عَلَیْہِ مِنْ قَبُوْلِکَ جُرْعَۃً ۔۔۔ تَھْوِیْ عَلَیْہِ اَفْئِدَۃُ الْعُشَّاقِ

" اس نظم پر اپنی قبولیت کا ترشح کر ۔۔۔ تا کہ عاشقوں کے دل اسکی طرف مائل ہوں۔

وَانْظُرْ شَوَاغِلَ خَاطِرِیْ وَشَدَائِدِیْ ۔۔۔ یَا مَنْ سَتَرْتَ مَعَائِبَ الْاٰفَاقِ

" میری مصیبتوں اور دلی شغلوں کو دیکھ ۔۔۔ اے جہان بھر کے عیبوں کو ڈھانپنے والے

فَقَدِ ابْتُلِيتُ بِلَيْلَةٍ لَمْ أَرْجُهَا — فَرَحًا مِنَ الطِّيبِ لَا مِنْ ...

(ترجمہ) غیر محمولہ سختی سے میری آزمائش کی گئی - جسے میں نے بہ طیب خاطر قبول کیا -

اَلدِّينُ فِيهَا رَاحِلٌ أَوْ نَادِرٌ — وَأَرَى النِّفَاقَ مَوَاضِعَ الْأَخْلَاقِ

(۲) آجکل یا تو دین دنیا سے کوچ کر گیا ہے اور اگر ہے تو شاذ و نادر اور اخلاق کی بجائے نفاق دیکھتا ہوں

وَالْحِقْدُ فِيهَا كَالشَّجَرِ مُتَنَاسِقٌ — وَعَلَيْهِ فِيهَا كَالْعُدُوِّ وَالْعَاقِي

(۳) آجکل پوشیدہ اور ظاہر دشمنی کا دور دورہ ہے - اور ایسا ہی اس زمانے کے شخصوں اور دوستوں کا انداز ہوگا

وَالْعَيْشُ فِيهِ لِمَنْ تَزَنْدَقَ عَاجِلًا — وَالْيَوْمَ يَوْمُ الْفِسْقِ وَالْفُسَّاقِ

(۴) جو شخص دیدہ دانستہ بے دینی اختیار کرے اسے آجکل عیش حاصل ہے آجکل بدکاری اور بدکاروں کا زمانہ ہے

أَلْعَادِلِينَ الْآكِلِينَ لُحُومَهُمْ — يَتَمَازَعُونَ تَنَازُعَ الْأَزْفَاقِ

(۵) آجکل کے عادل عاقل لوگوں کا گوشت کھا رہے ہیں - اور پرندوں کی طرح انکے تکے بوٹیاں کر رہے ہیں -

وَأَرَى لِزَمَانٍ عَزِيزِ الْأَفْطَانِ — أَدْهَى الْبَلَاءِ وَالتَّرْوِيحِ الْأَحْرَاقِ

(۶) آجکل مصیبتوں کے خوف اور جلانے والوں کے ڈر کی وجہ سے عقلمند لوگ کمیاب ہیں -

وَارْحَمْ لِمَنْ يَتْلُو وَيَدْعُو عَبْدَكَ — الْإِسْحَاقَ ابْنَ عَلِيِّ الْإِسْحَاقِ

(۷) اس شخص پر رحم کر جو اس کتاب کو پڑھے اور تیرے بندے اسحاق بن علی بن اسحاق کے حق دعائے خیر کرے

نیز مولانا بدرالدین اسحاق نے اسی کتاب کے تتمہ میں سلطان المشائخ کے التماس کے مطابق خود قلم مبارک سے حسب ذیل عبارت لکھی ہے :-

سَمِعَ مِنِّي وَقَرَأَ هٰذَا النَّظْمَ الْعَزِيزَ الْإِمَامُ الْمُجَاهِدُ الْعَالِمُ الْمِلَّةِ وَالدِّينِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ ذُو الْخِصَالِ الرَّضِيَّةِ وَالشَّمَائِلِ السَّنِيَّةِ شَمِلَتْهُ شَمَائِلُهُ وَآثَارُهُ وَعَمَّتْ فَضَائِلُهُ وَالزَّارَةُ وَإِنِّي وَإِنْ كُنْتُ قَلِيلَ الْبِضَاعَةِ فِي هٰذِهِ الصِّنَاعَةِ وَلٰكِنْ اِتِّفَاقُ هٰذَا النَّظْمِ كَانَ لِأَمْرِ مَنْ هُوَ وَاجِبُ الْإِبْتِهَالِ كَسَعْيِ النَّمْلَةِ بَيْنَ يَدَيْ سُلَيْمَانَ وَهُوَ دَامَ فَضْلُهُ الْتَمَسَ مِنِّي هٰذِهِ الْأَسْطُرَ مَعَ كَثْرَةِ قَدْرِهِ فَكَتَبَ ذٰلِكَ اِمْتِثَالًا لِأَمْرِهِ وَأَنَا أَضْعَفُ الْفُقَرَاءِ إِلَى اللّٰهِ الْغَنِيِّ إِسْحَاقُ بْنُ عَلِيِّ الدِّهْلَوِيُّ بِخَطِّي رَجَاءَ أَنْ يَذْكُرَنِي بِصَالِحِ دُعَائِهِ حَامِلًا وَمُصَلِّيًا ط

(ترجمہ) مجھ سے اس نظم کو ارجمند پیشوائے خلق دین کے کاموں میں بہت کوشش کرنے والے - حقائق کو جاننے والے نظام الملۃ والدین محمد بن احمد نے جو پسندیدہ خصلتوں اور عمدہ اخلاق کے مالک

اور تمام فضائل کی آواز والا ہے سُنا اور پڑھا ہیں فی الواقع نظم کے کام میں کم مایہ تھا لیکن ایسے شخص کے کہنے سے یہ کام کیا گیا ہے جس کے حکم کا بجالانا لازمی تھا۔ اس نظم کا کہنا گویا سلیمان کے آگے چیونٹی کا دوڑنا ہے۔ اور وہ نظام الحق والدین ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اُس کی بزرگی کو ہمیشہ قائم رکھے۔ اس نے مجھ سے درخواست کی۔ کہ چند ایک شعر لکھے جائیں۔ حالانکہ خود وہ صاحب علم تھا۔ سو میں نے اس کی درخواست کو قبول کر لیا اور یہ چند شعر لکھے۔ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سب سے زیادہ محتاج ہوں۔ اللہ تعالےٰ بے نیاز اور توانا ہے۔ مَیں نے (اسحاق پسر علی باشندہ دہلی) یہ سطور اپنے ہاتھ سے اس خاطر لکھیں کہ نظام الحق مجھے اپنے عزیز وقت میں دعائے خیر سے یاد کرے۔ نکالیکہ میں مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔ برحمتک یا ارحم الراحمین ٭

نکتہ دوم۔ در بیان عظمت و کرامت مولانا بدرالملۃ والدین اسحاق قدس سرہ العزیز و رفتن او از دارۂ فنا بدار عقبےٰ

منقول ہے۔ کہ دیپالپور کا حاکم ملک شرف الدین شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں مرید ہونے کے ارادے سے حاضر ہوا۔ جب قدمبوسی کے بعد اظہار مطلب کیا۔ تو شیوخ العالم نے مولانا بدرالدین کو فرمایا کہ اسے تو ہی دست بیعت کر۔ چنانچہ آپ نے پیر کے حکم کے بموجب ملک صاحب کو دست بیعت کیا۔ کچھ عرصے بعد ملک صاحب بادشاہی حکم کے موافق دیپالپور سے نکالے گئے۔ ملک صاحب نے اپنے آدمیوں کو مولانا کی خدمت میں بھیجا۔ اور انہیں کہا۔ کہ خربزہ کا موسم ہے۔ جب اجودھن پہنچو۔ تو التماس کے ساتھ خربزے بھی خرید کر مولانا کی خدمت میں پیش کرنا۔ جب ملک صاحب کے آدمی خربزے لیکر حاضر خدمت ہوئے۔ تو اُس وقت آپ کی خدمت میں قاضی شہر اور اور بہت سے بزرگ بیٹھے تھے۔ مولانا نے قاضی شہر قاضی بدرالدین کو حکم دیا۔ کہ حاضرین کو خربزے تقسیم کرو۔ جب قاضی صاحب نے مولانا کا حصہ آپ کے سامنے رکھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ شرف الدین کا حصہ بھی یہیں رکھدو۔ جب رکھا گیا۔ تو آپ نے پگڑی اُتار کر رکھدی۔ اور فرمایا۔ کہ جب تک شرف الدین نہ آئیگا۔ نہ میں پگڑی سر پر رکھوں گا۔ اور نہ خربزہ کھاؤں گا۔ جب وہ آئیگا۔ تو ملکر کھائینگے۔ یہ فرما کر مشائخ کی حکایات اور بزرگوں کے مناقب کا ذکر حاضرین مجلس سے کرنے لگے۔ ایک ساعت بعد شرف الدین کبر سے بھی آ گئے۔ پھر مولانا نے دستار مبارک اپنے سر پر رکھی اور خربزہ کھانے لگے۔ اتنے میں ملک صاحب نے اپنی رہائی کی حکایت مولانا کی خدمت میں یوں عرض کی۔ کہ کسی چغلخور نے میرے برخلاف بادشاہ کو برانگیختہ کیا تھا۔ جب بادشاہ کو ثابت ہو گیا۔

کہ وہ شخص جھوٹا ہے۔ تو ایک اور حکم لکھا۔ کہ اسے چھوڑ دو اور جہاں تک پہنچ چکا ہے۔ وہیں سے لوٹا دو۔ میں موضع نہروالہ تک پہنچ چکا تھا۔ کہ بہ فرمان جناب کی برکت سے پہنچا۔ اور یہیں حاضر خدمت ہوگیا ❊

منقول ہے۔ کہ شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہ کے یار ابندھن کے لئے اجودھن کے قرب جوار میں جایا کرتے تھے۔ جب مولانا بدرالدین کی باری آئی۔ تو اثنائے راہ میں شیوخ العالم کے دو فرزند ہمراہ ہو گئے۔ اور مولانا سے کہنے لگے۔ کہ بابا صاحب کے مریدوں میں وہ کرامت نہیں جو سیدی احمد کے مریدوں میں ہے۔ کیونکہ وہ شیر پر سوار ہوتے ہیں۔ اور سانپ کا کوڑا بناتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مخدوم زادوں کو ایسا کہنا مناسب نہیں۔ شیخ شیوخ العالم نہایت بزرگ ہیں۔ کسی شخص کو بابا صاحب اور اُن کے متعلقین کی کرامت کا اندازہ ہی نہیں۔ جب آگے بڑھے۔ تو جنگل سے ایک شیر نکلا۔ دونوں صاحبزادے تو درخت پر چڑھ گئے۔ لیکن مولانا نے آگے بڑھ کر آستین مبارک اس شیر کے سر پر رکھی۔ اور فرمایا کہ ارے کتے! تجھ میں اتنی دلیری کہ میرے مخدوم زادوں کے سامنے ہو۔ پھر مخدوم زادوں سے عرض کی۔ کہ نیچے اُتر آئیں۔ انہوں نے کہا۔ جب تک کہ شیر چلا نہ جائیگا ہم نیچے نہیں اُتریں گے۔ پھر مولانا نے شیر کو حکم دیا۔ کہ ارے کتے! یہاں سے چلا جا۔ چنانچہ شیر سلام کر کے چلا گیا۔ اور دونوں صاحبزادے درخت پر سے اُترے۔ اور اپنے کہے سے پشیمان ہوئے ❊

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ مولانا بدرالدین اسحاق کچھ لکھ رہے تھے۔ عصر کی نماز کا وقت تنگ تھا۔ کسی نے عرض کی۔ صاحب! وقت تنگ ہے۔ اور آفتاب غروب ہوا چاہتا ہے۔ آپ نے ایک شخص کو جاکر دیکھنے کا حکم دیا۔ اس نے آکر عرض کی۔ کہ واقعی سورج غروب ہونے کو ہے۔ دوسرے کو فرمایا۔ کہ جاکر دیکھو۔ اس نے بھی آکر عرض کی۔ کہ دن بہت تھوڑا ہے۔ شام ہوا چاہتی ہے۔ پھر مجھے بھیجا۔ میں نے بھی سورج دیکھ کر عرض کی۔ کہ عنقریب غروب ہوا چاہتا ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ کہ آج میں نے سورج کو کہدیا ہے۔ کہ میرا صفحہ ختم کرنے تک غروب نہ ہونا۔ جب صفحہ ختم ہو چکا۔ تو مولانا نے ایک شخص کو بھیجا۔ کہ دیکھو سورج جا رہا ہے یا نہیں۔ اس نے آکر عرض کی۔ کہ بدستور قائم ہے۔ خواجہ حکیم سنائی امیرالمومنین کرم اللہ وجہ کی مدح میں فرماتے ہیں ؎

قوت حسر تش ز فوت نماز داشتہ چرخ راز گشتن باز

سلطان المشائخ فرماتے ہیں - کہ مولانا بدرالدین اسحاق شیوخ العالم کی خدمت اس طرح بجا لایا کرتے تھے - کہ دس آدمی بھی ایسی خدمت بجا نہیں لاسکتے تھے - اور باوجود ایسی خدمت کے یادِ حق میں بھی مستغرق رہتے - اور شیوخ العالم کی خدمت میں بیٹھ کر اس طرح یادِ حق میں مستغرق ہوتے - کہ اپنے آپ کی بھی خبر نہ ہوتی - مولانا بدرالدین نہایت اعلےٰ درجے کے بزرگ تھے - اور صاحبِ نعمت - ایک روز میں نے ان سے عرض کی - کہ میں تنگی کی حالت میں پہلے شیوخ العالم کو اور پھر آپ کو بارگاہ الٰہی میں شفیع بناتا ہوں - تو فرمایا - کہ مجھے نعمت حاصل تھی لیکن اب وہ سلب ہو چکی ہے - سو اس کے ماتم میں ہوں ۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں - کہ اب جب یہ کیفیت ہے تو نعمت کے ہوتے کیا کچھ ہوگی - چنانچہ ایک روز شیوخ العالم نے مولانا بدرالدین پر عتاب کیا - اس واسطے کہ ایک روز شیوخ العالم نے مولانا کو آواز دی تھی - اور انہوں نے کثرتِ کار کے سبب جواب نہ دیا تھا اس بات سے شیوخ العالم ناراض ہوئے - جس سے مولانا کو پہلی ترقی سلب ہوئی - اور ازسرِ نو شروع کی ۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں - کہ شیوخ العالم کے خلفاء میں سے ایک بزرگ فوت ہونے لگا - اور میں اس وقت اس کے پاس تھا - جب میں نے اس کی وفات کا ذکر شیوخ العالم سے کیا - تو آپ نے پوچھا - کہ نماز کی کیا حالت تھی - آیا اس نے ادا کی یا نہیں - میں نے عرض کی کہ تین دن سے نماز میں متواتر ناغہ ہوا ہے - یہ سن کر شیوخ العالم تو خاموش رہے - لیکن مولانا بدرالدین اسحاق نے فرمایا - کہ وہ دنیا سے اچھی حالت میں نہیں گیا - میں نے دل میں کہا - کہ شیوخ العالم کی موجودگی میں مولانا کو یہ جرأت مناسب نہ تھی - میں مولانا بدرالدین کے انتقال کے وقت بھی موجود تھا - آپ نے صبح کی نماز باجماعت ادا کی اور ورد و وظائف سے فارغ ہوکر پوچھا کہ کیا اشراق کا وقت ہے - پھر اشراق ادا کی اور ورد و وظائف میں مشغول ہوئے - اسی طرح چاشت ادا کر کے سربسجود ہوئے - اور جاں بحق ہوئے - سلطان المشائخ فرماتے ہیں - کہ اس وقت میں نے دل میں کہا - کہ واقعی ایسا شخص ایسی بات کرنے کے لائق تھا - اس بزرگ کا مدفن بھی اجودھن کی قدیمی جامع مسجد میں ہے - جہاں پر آپ اکثر یادِ حق میں مشغول رہا کرتے تھے ۔

مصنف عرض پرداز ہے کہ مردانِ خدا مرتے دم تک عبادت الٰہی کے لئے

موقوف ہوتے ہیں۔ اور اسی حسنِ معاملہ کی وجہ سے وہ اپنے مشائخ کو پہنچتے ہیں۔ اور بلاشک وشبہ اُن کی شہرت قیامت تک قائم رہتی ہے۔ مصرعہ

مائیم کہ در ہیچ حسابے مائیم

کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

مردانِ جہاں گوئے زمیداں بردند ۔۔۔ اے ننگِ زناں حدیثِ دراں چکنی

منہم۔ شیخ باکرامت۔ غیرِ حق سے فارغ البال۔ رسوم وتکلف سے بری یعنی شیخ جمال الملۃ والدین ہانسوی الخطیب جو اہلِ حقیقت کے جمال اور اہلِ طریقت کے پیشوا اور علم تقویٰ۔ لطافت طبع اور درویشی میں مخصوص تھے۔ آپ کی نظم جو عاشقانِ حق کا دستور العمل ہے۔ آپ کے کمالِ عشق پر دلالت کرتی ہے۔ آپ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہُ العزیز کے بڑے خلیفہ تھے۔ اور مشائخ کبار کے مرتبے تک آپ نے ترقی کی تھی شیوخ العالم محض آپ کی محبت کی خاطر بارہ سال ہانسی میں رہے اور آپ کے بارے میں شیوخ العالم بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ جمال ہمارا جمال (خوبصورتی) ہے۔ اور بعض اوقات یہ بھی فرماتے۔ کہ جمال! میں تجھ پر قربان ہونا چاہتا ہوں۔ اس سے آپ کی عظمت وبزرگی اور قرب ومنزلت کا اندازہ ہوسکتا ہے ٭

شیوخ العالم نے کسی شخص کو خلافت نامہ عطا فرما کر حکم دیا کہ جب ہانسی جاؤ۔ تو یہ خلافت نامہ ہمارے جمال کو دکھانا۔ جب اُس نے ہانسی پہنچکر آپ کو وہ خلافت نامہ دکھایا۔ تو آپ نے یہ کہہ کر کہ تو خلافت کے لائق نہیں وہ خلافت نامہ پھاڑ ڈالا۔ دراصل اس شخص نے شیوخ العالم سے منت وسماجت سے بلا رضا ورغبت شیوخ العالم خلافت نامہ حاصل کیا تھا۔ جب وہ شخص ہانسی سے اجودھن آیا اور اُس نے خلافت نامہ پھٹا ہوا شیوخ العالم کو دکھایا تو آنجناب نے فرمایا۔ کہ جمال کے پھاڑے ہوئے کو ہم سی نہیں سکتے ٭

آپ کی عظمت اس حد تک تھی۔ کہ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب مجھے شیوخ العالم نے دولت خلافت سے مشرف فرمایا۔ اور حکم دیا کہ یہ خلافت نامہ ہانسی میں مولانا جمال الدین کو دکھانا چنانچہ اس کا ذکر سلطان المشائخ کے حال میں مفصل ہو چکا ہے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ خلافت سے پہلے جب کبھی شیخ جمال الدین کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ تو آپ میری تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے لیکن جب خلافت کے بعد ایک روز گیا تو آپ بیٹھے رہے۔ میرے

دل میں خیال آیا۔ کہ شاید یہ بات آپ کو ناگوار معلوم ہوئی ہے۔ فی الفور فرمایا۔ کہ مولانا نظام الدین اس نہ اٹھنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب مجھ میں اور آپ میں محبت آگئی ہے۔ تو ہم دونوں ایک ہیں۔ اپنے واسطے اٹھنا جائز نہیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

قیام خواستمت گرد عقل میگوید لکن شرط ادب نیست پیش سر قیام

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ میں شیخ جمال الدین ہانسوی۔ خواجہ شمس الدین بھیرا اور دیگر یار اور عزیز شیوخ العالم سے اکٹھے رخصت ہوئے۔ اور وداع کے وقت شیخ جمال الدین ہانسوی نے شیوخ العالم سے وصیت کی درخواست کی جیسا کہ مریدوں کا قاعدہ ہے۔ کہ اول تو شیخ خود رخصت ہوتے وقت انہیں وصیت کرتے ہیں ورنہ مریدان سے وصیت کی درخواست کرتے ہیں۔ شیوخ العالم نے فرمایا۔ کہ ہماری وصیت صرف یہی ہے کہ فلاں کو (میری طرف اشارہ کر کے) اس صاحبت میں خوش رکھنا چاہیئے۔

مصرعہ مقصود توئی دگر بہانہ است

شیخ جمال الدین نے آپ کے فرمان کے مطابق میری تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ جب ہم اگرہ کے قریب پہنچے۔ تو وہاں کے حاکم نے جو میرا نام جو شیخ جمال الدین کا مرید تھا ہمارا استقبال کیا۔ اور تمام یاروں سمیت اپنے مکان میں لے گیا۔ اور پر تکلف دعوت کی۔ شیخ جمال الدین نے فرمایا۔ کہ تم نے میزبانی تو بڑے تکلف کی کی ہے اب ہمیں رخصت کب کرو گے؟ اس نے عرض کی کہ جب بارش ہوگی۔ ان دنوں بارش نہ ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے خلقت قحط میں مبتلا تھی شیخ جمال الدین نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن باطنی توجہ کی۔ ابھی رات نہ گذرنے پائی تھی۔ کہ سخت بارش ہوئی۔ اور جل تھل ہو گیا۔ صبح کو لوگ خوشی خوشی آئے۔ اور شیخ صاحب اور اور یاروں کے لئے بار برداری اور سواری کے لئے گھوڑے ٹٹو لائے۔ چنانچہ وہاں سے ہانسی تک ہم سب سوار ہو کر آئے۔ میرا گھوڑا سخت بدلگام اور سرکش تھا۔ اور یار آگے بڑھ گئے۔ اور میں پیچھے رہ گیا۔ بے طاقت ہو کر گھوڑے پر سے اتر پڑا۔ گرمی کا غلبہ ہوا تو میں بیہوش ہو گیا۔ اس حالت میں میں نے شیوخ العالم کو یاد کیا۔ جب میں ہوش میں آیا تو مجھے اس بات سے اطمینان ہوا۔ کہ آخری دم تو شیوخ العالم کی یاد میں گذرا۔ مصرعہ

خوش آں رفتن کہ بعیادت رود جانم

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں ہانسی پہنچا۔ تو شیخ جمال الدین نے مجھے فرمایا کہ شیوخ العالم کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرنا کہ مجھے خرچ کی تنگی ہے۔ آپ میرے حق میں دعا کریں۔ جب میں نے شیوخ العالم کی خدمت میں پیغام عرض کیا۔ تو فرمایا۔ کہ اسے کہنا۔ کہ جس شخص کو ولایت دی گئی ہو۔ اُسے لازم ہے۔ کہ اس ولایت کی دلجوئی کرے۔ شیخ نصیر الدین محمود سے پوچھا گیا۔ کہ استمالت ولایت کے کیا معنی ہیں؟ کیونکہ دنیاوی سلطنت کے مالکوں کی دلجوئی تو معلوم ہے۔ لیکن اخروی سلطنت کے حکمرانوں کی دلجوئی معلوم نہیں کس قسم کی ہوتی ہے۔ فرمایا آخرت کے بادشاہوں کی دلجوئی یہ ہے۔ کہ وہ ہر طرف سے فارغ ہو کر اللہ تعالےٰ کی طرف مائل راغب اور متوجہ ہوں۔ سائل نے کہا۔ کہ شیخ جمال الدین کی کرامت اور مشغولی تو مشہور ہے۔ فرمایا۔ کہ واقعی ایسا ہے۔ لیکن انبیاء بھی معصوم نہیں +

منقول ہے۔ کہ شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کنیزک خادمہ تھی۔ جو آپ اور شیخ شیوخ العالم کے مابین پیغام رسانی کا کام کیا کرتی تھی۔ شیوخ العالم اسے مومنوں کی ماں کہا کرتے تھے۔ ایک روز اس سے شیوخ العالم نے پوچھا۔ کہ مومنوں کی ماں! ہمارا جمال کیا کرتا ہے۔ اس نے عرض کی۔ کہ جس دن سے آپ کے مرید ہوئے ہیں۔ اُس روز سے دُنیا سے اُنہوں نے قطع تعلق کر لیا ہے۔ اور بھوک اور سختیوں کو برداشت کرتے ہیں۔ یہ سن کر شیوخ العالم خوش ہوئے اور فرمایا۔ الحمد للہ! خوش زندگی بسر کرتا ہے +

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ موسم گرما میں میں شیخ جمال الدین ہانسوی کی خدمت میں بیٹھا ہُوا تھا۔ کہ آپ کی زبان مبارک سے یہ شعر نکلا ؎

یار و عشق گاؤ اندریں روز خنک نیکو باشد ہریسہ و نان تنک

میں نے عرض کی کہ غائب کا ذکر کرنا غیبت ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ پہلے میں نے اسے حاضر کر لیا ہے۔ پھر میں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد ہریسہ وغیرہ آپ کی مجلس میں لایا گیا +

منقول ہے۔ کہ شیخ جمال الدین ہانسوی کو شیخ ابوبکر طوسی حیدری سے جو اندر پرست کے قریب دریائے جمنا کے کنارے آرام کئے ہوئے ہیں۔ اور مرد بزرگ تھے۔ اور

حیدریوں سے آپ کے معاملے کو کچھ نسبت نہ تھی۔ کمال درجہ کی محبت تھی۔ اسی محبت کی وجہ سے مولانا حسام الدین اندرپتی شیخ القضاۃ والخطبا ہو گئے تھے۔ جو کہ شیخ جمال الدین کے مرید تھے۔ جب شیخ جمال الدین شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس سرہ العزیز کی زیارت کے لیے دہلی میں آتے تو شیخ ابو بکر طوسی سے ملاقات کرتے رہ مولانا حسام الدین شیخ جمال الدین کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھ کر نہایت عجیب و غریب اور پر تکلف ضیافت کیا کرتے۔ ان ضیافتوں میں سلطان المشائخ بھی شامل ہوا کرتے۔ الغرض ایک دفعہ شیخ جمال الدین ہانسی سے آرہے تھے۔ مولانا حسام الدین نے استقبال کیا۔ استقبال کے وقت شیخ ابو بکر طوسی نے مولانا حسام الدین کو کہا۔ کہ شیخ جمال الدین کو کہنا۔ کہ میں حج کو جاتا ہوں۔ الغرض جب مولانا حسام الدین دریائے دہنہ کے کنارے موضع کلوکھری میں پہنچے۔ اور دریا کے کنارے شیخ جمال الدین آ گئے۔ اور اس کنارے مولانا حسام الدین۔ تو شیخ جمال الدین نے بہ آواز بلند مولانا حسام الدین سے پوچھا۔ کہ ہمارے اس سفید باز کا کیا حال ہے۔ یعنی شیخ ابو بکر طوسی کی کیا حالت ہے۔ مولانا حسام الدین نے عرض کی۔ کہ وہ حج کو جاتے ہیں۔ وہیں سے شیخ جمال الدین نے فرمایا۔ کہ تو جا کر یہ شعر انہیں سنانا۔ اور ہم بھی تیرے پیچھے پیچھے آتے ہیں۔ شعر یہ ہے ؎

مرپائے ترا سرم نثار اولی تر | یک سرچہ بود ہزار سر اولی تر
در غار وطن ساز چو بوبکر ازانکہ | بوبکر محمدی بغار اولی تر

شیخ جمال الدین ہانسوی کے پوتے شیخ قطب الدین منور فرماتے ہیں۔ کہ جس روز سے شیخ جمال الدین نے یہ حدیث سنی۔ کہ اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ۔ قبر یا تو بہشتی روضہ ہوگی یا دوزخ کا ایک گڑھا۔ تب سے آپ اس جھڑکی کے خوف سے بے قرار رہتے۔ اور اس طرف آپ کی توجہ زیادہ مبذول رہتی۔ حتیٰ کہ جب آپ کا وصال ہوا۔ تو یار اور عزیز بھی اس سبب سے مضطرب تھے۔ کہ خدا جانے آپ کی حالت قبر میں کیا ہو۔ جب کچھ عرصے بعد آپ کی قبر پر گنبد بنانا چاہا۔ اور اس مطلب کے لئے نیو کھودی تو لحد کے قریب دیکھا۔ قبلہ رخ ایک سوراخ دیکھا جس میں سے بہشتی خوشبو آ رہی تھی۔ اسی وقت اسے مسمار کیا گیا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ مولانا جمال الدین ہانسوی کو وفات کے بعد لوگوں نے

خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب مجھے قبر میں رکھا گیا۔ اور عذاب کے فرشتے آئے تو انکے بعد ایک اور فرشتہ یہ حکم لیکر آیا۔ کہ ہم نے اسے دو رکعت صلواۃ البروج جو شام کی نماز کی سنتوں سے پڑھا کرتا تھا۔ اور ہر فرض کے بعد آیت الکرسی پڑھا کرتا تھا۔ اسے بخش دیا ہے ٭

منقول ہے۔ کہ جب شیخ جمال الدین کا وصال ہو گیا۔ تو آپ کی خادمہ مادر مومناں نے آپ کے مصلٰے اور عصا کو جو آپ کو شیوخ العالم سے عنایت ہوا تھا معہ مولانا برہان الدین صوفی کے جو شیخ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے اور شیخ قطب الدین منوّر کے والد تھے۔ شیوخ العالم کی خدمت میں لے گئی۔ ان دنوں مولانا برہان الدین بھی خورد سال تھے شیوخ العالم نے مرحمت سے مولانا برہان الدین کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور شرف بیعت و ارادت سے مشرف فرمایا۔ چند روز اپنے پاس رکھ کر رخصت کرتے وقت خلافت نامہ اور وہی عصا اور مصلٰے عنایت کر کے فرمایا جس طرح جمال الدین کو ہماری طرف سے اجازت تھی۔ تمہیں بھی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ کچھ عرصہ مولانا نظام الدین یعنی سلطان المشائخ کی خدمت میں رہنا۔ اس موقعہ پر مادر مومناں نے عرض کیا۔ کہ خواجہ برہان الدین ابھی بالا (خورد سال) ہے اس بھاری بوجھ کی طاقت اس میں ہے۔ شیوخ العالم نے فرمایا۔ کہ چودھویں کا چاند بھی تو پہلے بالا (چھوٹا) ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ کمال کو پہنچتا ہے۔ خواجہ سنائی فرماتے ہیں۔ **مصرعہ** برگ توت است کہ گشتہ است بتدریج اطلس

شیوخ العالم نے مولانا برہان الدین کو رخصت کیا۔ مولانا برہان الدین شیوخ العالم کے فرمان کے مطابق ہر سال سلطان المشائخ کی خدمت میں آتے اور تربیت حاصل کرتے الغرض جب مولانا برہان الدین درجہ کمال کو پہنچ گئے۔ اور شیوخ العالم کی نظر اور سلطان المشائخ کی صحبت کی برکت سے مشائخ کبار کے اوصاف آپ میں جمع ہو گئے۔ تو پھر آپ نے کسی کو مرید نہ کیا۔ جو شخص مرید ہونے آتا۔ اسے فرماتے کہ سلطان المشائخ حضرت سید نظام الدین محمد کے ہوتے مجھ جیسے کے لئے مناسب نہیں۔ کہ پیری اور مریدی کا سلسلہ جاری کروں۔ جب آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں آئے۔ اور سلطان المشائخ نے آپ سے پوچھا۔ کہ آپ کسی کو مرید کیوں نہیں کرتے۔ حالانکہ جس طرح شیوخ العالم سے مجھے اجازت حاصل ہے ویسے ہی آپ کو بھی ہے۔ اس وقت بھی مولانا نے یہی جواب

دیا کہ آپ جیسے بزرگ کے ہوتے مجھ جیسے کے لئے یہ کام مناسب نہیں۔ مولانا کے دل میں صاف اعتقاد سے سلطان المشائخ کی محبت بڑھنی شروع ہوئی تھی۔ ہر سال جب آپ ہانسی سے سلطان المشائخ کی خدمت میں آتے۔ تو سلطان المشائخ فرماتے کہ انکے لئے جماعت خانہ میں چارپائی بچھائی جائے۔ لیکن آپ بپاس ادب چارپائی پر نہ لیٹتے۔ اور جب سلطان المشائخ کی خدمت میں جاتے۔ پہلے اپنے تمام کپڑے پاک کر لیتے۔ اور خوشبو لگا کر جاتے۔ اگر دن میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہوتا۔ تو بھی آپ اسی طرح کر کے جاتے جب آپ سے ایسا کرنے کی وجہ پوچھی گئی۔ تو فرمایا۔ کہ بزرگوں کی خدمت میں خوشبو ہو کر جانا چاہئے۔ آپ ظاہری اور باطنی جمال و کمال سے آراستہ تھے +

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ جمال الدین ہانسوی کا بڑا اور عقلمند لڑکا دیوانہ ہو گیا تھا۔ کبھی کبھی ہوش میں آکر سیانوں کی سی باتیں کرتا۔ اگرچہ وہ دیوانہ ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے جو باتیں اس سے سنی ہیں۔ وہ ہزار ہوشیاروں سے بھی نہیں سنیں۔ چنانچہ ایک دفعہ میں نے اسے کہتے سنا۔ کہ العلم حجاب اللہ الاکبر۔ میں تاڑ گیا کہ یہ معنوی دیوانہ ہے جب اس بات کا بیان اس سے پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ علم غیر حق ہے۔ اور جو غیر حق ہے وہ حجاب حق ہے +

منہم۔ عارف ربانی۔ زاہد سبحانی۔ شیخ عارف جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے خلیفہ تھے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ اس عارف کو شیوخ العالم نے بیعت کی اجازت دیکر سیوستان کی طرف بھیجا تھا۔ آپ کے مرید بننے کا یوں اتفاق ہوا۔ کہ آپ اُچہ اور ملتان کے بادشاہ کے امام تھے یا اور کسی قسم کا تعلق تھا۔ الغرض ایک مرتبہ اس بادشاہ نے آپ کو سوٹنکہ دیکر شیوخ العالم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے پچاس اپنے پاس رکھ لئے اور پچاس شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں پیش کئے۔ شیخ شیوخ العالم نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ تم نے برادرانہ حصہ کیا ہے۔ آپ نے شرمندہ ہو کر باقی کے پچاس بھی نذر کئے۔ اور کچھ اپنے پاس سے بھی دیا۔ اور مرید ہونے کے لئے ملتمس ہوئے۔ شیخ شیوخ العالم نے آپ کو مرید بنایا۔ پھر آپ ایسے راسخ الخدمت ہوئے کہ شیوخ العالم نے آپ کو آخر کار بیعت کی اجازت عنایت فرمائی۔ اور سیوستان بھیجدیا۔ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ یہی مولانا عارف اپنے خلافت نامے کو شیخ شیوخ العالم کے پاس لائے۔

اور عرض کی۔ کہ یہ کام نہایت نازک ہے۔ مجھ بیچارے کی طاقت سے باہر ہے۔ مشائخ کبار کا یہ شغل مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ میرے لئے یہی کافی ہے۔ کہ جناب کی نظر عنایت مجھ پر ہو گئی ہے۔ یہ سنکر شیخ شیوخ العالم نے کعبہ جانے کی اجازت دی جہاں سے پھر آپ واپس نہیں آئے۔ رحمۃ اللہ علیہ +

محمد مبارک علوی المدعو بامیر خورد (مصنف) عرض پرداز ہے۔ کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے۔ کہ ایک درویش صاحب نعمت شیخ علی صابر نام درویشی میں ثابت قدم اور مستجاب الدعوات قصبہ ڈیکری کا رہنے والا شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کا مرید تھا۔ جب رخصت ہوتے وقت اور یاروں نے وصیت کی درخواست کی۔ تو ہر ایک کو خاص خاص وصیت فرمائی۔ جب شیخ علی صابر نے وصیت کی درخواست کی۔ تو شیخ شیوخ العالم نے فرمایا۔ کہ جاؤ۔ زندگی خوشی سے بسر ہو گی۔ چنانچہ آپ کی دعا سے اس بزرگ کی زندگی بڑے عیش سے گذری یہ شخص نہایت خوش باش اور ہنس مکھ تھا +

باب سوم

در بیان مناقب و فضائل و کرامات اولاد بعضے فرزندان و نبیرگان شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز و اقربائے سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز و سادات کرام کہ مخصوص بودہ اند باختصاص شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین و سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہما العزیز

محمد مبارک علوی المدعو بامیر خورد مصنف کتاب ہذا عرض پرداز ہے۔ کہ خوش اعتقاد مریدوں پر واضح رہے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ لیکن آنجناب کے پوتے پڑپوتے اس کثرت سے ہیں۔ کہ تمام جہان شرق سے غرب تک ان سے گھرا ہوا ہے اور مختلف ولایتوں کو انہوں نے اپنے قدم سے منور کر رکھا ہے۔ اور اسے اپنی حمایت میں لے رکھا ہے۔ آنجناب کے ان فرزندوں۔ دہتوں۔ پوتوں کا ذکر اس کتاب میں اس

غرض سے کہا جاتا ہے۔ کہ یہ کتاب صاحبدلوں کی منظورِ نظر ہو اور مصنف دعائے خیر کا مستحق بنے جس کے مناقب اور جن کی کرامات مشہور ہیں اور جنہوں نے سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں پرورش پائی ہے ؂

نکتہ در بیان مناقب و فضائل و کرامت پسران شیخ شیوخ العالم
فرید الحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز

منہم شہزادہ معظم۔ فخر بنی آدم خواجہ نصیر الدین جو شیخ شیوخ العالم کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ عبادت الٰہی اور کھیتی باڑی میں جو کہ حلال لقمہ ہے۔ زندگی بسر کرتے تھے۔ ظاہر و باطن میں اللہ تعالےٰ کی خدمت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ نے ساری عمر رضائے الٰہی میں بسر کر دی تھی ؂

منہم۔ بحر علم۔ کانِ حلم تقوےٰ سے آراستہ اور پرہیزگاری سے پیراستہ یعنی شہاب الملۃ والدین وفورِ علم و فضائل میں شہرہ آفاق تھے۔ زیادہ تر شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اگر شیخ شیوخ العالم کی مجلس میں کوئی علمی بحث ہوتی۔ تو آپ ایسی عمدہ تقریر کرتے۔ کہ شیخ شیوخ العالم نہایت خوش ہوتے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ مجھ میں اور مولانا شہاب الدین میں بہت محبت تھی۔ نیز فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ بلا ارادہ مجھ سے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں نامناسب جرأت ظہور میں آئی اور وہ یہ کہ ایک روز آنجناب عوارف المعارف میں سے چند ایک فوائد کا ذکر کر رہے تھے۔ اور وہ کتاب یا تو باریک قلم سے لکھی ہوئی تھی۔ یا اس میں کچھ سقم تھا آنجناب سے بیان میں کچھ غلطی ہوئی۔ میں نے اس کتاب کا ایک نسخہ شیخ نجیب الدین متوکل کے ہاں دیکھا ہوا تھا۔ مجھے وہ مقام یاد آ گیا۔ میں نے اتنا عرض کیا کہ شیخ نجیب الدین کے پاس صحیح نسخہ ہے۔ شاید یہ بات آنجناب پر ناگوار گذری۔ ایک گھڑی بعد فرمایا۔ کہ درویش میں اس کا سقم دور کرنے کی قوت نہیں۔ دو تین مرتبہ انہیں الفاظ کا اعادہ کیا۔ لیکن مجھے اس کا کچھ خیال نہ آیا۔ کہ روئے سخن کس کی طرف ہے۔ کیونکہ میں نے دیدہ و دانستہ نہیں کہا تھا۔ جو میں اپنے حق میں خیال کرتا۔ مولانا بدر الدین اسحاق نے کہا۔ کہ شیخ صاحب نے یہ بات آپ کے حق میں فرمائی ہے۔ میں اٹھا اور سر ننگا کر کے آنجناب کے پاؤں پڑا۔ اور عرض کی۔ نعوذ باللہ میرا مقصود یہ نہ تھا میں نے تو ایک نسخہ دیکھا۔ جس کی بابت عرض کیا۔ میرے دل میں بالکل اور کوئی بات نہ تھی۔ میں نے بہتیری معافی مانگی لیکن آنجناب کے دل میں ناراضگی بدستور

رہی جب میں وہاں سے اُٹھا ۔ تو مجھے کچھ نہ سوجھا کہ کیا کروں ۔ جو غم و گریہ اس روز مجھ پر طاری تھا اس سے کسی کو واقفیت نہ تھی میں حیران و پریشان باہر نکلا ۔ جب ایک کنوئیں پر پہنچا ۔ تو اس میں گر کر مرُوں لیکن پھر سوچا ۔ کہ اگر میں مر بھی گیا ۔ تو بدنامی تو بدستور رہیگی ۔ اور شاید یہ بدنامی کسی اور کو بلاقصور ہو ۔ اس لئے حیران و پریشان پھرنے اور رونے لگا ۔ اس وقت کی میری کیفیت اللہ تعالےٰ کو معلوم ہے یا مجھے ۔ الغرض شیخ شیوخ العالم کے فرزند ارجمند مولانا شہاب الدین جن سے مجھے محبت تھی ۔ اس حالت سے واقف ہو کر شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں گئے ۔ اور عمدہ طریقے سے میری حالت عرض خدمت کی ۔ چنانچہ شیخ شیوخ العالم نے محمد خورد کو میری تلاش کے لئے بھیجا ۔ میں نے آکر سر قدموں پر رکھدیا تب آنجناب خوش ہوئے اور دوسرے روز پاس بُلا کر فرمایا ۔ کہ پیر مرید کے لئے بمنزلہ مشاطہ ہوتا ہے ۔ پھر مجھے خلعت خاص سے مشرف فرمایا ؛

سلطان المشائخ فرماتے ہیں ۔ کہ ایک دفعہ ایک بوڑھے نے آکر شیخ شیوخ العالم سے کہا کہ میں شیخ قطب الدین کی خدمت میں تھا ۔ تو میں نے آپ کو وہاں دیکھا تھا ۔ آنجناب نے اسے نہ پہچانا ۔ جب اس نے پتا دیا ۔ تو پھر شناخت کیا ۔ اس بوڑھے کے ساتھ ایک نوجوان آدمی تھا ۔ جو اس بوڑھے کا بیٹا تھا ۔ جب علمی بحث شروع ہوئی تو اس نوجوان نے بے ادبوں کی طرح بحث شروع کی ۔ اور شیخ صاحب سے گستاخانہ بحث کرنے لگا ۔ جب اس نے بلند آوازی سے کام لیا ۔ تو شیخ صاحب نے بھی آواز بلند کی ۔ میں اور مولانا شہاب الدین دروازے کے باہر بیٹھے تھے ۔ جب آوازیں دھیمی پڑیں ۔ تو ہم اندر آئے ۔ اور دیکھا کہ وہ نوجوان ویسے ہی بے ادبانہ گفتگو کر رہا ہے ۔ مولانا شہاب الدین نے چھُٹتے ہی اُسے مُکّے لگانے شروع کئے ۔ اُس نے بھی مولانا کی بے ادبی کرنی چاہی ۔ میں نے بڑھ کر اُس کے دونو ہاتھ پکڑ لئے ۔ شیخ شیوخ العالم نے فرمایا ۔ کہ صفائی کرو ۔ مولانا شہاب الدین نے ایک عمدہ جابک اور کچھ نقدی ان باپ بیٹوں کو دی ۔ جسے وہ لیکر واپس گئے ۔ شیخ شیوخ العالم کی یہ عادت تھی ۔ کہ افطار کے بعد سر رات مجھے اپنے پاس بُلاتے جہاں پر مولانا رکن الدین سمرقندی ہوتے اور کبھی کبھی مولانا شہاب الدین بھی ۔ پھر گذشتہ دن کی ساری کیفیت کا اعادہ کرتے ۔ چنانچہ اُس رات اس نوجوان کی گستاخی اور مولانا شہاب الدین کا اسے تادیب کرنے کا ذکر آیا ۔ تو شیخ شیوخ العالم ہنسے میں نے عرض کی ۔ کہ جب اس نوجوان نے مولانا کی گستاخی کرنی چاہی تھا ۔ تو

میں نے فقط اتنا کیا۔ کہ اس کے دونو ہاتھ پکڑ لئے۔ شیخ شیوخ العالم نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ تو نے اچھا کیا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

اے دیدنت آسائش وخندیدنت آفت　　گوئے از ہمہ خوباں برلودی بلطافت

منہم۔ مشائخ طریقت کے شیخ۔ عالم حقیقت کے آفتاب یعنی شیخ بدرالملۃ والدین سلیمان جو علم اور تقوے میں مشہور اور مشائخ کبار کے اوصاف سے موصوف تھے۔ شیخ شیوخ العالم کے وصال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کی سجادہ نشینی کے لئے تمام بھائی اور حاضر وقت مرید متفق تھے۔ اور سجادہ کو نور حضور سے منور کیا۔ کیونکہ الولد سر لابیہٖ بیٹا باپ کا بھید ہوتا ہے مشہور ہے +

میں (مصنف) نے اپنے والد بزرگوار سید محمد مبارک کرمانی رح سے سنا ہے۔ کہ شیخ بدرالدین سلیمان مخلوق نہ تھے۔ بلکہ مشائخ چشت کا طریقہ استعمال کرتے۔ کیونکہ آپ کو خلافت خلفائے چشت سے حاصل ہوئی تھی۔ اور اس کی کیفیت یوں ہے۔ کہ جب خواجہ قطب الدین کو ان کے والد بزرگوار کی جگہ چشت میں سجادہ نشین کرنا چاہا۔ تو بزرگان چشت اور دوسرے رشتہ داروں اور قریبیوں نے بہ سبب آپ کی صغر سنی کے اس بات سے اظہار ناراضگی کیا۔ چونکہ آپ کے چچا جان خواجہ علی چشتی سلطان غیاث الدین کے عہد سلطنت میں شہر دہلی میں رہا کرتے تھے۔ اس لئے بزرگان چشت نے دو بڑے اور صاحب نعمت خلیفے یعنی خواجہ زور جن کا نام نامی سنکر تکبیر پڑھتے ہیں۔ یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر لاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد پڑھتے ہیں۔ اور خواجہ غور جن کا اسم مبارک سن کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہیں۔ اس مصلحت کے لئے دہلی میں خواجہ علی چشتی کے پاس بھیجے۔ جب یہ دونو بزرگ اثنائے سفر میں اجودھن کے قریب پہنچے۔ اور شیخ شیوخ العالم کو ان کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے استقبال کیا۔ اور بڑی تعظیم و تکریم سے ان دونو بزرگوں کو اجودھن میں لائے۔ اور نہایت پر تکلف ضیافتیں کیں۔ بعد ازاں مولانا شہاب الدین اور شیخ بدرالدین سلیمان کو ان کی خدمت میں حاضر کر کے فرمایا۔ کہ ان دونو کو آپ ہی کلاہ پہنائیں۔ ان بزرگوں نے فرمایا۔ کہ ہماری کیا مجال ہے۔ کہ آپ جیسے بادشاہ کے روبرو انہیں کلاہ پہنائیں۔ شیخ شیوخ العالم نے فرمایا۔ کہ یہ نعمت بھی آپ ہی کے خاندان کی ہے۔ میری خواہش ہے۔ کہ کلاہ ارادت آپ ہی کے ہاتھ سے پہنیں

بعدازاں ان بزرگوں نے فرمایا۔ کہ چونکہ مخدوم ہمارے عذر کو نہیں سنتے۔ اس لئے اتنا ضرور کریں۔ کہ اپنے گھر سے کپڑا منگا کر اپنے دست مبارک سے کلاہ بنائیں۔ پھر پہنا ہم دینگے۔ شیخ شیوخ العالم کے اشارہ سے مولانا بدرالدین اسحاق دو کلاہ کا کپڑا لائے۔ اور شیخ شیوخ العالم نے دست مبارک سے انہیں ٹھیک کیا۔ اوران بزرگوں کے حوالے کئے۔ جنہوں نے شیخ شیوخ العالم کے روبرو مولانا شہاب الدین اور شیخ بدرالدین سلیمان کو پہنچائیں۔ انہیں کی برکت سے تمام فرزندوں میں سے ایک عالم باعمل اور دوسرا وارث سجادہ بنا۔ چونکہ بہت سے مشائخ چشت کا فرق تھا۔ اس لئے شیخ بدرالدین بھی اسے ہی ملحوظ رکھتے۔ جب آپ کا وصال ہوا۔ تو شیخ شیوخ العالم کے گنبد میں مدفن ملا۔

منہم۔ مردانِ دین کے اوصاف سے متصف۔ تقوے ویقین میں مشہور یعنی خواجہ نظام الحق والدین سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ شیوخ العالم خواجہ نظام الدین کو اپنی تمام اولاد سے زیادہ پیار کیا کرتے۔ آپ ایک جنگلی آدمی تھے۔ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں بہت دفعہ گستاخی کیا کرتے۔ لیکن شیخ صاحب بہ سبب محبت اس سے سکرا کر درگذر کرتے۔ جو کچھ بھی وہ کہتے کبھی اُن پر ناراض نہ ہوتے۔

منقول ہے۔ کہ آپ بہادری اور مردانگی میں حیدر ثانی تھے۔ اور عقلمندی میں بے نظیر تھے۔ چنانچہ آپ کی کرامت اور فراست کا ذکر شیخ شیوخ العالم کی وفات کے بیان میں ہوچکا ہے۔ الغرض جب شیخ شیوخ العالم کی وفات کے بعد کافر اجودھن کے علاقہ میں گھس آئے۔ تو خواجہ نظام الدین اپنی کثرت مردی اور دلاوری کی وجہ سے ان سے لڑنے لگے۔ اور بہت سی خونریزی کے بعد خود بھی شہید ہوئے۔ جب مقتولوں میں ان کی تلاش کی گئی۔ تو اس بزرگ زادۂ عالم کا نشان تک نہ پایا۔

منہم۔ خوش خصال۔ اہل دلوں کے محبوب۔ خواجہ یعقوب جو شیخ شیوخ العالم کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ بذل اور ایثار میں مشہور اور مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کی کرامات ظاہر ہیں۔ آپ کا طریقہ ملامتیوں کا تھا۔ گو ظاہر میں تو اچھے نہ معلوم ہوتے تھے۔ لیکن حقیقت میں یادِ الٰہی میں مستغرق تھے۔ آپ کی طبیعت نہایت فیاض واقع ہوئی تھی۔ لطافت آپ میں بدرجہ کمال تھی۔

میں (مصنف) نے اپنے والد بزرگوار سید محمد مبارک کرمانی سے سُنا ہے جو فرماتے

تھے۔ کہ میں سفر و حضر میں اکثر شیخ زادہ عالم۔ صاحبزادہ دارین خواجہ یعقوب کے ہمراہ ہوتا۔ ایک دفعہ جب اُن کے ساتھ اودھ کے علاقے میں گذر ہوا۔ اور جب خاص شہر اودھ میں ہم پہنچے۔ اور ایک سرائے میں اُترے۔ تو صاحبزادے مجھے تنہائی میں چھوڑ۔ خود شہر دیکھنے کے لئے چلے گئے۔ اور بہر رات گذرے تک واپس آئے۔ بلکہ ایک جگہ آرام میں مشغول ہوئے۔ اسی رات حاکم اودھ کو ایسا سخت پیٹ درد لاحق ہوا۔ کہ ایک گھڑی بھی قرار نہ ہوا۔ بہتیرے علاج کئے۔ لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔ آخر تعویذ اور دُعا کی نوبت آئی اتنے میں ایک شخص نے کہا۔ کہ حضرت شیخ شیوخ العالم کے صاحبزادہ خواجہ یعقوب کو میں نے عصر کے وقت شہر میں آتے دیکھا ہے۔ اگر وہ تشریف لائیں تو امید قوی ہے کہ اس شیخزادہ عالم کی دعا سے یہ تکلیف رفع ہو۔ حاکم اودھ نے اسی وقت آدھی رات کو ہر طرف آدمی دوڑائے کہ شیخ زادہ صاحب کو تلاش کر کے لائیں جب تلاش کرتے ہوئے سرائے میں آئے جہاں ہم اُترے ہوئے تھے۔ اور مجھ سے اُنہوں نے پوچھا۔ کہ شیخ زادہ صاحب کہاں ہیں؟ اُنہیں خانصاحب یاد فرماتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ عصر کے وقت سے مجھے تنہا چھوڑ کر شہر کی سیر کو گئے ہیں۔ کہیں شہر ہی میں ہونگے۔ تلاش کر لو۔ آخر تلاش کرتے کرتے دیکھا کہ ایک جگہ آرام کئے ہوئے ہیں۔ آہستہ سے جگایا۔ اور عرض کی۔ کہ آپ کو خانصاحب یاد فرماتے ہیں۔ مسکرا کر فرمایا۔ کہ ہمارا خرچ ختم ہو گیا تھا۔ اور میں اسی فکر میں سو گیا تھا۔ کہ تم میرے پاس آئے۔ اسی طرح اُٹھ کر آپ روانہ ہوئے۔ جب خان کے پاس پہنچے۔ تو دیکھا کہ خان مذکور مارے درد کے بیکل ہے۔ زمین سے پلنگ پر اور پلنگ سے زمین پر لوٹتا ہے۔ اور قریب المرگ ہے۔ آپ نے اپنی دو مبارک انگلیاں خان کے پیٹ پر رکھیں اور کچھ پڑھا۔ فی الفور درد شکم کو آرام ہوا۔ خان اُٹھ کر آپ کے پاؤں پڑا۔ اور روپوں کا ایک بدرہ اور نفیس اور باریک جامہ آپ کی نذر کیا۔ آپ دو تو چیزیں لیکر باہر نکلے۔ نقدی کا کچھ حصہ آپ نے خان کے دربانوں اور حاجیوں کو بطور انعام دیا۔ اور باقی لیکر سرائے میں آئے۔ اسی اثنائے سفر میں امروہہ کے قریب مردان غیب شیخ زادہ کو اُٹھا کر لے گئے۔ اور پھر آپ کا نشان نہ ملا۔

{نکتہ۔ دربیان فضائل صلاحیت و کرامات دختران شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز}

میں نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے۔ کہ شیخ شیوخ العالم

کی تین بیٹیاں تھیں۔ سب سے بڑی بی بی مستورہ تھیں جو آخری دم تک پردہ صلاح۔ پاکدامنی اور کرامت میں رہیں۔ دوسری بی بی شریفہ جو شرف طاعت و عبادت سے مشرف تھیں۔ آپ آغاز جوانی ہی میں بیوہ ہوگئی تھیں پھر مرتے دم تک آپ نے شادی نہ کی۔ جونہی کہ آپ بیوہ ہوئیں اس قدر یاد الٰہی میں مشغول ہوئیں۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر مشائخ کی خلافت اور سجادہ عورتوں کے لئے جائز ہوتا تو میں بی بی شریفہ کو دیتا۔ اور اگر عورتیں بی بی شریفہ کی طرح ہوتیں۔ تو انہیں مردوں پر فضیلت دی جاتی۔ شیخ سعدی نے کیا اچھا فرمایا ہے ؎

در سرا پردۂ عصمت بعبادت مشغول　　نام در عالم و خود کنف ستر خدائے

تیسری بی بی فاطمہ جو مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی منکوحہ تھیں۔ جب مولانا بدرالدین اسحاق کا وصال اجودھن میں ہوا۔ اور آپ کے چھوٹے چھوٹے فرزند باقی رہ گئے۔ تو سلطان المشائخ ان کی تربیت کے لئے سخت متفکر ہوئے۔ کیونکہ آپ کو مولانا بدرالدین سے کمال محبت تھی جیسا کہ مولانا بدرالدین کے حال میں بیان ہوچکا ہے سلطان المشائخ اسی فکر میں تھے کہ کہیں سے کچھ خرچ مل جائے۔ تو بی بی فاطمہ کو معہ فرزندوں کے اجودھن سے دہلی لے چلیں تاکہ مولانا بدرالدین کی محبت کا حق ادا ہو۔ اس بارے میں جب میرے دادا جان سید محمد کرمانی سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا۔ کہ ہم میں سے ہر ایک کے ذمے خدمت لازم ہے۔ کیونکہ ہم سب کی مدد انہوں نے کی ہے ابھی یہی مشورہ کر رہے تھے کہ ایک شخص ملتانی سوداگر سلطان المشائخ کا ہمسایہ سلطان المشائخ کی خدمت میں دو اشرفیاں بطور نذر لایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک اشرفی آپ (سید محمد کرمانیؒ) اپنے خرچ کیلئے رکھیں۔ اور دوسری مولانا بدرالدین کے اہل و عیال کو اجودھن سے شہر میں لانے کے لئے صرف کریں۔ اس واسطے کہ آپ اس خاندان کے محرم ہیں۔ سید محمدؒ نے یہ بات قبول کی اور دوسرے روز اجودھن سے مولانا بدرالدین کے اہل و عیال کو لیکر روانہ ہوئے الغرض جب شہر میں آئے کچھ عرصہ گذر گیا تو تمام خویش و اقارب اور شہر میں یہ گمان ہوگیا۔ کہ شاید سلطان المشائخ بی بی فاطمہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں یہ بات جو کسی طرح بھی سلطان المشائخ کے شایان شان نہ تھی خاص و عام کی زبان زد ہوگئی۔ ایک رات خلوت میں سید محمد کرمانی نے یہ بات سلطان المشائخ کو کہی کہ لوگ بی بی فاطمہ کے بیاہ لانے میں چہ میگوئیاں کر رہے ہیں کہ شاید آپ ان سے نکاح کیا چاہتے ہیں سلطان المشائخ یہ سنتے ہی انگشت بدنداں رہ گئے اور چہرے اور داڑھی پر ہاتھ پھیر کر فرمانے لگے کہ کل ہی میں اجودھن جاؤنگا۔ الغرض جب اجودھن سے واپس آئے تو بی بی فاطمہ کو انتقال کئے ہوئے تیسرا دن ہوچکا تھا۔ اور شیخ نجیب الدین متوکل کے روضہ دروازہ مندہ کے باہر دفن کی جاچکی تھیں۔ اسی روز خلقت بھی موجود تھی۔ اور

اور سلطان المشائخ نے بھی واپس آکر روضہ منورہ کی زیارت کی۔ اور بی بی فاطمہ کے تیسرے میں شامل ہوئے اور بعد ازاں خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ کی پرورش اپنے سامنے رکھ کر کی۔ اور شیخ شیوخ العالم کے مرید خواجہ احمد پشاوری کو ان کا اتالیق مقرر کیا ؎

{نکتہ در بیان فضائل و کرامات نبیرگان شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہم العزیز}

منہم مشائخ طریقت میں سے افضل اولیائے حقیقت میں سے اکرم۔ اپنے درجات کی بلندی۔ مقامات کی وسعت۔ مجاہدات کی شدت اور مجاہدات کے ذوق میں اپنے زمانے کے یکتا و بے ہمتا۔ بذل و ایثار میں لاثانی۔ ظاہری اور باطنی پاکیزگی میں مشائخ وقت میں بے مثل یعنی شیخ علاء الملۃ والدین شیخ بدر الدین سلیمان سولہ سال کی عمر میں شیخ شیوخ العالم کے سجادہ پر بیٹھے۔ اور چون۵۴ سال کماحقہٗ سجادہ نشینی کی۔ چنانچہ آپ کی زندگی ہی میں آپ کی عظمت اور کرامت کا شہرہ جہان بھر میں ہو گیا۔ اور جناب کا اسم مبارک اولیاء میں شمار ہونے لگا۔ چنانچہ اجودھن۔ دیپالپور اور جبالی میں جو کشمیر کی طرف ہے محبت اور عقیدت کی کثرت سے لوگوں نے آپ کے مقبرے اور مقامات بنائے اور روضہ متبرکہ کے نام سے صدقات و ختمات وہاں ہونے لگے ؎

میں (مصنف) نے اپنے والد بزرگوار سید محمد مبارک کرمانی سے سنا ہے جو فرماتے تھے کہ میں اور شیخ علاء الدین دودھ بھائی ہیں انہوں نے میری والدہ کا دودھ پیا ہے اور ہم نے اکٹھے ہی مولانا بدر الدین سے کلام مجید پڑھا ہے۔ چنانچہ اس کا مفصل ذکر مولانا بدر الدین اسحاق کے حال میں بیان ہو چکا ہے ؎

میرے (مصنف کے) والد بزرگوار فرماتے تھے۔ کہ لڑکپن میں ایک روز میں اور شیخ علاؤ الدین شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت شیخ صاحب چارپائی پر بیٹھے تھے۔ اور ہم دونو چارپائی کی پٹی پکڑے کھڑے تھے۔ اس موقع پر شیخ شیوخ العالم پان کھا رہے تھے۔ از راہ شفقت اپنے دہن مبارک سے پان نکال کر کچھ علاء الدین کے منہ میں رکھا۔ اور کچھ میرے منہ میں۔ بعد ازاں وضو کرنے کے لئے چارپائی سے اترے۔ اور کرسی پر بیٹھ گئے عیلے نام ایک درویش خلوت میں آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اور وہ اپنی باری سے اپنے حرم کو بھی بھیجا کرتا تھا۔ غرض دونو میاں بیوی باری باری شیخ صاحب کی خدمت بجا لایا کرتے۔ یہی درویش اس وقت وضو کرا رہا تھا اور مصلےٰ درست کئے ہوئے تھا کہ شیخ شیوخ العالم وضو کر کے اس پر نماز ادا کریں اسی اثناء میں جبکہ شیخ شیوخ العالم وضو میں مشغول تھے شیخ علاء الدین کھیلتا ہوا مصلے پر جا بیٹھا۔ عیلے نے اس کی طرف دیکھ کر دانتوں میں انگلی دبائی۔ اتنے میں شیخ شیوخ العالم نے پہلے

عیسے کی طرف دیکھا اور پھر علاء الدین کو سجادے پر بیٹھا دیکھ کر اور مسکرا کر فرمایا۔ کہ عیسے اسے بیٹھنے بھی دے۔ جناب کی دعا سے دو قرن کے بعد شیخ علاء الدین شیخ شیوخ العالم کے سجادے پر بیٹھے۔ اور ایسے بیٹھے کہ سوائے جمعہ کی نماز کے سجادے پر سے نہ ہلتے خواہ بادشاہ وقت ہی کیوں نہ آئے خلقت کی پرواہ وہ مچھر کے پر کے برابر بھی نہ کیا کرتے۔ اگر کوئی شخص مرید ہونے کے لئے آتا۔ تو اسے شیخ شیوخ العالم کے روضہ متبرکہ کے حوالے کرتے اور فرماتے۔ کہ اسے بابا صاحب کی پائینتی لیجا کر کلاہ پہنا دو۔ آپ صائم الدہر تھے۔ کسی نے آپ کو سوائے عیدین اور ایام تشریق کے دن کے وقت کھانا کھاتے نہیں دیکھا ان پانچ دنوں کے سوا آپ کبھی دن کو افطار نہ کرتے۔ آپ پہر رات گذرے روزہ افطار کرتے۔ آپ کے لئے سیر کے آٹھ پراٹھے پکائے جاتے۔ جن میں سے دو ایک سیر دودھ کے ساتھ تناول فرماتے۔ اس کے علاوہ حلوہ وغیرہ جو کچھ ہوتا۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق لوگوں کو بھجوا دیتے۔ درویشوں کے لئے دو وقت دسترخوان بچھتا۔ جس میں خاص و عام کو نصیب ہوتا۔ اگر آپ خلوت سے نکل کر شیخ شیوخ العالم کے روضہ مبارک میں آتے۔ تو خیرات لینے کی خاطر بہت سے درویش دو رویہ کھڑے ہو جاتے۔ ہر ایک قطار کے شروع سے لیکر آخیر تک سب کو کچھ نقدی عطا کرتے۔ اگر کوئی درویش طمع کر کے ایک دفعہ نقدی لیکر پھر آگے جا کھڑا ہوتا۔ اور لوگ اس کی بابت عرض کرتے کہ یہ پہلے بھی لے چکا ہے۔ تو آپ پہلے کی نسبت اُسے دُگنا دیتے۔ اور یہ اس واسطے کہ کوئی نیکی کا منع کرنے والا نہ بنے۔ نہ ہی ایسے درویش کو آپ جھڑکتے جو لوگ آپ کی خدمت بجا لایا کرتے۔ جو وضو کے لئے پانی لایا کرتے۔ جو کپڑے سیا کرتے اور دھویا کرتے تھے۔ ان لوگوں کو ستانے یا تکلیف پہنچانے کی کسی مخلوق کو جرأت نہ تھی۔ اگر کوئی ان لوگوں کو تکلیف پہنچاتا۔ تو اسے خانقاہ سے نکال دیا جاتا۔ آپ پاکیزگی کے بارے میں اس درجہ کوشش کیا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا کے پوتے شیخ رکن الدین دہلی سے ملتان جا رہے تھے جب شیخ شیوخ العالم کی زیارت سے فارغ ہو کر روضہ متبرکہ سے نکلے۔ اور شیخ علاء الدین سے ملاقات کی۔ اور شیخ صاحب سے مصافحہ اور معانقہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ اور خود ہی شیخ صاحب سے بغلگیر ہو کر فرمایا۔ کہ اللہ تعالے نے آپ کو استقامت بخشی

ہے۔ یہاں سے جانے کو تو جی نہیں چاہتا۔ لیکن چند متعلقین کی محبت لیے جاتی ہے۔ یہ کہہ کر رخصت ہوئے۔ تو آپ نے اُن کے جانے کے بعد کپڑے اتار غسل کیا۔ اور لباس پہن کر سجادے پر گئے۔ یہ بات جب شیخ رکن الدین کو سنائی گئی۔ کہ یہ کس قسم کی بزرگی اور تکبر ہے۔ کہ آپ جیسے پاک اور پاک زادہ کے بغلگیر ہونے سے انھوں نے غسل کیا اور لباس تبدیل کیا۔ تو شیخ رکن الدین نے فرمایا کہ تمہیں مولانا علاء الدین کی قدر معلوم نہیں۔ انہیں یہ بات زیبا ہے کیونکہ ہم سے دُنیا کی بُو آتی ہے۔ اور وہ اس بات سے بری ہیں۔ اور اس سے قطع تعلق کر کے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص ظالموں کے ہاتھ سے تنگ آکر روضہ متبرکہ کے جماعت خانہ میں پناہ لیتا۔ تو آپ کے ڈر کے مارے کسی کی مجال نہ تھی کہ مظلوم کو زور و تعدی سے لیجائے۔ خواہ بادشاہ وقت ہی کیوں نہ ہو۔ جب آپ کا وصال ہوا۔ تو شیخ شیوخ العالم کے روضہ متبرکہ میں جگہ ملی اور وہاں سلطان محمد تغلق نے جو آپ کا مرید اور معتقد تھا۔ عمارت بنوائی ÷

شیخ علاء الدین کے دو بیٹے صاحب عظمت و کرامت باقی رہے۔ ایک شیخ زادہ بڑا جو علم و کرامت اور وجاہت میں مستثنےٰ تھا۔ جو اُس کی پیشانی کو دیکھتا۔ اسے معلوم ہو جاتا کہ یہ کسی کرامت اور بزرگی کے خاندان سے ہے۔ اس کا اسم مبارک معز الحق والدین تھا جس نے مولانا وجیہہ الدین پائلی سے علم حاصل کیا تھا۔ دین و دیانت میں آپ کو بڑا ملکہ تھا۔ اور اپنے والد کی جگہ شیخ شیوخ العالم کے سجادے پر بیٹھا۔ بذل و ایثار کا دروازہ لوگوں کے لئے کھولا۔ کچھ عرصے بعد محمد تغلق نے شہر دہلی میں بلایا۔ اور مناسب تعظیم و تکریم کی اور عرض کی کہ آپ ہی کے روبرو سلطنت کے امور سرانجام ہوا کریں۔ کیونکہ دین اور ملک توام ہیں۔ کچھ عرصے بعد بادشاہ نے آپ کو گجرات بھیجدیا۔ آخرکار وہاں تقدیر الٰہی سے ظالموں اور باغیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ وہ ولایت آپ کے روضہ منورہ کی برکت سے منور ہے۔ اور آپ کی پائنتی کی خاک حاجتمندوں کے درد کی دوا ہے۔ دوسرے شیخ زادہ علی الاطلاق شیخ علم الحق والدین اہل عالم کے مقبول اور تمام اوصاف حمیدہ میں بے نظیر تھے۔ آپ کا ظاہر و باطن آراستہ تھا۔ اور سماع میں کامل ذوق اور گریہ جگر سوز رکھتے تھے آپ کلام ربانی کے حافظ تھے۔ سلطان محمد آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کیا کرتا تھا چنانچہ آپ کو ملک ہندوستان کا شیخ الاسلام قرار دیا۔ اور لاکھوں بندوں کو آپ کے سپرد کیا۔ اس زمانہ کے

تمام مشائخ آپ کے فرمانبردار اور مطیع تھے۔ دین و دنیا میں نہایت مکرم و معظم تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا۔ تو شیخ علاء الدین کے روضہ کے گنبد میں باپ کے پاس ہی دفن کئے گئے۔ ان دونوں بھائیوں کے دو بیٹے رہے۔ شیخ معز الدین رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا شیخ زادہ معظم افضل الدین فضیل جو آجکل اپنے آباو اجداد کی جگہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے سجادہ نشین ہیں۔ اور پرانے طریق کے مطابق سجادہ نشینی کے کاروبار سرانجام دیتے ہیں۔ آپ کثرت یاد الٰہی اور ترک و تجرید میں حد درجے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ہر دلعزیز ہیں۔ بذل و ایثار کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ اس خاندانی کرامت کے معتقد و امید کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ اس شیخ زادہ عالم کو سجادہ کرامت پر استقامت بخشے۔ شیخ شیوخ الاسلام علم الحق والدین جو نہایت خوبصورت اور خوش خصال۔ علوم دینی مستحضر شیخ زادہ راسین مظہر الحق والدین ہیں آپ کو سلطان محمد تغلق کی شیخ الاسلامی کا شغل باپ کے بعد بڑے اعزاز و اکرام سے سپرد ہوا۔ اور آجتک ویسے ہی معظم و مکرم ہیں اور دینی و دنیاوی امور کے سرانجام میں اپنا وقت عزیز بڑی خوش اسلوبی سے صرف کرتے ہیں *

منہم۔ شیخ زادہ باذل وایثار مروت۔ مردمی اور دوستی میں مشہور یعنی شیخ زادہ عالم خواجہ عزیز الملۃ والدین خواجہ یعقوب مستجاب الدعوات اور صاحب فتوح ہو گذرے ہیں۔ دیوگیر اور تلنگ کی ولائتیں تمام آپ کی معتقد ہیں۔ میں (مصنف) نے اس بزرگ زادہ کی زیارت دیوگیر میں کی تھی۔ خوش شکل اور بارعب آدمی تھے۔ آپ کے حقیقی بھائی خواجہ قاضی نہایت خوش خلق اور سادہ باطن مرد تھے۔ یہ دونو بھائی سلطان المشائخ کے پاس بہت عرصے سے اور اسی بارگاہ سے انہوں نے پرورش پائی۔ شیخ زادہ عزیز الدین نے دیوگیر ہی میں شہادت پائی۔ اور آپ کا مدفن بھی وہیں ہے۔ اور خواجہ قاضی کو سلطان المشائخ کے روضہ منورہ میں جگہ ملی *

منہم۔ طریقت کے کمال حقیقت کے جمال یعنی شیخ زادہ کمال الحق والدین ابن شیخ زادہ بایزید ابن شیخ زادہ نصر اللہ تکلف کے لباس سے بالکل عاری تھے۔ آپ بذل و ایثار میں بے نظیر تھے۔ اور روٹیاں پکا کر لوگوں کو تقسیم کیا کرتے تھے۔ لذیذ کھانوں سے پرہیز کرتے۔ اور اگر سفر کا ارادہ کرتے۔ تو پکی ہوئی روٹیوں کے ڈولے بھرے ہوئے ساتھ رہتے آپ سلطان محمد تغلق کے عہد میں جائے سکونت دیار سے دہلی میں آئے۔ میں آپ کی

خدمت میں ان حقوق کو مدنظر رکھ کر جو اس خاندان کے میرے آباؤ اجداد پر تھے حاضر ہوا۔ اس وقت آپ حجرے کے اندر چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب مجھے دیکھا۔ تو ہاتھ پر دیگچہ رکھے ہوئے اندر سے نکلے۔ اور خادم مٹی کا ایک تھال آپ کے پاس لایا۔ خود دست مبارک سے اس دیگچہ میں سے ہریسہ نکالا۔ اور بجائے گھی کے اس پر تلوں کا تیل ڈالا۔ اور تھوڑا سا حلوہ بھی اس پر رکھ کر فرمایا۔ کہ بڑی خوشی سے کھاؤ۔ کیونکہ میں نے بہت دفعہ آپ کی دادی کی پکائی ہوئی روٹیاں کھائی ہیں۔ مجھے اس ہریسہ کے کھانے سے کمال درجہ کی لذت حاصل ہوئی۔ یہ صاحب کرامت شیخ زادے ابتداء میں سلطان المشائخ کے باورچی خانے میں دیگ صاف کرنے پر مامور تھے۔ یہ تمام نعمت و کرامت اسی کی برکت سے نصیب ہوئی۔ جب شیخ زادہ کمال الدین اور عزیزالدین نے سفر کے ارادے سے سلطان المشائخ سے رخصت مانگی۔ تو آپ نے وداع کے وقت ایک ایک جلالی (سکہ) عنایت کیا۔ کمال الدین کو مالوہ اور عزیزالدین دیوگیر جانے کا حکم ہوا۔ جب باہر نکلے۔ تو عزیزالدین نے کہا۔ کہ اس ایک جلالی سے کیا کچھ کریںگے۔ کمال الدین نے کہا۔ یہ جلالی نہیں بلکہ ایک جلال ہے۔ یعنی سلطان المشائخ نے ہمیں بزرگی عطاء فرمائی ہے۔ الغرض آخر عمر تک یہ دونو شہزادے خوشی سے زندگی بسر کرتے رہے۔ شیخ کمال الدین کا روضہ متبرکہ تمام دردوں کی دوا اور حاجت روائے خلق ہے ✦

منہم صورت و سیرت میں اپنے اسلاف کے مشابہ یعنی خواجہ عزیز الملۃ والدین ابن خواجہ ابراہیم ابن خواجہ نظام الدین کی والدہ میری (مصنف) پھوپھی تھیں۔ میرا اور اکثر مریدوں کا جنہوں نے آپ کو دیکھا تھا یہ گمان ہے۔ کہ آپ سے کبیرہ تو درکنار کوئی صغیرہ گناہ بھی ظہور میں نہیں آیا۔ آپ کا باطن معمور اور ظاہر خوش اخلاقی سے آراستہ تھا۔ آپ کا باطن ذکر الٰہی اور مراقبہ سے منور تھا۔ یہ تمام برکات اس واسطے حاصل تھیں۔ کہ آپ نے سلطان المشائخ کی نظر میں پرورش پائی تھی۔ دسترخوان کے وقت آپ ہمیشہ حاضر ہوتے۔ اگر کسی وقت خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ جو دسترخوان پر دعا پڑھا کرتے تھے حاضر نہ ہوتے تو آپ ہی اُن کی بجائے یہ کام سرانجام دیا کرتے اور جب آپ دُعا پڑھنے میں مشغول ہوتے۔ تو سلطان المشائخ رحمت ہو۔ رحمت ہو۔ فرماتے یہ رحمت خاص آپ ہی کا حصہ تھی۔ آپ نے سلطان المشائخ کو مشغولی اور عالم مشاہدہ میں

پایا تھا جیسا کہ مثنوی والے نکتے میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں قصبہ کھریہ میں اپنے بھانجے کی شادی کے لئے گیا۔ جب وہاں سے آیا۔ تو پہلے سلطان المشائخ کی قدمبوسی کی آنجناب نے ازراہِ مرحمت و شفقت مجھ سے پوچھا۔ کہ شادی کا کام بخوبی سرانجام ہو گیا ہے۔ جب میں نے عرض کیا۔ تو مسکرا کر پوچھا۔ کہ اپنی والدہ سے بھی ملے ہو؟ میں نے عرض کی نہیں۔ پہلے جناب کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا ہے۔ دعائے خیر کے بعد آنجناب نے فرمایا۔ کہ جاؤ یہ سعادت بھی حاصل کر لو۔ آخر کار آپ چند روز بیمار رہ کر اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ اثنائے مرض الموت میں آپ کے لب تلاوت قرآنی سے ایک لحظہ بھی نہ ٹھہرے۔ آپ کا روضہ منبر کہ سلطان المشائخ کی پائینتی کی طرف ہے۔

نکتہ در بیان فضائل مناقب و بزرگی و کرامات نبیرگان
حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز

منہم شیخ شیوخ العالم کے دہتوں کے سر دفتر شیخ زادہ معظم و مکرم خواجہ محمد ابن مولانا بدر الدین اسحاق آپ تمام اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ آپ علوم دینی۔ پرہیزگاری۔ لطافت طبیعت کی موزونی ذوق سماع۔ گریہ جگر سوز۔ بذل اور ایثار میں مشہور و مذکور تھے۔ لڑکپن سے لیکر بڑی عمر تک سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں پرورش پائی۔ کلام ربانی کے حافظ ہوئے۔ وافر علم اور کامل عشق حاصل کیا۔ چنانچہ سلطان المشائخ کی زندگی ہی میں آنجناب کے خلیفہ بنے۔ اور آنجناب کی زندگی میں آپ نے لوگوں کو بیعت کرنا شروع کر دیا۔ آپ سلطان المشائخ کی امامت سے مخصوص تھے۔ چنانچہ آج تک آپ کو خواجہ امام کہتے ہیں۔ آپ کی امامت میں سلطان المشائخ کو رقت اور ذوق حاصل ہوتا۔ امامت کے بعد خاص لباس سے مخصوص ہوتے اور مجلسوں میں سلطان المشائخ کے پاس ان سے بڑھ کر اور کوئی نہ بیٹھتا۔ رقص میں آپ ہی سلطان المشائخ سے موافقت کرتے۔ دہتوں اور اعلیٰ یاروں میں سے کسی کی یہ جرأت نہ ہوا کرتی۔ آپ نے سلطان المشائخ کے جان بخش ملفوظات کی ایک کتاب بنام انوار المجالس لکھی ہے۔ آپ کی عمر کا زیادہ حصہ عبادت الٰہی اور ذوق سماع میں گذرا۔ آپ کی خدمت میں فارسی ہندی قوال حاضر رہتے۔ علم موسیقی میں آپ کو خاص مہارت تھی۔ اس علم کے رموز و اشارات نغمات میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ میں (مصنف نے) آپ کو سماع اور غیر سماع دونو حالتوں میں دیکھا ہے۔ آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے کبھی خشک نہ دیکھیں۔ سماع کے وقت آپ کا گریہ

نعرہ اہل دل لوگوں کے جگروں کے پار ہوتا تھا۔ ایک دفعہ سلطان المشائخ کو شیخ ابو بکر طوسی کی خانقاہ میں جو کہ اندرپت کے گرد و نواح میں ہے۔ بلایا گیا۔ اس مجلس میں صاحب نعمت درویش حاضر تھے۔ بہتیرا سماع کہتے رہے لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ سماع بند کر دو۔ اور بزرگوں کی حکایتوں میں مشغول ہوئے۔ تو اسی اثناء میں ذوق پیدا ہوا۔ اتنے میں شیخ علی زنبیلی نے شیخ نظام الدین پانی پتی کی طرف جو کہ شیخ بدر الدین غزنوی کے خلیفہ تھے۔ دیکھا۔ عمدہ منظر وافر حال اور خوش الحان تھا۔ اسے کہا ہم تم سے کچھ سننا چاہتے ہیں۔ الغرض شیخ نظام الدین پانی پتی بجائے قوالوں کے مجلس میں بیٹھے۔ چونکہ وہ اکیلے تھے۔ اس لئے سلطان المشائخ نے خواجہ محمد کی طرف اشارہ کیا۔ کہ تم اس کی مدد کرو۔ خواجہ محمد اپنی جگہ سے اٹھ کر شیخ نظام الدین پانی پتی کے برابر آبیٹھے۔ ان دونو بزرگوں نے پہلے ایک غزل شروع کی بعد ازاں خوش الحانی سے گانا شروع کیا۔ جب اس شعر پر پہنچے ؎

ہر بیخودی کہ می‌بینی ہمہ شب است ازمن ہمہ در گذار نا روز

سلطان المشائخ پر حالت طاری ہوئی۔ اور تمام حاضرین پر اس کا اثر ہوا۔ الغرض باوجود ان فضائل آپ کی طبیعت نہایت حلیم اور منکسر واقع ہوتی تھی۔ چونکہ آپ درگاہ الہٰی کے مقبول تھے۔ اس لئے آپ کی تمام حرکات و سکنات پسند ہر خاص و عام تھیں۔ علم حکمت میں آپ کو کامل دسترس تھی ؎

بعلم حکمت جائے رسیدہ کہ زرشک میان گور کند شور بو علی سینا

منہم۔ علم میں مشہور علم میں شہرۂ آفاق۔ زہد و تقوے سے موصوف یعنی خواجہ موسیٰ ابن مولانا بدر الدین اسحاق جو خواجہ محمد امام کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ نے بھی سلطان المشائخ کی خدمت میں پرورش پائی تھی۔ اور تمام علوم میں کمال حاصل کیا تھا۔ اور علاوہ علوم کے مختلف فنون میں ماہر تھے۔ علم اصول فقہ آپ نے بہت جلدی مولانا وجیہہ الدین پائلی سے حاصل کیا۔ آپ کلام ربانی کے حافظ تھے۔ بات کی تحقیق کی نہایت کوشش کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت نہایت فیاض اور لطیف تھی۔ عربی۔ فارسی نظم میں کامل تھے۔ آپ کی غزل پرسوز ہوا کرتی تھی علم موسیقی کے ماہر آپ کے نغمات سے دلربائی کا لطف اٹھایا کرتے۔ غرضیکہ تمام علوم میں آپ کو دسترس تھی۔ علم حکمت میں آپ کو خاص کمال حاصل تھا۔ اس میں آپ نے بہت سے تجربے کئے۔ خواجہ محمد کی غیر حاضری میں آپ ہی سلطان المشائخ کے امام بنا کرتے تھے۔ اور

نہایت خوش الحانی سے پڑھتے ۔ اور سلطان المشائخ سے خلعت فاخرہ حاصل کرتے ۔ آخر کار دونو بزرگوں اور بزرگ زادوں کو سلطان المشائخ کے روضہ متبرکہ میں جگہ ملی ✦

منہم ۔ شیخ زادہ دلکشاے والیٔ ولایات والا یعنی خواجہ عزیز الملتہ والدین صوفی جن کی والدہ بزرگوار شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی بیٹی بی بی مستورہ تھیں ۔ آپ میں فضائل اور معانی اور لطائف بے شمار تھے ۔ آپ نے سلطان المشائخ کے روح افزا ملفوظات کو کتاب کی صورت میں لکھ کر اس کا نام تحفۃ الابرار کرامت الاخیار رکھا ہے ۔ اس کتاب کا بہت سا حصہ سلطان المشائخ نے بچشم خود دیکھا ہے ۔ ایک دفعہ دستر خوان پر مولانا وجیہ الدین پائلی آپ سے اوپر بیٹھے ۔ تو سلطان المشائخ نے دیکھ کر فرمایا ۔ کہ مولانا! جس طرح میں نہیں چاہتا کہ کوئی بالوں والا مسنڈے سے اونچا نہ بیٹھے ۔ اسی طرح یہ بھی چاہتا ہوں کہ کوئی شخص میرے مخدوم زادوں سے اونچا نہ بیٹھے ۔ خواہ وہ بالوں والے ہی کیوں نہ ہوں ۔ مولانا وجیہ الدین کو معلوم نہ تھا ۔ کہ شیخ عزیز الدین شیخ شیوخ العالم کے دہتے ہیں ۔ چونکہ بالوں والے تھے اس نے خیال کیا ۔ کہ شاید کوئی اور ہے ۔ فی الفور مولانا اُٹھ کر سر بسجود ہوئے اور معافی مانگی ۔ کہ مجھے معلوم نہ تھا ۔ کہ یہ شیخ زادۂ عالم ہیں ۔ نہیں تو میں ہرگز ایسی دلیری نہ کرتا ۔ آپ نے سلطان المشائخ کے فرمان کے مطابق قاضی محی الدین کاشانی سے علم حاصل کیا ۔ اور خوش خطی میں خصوصاً خفی قلم میں تو اپنی نظیر آپ ہی تھے ۔ ایک دفعہ آپ میرے (مصنّف) گھر تشریف لائے اور اس عاجز کو یہ شرف بخشا ۔ فوائد بیان کرتے وقت میری طرف مخاطب ہو کر حسب ذیل شعر پڑھا ؎

گروقت خوشت ہست غنیمت میدار   کاں را چونماز ہا قضا نتواں کرد

آپ کے ایک خلف الرشید جو صورت و سیرت میں اپنے اسلاف کی طرح تھے یعنی شیخ زادہ معظم قطب الملتہ والدین حسن (اللہ تعالےٰ آپ کے دینی امور کو نیک کرے اور مردانِ خدا کے درجے پر پہنچائے) رہ گئے ۔ جو زہد ۔ پرہیز گاری ۔ طاعت ۔ بذل اور ایثار میں اپنے ہمسروں سے فائق تھے ۔ اور شیخ نصیر الدین محمود کی خلافت سے مشرف ہوئے ۔ آپ کے پاس شیخ نصیر الدین محمود کے ہاتھ کا لکھا ہوا اجازت و خلافت نامہ موجود ہے ۔ آپ سے لوگوں کے دلوں کو آسائش پہنچتی ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو طریقت کی راہ پر استقامت بخشے ✦

منہم۔ شیخ زادہ باصفا اور آئینہ محبت و صفا یعنی شیخ عزیز الدین کے چھوٹے بھائی شیخ کبیر الملۃ والدین کا مقام رہائش جنہوں نے جوانی سے لیکر مرتے دم تک حضرت سلطان المشائخ کی نظروں میں تربیت پائی۔ اپسے خانقاہ کی دیوار میں مقرر ہوا۔ اگر آپ کسی وقت دستر خوان پر موجود نہ ہوتے۔ تو سحری کا کھانا پکانے والا عبدالرحیم سلطان المشائخ کے حکم کے مطابق آپ کا حصہ آپ کے مکان پر بھجوا دیتا۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ ایک شخص چند ایک کیک لایا سلطان المشائخ نے اقبال نام خادم کو بلا کر فرمایا۔ کہ ان روٹیوں کو تقسیم کر دو۔ اس نے حاضرین میں تقسیم کر دیں۔ آپ نے اپنا حصہ بچا رکھا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ کھالو۔ جیسا کہ آپ کا خیال ہے اس روٹی میں خمیر کے لئے کوئی چیز نہیں سلطان المشائخ نے تین مرتبہ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اگر کوئی صوفی زاہد اور متقی ہے۔ تو مخدوم زادہ کبیر الدین ہے۔ آپ نے اپنے بڑے بھائی عزیز الدین کی صحبت کو ترک کر دیا تھا۔ اور مقام مقررہ میں اپنی عمر گزار دی تھی۔ جب آپ کا وصال ہوا۔ تو آپ کو یاروں کے چبوترہ میں دفن کیا گیا۔

نکتہ دربیان فضائل ومناقب دیزرگی اقربائے
سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز

منہم۔ مکارم اخلاق سے موصوف اور سلطان المشائخ کی قربت وشفقت سے مخصوص ومعروف یعنی خواجہ رفیع الملۃ والدین ہارون جو سلطان المشائخ کے حقیقی بھانجے کے بیٹے تھے آپ نے لڑکپن سے لیکر بڑی عمر تک سلطان المشائخ کی نظروں میں تربیت پائی سلطان المشائخ کی شفقت سے ہی آپ کلام ربانی کے حافظ ہوئے۔ سبحان اللہ! سلطان المشائخ آپ پر کس درجہ کی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ اگر خاص دستر خوان کے وقت آپ موجود نہ ہوتے تو باوجود کئی بزرگوں کی موجودگی کے آپ کا انتظار کیا جاتا۔ فتوحات اور تحائف سے آپ کو کافی سے زیادہ حصہ ملتا۔ تمام اقربا سے آپ کو افضل سمجھا جاتا۔ آپ کی پرورش سلطان المشائخ کی گود میں فرزندوں کی طرح ہوئی۔ آپ سے ہنس ہنس کر کلام کی جاتی۔ اور اکثر اوقات آپ سلطان المشائخ کے روبرو رہتے۔ آپ سلطان المشائخ کی زندگی ہی میں گھر اور روضہ کے متولی ہوئے۔ آپ کو تیر وکمان۔ سیاحت اور کشتی کا بہت شوق تھا۔ سلطان المشائخ ازروئے شفقت اسی بارے میں آپ کو ترغیب دیا کرتے اور ان ہنروں

کی بابت جو کہ شرعاً جائز ہیں۔ پوچھا کرتے تاکہ ان کی باریکیاں خود سمجھا کرتے تاکہ اس بزرگ زادے کی طبیعت خوش رہے۔ اللہ تعالٰے آپ کو جادہ طریقت پر استقامت بخشے۔ اور اصحاب روضہ پر مقیم رکھے۔ آمین!

منہم۔ علم سے موصوف حلم سے منسوب۔ فرشتہ صفت۔ پسندیدہ ذات یعنی خواجہ تقی الملتہ والدین نوح جو حضرت سلطان المشائخ کی قرابت سے مخصوص اور خواجہ رفیع الدین ہارون کے چھوٹے بھائی تھے۔ سلطان المشائخ کی نظر خاص سے مخصوص تھے۔ آغاز جوانی ہی میں بزرگوں کے اوصاف سے متصف تھے۔ میری (مصنف کی) کیا ہستی ہے۔ کہ آپ کے مناقب و فضائل لکھوں۔ جبکہ خود سلطان المشائخ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ یارو! اسے عزیز سمجھو۔ یہ نیک مرد ہے۔ قرآن شریف کا حافظ ہے۔ ہر جمعرات کو ختم کرتا ہے۔ اور علم کا بڑا حریص ہے۔ اور اسے بہت کچھ حاصل ہو چکا ہے۔ کسی سے اسے سروکار نہیں۔ نہ دوست سے نہ دشمن سے۔ نہایت صالح مرد ہے۔ حتیٰ کہ ایک روز میں نے اس سے پوچھا۔ کہ اس قدر عبادت جو کرتے ہو۔ اس سے تمہاری غرض کیا ہے؟ تو کہنے لگا کہ آپ کی زندگی۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ یہ بات اسے کس نے سکھا دی۔ یہ بات اس کی نیک بختی کی دلیل ہے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ جب سلطان المشائخ بیمار ہوئے۔ تو خواجہ نوح کو پاس بلا کر چند ایک عزیزوں کے روبرو خلافت عطا فرمائی۔ اور فرمایا۔ کہ جو کچھ تمہیں ملے اسے خرچ کر دینا۔ اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھنا۔ اگر تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو غمگین نہ ہونا۔ کیونکہ اللہ تو دیگا۔ کسی کی برائی میں نہ ہونا۔ اور نہ اللہ تعالٰے سے کسی کے حق میں برائی کی دعا کرنا جفا کو عطا سے بدل کرنا۔ گاؤں یا وظیفہ بادشاہوں یا حاکموں کی طرف سے قبول نہ کرنا۔ کیونکہ درویش کو ایسا کرنا جائز نہیں۔ اگر تم مندرجہ بالا نصیحتوں پر کاربند رہوگے۔ تو بادشاہ تمہارے دروازے پر آئینگے۔ لیکن خواجہ نوح سلطان المشائخ کی زندگی میں اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ مرض موت مرض دق تھی۔ سلطان المشائخ کے روضہ میں یاروں کے چبوترہ میں مدفون ہوئے۔

منہم۔ زاہد یگانہ۔ عابد زمانہ۔ مخصوص حق۔ اختصاص مطلق سے مشرف یعنی خواجہ ابوبکر مصلے دار خاص۔ جو خلا و ملا میں سلطان المشائخ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ باوجود

اس قدر خدمت کے آپ ہمیشہ روزے سے ہوتے۔ بلکہ کئی کئی دن تک افطار نہ کرتے۔ چنانچہ آپ کا شکم مبارک پشت سے جا ملتا۔ یادِ حق اور مجاہدہ میں ازحد کوشش کرتے۔ جمعہ کے روز سلطان المشائخ کا مصلٰے صبح کی نماز کے بعد کیلو کھری کی جامع مسجد میں لیجایا کرتے۔ سلطان المشائخ فرمایا کرتے تھے۔ کہ خواجہ ابوبکر میرے مصلٰے کو جامع مسجد میں لے گئے ہیں۔ اور یادِ الٰہی میں مشغول ہیں۔ سماع میں آپ کو غایت درجے کا ذوق اور حظ حاصل ہوا کرتا تھا۔ کئی دفعہ آپ سماع میں دستار و پیرہن قوال کو دیتے اور چادر کندھے پر ڈال لیتے۔ اللہ اللہ وہ چادر رقص میں کیسی زیب دیتی ہوگی۔ آپ سماع کے وقت دِل دوز اور جگر سوز نعرے مارا کرتے اور قوالوں کو پکڑ کر ہلایا کرتے۔ آپ کے ذوق سے حاضرین کو بھی ذوق حاصل ہوتا۔ یہ سب کچھ سلطان المشائخ کی دُعا کی برکت سے تھا۔ کہ اُنہوں نے آپ کو فرمایا تھا۔ کہ حالت سماع میں اہتزاز اور رقص کے وقت میرے پاس ہاکرو۔ سلطان المشائخ کے وصال کے بعد بعض یار وظیفے گاؤں اور زمین میں مشغول ہوئے۔ لیکن آپ نے کسی سے تعلق پیدا نہ کیا۔ بلکہ سلطان المشائخ کی برکت سے بہت سے تابعین کے ساتھ خوشی سے زندگی بسر کی۔ آخر کار چند روز بیمار رہ کر اس دار فانی سے چل دیئے۔ اور سلطان المشائخ کی پائینتی مدفون ہوئے ؎

منہم۔ مولانا قاسم جو سلطان المشائخ کے بھانجے اور خواجہ ابوبکر کے بھتیجے ہیں۔ آپ لطائف التفسیر کے مصنف ہیں۔ اس تفسیر کے دیباچے میں آپ لکھتے ہیں۔ "بندہ امیدوار بحضرت ورحمت پروردگار قاسم بن خواہر زادہ حقیقی السیدالکبین برہان العاشقین نظام الحق والدین طیب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ عرض پرداز ہے کہ اللہ تعالٰی عنایت سابقہ سے اس بیچارے کو عدم کے پردے سے عالم وجود میں لایا۔ اور طرح طرح کی مہربانیوں سے مخصوص کیا۔ ان میں سے بعض ایسی ہیں کہ جو دو نوجہان کی سعادت کا باعث ہیں۔ اور وہ یہ کہ مجھ پر اس سلطان المشائخ قطب الاقطاب کی نظرِ عنایت ہوئی جنہوں نے اپنے باطن سے جو غیب کی کان اور علام لاریب کی جائے قرار ہے۔ اور اپنی زبان مبارک سے جو ناطق بحق ہے۔ دُعائیں عنایت کیں۔ ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جب میری عمر چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی۔ تو میرے والد بزرگوا

(خدا غریق رحمت کرے) مجھے عاشقوں کے سردار اور مشتاقوں کے پیشوا یعنی سلطان المشائخ کی خدمت میں لے گئے۔ تاکہ آنجناب کے حکم سے مکتب میں بھیجیں۔ آنجناب نے از راہ لطف و بندہ نوازی پہلی تختی اپنے قلم مبارک سے جو قلم وحی کی حکایت کرتی ہے اپنے دست مبارک سے جو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک تک پہنچانے والا ہے لکھی۔ مجھے تختی لکھتے وقت کھڑا کیا۔ لیکن میں بیٹھ گیا۔ اقبال نام خادم نے پھر مجھے کھڑا کیا۔ میں پھر بیٹھ گیا۔ اقبال نے پھر اٹھانا چاہا۔ لیکن مخدوم عالمیان اور ملجائے جہانیاں نے فرمایا۔ کہ یہ بیٹھ کر پڑھیگا۔ اسی طرح بیٹھے ہوئے اپنی زبان مبارک سے کمال شفقت کے ساتھ ایک دو دفعہ تلقین فرمایا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اللہ تعالے اس بچے کی عمر دراز کرے۔ اور کمال علم سے مشرف کرے۔ جب میری عمر بارہ سال کی ہوئی۔ تو اللہ تعالے کے فضل و کرم سے قرآن مجید کا حافظ ہوا۔ پھر مجھے اللہ تعالے نے اماموں اور عالموں کے بادشاہ۔ فاضلوں کے شہنشاہ جلال الملۃ والدین (اللہ تعالے آپ کی بزرگی کے نشان کو بلند کرے اور آپ کے جھنڈے کے سائے کو ہمارے نصیب کرے) کی خدمت میں بھیجا۔ اور میں نے علماء کے اس سردار اور اصفیا کے اس زبدہ کی خدمت میں پچاس سال رہ کر شروع سے لیکر اخیر تک تمام علوم کا مطالعہ کیا۔ اور ہدایہ۔ پزودی۔ کشاف۔ مشارق اور مصابیح کے درس کی اجازت حاصل کی۔ بعد ازاں میں نے تفسیروں کا مطالعہ کیا۔ اور خاص طور پر ہر ایک تفسیر کی عبارت لطیف اور معانی اور الفاظ عجیب و غریب پائے۔۔ اس واسطے میں نے اپنی تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا جس میں عجیب و غریب معانی مندرج ہوں۔ اور تمام تفسیروں کے لطائف شامل ہوں۔ اور جس کے مطالعہ سے ہر خاص و عام کو فائدہ پہنچے اور قرآن شریف کے اسرار اور دقائق معلوم ہو جائیں۔ اس تفسیر کا نام میں نے "لطائف تفسیر" رکھا ہے *

منہم۔ زاہدوں کے فخر۔ عابدوں کے جمال جو اپنے زمانے میں علم پرہیزگاری اور ورع میں اپنے نظیر آپ ہی تھے۔ یعنی خواجہ عزیز الملۃ والدین ابن خواجہ ابو بکر مصلے دار خاص جو سلطان المشائخ کی قرابت کے شرف سے مشرف تھے۔ آپ نے سلطان المشائخ کے چند ملفوظات کو کتاب کی صورت میں لکھ کر اس کا نام مجموع الفوائد

رکھا ہے۔ اور اپنا نام عبدالعزیز ابن ابوبکر خواہرزادہ سلطان المشائخ لکھا ہے سبحان اللہ یہ بزرگ طریقت کی راہ پر سالہا سال سے ٹھیک طور پر چلتے ہیں۔ اور آپ نے لڑکپن سے لیکر بڑی عمر تک کبھی تکبیر اولے فوت نہیں ہونے دی مختلف مسجدوں میں پھرتے ہیں۔ جب تک تکبیر تحریمہ نہ ملے نیت نہیں باندھتے۔ جب آپ کا آغاز جوانی ہوا۔ تو علم میں حد درجے کی کوشش کی۔ اور جو کچھ سیکھا۔ اس پر عمل بھی کیا۔ ہر جمعرات کو آپ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں آپ سالہا سال سے پانچوں وقت امامت کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو بیعت کرتے ہیں۔ آنے جانے والوں سے نیکی اور خوش خلقی سے پیش آتے ہیں۔ آپ کی آمدنی مقررہ نہیں۔ نہ کسی سے آمد ورفت کا سلسلہ جاری ہے۔ اپنے کنبے اور تابعین سمیت خوشی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اللہ تعالے نے آپ کو صبر جمیل عطا فرما رکھا ہے۔ ایک دفعہ آپ خواب قیلولہ کے وقت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خادم نے سلطان المشائخ کو آپ کے آنے کی اطلاع دی اور ذکر کیا۔ کہ یہ بزرگ جمعرات کو قرآن مجید ختم کرتا ہے۔ آنجناب نے پوچھا اونچی آواز سے پڑھتا ہے یا دل میں۔ عرض کی دل میں۔ آنجناب کو یہ جواب پسند آیا۔ آپ نے تعریف کی۔ ایک دفعہ خواجہ مبشر کے بیٹے نورالدین آپ کو سلطان المشائخ کی خدمت میں لے گئے۔ اور عرض کی۔ کہ یہ آپ کے مرید ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں میرا مرید ہے۔ اور مجھے اس فرزند پر فخر ہے۔ (اللہ تعالے ان کی عمر دراز کرے۔ اور اس سے مسلمانوں کو مستفید کرے +

[نکستہ در بیان خصائص و مناقب سادات کرام جد و پدر و اعمام کاتب حروف کہ مخصوص بقربت و صحبت و شفقت و مرحمت سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز بودہ اند و اتصال ایشاں بحضرت شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین و بحضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہما العزیز بدرجہ اقصٰے بودہ است]

منہم سید آل رسول فیضل اولاد بتول۔ جگر گوشہ مصطفٰے۔ نور دیدہ مرتضےٰ و زہرا یعنی میرے (مصنف) دادا بزرگوار سید محمد محمود کرمانی جو کرمان کے سیدوں کے سردار تھے۔ آپ کے آبا و اجداد کرمان میں بہت سے دنیاوی اسباب مثلاً گاؤں۔ باغات اور زمین کے مالک تھے آپ کے ایک چچا سید احمد کرمانی ملتان میں ٹکسال کے عہدہ دار تھے۔ الغرض سید محمد کرمانی تجارت کے لئے کرمان سے لاہور آیا کرتے۔ اور جاتی دفعہ اجودھن میں شیخ شیوخ العالم کی قدمبوسی کا

شرف حاصل کیا کرتے ۔ پھر ملتان میں اپنے چچا کے پاس جایا کرتے ۔ اور وہاں سے پھر کرمان آیا کرتے ۔ اس آمدورفت میں شیخ شیوخ العالم کی قدمبوسی کے سبب آپ میں شیخ شیوخ العالم کی محبت جاگزین ہوگئی ۔ حتیٰ کہ آپ آنجناب کے مرید ہوگئے ۔ اور یہ محبت یہاں تک بڑھی ۔ کہ تمام مال و اسباب کرمان میں چھوڑا ۔ اور خود ملتان میں اپنے چچا کے پاس آئے ۔ انہوں نے اپنی لڑکی بڑانی کا نکاح آپ سے کر دیا ۔ اس نسبت سے کہ آپ کو ملتان میں اپنے پاس رکھیں ۔ سید احمد نے بہتیرے دنیاوی اسباب پیش کئے ۔ لیکن دل یاد الٰہی کی طرف مائل تھا چونکہ شیخ شیوخ العالم کی محبت بدرجہ غایت اثر کر گئی ۔ تو ملتان چھوڑنے پر آمادہ ہوئے ۔ سید احمد نے کہا ۔ کہ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کی محبت بھی عزیز ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ ان سے محبت نہیں ہوتی ۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ؎

خار سودائے تو آویختہ در دامن دل حیف باشد کہ باطراف گلستان نگرم

بعد ازاں بی بی بڑانی اور متعلقین کو بھی اجودھن میں لے آئے ۔ اور اختیار سے وطن قدیم کے ملک و املاک کو ترک کیا ۔ اور اجودھن میں فقر و فاقہ پر قناعت کی ۔ اور شیخ شیوخ العالم کی نظر لطف اور شفقت سے مخصوص ہوئے ۔ بی بی بڑانی اور آپ کے متعلقین بھی شیخ شیوخ العالم کے مرید بن گئے ۔ اگر کسی وقت یار شیخ شیوخ العالم کے باورچی خانے کے لئے کریر کے پھول لینے جاتے تو اور بہت سے چن کر لاتے ۔ لیکن آپ تھوڑے لاتے ۔ کیونکہ آپ کے نازک ہاتھ کانٹوں سے زخمی ہو جاتے ۔ جب شیخ شیوخ العالم کو معلوم ہوا ۔ تو آپ نے یہ خدمت معاف کر دی ۔ آپ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں اٹھارہ سال رہے ۔ آپ سلطان المشائخ سے بارہ سال پہلے شیخ شیوخ العالم کے مرید ہوئے ۔ چونکہ سید محمد کرمانی اور سلطان المشائخ دونوں اجودھن میں بطور مسافر تھے ۔ اس لئے دونوں میں بہت محبت تھی جب انکی محبت شیخ شیوخ العالم کو معلوم ہوئی ۔ تو فرمایا ۔ کہ ایک دوسرے کے پاس رہا کرو ۔ تمہارے درمیان رشتہ داری ہوگی ۔ اسی محبت کی وجہ سے سید محمد مع فرزندوں کے سلطان المشائخ کی خدمت میں آئے اور عمر بسر کی ۔

یہ روایت مشہور ہے ۔ کہ ایک دفعہ سید محمد کرمانی سلطان المشائخ سے رنجیدہ خاطر ہوئے اس لئے سید محمد دسترخوان پر حاضر نہیں ہوا کرتے تھے ۔ ایک رات سلطان المشائخ نے خواب میں دیکھا ۔ کہ حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم گنبد میں بیٹھے ہیں ۔ اور سید محمد کرمانی

اس گنبد کے دروازے پر کھڑے ہیں سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے یہ حالت دیکھ کر دل میں خیال کیا۔ کہ سید محمد مجھ سے ناخوش ہیں۔ شاید مجھے گنبد میں جانے دیں یا نہ۔ میں اسی خیال میں تھا کہ سید محمد نے آواز دی کہ مولانا نظام الدین تشریف لائے۔ جب میں آگے بڑھا تو میرا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے۔ اور مجھے آنحضرت کی پابوسی کرائی۔ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مولانا نظام الدین اور محمد تم دونوں ہی ہمارے فرزند ہو۔ جب دن چڑھا تو سلطان المشائخ سید محمد کے گھر تشریف لائے۔ جب سید محمد کو آپ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو فرمایا۔ کہ جب تک انہیں بھیجا نہیں گیا۔ نہیں آئے۔ پھر آپ نے سلطان المشائخ کا استقبال کیا۔ آنگن میں ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے ہوئے ایک دوسرے کے پاؤں پڑے۔ اور پھر بیٹھے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چہ خوش بود دو دلارام دست در گردن | بہم نشستن و حلوائے آشتی خوردن

آخر کار سید محمد چند روز بیمار رہ کر اس ناپائدار دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ کی تاریخ رحلت جمعرات ۷۱۱ھ ہجری ہے۔ اور سلطان المشائخ کے روضہ کے پاس یاروں کے چبوترے میں آپ کا مدفن ہوا۔ آپ نے چار فرزند چھوڑے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ سید نور الدین مبارک۔ سید کمال الدین احمد۔ سید قطب الدین حسین اور سید خاموش۔ اب انکے مناقب تحریر کئے جاتے ہیں۔

منہم سید تارک الدنیا باختیار۔ عام و خاص کے نزدیک نیک اوصاف سے متصف مقبول اولیاء محبوب الاولیاء۔ کھانا کھلاتے میں مشہور حسن کلام میں مذکور یعنی سید السادات نور الملۃ والدین مبارک ابن سید محمد کرمانی جو مجھ حقیر (مصنف) کے بزرگوار تھے۔ اور اپنے باپ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ آپ شیخ شیوخ العالم کی زندگی میں اجودھن میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم مقرر کی گئی۔ اور آپ شیخ شیوخ العالم کے مرید ہوئے۔ سلطان المشائخ آپ کو چھوٹے سید کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ اور بہت سے لوگ بھی آپ کو اسی نام سے بلایا کرتے تھے۔ آپ میں فضائل و لطائف بے شمار تھے۔ آپ نے بہت سے بزرگوں کی ہم نشینی حاصل کی۔ اور ان کے راہ و روش سے بخوبی واقف تھے۔ سبحان اللہ نوے سال کی عمر طویل میں کبھی بھی آپ دنیا کی طرف مائل نہ ہوئے۔ اور نہ ہی اہل دنیا سے زیادہ میل جول کی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی زندگی معہ متعلقین بڑی خوشی سے بسر کی۔ آپ کے نام بیعت اس بات پر صرف ہوتی کہ

مہمانوں کی رعایت کریں۔ اور طرح طرح کے مکلف کھانے انہیں کھلائیں۔ اہل دنیا آپ کے کھانے کی آرزو کیا کرتے تھے۔ علماء اور فقراء سے آپ کی محبت نہایت اعلےٰ درجہ کی تھی۔ آپ اپنی اولاد کو علم سیکھنے۔ درویشوں کی خدمت کرنے اور اہل عشق سے محبت کرنے اور ہمنشینی کرنے کی ترغیب دیا کرتے۔ خاص کر میری تعلیم پر بڑا زور دیا اور میرے استادوں کو بہت سا روپیہ اور مال دیا۔ جیسا کہ مولانا و استادنا فخر الملتہ والدین زرادی کے حال میں جو کہ سلطان المشائخ کے خلیفہ تھے۔ لکھا جا چکا ہے۔ آپ کی عمر سلطان المشائخ کے سامنے گذری۔ آپ خواجہ قطب الدین چشتی کے مرید تھے۔ دو دفعہ چشت میں گئے۔ جب دوسری دفعہ گئے۔ اور کچھ عرصہ خواجہ قطب الدین کی خدمت کی۔ جب خواجہ قطب الدین صاحب کو معلوم ہوا۔ کہ یہ صاحب صرف خواجگان چشت کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ تو اپنی خلافت سے مشرف فرمایا۔ اور خرقہ خلافت اور اجازت نامہ بخش کر وصیت کی۔ کہ با وضو رہنا۔ کھانا اکیلے نہ کھانا۔ پھر بڑی عزت سے آپ کو رخصت کیا اور اپنی خاص سواری کا ایک کیمت نعلی گھوڑا عنایت کیا۔ یہ سب کچھ اس بات کی برکت تھی۔ کہ آپ نے شیخ شیوخ العالم کی نظر مبارک میں تربیت پائی تھی۔ اور شیخ شیوخ العالم نے اپنے دہن مبارک سے پان نکال کر آپ کے منہ میں رکھا تھا۔ آپ نے کلام مجید مولانا بدر الدین اسحاق سے پڑھا تھا۔ جیسا کہ شیخ علاؤالدین کے حال میں تحریر ہو چکا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں چشت سے واپس آیا۔ اور خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ کے عنایت کردہ گھوڑے پر سوار تھا اس گھوڑے کے پاؤں پر خواجہ صاحب کا خاص نشان تھا۔ ان دنوں کافروں کا لشکر دہلی میں سلطان علاؤالدین خلجی کے عہد سلطنت میں شکست کھا کر واپس آ رہا تھا۔ اور ہزاروں کافر گروہ واپس آ رہے تھے۔ جب گھوڑا اور بقچہ جس میں خرقہ خلافت تھا لینا چاہتے۔ تو خواجہ صاحب کے نشان کو دیکھ کر گھوڑے کے پاؤں کو بوسہ دیتے۔ اور کہتے کہ خواجہ صاحب کی برکت سے صحیح و سلامت پہنچ جاؤ گے۔ نیز میرے والد بزرگوار فرماتے تھے۔ کہ خواجہ قطب الدین ابھی بچے ہی تھے۔ کہ آپ کو چشت کے سجادے پر بٹھانا چاہا۔ چشت کے بزرگوں اور دوسرے رشتہ داروں نے کہا کہ ابھی کم سن ہے۔ آپ کے چچا خواجہ علی چشتی دہلی میں رہا کرتے تھے جو سجادہ چشت کے وارث تھے۔ روساء اور فقراء نے کہا۔ کہ ہم انہیں اس بات کی اطلاع دیتے ہیں جس طرح وہ فرمائینگے عمل درآمد کیا جائیگا۔ چنانچہ اس مصلحت سے دو بڑے خلیفوں کو آپ کی طرف دہلی روانہ کیا چنانچہ اس کا کچھ حصہ شیخ بدر الدین سلیمان کے حال میں

تحریر ہو چکا ہے۔ الغرض جب یہ دونوں خلیفے دہلی میں خواجہ علی چشتی کی خدمت میں آئے اور ماجرا بیان کیا۔ تو آپ نے چشت جانے کا ارادہ کیا۔ جب غیاث الدین بلبن نے سنا۔ تو آپ کے پاؤں پڑا اور قسم کھائی۔ کہ اگر آپ کا ارادہ چشت جانے کا ہے۔ تو میں سلطنت چھوڑ آپ کے ہمراہ ہوتا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ آپ بندگانِ خدا کی خدمت کے ذمہ دار ہیں۔ بہت سی خلقت آپ کی حمایت میں ہے۔ اگر آپ چلے آئے۔ تو جہان میں غل مچ جائیگا۔ اور آپ سے مواخذہ ہوگا۔ بادشاہ نے عرض کی۔ کہ جو کچھ ہونا ہے ہونے دیں میں تو آپ کی رکاب سے جُدا نہیں ہونے کا۔ جب خواجہ علی نے بادشاہ کا صدقِ اعتقاد دیکھا۔ تو ضرورتاً خود تو دہلی میں رہے اور اپنے رشتہ داروں اور بزرگانِ چشتیہ کے نام اور ملک شمس الدین کشتہ ملک ہریوہ کے نام جو کہ اس خاندان کا مرید تھا خطوط لکھے۔ کہ جو نعمت مجھے مشائخ چشت والد بزرگوار اور اپنے چچوں سے ملی ہے میں اپنے بھتیجے خواجہ قطب الدین کو بخشتا ہوں۔ اور خواجگانِ چشت کا مقام سجادہ اس کے حوالے کرتا ہوں تمام اسی کے ملتجی ہوں۔ جب یہ دونوں خلیفے چشت میں پہنچے۔ اور خطوط دئے۔ تو رشتہ داروں نے پھر جھگڑنا شروع کیا۔ اسی اثنا میں ملک شمس الدین نے کہا۔ کہ آپ سب اس معزز خاندان سے ہیں۔ میرے دل میں ایک بات آئی ہے اگر مانو تو میں کہوں۔ سب نے متفق ہو کر کہا۔ کہ بہتر کہدو۔ ہم راضی ہیں۔ ملک شمس الدین نے کہا۔ کہ پیرانِ چشت کا عصا اور سجادہ حجرے کے اندر ہے جس کے دروازے پر تم بیٹھے ہو۔ اور حجرے کے دروازے پر تالا لگا ہوا ہے۔ جو صاحب آپ میں سے بغیر چابی ہاتھ لگا کر تالا کھول دے یہ سجادہ اور مقام اسی کا ہوا۔ سب اس بات پر راضی ہو گئے۔ ہر ایک نے ہاتھ لگایا اور کچھ پڑھ کر تالے کو ہلایا لیکن نہ کھُلا۔ جب خواجہ قطب الدین چشتی کی باری آئی۔ تو خادم نے خواجہ صاحب کو بغل میں اُٹھا حجرے کے دروازے پر لے آیا۔ خواجہ صاحب کا ہاتھ لگنا ہی تھا کہ تالا گر پڑا۔ اور دروازہ کھُل گیا۔ چشت اور خراسان میں اس کرامت کا شور مچ گیا۔ پھر خادم آپ کو گود میں اٹھا حجرے کے اندر لے گیا۔ اور سجادے پر بٹھا دیا۔

خواجہ ابی محمد چشتی خواجہ ابی احمد کے بیٹے ہیں۔ آپ نے خلافت اور ارادت کا خرقہ اپنے والد سے حاصل کیا۔ اور چوبیس سال کی عمر میں اپنے باپ کے جادے پر اُن کے فرمان کے مطابق بیٹھے۔ خواجہ ابی یوسف چشتی خواجہ ابو محمد چشتی کے فرزند ہیں۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے تربیت پائی اور انہیں کے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت بھی اپنے باپ ہی سے حاصل کیا۔ حضرت خواجہ

قطب الدین مودود چشتی خواجہ ابی یوسف چشتی کے فرزند ہیں۔ آپ نے ارادت اور خلافت کا خرقہ اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا۔ الغرض خواجہ قطب الدین چشتی کے مناقب اور کرامت حیطۂ تقریر و تحریر سے زیادہ ہیں۔ آجکل خواجہ قطب الدین کے پوتے خواجہ محمد چشتی کے بیٹے خواجہ یوسف سجادہ چشت پر ہیں۔ آپ نہایت باعظمت و کرامت ہیں۔ الغرض جب میرے (مصنف) کے والد بزرگوار اس اعزاز و اکرام سے شہر دہلی میں آئے۔ تو آپ نے آخری عمر تک کسی کو اپنا مرید نہ کیا۔ اور نہ ہی کسی وقت یہ کہا کہ میں خلیفہ ہوں۔ تمام لنگردار مسافروں نے آپ کو چشت میں خواجہ قطب الدین کی خدمت میں دیکھا تھا۔ ان مسافروں میں سے ہر ایک نے دہلی میں کسی لنگر یا گاؤں سے تعلق پیدا کر رکھا تھا۔ لیکن آپ نے سلطان المشائخ کی خدمت پر اکتفا کیا۔ اور آخری عمر تک اسی کو نباہتے رہے۔ اس کتاب میں جو حکایات نقل اور روایات مندرج ہیں۔ ان میں سے اکثر میرے والد بزرگوار سے منقول ہیں۔ کیونکہ آپ اس باعظمت و کرامت خاندان سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ جس شخص کو اس طریقہ کی راہ و روش میں کچھ شبہ ہوتا تو آپ سے پوچھتا۔ آخر آپ نے چند روز بیمار رہ کر جمعرات دس بجے صبح کے قریب ۷۴۹ھ ہجری کو اس دنیا سے کوچ کیا۔ اور سلطان المشائخ کے روضہ کے قریب یاروں کے چبوترہ میں سید محمد کرمانی کے پاس ہی مدفون ہوئے۔ آپ کے تین لڑکے باقی رہے۔ ایک میں (مصنف) دوسرے سید لقمان اور تیسرے سید داؤد۔ میرے نانا صاحب مولانا شمس الدین دامغانی نے سید داؤد کے بارے میں کیا اچھا کہا ہے ؎

میر داؤد گو سلیمانیست　　بردل دوستاں بازجاں نیست

منہم سید باوقار۔ سرور سادات۔ روزگار یعنی۔ سید کمال الدین امیر احمد ابن سید محمد کرمانی جو میرے چچا تھے۔ اور جو بہادری میں حیدر ثانی تھے۔ آپ اعلےٰ درجے کے صادق اور عقلمند تھے۔ درویش اور لشکری آپ کو روپیہ دیا کرتے اور خود بھی صاحب جاگیر اور لشکر تھے۔ لیکن تصوف کے تمام اوصاف سے متصف تھے۔ تمام کام عقل کے مطابق سرانجام کیا کرتے۔ امیر خسرو نے کیا اچھا کہا ہے ؎

کاسے نکر دیحز بکمالات علم و عقل　　گوئی کہ صد عمامہ بزیر کلاہ داشت

آپ کو عجیب قوت حاصل تھی۔ کہ سوائے سچ کے اور کچھ زبان سے نہ نکالتے۔ یہ تمام خوبیاں آپ میں اس واسطے تھیں۔ کہ آپ نے سلطان المشائخ کی خدمت میں پرورش پائی تھی۔ اور آپ کے

والدین آپ سے راضی تھے۔ ہر حالت میں آپ انکی رضامندی میں کوشاں رہتے۔ جو کچھ ملتا آپ
اُن کی خدمت میں لے آتے۔ اور پھر اس کے خرچ کی بابت کبھی نہ پوچھتے۔ کہ آپ نے کہاں
خرچ کیا۔ میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے۔ کہ میرے بھائی امیر احمد ابھی مادر شکم میں
تھے اور میں اپنے والد کے ہمراہ گھر سے نکلکر کہیں جا رہا تھا۔ کہ ایک صاحب نعمت دیوانے نے
آکر کہا۔ کہ سید محمد! تیرے گھر ایک لڑکا ہوگا۔ اس کا نام امیر احمد رکھنا۔ جب گھر پہنچے۔ تو میرے
بھائی تولد ہوئے جن کا نام امیر احمد رکھا۔ ایک دفعہ آپ کو محمد تغلق نے بھاکسی کے جیلخانے
میں قید کر دیا۔ جو دیوگیر کے قریب ہے۔ اس جیلخانے کی بابت مشہور تھا۔ کہ وہاں سے
کوئی قیدی زندہ نہیں نکلا۔ کیونکہ وہاں پر سانپ چیونٹیاں اور بلی کے قد کے سے چوہے
رہتے تھے۔ جب آپ اس جیلخانے میں گئے۔ تو اِن موذیوں نے آپ کو تکلیف نہ پہنچائی
رات کو اللہ تعالےٰ کی عنایت سے خودبخود ان کی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ آپ قیدیوں کو
بُلا کر ٹوٹی ہوئی زنجیریں دکھلاتے اور فرماتے۔ کہ میں نے ان کو نہیں توڑا۔ بلکہ بفضل خدا
خودبخود ٹوٹ رہی ہیں۔ جب چند روز یہی حالت رہی۔ تو بادشاہ کی خدمت میں اس
کی بابت لکھ بھیجا۔ بادشاہ نے آپ کی رہائی کے لئے حکم بھیجا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ اسے
میرے پاس بھیجدو۔ اِن دنوں آپ کی ایک چوٹی تھی اور قبا پہنا کرتے تھے۔ جب بادشاہ
کے روبرو جانے لگے۔ تو چوٹی منوائی۔ اور صوفیانہ لباس میں حاضر خدمت ہوئے بادشاہ
نے پوچھا یہ تو نے کیا کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ ہم میں یہی صرف ظاہری تابعداری رہ
گئی ہے۔ جب میں نے اسے ترک کیا۔ تو اس کی سزا پالی۔ بادشاہ نے کہا۔ تو اس حیلہ
سے ہم سے بھاگنا اور رہائی پانا چاہتا ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں۔ کہ تیرے مشورہ سے
سے سلطنت کے کاروبار کئے جائیں۔ پھر بادشاہ نے آپ کو اسی لباس میں رہنے دیا۔
اور بڑا عہدہ دیکر صلاح و مشورہ آپ پر چھوڑا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ بیمار تھے۔ اور چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ کہ کسی
شخص نے کھڑکی میں سے آپ کو تاکا۔ جب آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ تو
اس نے جواب دیا۔ کہ میں امیر المومنین علی رضؓ ہوں۔ یہ کہہ کر نظر سے غائب ہوئے۔ اسی
وقت آپ تندرست ہو گئے۔ آخر کار لاہور کی چھاؤنی میں یکم جمادی الآخر سنہ ۷۲۸ھ ہجری
کو بواسیر کی بیماری سے اس دنیا سے کوچ کیا۔ وہاں سے آپ کو تابوت میں ڈال دہلی لائے۔

اور سلطان المشائخ کے روضہ کے قریب اپنے والد بزرگوار کے پاس چبوترہ یاراں میں دفن کئے گئے آپ کے دو بیٹے تھے۔ ایک سید السادات منبع سعادات عماد الحق والدین اہبر صالح جو علم ورع اور تقوے میں بے نظیر تھے۔ آپ کا ظاہر جمال نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور باطنی ذکر خفی سے آراستہ تھا۔ دوسرے سید نور الدین اللہ تعالے نے آپ کے دل کو نور معرفت سے منور کرے۔

منہم سید باصفا۔ جگر گوشۂ مصطفٰے۔ حسن وملاحت کی کان۔ لطافت کے سرمایہ۔ ظرافت کی کان دریائے پیغمبری کے موتی۔ حیدری گوہر شب چراغ۔ سید السادات سید المرسلین کے دہنے۔ قطب الحق والدین۔ سید حسین ابن سید محمد کرمانی جو میرے (مصنف) منجھلے چچا تھے۔ آپ علم۔ فضل۔ بذل۔ ایثار ظاہری وباطنی پاکیزگی اور لطافت طبع میں بے نظیر اور لاثانی تھے۔ آپ کی عقل کامل اور دانائی مکمل تھی۔ اس بے وفا دنیا میں آپ نے مجردانہ زندگی بسر کی۔ آپ بیوی کرنے اور تعلقات سے بالکل بری تھے۔ آپ نے دینی علوم مولانا فخر الدین زرادی سے جو سلطان المشائخ کے خلیفہ تھے۔ حاصل کئے۔ آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا تھا۔ جو جس وقت چاہتا آتا۔ کوئی اُسے نہ روکتا۔ کوئی حاجتمند خواہ شہری ہوتا خواہ مسافر بلا دھڑک آپ کے خلوتخانے میں چلا جاتا۔ اور اپنا مطلب حاصل کرکے خوشدل واپس آتا۔ یہ بات کسی اور کو حاصل نہ تھی۔ یہ فضائل اس بات کا نتیجہ تھے۔ کہ آپ نے لڑکپن سے لیکر بڑی عمر تک سلطان المشائخ کی نظروں میں تربیت پائی تھی۔ اور سلطان المشائخ آپ کو اپنا بیٹا پکارا کرتے تھے۔ لوگوں میں بھی یہی مشہور تھا۔ چنانچہ دو غطول کے بادشاہ کریم الدین جو نثر ونظم کے مالک تھے آپ کی مدح میں لکھتے ہیں ؎

صفات ذات وے اندر جہان ہمین بس است ۔۔۔ کہ شیخ خواندش فرزند وخواجہ راز بستہ است

آپ کا جمال باکمال اسقدر تھا۔ کہ جس کی نگاہ آپ پر پڑتی خواہ مغموم ہی ہوتا۔ خوشدل ہوجاتا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

اے روئے تو راحت دل من ۔۔۔ چشم تو چراغ منزل من

؎

اے سید پاک وپاک زادہ ۔۔۔ در عالم حسن داد دادہ
در حسن ولطافت وظرافت ۔۔۔ خوباں ہمہ پیش تو پیادہ
در پیش قد لطافت تو ۔۔۔ سرو چمن است ایستادہ

از روئے تو کافتاب حسن است　　شورلیست دریں جہاں فتادہ
آرسے سر زلف گیسوانت　　بوئے بہ نسیم صبح دادہ

ایک دفعہ سلطان المشائخ کو قبض لاحق ہوئی۔ تو غسل کر کے نئے کپڑے پہنے۔ اور کسی باغ میں جانا چاہا۔ کہ اتنے میں آپ کو بلا بھیجا۔ جب آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو سلطان المشائخ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ مجھے قبض لاحق ہوئی۔ اور میں نے باغ جانا چاہا۔ کہ اتنے میں مجھے قضاء و قدر نے کہا کہ سید حسن کو بلاؤ۔ یہ عام طریقہ تھا۔ کہ ظہر کی نماز کے بعد آپ کو ہر روز سلطان المشائخ کی خدمت میں بلایا جاتا۔ اور آپ کو ہمنشینی۔ ہم کلامی۔ اور اسرار و انوار سے مشرف کیا جاتا۔ اثنائے گفتگو میں بہت سے رموز اور لطائف کا ذکر ہوتا۔ علماء۔ مشائخ۔ امراء خان اور بادشاہ جب سلطان المشائخ کی پا بوسی سے فارغ ہوتے۔ تو آپ کے گھر میں آتے۔ کیونکہ آپ پر سلطان المشائخ کی بڑی عنایت تھی۔ اور آپ کی پیشانی مبارک سے سرداری کی شان ٹپکتی تھی۔ سلطان المشائخ کی نظر کی برکت سے آپ کے چہرہ پر یوسفی جمال عیاں تھا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

دیباچۂ صورت بدیعت　　عنوانِ کمالِ حسن ذاتست

؎

راحت دلہاست دیدن روئے تو　　فرحت جانہاست جانان روئے تو
بند زلفین از دو گیسو باز کن　　تا جہاں خوشبو شود از بوئے تو
گرد کوئیت اہل دل گرداں مدام　　خانۂ اہل دلاں شد کوئے تو

کہتے ہیں کہ لطافت مرد کی کمالیت اس بات میں ہے۔ کہ اسے قبولیت عامہ۔ زیب جامہ اور نوک خامہ حاصل ہو۔ سو تینوں وصف آپ میں پائے جاتے تھے ؎

زیب جامہ چنانکہ سے باید　　نوک خامہ نزا مسلم شد
در لطافت قبول عامہ شدی　　ذات پاکت بدیں مکرم شد

آپ کا لباس عموماً صوفیانہ۔ طرح طرح کی رنگت کا کمخواب چینی باریک ریشم کا ہوتا۔ جس قسم کے کپڑے ہوتے اُسے دوسری دفعہ نہ پہنتے۔ جسے چاہتے عنایت کر دیتے۔ آپ نہایت گرم۔ لطیف اور پرتکلف کھانے یاروں اور عزیزوں کو کھلایا کرتے۔ آپ کا منہ ایک گھڑی بھی پان سے خالی نہ رہتا یعنی متواتر اور لگاتار پان کھاتے

خواہ ایک پان دس ٹنکوں کو ہی کیوں نہ ملتا۔ سلطان المشائخؒ کی وفات کے بعد آنجناب کے خلفاء آپ کی بڑی قدر و منزلت اور عزت کیا کرتے۔ اور پرانی رسم کے مطابق آپ کی زیارت و ملاقات کو آپ کے گھر پر حاضر ہوا کرتے۔ چنانچہ آپ سلطان المشائخؒ کی خدمت میں ان سب کی سفارش کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ سلطان المشائخؒ کے خلفاء کی خلافت کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے۔ آخر کار سلطان محمد کے عہد میں ۷۳۲ھ ہجری کے چھٹے مہینے ایاز ثانی خواجہ جہان احمد نے سلطنت ہندوستان کی وزارت کے عہدے کو رونق بخشی۔ اور دیوگیر کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ خواجہ جہان نے سلطان المشائخؒ کے روبرو اس سید پاک کی قدر و منزلت دیکھی ہوئی تھی۔ اس لئے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا لیکن آپ اس بات کو منظور نہ فرماتے تھے۔ لیکن جب خیال کیا کہ شاید خواجہ جہان مجھے بادشاہ سے کہلوا کر ساتھ نہ لے جائے۔ اس لئے اسے فرمایا۔ کہ میں دو شرطوں سے تمہارے پاس رہ سکتا ہوں۔ اول یہ کہ صوفیوں اور سیدوں کا سا لباس مجھے پہننے دو دوسرے کسی خاص کام پر مجھے نہ لگانا۔ کیونکہ ان دنوں سلطان محمد سادات اور اہل تصوف کو ادھر سے ہٹا کر کسی دنیاوی حکم پر لگا دیا کرتا تھا۔ خواجہ جہان نے یہ دونوں شرطیں منظور کر لیں۔ اور مرتے دم تک ان شرائط کو نباہا۔ گو اس نے آپ کی قدر و منزلت کو بدرجہ غایت برقرار رکھا۔ لیکن جو بات آپ کو سلطان المشائخؒ کی زندگی میں میسر تھی۔ آخری عمر میں فالج کی بیماری میں جو اکثر دوستان خدا کو ہوا کرتی ہے مبتلا ہوئے۔ شیخ نصیر الدین محمود کئی مرتبہ اور خواجہ جہاں مرحوم ایک مرتبہ آپ کی بیمار پرسی کے لئے آپ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ ۱۲ شعبان کی صبح ۷۵۲ھ ہجری کو آپ اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے

سروے ز بوستان معانی فرو شکست بُرجِ ز آسمان معانی خراب شد

منہم سادات کرام کے شرف۔ زبدۂ انام مقبول خاص و عام یعنی سید السادات ینبع البرکات شمس الملۃ والدین۔ سید خاموش ابن سید محمد کرمانی جو میرے (مصنف) چھوٹے چچا تھے۔ آپ علم و فضل اور بذل و لطافت اور عام و خاص کو کھانا کھلانے میں بے مثل زمانہ تھے آپ نے سلطان المشائخؒ کی نظروں میں تربیت پائی تھی۔ اور خلوت میں سلطان المشائخؒ سے خمسہ نظامی پڑھی تھی۔ آپ سلطان المشائخؒ کی نظر خاص سے مخصوص تھے۔ آپ کا جمال

اور آپ کی لطافت بدرجہ غایت تھی ؎

در ذاتِ مبارک تو پیداست ہر جا کہ لطافت است اے جاں
وصفِ تو حد بیانِ من نیست حسنِ تو لیست دلیل و برہاں

جو یار و عزیز شہر سے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ وہ کئی راتیں اس سید پاک کے گھر میں رہتے۔ چنانچہ قاضی محی الدین کاشانی جو آپ کے استاد تھے۔ اور جن سے آپ نے مجمع البحرین اور ہدایہ فقہ پڑھیں۔ مولانا وجیہ الدین ملتانی۔ مولانا بدر الدین یار۔ مولانا شرف الدین یار۔ مولانا شمس الدین یحییٰ اور مولانا حسام الدین شیخ نصیر الدین محمود کے اودھی یار اور مولانا علاؤ الدین نیلی اور دوسرے عزیز آپ کے گھر رہا کرتے۔ ان بزرگوں کی خاطر ہر قسم کا کھانا موجود رہتا۔ اور ان کی خاطر آپ نے قوالوں کو ملازم رکھا تھا۔ جو ہر وقت حاضر خدمت رہتے۔ آپ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا۔ اہل دنیا۔ امرا۔ بادشاہ۔ اہل کتب اور اور شغلوں والے آپ کی لطافت طبع اور نیک چال چلن کی وجہ سے آپ کی محبت کے قیدی تھے۔ مسلمانوں کی مشکلات آپ کے اشارے سے سرانجام ہوتیں۔ دو سو درویش مسافر گودڑی پوش علاوہ یاروں وعزیزوں اور گھر والوں کے آپ کے ہاں روزمرہ کھانا کھایا کرتے۔ ایک دفعہ آپ نے دیوگیر میں رات کے آخری حصے میں مجھے (مصنف) بلایا۔ جب میں حاضر خدمت ہوا۔ تو دیکھا کہ ہاتھ میں تسبیح لئے ہوئے رو بقبلہ بیٹھے ہیں۔ مجھے فرمایا۔ کہ کل شیخ کمال گٹی نے ایک مجلس میں مجھ سے مباحثہ کیا۔ اور اثنائے گفتگو میں اس نے از راہ حسد کہا۔ کہ تو سید نہیں ہے۔ اب میں بھی مشغول ہوں۔ کہ اگر ہمارا نسب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درست ہے۔ تو حق تعالیٰ اس حاسد کو مقہور کرے۔ ہم صبح کی نماز ادا کر رہے تھے۔ کہ کسی نے آ کر کہا۔ کہ شیخ کمال کی گردن میں پگڑی ڈالے ہوئے دو تین آدمیوں کے ہمراہ آپ کے دروازے پر کھڑا ہے۔ جب ہم نے اندر بلایا۔ تو اسی حالت میں یعنی پگڑی گردن میں ڈالے ہوئے اندر آیا۔ اور آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور عرض کرنے لگا۔ کہ کل میری زبان سے ایسا کلمہ نکل گیا۔ جو آپ کی شان کے شایاں نہ تھا۔ اس سے پشیمان ہو کر توبہ کرتا ہوں۔ آپ نے بہت سوچ بچار کے بعد اس کا سر اٹھایا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر تم جلدی معافی نہ مانگتے۔ تو دیکھتے کہ دین اور دنیا میں اس کے پاداش میں تمہیں کیسی سزا ملتی۔ آخر آپ عین جوانی میں اہال

کی بیماری کی وجہ سے اتوار کی رات مہینے کی پچیسویں تاریخ ۷۳۲ھ ہجری کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ اور دیوگیر میں خواجہ خضر کے مقام تلے دفن کئے گئے۔ آپ کا روضہ متبرکہ اس علاقے کے لوگوں کا حاجت روا ہے۔

باب چہارم

دربیان مناقب فضائل و کرامات خلفائے سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز و دربیان یافتن خلافت خلفائے مذکور از حضرت باعظمت سلطان المشائخ طیب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

اس باب میں دس منہم اور پچیس نکات ہیں۔ مصنف کتاب محمد مبارک علوی کرمانی المدعو بہ امیر خورد ناظرین کی خدمت میں التماس کرتا ہے۔ کہ میں نے اپنے والد بزرگوار اور چچوں سے جن کو سلطان المشائخ نے مخصوص کر رکھا تھا۔ سنا ہے۔ کہ جب آخری عمر میں سلطان المشائخ کے وجود مبارک میں مرض کے آثار نمودار ہوئے۔ بعض اعلیٰ یاروں نے جو اس وقت حاضر خدمت تھے۔ اور بعض یار جو آپ کے خدمتگار رہ چکے تھے۔ مثلاً سید السادات سید حسین شیخ نصیر الدین محمود جو ان دنوں سلطان المشائخ کی خدمت میں تھے۔ مولانا فخر الدین زرادی اور قدیمی خدمتگار خواجہ مبشر اور خواجہ اقبال خادم وغیرہ ان سب نے متفق ہو کر غرضیکہ بتیس آدمیوں نے سلطان المشائخ کی خدمت میں خلافت کے لئے امیر خسرو کی وساطت سے عرضیاں بھیجیں جنہیں دیکھ کر سلطان المشائخ ناراض ہوئے۔ پھر ان بتیس میں سے بعض کو منتخب کیا۔ اور پھر ان کی بابت عرضیاں بھیجیں۔ تو ان میں سے مولانا اخی سراج الدین کے بارے میں فرمایا۔ کہ اس کام میں پہلا درجہ علم کا ہے۔ جیسا کہ اس بزرگ کے حالات میں ذکر ہو چکا ہے۔ الغرض جب یہ بزرگ سلطان المشائخ کو پسند آئے۔ تو سید السادات سید حسین کو حکم ہوا۔ کہ ان عزیزوں کے واسطے خلافت نامے لکھیں۔ چنانچہ مولانا فخر الدین زرادی نے جو کمال درجہ کے فصیح و بلیغ تھے مسودہ بنایا۔ اور

السادات سید حسین مرحوم نے اپنے قلم سے لکھا۔ جب خلافت نامے لکھے گئے۔ تو سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ پھر حکم ہوا۔ کہ سید حسین مرحوم خود اپنا کتبہ کریں۔ اس موقعہ پر سلطان المشائخ نے کتبہ مذکور کے لکھنے کا سبب یوں فرمایا۔ کہ جب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی خلافت کے لیے بعض عزیزوں اور یاروں کو منتخب کیا گیا۔ اور مولانا بدرالدین اسحاق کو خلافت ناموں کے لکھنے کا حکم ہوا۔ تو اس موقعہ پر ایک قدیمی یار نے کہا کہ میں نے سالہا سال اس کام میں جان کھپائی ہے۔ اور ان سب عزیزوں سے پہلے کا مرید ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ خلافت مجھے نہیں ملتی۔ اگر شیخ صاحب مجھے خلافت نہ دینگے۔ تو میں بھی ایسا ہی ایک کاغذ لکھ کر کام شروع کردوں گا۔ جب یہ بات شیخ شیوخ العالم نے سنی۔ تو مولانا بدرالدین اسحاق کو حکم ہوا۔ کہ ان خلافت ناموں پر اپنے دستخط کرو۔ تاکہ کوئی لالچی اس کام میں دخل نہ دے سکے۔ بعد ازاں سید حسین نے سلطان المشائخ کے فرمان کے مطابق خلافت ناموں میں یہ عبارت ایزاد کی۔ حررت ھذہ الاسطر بالاشارۃ العالیۃ ادام اللہ علاھا وصانھا عن کل آفۃ وختمھا بخط العبد الضعیف الراجی بالفضل الرحمانی حسین بن محمد بن محمود العلوی الحسینی الکرمانی۔ یہ سطور اشارۂ عالیہ سے لکھی گئیں اللہ تعالیٰ اس کی بزرگی کو ہمیشہ رکھے۔ اور ان اشارات عالیہ کو ہر ایک آفت سے محفوظ رکھے۔ یہ سطور بندۂ ناتوان امیدوار بہ عنایت الٰہی حسین پسر محمد پسر محمود فرزند علی فرزند حسین منسوطن کرمان نے لکھیں۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے اپنے دستخط کئے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو نعمت وصیت سے مکرم فرمایا۔ چنانچہ ہر ایک کے حال میں انشاء اللہ اس کا ذکر کیا جائیگا۔ ان دنوں مولانا شمس الدین یحییٰ اور مولانا علاء الدین نبسلی اودھ کے علاقے میں تھے۔ سو ان دونو کے خلافت نامے مع خلعت خلافت سلطان المشائخ کے فرمان کے مطابق شیخ نصیر الدین محمود کے ہاتھ روانہ کئے۔ کہ یہ اپنی امانت انہیں پہنچا دینا۔

ان خلافت ناموں کی تاریخ نوشت یوں تھی۔ فی الیوم العشرین من ذی الحجۃ سنہ اربع وعشرین وسبعمایۃ ۲۰ ذی الحجہ ۷۲۴ھ ہجری۔ سلطان المشائخ کے وصال کی تاریخ ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ ہجری ہے۔ بعض ان خلافت ناموں کی بابت لکھتے ہیں یا کہتے ہیں کہ جب یہ لکھے گئے۔ اس وقت بہ سبب مرض موت سلطان المشائخ کو ان کی خبر نہ تھی۔ بلکہ ان کا دست مبارک پکڑ کر خود ہی دستخط کئے۔ لیکن دراصل یہ بات نہیں۔ کیونکہ وصال

سے پہلے صرف چالیس روز یہ خلیفہ تحیر رہا۔ لیکن خلافت نامے وصال سے تین مہینے اور تیس دن پہلے لکھے گئے۔ اب ہم خلفائے مذکور کے فضائل و مناقب شروع کرتے ہیں ؛

منہم۔ دریائے علم و زہد کے موتی۔ اہل محبت و کرامت کے پیشوا یعنی مولانا شمس الدین محمد بن یحییٰ (اللہ تعالےٰ آپ کی خوابگاہ کو ٹھنڈا رکھے۔ ؎

دریائے علم و گنج زہادت باتفاق یعنی کہ شمس ملت و دین در علوم طاق

اس بزرگ کے حالات چار نکات پر مشتمل ہیں ؛

نکتہ اول در بیان آوردن ارادت مولانا شمس الدین یحییٰ بحضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز

منقول ہے کہ مولانا شمس الملتہ والدین اور مولانا صدر الدین دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ چھٹی کے دنوں میں غیاث پور کے قریب دریائے جون کے کنارے کپڑے دھونے آیا کرتے تھے۔ آپ نے سلطان المشائخ کی عظمت و کرامت کا شہرہ سُنا ہُوا تھا۔ کہ شہر کے علماء اور امراء آ کر سلطان المشائخ کی قدمبوسی کرتے ہیں۔ شروع میں یہ دونوں بزرگ صوفیوں کے چنداں معتقد نہ تھے۔ اسی واسطے سلطان المشائخ کی زیارت کے لئے نہ آیا کرتے تھے۔ ایک روز حسب معمول غیاث پور کے پاس آئے ہوئے تھے۔ کہ مولانا شمس الدین نے مولانا صدر الدین کو کہا کہ سلطان المشائخ شاہ نظام الدین یہاں رہتے ہیں۔ اور شہر کی تمام خلقت اُن کی معتقد ہے معلوم نہیں ان کا سرمایہ علمی کہاں تک ہے۔ آؤ ان کی خدمت میں چلکر معلوم کریں۔ یہی ہے نہ کہ ہم زیادہ تعظیم و تکریم نہ کرینگے۔ صرف سلام کر کے بیٹھ جائینگے۔ چنانچہ یہ نیت کر کے سلطان المشائخ کی خدمت میں آئے۔ جب ان دونوں بزرگوں کی نگاہ سلطان المشائخ کے جمال مبارک پر پڑی تو اس رعب داب نے جو اللہ تعالےٰ اپنے دوستوں کی پیشانی میں رکھتا ہے ان پر اثر کیا۔ چنانچہ دونو سربسجود ہوئے۔ مصرعہ

سزد خوبانِ عالم را زمین پیشِ تو بوسیدن

؎

آں دل کہ ز دست دیگراں بربودم ہرگز بکسے نہ دادم و ننمودم
جاناں تو بیک نظر چناں بربودی گوئی کہ ہزار سال بے دل بودم

سلطان المشائخ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ ایک گھڑی بعد سلطان المشائخ نے پوچھا کیا شہر میں رہتے ہو؟ عرض کی جناب! شہر میں رہتے ہیں۔ پھر پوچھا۔ کچھ پڑھا کرتے ہو؟ عرض کی۔ کہ مولانا ظہیر الدین بھکری سے بزدوی پڑھا کرتے ہیں سلطان المشائخ نے بزدوی کے اس مقام کا ذکر کیا۔ جہاں پر ان کا سبق تھا۔ اور اس میں کچھ مشکل پیش تھی۔ جو مولانا ظہیر الدین سے حل نہ ہوئی تھی۔ سلطان المشائخ نے وہ مشکل حل کر دی جسے سُن کر وہ دونوں حیران رہ گئے۔ اور آداب بجالائے۔ اور عرض کرنے لگے۔ مخدوم! یہی مشکل تھی جس کی نسبت مولانا ظہیر الدین نے فرمایا تھا۔ کہ میں سوچوں گا۔ سلطان المشائخ مسکرائے اور وہ مشکل حسب منشا حل کر دی۔ رخصت ہوتے وقت سلطان المشائخ نے مولانا شمس الدین کو تہ بند اور مولانا صدر الدین کو پگڑی عنایت کی۔ جب یہ دونو رخصت ہو کر باہر آئے تو آپس میں کہنے لگے۔ کہ شیخ صاحب کی عظمت و کرامت تو سنی تھی لیکن مایہ علمی اب معلوم ہوا۔ جب مولانا ظہیر الدین کی خدمت میں پہنچے۔ تو انھوں نے پوچھا۔ کہ آج خلاف معہود سر پر تہ بند کیا باندھے ہوئے ہو۔ مولانا شمس الدین نے کہا۔ کہ ہم آج سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ کی عظمت و کرامت کا شہرہ تو ہم نے رکھا تھا۔ اب وفور علم اور کرامت کا معائنہ بھی کر لیا۔ یہ تہ بند مجھے عنایت فرمایا۔ اور مولانا صدر الدین کو پگڑی۔ بعد ازاں سلطان المشائخ کی ملاقات کا حال اس پیرائے میں ادا کیا۔ کہ مولانا ظہیر الدین کو بھی قدمبوسی کا شوق ہوا۔ چنانچہ دوسری مرتبہ جب ملاقات کو گئے۔ تو مریدی سے مشرف ہوئے۔ چونکہ مرید صادق تھے۔ اس لئے درجہ خلافت بھی پایا۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

جائے رسید کہ یکساں و مرتبہ   کانجا بحیلہ و فکرتِ انساں نمے رسد

{نکتہ دوم۔ در بیان عظمت روش مولانا شمس الدین یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ}

۰ راہ طریقت کے سالکوں پر واضح رہے۔ کہ مولانا شمس الدین نہایت پاک اور بزرگ تھے۔ آپ نے عمر بھر شادی نہیں کی۔ آپ کا ظاہر و باطن اہل تصوف کے اوصاف سے موصوف تھا۔ آپ تکلفات مراعات سے جیسا کہ خلقت میں ہوا کرتا ہے بالکل عاری تھے۔ اگر کوئی دنیا دار آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ تو آپ گھبرا جاتے۔ کہ اس شخص کی آؤ بھگت کیونکر کریں۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے اپنے فتوح نام خادم کو بلا کر فرماتے۔ کہ تم اس کی تعظیم

و تکریم کرو۔ خادم آنے والے کو اپنے مقام پر لے جاتا۔ کھانا کھلاتا۔ اور تحفہ دیکر اسے رخصت کر دیتا۔ اگر کوئی چیز بطور نذر دیتا یا زکوٰۃ لاتا۔ تو آپ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔ وہی فتوح نام خادم اس نذرانہ کو لیکر آنے جانے والوں کے لئے صرف کرتا۔ آپ کی ذات باکمال عجیب تھی۔ آپ کی پیشانی سے مردانِ خدا کی علامات ظاہر ہوتی تھیں۔ آپ کو دیکھتے ہی دل پر رعب چھا جاتا۔ کہ واقعی یہ مردِ خدا اسلاف کی خصلت کا نمونہ ہے۔ اس زمانے کے تمام علماء اور مشائخ آپ کے مطیع اور معتقد تھے۔ شیخ نصیرالدین نے شروع میں آپ سے کچھ پڑھا۔ پھر مولانا شمس الدین کی خدمت سے استفادہ کیا۔ لیکن اس اثناء میں بھی آپ کی خدمت اور حقوق کو مقدم سمجھا۔ مولانا شمس الدین اعلیٰ یاروں میں سے نہایت مکرم و معظم اور صاحب صدر تھے۔ باوجود اس قدر فضائل اور علوم مرتبہ کے جب سلطان المشائخ کی خدمت سے مشرف ہوئے۔ تو جو شخص آپ کے پاس مرید ہونے کی نیت سے آتا۔ آپ اس سے کنارہ کشی کرتے۔ اگر دیکھتے۔ کہ یہ شخص پیرے کرتا ہے۔ اور سچے دل سے اس راہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ تو پھر اسے اپنا مرید بناتے۔

منقول ہے۔ کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر خلافت نامے میں سلطان المشائخ کا نشان مبارک نہ ہوتا۔ تو میں اسے بھی اپنے پاس نہ رکھتا۔

{ تکملہ سوم۔ در بیان علم و تبحر مولانا شمس الدین یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ }

منقول ہے۔ کہ مولانا شمس الدین اور مولانا صدرالدین نادلی اوائل تعلیم میں شہر میں بحث علوم وجہ بیان کرتے مقدمات کو ادا کرنے اور الزام پیشینہ میں مشہور تھے۔ جس مجلس میں یہ دونو موجود ہوتے۔ کسی کو مجال نہ ہوتی کہ ان پر اعتراض کرے۔ چنانچہ مولانا شمس الدین فرماتے ہیں کہ ہم نے گذشتہ اور آئندہ سبق علم اصولِ فقہ اور معانی و بیان میں شبہات کے اختلاف کو تحقیق کیا۔ اور ان سبقوں کے شکوک و شبہات کو مختلف شرحوں سے سوچ بچار کر کے اس قدر ان پر قادر ہوتے۔ کہ دوران سبق میں عین تقریر کے وقت ان شبہات کو اس طریق سے دفع کرتے۔ کہ کسی کو سوال کی گنجائش نہ ہوتی۔ الغرض آپ کے علم اور تبحر کا شہرہ یہاں تک ہوا۔ کہ شہر کے بڑے بڑے بزرگ آپ کی شاگردی کو اپنا فخر سمجھنے لگے جو شخص آپ سے تعلیم حاصل کرتا۔ آپ کی نظر کی برکت سے دین و دنیا اور علوم دینی سے

کافی حصہ حاصل کرتا۔ شہر کے بہت سے علماء آپ کے شاگرد ہونے کا فخر کرتے ہیں۔ جو شخص آپ کی شاگردی سے منسوب ہے۔ وہ علماء میں نہایت مکرم و معظم سمجھا جاتا ہے۔ الغرض آپ ایک ایک علمی بات کے لئے اس قدر سوچ بچار کرتے کہ بیان سے باہر ہے۔ اپنے زمانے کے بے نظیر محقق تھے۔ آپ نے علوم دینی میں اپنی کئی تصنیفات چھوڑی ہیں آپ کی ذات باکمال عجیب قسم کی تھی جو شریعت و حقیقت کی جامع تھی۔ خواجہ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

قبلہ زیر کاں ستانۂ اوست — گنج معنی کتاب خانۂ اوست
علم دین از برائے دین باید — تو چنینی و این چنین باید
از تو دارند صد ہزار فتوح — دارو وصاد در طبیعت روح

نکتہ چہارم۔ دربیان کرامات وشنیدن سماع مولانا شمس الدین یحیی رحمۃ اللہ علیہ و رحلت کردن ایشاں از دار دنیا بدار عقبےٰ

شیخ نصیر الدین محمودؒ کے مرید مولانا سلیمان سے سنا ہے جو فرماتے ہیں کہ جمعہ کا دن تھا۔ میں جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر مولانا شمس الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں گیا۔ اُس وقت آپ نماز سے فارغ ہو کر لباس اُتار کر کسی کتاب کے لکھنے میں مشغول تھے۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ مشائخ تو نماز جمعہ سے فارغ ہو کر یادِ الٰہی میں مشغول ہوا کرتے ہیں۔ اور آپ اس وقت کتابت کر رہے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی آپ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ کہ سلیمان یہ اس سے بھی خالی نہیں۔ میں حیران رہ گیا کہ یہ عجیب قسم کا کشف ہے۔ فوراً میرے خیال کو ظاہر کر دیا۔ اس قسم کی کرامات آپ میں بہت تھیں۔ میں (مصنف) عرض کرتا ہوں۔ کہ میں نے آپ کو سماع میں بہت دفعہ دیکھا ہے لیکن آخری سماع کی کیفیت جس کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔ یوں ہے۔ کہ سلطان المشائخ کے روضہ مبارک پر عرس کے موقعہ پر مولانا شمس الدین۔ شیخ نصیر الدین محمود اور شیخ قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہم اور اور عزیز موجود تھے۔ اور یہ سارے بڑے گنبد میں سماع میں مشغول تھے۔ اور مسافر حیدری اور قلندر بڑے گنبد سے باہر الگ مجلس قائم کئے ہوئے تھے۔ اور رقص کر رہے تھے۔ اور قوال اور درویش دف بجا رہے تھے۔ اور نہایت خوش الحانی سے شیخ سعدی کی یہ نظم پڑھ رہے تھے۔ نظم

غمے کز تو دارم کہ پیش کہ گویم | دوائے دل دردمند از کہ جویم
اگر کُشتہ گردم بہ تیغ جفایت | بہ پیش کس ایں ماجرا را نگویم
طبیبم تو باشی علاج از کہ خواہم | اسیر تو باشم خلاص از کہ جویم
ز سعدی چہ گوئم چہ جویم چہ پوئم | غمے کز تو دارم بہ پیش کہ گویم

مولانا شمس الدین گنبد کے مجمع کثیر سے نکلکر قوالوں اور درویشوں میں آکر سماع سننے لگے۔ اور کھڑے ہو کر ذوق سماع لینے لگے۔ اپنا دست مبارک اپنے مصفا سینے پر ملتے تھے اور جنبش کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب سماع بند ہوا۔ پھر بھی اسی طرح آپ جنبش کئے گئے۔ حاضرین نے اس حالت کا معائنہ کیا۔ بعد ازاں زیادہ عرصہ نہ گذرا۔ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے وصال کی کیفیت یوں ہے۔ کہ سلطان محمد سخت ظلم و ستم کیا کرتا تھا۔ اور اپنی خون آشام تلوار کو بندگانِ خدا کے خون سے سیراب کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے مولانا شمس الدین کو طلب کیا اور حوالات میں رکھ کر اپنے پاس بلا کر کہا۔ کہ آپ جیسا عالم شخص یہاں کیا کر رہا ہے۔ کشمیر میں جا کر وہاں کے بتخانوں میں بیٹھ کر خلق خدا کو اسلام کی دعوت دیں۔ جب یہ حکم ہوا۔ تو آپ کی روانگی کے لئے آدمی مقرر ہوئے۔ جب آپ کشمیر کی تیاری کرنے کے لئے گھر آئے۔ تو ان شخصوں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کہ تم کیا کرتے ہو۔ مجھے تو میرے شیخ صاحب بلاتے ہیں۔ مجھے تم کہاں بھیجتے ہو۔ دوسرے روز آپ کے سینۂ مبارک پر ایک پھوڑا ہوا۔ گویا غم واندوہ پھوٹ نکلے۔ جب اس پھوڑے پر عمل جراحی کیا گیا۔ اور اس کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی۔ تو اس نے آپ کو بلوایا۔ کہ شاید آپ بہانہ کرتے ہوں جب تحقیق کر لی۔ تو آپ کو واپس بھیجدیا۔ چند روز بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

آپ نے اپنی زندگی میں سلطان المشائخ کی پائنتی میں اپنے واسطے چوترہ بنا رکھا تھا لیکن دفن کرتے وقت میرے (مصنف) والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رح نے فرمایا۔ کہ مولانا کو بقعے کے اندر مولانا علاء الدین نیلی کے پاس دفن کرو۔ کیونکہ مولانا علاء الدین نیلی رح آپ کے ہم سبق ہم سر اور یار رہ چکے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ کا چوترہ نہایت مصفا ہے اور آپ اس میں آرام کئے ہوئے ہیں۔

نسخہ خلافت نامہ جو مولانا شمس الدین رح کو سلطان المشائخ کی بارگاہِ باعظمت سے عطا ہوا۔ حسب ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ الذی ست همم اولیائہ عن الرکون
الی الاکوان عارًا واعتلقتہ هموهم بالواحد المنان بارًا فادارت علیهم بکرۃ وعشیًا
کأس المحبۃ من کوثر محبوبهم دارًا کلما جن علیهم اللیل تشتعل قلوبهم من الشوق
نارًا وتفیض اعینهم من اللہ مدمدرارًا ویتمتعون بمناجاۃ الحبیب اسرارًا ویطوفون
بسرادقات العز افکارًا لایزال منهم فی کل زمان من هم علی سکونۃ نضارۃ العرفان
فیظهر فی الاقطار آثارہ ویزهر فی الآفاق انوارہ لسانہ ناطق بالحق وهو داعی
اللہ فی الخلق لیخرجهم من الظلمات الی النور ویقربهم الی الرب الغفور ثم
الصلوٰۃ علی صاحب الشریعۃ الغراء والطریقۃ الزهراء رسول الرحمۃ المخصوص
بمخارقۃ ربہ فی مقام البیعت وعلی خلفائہ الراشدین الذین فازوا بکل مقام
علیّ وعلی آلہ الذین یدعون ربهم بالغداۃ والعشیّ اما بعد فان الدعوۃ الی
الواحد العلام من اقوم طائم الاسلام واوثق عروۃ فی الایمان علی ما ورد
فی الخبر عنہ علیہ السلام والذی نفس محمد بیدہ لئن شئتم لاقسمن لکم
ان احب عباد اللہ الی اللہ الذین یحببون اللہ الی عباد اللہ ویحببون عباد اللہ
الی اللہ ویمشون فی الارض بالنصیحۃ والامر وما مدح اللہ عبادہ الذین یقولون
ربنا هب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما وقد
اوجبها اللہ تعالی علی وفقہ لاتباع سید المرسلین وقائد الغر المحجلین بقولہ
عز وجل قل هذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی واتباعہ
انما یکون برعایۃ اقوالہ والاقتداء بہ فی اعمالہ وتنزیہ السر عن
کل ما سوا اللہ فی الوجود والانقطاع الی المعبود ثم ان الولد الاعز التقی العالم
المرضی المتوجہ الی رب العالمین شمس الملۃ والدین محمد بن یحیی اقاض
اللہ الواحد النوادہ علی اهل الیقین والتقوی لما صح قصدہ الینا ولبس خرقۃ
الارادۃ منا واستوفی الحظ من صحبتنا اجزت لہ اذ الاستفادۃ علی اتباع سید
الکائنات واستغرق الاوقات بالطاعات وراقب القلب عن هواجس
النفس والخطرات واعرض عن الدنیا واسبابها ولم یرکن الی ابنائها وارباہا
وانقطع الی اللہ بالکلیۃ واشرقت فی قلبہ الانوار القدسیۃ والاسرار الملکوتیۃ

وانفتح باب الفهم التعريفات الالهية ان يلبس الخرقة للمريدين ويرشد
هم الى مقامات الموقنين كما اجازني بعد ما لاحظني بنظرة الخاص والبسني
خرقة الاختصاص شيخنا الفايح في الاقطار فوايح نفحاته الرايح في الآفاق
لوامع كرامة السابح في العالم القدس افكاره البايح بمحبة الرحمٰن اناره
قطب الورى علامة الدنيا فريد الحق والشرع والدين طيب الله ثراه
وجعل حظيرة القدس مثواه وهو لبس الخرقة من ملك المشائخ سلطان الطريقة
قنديل محبة الجبار قطب الملة والدين بختيار اوشي وهو من بدر العارفين
معين الملة والدين الحسن السنجري وهو من حجة الحق على الخلق عثمان الهاروني
وهو من سند النطق الحاجي الشريف الزندني وهو من ظل الله في الخلق
مودود الچشتي وهو من ملك المشائخ اهل التمكين ناصر الملة والدين يوسف
الچشتي وهو من ملجاء العباد محمد الچشتي وهو من عمدة الابرار وقدوة
الاخيار الى احمد الچشتي وهو من سراج الاتقياء الى اسحاق الچشتي وهو من
شمس الفقراء علو دينوري وهو من اكرم اهل الايمان هبيرة البصري
وهو من تاج الصالحين برهان العاشقين حذيفة المرعشي وهو من سلطان
السالكين برهان الواصلين تار المملكة والسلطنة ابراهيم ابن عياض وهو
من قطب الولاية الى الفضل والفضائل والدراية الفضيل بن عياض وهو
من قطب العالم والشيخ المعظم عبد الواحد بن زيد وهو من رئيس التابعين
امام العالمين الحسن البصري وهو من امير المومنين في اعالى المقامات المنتهى
اليه خرقة كل طالب علي بن ابي طالب كرم الله وجهه وقدس الله
اسرارهم وابقى الى يوم القيامة انوارهم وهو من سيد المرسلين خاتم
النبيين المنوط باتباعه محبة رب العالمين محمد ن المصطفى صلى الله عليه
وسلم وعلى كل من به انتمى واقتدى فمن لم يصل الينا وصل اليه
فقد استخلفناه عنا فيده الحريزة نائبة عن يدنا والتزم حكمه في
امر الدين والدنيا من تعظيمناه وعظمناه واهان من لم يحفظ حق من
حفظناه والله الموفق الهادي والمستعان وعليه التكلان ثم حررت هذه

الاسطر با لاشارۃ العالیۃ نظام الدین محمد بن احمد علاہ وصانہ عن کل آفۃ وحماہ بخط العبد الضعیف الراجی بالفضل الربانی حسین ابن محمد بن محمود بن العلوی الکرمانی وذلک فی الیوم العشرین من ذی الحجۃ اربع وعشرین وسبعمائۃ ؛

ترجمہ خلافت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تمام شکر و احسان خاص اللہ تعالےٰ ہی کو ہے جس نے اپنے دوستوں کو جہان اور اہل جہان کی طرف مائل ہونے سے روکا۔ کیونکہ دُنیا اُس کی مبغوضہ ہے۔ اوران کے دلی قصد کو اکیلے بخشنے والے کی طرف لگا رکھا ہے۔ پس صبح و شام اللہ تعالےٰ کے دوستوں پر دریائے محبوب کی شراب محبت کے ساغر کا دَور ہوتا ہے۔ جو لازوال ہے۔ جب رات ہوتی ہے۔ تو اُن کے دِل مارے شوق کے روشن ہو جاتے ہیں۔ اور بارش کی طرح اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھ جاتا ہے۔ اپنے دوست سے راز بیان کرنے سے کامیاب ہوتے ہیں۔ اور بڑے فکر سے سراپردۂ عزت کے گرد پھرتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں۔ کہ انہیں ہر لحظہ تازہ عرفان نصیب ہوتا ہے۔ اور اُس کے انوار اطراف عالم میں روشن ہوتے ہیں۔ ایسے شخص کا کلام گویا کلام الٰہی ہے۔ اور وہ خلقت کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتا ہے تاکہ انہیں تاریکی بصر سے نکال نور معرفت کی طرف لے جائے۔ اور اللہ تعالیٰ الغفور الرحیم کا مقرب بنائے۔ حمد و نعت کے بعد صاحب شریعت پر رحمت کاملہ نازل ہو۔ جو محض اہل عالم کے لئے باعث رحمت کر کے بھیجا گیا ہے۔ اور جو عہد و پیمان لینے میں خلیفہ خدا ہے۔ آنحضرت صلعم کے خلفاء پر رحمت کاملہ نازل ہو۔ جو سیدھی راہ دکھانے والے اور اعلیٰ مقام میں پہنچانے والے ہیں۔ اور آنحضرت کی آل پر جو صبح و شام اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ کی طرف خلقت کو بلانا اسلام کا سب سے اعلےٰ کام اور ایمان کا سب سے مضبوط کام ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضے میں ذات محمدؐ ہے۔ میں تمہیں دلانے کے لئے قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے وہی اللہ تعالیٰ کے

دوست ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی دوستی کو بندوں پر اور بندوں کی دوستی اللہ تعالےٰ پر ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی محبت و عشق کا طریقہ سکھلاتے ہیں۔ اور روئے زمین پر لوگوں کو منکرات سے منع کرتے ہیں۔ اور امر معروف کے کرنے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہی بات اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمائی ہے۔ یہی لوگ کہتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمیں عورتوں اور اولاد کا سکھ نصیب کرنا۔ اور پرہیزگاروں کا امام بنانا۔ سو اللہ تعالےٰ نے اس مطلب کے لئے اپنے بندوں کے لئے پیروئ پیغمبر واجب کر دی ہے۔ چنانچہ خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اے محمدؐ! کہہ یہ میری راہ ہے۔ اور میرا دین ہے۔ میں از روئے بینائی تمہیں اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میرے تابعین سب اسی پر ہیں۔ آنحضرتؐ کی پیروی اس بات کا نام ہے کہ آنحضرتؐ کے اقوال کو ملحوظ رکھ کر آنجناب کے افعال کی پیروی کی جائے۔ اور خالصتہً للہ کی جائے۔ اور تمام سے قطع تعلق کرکے معبود کی طرف دھیان لگایا جائے پس سردار عزیز و پرہیزگار جو پروردگار کی صفات اور وحدانیت کا عالم ہے۔ اور برگزیدہ حق ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف رخ کرنے والا ہے۔ گروہ محمدی اور دین محمدی کا آفتاب ہے۔ یعنی محمد پسر یحییٰ (اللہ تعالےٰ اپنے انوار کا فیض اس کے وسیلے اہل یقین اور پرہیزگار لوگوں کو پہنچائے۔ چونکہ شمس الدین بن یحییٰ صدق نیت سے ہمارا مرید ہوا ہے۔ اور اس راہ میں ہم سے کافی حصہ لے چکا ہے۔ اس لئے ہم اسے اپنی طرف سے اجازت دیتے ہیں بشرطیکہ وہ پیروی پیغمبر میں سر مو تساہل نہ کرے۔ اپنے اوقات کو طاعت میں صرف کرے۔ دل کو غلبات نفس اور ہجوم غم سے محفوظ رکھے۔ دنیا اور اسباب دنیا سے رخ پھیرے۔ اور اس کے دل میں عالم قدس کے انوار، عالم ملکوت کے اسرار روشن و ظاہر ہوں۔ اور اس کے لئے شناخت حق کا دروازہ ہر وقت کھلا رہے۔ کہ وہ اپنے مریدوں کو خرقہ پہنائے اور راہ حق کے لاریب مراتب کی طرف ان کی رہنمائی کرے جس طرح مجھے میرے شیخ سے نظر خاص سے دیکھنے کے بعد خرقہ و خلافت نامہ عطا ہوا۔ میرے شیخ کی بزرگی کی خوشبوئیں چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کی کرامات کی روشنی سے ہر طرف منور ہے۔ انکے فکر عالم قدس تک پہنچے ہیں۔ میرے شیخ محبت الٰہی کو ظاہر

کرنے والے۔ آپ قطب خلق محبت ہیں یکتائے زمانہ اور پیروی شرع اور دین میں لاثانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی آسودگی کو زیادہ کرے۔ اور آپ کا مقبرہ آپ کے لئے آرامگاہ ہو۔ آپ نے (فرید الحق والدین) نے خرقہ ارادت وخلافت مشائخ کے بادشاہ غالب طریقت۔ کشتہ محبت الٰہی قطب الملۃ والدین بختیار اوشی سے خرقہ ارادت وخلافت پہنا۔ انہوں نے عارفوں کے چاند معین الدین حسن سنجری سے۔ انہوں نے دلیل حق برخلق عثمان ہارونی سے۔ انہوں نے حاجی شریف زندنی سے۔ انہوں نے سایہ خدا مودود چشتی سے۔ انہوں نے بادشاہ شیوخ صاحب تمکین ناصرالدین یوسف چشتی سے انہوں نے پناہ بندگان ابو محمد چشتی سے۔ انہوں نے برگزیدہ حق اور پیشوائے نیکاں ابی احمد چشتی سے۔ انہوں نے اہل ایمان کے سب سے اعلیٰ اور پرہیزگاروں کے چراغ ابی اسحاق شامی چشتی سے۔ انہیں سے چشتی کا مبارک لقب شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ کا وطن چشت تھا۔ انہوں نے درویشوں کے آفتاب حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری چشتی سے۔ انہوں نے مشائخ کے بادشاہ۔ مقربان بارگاہ حق کے سلطان ابی ہبیرہ بصری سے۔ انہوں نے تاج صالحان دلیل عاشقان حضرت حذیفہ مرعشی سے انہوں نے سالکوں کے شہنشاہ۔ واصلوں کی دلیل۔ بادشاہت کے ترک کنندہ حضرت ابراہیم ادھم بلخی سے۔ انہوں نے قطب الاقطاب۔ قطب ولایت۔ صاحب فضل و فضائل صاحب رائے حضرت فضیل بن عیاض سے۔ انہوں نے قطب عالم شیخ معظم حضرت عبدالواحد بن زید سے۔ انہوں نے سردار تابعان امام عالمان حضرت خواجہ حسن بصری سے۔ انہوں نے امیر مومناں خلیفہ برحق حضرت رسول پروردگار عالمیان پیشوائے سکونت کنندگان درمیان فرشتگان آسمان۔ اعلیٰ مراتب میں جگہ حاصل کرنے والوں کی اصل۔ خرقہ خلافت کو پہنچانے والے اور جناب حق سے خرقہ خلافت عطا شدہ یعنی حضرت امیر المومنین ختم الخلفاء الراشدین۔ امام المشارق والمغارب حضرت باعظمت مرتضٰے علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وعلیہ السلام والاکرام۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ذات کو معزز کرے۔ اور تمام مشائخ کے راز کو پاک کرے۔ اور اس روشنی کو روز قیامت تک قائم رکھے۔ آپ نے خرقہ خلافت ختم المرسلین و خاتم انبیاء پروردگار عالمین کی دوستی سے مخصوص برگزیدہ حق حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے پہنا۔ اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ نازل ہو۔ جو آنحضرت صلعم سے نسبت رکھتا ہے۔ پس جو شخص ہم تک نہیں پہنچا وہ شمس الدین یحییٰ کا مرید ہو۔ ہم نے اسے اپنا خلیفہ اور قائم مقام مقرر کیا ہے۔ وہ میرا نائب ہے۔ دینی اور دنیاوی کاموں میں اس کی پیروی میری ہی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو معزز کرے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوار کرے جو میرے معزز کی توہین کرے۔ اللہ تعالیٰ ہی مدد دینے والا ہے۔ اسی سے ہم مدد مانگتے ہیں۔ اور اسی پر بھروسہ ہے۔ یہ سطور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محمد کے اشارہ عالیہ سے لکھی گئی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی بزرگی کو محفوظ رکھے۔ اور آپ کی خوبی کو ہر آفت سے بچائے۔ اور برائی سے نگاہ رکھے۔ ان سطور کا کاتب فضل رحمان کا امیدوار حسین پسر محمد پسر محمود فرزند علی باشندہ کرمان ہے۔ یہ سطور ۲۰ ماہ ذالحجہ ۷۲۴ ہجری کو لکھی گئیں ٭

منہم۔ مشائخ طریقت کے شیخ۔ عالم حقیقت کے بادشاہ۔ ظاہر و باطن مصفا۔ محبت و وفا کی کان یعنی نصیر الملۃ والدین محمود۔ آپ علم۔ عقل۔ عشق۔ پرہیزگاری مکارم اخلاق۔ ایثار۔ بندگان خدا کی مصیبتوں کے برداشت کرنے۔ بندگان خدا کی دلجوئی درم و دینار سے کرنے میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ کی ذات پسندیدہ اور اوصاف حمیدہ اس قسم کے تھے۔ کہ اس وقت کے تمام بڑے بڑے مشائخ اور علماء اور سب چھوٹے بڑے بوجہ خلق احسن آپ کے معتقد اور تابعدار تھے۔ آپ کے حالات چار نکات پر مشتمل ہیں ٭

نکتہ اول۔ در بیان مرحمت و پرورش سلطان المشائخ
در باب شیخ نصیر الدین محمد قدس اللہ سرہ العزیز

مصنف کتاب عرض پرداز ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود پر ابتدا ہی میں سلطان المشائخ کی نظر خاص تھی۔ اور آں حضرت سے آپ کو دینی و دنیوی نعمتیں حاصل تھیں۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا قدس سرہٗ کے مرید خواجہ محمد گازرونی جو سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک رات شیخ المشائخ کے جماعت خانے میں تھے۔ جب آپ تہجد کی نماز کے لئے وضو کرنے گئے۔ تو آپ کی غیر حاضری میں جماعت خانے میں سے آپ کا دوپٹہ کسی نے اٹھا لیا۔ جب وضو کر کے واپس آئے۔

توجماعت خانہ کے غلام خواجہ محمود سے جھگڑنے لگے۔ اس وقت شیخ نصیر الدین محمود ایک گوشے میں یاد الٰہی میں مشغول تھے۔ شورسن کر اپنا دوپٹہ خواجہ محمد گازرونی کو دیا۔ جب یہ بات سلطان المشائخ نے سنی۔ تو اس پسندیدہ خصلت کے سبب نہایت مرحمت فرما کر آپ کو اپنا خاص دوپٹہ عنایت فرمایا۔

میں (مصنف) نے اپنے چچا سید السادات سید حسینؒ سے سنا ہے جو فرماتے تھے۔ کہ آج کل سلطان المشائخ کی بارگاہ دہلی میں شیخ نصیر الدین محمود کے پاس ہے اور ظاہر و باطن میں حتی الامکان سلطان المشائخؒ کی روش سے تجاوز نہیں کرتے۔ اس کام میں آپ سلطان المشائخ کے تمام خلفاء سے سابق و فائق ہیں۔ ؎

میان جملۂ اصحاب ہمچو ماہے بود　　　چہ نسبت است بہ مہ بلکہ بادشاہے بود

آپ کی ذات بابرکات تمام یاروں میں سے بڑھ کر تھی ؎

میان اہل ارادت نظیر پیر آمد　　　ہے روش کہ دامن راہ بے نظیر آمد
ضمیر روشن رو ہرچہ کرد درعالم　　　بہ نزد اہل صفا جملہ حق پذیر آمد

میں (مصنف) نے اپنے چچا سید السادات سید حسینؒ سے سنا ہے۔ کہ ایک روز شیخ نصیر الدین محمود نے امیر خسرو کو جو سلطان المشائخ کے اعلیٰ یاروں میں سے تھے۔ اور جب چاہتے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ امیر خسرو نے کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

زہے سعادت اقبال چشم آنکس را　　　کہ در جمال تو دستور نے نظر یابد

فرمایا کہ کبھی فرصت کے موقعہ پر میری طرف سے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کرنا ؎

اے صبا بندہ نوازی کن از حال ام　　　وقت فرصت بچہ دربندگی یار بگو

کہ میں اودھ میں رہتا ہوں۔ اور لوگوں کی آمد ورفت کے باعث یاد الٰہی میں کم مشغول ہوتا ہوں۔ اگر حکم ہو تو جنگلوں اور پہاڑوں میں فراغ دلی سے یاد الٰہی کروں امیر خسرو نے فرمایا۔ کہ ضرور عرض کرونگا۔ جب جماعت خانے میں آتے۔ تو عشا کے بعد آرام کے وقت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر قسم کی حکایات عرض کیا کرتے؛ جیسا کہ سلطان المشائخ کے حال میں ذکر ہو چکا ہے۔ الغرض امیر خسرو نے اس موقعہ پر شیخ نصیر الدین محمود کی طرف سے عرض کر دی۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اسے کہدینا۔ کہ تجھے خلقت میں

رہ گراں کے ظلم و ستم سہنے چاہئیں۔ اور اس کے عوض بذل ایثار و عطا سے کام لینا چاہئے۔ مصنف کتاب عرض پرداز ہے۔ کہ سلطان المشائخ کمال عقل حکمت اور کرامت سے موصوف تھے۔ ہر شخص کو وہی کام کرنے کے لئے فرماتے جو اُس کے مناسب ہوتا کسی کو فرماتے۔ کہ سب روز دروازہ بند رکھنا۔ کسی کو فرماتے کہ زیادہ مرید کرنے کی کوشش کرنا۔ کسی کو فرماتے۔ کہ تجھے خلقت میں رہ گراں کی تکلیفوں کو برداشت کرنا۔ اور بحسن سلوک پیش آنا چاہیئے۔ یہ اولیاء اور انبیاء کا مقام ہے۔ یہ کام اسی کا ہے جو اس کے لائق ہے۔ یہ میرا تیرا کام نہیں۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے

تو نہ مرد عشق یار ئے ما ؎ بروا ے خواجہ کار دیگر کن

{نکتہ دوم۔ دربیان مجاہدہ کہ سلطان المشائخ شیخ نصیر الدین محمود را تلقین کردہ}

شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جن دنوں میں سلطان المشائخ کا مرید ہوا۔ ایک روز موسم گرما میں دوپہر کے وقت اس بڑ کے سایہ میں کھڑا تھا۔ جو سلطان المشائخ کے گھر میں تھی۔ اِتنے میں سلطان المشائخ چھت سے اُتر کر حجرۂ قدیم میں جانا چاہتے تھے تاکہ خواب قیلولہ کریں۔ جب مجھے اس طرح کھڑے ہوئے دیکھا تو حجرے میں نہ گئے۔ بلکہ دہلیز پر بیٹھ کر خواجہ نصیر خادم کو میرے لانے کے لئے بھیجا جب میں حاضر خدمت ہوا۔ تو فرمایا بیٹھ جا۔ جب میں بیٹھ گیا۔ تو مجھ سے پوچھا۔ کہ تیرا ارادہ کیا ہے۔ اور اس کام سے تیرا مدعا کیا ہے اور یہ کہ تیرا باپ کیا کام کیا کرتا تھا۔ میں نے عرض کی۔ کہ میرا مدعا اس کام میں مخدوم عالمیان کس زہد حیات کے لئے دعاء کرنا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

بشنو نفسے دعائے سعدی گرچہ ہمہ عالمت دعاگوست

اور درویشوں کی جوتیاں سیدھی کرنا اور سر آنکھوں سے اُن کی خدمت بجالانا۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

عہدے کردم کہ خدمت کس نکنم در ہر دو جہاں مگر خدا را و ترا

میرے باپ کے پاس غلام تھے جو پشمینہ کی تجارت کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے ازراہ شفقت فرمایا۔ کہ سنو! جن دنوں میں اپنے خواجہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوا۔ اور خدمت کرنے لگا۔ تو ایک روز ایک عالم شخص جو

میرا یار اور ہم سبق تھا جو وہیں آیا۔ اور مجھے پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھ کر پوچھنے لگا۔ کہ مولانا نظام الدین تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اگر اب تک شہر میں علم پڑھتے تو مجتہد زمانہ ہوتے۔ اور روزگار بھی اچھا ہوتا۔ میں نے سن کر کچھ نہ کہا۔ بلکہ معافی مانگی۔ اور خواجہ صاحب کی خدمت میں چلا گیا۔ شیخ شیوخ العالم نے پوچھا۔ کہ نظام! بھلا اگر تیرا کوئی یار تجھ سے پوچھے کہ تیری یہ کیا حالت ہے۔ تو نے علم سیکھنا جو موجب فراغت ہے ترک کر دیا ہے۔ اور اس کام میں مشغول ہو گیا ہے۔ تو کیا جواب دو گے۔ میں نے عرض کی جو آنجناب فرمائیں فرمایا اسے کہنا ؎

نہ ہمرہی تو مرا راہ خویش گیر و برو　　　ترا سعادت بادا مرا نگونساری

بعد ازاں فرمایا کہ باورچی خانے میں جا کر طرح طرح کی نعمتوں کا بھرا ہوا تھال لاؤ۔ جب لایا گیا تو فرمایا کہ نظام اسے سر پر اٹھا کر اس یار کے پاس لے جاؤ۔ میں آپ کے فرمان کے مطابق دسترخوان اٹھا اس گھر میں آیا۔ جہاں میرا وہ یار اترا ہوا تھا۔ جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ تو روتا ہوا دوڑا۔ اور وہ دسترخوان میرے سر سے اتارا۔ اور پوچھنے لگا یہ کیا حال ہے۔ میں نے کہا۔ ہماری ملاقات کا حال شیخ شیوخ العالم پر منکشف ہوا۔ جب مجھ سے پوچھا۔ تو میں نے بلا کم و کاست سب عرض کر دیا۔ یہ عنایت کیا ہے اور آپ کے سوال کے جواب میں یہ شعر فرمایا ہے ؎

نہ ہمرہی تو مرا راہ خویش گیر و برو　　　ترا سعادت بادا مرا نگونساری

اس عالم نے کہا۔ اللہ تعالے کا شکر ہے۔ کہ تمہارا شیخ اس درجے کا معظم ہے۔ جس نے تمہارے نفس کو اس درجہ کی ریاضت سکھلائی ہے۔ اب مجھے بھی اپنے شیخ کی خدمت میں لیچلو۔ تاکہ پائبوسی کی سعادت حاصل کروں۔ کھانا کھا کر اس عالم نے اپنے خدمتگار کو حکم دیا۔ کہ دسترخوان سر پر اٹھا لے اور ہمارے ساتھ چل۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ نہیں جس طرح میں لایا ہوں۔ اسی طرح لے بھی جاؤنگا۔ وہ عالم آپ کے ہمراہ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس اہل محبت کے بادشاہ کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اور آں جناب کے مکاشفہ اور مکالمہ سے اس جناب کا گرویدہ ہو گیا اور مرید بن گیا ؎

از دیدہ دل بندۂ شکل تو شدم　　　یارب چہ خوش است ایں طریق خوش تو

شیخ نصیر الدین محمود فرماتے ہیں۔ کہ جب سلطان المشائخ ان فوائد سے مجھے مشرف فرما رہے تھے۔

اور مجاہدہ کی تلقین کر رہے تھے۔ اور ترک آمیز اور عشق انگیز اشعار پڑھ کر زار زار رو رہے تھے۔ اور وقت نہایت خوش تھا ؎

چشم از خون دل رواں کردہ   جوئے خوں ہمچو آب بر در تو

تو اسی اثنا میں سید السادات سید حسین مصنف کتاب کے جن کا چچا وصف بیان سے باہر ہے اور اُن کے حالات میں بیان ہو چکا ہے۔ عین جوانی اور کامرانی میں دستار باندھے ہوئے اور دوپٹا کندھوں پر ڈالے ہوئے جوانوں کی طرح ٹہلتے ٹہلتے دروازے پر آئے اور سلطان المشائخ کے گھر میں جانا چاہا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا سید۔ بیٹھ جا۔ آپ بیٹھ گئے۔ اور اس مجلس کے ذوق و سعادت میں شریک ہو گئے۔ اس حکایت کی تصدیق یوں ہو سکتی ہے کہ جب وہ سید باصفا فالج کی بیماری میں مبتلا ہوئے۔ تو مجھے مع میرے بھائیوں کے شیخ محمود کی خدمت میں بھیجا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ شیخ محمود کو کہنا۔ کہ کیا وہ دن آپ کو یاد ہے جبکہ سلطان المشائخ دہلیز میں بیٹھے تھے۔ اور ابیات پڑھ رہے تھے۔ آپ وہاں موجود تھے میں نے وہاں سے گذر کر اندر جانا چاہا تھا۔ تو سلطان المشائخ نے مجھے بٹھا لیا تھا۔ جب یہ پیغام شیخ محمود کو پہنچا۔ تو فرمایا مجھے یاد ہے۔ چنانچہ جب میں اس مجلس سے اٹھا تو میں نے سید السادات سے پوچھا تھا۔ کہ سلطان المشائخ نے جو اشعار پڑھے ہیں۔ ان میں سے کچھ آپ کو یاد بھی ہیں۔ تو سید السادات نے تھوڑے سے اشعار کا اعادہ کیا اور باقی میں نے یاد دلائے۔ اب ہم پھر اصلی بات بیان کرتے ہیں۔ شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شروع میں ایک دفعہ نفس میری مزاحمت کرنے لگا۔ میں پریشان ہو گیا۔ اس کے مرنے کے لئے لیموں کا پانی اس قدر پیا کہ قریب بہ ہلاکت ہو گیا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ نفس کے مزاحم ہونے سے میرا مر جانا بہتر ہے ؛

نیز فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نے دس روز تک کچھ نہ کھایا۔ جب یہ خبر سلطان المشائخ نے سنی تو مجھے پاس بلوا کر اقبال نام خادم کو حکم دیا۔ کہ ایک روٹی لاؤ۔ اور مجھے فرمایا کہ یہ ساری روٹی کھا لو۔ میں حیران رہ گیا۔ کہ اس قدر فاقوں کے بعد پوری روٹی کیوں کر کھاؤں۔ چند روز میں یہ روٹی ختم کرنی چاہیئے ؛

مصنف کتاب عرض پرداز ہے کہ اس بزرگ کی ظاہری و باطنی مشغولی اور مجاہدہ حیطہ تحریر سے باہر ہے۔ جو لوگ آپ کی زیارت کو گئے ہیں۔ انہوں نے آپ کی پیشانی سے معلوم

کیا ہے کہ واقعی آپ مجسم مجاہدہ تھے۔ جب آخری عمر میں آپ کا کام بدرجہ کمال ترقی کر گیا۔ تو صرف آپ میں روح ہی روح تھی۔ جو خوشبو سلطان المشائخ کی مجلس سے آیا کرتی تھی۔ وہی آپ کی مجلس سے آتی تھی۔ چنانچہ میری مردہ جان تیس سال بعد اس خوشبو سے تازہ ہوئی۔ جن صاحبدلوں نے سلطان المشائخ اور اس بزرگ کی مجلسوں کو دیکھا ہے۔ وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں ؎

هر از مجلس تو بوئے یار مے آید — خوشم ز بوئے تو کز سوئے یار مے آید
ہزار پیرہن دل چو گل شود پارہ — ازیں نسیم کہ از کوئے یار مے آید

جب میں نے شیخ نصیر الدین محمودؒ کی مجلس میں یہ کرامت دیکھی۔ تو دل میں خیال کیا۔ کہ اس بزرگ نے فی الواقعہ کمال درجہ کی ترقی کی ہے تعجب ہے کہ ایسی ذات پاک دنیا میں ہے۔ اس حال کے مناسب سلطان المشائخ نے ایک رباعی پڑھی تھی۔ ؎

ہیچ ننمائے روئے شہرا فروز — چوں نمودی برو سپند بسوز
آں جمال تو چیست مستئے خود — واں سپند تو چیست ہستئے خود

ان اشعار کی مکمل شرح ستر کرامت والے نکتے میں بیان ہو چکی ہے۔ الغرض تھوڑے عرصے بعد شیخ نصیر الدین محمودؒ کا وصال ہو گیا۔ اور مقعد صدق میں جا قرار پکڑا۔ آپ کے مورخ نے آپ کی تاریخ وصال ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ھ ہجری لکھی ہے۔ یعنی سلطان المشائخ کے وصال کے بتیس ۳۲ سال بعد۔

[نکتہ سیوم۔ دربیان اشارت کہ شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ
علیہ در قلع نفس کاتب حروف را فرمودہ است]

میں (مصنف) ایک روز آپ کی خدمت میں بیٹھا۔ آپ کے جمال باکمال کو دیکھ کر مسرور ہو رہا تھا۔ کہ آپ نے بطور تربیت مجھے فرمایا۔ کہ دیکھو انسانی نفس بمنزلہ درخت ہے۔ جو نفسانی ہوا کے ذریعے انسان کے وجود میں جڑ پکڑتا اور مضبوط ہوتا ہے۔ اگر آدمی اسے بتدریج اور حوصلہ سے عبادت اور پرہیزگاری اور محبت و عشق کا زور خرچ کر کے اس درخت کو ہلاتا رہے۔ تو بلاشک کمزور پڑ جاتا ہے اور کاٹنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالے کی بندگی اور محبت پیر کی برکت سے بالکل جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ اس تقریر دلپذیر نے میرے دل پر بڑا گہرا اثر کیا۔ واقعی مشائخ کیا ہی نصیحت کرتے ہیں۔ حق سے کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے نفس اور شیطان کو مغلوب کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور اپنے باطن سے ان دشمنوں کو بالکل نیست و نابود

گیا ہوا ہوتا ہے۔ حق سے ملے ہوئے اور خلق سے قطع تعلق کئے ہوئے ہوتے ہیں جب کوئی اللہ تعالے کا منظور نظر شیخ نصیحت کرتا ہے۔ تو اس کا اثر دل پر بڑا گہرا ہوتا ہے مصرعہ

سخن کز جاں بروں آید نشیند لاجرم در دل

{نکتہ چہارم۔ در بیان بعضے کرامات شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ سرہ العزیز}

مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ ایک دفعہ میں اپنے بھائیوں سید السادات عماد الدین امیر صالح رح اور سید نور الدین مبارک کے ساتھ شیخ نصیر الدین محمودؒ کی خدمت میں جا رہا تھا۔ کہ اثنائے راہ میں ایک بھائی نے کہا۔ کہ اگر شیخ نصیر الدین میں کچھ کرامت ہے۔ تو مجھے مٹھائی کھانے کے لئے دینگے۔ جب ہم حاضر خدمت ہوئے۔ اور قدمبوسی سے مشرف ہوئے۔ تو آپ نے خادم کو شربت لانے کے لئے حکم دیا جب شربت کے پیالے ہمارے ہاتھ میں دئے گئے۔ تو ہم نے خیال کیا کہ یہ تو پینے کا ہے ہم نے کھانے کے لئے مٹھائی مانگی تھی۔ اسی خیال میں تھے کہ آپ نے خادم کو مٹھائی لانے کا حکم دیا۔ ہم نے عرض کی کہ ابھی شربت پیا ہے۔ فی الفور فرمایا۔ کہ یہ پینے کا ہے اور وہ کھانے کی۔

میں (مصنف) نے خواجہ عزیز الملۃ والدین سے جو سلطان المشائخ کی قرابت سے مشرف تھے۔ سنا ہے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ میں شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اتنے میں خادم سے قلم دوات اور کاغذ منگا کر اس پر کچھ لکھا۔ اور مجھے دیکر فرمایا۔ کہ اسے سلطان المشائخ کے روضہ مبارک میں پہنچا دینا۔ پہلے تو میرے دل میں خیال آیا کہ کھول کر پڑھ لوں۔ پھر خیال آیا کہ جب روضہ مبارک میں جس وقت رکھوں گا پڑھ لونگا۔ جب روضہ مبارک میں رکھ کر دیکھا۔ تو کاغذ بالکل کورا تھا۔ میں حیران رہ گیا۔

مصنف عرض پرداز ہے۔ کہ جب کوئی دوست حق اپنا پیغام جو سر الٰہی ہوتا ہے۔ کسی اپنے دوست کو پہنچانا چاہتا ہے۔ تو یہ بھی چاہتا ہے۔ کہ اس سے کوئی غیر واقف نہ ہو جائے۔ تاکہ اور اسرار کا مستحق ہو سکے۔ ؎

گر سر برود سر تو از جاں نرود ۔۔۔ اندوہ غم عشق تو آساں نرود
ہرگز دل پُر درد نیابد درماں ۔۔۔ تا قصۂ حال او بہ سلطاں نرود

میں (مصنف) نے خواجہ خیر الدین کافور سے جو خوش اعتقاد مرید اور درویشوں کے

اعلےٰ درجے کے محب تھے۔ سُنا ہے فرماتے تھے۔ کہ جب سے میں نے بزرگانِ خدا کی خدمت کے لئے کمر باندھی ہے۔ اور اس کام کو بڑی چستی سے بجالاتا ہوں۔ اس وقت میں نے چاہا۔ کہ خدمتگاروں کی طرح کمر پر پٹکا باندھوں۔ لیکن جب اس مطلب کے لئے اپنے مخدوم سے اجازت لینے کے لئے ہاتھ پر پٹکا رکھے ہوئے گیا۔ اور پائبوسی سے مشرف ہو کر بیٹھا۔ اور دل میں خیال کیا۔ تو آپ نے خادم کو حکم دیا۔ کہ زین الدین وہ پٹکا جو میرے پاس لائے ہیں لا۔ جب لایا۔ تو آپ نے مجھے وہ عنایت کیا۔ جسے اب تک ہاتھ میں لئے پھرتا ہوں ؞

نیز یہی خواجہ کافور فرماتے ہیں۔ کہ میں خواجہ قوام الدین سے جو مرید صادق تھے سُنا ہے کہ ایک دفعہ مجھے سخت کام پیش آیا۔ اور میں مبطل لیاء رجرمانہ کی وجہ سے موقوف ہوا۔ اس موقوفی کی اثناء میں جس عزیز کی طرف توجہ کرتا۔ یا اس سے بات چیت کرتا۔ تو وہ مُنہ پھیر لیتا۔ اگر میں بازار میں اسباب بھیجتا۔ تو اسے کوئی نہ خریدتا۔ آخر ناک میں دم آگیا۔ تو اپنے مخدوم شیخ نصیر الدین محمودؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ قدمبوسی کے بعد حال عرض کرونگا۔ اور فراغت کے لئے دعائے خیر کا طالب ہونگا۔ جب قدمبوسی کی۔ تو پیشتر اس کے کہ میں بیان کروں۔ خود ہی آپ نے پوچھنا شروع کیا۔ اور اس اثناء میں یہ اشعار پڑھے ؎

دنیا چو مقدر است سخن وشی بہ | رزق تو رسد بوقت کم کوشی بہ
چیزیکہ نمے خرند نفروشی بہ | گفت تو نمے کنند خاموشی بہ

الغرض نور باطن سے میرا خیال مجھ پر ظاہر کر دیا۔ میں نے سربسجود ہو کر عرض کی۔ کہ میرا بھی یہی مدعا تھا۔ جس پر آپ روشن باطن مطلع ہوا۔ مجھے اس کرامت سے ڈھارس بندھ گیا ؞

مصنف ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہوتا ہے۔ کہ جب میرا لڑکا محمد محمود والدہ کے شکم میں تھا۔ تو اس کی ماں نے نیت کر لی تھی۔ کہ اگر لڑکا ہوا تو اس کا نام شیخ نصیر الدین محمود سے رکھواؤنگی۔ اور اُنہی کے عطا کردہ کپڑے کا جامہ بناؤں گی۔ اور اُنہیں کی نظروں میں اُن کے قدموں پر رکھوں گی۔ تاکہ اللہ تعالےٰ اسے نیک بخت اور نیک روزی کرے۔ جب محمود پیدا ہوا۔ تو میں شیخ نصیر الدین محمودؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت آپ دوپہر کو سوئے ہوئے تھے۔ جب اُٹھے اور میرے آنے کی اطلاع ہوگی۔ تو حسبِ معمول تعظیم کے لئے اُٹھے۔ اور مجھے اندر لاتے وقت پوچھا۔ کہ تمہارے کتنے فرزند ہیں۔ میں حیران

رہ گیا۔ اور آپ کی قدمبوسی کرکے بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے پوچھا۔ کہ آپ کے کئے فرزند ہیں میں نے عرض کی کہ اسی عرضداشت کے لئے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ پھر سارا ماجرا عرض کیا کہ چونکہ میرے فرزند چھوٹی عمر میں گذر جایا کرتے تھے۔ اس لئے اُن کی والدہ نے آپکے منت مانی تھی۔ کہ اگر لڑکا ہوا۔ تو اسے آپ کی خدمت میں سپرد کرونگی۔ آپ ہی اس کا نام رکھیں گے۔ اور آپ ہی کے عطا کردہ کپڑے سے اس کا پیراہن بنایا جائیگا۔ یہ ساری باتیں آپ نے رضا و رغبت سے سنیں۔ اور فرمایا کہ تم ایک گھڑی ٹھہرو۔ میں نماز زوال ادا کرلوں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو پان بھیجے اور مجھے اندر بلایا۔ میں نے دیکھا کہ آپ مصلے پر بیٹھے ہیں۔ اور ایک اور مصلے گھٹنے کے پاس پڑا ہے۔ اور چند گز چھ نلی (قسم کپڑا) زانو پر رکھے ہوئے ہیں مصلے مجھے دیکر فرمایا کہ لو یہ تمہارے کام آئیگا۔ اور کپڑا دیکر فرمایا۔ کہ اس سے بچہ کی بارانی بنانا۔ اس اثناء میں خادم نے آکر عرض کی۔ کہ یہ کپڑا آپ کی دستار مبارک سے ہے۔ میں نے بچے کے نام کے لئے عرض کی۔ تو پوچھا۔ کہ تمہارا نام کیا ہے؟ عرض کی۔ مجھے محمد کہتے ہیں۔ پھر پوچھا۔ تمہارے چھوٹے بھائیوں کے نام کیا ہیں؟ میں نے عرض کی۔ کہ سید لقمان اور سید داؤد۔ پھر سوچ کر فرمایا۔ کہ اس کا نام محمود رکھو۔ اسی وقت میرے دل میں خیال آیا۔ کہ آپ نے یہ نام الہام ربانی سے مقرر فرمایا ہے۔ اُمید ہے کہ بچہ برخوردار ہوگا۔ خواجہ نظامی نے کیا اچھا فرمایا ہے ؎

ہر کہ زدل دامن پیراں گرفت گنج لقا زیں رہ پیراں گرفت

مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ سلطان محمد تغلق کے عہد میں جبکہ ہندوستان کی سلطنت بہت وسیع ہوگئی۔ تو اس نے شیخ نصیر الدین محمود کو جو اپنے زمانہ کے شیخ العالم تھے۔ اور تمام لوگ آپ کے معتقد اور فرمانبردار تھے۔ تکلیف دینا شروع کی۔ لیکن آپ نے اپنے پیروں کی پیروی کرکے اسے برداشت کیا۔ اور اس کا بدلہ لینے کی کوشش نہ کی۔ حتیٰ کہ یہ بادشاہ آخری عمر میں شہر دہلی سے قریباً ہزار کوس کے فاصلہ پر ٹھٹھہ میں بغاوت فرو کرنے کے لئے گیا۔ وہاں پر شیخ نصیر الدین محمودؒ کو مع علماء اور بزرگوں کے طلب کیا۔ جب وہاں پہنچے۔ تو چنداں خاطر و مدارات سے پیش نہ آیا۔ آپ نے اس ذلت کو برداشت کیا۔ جس کے عوض بادشاہ کو بجائے تخت سلطنت کے تابوت میں ڈال کر شہر میں لائے۔ الغرض جب آپ سے پوچھا گیا۔ کہ یہ بادشاہ آپ کو تکلیف کیوں دیا کرتا تھا۔

تو فرمایا ہمیرے اور اللہ تعالےٰ کے مابین ایک معاملہ تھا۔ تو اس معاملہ کی بنا پر اس کو دنیا سے اٹھایا گیا ہے ؎

مصنّف عرض پرداز ہے۔ کہ حق تعالےٰ اپنے دوستوں کو جو گرمی پہنچانا چاہتا ہے۔ وہ اسی جگہ پہنچا لیتا ہے۔ تاکہ قیامت کے دن انبیاء اور اولیاء کو معلوم نہ ہو جائے۔ اس بات کی تصدیق کے لئے احیاء العلوم میں ایک حکایت درج ہے۔ جو بجنسہٖ لکھی جاتی ہے ؎

حکایت ۔ بنی اسرائیلیوں میں سے ویں نام ایک پیغمبر کے دل میں ایک دفعہ کوئی غیر خیال آیا۔ جس کی وجہ سے آپ پر مواخذہ ہوا۔ کیونکہ مخلصوں کے لئے ہمیشہ خطرہ عظیم ہوتا ہے۔ حکم ہوا کہ آیا اس کا بدلہ دُنیا میں بھگتنا چاہتے ہو یا آخرت میں۔ انھوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ کہ میں دُنیا میں بھگتنا چاہتا ہوں۔ تاکہ قیامت کے دن انبیاء اور اولیاء میں شرمسار نہ ہوں۔ پھر اللہ تعالےٰ کے حکم سے ایک عورت سے نکاح کیا جس نے آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ چونکہ آپ کو معلوم تھا۔ کہ یہ مصیبت اپنی مرضی سے اختیار کی ہے۔ اس لئے اسے برداشت کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ کے ہاں چند عزیز بطور مہمان وارد ہوئے۔ جب آپ ان کے لئے کھانا لینے کے واسطے اندر گئے۔ تو آپ کی بیوی سختی سے پیش آئی۔ آپ گھسیانے ہو کر باہر آئے۔ یاروں نے ناراضگی کی علامت آپ کے چہرے پر دیکھی۔ آپ کئی مرتبہ اندر باہر گئے آئے۔ لیکن عورت نے کچھ نہ دیا۔ ایک یار نے آپ سے پوچھا۔ کہ یہ کیا حالت ہے۔ آپ نے غیر خیال کا آنا۔ اور اس مصیبت میں اپنی مرضی سے مبتلا ہونا مفصل بیان کر دیا۔ الغرض شیخ نصیر الدین محمود کی ذات والا صفات چند روز بیمار رہ کر ۱۸ ماہ مبارک رمضان ۷۵۷ھ ہجری کو بوقت چاشت عالم بقا کو سدھاری۔ آپ کے گھر میں ایک جگہ آپ کی منظور نظر تھی وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کے روضہ مبارک سے بہشت کی خوشبو آتی ہے۔ اور قبلہ حاجات خلق ہے ؎

منہم۔ کانِ صفا معدنِ وفا۔ ظاہر و باطن محبت و عشق سے آراستہ اور دنیاوی اور اُخروی لذت سے دِل برداشتہ۔ شیخ قطب الملتہ والدین منور اللہ تعالےٰ آپ کی قبر کو انوار قدس سے منور کرے۔ شیخ الاسلام کے خلیفہ ہیں۔ آپ کے حالات حسب ذیل

پانچ نکات پر مشتمل ہیں ؂

نکتہ اول - در بیان اوصاف و کثرت بکاء و ذوق
درونی شیخ قطب الدین منور نور اللہ مرقدہٗ

آپ علم عقل وفا عشق - پرہیز گاری - اور آہ وزاری میں مشہور اور موصوف تھے اور بے تکلفی آپ میں اعلیٰ درجے کی پائی جاتی تھی - آپ خلقت کے انبوہ کا ذرا خیال نہیں کیا کرتے تھے - بلکہ آخری عمر تک اپنے آبائی گوشہ میں اللہ تعالےٰ کی عبادت و محبت میں زندگی بسر کی اور کسی طرح بھی اہل دنیا کا رخ نہ کیا - غیب سے جو کچھ تھوڑا بہت مل جاتا اسی پر قناعت کرتے - کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؂

شیر نر بوسد بحرمت مرد قانع راقدم　　پیر سگ خاید بدندان پائے مرد ہر درے

کسی نے کسی وقت بھی آپ کو بارگاہ میں نہ دیکھا - آپ کا پائے مبارک جو اولیاء کے سر کا تاج تھا سوائے جمعہ کی نماز ادا کرنے یا آباؤ اجداد کی زیارت کے اپنی جگہ سے نہ ہلتا - لوگ ہانسی میں گرد و نواح سے آپ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا کرتے - آپ سلطان المشائخ کے خلیفہ اور امام اعظم ابو حنیفہ کی اولاد میں سے تھے - آپ میں عجیب قسم کا درد اور شوق تھا - آپ کی تقریر دلکشا سے محبت کی آگ دلوں میں بھڑک اٹھتی تھی - کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؂

ناز نینا مہر تو سوزے میان جاں نہاد　　شعلہائے آتشیں در سینۂ بریاں نہاد

آپ کے جگر سوز آنسو عاشقوں کی آتش عشق کو بھڑکایا کرتے تھے ؂

اے کان عشق و با بہ سوز ونشان درد　　از گریۂ تو آتش عشاق شعلہ زد

آپ کی زندگی عجیب قسم کی تھی - کہ اپنی تمام عمر عزیز اپنے پیر کی محبت اور شوق میں بسر کر دی - جونہی آپ کے روبرو آپ کے پیر کا نام لیا جاتا - آپ اس قدر روتے - کہ حاضرین کو بھی رونا آجاتا تھا - امیر خسرو فرماتے ہیں ؂

بیاد قامت آں نازنین سرشک دو چشم　　بھر زمیں کہ برآید درخت ناز برآمد

؂

در عشق تو حاصلم ہمیں گریہ خون است　　آخر نظرے کن کہ حال ایں خستہ چون است

چونکہ آپ کو اپنے پیر کی حضوری بدرجہ غایت حاصل تھی - اس لئے زیارت کے لئے نہیں آسکتے

تھے۔ جیسا کہ شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے سلطان المشائخ کو وداع کرتے وقت فرمایا تھا۔ کہ تم ظاہر میں ہم سے جدا ہو۔ لیکن باطن میں ہم تم انشاء اللہ ایک ہی ہونگے۔ آپ نے بھی اسی بات کو مدنظر رکھا۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

از بسکہ دو دیدہ در خیالت دارم — در ہر چہ نگہ کنم توئی پندارم

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

از خیالِ تو بہر سو کہ نظر مے کردم — پیش چشمم در و دیوار مصور میشد

نکتہ دوم در بیان یافتن خلافت شیخ قطب الدین منور و شیخ نصیر الدین محمود از حضرت باعظمت سلطان المشائخ

ناظرین پر مخفی نہ رہے۔ کہ جب خلفا کے خلافت نامے لکھے گئے۔ جیسا کہ اس باب کے شروع میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس وقت یہ دو نو خلیفے حاضر خدمت تھے۔ پہلے شیخ قطب الدین منور کو بلا کر سلطان المشائخ نے خلعت خلافت عطا فرمائی۔ اور مقررہ وصیت فرمائی۔ اور سلطان المشائخ کے روبرو آپ کے ہاتھ میں خلافت نامہ دیا گیا۔ اور حکم ہوا۔ کہ جاؤ دوگانہ ادا کرو۔ اسی طرح شیخ منور نے جماعت خانہ میں آکر دوگانہ ادا کیا۔ یاروں نے مبارکباد دی۔ پھر شیخ نصیر الدین کو بلا کر خلعت خلافت عطا کر کے وصیت کی اور خلافت نامہ آپ کے ہاتھ دیا۔ شیخ نصیر الدین سلطان المشائخ کی خدمت میں کھڑے تھے۔ کہ شیخ قطب الدین منور کو پھر بلایا گیا۔ اور سلطان المشائخ نے آپ کو حکم دیا۔ کہ شیخ نصیر الدین محمود کو خلافت کی مبارکباد دو۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ پھر شیخ نصیر الدین محمود کو حکم ہوا۔ کہ شیخ منور کو خلافت کی مبارکباد دو۔ بعد ازاں حکم ہوا۔ کہ دونو ایک دوسرے سے بغلگیر ہوں۔ کیونکہ تم بھائی ہو۔ آگے پیچھے کا چنداں خیال نہ کرنا۔ جب یہ دونو بزرگ دائمی سعادت و نعمت یعنی خلافت لیکر باہر آئے۔ تو شیخ نصیر الدین محمود نے شیخ قطب الدین منور سے پوچھا۔ کہ وہ وصیت کیا ہے جو سلطان المشائخ نے آپ کو کی ہے پھر میں بھی بتاؤں گا۔ شیخ قطب الدین منور نے فرمایا۔ کہ سلطان المشائخ کی وصیت ایک بھید ہے جو بندے پر ظاہر فرمایا ہے آپ ہی انصاف کریں۔ کہ بھید کیونکر ظاہر کر سکتے ہیں۔ آپ کا بھید آپ کا ہے میرا میرا ہے۔ جو کچھ سلطان المشائخ نے بطور وصیت فرمایا ہے۔ اس کا لب لباب اس شعر میں ہے ؎

عشقے کہ زتو دارم دے شمع چگل — دل داند و من دانم و من دانم و دل

شیخ نصیر الدین محمود نے اس دلکشا جواب کو بہت سراہا ؛

معتبر آدمیوں کی زبانی منقول ہے۔ کہ جب شیخ قطب الدین منور سلطان المشائخ سے رخصت ہوئے۔ تو سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ تیرے دادا شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کو عوارف المعارف کا نسخہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ سے خلافت حاصل کرتے وقت عنایت ہوا تھا۔ وہ اس وقت شیخ جمال الدین نے مجھے دیا جبکہ میں شیخ شیوخ العالم سے خلافت کی سعادت حاصل کر کے ہانسی آیا۔ مجھے یہ کتاب دیکر فرمایا۔ کہ مجھے یہ کتاب معہ بہت سی نعمتوں کے شیخ شیوخ العالم سے ملی ہے۔ آج میں آپ پر ایثار کرتا ہوں۔ اس امید پر کہ شاید کوئی میرا فرزند آپ کا مرید ہو۔ تو اسے یہ کتاب معہ دینی اور دنیوی نعمت عنایت کرنا۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اب یہ کتاب بمعہ ان نعمتوں کے تجھے دیتا ہوں۔ الغرض وہ کتاب آج تک شیخ قطب الدین منور کے خاندان میں شیخ زادہ نور الدین نور اللہ قلبہ کے پاس موجود ہے۔ جو اسے نہایت تعظیم و تکریم سے رکھتے ہیں ؛

{نکتہ سوم در بیان کرامات شیخ قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ}

منقول ہے۔ کہ شیخ قطب الدین منور کے برخلاف دشمنوں نے سلطان محمد بن تغلق کو بہت کچھ کہا سنا جس سے بادشاہ کا مزاج آپ سے منحرف تو ہو گیا۔ لیکن یہ جرأت نہ ہوئی کہ براہ راست آپ کو تنبیہ کرے۔ کیونکہ کوئی ایسا ہاتھ نہیں آتا تھا۔ اس مطلب کے لئے اپنے قاضی خواجہ کمال الدین کو دو گاؤں کا فرمان دیکر بھیجا۔ کہ جس طرح بن پڑے شیخ قطب الدین منور سے منوا لینا۔ تا کہ اس پھندے میں لا کر انہیں تکلیف پہنچا سکے۔ لیکن جب کمال الدین ہانسی آئے۔ تو اس فرمان کو کپڑے میں لپیٹ آستین میں رکھ حاضر خدمت ہوئے۔ جب آپ نے سنا کہ قاضی کمال الدین صدر جہاں آیا ہے۔ تو صفہ کے طاق میں جہاں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کا قدم مبارک پہنچا تھا بیٹھ گئے۔ قاضی صاحب نے وہ فرمان پیش کیا اور بادشاہ کی طرف سے اخلاص و محبت کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جن دنوں سلطان ناصر الدین اُچہ اور ملتان کی طرف جا رہا تھا۔ اور سلطان غیاث الدین ان دنوں نائب السلطنت تھا۔ وہ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں دو گاؤں کا فرمان لیکر آیا تھا۔ لیکن شیخ صاحب نے فرمایا تھا کہ ہمارے پیروں نے اس قسم کی چیزوں کو قبول نہیں فرمایا۔ اس کے

خواہشمند اور بہت ہیں ان کو دو چنانچہ اس کا مفصل حال شیخ شیوخ العالم کی کرامات سے نکتے ہیں لکھا ہوا ہے۔ شیخ قطب الدین منور نے بھی قاضی کمال الدین کو فرمایا۔ کہ آپ صدر جہاں اور مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ کا فرض ہے۔ کہ اگر پیروں کی پیری کے برخلاف کام کرے تو اسے نصیحت کرنی چاہیئے۔ نہ کہ الٹا نافرمانبرداری کی تلقین و ترغیب دینی چاہیئے۔ قاضی کمال الدین آپ کا یہ جواب سن کر کھسیانا سا ہو گیا۔ اور معافی مانگ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور بادشاہ کی خدمت میں آ کر شیخ صاحب کی عظمت و کرامات اس ڈھنگ سے بیان کیں کہ بادشاہ کا دل بالکل نرم ہو گیا ✽

منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ شیخ قطب الدین یاد الٰہی میں مشغول تھے۔ کہ ایک قلندر نے آ کر برا بھلا کہنا شروع کیا۔ پھر تھوڑی دیر ٹھیر گیا۔ کہ شاید کچھ مل جائے۔ جب تھوڑا سا ملا اور اس پر قناعت نہ کر کے زیادہ شور مچانے لگا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جو دینار کمر میں باندھے ہوئے ہو پہلے اسے تو خرچ کر لو۔ اس موقعہ پر آپ کا مرید و معتقد سید جمال الدین حال تھا۔ یہ سنتے ہی اس قلندر سے لپٹ گیا۔ اور اس کی ہمیانی میں سے اشرفیاں نکالیں ✽

میں نے خواجہ کافور سے جو درویشوں کا بڑا معتقد تھا۔ سنا ہے۔ کہ میں ایک دفعہ تین اور شخصوں کے ساتھ قید ہو گیا۔ مال و جان سے ہم ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور زندگی سے بیزار تھے۔ اگر اب کچھ آس و امید تھی تو یہ تھی کہ شاید کسی بزرگ کی دعا سے رہائی ہو جائے چنانچہ ہم چاروں نے متفق ہو کر ایک شخص کو دہلی سے ہانسی۔ شیخ قطب الدین منور کی خدمت میں بھیجا۔ کہ ہمارے لئے دعائے خیر کرانا اور سارا حال عرض کرنا۔ چنانچہ جب اس نے دعائے خیر کے لئے عرض کی۔ تو آپ نے دعا کے بعد فرمایا۔ کہ ان چار میں سے تین رہا ہو جائیں گے۔ اور چوتھا گو میرا مرید ہے۔ لیکن اس کا وقت اب قریب پہنچ چکا ہے وہ رہا نہیں ہو گا۔ یہ سن کر وہ شخص رخصت ہو کر ہمارے پاس آیا۔ اور سارا ماجرا بیان کیا۔ واقعی ہم تین کو تو رہائی ملی۔ اور چوتھا قید خانے میں ہی شہید ہوا ✽

بخش چہارم۔ در بیان ملاقات شیخ قطب الدین منور قدس سرہ العزیز با سلطان محمد تغلق انار اللہ برہانہ

معتبر آدمیوں کی زبانی سننے میں آیا ہے۔ کہ جن دنوں سلطان محمد ہانسی کے پاس شہر بنسی میں جو ہانسی سے چار کوس کے فاصلہ پر ہے پہنچا۔ تو اس نے مخلص الملک نظام الدین کو جو مجسم ظلم تھا

ہانسی میں قلعہ کی شکست و ریخت دیکھنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ شیخ صاحب کے مکان کے قریب پہنچا۔ تو پوچھا یہ کس کا مکان ہے؟ لوگوں نے کہا۔ یہ سلطان المشائخ کے خلیفہ شیخ قطب الدین منور کا ہے۔ اس نے کہا بڑے تعجب و حیرانی کی بات ہے کہ بادشاہ یہاں آئے اور یہ شیخ ملاقات کے لئے نہ جائے۔ جب قلعہ کی کیفیت بادشاہ کی خدمت میں بیان کی۔ تو ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دیا۔ کہ یہاں پر سلطان المشائخ کا ایک خلیفہ قطب الدین منور نام رہتا ہے۔ وہ آپ کی زیارت کے لئے نہیں آیا۔ بادشاہ کو غرور سلطنت کی وجہ سے غصہ آیا۔ اور حسن برہنہ کو آپ کے بلانے کے لئے بھیجا۔ جب حسن برہنہ آپ کے مکان کے پاس پہنچا۔ تو وہ جاہ و حشم کے سامان دور کر کے دہلیز کے پاس سر زانو پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ ایک گھڑی بعد جب چھت پر سے شیخ صاحب نے یادِ الٰہی سے فارغ ہو کر نور باطن سے معلوم کیا۔ کہ حسن برہنہ دہلیز پر بیٹھا ہے۔ تو شیخ زادہ نور الدین کو بھیجا۔ کہ ایک شخص دہلیز کے پاس منتظر ہے اُسے بلا لا۔ جب شیخ زادہ آیا۔ تو حسن برہنہ کو اسی حالت میں پایا۔ شیخ زادہ نے کہا۔ کہ آپ کو شیخ صاحب بلاتے ہیں۔ جب سلام اور مصافحہ کے بعد بیٹھ گئے۔ تو حسن برہنہ نے کہا۔ کہ آپ کو بادشاہ سلامت بلاتے ہیں۔ شیخ منور نے فرمایا۔ کہ اس جانے میں میرا اختیار ہے یا نہیں؟ کہا نہیں۔ مجھے حکم ہے کہ لے آؤ۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اپنے اختیار سے نہیں جا رہا۔ بعد ازاں اپنے اہل بیت سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر مصلیٰ کندھے پر ڈالا اور عصا لیکر پیدل روانہ ہوئے۔ جب حسن برہنہ نے شیخ قطب الدین منور کی پیشانی پر واصلانِ حق کی علامات دیکھیں اور آپ کو تکلف اور ریا سے خالی پایا۔ تو عرض کی۔ کہ آپ پیادہ کیوں جاتے ہیں گھوڑے پر سوار ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی ضرورت نہیں۔ مجھ میں اتنی طاقت ہے۔ کہ پیادہ چل سکتا ہوں۔ جب آپ اپنے آباؤ اجداد کے مقبرہ کے پاس پہنچے۔ تو حسن برہنہ سے اجازت لی۔ کہ کیا میں زیارت کر سکتا ہوں؟ اُس نے کہا بہتر۔ آپ نے اپنے آباؤ اجداد کی پائنتی کھڑے ہو کر عرض کی۔ کہ میں آپ کے گنج سے اپنے اختیار سے باہر نہیں جاتا۔ مجھے مجبوراً لئے جاتے ہیں۔ چند بندگانِ خدا میرے لواحقین) بے خرچ ہیں۔ جب روضہ سے باہر نکلے۔ تو ایک شخص کچھ روپے لئے کھڑا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا ہے؟ عرض کی۔ میں نے کسی کام کے لئے منت مانی تھی۔ سو پورا ہو گیا۔ اور یہ روپیہ بطور شکرانہ آپ کی خدمت

میں لایا ہوں - آپ نے وہ روپیہ گھر بھجوا دیا - جب آپ ہانسی سے بنسی میں جو چار کوس کے فاصلہ پر ہے پیادہ پا آئے - اور بادشاہ کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی - اور حسن برہنہ نے آپ کی حقیقت حال بادشاہ کی خدمت میں عرض کی - تو اس نے نہایت تکبر کی وجہ سے اس سے اغماض کیا - اور اپنے پاس بلایا - اور پھر وہاں سے دہلی روانہ ہوا - دہلی پہنچ کر آپ کو ملاقات کے لئے بلوایا - وہاں جاتے ہوئے آپ نے اثنائے راہ میں سلطان السلاطین فیروز شاہ جو ان دنوں ولیعہد تھا - فرمایا - کہ ہم درویش آدمی ہیں - بادشاہوں کی مجلس کے آداب و قواعد سے بے بہرہ ہیں جس طرح کہو کیا جائے - اس نے عرض کی - کہ چونکہ جناب کی نسبت بادشاہ کو سکھلایا گیا ہے - کہ آپ بادشاہوں کی پرواہ نہیں کرتے - اس لئے آپ کو مناسب ہے کہ حتی الوسع نرمی، تواضع اور اخلاص سے پیش آئیں - جب شیخ صاحب کچہری میں داخل ہوئے - تو شیخ زادہ نورالدین جو آپ کے پیچھے جا رہے تھے - چونکہ پہلے کبھی ایسا موقع نہیں دیکھا تھا - امراء و رؤساء کی شان و شوکت دیکھ کر ہراساں ہوئے - شیخ صاحب نے نور باطنی سے یہ بات معلوم کر کے مڑ کر شیخ زادہ کو فرمایا - کہ بیٹا تمام عظمت و بزرگی اللہ تعالٰے ہی کو حاصل ہے - شیخ زادہ صاحب یہ بات سن کر مطمئن ہوئے اور اس قدر دلیر ہو گئے کہ امراء و وزراء انہیں بھیڑوں کی طرح دکھائی دینے لگے - جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ شیخ صاحب آ رہے ہیں - تو اٹھ کر کمان لیکر تیر اندازی میں مشغول ہوا - اور جب شیخ صاحب تشریف فرما ہوئے - اور آپ کی پیشانی میں مردان حق کی علامات دیکھیں - تو نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آیا - اور مصافحہ کیا - مصافحہ کے وقت آپ نے بادشاہ کا ہاتھ خوب زور سے پکڑا - کہ وہ ظالم بادشاہ آپ کا معتقد ہو گیا - اور عرض کرنے لگا - کہ میں آپ کی ولایت میں حاضر ہوا - تو آپ نے میری تربیت نہ فرمائی - اور اپنی ملاقات سے مشرف نہ فرمایا - آپ نے فرمایا - کہ پہلے تو ہانسی کو دیکھو - پھر اس بات کا خیال رکھو - کہ یہ ہانسی کا درویش سچ اپنے آپ کو بادشاہوں کی ملاقات کے لائق نہیں پاتا - گوشہ میں بادشاہ اور اہل اسلام کی دعا گوئی میں مشغول ہے - اسے معاف کرنا چاہئے - اور معذور سمجھنا چاہئے - بادشاہ آپ کی صفات اور تقریر دلپذیر سے جو بناوٹ سے خالی تھی نرم دل ہوا - اور سلطان السلاطین فیروز شاہ کو جو قدرتاً حلیم اور خلیق تھے فرمایا کہ جو کچھ شیخ صاحب کا مقصود ہے پورا کیا جائے - شیخ صاحب نے فرمایا - کہ میرا مقصود ذات الٰہی

اور آباؤ اجداد کا گنج ہے۔ پھر آپ وہاں سے واپس آئے +

منقول ہے کہ اعظم ملک کبیر معظم مرحوم و مغفور جو سراپا عدل و انصاف اور بخشش تھے فرماتے ہیں۔ کہ شیخ صاحب کی روانگی کے بعد بادشاہ نے کہا۔ کہ جتنے مشائخ سے میں نے مصافحہ کیا ہے۔ سب کے ہاتھ بوقت مصافحہ لرزتے تھے لیکن شیخ قطب الدین منور نے میرا ہاتھ خوب مضبوطی سے پکڑا اور مجھے یقین ہو گیا۔ کہ یہ بزرگ ان لوگوں میں سے نہیں۔ حاسدوں نے مجھے غلط خبر دی۔ مجھے آپ کی پیشانی سے دینی رعب و داب نظر آیا۔ پھر بادشاہ نے سلطان السلاطین فیروز شاہ اور خواجہ ضیاء الدین برنی کو ایک لاکھ ٹکہ دیکر آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ آپ نے فرمایا میں تو ہرگز یہ رقم نہیں لونگا۔ جب انہوں نے آکر بادشاہ سے ماجرا بیان کیا۔ تو بادشاہ نے کہا کہ اچھا پچاس ہزار ہی دو۔ جب پھر شیخ صاحب کی خدمت میں آئے۔ تو آپ نے لینے سے انکار کیا۔ پھر بادشاہ نے کہا۔ کہ اگر شیخ صاحب اتنا بھی قبول نہ کرینگے۔ تو لوگ مجھے کیا کہینگے۔ جب اس بارے میں بہت ردّ و کد ہوئی۔ تو سلطان السلاطین فیروز شاہ اور مولانا ضیاء الدین برنی نے کہا۔ کہ ہم دو ہزار سے کم کا ذکر بادشاہ سے نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ ہماری شان کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ صاحب نے اتنا بھی منظور نہ فرمایا۔ بلکہ مسکرا کر فرمایا۔ سبحان اللہ! جس درویش کو دو سیر کھچڑی اور تھوڑا سا گھی کافی ہو۔ اُسے ہزار ٹکوں کی کیا ضرورت ہے۔ آخر مخلصوں کے کہنے سننے سے وہ دو ہزار ٹکے منظور فرمائے۔ لیکن اس میں سے بہت سا روپیہ سلطان المشائخ اور شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کے روضوں پر خرچ کیا۔ کچھ شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں بھیجدیا۔ اور باقی مختلف اشخاص کو بانٹ دیا۔ اور چند روز بعد نہایت عزت کے ساتھ آپ کو ہانسی کی طرف روانہ کیا گیا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

گر قدم بر چشم ما خواہی نہاد ۔۔۔ دیدہ در رہ مے نہم تا میروی
دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست ۔۔۔ تا نہ پنداری کہ تنہا مے روی

{ نکتہ پنجم۔ در بیان سماع شنیدن شیخ قطب الدین منور نوراللہ مرقدہٗ }

مصنّف ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ شیخ قطب الدین منور کو سلطان محمد اپنے ساتھ دہلی لایا۔ اور روضۂ سلطان المشائخ میں دعوت عرس ہوئی۔ اس مجلس میں شیخ قطب الدین مولانا شمس الدین یحیٰی اور شیخ نصیر الدین محمود موجود تھے۔ اور جو انوار سعادت اس وقت نازل

ہو رہے تھے۔ میں (مصنف) دیکھتا تھا۔ شیخ قطب الدین منوّر کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور رقص کرتے ہوئے آپ حاضرین کے پاؤں پر اپنا سر مبارک رکھتے تھے۔ **مصرعہ**

پائے بزرگاں گرفت گریۂ عشاق تو

اور زبان حال سے یہ شعر پڑھتے تھے ؎

زندہ ام بیاد شیخ بلے　　　جان من یار شیخ شد آرے

شیخ صاحب کے ذوق شوق کو جو آپ کو اس مجلس میں حاصل تھا۔ اب تک محسوس کرتا ہوں۔ اس سے عاشقانہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ شخص نہایت خوش نصیب ہے جس کی یاد سے دلوں کو راحت حاصل ہو ؎

خوش وقت آن کسے کہ ازو راحتے رسد　　　بر جان اہل بخش کہ مشتاق حضرت اند

اسی اثنا سلطان المشائخ کے روضۂ مبارک میں آپ یاد الہٰی میں مشغول تھے۔ **مصرعہ**

شب محرم عاشقاں است شبہاش طلب

اور مخدوم اور اپنے شیخ کے راز و نیاز کا ذکر کیا۔ الغرض میرے والد صاحب نے کھانے کا انتظام کیا۔ اور مجھے ان کے بلانے کے واسطے بھیجا۔ اس وقت آپ خواجہ جہاں مرحوم کے گنبد میں رو بقبلہ یاد الہٰی میں مشغول تھے۔ جب میری نگاہ آپ کے روئے مبارک پر پڑی۔ تو اس بادشاہ ولایت کے ظاہر سے باطنی عشق آمیز حکایات مترشح ہوتی ہوئیں دکھائی دیں سبحان اللہ! ذات حق نے آپ میں ذوق اور صفائی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ کھانا تناول فرماتے وقت آپ مسکراتے تھے اور بڑی رغبت و خواہش سے تناول فرماتے تھے۔ اور مجھے فرماتے تھے۔ کہ میں نے تمہاری دادی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بہت دفعہ کھایا ہے۔ میرے تم پر اور تمہارے مجھ پر بہت حقوق ہیں۔ اور میں آپ کے ساتھ کھانا کھانے سے بموجب اس حدیث کے "من اکل مع مغفور فقد غفر لہ" (جس نے بخشے ہوئے کے ساتھ کھانا کھایا وہ بھی بخشا گیا) بخشش کا امیدوار ہوا۔ الحمد للہ علٰے ذالک ؛

منہم زاہد روحانی۔ عابد سبحانی یعنی مولانا حسام الملۃ والدین ملتانی خلیفہ سلطان المشائخ علم پرہیزگاری۔ عبادت اور زہد میں دلیل بین تھے۔ فقہ میں ہدایہ کی دو نو جلدیں اور علم سلوک میں قوت القلوب اور احیاء العلوم پر حاوی تھے۔ اس کے علاوہ آپ حاجی حرمین الشریفین

تھے۔ آپ کا حال تین نکات پر مشتمل ہے ۞

{نکتہ اوّل۔ در بیان عظمت اور مرحمت ہائے سلطان المشائخ درباب او}

سبحان اللہ آپ کی ذات بابرکات مجسم زہد و ورع تھی آپ کا طریقہ طریقہ سلف۔ آپ کا معاملہ معاملہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا تھا۔ آپ سلطان المشائخ کے اعلےٰ یاروں میں شمار ہوتے تھے سلطان المشائخ نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ شہر دہلی اس کی حمایت میں ہے ۞

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ جا رہے تھے کہ مصلےٰ آپ کے کندھے پر سے گر گیا لیکن آپ کو کثرت شغل کی وجہ سے اُس کی خبر نہ ہوئی۔ ایک شخص نے پیچھے سے آواز دی۔ کہ شیخ صاحب آپ کا مصلےٰ گر گیا ہے۔ چند مرتبہ اس نے شیخ شیخ کہہ کر آواز دی۔ لیکن چونکہ آپ اپنے آپ کو شیخ نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے مڑ کر نہ دیکھا۔ اور نہ اس نام سے پکارے۔ جانے پر متوجہ ہوئے آخر اس شخص نے مصلےٰ اٹھا لیا۔ اور دوڑ کر آگے آپ کو دیا۔ اور کہنے لگا کہ میں نے کئی بار شیخ شیخ کہہ کر پکارا لیکن آپ نے نہ سنا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بھائی بات یہ ہے۔ کہ میں اپنے آپ کو شیخیت کے مرتبے پر نہیں پاتا۔ سبحان اللہ! اس قدر بزرگی اور پھر نام و شہرت سے اس قدر پرہیز ۞

منقول ہے۔ کہ جس وقت آپ حج سے واپس آئے اُس روز جمعہ کا دن تھا۔ آپ کیلو کھری کی جامع مسجد میں آئے۔ اور یاد الٰہی میں مشغول ہوئے کیلو کھری میں سلطان المشائخ کے سونے اور وضو کرنے کے لئے ایک جگہ نہایت مختصر اور مصفا بنا رکھی تھی۔ آپ چاشت کے وقت وہاں پہنچے اور ارادہ کیا کہ اب مسجد کے کونے میں پوشیدہ بیٹھا رہوں۔ نماز کے بعد سلطان المشائخ کی قدمبوسی کروں گا۔ جب آپ نے ایسا کہا۔ تو سلطان المشائخ نے نور باطنی سے معلوم کر کے خواجہ ابوبکر مصلےٰ دار کو فرمایا۔ کہ جا کر مولانا حسام الدین کو جو ابھی ابھی خانہ کعبہ سے آئے ہیں۔ اور مسجد کے ایک کونے میں یاد الٰہی میں مشغول ہیں بلا لاؤ۔ جب خواجہ ابوبکر مصلےٰ دار مسجد میں آئے۔ تو آپ کو ایک کونے میں یاد الٰہی میں مشغول پایا۔ اور کہا۔ کہ آپ کو سلطان المشائخ یاد فرماتے ہیں۔ مولانا حیران رہ گئے۔ کہ میں نے تو اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا تھا۔ چونکہ سلطان المشائخ مکاشف عالم ہیں اس لئے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ الغرض مولانا نے سلطان المشائخ کی قدمبوسی کی۔ اور آنجناب کی مرحمت و شفقت سے مخصوص ہوئے۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ جو شخص خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے جائے اس کے لئے مناسب

اور ضروری ہے۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے الگ نیت کرے تاکہ آں حضرت صلعم کی زیارت کا مستحق ہو سکے۔ اور طفیلی زیارت نہ کرے۔ جب آپ نے سلطان المشائخ سے یہ سنا۔ تو پکا ارادہ کر لیا۔ کہ پھر آں حضرت کی زیارت کے لئے جاؤں گا سبحان اللہ! مرید کے حق میں پیر کی مرحمت اور مرید کی خوش اعتقادی دیکھو۔ فی الفور ارادہ فرماں برداری کا کر لیا۔

نکتہ دوم۔ دربیان ملاقات میاں مولانا حسام الدین ملتانی
و مولانا شمس الدین یحیٰی و مولانا علاء الدین نیلی رحمۃ اللہ علیہم

واضح رہے کہ ایک دفعہ مولانا شمس الدین یحیٰی اور مولانا علاء الدین نیلی رحمۃ اللہ علیہما اکٹھے اودھ سے سلطان المشائخ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ سلطان المشائخ کا یہ قاعدہ تھا۔ کہ جب اودھی یار آتے۔ تو آپ کی قدمبوسی کے بعد انہیں حکم ہوتا کہ پہلے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کی زیارت سے مشرف ہو کر شہری یاروں سے ملاقات کرنا۔ چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق مولانا شمس الدین اور مولانا علاء الدین شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کی زیارت کے لئے گئے۔ وہاں سے شہر میں آکر بعض یاروں سے ملاقات کی۔ بعد ازاں مولانا حسام الدین ملتانی کی خدمت میں آئے۔ مولانا کے گھر کا کوئی دروازہ نہ تھا۔ صرف ایک چھپر میں گذارہ کیا کرتے تھے۔ خواجہ سنائی فرماتے ہیں ؎

داشت لقمان یک گریچے تنگ — چوں گلوگاہِ نائے و سینۂ چنگ
بوالفضولے سوال کرد از وے — چیست این خانہ شش بدست و سہ پے
باد لِ سرد و چشم گریاں پیر — گفت ہذا لمن یموت کثیر

اسی گھر کے خیال میں تھے کہ اتنے میں مولانا بھی نکل آئے۔ اور دونوں بزرگوں کا استقبال کیا۔ اس وقت مولانا ایک میلا سا سبز رنگ کا پیراہن پہنے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ میں قدرے کھچڑی اور دوسرے میں دستارچہ اور تھوڑی سی لکڑیاں۔ ان دونوں نے آپس میں کہا۔ کہ یہ ہے طریقہ سنت اور اسی کا نام مسلمانی ہے۔ الغرض ملاقات کے بعد مولانا شمس الدین یحیٰی نے التماس کی۔ کہ یہ لکڑیاں مجھے دو۔ اور مولانا علاء الدین نیلی نے کہا۔ کہ یہ کھچڑی مجھے دو۔ تاکہ آپ کے گھر پہنچا دیں۔ اور اس سعادت سے بہرہ ور ہوں۔ مولانا حسام الدین نے فرمایا۔ کہ آپ کو مجھ دہیں۔ آپ کا کوئی تعلق نہیں۔ میں نے شرعی بوجھ اپنے کندھوں پر لیا ہے۔ سو مجھے یہ بوجھ اٹھانا چاہئے۔ پہرا

یہی حق ہے۔ جب مولانا نے کھچڑی اور ایندھن اندر پہنچایا۔ تو ایک پرانا بوریا اٹھا لائے۔ اسی پر ان دونوں کو بٹھایا اور خود بھی بیٹھ گئے۔ مولانا شمس الدین نے ایک چادر پیش کی۔ اور مولانا علاء الدین نے ایک روپیہ۔ پھر مشائخ کی حکایات اور گذشتہ بزرگوں کے حالات میں مشغول ہوئے۔ اتنے میں چاشت کا وقت ہو گیا۔ نماز چاشت سے فارغ ہو کر مولانا حسام الدین ایک چھوٹی سی مٹی کی صحنک میں کھچڑی ڈال اوپر گھی رکھ کر لائے۔ جب کھانا کھایا گیا تو اُٹھتے وقت مولانا حسام الدین کو وہی ایک روپیہ اور مولانا علاء الدین کو وہی چادر عنایت کی۔ اور معافی مانگی۔ جب یہ دونو بزرگ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آں جناب نے پوچھا کہ شہر میں تم نے کس کس سے ملاقات کی۔ تو اثنائے گفتگو میں مولانا حسام الدین کی ملاقات کا بھی ذکر آ گیا۔ سلطان المشائخ نے بڑی رضا و رغبت سے سُنا۔ سنتے جاتے تھے۔ اور آنسو چشم مبارک سے جاری تھے۔ اسی اثناء میں آنجناب نے اقبال خادم کو بلا کر فرمایا۔ کہ کچھ نقدی لاؤ۔ جب نقدی لے آیا۔ تو فرمایا کچھ کپڑا بھی لاؤ۔ جب دونو چیزیں آ چکیں۔ تو جس مصلّے پر بیٹھے تھے وہ بھی اٹھا کر اُن کے پاس رکھ دیا۔ اور اپنے تیز رفتار قاصد خواجہ رضی کو بلا کر حکم دیا۔ کہ فی الفور یہ تینوں چیزیں مولانا حسام الدین کو پہنچا آؤ۔ جب خواجہ رضی یہ چیزیں لیکر مولانا حسام الدین کی خدمت میں آئے۔ تو آپ نے پوچھا۔ کہ میں تو اس نعمت کے لائق نہ تھا۔ یہ کیونکر عطا ہوئیں؟ خواجہ رضی نے عرض کی کہ قاصدوں کا کام صرف پہنچا دینا ہوتا ہے۔ مولانا نے پوچھا جس وقت سلطان المشائخ یہ چیزیں عنایت کیں۔ اس وقت کون کون صاحب حاضر خدمت تھے۔ خواجہ رضی نے عرض کیا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ اور مولانا علاؤ الدین نیلی اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ مولانا سمجھ گئے۔ کہ انہوں نے ہی کچھ میری نسبت عرض کیا ہوگا۔ خواجہ رضی کو فرمانے لگے۔ کہ کیا یہ بزرگ درویشوں کے حال کی تفتیش کرنے آتے ہیں۔ ان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ جب مولانا حسام الدین حسب المعمول سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔ تو مولانا نے انہیں فرمایا۔ کہ تم نے یہ کیا کیا۔ میری کیا ہستی ہے۔ کہ تم میرا ذکر سلطان المشائخ کی خدمت میں کرو۔ تمہیں واجب ہے کہ ایک دوسرے کا حال چھپاؤ۔ نہ کہ پردہ دری کریں۔ بیچ جیسے اس بارگاہ کے ہزاروں بندے آئے ہیں۔ جن کے حال سے کوئی بھی واقف نہیں۔ ہاں اگر سلطان المشائخ کو خود بخود منکشف ہو جاتا۔ تو وہ اور

بات تھی۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تا چہ مرغم کم حکایت پیش عنقا کردہ اند ۔ تا چہ مورم کم سخن پیش سلیمان کردہ اند

ان دونو بزرگوں نے کہا۔ کہ مولانا! جب ہم آپ سے رخصت ہو کر سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آنحضرت نے ہم سے پوچھا۔ کہ شہر میں کس کس سے ملاقات ہوئی؟ سو اس اثناء میں آپ کا بھی ذکر ہوا۔ ورنہ ہم نے عمداً نہیں کیا۔ معاف فرمائیگا ۔

{نکتہ سوم۔ در بیان خلافت یافتن مولانا حسام الدین ملتانی
از حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس سرہٗ}

منقول ہے۔ کہ جب شیخ نصیر الدین محمود اور شیخ قطب الدین منور کو خلافت عطا ہوئی اس کے دوسرے روز مولانا حسام الدین کو بلایا گیا۔ جب حاضر خدمت ہوئے۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ سلطان المشائخ کے رعب کے مارے میں پسینا پسینا ہو گیا۔ جب سلطان المشائخ کے روبرو مجھے خلافت اور خلعت خاصہ عنایت ہوئی۔ تو میں نے اس موقعہ پر خدمت والا میں عرض کی۔ کہ جناب نے اس بیچارے پر رحمت و شفقت فرما کر اور دولت خلافت سے مشرف فرمایا ہے۔ اب وصیت کا طالب ہوں۔ سلطان المشائخ نے آستین سے دست مبارک نکال کر انگشت شہادت مولانا کی طرف کر کے فرمایا۔ ترک دنیا۔ ترک دنیا۔ ترک دنیا۔ زیادہ مریدوں کی کوشش نہ کرنا۔ مولانا نے پھر عرض کی۔ کہ اگر حکم ہو تو شہر میں نہ رہوں۔ کسی دریا کے کنارے بود و باش اختیار کر لوں۔ کیونکہ کنوئیں کے پانی سے وضو کرنے میں دل کی تسلی نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا۔ شہر میں رہو۔ اور آدمیوں کی طرح رہو۔ نفس چاہتا ہے کہ تمہیں آرام کے مقام سے جنبش دے۔ اور ایسے مقام پر لے جائے جہاں تمہارے خیالات پراگندہ رہیں۔ کیونکہ جب تم شہر کو چھوڑ کر دریا کے کنارے جا بسو گے۔ تو مسافر اور شہری لوگ تمہارے پتے پر آ کر تمہیں خواہ مخواہ دق کرینگے۔ کنوئیں کے پانی کی نسبت بھی مختلف الرائے ہیں۔ لیکن کچھ مضائقہ نہیں۔ پھر مولانا نے عرض کیا۔ کہ جب کبھی میرے پاس فتوح آتی ہے تو کچھ اس میں سے اپنے فرزندوں کے لئے خرچ کرتا ہوں۔ اور کچھ مسافروں کے لئے۔ اور کئی کئی دن گذر جاتے ہیں۔ کہ کچھ بھی نہیں آتا۔ اس وقت بال بچے بھی مجھے دق کرتے ہیں۔ اور مسافر بھی محروم جاتے ہیں۔ کیا ایسے موقع پر میں قرض لے لوں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ اگر تم قرضہ لو گے۔ تو

دو حال سے خالی نہ ہو گا۔ یا تو تم اپنے بال بچے کے لئے لو گے یا مسافروں کے لئے مسافر دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک جو دُور دراز فاصلہ سے آئیں یا شہر سے جن لوگوں کی آمد و رفت تمہارے ہاں ہے۔ اول الذکر کے لئے قرضہ لینا مناسب ہے۔ کیونکہ اس صورت کے لئے تم معذور نہیں سمجھے جاؤ گے۔ اور جو روزمرہ شہر سے آتے جاتے ہیں۔ ان کے واسطے قرضہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ اپنے بال بچے کے لئے قرض لینا اور فتوح آنے پر اسے ادا کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر اسی لین دین میں ہو گے تو درویشی کا کام کب کرو گے۔ درویش وہی ہوتا ہے کہ اگر اُس کے پاس کچھ ہے۔ تو خرچ کر دے۔ ورنہ صبر کرے اور نامرادی سے بسر کرے۔ اور اپنے آپ کو تدبیروں کے بکھیڑے میں خواہ مخواہ نہ پھنسائیں۔ اجداں ان فرمایا۔ کہ درویش کو ہر دری نہیں ہونا چاہئے۔ ہر دری دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک ظاہری۔ دوسرے باطنی۔ ظاہری دربدر پھرتے ہیں اور بھیک مانگتے ہیں۔ باطنی وہ جو بیٹھے تو گوشے میں رہتے ہیں۔ لیکن ان کا خیال دربدر رہتا ہے۔ کہ آج زید سے فلاں چیز ہاتھ آئیگی اور عمر سے یہ مانگوں گا۔ ظاہر میں دربدر ہونا باطنی دربدر ہونے سے بدرجہا بہتر ہے۔ کیونکہ ظاہری تو ظاہر ہے۔ لیکن باطنی ریاکار ہے۔ جو ظاہر میں خدا پرست ہے۔ لیکن باطن میں خلق پرست۔ نعوذ باللہ منہا ؛

منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میں نے خواب دیکھا ہے۔ کہ آپ معہ گیارہ یاروں کے جن میں سے ایک مولانا حسام الدین ملتانی ہیں کشتی میں سوار ہو کر کہیں جا رہے ہیں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ شیخ شیوخ العالم فرید الحق و الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ایک مرید نے ایک دفعہ خواب دیکھا تھا۔ کہ شیخ شیوخ العالم کشتی میں معہ چھ یاروں کے سوار ہیں۔ جن میں سے ایک یہ بندہ (سلطان المشائخ) ہے۔ مصنف کی رائے ہے کہ مولانا حسام الدین کا سلطان المشائخ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونا مولانا کی عظمت و بزرگی پر دال ہے۔ کیونکہ سلطان المشائخ نے اپنے سے تمثیل دی ہے۔ اور اپنے بارے میں بھی ایسی ہی حکایت بیان فرمائی ہے۔

ایک دفعہ مولانا حسام الدین نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی کہ مخدوم! خلقت مجھ سے ایک کرامت طلب کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ الکرامتہ ہی الاستقامتہ

علی باب الغیب " "دروازہ خدا پر استقامت سے کام لینا کرامت ہے" تم اپنے کام میں لگے رہو۔ کرامت کے طالب کب تک ہو گے۔ چنانچہ اسی سال جب لوگ شہر دہلی سے دیوگیر کی طرف روانہ ہوئے۔ تو مولانا گجرات پہنچ کر اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ آپ کا مقبرہ آج کل اس علاقے کے لوگوں کا حاجت روا ہے ٭

منہم۔ عالم ربانی۔ عاشق سبحانی یعنی مولانا فخر الملۃ والدین زرادی قدس اللہ سرہ العزیز سلطان المشائخ کے بڑے خلیفہ تھے۔ اور اعلیٰ یاروں میں بہ سبب شہرت علم۔ لطافت طبع شدت مجاہدہ۔ ذوق مشاہدہ۔ وفور ترک و تجرید اور کثرت گریہ کے نہایت مشہور و معروف تھے۔ آپ مجسم عشق تھے۔ جو شخص آپ کی پیشانی کو دیکھتا۔ فوراً معلوم کر لیتا کہ آپ درگاہ الٰہی کے واصل ہیں۔ آپ کے حالات چھ نکات پر مشتمل ہیں ٭

{نکتہ اول در بیان ارادت آوردن مولانا فخر الدین زرادی
بحضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز}

شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جن دنوں میں شہر میں پڑھایا کرتا تھا۔ اور مولانا فخر الدین ہانسوی کی خدمت میں جایا کرتا تھا۔ وہاں پر مولانا فخر الدین زرادی اور امیران لورکش مولانا فخر الدین سے ہدایہ پڑھا کرتے تھے۔ اور ان دونوں سے بڑھ کر وہاں کوئی بحث کرنے والا نہ تھا۔ وہاں پر جب کبھی میں سلطان المشائخ کا ذکر کرتا۔ تو یہ دونوں تعصب سے کام لیتے۔ جو مجھے ناگوار گذرتا۔ آخر میں نے کہا۔ کہ یہ باتیں تم اسی وقت تک کرتے ہو جب تک تم نے سلطان المشائخ کو نہیں دیکھا۔ اگر دیکھ لو۔ تو تمہارا یقین فاسق یقین واثق وصادق سے بدل جائے۔ میں نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا اور وہ راضی ہو گئے۔ جب ہم تینوں سلطان المشائخ کی خدمت میں آئے۔ تو سلطان المشائخ نے ان دونوں سے پوچھا۔ کہ کیا شہر میں رہتے ہو؟ عرض کی۔ شہر میں رہتے ہیں۔ پھر پوچھا۔ کچھ پڑھا کرتے ہو؟ عرض کی ہدایہ۔ پوچھا کس سے؟ عرض کی مولانا فخر الدین ہانسوی سے پوچھا کہاں پر سبق ہے؟ مولانا فخر الدین میرے پاس بیٹھے تھے۔ آگے ہو کر انہوں نے کتاب کھول کر عرض کی۔ کہ یہاں تک۔ اور جو شبہ اس سبق میں رہ گیا تھا۔ وہ بھی عرض کیا۔ اور ساتھ ہی اس کے دور کرنے کے لئے التماس بھی کی۔ سلطان المشائخ عالمانہ طور پر تقریر دلپذیر سے تشفی کر دی۔ مولانا فخر الدین سن کر حیران رہ گئے۔ اور پیچھے

ہٹ کر میرے کان میں کہا۔ کہ میں آج ہی مرید ہونا چاہتا ہوں۔ سلطان المشائخ نے پوچھا کہ مولانا کیا کہتے ہیں۔ شیخ نصیر الدین محمود نے عرض کی۔ کہ مرید ہونا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا۔ پھر جب آؤ گے تمہیں مرید کیا جائیگا۔ مولانا فخر الدین نے مجھے کہا۔ کہ اگر سلطان المشائخ مجھے آج مرید نہ بنائینگے۔ تو میں خودکشی کر لونگا۔ جب یہ بات سلطان المشائخ نے سنی۔ تو فرمایا بہتر۔ چنانچہ اسی وقت ان دونو کو کلاہ ارادت پہنائی گئی۔ جن میں سے مولانا فخر الدین محلوق ہوئے۔ اور عالموں کے زمرہ سے نکلکر درویشوں میں مل گئے۔ اور اپنی کتابیں یاروں کو بانٹ دیں۔ اور علم اور جاہ و منزلت کی طلب کا غرور سر سے نکال دیا۔ امیر خسرو نے کیا اچھا کہا ہے ؎

بود زعقل ہمش پیش ازیں باد غرور بسرم پیش در تو خاک شداں ہمہ کز کلاہم

جس روز سے آپ مرید ہوئے۔ اس روز سے غیاث پور میں رہنا شروع کیا۔ اور پانچوں وقت سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں آں جناب کے ہمراہ نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔ آپ سلطان المشائخ کے ساتھ مقام صالح میں جاتے اور اس روحانیوں کی مجالس میں پرورش پاتے۔ اور اسی ذوق میں مست رہتے۔ پھر آپ نے سلطان المشائخ کے گھر کے سامنے ایک مکان لیا اور وہیں رہنے سہنے لگے۔ کوئی خوش نصیب ہی ایسا کرتا ہے۔ شیخ سعدی رح فرماتے ہیں۔ مصرعہ

خوش آں سرے کہ شود خاک آستانہ تو

جب تک سلطان المشائخ زندہ رہے۔ آپ اس جناب کے آستانے سے نہ گئے ؎

عشق آں راسلم است اے جاناں کہ نہد سر بر آستانۂ دوست

امیر حسن نے کیا اچھا کہا ہے ؎

اگر رقیب تو پرسد حسن چہ ماند برین تو آبروئے دہ او را بگو کہ خاک رہ ایں

جب سلطان المشائخ اس دار فانی سے کوچ کر کے مقعد صدق میں پہنچے۔ تو مولانا از بس بے قرار ہوئے۔ کچھ عرصہ دریائے جون کے کنارے جہاں پر اب فیروز شاہ کا محل بنا ہوا ہے۔ اور شہر فیروز آباد بسا ہے رہے۔ سبحان اللہ! آپ کے قدم مبارک کا کیا ہی اثر تھا۔ کہ اسی برکت سے اس مقام پر شاہی محل بنے اور ایک بڑا بھاری شہر آباد ہو گیا۔ بعد ازاں کچھ عرصہ لونی میں رہے۔ کچھ عرصہ حوض خاص علائی پر بود و باش کی۔ لیکن

زیادہ تر سفر میں رہے - آپ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کے لئے اجمیر گئے - پھر اجودھن میں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کی - الغرض آپ پہاڑوں اور جنگلوں میں اللہ تعالےٰ کی عبادت اس طرح کرتے کہ کسی کو خبر تک نہ ہوتی - آپ نے اپنی عمر عزیز اپنے پیر کے عشق و محبت میں گذار دی شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

بکنج غارے عزلت گزینم از ہمہ خلق — کز آں لطف جہاں یار غار من است

آپ کو سلطان المشائخ کی نظر مبارک کی وجہ سے قبولیت عامہ حاصل تھی - چنانچہ جو شخص آپ کو دیکھ لیتا - فوراً سر زمین پر رکھ دیتا - اور آپ کی محبت کا گرویدہ ہو جاتا ۔

{ نکتہ دوم - دربیان مجاہدہ مولانا فخر الدین زرادی و مشغولی باطن او رحمۃ اللہ علیہ }

مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے - کہ سلطان المشائخ کے وصال کے بعد مولانا فخر الدین زرادی بستالہ کے بندگی ایک غیر آباد مسجد میں جو پہاڑ میں واقع ہے - یاد الٰہی میں مشغول رہتے - وہاں پر بسبب جنگل کے کوئی فرد بشر نہ رہتا - جب آپ وہاں گئے - تو دو آدمی آپ کے ساتھ تھے - لیکن جب انہوں نے دو چار دن دیکھا - کہ یہاں کھانے کو کچھ بھی نہیں ملتا - اور علاوہ ازیں شیر اور بھیڑیوں کا بھی ڈر رہتا ہے - اور جا بجا سانپوں کی کینچلیاں نظر آتی ہیں - تو آپ کو چھوڑ شہر کی راہ لی - خواجہ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

بے بلا نازنیں شمرد اورا — چوں بلا دید درسپرد اورا

جب میرے (مصنف) والد بزرگوار کو اس امر کی اطلاع ہوئی - تو کھانا تیار کر کے ساتھ لیا - اور چند یاروں عزیزوں کو جو مولانا فخر الدین زرادی کے شاگرد تھے - مثلاً مولانا استاذنا رکن الملتہ والدین اندرپتی - مولانا سراج الدین عثمان (جن کا ذکر سلطان المشائخ کے خلفاء میں آئیگا) مولانا رکن الدین مذکورؒ کے بھائی مولانا صدر الدین - عبد اللہ کوئی رکابدار سلطان المشائخ اور میں (مصنف) جو کہ ابھی بچہ ہی تھا - مولانا فخر الدین کی خدمت میں بستالہ میں پہنچے - دیکھا - تو یہ بادشاہ فقر و مجاہدہ بند مذکور کے عین اس مقام پر جو شیروں اور اژدہاؤں کی جائے رہائش تھی - اور سانپوں کی کینچلیاں لٹکی ہوئی دکھائی دیتی تھیں - بلا توجہ غیرے رو بقبلہ یاد الٰہی میں مشغول ہیں - آٹھ روز سے آپ نے کچھ نہیں کھایا تھا - لیکن پھر بھی آپ کے وجود میں کمزوری یا علالت کا نشان تک نہ تھا - آپ مجسم روح ہو گئے تھے - اور اپنے حال سے

اس پہاڑ و جنگل کو روشن و منور کر رہے تھے۔ اور خواجہ حکیم سنائی کی حسب ذیل رباعی پر جو سلطان المشائخ نے فرمائی تھی عمل کر رہے تھے۔

دشت و کہسار گیر ہمچو وحوش | خانماں را بماں بگو بہ وموش
خانہ کاں از برائے توت کنند | مور و زنبور و عنکبوت کنند
توت بیلے چونز آسماں سازند | ہم بداں جاش خانہ پرداز ند

جب یار اس عاشق صادق کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپ دیکھ کر خوش ہوئے۔ اور ان کی آمد کو غنیمت سمجھ کر ہر ایک سے اس کے درجے کے موافق پرساں حال ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ آپ لوگوں نے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی۔ میں جانتا ہوں کہ میرے ہمراہیوں میں سے کسی نے تمہیں خبر دی ہے۔ پھر فرمایا سبحان اللہ! ایک تو موافقت نہیں کر سکتے۔ دوسرے بھید ظاہر کرتے ہیں۔ چونکہ ملاقات کی سعادت یاروں کے نصیب تھی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے یہ سبیل نکال دی۔ الغرض آپ مجاہدہ کے کام میں سخت کوشش کرتے۔ اور اس کے بڑے سخت پابند تھے۔ میں لڑکپن سے فارغ ہونے تک خلوت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا۔ لیکن جب جاتا آپ کو رو بقبلہ بیٹھے ہوئے اور سر زانو پر رکھے ہوئے یاد الٰہی میں مستغرق پاتا۔ سلطان المشائخ کی وفات کے بعد آپ نے دائمی روزہ اختیار کیا۔ اور آخری دم تک کسی طرح بھی افطار نہ کیا +

شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ جو ترقی ہمیں مہینے دو مہینے میں حاصل ہوتی۔ وہ مولانا فخر الدین زرادی کو ایک گھڑی میں ہاتھ آتی +

{نکتہ سیوم۔ در بیان علم و تبحر مولانا فخر الدین زرادی رح}

مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ سلطان المشائخ کی زندگی میں ایک بغدادی مالکی مذہب عالم غیاث پور آیا۔ شہر میں آنے سے پہلے اس نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک فرشتہ آسمان سے بہشتی تھال سبز کپڑے سے ڈھکا ہوا لئے آرہا ہے۔ اس نے پوچھا۔ کہ اس تھال میں کیا ہے؟ فرشتے نے کہا۔ یہ علم من لدنی ہے۔ مجھے اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔ کہ اسے لے جا کر مولانا فخر الدین زرادی کے سینہ مبارک میں ڈالوں۔ اس عالم نے پوچھا۔ یہ مولانا فخر الدین زرادی کون ہیں؟ فرشتے نے کہا۔ شیخ نظام الدین کے مرید ہیں۔ اور تمام تعلقات قطع کئے ہوئے ہیں۔ یہ خواب دیکھنے

کے بعد وہ شہر میں نہ گیا۔ سیدھا غیاث پور آیا۔ اور سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھا۔ کہ میں مولانا فخر الدین زرادی کو ملنا چاہتا ہوں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ وہ یا تو جماعت خانے میں ہونگے۔ یا سیدوں کے گھر میں (مصنف کے والد اور چچا) مولانا کو میرے والد بزرگوار اور چچوں سے بڑی محبت تھی۔ اس عالم نے جماعت خانے میں آکر پوچھا۔ کہ کیا مولانا فخر الدین زرادی یہیں ہیں۔ حاضرین نے اشارہ کیا۔ اُس نے دیکھا۔ کہ ایک نحیف البدن۔ بلند قد۔ سفید رنگ۔ خوبصورت جوان ہے۔ شیخ سعدی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

اے صورتت ز گوہر معنی خزینہ ۔۔۔ ما را ز درد عشق تو در دل دفینہ

اور چہرہ مبارک سورج کی طرح منور ہے۔ اور ایک کونے میں یادِ حق میں مشغول ہے۔ عالم شخص آپ کے پاس آ بیٹھا اور خواب کا قصہ بیان کیا۔ مولانا فخر الدین زرادیؒ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ اس بارگاہ کے کئی مرید فخر الدین زرادی ہیں۔ معلوم نہیں وہ کونسا ہے اس عالم شخص نے مجمع البحرین جو علم فقہ کی نہایت ہی عجیب کتاب ہے اور تصریف مالکی جس سے مختصر یعنی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ دونو مولانا فخر الدین کے سامنے رکھدیں۔ اور کہنے لگا کہ اس میں تصریف کے قواعد و مقدمات کچھ اس ڈھنگ سے جمع کئے گئے ہیں۔ کہ ان کے مشکل مقامات کا حل کرنا سخت دشوار ہے۔ اس وقت تک ان دونو کتابوں کی کوئی شرح نہیں لکھی گئی تھی۔ آپ نے اس سے تصریف مالکی لی۔ اور عشاء کی نماز کے بعد اس کا مطالعہ کر کے مشکل مقامات کی تشریح اُنہیں کے نیچے لکھدی اور صبح اُس عالم کو دی۔ مجمع البحرین کا شہر میں رواج ہونے سے پیشتر مولانا رکن الدین یہی کتاب مولانا فخر الدین زرادی سے پڑھا کرتے تھے۔ جب اس عالم نے آپ کا سرمایہ علمی دیکھا۔ تو کہنے لگا۔ کہ الحمد للہ میرا خواب سچا ہوا۔ واقعی اس قسم کی علمی قوت اس شخص کو ہوتی ہے جس کے سینے میں علم من لدنی ہو۔ جب مولانا فخر الدین نے ان دونوں کتابوں کو بغیر کسی شرح کے پڑھانا اور ان کی مشکلات کو حل کرنا شروع کیا۔ تب ان دو بے نظیر کتابوں کا علمائے شہر میں چرچا ہوا۔ میرے (مصنف) والد بزرگوار نے سلطان المشائخ کے گھر کے پاس ہی ایک مکان کرائے پر لیکر اسے درس گاہ بنا رکھا تھا۔ اور شاگردوں کو وہاں پڑھایا کرتے تھے۔ تاکہ میں (مصنف) بھی کچھ پڑھ جاؤں۔ مولانا فخر الدین بھی نماز چاشت کے بعد اس مجلس

میں تشریف لاتے اور مولانا رکن الدین اندرپتی کو ہدایہ کا سبق دیا کرتے۔ ایک روز عالم ربانی مولانا کمال الدین سامانی سلطان المشائخ کی زیارت کو آگئے۔ جب زیارت کرکے واپس آئے تو مولانا فخر الدین زرادی پر خوب اعتقاد ہونے کی وجہ سے اس مجلس میں تشریف لائے۔ اس وقت مولانا ہدایہ کا سبق پڑھا رہے تھے۔ جب مولانا کمال الدین نے دیکھا۔ کہ ہدایہ کی حدیثوں کو ترک کرکے صحیحین کی احادیث کو معتبر سمجھتے ہیں۔ تو فرمایا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا۔ اگر کچھ شبہ ہے تو بیان فرمائیں۔ چونکہ مولانا فخر الدین کی تقریر نہایت مدلل تھی۔ اس لئے مولانا کمال الدین داد دیتے تھے اور تعریف و تحسین کرتے تھے۔

مولانا کمال الدین سامانی فرماتے ہیں۔ کہ سماع کی بحث کے وقت (جیسا کہ محض سماع کے نکتہ میں لکھا گیا ہے) مولانا فخر الدینؒ نے اثنائے بحث میں حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ تم دو میں سے ایک پہلو کو اختیار کرو۔ اگر سماع کو حرام کہو تو میں حلال ثابت کرسکتا ہوں۔ اگر تم حلال قرار دو تو میں اسے حرام ثابت کرسکتا ہوں۔ مولانا کمال الدین فرماتے ہیں۔ کہ یہ بات آپ کے وفور علم پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اس بھری مجلس میں آپ نے یہ دعویٰ کیا۔ آپ علم و تفقری کی طاقت سے ہر ایک بات کو ثابت کرسکتے تھے۔ لیکن آپ میں یہ ایک عجیب خاصیت تھی۔ کہ بحث میں نرمی سے کام نہ لیتے تھے۔ خواہ آپ کے بالمقابل کوئی علامہ عصر ہی کیوں نہ ہوتا۔ جب تک اسے ملزم نہ کرلیتے بس نہ کرتے تھے۔

ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ سلطان المشائخ کے جماعت خانے میں ظہر کی نماز کے بعد مولانا وجیہ الدین پائلی جن کا ذکر اعلیٰ یاروں میں ہو چکا ہے بیٹھے تھے۔ اور مولانا فخر الدین بھی ان دونوں بزرگوں میں علم اصول فقہ کے بارے میں کتاب بزدوی میں کچھ بحث ہو پڑی۔ مولانا وجیہ الدین مقدمات کی تقریر کرتے اور مولانا فخر الدین بڑے حلم سے نہایت عمدہ عبارات میں ان مقدمات پر حاشیہ چڑھاتے۔ نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ مولانا وجیہ الدین نے ناراض ہوکر گالی گلوچ دینی شروع کیں۔ مولانا فخر الدین رونے لگے۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ جب مولانا وجیہ الدین گالی گلوچ سے باز آئے۔ تو مولانا فخر الدین نے درویشانہ معافی اس مجلس میں کرلی۔ اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہیں دنوں ایک روز شیخ نصیر الدین محمودؒ کو

ایک مجلس میں مولانا فخرالدین نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ یہ بچہ تعلیلات میں بہت ہوشیار ہے۔ اس سے کچھ پوچھئے۔ چنانچہ شیخ نصیرالدین نے مجھ سے پوچھا۔ کہ یجب ، دراصل کیا تھا۔ جب میں نے اس کی تفصیل بیان کی۔ تو شیخ محمودؒ نے پوچھا۔ کہ یجب میں تو واؤ گر گئی لیکن یحب ۔ کے اخیر میں سے کیوں گری۔ میں نے عرض کی۔ باب کے اطراد کے لئے۔ یہ جواب سنکر مولانا فخرالدین بہت خوش ہوئے۔ اور از راہ شفقت مجھے دستارچہ و مسواک عنایت فرمایا۔ اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ مجھے ان دونوں بزرگوں کے روبرو خلعت ملی اور تحسین و آفرین سے مشرف ہوا۔ الغرض جب مولانا فخرالدین سبق سے فارغ ہوتے قصیدہ سبعیات کا ایک شعر پڑھ کر اس کی تعلیلات مجھ سے پوچھتے۔ اور نصیحت کرتے۔ کہ تعلیلوں کی بابت زیادہ کوشش کیا کرو۔ کیونکہ اصل یہی ہے یہیں سے باقی علوم سہل ہوں گے ۔

مولانا فخرالدین کو اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ آپ نے سماع کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے اور اس کی بابت کے قواعد اصول فقہ کے مطابق لکھے ہیں۔ یہاں سے آپکا سرمایہ علمی اور پایہ تحقیق معلوم ہوتا ہے آپ کے اوصاف شمائل جگر کو جلانے والا گریہ۔ اندرونی ذوق۔ ظاہر و باطنی صفائی اس قدر ہیں۔ کہ قلم ان کے لکھنے سے عاجز ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

سعدی کہ داد حسن ہمہ نیکواں بداد　　عاجز بماند در تو زبان فصاحتش

اگر آپ کبھی یاروں سے ملکر کھیتوں، باغوں، پہاڑوں، اور جنگلوں کی سیر کو جاتے۔ تو میں بھی ان کے ساتھ ہوتا۔ بخدا بتیس سال بعد تک اس مجلس کا ذوق اپنے آپ میں پاتا ہوں ۔
امیر خسرو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

مرا باز آں طریق ساقی خود یاد می آید　　غم دیرینہ بازم در دل ناشاد می آید

اور یہ بندہ (مصنف) ان بزرگوں کو یاد کرکے سلطان المشائخ کی طفیل زندہ رہتا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

جان من زندہ بتاثیر ہوائے دگر است　　سازواری نکند آب و ہوائے دگرم

نکتہ چہارم۔ در بیان شنیدن سماع خدمت مولانا فخرالدین زرادی و گریہ جگر سوز او و حالیکہ خدمت ایشان در سماع بودم

مصنف ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ جن راتوں حوض خاص علائی پر سماع ہوتا

اس مجلس میں مولانا حسام الدین ملتانی خلیفہ سلطان المشائخ موجود تھے۔ اور خوش الحان قوال اور خوش گلو غزل خواں موجود تھے۔ جب سماع شروع ہوا۔ اور مولانا فخر الدین پر سماع کا اثر ہوا۔ تو آپ رونے لگے۔ اور اس قدر روئے کہ آپ کا دم رُک گیا۔ مصرعہ

گریہ گرہ شد در گلو رہ بستہ شد آواز را

جب عزیزانِ مجلس رقص کے لئے اُٹھے۔ تو میں نے دیکھا کہ مولانا فخر الدین کی پیشانی زرد پڑ گئی۔ اور آنسو آبِ رواں کی طرح بہنے لگے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

چشم ہا آبِ رواں کرد چارہ من آں | کہ بحیلہ نتواں آبِ رواں گرد آورد

اور صرف پاؤں کے انگوٹھوں پر اُچھلتے تھے۔ مولانا حسام الدین ملتانی کو میں نے دیکھا۔ کہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر قوالوں کے پاس جاتے تھے اور شورش کر کے پھر واپس آجاتے تھے۔ ان دو نو بزرگوں کے ذوق سماع نے تمام حاضرین پر اثر کیا ؛

یہ بات کا ذکر ہے۔ کہ دولت آباد میں جہاں مولانا اُترے ہوئے تھے اور کچھ عرصہ وہاں بود و باش بھی کی تھی۔ سلطان کے حوض پر مجلس سماع قائم تھی۔ میرے چچا سید خاموش اور اور عزیز حاضر مجلس تھے۔ اس میں امیر خسرو کی غزل پڑھی جا رہی تھی۔ جب ان دونو شعروں پر پہنچے ؎

تو بادشاہ بتانے و خواہشم اینست | کہ شغل روئے تو ہی پرورشت مرا باشد
ندانم ایں دلِ گمراہ را کہ فتوٰے داد | کہ بت پرستی در عاشقی روا باشد

تو ان کا اثر مولانا فخر الدین پر پڑا گہرا ہوا۔ چنانچہ آپ قریب المرگ ہو گئے۔ آپ کی پلکیں بسبب گریہ سُرخ ہو گئیں۔ آپ نہایت سریع البکا اور اس وصف میں ہمیشہ یگانہ روز بیں مستاز تھے ؛

{ نکتہ پنجم۔ درمیان ملاقات مولانا فخر الدین زرادی قدس سرہ العزیز با سلطان محمد بن تغلق انار اللہ برہانہ }

مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ جن دنوں سلطان محمد تغلق نے اہل دہلی کو دیوگیر روانہ کیا۔ اور خود ترکستان اور خراسان پر قابض ہونا چاہتا تھا۔ اور آل چنگیز کی جڑ اُکھیڑنا چاہتا تھا۔ تو گرد و نواح اور شہر کے تمام امراء و وزراء اور رؤسا کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ تاکہ دربار عام میں منبر پر خود کھڑے ہو کر لوگوں کو جہاد کی رغبت دلائے۔ اس روز مولانا فخر الدین۔ مولانا شمس الدین یحیٰی اور شیخ نصیر الدین محمودؒ کو بھی بلوایا۔ سلطان المشائخ

کے خوب اعتقاد مرید شیخ قطب الدین دبیر نے جو مولانا فخر الملۃ والدین زرادی کا شاگرد تھا چاہا۔
کہ مولانا فخر الدین کو اور عزیزوں کے آنے سے پہلے بادشاہ کی خدمت میں لے چلے۔ لیکن
مولانا بادشاہ سے ملنا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں اپنا سر اس مرد
کی سرائے میں لڑھکتا ہوا دیکھتا ہوں یعنی میں اس سے نرمی سے پیش نہیں آؤں گا۔ اور وہ
مجھے قتل کردیگا۔ الغرض جب مولانا کی بادشاہ سے ملاقات ہونے لگی۔ تو آپ کی نعلین مبارک
شیخ قطب الدین نے اٹھا کر خدمتگاروں کی طرح بغل میں دبالیں۔ اور کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ
نے یہ حرکت دیکھ تو لی لیکن اس وقت کچھ نہ کہا۔ جب مولانا فخر الدین سے ہمکلام ہوا اور کہنے
لگا۔ کہ میرا ارادہ ہے کہ آل چنگیز کا قلع وقمع کردوں۔ کیا اس کام میں آپ میری مدد فرمائینگے
تو آپ نے فرمایا انشاء اللہ۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کلمہ شک ہے۔ آپ نے فرمایا مستقبل کے
لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ سن کر سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا۔ کہ اچھا آپ کوئی نصیحت
کریں۔ فرمایا غصہ چھوڑ دو۔ پوچھا کس قسم کا غصہ۔ فرمایا درندوں کا سا غصہ۔ یہ سن کر بادشاہ
اور بھی جلا۔ چنانچہ اس کی پیشانی سے غیض وغضب کے آثار نمایاں ہوئے۔ لیکن ضبط
کر گیا۔ جب کھانا لایا گیا۔ تو بادشاہ اور مولانا نے ایک ہی تھال میں کھانا شروع کیا۔
کھانا کھاتے وقت مولانا اس قدر خفا تھے کہ بادشاہ کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ میرے ساتھ کھانا
نہیں کھانا چاہتے۔ بادشاہ زیادہ تاکید کے لئے ہڈیوں سے گوشت الگ کر کے مولانا کے
آگے رکھتا جسے آپ کراہت سے بہت تھوڑا تھوڑا تناول فرماتے۔ جب دسترخوان اٹھایا
گیا۔ اور مولانا شمس الدین یحییٰ اور شیخ نصیر الدین محمود کو پاس لائے۔ اس موقعہ پر دو روائتیں
ہیں۔ ایک یہ کہ جب یہ بزرگ آئے۔ تو مولانا نے شمس الدین اور نصیر الدین کو اپنے سے اوپر
بٹھایا۔ اور خود ان سے نیچے بیٹھے۔ دوسری روایت یہ ہے۔ کہ ایک طرف مولانا شمس الدین
یحییٰ اور مولانا نصیر الدین بیٹھے۔ اور دوسری طرف مولانا فخر الدین زرادی۔ پہلی روایت
صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ شیخ قطب الدین دبیر کی زبانی روایت ہے جو کہ اس مجلس میں
حاضر تھے۔ اٹھتے وقت جب ان بزرگوں کے لئے ایک ایک صوف کا کپڑا اور ایک ایک
روپوں کا بدرہ لایا گیا۔ تو ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ لے لیا لیکن مولانا فخر الدین کا حصہ شیخ
قطب الدین دبیر نے لے لیا۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا۔ کہ مولانا خود نہیں لینگے جس کا نتیجہ ان
کے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔ جب یہ بزرگ چلے آئے تو بادشاہ نے شیخ قطب الدین دبیر کو

کہا۔ ارے مکار! تو نے یہ حرکات کیسے کیں۔ پہلے تو نے فخر الدین کی جوتیاں بغل میں لیں۔ پھر اس کا بدرہ بھی تو نے لے لیا۔ تو نے اسے میری تلوار سے بچایا۔ اور اس کی بلا اپنے سر پر لی۔ شیخ قطب الدین نے کہا وہ میرے استاد اور میرے مخدوم کے خلیفہ ہیں۔ ان کی تعظیم کے لئے ان کی جوتیاں بغل میں تو درکنار اگر سر پر اٹھاؤں۔ تو جائز اور مناسب ہے۔ اور روپیہ کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ بادشاہ نے ہنسی ہنسی میں شیخ قطب الدین کو سخت سست کہا۔ کہ یہ کافروں کے اعتقاد چھوڑ دے۔ ورنہ تجھے جان سے مار ڈالونگا۔ اگرچہ بادشاہ پر اس کے اعتقاد سے آپ کی بے ریائی معلوم ہوگئی۔ لیکن پھر بھی شیخ قطب الدین کو تکلیف دینے کی غرض سے ان سے بے ادبانہ مباحثہ کیا کرتا۔ لیکن شیخ قطب الدین بھی اس کے روبرو دشمنوں کو سخت سست کہتے اور فرماتے کہ میری بڑی ہی خوش قسمتی ہو۔ اگر مجھے حضرت سلطان المشائخ کی محبت میں قتل کر ڈالیں۔ تاکہ درجہ شہادت پا کر ان کی خدمت میں جلدی پہنچوں اور تمہاری بے عزتی سے بچ جاؤں۔

الغرض آخری عمر تک جب کبھی بادشاہ کی مجلس میں مولانا فخر الدین زرادی کا ذکر کرتا تو بادشاہ افسوس سے ہاتھ ملکر کہتا۔ کہ فخر الدین میری تلوار خوں آشام سے بچ گیا چونکہ مولانا کا باطن خدا کی طرف تھا۔ اس واسطے یہ لوگ عمر بھر آپ پر غالب نہ آسکے۔

نکتہ ششم۔ در بیان رفتن مولانا فخر الدین زرادی بزیارت خانہ کعبہ
و غرق شدن جہاز و برحمت حق پیوستن او قدس اللہ سرہ العزیز

مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ جب مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ دیو گیر گئے اور بادشاہ کے حوض پر اترے۔ حج کا ارادہ پہلے ہی سے آپ کے دل میں تھا لیکن یہاں پہنچ کر شوق غالب آیا۔ ان دنوں قاضی کمال الدین صدر جہاں مولانا کی خدمت میں اکثر آیا کرتے۔ کیونکہ قاضی مذکور مولانا فخر الدین ہانسوی کے بھانجے اور شاگرد تھے۔ اور مولانا فخر الدین ہانسوی مولانا زرادی کے استاد تھے۔ چونکہ ان دو صاحبوں میں بدرجہ کمال محبت تھی۔ اس لئے مولانا قاضی صاحب کے پاس حج کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے گئے۔ قاضی صاحب نے کہا۔ کہ بادشاہ کی اجازت بغیر جانا مصلحت نہیں۔ کیونکہ اس کا ارادہ اس شہر کو آباد کرنے کا ہے۔ اور اس کو علماء اور مشائخ کے وجود سے زینت دینے کا ہے۔ حاصل کہ ایسی حالت میں جبکہ وہ آپ کو تکلیف دینے کے درپے ہو۔ آپ کا بلا اجازت

جاناکسی طرح بھی مناسب نہیں۔ یہ سن کر اپنا تعجب ظاہر کرنے پر سخت افسوس کیا۔ اور یہی بات میرے والد بزرگوار سے کہی۔ میرے والد بزرگوار نے فرمایا کہ یہ بات آپ نے اچھی نہیں کی۔ کیونکہ عشق میں مشورے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کسی بزرگ نے کہا ہے ؎

در عشق چہ جائے خانہ داری است   مجنون شود کوہ گیر و بخروش

مولانا نے فرمایا۔ کہ مجھے اُس کی دوستی پر اعتبار تھا۔ اس واسطے میں نے اس کا مشورہ لیا۔ میرے والد بزرگوار نے فرمایا۔ کہ اگر آئندہ قاضی صاحب سے ملاقات کا موقعہ آئے۔ تو اس بارے میں کسی قسم کا ذکر نہ کرنا۔ جب کچھ عرصہ گذر جائے تو پھر اس کام کا بندوبست کر لینا۔ کچھ عرصے بعد آپ کے بھتیجے مولانا فخر الدین نے اپنی شادی کے موقعہ پر آپ کو بلایا۔ آپ یہ بہانہ اُن کے قصبہ بچھیون میں پہنچے۔ اور وہاں سے سفر حجاز کا ارادہ کیا۔ جس صبح آپ روانہ ہونے والے تھے۔ میرے والد بزرگوار سے ملے۔ اُنہوں نے پوچھا۔ کیا آپ نے مصمم ارادہ کر لیا۔ فرمایا۔ ہاں۔ ایک گھڑی بیٹھ کر وداع ہوئے۔ جاتی مرتبہ دو روپے مجھے عنایت فرمائے قصبہ بچھیون سے اُکن تھانہ کے گھاٹ سے جہاز میں سوار ہوتے وقت دولت آبادی یاروں کی طرف خط لکھا جس کا عنوان یہ تھا: ؎

این نامہ کہ اندوہ و غم سینہ است   اے باد ببر بغمگساراں برساں

جب خط کھولا تو اس میں یہ شعر لکھا ہُوا تھا ؎

یار آوارگی بسر دارد   رفتن حج بہانہ افتادہ است

الغرض آپ صحیح سلامت خانہ کعبہ پہنچے۔ حج کیا اور وہاں سے بغداد روانہ ہوئے۔ جب بزرگانِ بغداد نے آپ کی آمد کی خبر سُنی۔ تو بڑے تپاک سے آپ کا استقبال کیا۔ اور آپ کی تشریف آوری کو اپنی نیک بختی سمجھا۔ کچھ عرصہ وہاں رہ کر آپ نے علم حدیث حاصل کیا۔ پھر وہاں کے تمام محدثوں کے سربرآوردہ ہوئے۔ وہاں سے جب دہلی آنا چاہا تو ایک جہاز میں سوار ہوئے جس میں بادشاہی اسباب بہت بڑا پڑا تھا۔ جس کی وجہ جہاز غرق ہونے لگا۔ اہل جہاز نے آپ سے پوچھا۔ کہ اگر آپ اجازت دیں۔ تو کچھ اسباب سمندر میں پھینک دیا جائے۔ تاکہ ڈوبنے کے خطرے سے بچ جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں لوگوں کے مال میں کچھ دخل نہیں دے سکتا۔ چنانچہ آپ اسی طرح مصلّے پر روبقبلہ بیٹھے ہوئے غرق ہو کر شہید ہو گئے ؂

منہم ۔ پسندیدہ ذات ۔ یاروں نورِ چشم کی طرح ۔ علوم ربانی کے عالم ۔ کلام ربانی کے حافظ ۔ عالم راز کے بادشاہ علماء میں سے تقریر عجیب و غریب کے سبب سے ممتاز یعنی مولانا علاء الدین نیلی خلیفہ سلطان المشائخ اعلےٰ درجے کی تقریر کرنے والے تھے ۔ آپ کی تقریر سن کر بڑے بڑے جید عالم بھی عش عش کرتے ۔ علم و سلوک کے بارے میں آپ یاروں میں تقریر کرے اور پوشیدہ باریکیوں اور رازوں کو ظاہر کرنے میں بے مثل تھے ۔ اودھ کے شیخ الاسلام مولانا فرید الدین شافعی کی مجلس میں قاری کشاف آپ ہی تھے ۔ مولانا شمس الدین یحییٰ اور علمائے اودھ ثنا کرتے تھے ۔ میں نے آپ سے ملاقات کی ہے ۔ آپ کی شان و شوکت اور لباس علماء کا سا تھا ۔ لیکن اوصاف صوفیوں کے تھے ۔

ایک روز سلطان المشائخ صبح کی نماز ادا کر کے حسب معمول جماعت خانہ کی چھت پر مقررہ مقام پر بیٹھے تھے ۔ اس روز مولانا علاء الدین ذرا دیر سے پہنچے ۔ باقی یاروں نے سلطان المشائخ کے ساتھ نماز با جماعت ادا کر لی تھی ۔ چلے گئے تھے ۔ انہوں نے مولانا علاء الدین کو امام بنایا ۔ اور خود مقتدی بنے ۔ آپ نے امامت کے وقت قرأت اس خوبی اور خوش الحانی سے پڑھی ۔ کہ سلطان المشائخ کو وجد ہو گیا ۔ اقبال خادم کو فرمایا ۔ کہ یہ خوش آواز عزیز جو نماز میں مشغول ہے ۔ یہ خاص مصلےٰ لیکر اس کے پاس جا کھڑا ہو ۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو تو اسے یہ دینا ۔ اقبال نے ایسا ہی کیا ۔ جب مولانا نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے مصلےٰ پیش کیا ۔ آپ نے وہ مصلےٰ لیکر سر آنکھوں پر رکھا ۔ اور جان کے برابر سنبھال کر رکھا ۔ اگرچہ آپ کو سلطان المشائخ کی طرف سے اجازت تھی ۔ لیکن ایک بھی مرید نہ کیا ۔ بلکہ بارہا فرمایا کرتے تھے ۔ کہ اگر سلطان المشائخ زندہ ہوتے ۔ تو یہ خلافت نامہ واپس کر کے عرض کرتا ۔ کہ اگرچہ آپ نے ازراہ بندہ نوازی مجھے اپنی خلافت کے مرتبے پر پہنچایا ہے ۔ لیکن مجھ میں اس کام کی قابلیت نہیں ۔ اور نہ میں اس دینی کام کا بوجھ سہار سکتا ہوں ۔ بلکہ اس بارے میں شیخ شیوخ العالم کے خلیفہ شیخ عارف کی پیروی کرتا ہوں ۔

ایک دفعہ مولانا شمس الدین یحییٰ مولانا علاء الدین نیلی اور اور عزیز اودھ سے سلطان المشائخ کی خدمت میں آئے ۔ ان دنوں ملعونوں کا سخت خطرہ تھا ۔ چنانچہ دہلی کے گرد و نواح میں انہوں نے لوٹ مار مچا رکھی تھی ۔ اور لوگوں کو قلعہ دہلی میں لے جاتے تھے ۔ ان کے حاضر خدمت ہونے کے چوتھے دن ان کو بلا کر وداع کیا ۔ جب یہ چلے گئے ۔ تو آپ ان کو

جلدی روانہ کرکے کبیدہ خاطر ہو گئے۔ جب یہ عزیز "تلپتہ" میں پہنچے۔ تو مولانا علاء الدین کو تپ محرقہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مولانا شمس الدین یحییٰ اور دوسرے یار حیران رہ گئے۔ مولانا علاء الدین نازک آدمی تھے۔ اور رستہ بہت خراب تھا۔ اس واسطے تلپتہ میں ٹھہر کر ایک عرضی سلطان المشائخ کی خدمت میں بھیجی۔ کہ ہم بندے جناب کے حکم سے روانہ ہوئے تھے پہلی ہی منزل میں مولانا علاء الدین کو تپ ہو گیا ہے۔ اور رستہ بہت خراب و خطرناک ہے۔ اس بارے میں جس طرح جناب فرمائیں اس پر عمل کیا جائے۔ سلطان المشائخ نے ان بزرگوں کے لئے خرچ اور خاص پالکی میں سوار ہونے کے لئے کہا۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ مجھ میں یہ جرأت نہیں۔ کہ سلطان المشائخ کی خاص پالکی پر سوار ہو جاؤں۔ الغرض ڈولا کرائے پر لیا اور اس میں سوار ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ پالکی کو میرے آگے آگے لے چلو۔ تاکہ میں اسے دیکھتا جاؤں۔ اس کا دیکھنا میری صحت کا باعث ہو گا۔ جب سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپ بڑی شفقت اور مرحمت سے پیش آئے۔ پوچھا۔ کہ مولانا کے تپ کا کیا حال ہے۔ جب سنا کہ بخار ہے۔ تو اقبال خادم کو حکم دیا۔ کہ سحر کے وقت کا بچا ہوا کھانا لاؤ۔ وہ کھچڑی اور گھی لے آیا۔ اور مولانا علاء الدین کو حکم ہوا۔ کہ اسے کھا لو۔ اس کھچڑی اور گھی کے کھاتے ہی آپ کا تپ اتر گیا بعد ازاں فرمایا۔ کہ چونکہ یہاں کافروں کا ڈر ہے۔ گرد و نواح کی خلقت کو شہر میں لاتے ہیں۔ اور نہیں کھانے پینے اور رہائش کی تنگی پہنچاتے ہیں۔ تم لوگ اس بات سے پریشان خاطر ہو۔ اس واسطے حتی الامکان جلدی وطن پہنچنا چاہتے ہو۔ سب آداب بجا لا کر دعا و معذرت کرنے لگے۔ جب سلطان المشائخ نے سنا کہ مولانا علاء الدین پالکی خاص میں سوار نہ ہوئے۔ تو اس کی وجہ ان سے پوچھی۔ مولانا نے عرض کیا۔ کہ اگرچہ جناب نے ازراہ بندہ پروری و ذرہ نوازی عنایت فرمائی۔ لیکن میں نے اپنے آپ کو اس قابل نہ پایا۔ الغرض جب تک مولانا زندہ رہے اس پالکی کو پیش نظر رکھا۔ اور اسے چومتے رہے۔ اور اس سے برکتیں حاصل کرتے رہے۔ باوجود انہی فضیلتوں کے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت کر رکھی تھیں۔ آپ کا اعتقاد در بارۂ سلطان المشائخ ان سب پر غالب تھا۔ چنانچہ آخری عمر میں سلطان المشائخ کے ملفوظات میں ایک کتاب فوائد الفوائد اپنے قلم سے لکھی۔ اور اسے اکثر اپنے پاس رکھتے مطالعہ کرتے تھے اور اسے اپنا ورد بنا رکھا تھا جب آپ

سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس اس قدر کتابیں ہیں لیکن سب سے عزیز آپ کو یہی ملفوظات سلطان المشائخ ہیں۔ تو فرمایا کہ اوعافلو! سلوک وغیرہ کی کتابوں سے جہان بھرا پڑا ہے لیکن اپنے مخدوم کے ملفوظات جو میری نجات کا باعث ہیں۔ مجھے کہاں مل سکتے ہیں۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؂

مرا نسیم تو با بد صبا کجاست کہ نیست
کجاست زلف تو مشک خطا کجاست کہ نیست

؂

خیال روئے تو شد عید من از خرم شدم
مرا بعید کسان نیست حاجتے چنداں

آخر کار آپ کی ذات مبارک چند روز بیمار رہ کر اس ارفانی سے کوچ کر گئی۔ اور آپ کو سلطان المشائخ کے مقبرہ میں دہلیز کے اندرونی چبوترہ کے پاس دفن کیا گیا۔

منہم عشق وصدق کے جلا۔ زہد۔ تقوٰی۔ عبادت اور کثرت بکا میں اعلیٰ یاروں میں مخصوص وموصوف یعنی مولانا برہان الملتہ والدین غریب رحمۃ اللہ علیہ سلطان المشائخ کے بڑے خلفاء سے تھے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؂

غریب است این محبت حق بدنیا
حبیب اللہ فی الدنیا غریب

آپ کا ذکر دو نکات پر مشتمل ہے۔

نکتہ اول در بیان محبت و اعتقاد کہ مولانا برہان الدین
غریب با حضرت سلطان المشائخ داشت رحمۃ اللہ علیہ

مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ مولانا برہان الدین کو سلطان المشائخ سے محبت نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی اور اعتقاد حد تک تھا۔ کہ زندگی بھر غیاث پور کی طرف کبھی پیٹھ نہ کی۔ یہ بات اعلیٰ یاروں میں کسی کو نصیب نہ تھی۔ اعتقاد کے بارے میں تمام اعلیٰ یاروں سے آپ پیش رو تھے۔ آپ محبت وعشق کے دلدادوں میں سے سابق اور عاشقوں کے درد کی دوا۔ اور خوش طبعان وقت کا علاج تھے۔ چنانچہ امیر خسرو، میر حسن اور اور عزیز محض آپ کی لطافت طبع وعشق کے سبب آپ سے محبت کیا کرتے تھے۔ اور اکثر یہ بزرگ آپ ہی کی خدمت میں رہتے شیخ نصیر الدین جن دنوں شہر میں پڑھا کرتے تھے۔ اس عاشق صادق کی امامت کیا کرتے۔

ایک مرتبہ سلطان المشائخ نے مولانا محمود سے پوچھا کہ تم کہاں رہتے ہو؟ عرض کی

مولانا برہان الدین غریب کے گھر سلطان المشائخ نے فرمایا۔ مصرعہ

مرد سرور باش ہر کجا خواہی باش

آپ کو سماع میں حد سے بڑھ کر ذوق حاصل ہوتا۔ آپ کی اور آپ کے یاروں کی طرز رقص سب سے نرالی تھی۔ چنانچہ آپ کے یاروں کو برہانی کہا جاتا تھا۔ جو شخص ایسا گھڑی بھی آپ کی خدمت میں رہ کر آپ کے عشق آمیز کلام کا ذوق چکھتا۔ آپ کے جمال ولایت کا عاشق ہو جاتا۔ آپ سے بڑھ کر محبت پیر کے لئے لوگوں کے واسطے کوئی راہنما نہ تھا۔ آپ محبت پیر کا مجسم نمونہ تھے۔ میں نے بارہا اس بزرگ کی قدمبوسی حاصل کی ہے۔ میں آپ کے عشق انگیز کلمات کا گرویدہ ہوں ؎

[نکتہ دوم در بیان ناراض شدن سلطان المشائخ و خوشنود شدن سلطان المشائخ از
مولانا برہان الدین غریبؒ یافتن خلافت او از حضرت با عظمت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز]

مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ جب آپ بہتر سال کے ہو گئے۔ تو بوجہ ضعف و پیری اور سوختگی محبت پیر۔ امیر خسرو نے کیا عمدہ کہا ہے ؎

خسروا گر سوختہ است نے زپئے دیگراں
سوختہ تر باد ازیں گر ز برائے تو نیست

گودڑی دوتہ کر کے اوڑھ کر گھر میں بیٹھتے۔ یہ بات علی زنبیلی اور ملک نصرت نے جو سلطان علاء الدین کا مقرب اور سلطان المشائخ کا مرید تھا سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ مولانا برہان الدین غریبؒ شیخی کے سجادے پر بیٹھتا ہے۔ اور طریقہ مشائخ کو ملحوظ رکھتا ہے۔ سلطان المشائخ یہ سن کر ناراض ہوئے۔ جب مولانا برہان الدینؒ سلطان المشائخ کی پابوسی کے لئے آئے۔ تو سلطان المشائخ نے آپ سے کوئی بات چیت نہ کی۔ آپ پابوسی کر کے جماعت خانے میں آ بیٹھے۔ اقبال خادم نے فی الفور سلطان المشائخ کا یہ پیغام پہنچایا۔ کہ تم اسی وقت گھر چلے جاؤ۔ آپ یہ حکم سن کر حیران رہ گئے کہ یہ کیسا سخت واقعہ پیش آیا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

ما چہ کردیم دگر بار کہ شیریں سخن ست
بہ سخن باز نمے باشد و چشم از نازش

مولانا مجبوراً وہاں سے نکل مولانا ابراہیم طشت دار کے گھر آئے۔ چونکہ مولانا کا قدیمی مخلص و محب تھا۔ دو روز ان کے گھر رہے۔ جب مولانا ابراہیم کو معلوم ہوا۔ تو ڈرے کہ شاید یہ خبر سلطان المشائخ کو معلوم نہ ہو جائے۔ اور خواہ مخواہ ناراض ہو جائیں۔ اس لئے اس کا ذکر

مولانا برہان الدین سے کہا۔ آپ شہر میں چلے آئے لیکن بہت حیران و پریشان تھے۔ اور ماتمیوں کی طرح بیٹھ گئے۔ جب یہ خبر یاروں نے سنی۔ تو سب کے سب باری باری آئے۔ دیکھا۔ کہ آپ اس قدر رو رہے ہیں۔ کہ ان کے رونے سے حاضرین بھی رونے سے رہ نہ سکے۔ چند روز بعد امیر خسرو نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عمدہ طریقہ سے عرض کی۔ کہ مولانا برہان الدین آپ کے سچے مرید اور معتقد غلام ہیں بہت کمزور ہو گئے ہیں بوریئے پر نہیں بیٹھ سکتے۔ ان کے گھٹنوں میں درد رہتا ہے۔ اس واسطے مجبوراً گودڑی اوپر ڈال لیتے ہیں۔ بہتیرا عرض کیا لیکن سلطان المشائخ کا دل مولانا کی طرف سے صاف نہ ہوا۔ آخر امیر خسرو اور اور یاروں نے اس بات پر اتفاق کیا۔ کہ امیر خسرو گردن میں پگڑی ڈالے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوں چنانچہ ایسی صورت بنائے جب حاضر خدمت ہوئے۔ تو سلطان المشائخ نے پوچھا۔ کہ ترک کیا ہے؟ امیر خسرو نے عرض کی۔ کہ مولانا برہان الدین غریب کے قصور کی معافی کا خواستگار ہوں۔ آنجناب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ وہ کہاں ہے۔ اسے بلاؤ۔ مولانا برہان الدین گھر سے آئے اور یہ دونو پھر گلے میں پگڑی ڈالے جوتیوں میں جا کھڑے ہوئے۔ پھر سلطان المشائخ نے خوش ہو کر مولانا کو از سر نو بیعت سے مشرف فرمایا الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مصنف عرض پرداز ہے۔ کہ جب بعض اعلےٰ یاروں کو سلطان المشائخ سے خلافت کی اجازت عنایت ہوئی۔ تو میرے چچا سید خاموش اور خواجہ مبشر نے جن کو سلطان المشائخ نے فرزندوں کی طرح پرورش کیا۔ اور جو آنجناب کے قدیمی خدمتگار تھے۔ سید حسین کو کہا کہ مولانا برہان الدین سابقہ مریدوں میں سے ہیں۔ اور اعتقاد کے بارے میں تمام اعلےٰ یاروں سے ممتاز ہیں۔ ان کو اجازت خلافت مرحمت کرنے کے بارے میں سلطان المشائخ سے عرض کرنا چاہیئے۔ سید حسین نے فرمایا۔ کہ میں اقبال خادم کو کہوں گا۔ تاکہ کسی موقعہ مناسب پر اس مطلب کے لئے مولانا برہان الدین کو سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کرے۔ بعد ازاں سید خاموش اور خواجہ مبشر نے اقبال خادم کو کہا۔ خواجہ اقبال اس بات کو بہ سبب خدمت سادات اور ان کی حمایت میں ہونے کے مان گیا۔ اور مولانا کو کہنے لگا۔ کہ آپ تیار ہو کر آئیں۔ تاکہ آپ کو سلطان المشائخ کی خدمت میں لے چلوں۔ اس موقعہ پر سلطان المشائخ جماعت خانے کی چھت پر لکڑیوں کے بنے ہوئے مکان میں

پلنگ پر لحاف اوڑھے ہوئے آرام کر رہے تھے۔ آپ کا چہرہ لحاف سے باہر تھا۔ جب اقبال نے سلطان المشائخ کی خدمت میں ذکر کیا۔ کہ مولانا برہان الدین غریب جناب کے قدیمی ہیں۔ اب آپ سے رحمت و شفقت کے امیدوار ہیں۔ آپ نے آنکھیں کھول کر مولانا اور اقبال کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ اس موقعہ پر مولانا آداب بجا لائے اور اقبال نے خاص کپڑوں کا بقچہ لا کر سلطان المشائخ کے روبرو کھولا۔ اس میں سے پیراہن اور کلاہ نکال کر سلطان المشائخ کے پاس لے گیا اور آں جناب کا دست مبارک ان پر رکھ کر آں جناب کے رو برو وہ جامہ مولانا برہان الدین کو پہنایا۔ اور کلاہ سر پر رکھی۔ اور کہا۔ کہ آپ بھی سلطان المشائخ کے خلیفہ ہیں۔ اس اثنا میں سلطان المشائخ بالکل خاموش تھے۔ اور خاموش رہنا رضامندی کی دلیل ہے۔ سلطان المشائخ کی رحلت کے بعد مولانا برہان الدین کچھ عرصہ ایک سال زندہ رہے لوگوں کو بیعت کرتے رہے۔ جب دیوگیر گئے۔ تو اس دار فانی سے کوچ کیا۔ اور وہیں مدفون پایا۔ آپ کا روضہ مبارک اس علاقے کے لوگوں کا قبلہ حاجات ہے ؂

منعم صورت صفا سیرت وصفا شمع سابقان صبح صادقان صاحب یقین مقتدائے دین۔ مولانا وجیہہ الملۃ والدین یوسف کلاکھری عرف چندیری سلطان المشائخ کے پہلے شاگرد ہیں۔ آپ اپنے زمانے میں زاہد عابد اور عاشق باکمال تھے۔ آپ سلطان المشائخ کے نہایت معتقد اور محب تھے۔ اخلاق حمیدہ میں لاثانی تھے۔ آپ کے مناقب و کرامات جیطہ تحریر سے باہر ہیں۔ جس طرح مولانا برہان الدین غریب مولانا یوسف کے وسیلے سے سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچے۔ اسی طرح مولانا یوسف مولانا کالوکھری کی مدد سے سلطان المشائخ کی بارگاہ میں باریاب ہوئے ؂

مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ گو مولانا وجیہہ الدین سلطان المشائخ کے پہلے خلفاء میں سے ہیں لیکن دوسرے خلفاء سے چونکہ میں نے تربیت حاصل کی اور ان کی صحبت کے حقوق مجھ پر تھے۔ اس لحاظ سے میں نے ان کا ذکر پہلے کیا اور ان کا بعد میں۔ اس بزرگ کے حالات تین حکایات پر مشتمل ہیں ؂

نکتہ اول۔ در بیان محبت و عشق و کمال اعتقاد مولانا وجیہ الدین یوسف کہ در حضرت سلطان المشائخ داشت

منقول ہے کہ ایک دفعہ مولانا یوسف سلطان المشائخ کی قدمبوسی کی آرزو میں گھر سے نکلے

ان دنوں آپ سرائے دھاری میں جو کہ غیاث پور سے کوئی چھ یا سات کوس کے فاصلے پر ہے رہا کرتے تھے۔ ابھی چار پانچ قدم گئے ہونگے۔ کہ خیال آیا۔ او یوسف! تو سلطان المشائخ کی قدمبوسی کے لئے جا رہا ہے۔ سو شیخ کی راہ میں سر کے بل جانا چاہیئے مصرعہ

ما قدم از سر کنیم در طلب دوستان

فوراً سر کے بل چلنا شروع کیا۔ تیسرے قدم پر سلطان المشائخ کی خانقاہ کو دیکھ لیا۔

منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ مولانا یوسف سلطان المشائخ کی قدمبوسی کے لئے کلا کھڑی سے روانہ ہوئے۔ جب عین بیچ میں آئے۔ اور غایت اشتیاق سے آپ کو خیال آیا۔ کہ بہتر ہوا اڑ کر جا پہنچوں۔ سو یہ خیال آتے ہی صفائی اعتقاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اڑا کر وہاں پہنچا دیا۔ اسی وقت سلطان المشائخ کے گھر کی طرف سر بسجود ہوئے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

گر سر فدا نے کنم از پیش اہل دل　　　سر بر نے کنم کہ مقام خجالت است

اسی اثناء میں عنایت ربانی سے آپ کے دل میں خیال آیا۔ کہ سلطان المشائخ کی بارگاہ میں سر کے بل جانا چاہیئے۔ یہ ارادہ پختہ کر کے سر کے بل چلنا شروع کیا۔ اتنے میں آپ پر حالت طاری ہوئی۔ اپنے آپ کو سدھ بدھ نہ رہی۔ جب ہوش آیا۔ تو سر اور دستار گرد سے آلودہ پائے۔ اور اپنے آپ کو دریائے ستارے کے کنارے پایا۔ پھر وضو کر کے سر پر پگڑی باندھی۔ اور سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور قدمبوسی کے شرف سے مشرف ہوئے۔ چونکہ سلطان المشائخ مکاشف عالم تھے۔ اس عاشق مشتاق کا حال آپ کو منکشف ہوا۔ آں جناب فرمانے لگے۔ کہ قنوج میں ایک راجا تھا۔ جس کے پینے کا پانی کیتھل کے حوض پہ کیار سے ہر روز لایا جاتا۔ اور اس مطلب کے لئے ایک شخص باد رفتار سانڈنی پر جایا کرتا۔ انہیں دنوں کیتھل کا ایک جوان قنوج کی ایک عورت پر عاشق تھا۔ جس کے فراق میں وہ جلا کرتا تھا۔ اسے کوئی شخص ایسا نہ ملتا۔ جس کے ہاتھ وہ پیغام پہنچاتا۔ آخر اس بیچارے کو وہ سانڈنی سوار ملا۔ اس پر اپنا بھید ظاہر کیا اور درد فراق بیان کرتا ہوا اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ لیکن اسے اپنے آپ کی کوئی خبر نہ تھی۔ ع　　خبر از خویش ندارم کہ زمیں سے سپرم

الغرض باتیں کرتا ہوا قنوج کی فصیل کے پاس پہنچ گیا۔ اور وہاں سے لوٹنا چاہا۔ سانڈنی سوار

نے کہا۔ اب تو تم قنوج کی ٹھیل کے پاس آپہنچے ہو۔ اب کیوں لوٹتے ہو۔ اس نے ہوش میں آکر کہا۔ کہ اوہ! تو نے تو مجھے مار ڈالا۔ یہ کہہ کر کانپتا ہوا زمین پر گرا۔ وہاں سے نزدیک ہی ایک مندر تھا۔ بہزار دقت وہاں پہنچا۔ اس مندر کے دروازے پر لکھا تھا۔ کہ جو شخص دور دراز کا سفر جو کہ انسانی طاقت سے باہر ہو طے کر کے آئے۔ اور اسے اپنی جان کا خطرہ ہو۔ تو اسے لازم ہے کہ اپنے پاؤں کو تیل یا گھی سے تر کر کے گرم کرے اور پھر پاؤں اوپر کی طرف کر کے سو جائے۔ تو رستے کی تھکاوٹ دور ہو جائیگی۔ جب اس نے یہ علاج دیکھا تو بت خانے کے ایک جلتے ہوئے چراغ سے تیل لیکر تلووں پر مل کر اسی چراغ سے پاؤں کو گرم کر کے اسی دیوار کے ساتھ پاؤں اوپر کی طرف کر کے سو گیا۔ ایک گھڑی بعد اس کی جان رفع ہو گئی۔ مقصود اس حکایت سے یہ ہے۔ کہ عشق کا پھل تو بہت ملتا ہے۔ اور اس میں فائدے بھی بے شمار ہیں۔ لیکن عاشق سچا ہونا چاہیئے۔ تاکہ اس کا پھل کھا سکے ٭

نکتہ دوم۔ در بیان یافتن مولانا وجیہ الدین یوسف انواع نعمت ہا از حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز

کہتے ہیں کہ ایک روز مولانا یوسف جب سلطان المشائخ کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے۔ تو سلطان المشائخ نے اقبال خادم کو فرمایا۔ کہ لکڑی کا فلاں پیالہ میوہ سے بھر کرے آ۔ جب لایا۔ تو آپ نے پیالہ ہاتھ میں لیکر فرمایا۔ کہ یہ تیس سال سے میرے پاس ہے۔ سو مولانا یوسف آج میں تجھے دیتا ہوں۔ مولانا نے فی الفور دامن پڑھایا۔ سلطان المشائخ نے پیالہ آپ کے دامن میں ڈال دیا اور فرمایا۔ حقتعالےٰ تمہیں روٹی ایمان اور امان عنایت کرے۔ مولانا یوسف بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس روز سے سلطان المشائخ نے مجھے یہ دعا دی۔ اور یہ نعمت عطا فرمائی۔ اس روز سے مجھے روٹی و نعمت کی کوئی کمی نہیں۔ اور میں اللہ تعالےٰ کی پناہ میں ہوں۔ اور امید ہے۔ کہ دنیا سے بھی مجھے با ایمان لیجائیگا ٭

منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ کے گھٹنے میں شدت سے درد ہوا۔ اور سوج گیا۔ جس سے آپ لاغر ہو گئے۔ بداؤں اور اودھ وغیرہ اطراف و جوانب سے لوگ بیمار پرسی کے لیئے آئے۔ آپ کے تمام اعلےٰ مرید بھی بیمار پرسی کے لیئے آئے۔ مولانا یوسف بھی چندیری سے اسی مطلب کے لیئے حاضر خدمت ہوئے۔ جب قدمبوسی کی۔

تو صحت کے لئے دعا کی التماس کی۔ پھر دعائے خیر کر کے سلطان المشائخ کے زانوئے مبارک پر دم کیا۔ دوسرے روز سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اتنے لوگوں نے دعا کی لیکن سوائے مولانا یوسف کے کسی کی قبول نہ ہوئی تیسرے روز سلطان المشائخ نے غسل صحت کیا۔ ہر ایک نے مبارکباد اور صدقہ نذر کیا۔ چنانچہ مولانا یوسف نے بھی +

منقول ہے۔ کہ ایک روز سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں مولانا یوسف اور چند اور یار بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اتنے میں ایک شخص چند دام لاکر کہنے لگا۔ کہ ان کا حلوا بنا لو۔ حاضرین نے کچھ اپنی طرف سے ملاکر حلوا تیار کیا۔ اس حلوے میں سے اور سب اپنا اپنا حصہ لے گئے۔ لیکن مولانا یوسف نے نہ لیا۔ جب وجہ پوچھی۔ تو فرمایا۔ میں از روئے طریقت اپنے آپ کو سلطان المشائخ کا غلام خیال کرتا ہوں۔ سو آں جناب موجود ہیں۔ یہ حلوا اُن کے پاس لے جانا چاہیئے تھا۔ تاکہ ان کے روبرو تقسیم ہو۔ تمام یار حلوا لیکر حاضر خدمت ہوئے۔ اور عرض کی کہ ہم نے آج مولانا یوسفؒ سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ جو سوائے ریاضت کے حاصل نہیں ہوتا۔ سلطان المشائخ نے حال پوچھا۔ تو یاروں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ راہ و روش میں کوئی درویش مولانا یوسف کا سا نہیں یہ شخص سالکوں کی طرح ثابت قدم جا رہا ہے +

منقول ہے۔ کہ چندیری کے حاکم تمر نام کے بہت سے نوکر چاکر سلطان المشائخ کے مرید تھے۔ سو ان کے حکم سے انہیں مولانا یوسف سے بھی صحبت تھی۔ چنانچہ ان کی تربیت بھی مولانا یوسف ہی کرتے تھے۔ چونکہ تمر نے فساد مچایا۔ اس لئے یار برگشتہ ہو کر وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ ایک یار مولانا یوسف کا نہایت ہی معتقد مخلص اور محب تھا۔ اس نے عرض کی۔ کہ اب اس شہر میں کوئی لذت نہیں رہی۔ مجھے لکھنوتی میں جاگیر عطا ہوئی ہے۔ اگر آپ وہاں چلنے کا ارادہ کریں۔ تو آپ کے تمام اخراجات کا میں ذمہ وار ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں یہاں اپنی مرضی سے نہیں بلکہ سلطان المشائخ کے حکم سے آیا ہوں۔ اگر وہ لکھنوتی جانے کا حکم دیں۔ تو سر آنکھوں پر۔ غرض مولانا نے دہلی میں آکر سلطان المشائخ کی خدمت میں قدمبوسی کے بعد عرض کی۔ کہ جناب نے مجھے چندیری بھیجا تھا۔ اب میرا ایک محب مجھے لکھنوتی چلنے کے لئے کہتا ہے۔ اس بارے میں جو حکم ہو اس پر عمل کیا جائے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ مولانا خواہ چندیری میں رہو۔ خواہ کسی اور

جگہ جہاں رہو گے اللہ تعالےٰ کی پناہ میں رہو گے۔ مولانا نے آداب بجا لاکر عرض کی۔ کہ چونکہ جناب کی زبان مبارک چندیری کا لفظ پہلے نکلا ہے۔ اس واسطے میں چندیری ہی میں رہوں گا۔ اس پر سلطان المشائخؒ نے تحسین و آفرین کی۔ پھر وداع ہو کر چندیری آ گئے +

نکتہ سوم۔ در بیان خلافت یافتن خدمت مولانا وجیہ الدین یوسف از سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز

منقول ہے۔ کہ علائی عہد میں ایک شخص بادشاہ کی طرف سے چندیری فتح کرنے کے لئے مقرر ہوا۔ چونکہ وہ سلطان المشائخؒ کا معتقد تھا اس لئے اس نے آں جناب سے عرض کی۔ کہ مجھے بادشاہ نے چندیری فتح کرنے کے لئے نامزد کیا ہے۔ اگر جناب کی بارگاہ سے کوئی یار میرے ساتھ ہو۔ تو ہم اس کی پناہ میں فتح کے پکے امیدوار ہو جائینگے سلطان المشائخؒ نے مولانا یوسف کو بلا کر اجازت سے مشرف فرمایا اور چندیری کی طرف روانہ کیا۔ جب آپ وہاں پہنچے۔ تو تھوڑے ہی دنوں میں چندیری فتح ہو گیا۔ اور مولانا یوسف نے وہیں بود و باش اختیار کی۔ اگر کوئی شخص چندیری کے علاقے سے سلطان المشائخؒ کی خدمت میں مرید ہونے کی غرض سے آتا۔ تو آپ فرماتے۔ کہ تم چندیری میں مولانا یوسف کے مرید بنو۔ اور یہی تصور کرو۔ کہ تم میرے ہی مرید ہو۔ جب چند آدمی مولانا یوسف کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے آئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جب تک سلطان المشائخؒ زندہ ہیں۔ میں کسی کو مرید نہیں کروں گا۔ البتہ انہیں کا عطا کردہ جامہ ہے۔ اسے سامنے رکھ کر بیعت کرتا ہوں لیکن تم نے یہ سمجھنا کہ ہم درحقیقت سلطان المشائخؒ کے مرید ہیں۔ اس طرح پر سلطان المشائخؒ کی زندگی میں آپ نے چند ایک آدمیوں کو مرید کیا +

منقول ہے۔ کہ آخری عمر میں مولانا یوسف پر دوبارہ عنایت ہوئی۔ اور آپ کو از سر نو اجازت خلافت ہوئی۔ تو مولانا یوسف کو بھی بلایا گیا جب آپ نے قدمبوسی کی۔ تو اقبال خادم نے عرض کی کہ ان بیماروں کی حالت پہ آپ کو مرحمت اور شفقت حد سے زیادہ ہے امید ہے کہ آپ مولانا کو از سر نو اجازت خلافت سے سرفراز فرمائینگے۔ چونکہ آں جناب کی بھی یہی مرضی تھی۔ اس لئے فرمایا کہ ہم نے تو پہلے بھی اجازت دے رکھی ہے۔ اسی وقت خواجہ اقبال پیراہن اور کلاہ لے آیا۔ اور سلطان المشائخؒ کے روبرو مولانا کو پہنا کر کہنے لگا۔ کہ آپ بھی خلیفہ ہیں۔ جب مولانا نے از سر نو خلعت پائی۔ تو سلطان المشائخؒ نے فرمایا کہ مولانا پہلے

بھی ہمارے خلیفہ مقرر ہو چکے ہیں۔ اور اب پھر ہوتے ہیں۔ گو باسعادت پر سعادت زیادہ کی گئی ہے اب آپ نور علی نور ہیں مولانا کی ذات نہایت معظم و مکرم اور صاحب کشف و کرامات تھی۔ میں (مصنف) نے آپ کی قدمبوسی کی ہے۔ اور آپ کی مجلس کا ذوق حاصل کیا ہے چندیری کی بہت سی خلقت آپ کی مرید ہے۔ آپ کا روضہ مبارک بھی چندیری ہی میں ہے۔ جو اس علاقے کے لوگوں کا قبلہ حاجات ہے ❖

ھم۔ خوش لقا صوفی۔ دلربا زاہد۔ تقوے و ورع۔ لطافت طبع اور مکارم اخلاق میں یاروں میں موصوف یعنی مولانا سراج الملتہ والدین عثمان سلطان المشائخ کے خلیفہ تھے۔ آپ کو اخی سراج بھی کہا کرتے تھے۔ اودھ اور ہندوستانی مریدوں میں سے آپ سب سے پہلے سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔ آپ کے بارے میں سلطان المشائخ نے دعا دی تھی۔ کہ آپ ہندوستان کے آئینہ ہیں۔ آپ کے ابھی داڑھی بھی نہ آئی تھی۔ کہ لکھنوتی سے آکر سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔ اور جماعت خانے میں اور یاروں کے ساتھ رہنے سہنے لگے۔ سال میں ایک دفعہ لکھنوتی میں اپنی والدہ کی زیارت کے لئے جاتے اور پھر حاضر خدمت ہو جاتے۔ اکثر اوقات آپ مجرد الحال اور فارغ البال رہتے اور اپنی عمر عزیز جماعت خانے کے ایک کونے میں بسر کرتے۔ اپنی کتاب اور کاغذ بھی جماعت خانے کے کتب خانے میں رکھتے۔ اس کے سوا آپ کا کوئی اسباب نہ تھا۔ الغرض جب بعض اعلیٰ یاروں کو اجازت خلافت عطا ہونے لگی۔ اور آپ کی باری آئی۔ تو سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اس کام میں اوّل درجہ علم کا ہے یعنی آپ کو علم حاصل نہ تھا۔ جب مولانا فخر الدین رازی نے سنا۔ تو عرض کی کہ میں چھ مہینے میں اسے عالم بنا دوں گا۔ چنانچہ سراج الدین نے بڑی عمر میں میرے (مصنف) کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ اور صرف و نحو کے قواعد حفظ کئے۔ مولانا فخر الدین زرادی نے آپ کی خاطر قواعد صرف میں ایک نہایت مختصر کتاب عثمانی نام تالیف کی۔ غیاث پور میں مولانا فخر الدین زرادی سے پڑھا کرتے تھے۔ اور مولانا رکن الدین اندرپتی سے میرے (مصنف) کے ساتھ ملکر کافیہ مفصل۔ قدوری اور مجمع البحرین پڑھا کرتے تھے۔ غرضیکہ آپ علم حاصل کرکے اجازت خلافت سے مشرف ہوئے۔ اور خود ہندوستان میں جانے سے پہلے شیخ نصیر الدین محمود کے ہاتھ خلافت نامہ روانہ

کیا۔ اور آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرتے رہے۔ سلطان المشائخ کی وفات کے تین سال بعد بھی علم حاصل کرتے رہے۔ اور خواجہ جہان کے گنبد میں رہا کرتے تھے بعدازاں جب لوگ دیوگیر کی طرف روانہ ہوئے۔ تو آپ لکھنوتی پہنچے۔ اور سلطان المشائخ کے کتب خانے سے چند معتبر اور وقف کتابیں مطالعہ کے لئے اور جامۂ خلافت وغیرہ ساتھ لائے۔ اور اس علاقے کو اپنے جمال سے مزین کیا۔ اور لوگوں کو بیعت کرنے لگے۔ چنانچہ وہاں کا بادشاہ بھی آپ کا مرید ہو گیا۔ آخری عمر میں اپنے استاد مولانا رکن الدین اندرپتی اور اپنے ہم سبق مصنف کتاب کے لئے کچھ روپیہ بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو اپنے مدفن کے لئے جگہ مقرر کی اور وہاں قبر کھدوا کر اس میں سلطان المشائخ کے عطا کردہ کپڑوں کو بڑی تعظیم سے دفن کیا۔ اور جب خود فوت ہوئے۔ تو اس کی پائنتی جگہ پائی آپ کا روضہ مبارک سلطان المشائخ کے جاموں کی برکت سے ہندوستان کا قصبہ بنا ہوا ہے۔ اور آج تک آپ کے خلفاء اس علاقے میں لوگوں کو مرید بناتے ہیں۔

منھم۔ کانِ ذوق۔ مایۂ شوق۔ زاہد باکمال۔ عابد باجمال یعنی مولانا شہاب الملۃ والدین حضرت سلطان المشائخ کے امام تھے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی عظمت و کرامت ہو سکتی ہے کہ سلطان المشائخ کی امامت کے شرف سے مشرف ہو۔ آپ پانچوں وقت ایسے بادشاہ کی سعادت بخش نظر کے منظور رہتے۔ جس کے محتاج تمام جہان کے بادشاہ ہیں۔ الغرض جب مولانا شہاب الدین سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔ تو آپ کی تعلیم حسب الحکم سلطان المشائخ خواجہ نوح کے سپرد ہوئی۔ جن کا حال سلطان المشائخ کے اقربا میں ہو چکا ہے۔ جماعت خانے کا ایک چھوٹا حجرہ آپ کے سپرد ہوا۔ آپ نے سلطان المشائخ کے یاروں اور خدمتگاروں میں پرورش پائی۔ آپ سالہا سال اسی آرزو میں رہے۔ کہ کسی طرح سلطان المشائخ کی امامت کریں تاکہ اس وسیلے سے ہمنشینوں سے سبقت لے جائیں لیکن کوئی موقعہ نہیں ملتا تھا۔ کیونکہ سلطان المشائخ کی امامت شیخ شیوخ العالم کے نبیرہ مولانا بدرالدین اسحاق کے بیٹے شیخ زادہ رئیس صاحب تقوے ویقین خواجہ محمدؒ کے سپرد تھی۔ جن کا حال شیخ شیوخ العالم کے دہتوں کے حال میں درج ہو چکا ہے۔ یہ دینی شغل آپ کے سپرد تھا۔ کسی کو اس میں دخل دینے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کوئی آپ کی

غیر حاضری میں امامت کرنا۔ تو آپ کا نائب بن کر چنانچہ ان کے بھائی خواجہ موسیٰ
آپ کی غیر حاضری میں امامت کیا کرتے۔ اس بارے میں مولانا شہاب الدین نے میرے
والد مرحوم سے مشورہ کیا۔ میرے والد بزرگوار نے فرمایا کہ موقع کی تاک میں رہو
جب خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ غیر حاضر ہوں۔ تو میں اقبال خادم کو کہوں گا۔ کہ تمہیں
پیش کر دے۔ ایک دن اتفاق سے خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ دونو غیر حاضر تھے۔
موقعہ پاکر خواجہ اقبال نے مولانا شہاب الدین کو امامت کے لئے بھیجا۔ آپ کی خوش الحانی
اس درجہ کی تھی۔ کہ مسافر تو درکنار اڑتے اڑتے پرند تھم جاتے تھے۔ جب مولانا
نے امامت کی۔ تو قرأت اس خوش الحانی سے پڑھی۔ کہ سلطان المشائخ پر حالت
طاری ہوگئی۔ میرے والد بزرگوار فرماتے ہیں۔ کہ جب سلطان المشائخ نماز سے
فارغ ہو کر مصلے کندھے پر ڈال روانہ ہوئے۔ تو مولانا شہاب الدین نے آپ کے
قدموں پر سر رکھ دیا۔ مولانا کا سر اٹھانے کے لئے جب جھکے۔ تو مصلے مولانا کی پیٹھ پر گر
پڑا۔ جو آں جناب نے مولانا کو مرحمت فرمایا۔ شیخ سعدی رح نے کیا عمدہ فرمایا ہے ؎

گر دست دہد ہزار جانم   بر پائے مبارکت فشانم

الغرض انہیں دنوں خواجہ محمد شیخ شیوخ العالم کی زیارت کے لئے اجودھن چلے گئے اور
مولانا شہاب الدین ان کی جگہ نائب امام بنے۔ چنانچہ جب تک سلطان المشائخ زندہ
رہے مولانا شہاب الدین امامت کرتے رہے۔ جب سلطان المشائخ کا وصال ہوگیا۔ تو
مولانا شہاب الدین دیوگیر چلے گئے۔ اور وہاں لوگوں کو مرید کرنا شروع کیا۔ اور
سلطان المشائخ کی محبت و اعتقاد میں حد درجہ کی کوشش کی۔

نیز کہتے ہیں۔ کہ مولانا شہاب الدین فرماتے تھے۔ کہ جب خلافت نامے لکھے جا
رہے تھے سلطان المشائخ نے مجھے فرمایا۔ کہ تم خلافت نامہ کیوں نہیں لیتے۔ پچھتاؤ گے میں نے
عرض کی۔ کہ میرے لئے آپ کی نظر مرحمت و شفقت ہی کافی ہے۔ نیز مولانا شہاب الدین
فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں جماعت خانے کے صحن میں کھڑا تھا۔ اور سلطان المشائخ جماعت خانے
کی چھت پر مقررہ مقام پر بیٹھے تھے۔ اور مصنف کے چچا سید حسین حاضر خدمت تھے انہوں
نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اگر آپ یاروں میں سے کسی کو منتخب فرمائیں
جس پر جناب کی عدم موجودگی میں توقع کر سکیں۔ اس موقع پر سلطان المشائخ نے جماعت خانے

کے صحن کی طرف نگاہ کر کے فرمایا۔ کہ اس کام کے لئے یہ جوان لائق ہے جب سید السادات نے صحن کی طرف دیکھا تو وہاں میں (مولانا شہاب الدین) کھڑا تھا۔ پھر سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ جس گرم پانی سے میں وضو کرتا ہوں۔ اس پانی سے اسے بھی وضو کرنے کے لئے کہتا ہوں۔ لیکن یہ بپاسِ ادب دریا کے کنارے جاکر وضو کرتا ہے۔ الغرض جب سید السادات باہر آئے۔ اور مجھے اس جگہ کھڑے ہوئے دیکھا۔ تو مجھے خوش خبری دی۔ چونکہ میں اپنے آپ کو اس مرتبہ کے لائق نہیں پاتا تھا۔ اس لئے میں نے کہا۔ کہ آپ نے پھر مجھ سے ہنسی مخول شروع کیا۔ سید السادات نے قسم کھا کر فرمایا۔ کہ یہ عنایت آپ ہی کے حق میں تھی۔ مصنّف کتاب عرض پرداز ہے۔ کہ واقعی ایسا ہوا۔ کیونکہ جب تک مولانا شہاب الدین کو سلطان المشائخ کی طرف سے اجازت نہیں ہوئی۔ اس دینی کام کو شروع نہیں کیا۔ چونکہ آپ اخلاق حمیدہ سے متصف تھے۔ اس لئے آپ پر یہ گمان بھی نہیں ہوسکتا۔ کہ آپ نے اس دینی کام میں سلطان المشائخ پر افترا کیا ہو۔

مولانا شہاب الدین سماع میں بدرجہ غایت ذوق حاصل کیا کرتے۔ سماع کی باریکیوں سے بدرجہ اولٰے واقف تھے۔ آپ زار زار روتے آہ و زاری اور رقص کرتے۔ آپ کو سماع سے کمال درجہ کی راحت نصیب ہوتی۔ جب دیوگیر سے دہلی آئے۔ تو مدت بعد آپ کا وصال ہوا۔ اپنے گھر کے پاس دفن کئے گئے۔

باب پنجم

دربیان مناقب و فضائل و کرامات بعضے یاراں اعلیٰ کہ بشرف ارادت و قربت سلطان المشائخ نظام الحق و الدین مخصوص و مشرف بودہ اند

بسبب شفقت سلطان المشائخ فلک اعلے سے لیکر تحت الثریٰ تک ان بزرگوں کے قبضے میں تھا۔ مصرعہ و بنو حنیفۃ حکمھم اختیار

ابو حنیفہ کوفی کے تمام فرزند نیک اور بہتر ہیں۔ امیر خسرو نے کیا اچھا فرمایا ہے ؎

از مرید انش رہ رواں یقیں ہر یکے والئے ولایت دیں

همہ شیطاں کش و فرشتہ خدم ۔۔۔ وز روش بر ہوا نہادہ قدم
بر سر از شین شرع ساختہ تاج ۔۔۔ دل شاں عرش و سجدہ شاں معراج
ملک صدق بنام ایشان است ۔۔۔ بندہ خسرو غلام ایشان است
نام من زاں ستودہ کیشاں باد ۔۔۔ حشر من در میان ایشاں باد

منہم۔ اصحاب طریقت کے پیشوا۔ ارباب حقیقت کے مقدم۔ علم زہد پرہیز گاری سے آراستہ اسلاف کی سیرت و صورت سے کے پابند خواجہ ابو بکر مندہ رحمۃ اللہ علیہ سلطان المشائخ کے مصاحب تھے۔ میں نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی سے سنا ہے۔ کہ خواجہ ابو بکر مندہ اور سلطان المشائخ بہت مدت تک ایک دوسرے کے مصاحب رہے۔ جب سلطان المشائخ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خلافت سے مشرف ہوئے۔ اس سے بہت مدت پہلے خواجہ ابو بکر مندہ نے سلطان المشائخ سے کہہ رکھا تھا۔ کہ جب آپ شیخ شیوخ العالم کے خلیفہ بن گئے۔ میں آپ کا مرید بنوں گا۔ چنانچہ جب سلطان المشائخ باوا فرید صاحب کے خلیفہ بن کر شہر میں آئے۔ تو بہت آدمیوں نے مرید ہونے کے التماس کی لیکن سلطان المشائخ چاہتے تھے۔ کہ پہلے کوئی صالح و متقی مرید ہو تاکہ اس دینی کام میں برکت ہو۔ سید محمد کرمانی نے خواجہ ابو بکر مندہ کو کہا۔ کہ تمہارا وعدہ تھا۔ کہ سلطان المشائخ کے مرید بنیں گے۔ اب وقت ہے۔ خواجہ صاحب نے کہا۔ کہ میں اس وقت مرید بنوں گا۔ جب شیخ شیوخ العالم کی عطا کردہ نعمت کو سلطان المشائخ میں دیکھ لوں گا۔ جب یہ بات سلطان المشائخ نے سنی۔ تو آپ خاموش رہے۔ کچھ عرصے بعد ایک دفعہ آپ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار نور اللہ مرقدہ کی زیارت سے واپس آ رہے تھے۔ جب شہر دہلی کے بڑے دروازے سے داخل ہوئے۔ تو سامنے سے خواجہ ابو بکرؒ آئے جنہوں نے سلطان المشائخ کی پیشانی سے ایک نور نکلتا ہوا دیکھا۔ جس کی شعاعیں آسمان تک پہنچ رہی تھیں۔ یہ دیکھتے ہی خواجہ صاحب نے عرض کی۔ کہ آپ مجھے شرف بیعت سے مشرف فرمائیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ آپ برہان و دلیل کے منتظر تھے۔ عرض کی۔ تھا تو منتظر لیکن اب دیکھ لی ہے۔ آں جناب نے مسکرا کر رستے میں ہی آپ کو بیعت کیا۔ اور اپنی کلاہ خواجہ صاحب کے سر پر رکھی۔ خواجہ صاحب کا مدفن سلطان المشائخ کے مقبرہ کے پاس یاروں کے چبوترے میں ہے۔

نورے کہ زپیشانی آں ماہ بتافت — ظلمت زدگان معصیت راد ریافت
یک ذرہ ازاں نصیب ایں بندہ رسید — من توشۂ آخرت ازاں خواہم ساخت

منہم۔ عالم ربانی یعنی قاضی محی الدین کاشانی جو دفور علم۔ حلم۔ زہد۔ تقوےٰ اور پرہیزگاری میں اعلیٰ یاروں میں مشہور تھے۔ قاضی قطب الدین کاشانی کے دہتے اور استادشہر تھے علاوہ ان فضائل کے آپ سلطان المشائخؒ کی ارادت کے شرف سے بھی مشرف تھے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

حریف مجلس ما خود ہمیشہ دل مے برد — علی الخصوص کہ پیرایہ بروبستند

سلطان المشائخؒ آپ کو نہایت معزز و مکرم سمجھا کرتے۔ چنانچہ جب آں جناب کی خدمت میں آتے۔ تو آں جناب آپ کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے۔ یہ بات اعلیٰ یاروں میں سے کسی کو کم نصیب تھی۔ آپ دیر تک سلطان المشائخؒ کی صحبت میں بیٹھے رہتے۔ اور اپنی مشکلات اعلیٰ سلطان المشائخؒ سے حل کرایا کرتے۔ پھر اہل طریقت کی حکایات عشق کی رموزات اور سوال وجواب۔ اور عجیب غریب مسئلے بکثرت ہُوا کرتے۔ چنانچہ ان میں سے تھوڑے سے اس کتاب میں اپنے موقعہ پر ہدیہ ناظرین کئے گئے ہیں۔ بعض یار جن کو سلطان المشائخؒ کی خدمت میں خود بخود بیٹھنے کی جرأت نہ ہوتی۔ وہ قاضی محی الدین کے آنے کے انتظار میں رہتے۔ تاکہ اُن کی طفیل داخل مجلس ہوں ؛

قاضی محی الدین تکلف سے بالکل بری تھے۔ آپ کا طریقہ بجنسہٖ گذشتہ بزرگوں کا طریقہ تھا۔ جب آپ سلطان المشائخؒ کے مرید ہوئے۔ تو شروع شروع میں تمام تعلقات دنیوی چھوڑ دئے۔ اور وظیفے کا حکم نامہ جو بادشاہوں کی طرف سے ملتا ہے۔ اور عالموں کا سرمایہ ہوتا ہے لاکر سلطان المشائخؒ کے روبرو پھاڑ ڈالا۔ جب کچھ مدت اس طرح گذر گئی اور سلطان المشائخؒ نے قاضی صاحب میں بہت سے ایسے کام دیکھے۔ تو اپنی خلافت سے مشرف فرمایا۔ اور اپنے دست مبارک سے حسب ذیل خلافت نامہ لکھ کر عطاء فرمایا ؛

خلافت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ تجھے لازم ہے کہ تارک الدنیا رہے۔ اہل دنیا کی طرف مائل نہ ہو۔ گاؤں وغیرہ قبول نہ کرے۔ بادشاہوں کا صلہ نہ لے۔ اگر مسافر تیرے پاس آئیں۔ اور

تیرے پاس اس وقت کچھ نہ ہو۔ تو اسے غنیمت سمجھنا۔ اور نعمت الٰہی خیال کرنا پس اگر میری کہی ہوئی باتوں پر عمل کریگا۔ تو جیسا کہ میرا گمان ہے کہ تو کریگا۔ تو تو میرا خلیفہ ہے۔ اگر نہ کرے گا تو اللہ تعالےٰ اور مسلمانوں کے لیئے ہمارا خلیفہ ہے۔

منقول ہے۔ کہ جب قاضی صاحب کو فاقے پر فاقہ آنے لگا۔ تو آپ کے ناز پروردہ متعلقین آپ کو دق کرنے لگے۔ آپ کے ایک معتقد نے بغیر آپ کے کہے۔ سلطان علاء الدین کی خدمت میں آپ کے مناقب عرض کیئے۔ بادشاہ نے فرمایا۔ کہ اودھ کی قضاء قاضی صاحب کی موروث ہے۔ یہ مع انعامات اور چند گاؤں کے انہیں دے دو جب یہ خبر قاضی صاحب نے سنی تو سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ بادشاہ نے بغیر میری درخواست کے اس قسم کا حکم بھیجا۔ آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ سلطان المشائخ یہ سنتے ہی قاضی صاحب پر ناراض ہوگئے۔ اور فرمایا کہ اس قسم کا خیال ضرور تمہیں آیا ہوگا۔ اسی واسطے بادشاہ نے یہ حکم بھیجا ہے۔ قاضی صاحب پریشان روزگار اور تشویشناک ہوئے۔ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ سلطان المشائخ نے خلافت نامہ قاضی صاحب سے واپس لیکر کونے میں رکھدیا۔ ایک سال تک قاضی صاحب پر ناراض رہے۔ بعد ازاں پھر خوش ہوئے تو دوبارہ بیعت سے مشرف فرمایا۔ لیکن قاضی صاحب آپ کی زندگی ہی میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

منھم۔ علماء کے مقتداء۔ صالحین کے پیشوا۔ کثرت علم میں مشہور۔ استنباط دیگانہ کشف دقائق میں بے مثل۔ یعنی مولانا وجیہہ الدین پائلی جو زہد، پرہیزگاری، تقوےٰ، مجاہدہ، ترک اور تجرید میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ آپ کے فضائل کا ثمرہ آپ کو یہ ملا۔ کہ آپ سلطان المشائخ کے مرید بنے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ کہ میں پانی پینے جا رہا تھا۔ اثنائے راہ میں مجھے ایک صوفی ملا۔ جسے دیکھ کر میرے دل میں انکار سا پیدا ہوا۔ اس صوفی نے کہا۔ مولانا کیا کوئی مشکل ہے۔ مجھے علم کے بارے میں کچھ شبہات تھے۔ میں نے ایک ایک کرکے پوچھے اس نے کافی وشافی جواب دیئے۔ بعد ازاں اس نے مجھ سے پوچھا۔ کہ کس کے مرید ہو؟ میں نے کہا سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا۔ اس نے کہا۔ نظام الدین ہمارے قطب ہیں۔

منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ مولانا وجیہہ الدین پائلی اجودھن میں شیخ شیوخ العالم فرید الحق

والدین کی زیارت کے لیئے گئے جب روضۂ مبارک کے قریب پہنچے۔ تو روضہ میں سے آواز آئی۔ خوش آمدی ابو حنیفہ ثانی۔ آپ اپنے پاس کوئی کتاب نہ رکھتے لیکن سبق کے وقت بڑے بڑے جید عالم دوزانو ہو کر با ادب بیٹھتے۔ بغیر کتاب کے جس بارے میں بحث کرتے۔ اگر دوسری مرتبہ بیان کرنے کا موقع پیش آتا۔ تو اسی عبارت میں بیان فرماتے ۔

منقول ہے۔ کہ مولانا کو خضر علیہ السلام کی ملاقات حاصل تھی۔ انہیں کے اشارے سے آپ سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔ ایک دفعہ جب آپ سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں دسترخوان پر بیٹھے۔ تو آپ کی نعلین مبارک کوئی اٹھا کر لے گیا۔ جب یہ خبر سلطان المشائخ نے سنی تو اپنی خاص نعلین مبارک آپ کے لیئے بھیجی لیکن آپ نے بجائے پاؤں میں پہننے کے پگڑی میں رکھ لی اور گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ یاروں نے کہا۔ کہ سلطان المشائخ نے آپ کو اس واسطے عطا کی۔ کہ آپ ننگے پاؤں نہ جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ آج مجھے سلطان المشائخ سے میرے سر کا تاج عنایت ہوا ہے۔ جب یہ بات سلطان المشائخ نے سنی تو فرمایا۔ کہ گھر جانے سے پہلے انہیں شیخ الاسلام قطب الدین بختیارؒ کے مقبرہ پر جانا پڑے۔ جب مولانا وہاں پہنچے۔ تو دروازے پر اپنی نعلین پائی ۔

ایک دفعہ مولانا وجیہ الدین سلطان المشائخ کی زیارت کو آ رہے تھے۔ کرہ کے باغات میں آئے۔ تو ایک بوڑھا شخص زاہدوں کی صورت بنائے عابدوں کے لباس میں سجادہ کندھے پر تسبیح گلے میں ڈالے اور عصا ہاتھ میں لیئے ہوئے نمودار ہوا۔ اور سلام کر کے کہنے لگا۔ کہ میں بہت دور دراز فاصلے سے آیا ہوں۔ کچھ علمی مشکلات ہیں۔ آپ سے حل کرانی چاہتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا بہتر۔ اس نے عالمانہ تقریر سے سوال پوچھنے شروع کیئے۔ مولانا نے بہت دل پسند جواب دیئے۔ لیکن حیران تھے۔ کہ یہ شخص شہری نہیں۔ اس نے اتنے علوم کہاں سے حاصل کیئے۔ آخر بحث کے اختتام پر اس نے مولانا سے پوچھا۔ کہ کہاں جا رہے ہو۔ فرمایا۔ سلطان المشائخ نظام الحق والدین کی خدمت میں۔ اس نے کہا نظام الدین کو تو اتنا علم حاصل نہیں میں نے اسے بہت دفعہ دیکھا ہے۔ آپ اتنے بڑے عالم ہو کر ان کے پاس کیوں جاتے ہو۔ مولانا نے فرمایا نہیں۔ آپ اس قسم کی باتیں کیا فرماتے ہیں۔ سلطان المشائخ تو علم کے سمندر ہیں۔ اور آنجناب کا باطن علم من لدنی سے پر ہے۔ پھر اس شخص نے کہا۔ کہ نہیں میں نے مولانا کو بارہا دیکھا ہے اس میں اس قدر علم نہیں۔ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ مولانا

نے فرمایا لاحول ولا قوۃ آپ اس قسم کی باتیں نہ کریں۔ لاحول سُن کر ذرا وہ پرے ہٹ گیا۔ جب دوسری مرتبہ لاحول کہی تو اور بھی پرے ہٹا۔ آخر جب مولانا کو معلوم ہوا کہ یہ شیطان ہے تو اور بھی زور سے لاحول کہنے لگے۔ حتیٰ کہ وہ نظر سے غائب ہو گیا جب آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پیشتر اس کے کہ آپ اس بارے میں کچھ عرض کریں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ مولانا آپ نے اس شخص کو خوب پہچانا ورنہ وہ آپ کی راہزنی کر چکا تھا۔

منقول ہے۔ کہ آپ اپنے کھانے کے لئے خود کما یا کرتے کسی کو اس بارے میں تکلیف نہ دیتے۔ آپ کا پیراہن موٹا اور دستار رسمانہ ہوتی۔ آپ کا لباس عموماً شکر رنگ کا ہوتا۔ بعض نافل آپ کی روش کو کنجوسی سمجھتے۔ آپ علم و عقل میں نہایت ہی کامل تھے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

سعدیؔ نزدیک رائے عاشقاں | خلق مجنوں را ندو مجنوں عاقل است

آخر کار اس دنیا سے بے وفا سے کوچ کیا۔ اور حوض شمسی پر قاضی کمال الدین صدر جہاں اور فتح خاں کے مقبرہ میں اوپر کی طرف مدفن پایا۔ کیونکہ یہ دونوں آپ کے شاگرد تھے۔

منجملہ۔ زاہدوں کے افضل۔ عابدوں کی زینت۔ مولانا فخر الملتہ والدین مروزی ؒ ورع کے کمال اور تقوے کے جمال سے آراستہ تھے۔ آپ حافظ کلام ربانی اور سلطان المشائخ کے مرید و مصاحب تھے۔ آخر عمر میں آپ نے غیاث پور میں سلطان المشائخ کی خدمت میں رہنا شروع کیا۔ آپ پرہیزگاری۔ ترک اور تجرید میں بدرجہ غایت کوشش کرتے۔ ہمیشہ آپ قرآن شریف لکھا کرتے تھے اور مجردانہ زندگی بسر کرتے تھے نہایت ہی باعظمت و کرامت مرد تھے۔ مردان غیب سے آپ کو ملاقات حاصل تھی۔ ایک دفعہ آپ نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ایک مرتبہ مجھے پیاس کا غلبہ ہوا۔ کوئی شخص پانی لانے والا نہ تھا۔ غیب سے ایک کوزہ نمودار ہوا۔ جسے میں نے یہ کہکر توڑ ڈالا۔ کہ میں کرامت کا پانی نہ پیونگا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ پی لینا چاہئے تھا۔ کیونکہ کرامت کو رد نہیں کرنی چاہئے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ میں نے کنگھی کرنی چاہی لیکن کوئی شخص کنگھی لانے والا موجود نہ تھا۔ خود بخود دیوار میں شگاف ہوا۔ اور اس میں سے کنگھی نمودار ہوئی میں نے لیکر استعمال کی۔ سلطان المشائخ نے ایک دفعہ اپنے دست مبارک سے آپ کی طرف محبت رب العالمین کے بارے میں لکھا ہے۔ جو اس کتاب

سے کہ نکتہ محبت میں تحریر ہے انشاء اللہ ناظرین کے ملاحظہ سے گذریگا - آخر جب آپ نے اس دارفانی سے کوچ کیا - تو سلطان المشائخ کے مقبرہ میں یاروں کے چبوتروں میں جگہ ملی +

منتھم علوم دین کے عالم - اسرار یقینی کے صاحب - مولانا فصیح الملۃ والدین وفور علم فضل پرہیزگاری سے آراستہ تھے - بہت سے یاروں سے پہلے آپ سلطان المشائخ کے مرید ہوگئے سلطان المشائخ کی مجلس میں اکثر علمی سوالات - عالم حقیقت کی رموزات پوچھا کرتے - اور شافی جوابوں سے مشرف ہوا کرتے - علم حاصل کرتے وقت مولانا فصیح الدین اور قاضی محی الدین کاشانی بہت مدت تک مل کر رہے - مولانا شمس الدین قوشچہ کی خدمت میں اصول فقہ اعلے درجے تک حاصل کیا - آپ علماء میں وفور علم اور ذکائے طبع کے لئے مشہور تھے - جب فضل ربانی اور جذب رحمانی مولانا فصیح الدین کے حق میں کارگر ہوا - تو آپ نے راہ حقیقت طے کرنی شروع کی - اور اس علم پر عمل کرنا چاہا - اس مطلب کے لئے آپ نے مجلس ترک کرکے گوشہ تنہائی پسند کیا - آپ سلطان غیاث الدین کے فرزندوں کو پڑھایا کرتے تھے جس سے کچھ روزی مل جایا کرتی تھی جب آپ نے یہ سلسلہ بھی چھوڑ دیا - اور حقتعالے کے فضل وکرم پر بھروسہ کیا - تو مولانا کے فرزند آپ کے مزاحم ہوئے - کہ آپ نے تعلیم چھوڑ دی اب روزی کا کیا حال ہوگا کہیں مصلے تلے سے نکل آیگی - مولانا کا ایک یار تھا جب اس نے آپ کی ترک وتجرید کا حال سنا - تو کچھ روپے لاکر آپ کے مصلے تلے رکھدئے اور خود چلا گیا - پھر مولانا نے اپنے حرم محرم کو بلاکر فرمایا - کہ آؤ مصلے تلے کچھ ہے - اسے اٹھا کرلے جاؤ - جب یہ خبر مولانا قاضی محی الدین نے سنی - تو آپ کی ملاقات کے لئے آئے اور قاضی صاحب پر آپ کی ترک وتجرید اور مشغولی حق کا حال کھلا - چند روز بعد مولانا فصیح الدین قاضی محی الدین کاشانی کی ملاقات کو گئے - تو ملاقات کے بعد قاضی محی الدین نے فرمایا - کہ میں نے سلوک مشائخ کی ایک کتاب میں لکھا دیکھا ہے - کہ قیامت کے دن ہر ایک شخص اس بزرگ کے جھنڈے تلے ہوگا - جس کا وہ مرید ہے - اب میرے دل میں ہے کہ کسی بزرگ کا دامن پکڑیں - تاکہ قیامت کے دن اس کی حمایت میں ہوں - اب ہمارے لئے واجب ہے - کہ کسی ایسے بزرگ کی تلاش کریں - اور اس کے مرید بنیں - ان دنوں بہت سے صاحب کرامت شہر میں تھے - یہ دونو بزرگ سوچ میں پڑ گئے - کہ کس کے مرید بنیں - پھر یہ صلاح ٹھیری کہ یہاں پر ایک سید مرد ہیں جنھوں نے بہت سے بزرگوں کی ہمنشینی کی ہے ان سے مشورہ

پس جیسے بتا چکے ہیں۔ اس کے مرید بن گئے۔ جب اس سید مرد سے کیفیت بیان کی۔ تو اس نے کہا۔ آجکل شیخ شیوخ العالم کے خلیفہ سلطان المشائخ نظام الحق والدین علم عقل عشق اور ذوق میں نہایت باکمال مرد ہیں۔ ان دنوں سلطان المشائخ کی رہائش غیاث پور میں تھی۔ یہ دونو بزرگ غیاث پور میں حاضر خدمت ہوئے۔ اور قدمبوسی کر کے باہم کلام کرنے سے مشرف ہوئے۔ جب بیعت کے لئے عرض کی۔ تو قاضی محی الدین کو بیعت کیا لیکن مولانا فصیح الدین کو فرمایا کہ شیخ شیوخ العالم سے پوچھ کر کروں گا۔ یہ بات سنتے ہی مولانا حیران رہ گئے۔ کہ شیخ شیوخ العالم تو فوت ہو چکے ہیں سلطان المشائخ ان سے کیونکر پوچھینگے۔ دل میں اتنا خیال کیا۔ لیکن زبان پر کچھ نہ لائے۔ آداب بجا لا کر رخصت ہوئے۔ جب دوسری مرتبہ حاضر خدمت ہوئے۔ تو سلطان المشائخ نے آپ کو بھی بیعت کر کے فرمایا۔ کہ مولانا میں نے آپ کے بارے میں شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں عرض کی تھی سو آں جناب نے قبول فرمایا۔ جب آپ بیعت ہو چکے۔ تو پوچھا۔ کہ مخدوم شیخ شیوخ العالم تو دار فانی سے کوچ کر چکے ہیں آپ نے کس سے مشورہ لیا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ جو مشکل پیش آتی ہے میں انہیں کے ارشاد کے مطابق عمل کرتا ہوں۔ الغرض مولانا میں فضائل بکثرت تھے۔ اور بے شمار عبادت زہد اور لطافت سے آراستہ تھے۔ کہتے ہیں۔ کہ آپ کو سلطان المشائخ کی زندگی میں اجازت خلافت عطا ہوئی۔ اور زندگی ہی میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔

منہم شاعروں کے بادشاہ۔ فاضلوں کے برہان امیر خسرو شاعر متقدمین و متاخرین سے فضیلت کی بازی جیت گئے۔ آپ کا باطن صاف تھا۔ آپ کی صورت و سیرت سے اہل تصوف کا طریقہ ظاہر تھا۔ اگرچہ آپ کا تعلق بادشاہوں سے تھا لیکن ان لوگوں میں سے جن کی نسبت کہا گیا ہے۔ مصرعہ

کہ بخدمت سلطان یہ بیت و صوفی باش

میں مصنف نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے۔ فرماتے تھے۔ کہ جن دنوں امیر خسرو پیدا ہوئے۔ ان کے والد امیر لاچین کے پڑوس میں ایک دیوانہ صاحب نعمت رہا کرتا تھا ان کے والد امیر خسرو کو کپڑے میں لپیٹ کر اس کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا تم ایسے شخص کو لائے ہو۔ جو خاقانی سے بھی دو قدم آگے ہوگا۔ الغرض جب امیر خسرو بالغ ہوئے اور سلطان المشائخ کے مرید اور آں جناب کی شفقت اور رحمت سے مخصوص

ہوئے۔ ان دنوں سلطان المشائخ امیر خسرو کے ناتار اوت عرض کے گھر میں دروازہ منڈویل کے قریب رہتے تھے۔ امیر خسرو نے ان دنوں شعر کہنا شروع کیا۔ جو نظم کہتے سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کرتے۔ ایک روز سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ صفا ہانیوں کی طرز پر کہا کرو۔ یعنی عشق انگیز ہو۔ اور اس میں خط و خال اور زلف وغیرہ کا ذکر ہو۔ اس روز سے امیر خسرو نے عشقیہ نظمیں کہنا شروع کیں۔ یہاں تک کہ اسے بدرجہ کمال کیا۔ پھر دیوان مبتدی و منتہی مولانا رفیع الدین پانچہ کے فرزند قاضی معز الدین کے ہمراہ سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور اس کی رموزات و اشارات تحقیق کیں۔ اور اپنے زمانے کے شاعروں سے بادشاہوں کے پاس بلند مرتبہ حاصل کیا۔ سلطان المشائخ کی محبت میں اس قدر صادق اور معتقد تھے کہ سلطان المشائخ نے آپ کو اپنا محرم اسرار بنایا۔ ایک روز سلطان المشائخ کی مدح میں ایک قصیدہ کہہ کر سلطان المشائخ ہی کے پیش کیا۔ آں جناب نے فرمایا۔ کیا چاہتے ہو۔ چونکہ ان دنوں آپ کو نظم کا شوق تھا۔ اس لئے عرض کی۔ کہ شیریں سخنی۔ فرمایا۔ کھاٹ تلے سے شکر کا تھال لیکر تھوڑی سی اس میں سے خود کھا لو۔ باقی لوگوں میں تقسیم کر دو۔ اسی واسطے آپ کی شیریں سخنی مشرق سے مغرب تک مشہور ہو گئی۔ اور گذشتہ اور آئندہ شعراء کا فخر ہوئے۔ اس درخواست کرنے سے جو منظور ہو گئی۔ آپ آخری عمر تک پشیمان رہے۔ کہ کیوں اس سے اچھی درخواست نہ کی۔ آپ کے انشائے سے کتب خانہ پر تھا۔ لیکن جو کتاب آپ ختم کرتے۔ پہلے سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کرتے آں جناب اس کتاب کو ہاتھ میں لیکر دعائے خیر رحمت فرماتے۔ اور پھر امیر خسرو کو دیدیتے بعض اوقات چند سطریں پڑھ بھی لیا کرتے یہ بھی امیر خسرو کے حال پر عنایت تھی۔ کہ کہیں فن شعر پر مغرور نہ ہو جائے۔ بلکہ اس سے اچھے کام کے درپے ہو۔ امیر خسرو ہر رات تہجد کے وقت سات سیپارے قرآن مجید پڑھا کرتے۔

ایک روز امیر خسرو سے سلطان المشائخ نے پوچھا۔ کہ ترک یاد الٰہی کا کیا حال ہے عرض کی۔ مخدوم! کبھی کبھی سحر کے وقت رونا غالب آتا ہے۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ کچھ کچھ ظہور ہونے لگا ہے۔ سلطان المشائخ اپنے دست مبارک سے کئی نعمات محبت آمیز امیر خسرو کی طرف لکھے۔ جو اس کتاب میں اپنے موقعہ پر لکھے گئے ہیں۔ امیر خسرو کو سلطان المشائخ کی خدمت میں خاص قرب و مرتبہ حاصل تھا جس وقت آپ چاہتے۔

حاضر خدمت ہو جاتے۔ تمام امور میں آپ ہی سے مشورہ کیا جاتا۔ اگر اعلیٰ یاروں میں سے کسی نے درخواست کرنی ہوتی۔ تو آپ ہی کی وساطت سے ہوتی۔ جیسا کہ شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ کے حال میں تحریر ہو چکا ہے سلطان المشائخ نے جو مہربانیاں آپ کے حق میں کیں انہیں آپ نے الگ کتاب میں درج کیا۔ جس کی عبارت یوں ہے۔ کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ نے اس غلام کو فرمایا۔ کہ میں سب سے تنگ آجاتا ہوں۔ لیکن تم سے نہیں۔

ایک دفعہ کسی شخص نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ جو مہربانیاں آپ امیر خسرو کے حق میں فرماتے ہیں ان میں سے ایک میرے حق میں فرمائیں سامنے تو آں جناب نے کچھ نہ فرمایا۔ لیکن مجھے اتنا فرمایا۔ کہ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا تھا۔ کہ اس کو کہوں۔ کہ پہلے وہ قابلیت تو حاصل کر لو۔ ایک دفعہ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ میرے حق میں دعا کیا کرو۔ کیونکہ تمہاری زندگی میری زندگی سے وابستہ ہے مناسب ہے کہ تجھے میرے پاس ہی دفن کریں۔ یہ بات کئی بار آں جناب کو یاد دلائی گئی۔ تو یہی فرمایا۔ کہ ایسا ہی ہوگا۔ آپ کا میرے ساتھ اقرار تھا۔ کہ جس وقت بہشت میں جاؤنگا۔ تمہیں اپنے ساتھ وہاں لیجاؤں گا۔

ایک دفعہ آپ نے خواب میں دیکھا۔ کہ مندویل کے پیچھے شیخ متوکل کے گھر کے پاس پانی کی ندی جاری ہے جس کا پانی نہایت چمکدار اور صاف ہے۔ اور میں بلند دکان پر بیٹھا ہوں۔ وقت نہایت خوش تھا میں نے تمہارے واسطے دعا مانگی۔ جو قوی امید ہے کہ قبول ہو گئی۔ وہ حالت تم میں ضرور پیدا ہوگی۔

میں نے ایک مرتبہ سلطان المشائخ کی زبان مبارک سے سنا۔ کہ آج رات مجھے کہا گیا ہے کہ خسرو درویشوں کا نام نہیں۔ اس کا نام محمد کاسہ لیس کہنا چاہیئے۔ غیب سے میرے لئے یہ خطاب ہوا۔ اور اس کی اطلاع مخبر صادق جناب سرورکائنات صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس نام کے سبب میں ابدی نعمتوں کا امیدوار ہوں۔ مجھے سلطان المشائخ ترک اللہ کے نام سے پکارا کرتے۔ اسی خطاب سے آں جناب نے اس بندے کی طرف کئی فرمان لکھے جن کو میں نے بطور تعویذ محفوظ رکھا ہے تاکہ مجھے دفن کرتے وقت میرے ساتھ ہی دفن کریں۔ تاکہ میں انہیں کے سبب قیامت کے دن بخشا جاؤں۔ یہ شعر بھی سلطان المشائخ کی زبان مبارک سے

میرے حق میں نکلا ہے

در پیش تو اے از ہمہ کس سبکم در راہ غمت کمینہ تر حسن کہ منم

سلطان المشائخ نے مجھے بلوایا۔ اور جب میں حاضر خدمت ہوا۔ تو فرمایا۔ کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اسے غور سے سنو۔ وہ یہ کہ جمعہ کی رات کیا دیکھتا ہوں۔ کہ شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا کے فرزند ارجمند شیخ صدرالدین میرے پاس آئے ہیں نہایت تواضع سے پیش آیا۔ وہ بھی نہایت ہی تواضع سے پیش آئے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ تم دور سے نمودار ہوئے ہو۔ اور ہمارے پاس آکر معرفت کو بیان کرنے لگے ہو اتنے میں صالح مؤذن نے نماز کی اذان دی۔ اور میں جاگ پڑا۔ یہ خواب بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ دیکھو یہ کیسا مرتبہ ہے۔ بعد ازاں میں نے عرض کی۔ کہ مجھ خاکروب کی کیا حقیقت کہ یہ مرتبہ حاصل ہو۔ آخر آپ ہی کا عطا کردہ ہے۔ یہ سُنکر آپ آبدیدہ ہوئے۔ حتیٰ کہ زور زور سے رونے لگے۔ میں بھی رونے لگا۔ بعد ازاں مجھے کلاہ خاص اپنے دست مبارک سے پہنائی۔ اور فرمایا کہ مناسب ہے کہ مشائخ کے کلمات کا مطالعہ کیا کرو۔ سلطان المشائخ کو چونکہ امیر خسرو سے بدرجہ غایت محبت تھی۔ اس لئے حسب ذیل دو شعر ان کے حق میں فرمائے ہے

خسرو کہ بہ نظم و نثر مثلش کم خاست ملکیت ملک سخن آں خسرو راست
آں خسرو ماست ناصر خسرو نیست کہ خدائے ناصر خسرو ماست

سبحان اللہ! اس سے اچھا مرتبہ اور کون ہوگا۔ کہ امیر خسرو کے وصف میں یہ کلمات تمہیں سلطان المبارک کی زبان مبارک سے نکلیں!!

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ امیر خسرو نے غیاث پور میں میرے (مصنف) والد بزرگوار کے گھر میں دعوت دی۔ سلطان المشائخ اور شہر کے بزرگ اس مجلس میں تشریف فرما تھے۔ بہلول قوال نے امیر حسن کی یہ غزل پڑھی ہے

زہے ترکے کہ از چشمہائے ابرو کماں پیدا کند پنہاں ز تدبیر
بگوشش مدعی کے جائے گیرد مزا ہیرے کہ ہست اندر زہ تیر

الغرض جب سماع بند ہوا۔ تو امیر خسرو نے اپنی غزل پڑھنی شروع کی۔ لیکن مطلع پڑھتے ہی رک گئے۔ پھر شیخ سعدیؒ کی غزل شروع کر دی ہے

معلمت ہمہ شوخی و دلبری آموخت — جفا و ناز و عتاب و ستمگری آموخت

یہ ساری غزل نہایت رقت آمیز لہجے میں پڑھی۔ بعد ازاں امیر خسرو سے پوچھا گیا۔ کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جب کبھی تم اپنی بنائی ہوئی غزل پڑھتے ہو۔ تو رک جاتے ہو۔ کہا۔ معنوں کا ہجوم ہو جاتا ہے جن کے ضبط کرنے میں میں حیران رہجاتا ہوں۔ آخر کار امیر خسرو سلطان غیاث الدین کے ساتھ لکھنوتی گئے۔ آپ کی غیر حاضری میں سلطان المشائخ کا وصال ہو گیا۔ جب سفر سے واپس آئے تو چہرہ سیاہ کر لیا۔ اور پیراہن پھاڑ کر خاک میں لوٹنے لگے۔ اور سلطان المشائخ کے مقبرہ پر آ کر یہ مصرعہ پڑھا۔ مصرعہ

جامہ دراں چشم چکاں خونِ دل رواں

پھر فرمایا۔ کہ مسلمانو! میری کیا ہستی ہے۔ کہ سلطان المشائخ کے لئے روؤں۔ میں تو اپنے لئے روتا ہوں۔ کیونکہ اب میری زندگی کے بھی تھوڑے دن باقی ہیں۔ چنانچہ چھ ماہ بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان المشائخ کے روضہ مبارک کی پائنتی میں دفن ہوئے ؛

منہم۔ زاہدوں کی زینت۔ عابدوں کے پیشوا۔ طریقت کے سالک۔ ورع و تقویٰ میں مشہور، وصل ہونے کے طالب، مولانا جمال الملتہ والدین علوم ربانی میں مشغول اور جمال رحمانی کے مشاہدات میں اعلےٰ یاروں میں مشہور تھے۔ آپ کی باطنی مشغولی کی یہ کیفیت تھی۔ کہ آپ کو اپنے آپ کی ہوش نہ تھی۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے۔ کہ مولانا جمال الدین پر ایسا وقت بھی آتا ہے۔ کہ اس وقت انہیں سوائے خدا کے غیر کا خیال تک نہیں آتا۔ یہ اپنے اعلیٰ یاروں کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ آپ سلطان المشائخ کی زندگی میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے ؛

منہم۔ تصوف کے جنگل کے شیر۔ تکلف سے مبرا۔ مولانا جلال الملتہ والدین اودھی زہد۔ ورع۔ ترک اور تجرید سے موصوف تھے۔ آپ شروع سے لیکر اخیر تک تارک اور دنیاوی بکھیڑوں سے بیزار رہے۔ آپ اودھی یاروں میں سے تقریباً سب سے پہلے یار تھے۔ اور سب انہیں معظم و مکرم خیال کرتے تھے۔ ایک دفعہ تمام اودھی یار اس بات پر متفق ہوئے۔ کہ تعلیم حاصل کرنے اور بحث کرنے کی اجازت سلطان المشائخ سے لیں۔ اگرچہ ان میں سے ہر ایک جید عالم تھا لیکن سلطان المشائخ نے یادِ حق میں مشغول رہنے کا حکم دیا۔ چونکہ عمر بھر اسی کام میں لگے رہے تھے۔ اس واسطے اس کی ہوس باقی تھی۔ چنانچہ مولانا

جلال الدین کو انہوں نے اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ اس بارے میں عرضی لکھیں۔ جب یہ لوگ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت کبریائی صفت کی تجلّی آں جناب پر تھی۔ اس لئے بہت سے یار دم بخود رہ گئے۔ کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مولانا جلال الدین نے موقعہ پاکر عرض کی۔ کہ اگر جناب فرمائیں۔ تو یار کسی وقت بحث کر لیا کریں۔ سلطان المشائخ سمجھ گئے کہ یہ سوال تمام یاروں کی طرف سے ہے۔ جو اس وقت موجود ہیں۔ فرمایا۔ میں کیا کروں۔ مجھے تو ان سے کچھ اور مطلوب ہے اور وہ پیاز کی طرح پوست اور پوست ہیں۔ میں (مصنف) نے سلطان المشائخ کے جواب سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ ان یاروں میں مغز نہ تھا۔ اس کام کے لئے صرف اسی قدر علم کافی تھا۔ سوا ئے اس پر عمل کرنا باقی تھا۔ محبت الٰہی بمنزلہ مغز ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے۔ بمنزلہ پوست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود فرماتے تھے۔ کہ ایک دفعہ مولانا شمس الدین یحییٰ اور میں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھے۔ سلطان المشائخ نے مولانا شمس الدین کو فرمایا۔ کہ لب اور دروازہ بند رکھنا۔ نیز روایت کرتے ہیں۔ کہ سلطان المشائخ نے مولانا وجیہ الدین پائلی کو بھی فرمایا تھا۔ کہ مولانا تمہارے اور خدا کے درمیان صرف یہی زبان رہ گئی ہے۔ الغرض مولانا جلال الدین کی ذات بابرکات چند روز بیمار رہ کر اس دار فانی سے رحلت کر گئی +

منہم۔ صفائی کی صورت۔ وفا کی سیرت۔ خواجہ کریم الملتہ والدین سمرقندی المدعو بہ بیانہ مکارم اخلاق میں زمانہ بھر میں بے نظیر تھے۔ آپ کا ظاہر و باطن اہل تصوف کے اوصاف سے آراستہ تھا۔ آپ میں بکثرت فضائل اور بے شمار علوم تھے۔ آپ کی طبع نہایت فیاض و لطیف اور عقل نہایت ہی کامل تھی۔ یہ سب کچھ اس بات کا ثمرہ تھا۔ کہ آپ سلطان المشائخ کے مرید تھے۔ اور آپ کے دل میں سلطان المشائخ کی محبت اخلاص اور عقیدت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور آپ سلطان المشائخ کی نظر خاص سے مخصوص تھے۔ آپ پر سلطان المشائخ کی نظر عنایت کی ایک وجہ یہ تھی۔ کہ آپ کے والد بزرگوار خواجہ کمال الملتہ والدین سمرقندی کہ ولایت خراسان کے وزیر تھے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

بہ تقدیر بے اشارت رائے رفیع او　　　　در خیر وجود نیاورد ہیچ شئے

ہندوستان کی ولایت میں آئے۔ اور ہندوستان کے بادشاہ کی خاص عنایتوں سے مخصوص ہو کر انہیں ملتان سے ہانسی تک کا علاقہ ملا۔ وہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے مرید ہوئے اور

سلطان المشائخ کے حکم سے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے دہتے اسحاق کے والد خواجہ محمد کی لڑکی کی شادی ان سے ہوئی۔ اور اس طرح اس مکرم خاندان کے سلسلہ قرابت میں داخل ہوئے۔ اکثر غیاث پور میں انہی یاروں کے درمیان زندگی بسر کی۔ آپ کی لطافت طبع، شیریں سخنی اور ہمت بلند کی وجہ سے خوب طبع لوگ آپ کے گرویدہ تھے چنانچہ خواجہ ضیاء الدین برنی نے ہر ایک علم میں نایاب کتاب لکھ کر آپ کے پیش کی۔ امیر خسرو اور امیر حسن اس بزرگ کے بڑے مخلص تھے۔ سلطان المشائخ کی وفات کے بعد سلطان محمد تغلق نے بلا کر ملاقات کی۔ اور آپ کے حال پر نہایت عزت و وقعت کی نگاہ کر کے آپ کو شیخ الاسلام بنایا۔ اور آنور رائے ملک سنگالوہ کا خطاب دیا۔ آپ نے اس ملک میں جا کر وہاں کے مسلمانوں کی مہمات کو اپنی کامل عقل کے ذریعہ ٹھیک ٹھاک کیا۔ میں (مصنف) نے اس بزرگ کو سلطان المشائخ کے خلیفہ مولانا فخر الدین زرادی کے پاس دیکھا ہے۔ آپ کا جمال نہایت باکمال تھا۔ آپ کا لباس صالح لوگوں کا سا تھا۔ سلطان المشائخ کے خاص ہمنشین تھے۔ آخر کار سنگالوہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کا ایک فرزند ارجمند بے نظیر اور اہل محبت کا محبوب ہے۔ اس کی طبع نہایت فیاض اور غوامض و حقائق معرفت کی کاشف تھی۔ آپ کے قلم کی نوک مغز سخن کو اس طرح روپ دیتی ہے۔ کہ ناظر کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

چہ آتش است ندانم ضمیر او یارب　　　　که نقد سکہ معنی از و عیار گرفت

یعنی شیخ زادہ معظم احمد بن کریم نبیرہ۔ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز۔ خواجہ حکیم سنائی نے کیا اچھا فرمایا ہے ؎

در نکتہ بو حنیفہ کوفی　　　　در ورع ہمچو سنائی صوفی

مجھے اس بزرگ سے بہ سبب اپنی آبائی محبت اور آپ کی طبیعت کی صفائی کے آپ سے بدرجہ کمال محبت ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

بجانت گرزمیاں جاں بجانت دوست میدارم　　　　بجز دوستی جاناں کہ باور دارد سوگندم

ان کے پیارے بھائی کہ دوستوں کے دل ان کے فرحت آثار دیدار کے طالب ہیں یعنی شیخ زادہ مکرم نظام الملۃ والدین ہیں۔ جن کی ذات پسندیدہ معنی کی صورت ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ایں ظرافت کہ تو داری ہمہ دلہا بفریبد　　　　ایں لطافت کہ تو داری ہمہ غمہا ببرد آمد

منجملہ فاضلوں کے فاضلوں کے بادشاہ۔ لطافت طبع میں دلربا یعنی امیر حسن علا سجزی جن کی جگر سوز غزلیں عاشقوں کے دلوں کے چقماق سے محبت کی آگ کی چنگاریاں نکالتی ہیں۔ اور جن کے دلپذیر اشعار شاعروں کے دلوں کو راحت پہنچاتے ہیں۔ اور جن کے لئے روح افزا لطائف اہلِ ذوق کے لئے بمنزلہ سرمایہ ہیں۔ آپ کے کلام میں شیخ سعدیؒ کے کلام کی سی چاشنی ہے

حسن گلے ز گلستان سعدی آوردہ است کہ اہل معانی گل چیں آں گلستانند

آپ ہمیشہ شاعروں کے جھگڑے میں رہے۔ آپ سے بڑھ کر کوئی شخص فی البدیہہ لطیفہ یا نظم نہ کہہ سکتا بادشاہ اور شاہزادے آپ کے لطائف گوش ہوش سے سنتے۔ تمام سعادتوں سے بڑھ کر سعادت آپ کو یہ حاصل تھی۔ کہ آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں پر چند اور بزرگانِ خدا بھی موجود تھے۔ سلطان المشائخؒ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ میں فاضلوں ہی کا ذکر کر رہا تھا کہ آپ آ پہنچے ❊

آپ نے سلطان المشائخؒ کے روح افزا ملفوظات کو قلمبند کیا۔ اور حتی الامکان اسی عبارت کو ملحوظ رکھا۔ آج وہ کتاب فوائد الفوائد کے نام سے اہلِ دل اشخاص کی مقبول بنی ہوئی ہے۔ اور عاشقوں کے لئے بمنزلہ قواعد ہے۔ شرق سے لیکر غرب تک اس کا چرچا ہے۔ سلطان الشعرا امیر خسرو بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کاش، میں نے جو ساری عمر کتابوں کے لکھنے میں صرف کی ہے۔ وہ ساری امیر حسن کو مل جاتی تھیں۔ اور مجھے صرف اس کی فوائد الفوائد مل جاتی۔ تاکہ میں اس کے ذریعے دنیا اور آخرت میں فخر کر سکتا۔ آپ نے مجردانہ زندگی بسر کی۔ اور آخری عمر میں آپ دیوگیر چلے گئے۔ اور وہیں مدفن پایا ❊

منجملہ سیرت و صورت میں اسلاف کی طرح قاضی شرف الدین یار اور ترک تکلف سے آراستہ تھے۔ کلام ربانی کے حافظ اور درگاہ سبحانی کے عاشق تھے۔ اگر کوئی آپ کو دیکھ لیتا۔ تو یہی خیال کرتا۔ کہ آپ مقرب فرشتے ہیں۔ آپ مختلف علوم سے واقف اور فضیلت میں آیت بین تھے۔ میں نے دیوان احسن حسن انہیں سے پڑھا ہے۔ آپ گھر کی ضروریات مثلاً غلہ۔ لکڑی۔ کپڑا وغیرہ خود اٹھا کر گھر میں لاتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ گٹھڑی اور لکڑیاں اٹھائے آ رہے تھے۔ قاضی کمال الدین صدر جہاں نے جب آپ کو دیکھا۔ تو باوجود دنیادی کروفر کے گھوڑے سے اتر آپ کی قدمبوسی کی۔ اور حاضرین کو کہا۔ کہ یہ مرد خدا کسی طرف توجہ نہیں کرتے۔ طریقہ سلف پر کاربند ہیں

کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

خوشم بدولت خواری و ملک تنہائی — کہ التفات کسے را بروزگارم نیست

آپ کا لباس ایک چادر تھی۔ آپ کو سلطان المشائخ کی خدمت میں خاص مرتبہ حاصل تھا جس مجلس میں مولانا حسام الدین اور اعلٰے یار موجود ہوتے۔ آپ ہی کا ذکر خیر ہوتا جیسا کہ سلطان المشائخ کے حال میں تحریر ہو چکا ہے۔ آپ دیوگیر میں اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔ اور وہیں آپ کا مزار ہے۔

منہم۔ اہل طریقت کے عابد۔ اہل حقیقت کے افضل۔ مولانا بہاؤ الملۃ والدین ادھمی جنہیں دارالامانی بھی کہتے تھے۔ علم و پرہیزگاری میں کامل و اکمل تھے۔ اگرچہ آپ نے علماء کے لباس میں زندگی بسر کی لیکن اہل تصوف کے اوصاف سے متصف تھے۔ جب اپنے وطن قدیم ملتان سے شہر میں آئے۔ تو سلطان المشائخ کے مرید ہوئے اور بہ سبب محبت یہیں بود و باش اختیار کی۔ جب کبھی سلطان المشائخ کی زیارت کے لئے آتے۔ کئی کئی راتیں میرے والد بزرگوار کے گھر رہتے۔ بہ سبب غایت تقوے وورع ہر روز غسل کرتے۔ اور ترک و تجرید میں نہایت ہی کوشش کرتے۔ آخر کار چند روز بیمار رہ کر اس دار غدار سے کوچ کیا۔

منہم۔ صوفی باصفا۔ زاہد باوفا۔ اعلٰے یاروں میں بہ سبب بذل و ایثار۔ امر معروف اور نہی منکر مشہور یعنی شیخ مبارک کو پالودی جنہیں امیر دادو بھی کہا کرتے تھے۔ مصفا سیرت اور دلکشا و دلکش صورت کے مالک تھے۔ آپ ولایت پیر کے جمال کے عاشق اور حضرت سلطان المشائخ کے پہلے مریدوں میں سے تھے۔ سلطان المشائخ کی طرف سے آپ کی طرف ایک منشور فقہ طرح طرح کی عنایت سے پُر لکھا گیا۔ جب اودھی یار مثلاً مولانا شمس الدین یحیٰی۔ شیخ نصیر الدین محمود۔ مولانا علاؤ الدین نیلی اور دوسرے عزیز سلطان المشائخ سے رخصت ہوتے۔ تو انہیں حکم ہوتا جب تم پانشو میں جاؤ۔ تو خواجہ مبارک سے ضرور ملنا۔

ایک دفعہ میں (مصنف) شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ کہ خواجہ مبارک تشریف لائے۔ اور کچھ ٹکے رکھ کر فرمایا۔ کہ میں گھر سے آپ کی زیارت کے ارادہ سے روانہ ہوا تھا۔ رستے میں ایک عزیز نے یہ چند ٹکے دیئے۔ چونکہ درویشوں کا طریقہ ہے۔ کہ جس بزرگ کی ملاقات یا زیارت کو جاتے ہیں۔ جو کچھ راہ میں ملتا ہے وہ اسی بزرگ کا حصّہ جانتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کے پیش کرتا ہوں۔ شیخ محمود مسکرائے۔ اور رخصت ہوتے

وقت اس سے دگنے ٹکے دئے۔ آپ کو میرے والد بزرگوار سے بڑی محبت تھی۔ بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے تمہارے باپ نے مسلمان بنایا ہے۔ جب میں نے اس کی حقیقت پوچھی تو فرمایا۔ کہ میں امیر داد نام سلطان علاء الدین کا کوتوال تھا۔ مجھے پیری مریدی کی کوئی خبر نہ تھی۔ کہ کیا بلا ہوتی ہے۔ انہوں نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ کی تو زیارت کرو۔ چنانچہ مجھے وہاں لے گئے۔ جب سلطان المشائخ سے گفتگو ہوئی۔ تو میں آنحضرت کا غلام بن گیا۔ مصرعہ اے نور بنت بندہ النوری ھمزاد

میں نے ساری باتوں کا خیال چھوڑ دیا۔ چونکہ آپ کے والد بزرگوار کی بدولت یہ سعادت حاصل ہوئی۔ کہ میں سلطان المشائخ کا مرید بنا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ مجھے آپ کے والد نے مسلمان بنایا ہے۔ اس بات کی رعایت آپ مرتے دم تک میرے والد بزرگوار سے کرتے رہے۔ اور حتی المقدور مجھ سے بھی۔ اللہ تعالے اسے قبول فرمائے۔ یہ بزرگ نہایت ہی عالی ہمت تھے آپ نے یکبارگی دنیاوی تعلقات کو ترک کیا۔ جس کسی کے گھر آپ کھانا بھیجتے۔ نہایت پر تکلف ہوتا اور نہایت نفیس برتن میں ڈال کر بھیجتے اور کہلا بھیجتے۔ کہ دستر خوان مع برتن واپس نہ لانا۔ آپ نماز بڑی خوبی سے ادا کرتے۔ اور ارکان نماز عمدگی سے بجالاتے۔ میں نے آج تک کسی کو اس طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ آخر چند روز بیمار رہ کر اس دار فانی سے کوچ کیا۔ اور سلطان المشائخ کی پائنتی میں مدفن پایا۔

مشہور۔ تارک دنیا۔ طالب عقبےٰ خواجہ سوید الدین کرہی جن کا ظاہر صفائی سے آراستہ اور باطن وفا سے پیراستہ تھا۔ زہد۔ تقویٰ اور اعتقاد خوب سے موصوف تھے۔ آپ ابتداء میں شہزادہ تھے اور سلطان علاء الدین کے وقت میں انہوں نے بڑی بڑی مہمات سرانجام دیں۔ چونکہ آپ کی قسمت میں ابدی سعادت لکھی ہوئی تھی۔ اس لئے سلطان المشائخ کے مرید بنے اور دنیاوی اختیارات قطعی ترک کر دئے۔ جب سلطان علاء الدین تخت نشین ہوا۔ تو اس بزرگ کو یاد کیا۔ جب اس نے سنا کہ تارک الدنیا اور سلطان المشائخ کا مرید ہو گیا ہے۔ تو اس نے سلطان المشائخ کو کہلا بھیجا۔ کہ آپ از راہ لطف وکرم خواجہ سوید الدین کو رخصت فرمائیں۔ تاکہ ہمارے ہاں کام کرے۔ سلطان المشائخ نے جواب دیا۔ کہ اب اسے ایک اور کام درپیش ہے۔ وہ اس کام کی تیاری میں مصروف ہے۔ قاصد کو یہ جواب ناگوار گذرا عرض کی۔ کہ مخدوم! آپ سب کو اپنا سا بنانا چاہتے ہیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ اپنے جیسا

کیا بلکہ اپنے سے بہتر۔ جب بادشاہ نے یہ جواب سنا۔ تو خواجہ مویدالدین سے ہاتھ اٹھا لیا۔ میں نے خواجہ مویدالدین کو دیکھا ہے۔ آپ ضعیف العمر۔ دراز قد۔ گورے رنگ، خوبصورت اور نیک خصلت مرد تھے۔ آپ کا مزار سلطان المشائخ کے روضہ مبارک کی پائینتی کی طرف ہے۔

منشہم صوفیوں کے جمال۔ پرہیزگاروں کے شرف خواجہ تاج الملۃ والدین داوری جو مجسم زہد و تقویٰ تھے شروع میں دنیادار تھے۔ چونکہ سعادت ابدی آپ کی قسمت میں تھی۔ اس لئے اُسے ترک کر کے سلطان المشائخ کے مرید ہو گئے۔ جب سلطان المشائخ کی محبت آپ کے دل میں بدرجہ غایت ہو گئی۔ تو یکبارگی تمام تعلقات دنیاوی قطع کر دئے۔ اور فقر۔ مجاہدہ اور فاقہ کو اپنی دولت سمجھنے لگے۔ امیر خسرو نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ملک عشق ملک شد از کرم الٰہی ام   پشت من وپلاس غم ابنست قبائے شاہی

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بپائے سرو درافتادہ ام چو لالہ دگل   کہ او شمائل قدِ نگار من دارد

کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

اے سرو بتو شادم مشکلت افلاں ماند   اے گل ز تو خوشنودم تو بوئے کسے داری

آپ کے دل میں سلطان المشائخ کی محبت کا یہ عالم تھا۔ کہ آپ آنجناب کا اسم مبارک سنتے ہی زار زار رو پڑتے۔ سماع میں آپ کو کمال درجہ ذوق حاصل ہوتا۔ آپ بہت جلدی رو دیا کرتے۔ اور عاشقوں کی طرح خوب دل کھول کر رقص کیا کرتے۔ آپ کے ذوق سے حاضرین کے دل کو بھی راحت پہنچتی۔ آپ قوالوں کو بیش بہا خلعت عنایت فرمایا کرتے۔ عالی ہمتی۔ ترک اور تجرید سے موصوف تھے۔ آخر کار دیوگیر کی راہ میں واپس آتے ہوئے کتھول کے قریب چند روز بیمار رہ کر اس دنیائے ناپائدار سے رحلت فرما گئے۔ جان کنی کے وقت آپ مسکراتے تھے اس بات کو خواجہ حکیم ثنائی نے نظم میں بیان کیا ہے۔

نظم

عاشقے را یکے فسردہ بدید   کو ہمے مرد خوش ہمے خندید

گفت اورا بوقت جان دادن   چیست ایں خندۂ خوش استادن

گفت خوباں چو پردہ بردارند   عاشقاں پیش شاں چنیں میرند

جب وارفتہ سے دارالبقاء کی طرف کوچ کیا حضرت سلطان المشائخ کے مقبرہ میں یاروں کے چبوترے میں دفن کئے گئے۔

منجملہ لطافت طبع میں بےنظیر۔ جہاں بھر کے اہل دلوں کے مقبول یعنی خواجہ ضیاء الملتہ والدین برنی عام و خاص کے مقبول تھے۔ آپ میں لطافت و ظرافت بے شمار تھی۔ جس مجلس میں آپ ہوتے تمام حاضرین کے گوش ہوش آپ کی روح افزا حکایات کی طرف ہوتے۔ علماء مشائخ اور شعراء کی مجلس سے آپ نے کافی حصہ لیا۔ ابتدا ہی میں اپنے والد بزرگوار کی شفقت سے جو کہ ایک خاندانی آدمی تھے سلطان المشائخ کی ارادت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ اور از روئے اخلاص سلطان المشائخ کے آستانۂ مبارک پر سر رکھا۔ اور غیاث پور میں رہنے سہنے لگے۔ آپ کو سلطان المشائخ کی خدمت میں پورا پورا مرتبہ اور قرب حاصل تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب حسرت نامہ میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ آپ اپنی لطافت طبع کی وجہ سے فن ندیمی میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ آخرکار اس فن کی بدولت سلطان محمدؒ کے ندیم خاص مقرر ہوئے۔ اور اس دنیائے غدار و مکار و بے وفا کی دولت سے کافی حصہ لیا۔ جب آپ کی عمر کے ستر سال گذر گئے۔ تو آپ نے شاہی ملازمت ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور بے نظیر کتابوں کی تصنیف و تالیف شروع کی مثلاً ثنائے محمدی صلے اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ کبیر۔ عنایت نامہ الٰہی۔ مآثر سادات تاریخ فیروز شاہی وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ ساری کی ساری مکمل کیں۔ لیکن آپ سلطان الشعراء امیر خسرو اور ملک الفضلا امیر حسن کی صحبت میں اکثر رہا کرتے تھے۔ ان بزرگوں کی مجلس سے آپ نے بہت کچھ استفادہ کیا۔ باوجود ان فضائل کے آپ کے دل میں فرزندان رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت بدرجہ غایت تھی۔ آخرکار چند روز بیمار رہ کر اس دار فانی سے کوچ کیا۔ آخری دم آپ کے پاس کوئی روپیہ پیسہ نہ تھا۔ بلکہ آپ نے بدن کے کپڑے تک سب راہ خدا میں دے دیئے تھے۔ چنانچہ آپ کے جنازے پر صرف ایک بوریا اور ایک چادر تھی۔ واقعی سلطان المشائخ کی صحبت کا اثر بادشاہوں کی صحبت کے اثر پر غالب آیا۔ اور اس بزرگ کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ اور آپ کو سلطان المشائخ کے روضہ مبارک کے پاس ہی اپنے والد بزرگوار کی پائنتی جگہ ملی ۔

منجملہ۔ زہد و تقوے کی صورت۔ درگاہ مولے کے عاشق مصلحتاً کاروبار میں مشغول خواجہ موید الملتہ والدین انصاری جنہوں نے اپنے اختیار سے کاروبار دنیوی کو ترک کیا۔ اور محبت پیر میں مشغول ہوئے۔ آپ کا طریق نہایت عجیب تھا۔ جب سے آپ سلطان المشائخ کے مرید ہوئے مرتے دم تک پھر کسی دنیاوی کام میں مشغول نہ ہوئے۔ اور سوائے پیر کے چھوٹے

اور کسی کی طرف توجہ نہ کی۔ اور وہ بھی اس واسطے کہ وہ سادات کرام سلطان المشائخ کی قربت سے مخصوص تھے۔ خصوصاً سید حسین کے ساتھ نہایت محبت تھی۔ آپ میں ذوق سماع اور جگر سوز گریہ بکثرت تھا۔ اس بارے میں آپ اعلیٰ یاروں میں خاص طور پر مشہور رہے۔ یہ سب کچھ اس بات کا نتیجہ تھا۔ کہ آپ سلطان المشائخ کی نظر خاص سے مخصوص اور خاص خلعت سے مشرف تھے۔

خواجہ موید الدین فرماتے ہیں۔ کہ میرے ہاں کوئی فرزند نہیں ہوتا تھا۔ چونکہ بچوں کی والدہ بھی سلطان المشائخ کی مریدہ تھی۔ اس لیئے اس نے کہا۔ کہ اس بارے میں سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کرنی چاہیئے۔ ان دنوں سارے متعلقین قصبہ راپری میں رہا کرتے تھے۔ الغرض جب سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ تو آنجناب نے خواجہ اقبال خادم کو حکم دیا۔ کہ ایک روٹی اور کچھ کھجوریں لے آ۔ پھر فرمایا۔ کہ اس روٹی میں سے ہر روز تھوڑا تھوڑا کھانا۔ جب یہ روٹی ختم ہو جائیگی۔ تو تم بھی وہاں پہنچ جاؤ گے۔ یہ کھجوریں اس پاکدامن کو دینا تاکہ کھالے۔ اللہ تعالے فرزند عنایت کرے گا۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ اور اللہ تعالی نے اس کی برکت سے ایک لڑکا عنایت فرمایا۔ یعنی مولانا نورالدین محمد موید انصاری جو بہت سے فضائل سے آراستہ تھے۔ آخری عمر میں آپ چند روز بیمار رہ کر اس دار فانی سے عالم بقا کو سدھارے لیکن اس اثناء میں فرض و سنت کے آداب میں آپ سے ذرا کوتاہی نہ ہوئی۔ آپ سلطان المشائخ کے روضہ مبارک میں یاروں کے چبوترے میں مدفون ہوئے۔

منہم۔ محبت کے چلے ہوئے دوستی میں مستعد امیر حسن علا سنجری کے بھانجے خواجہ شمس الدین سلطان المشائخ کے مرید تھے۔ میرے والد بزرگوار فرماتے ہیں۔ کہ جب یہ عاشق صادق حضرت سلطان المشائخ کے جماعت خانے میں نماز کے لئے حاضر ہوتا۔ تو تحریمہ کے وقت جب تک سلطان المشائخ کا جمال پاک نہ دیکھ لیتا۔ تحریمہ نہ باندھتا۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے صف سے سر نکال کر زیارت کر کے پھر نیت باندھتا۔ امیر خسرو نے کیا اچھا کہا ہے ؎

در اثنائے نماز اے جاں نظر بر قامتت دارم　　　　مگر از قامت خوبت قبول افتد نماز من

الغرض جب یہ عاشق صادق محبت کے مرض میں مبتلا ہوا۔ اور عشق کی بیماری نے غلبہ کیا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ماجرائے دلِ دیوانہ بگفتم بہ طبیب
کہ ہمہ شب درچشم است بفکرت باز م

گفت ازیں نوع حکایت کہ تو گفتی سعدی
درعشق است ندانم کہ چہ درماں سازم

تو اپنی جان کو سلطان المشائخ پر فدا کرنا چاہا۔ جب سلطان المشائخ کو اس بات کی اطلاع ہوئی اُس سوختۂ محبت نے اپنی جان کو فدا کرنے کی ٹھان لی ہے ؎

وقت آنست کہ جاں بر سرِ کویت بازم
خاکِ درگاہِ تو بر تارکِ سر اندازم

تو سلطان المشائخ نے جو کہ عاشقانِ الٰہی کا ماوا و ملجا تھے۔ ارادہ کیا کہ آخری وقت اسے اپنے دیدار فرحت آثار سے مشرف فرمائیں۔ تاکہ اسے ایک گونہ تسلی ہو۔ آپ بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ رستے میں سُنا۔ کہ وہ عزیز جمال دوست کی تاب نہ لاکر اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا ہے۔ سلطان المشائخ نے سُن کر فرمایا۔ کہ الحمد للہ دوست دوست سے جا ملا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

جاں در قدم تو ریخت سعدی
دامنِ منزلت از خدائے میخواست

خواہی کہ وگر حیات یابد
یک بار بگو کہ کشتۂ ماست

منہم۔ زائر الحرمین شریفین صاحب النسبتین مولانا نظام الملتہ والدین شیرازی جو اعلیٰ یاروں میں بسبب علم۔ زہد۔ ورع اور پرہیزگاری مشہور و معروف تھے۔ میں نے آپ کی اس وقت زیارت کی جب آپ سلطان المشائخ کی وفات کے بعد اودھ سے آکر روضۂ مبارک میں ساکن ہوئے۔ آپ کا ظاہر و باطن اہل تصوف کے عمدہ اور روشن اوصاف سے موصوف تھا۔ اگر علم کے بارے میں گفتگو ہوتی۔ تو آپ بادلیل بات کرتے۔ اور نہایت عمدہ تقریر سے اس بات کو ختم کرتے۔ آپ اہل تصوف کی راہ و روش سے بخوبی واقف تھے۔ سماع کے بڑے دلدادہ تھے۔ چنانچہ قوال جماعت خانہ میں ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے۔ اور ہر روز کسی نہ کسی وقت ضرور سماع سنتے۔ ان تمام کا ثمرہ یہ تھا کہ آپ سلطان المشائخ کے مرید اور بعد میں مقرب خاص ہوئے۔ آخری عمر میں کچھ عرصہ کے لئے شہر میں رہنے لگے۔ اور اعلیٰ یاروں میں عمر بسر کی۔ جب اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔ تو اپنے گھر کے پاس حصار سیری کے اندر مدفن پایا۔

منہم۔ عشق کی صورت۔ صدق کا سرمایہ۔ خواجہ سالار ہیں۔ زہد۔ تقوےٰ اور ورع سے آراستہ تھے۔ آپ کا دل سلطان المشائخ کی محبت سے پُر تھا۔ اس بے وفا دُنیا میں لوگوں

کی صحبت سے جو بڑی سخت بلا ہے بچ کر گوشہ نشین ہوئے۔ اور بالکل قطع تعلق کر لیا امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

اگرچہ گوشۂ غم ناخوش است یکسر لیکن　　　چو تو خیال من باغ و بوستاں من است آں

آپنے ساری عمر اپنے پیر کی محبت۔ یاد اور باتوں میں بسر کی۔ جو کچھ غیب سے مِل جاتا۔ اسی پر قناعت کرتے کسی مخلوق کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ آپ کو سماع کا ذوق اور گریہ جگر سوز بدرجہ غایت حاصل تھا جس کی نگاہ آپ کے جمال مبارک پر پڑتی۔ اس کا دل اس رحمۃ اللہ علیہ کی محبت سے ہلنے لگتا ہے

ایک روز سلطان المشائخ کے روضہ میں آپ پر شیخ سعدی کے حسب ذیل شعر نے بڑا گہرا اثر کیا ؎

از سر زلف عروساں چمن دست بدار　　　بسر زلف اگر دست رسد یا وصفارا

آپ زیادہ تر سلطان المشائخ کے خلیفہ مولانا حسام الدین ملتانی کی خدمت میں رہا کرتے تھے اور انہیں کے ساتھ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آخری عمر میں چند روز بیمار رہ کر اس دار فانی سے کوچ کیا۔

مشہور مشائخ کی صورت و سیرت والے مولانا فخر الدین میرٹھی۔ زہد۔ ورع اور تقوے سے آراستہ تھے۔ آپ سلطان المشائخ کے پہلے مریدوں سے تھے۔ مولانا محمود نوبہتہ دوستی کا بسا ہوا شہر کو چھوڑ سلطان المشائخ کی محبت کی وجہ سے غیاث پور میں رہنے لگا میں نے اس بزرگ کو دیکھا ہے۔ نہایت نورانی صورت۔ دراز قد تھا۔ اور عموماً عشق کی حکایات اور کلمات کہا کرتا تھا۔ مولانا علاء الدین اندرپتی نہایت ہی بزرگ اور علوم و فضائل میں ماہر و مشہور تھے۔ آپ کلام ربانی کے حافظ تھے سلطان المشائخ کے اکثر قریبی انہیں سے حافظ قرآن بنے۔ میں اور میرے دو نو چچا انہیں کے شاگرد تھے۔ آپ بکثرت رویا کرتے اور یاد الٰہی میں مشغول رہا کرتے۔ ساری عمر تلاوت قرآن میں گذری۔ اور اس دنیا سے اولیاء کے طریقہ پر سفر کیا۔

مولانا شہاب الملتہ والدین کستوری یاد الٰہی میں مستغرق اور حاجی حرمین الشریفین تھے۔ آپ سلطان المشائخ کے پہلے مریدوں اور یاروں میں معتبر تھے۔ آپ میں ظاہری اور باطنی فضائل بکثرت تھے اور اس قدر یاد الٰہی میں مشغول رہے کہ کہتے ہیں۔ کہ شیخ نصیر الدین محمود نے

آپ کو مرید کرنے کی اجازت بھی دے دی۔ اِس سے بڑھ کر فضیلت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے شیخ کی وفات کے بعد ایک اعلےٰ یار آپ کو ایک ایسے بڑے کام کی اجازت دیتا ہے۔ جو بجائے خود ثبوت کی نہایت ہے ٭

مولانا حجۃ الدین ملتانی بہت سے علوم اور بے شمار فضائل رکھتے تھے۔ آپ نے خواجگان چشت کے مشائخ کا شجرہ نہایت فصیح و بلیغ عربی نظم میں لکھا ہے ٭

مولانا بدر الدین تولہ جنہیں فوق بھی کہتے تھے۔ علم و فضل کے خزانے اور تقوےٰ اور ورع میں بدرجہ غایت کامل تھے ٭

مولانا رکن الدین چغمر جو سماع میں صدق دل سے ذوق و شوق لیتے تھے۔ آپ اپنے پیر کے جمال کے فدائی و شیفتہ تھے۔ اعلےٰ درجے کے خوشنویس تھے۔ آپ نے چند معتبر کتابیں مثلاً کشاف اور مفصل لکھ کر سلطان المشائخ کے پیش کیں۔ میں نے اس عاشق صادق کو دیکھا ہے۔ اور اس کے باطنی ذوق سے حصہ حاصل کیا ہے ٭

خواجہ عبدالرحمٰن سارنگ پوری جو مجسم درد و ذوق تھے۔ میں نے آپ کو سماع کی حالت میں دیکھا ہے۔ اس وقت آپ کا ذوق سماع اور گریہ جگر سوز تمام حاضرین پر اثر کر رہا تھا ٭

خواجہ احمد بداؤنی تجرید و ترک میں کامل تھے۔ مرتے دم تک آپ نے کوئی گھر نہ بنایا۔ اگرچہ آپ متاہل تھے۔ صرف چھپروں میں گذارہ کیا۔ آپ کا طریق بعینہ ابدالوں کا تھا سماع میں آپ کو کسی طرح بھی قرار نہ ہوتا۔ چنانچہ مجلس سماع سے مستوں کی طرح نکل کھڑے ہوتے۔ ایک روز آپ میرے حال پر کرم فرما کر مجھ سے شرعی مسئلہ پوچھنے آئے میں نے پوچھا کہ وقت تو خوشی سے گذرتا ہے؟ فرمایا۔ میری خوشی اسی میں ہے۔ کہ پانچوں وقت نماز باجماعت ادا کروں ٭

خواجہ لطیف الدین کھنڈسالی نہایت پیر مرد تھے۔ آپ اودھی یاروں میں سے اکثر سے پہلے سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔ آپ یادِ الٰہی میں بکثرت مشغول رہتے شیخ نصیر الدین محمود آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے ٭

مولانا نجم الدین محبوب عرف شکر خانے تھانیسری جو نور باطنی سے دونو جہان کے عجائبات کی سیر کرتے تھے۔ آپ متورع اور زاہد اور محبت و عشق کا بین ثبوت تھے اعلےٰ یاروں میں ان اوصاف سے موصوف و مشہور تھے۔ پیر پر اعتقاد کرنے میں بے نظیر

تھے۔ سلطان المشائخ کے روضہ مبارک میں میں آپ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت محبت اور عشق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں اپنی لیاقت اور حوصلے کے موافق عشق و محبت کی مثالیں اور حکایتیں بیان کرتا تھا۔ جسے سن کر یہ بزرگ مرد ذوق حاصل کرتا تھا۔ پھر مجھے ازراہِ شفقت فرمایا۔ کہ تم میں اس راہ کی قابلیت تو ہے لیکن کام کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ اس بزرگ مرد کی دعا سے مجھے عمل قبول عطا فرمائیے۔

خواجہ شمس الدین دھاری جنہیں احینی بھی کہتے تھے۔ آپ نورانی صورت پیر مرد تھے۔ آپ شروع میں دنیاوی کاموں میں مشغول تھے۔ جب سعادت ابدی نے رخ دکھلایا۔ تو سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔ آپ نے ایک دفعہ سلطان المشائخ سے التماس کی۔ کہ اگر اجازت ہو۔ تو آنے جانے والوں کے لئے ایک عمارت بنواؤں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا جس کام سے تم نکلے ہو۔ اس سے یہ کم نہیں۔ سلطان المشائخ نے ایک دوات انہیں عطا فرمائی جس کی وجہ سے پھر انہیں دنیاوی کام میں لگا یا گیا۔ چنانچہ ظفر آباد کے علاقے میں کچھ جاگیر آپ کو دی گئی۔ اور وہیں آپ کا مدفن ہوا۔

مولانا یوسف بدایونی۔ پیر مرد۔ زہد۔ ورع اور تقوےٰ میں کامل تھے۔ علمائے بار آپ کی تعظیم و تکریم بدرجہ غایت کیا کرتے تھے۔ میں نے آپ کو شیخ نصیر الدین محمود کی مجلس میں دیکھا ہے۔ آپ نہایت ہی مصفا تھے۔ آپ کی تقریر نہایت دلکشا تھی۔

مولانا سراج الدین حافظ بدایونی لطافت طبع۔ کثرت فضائل۔ اور خوبیٔ اعتقاد میں موصوف و مشہور تھے۔

مولانا قاضی شاہ پائلی اعلےٰ درجے کے عالم اور فاضل تھے۔ زہد۔ تقوےٰ اور عشق آپ میں بکثرت تھے۔ آپ باذوق رقص اور آہ و زاری کیا کرتے تھے۔

مولانا قوام الدین بکید اللہ اودھی اسلاف کی روشنی کے نگار رند تھے۔ آپ کے حق میں سلطان المشائخ نے فرمایا تھا۔ کہ نیک مرد ہے۔ آپ نے مولانا شمس الدین یحییٰ سے کشاف پڑھی۔ آپ یادِ حق میں بدرجہ غایت کوشش کرتے۔ ترک و تجرید میں کامل تھے۔ آپ کے پاس کوئی خدمتگار نہ تھا۔ آخری وقت میں ایک عورت سے نکاح کیا جس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ آپ گھر کے تمام کام خود کیا کرتے۔ چنانچہ خود ہی آٹا پیستے۔ مجاہدے کا یہ طریقہ کسی کو حاصل نہ تھا۔

مولانا برہان الدین ساوی وفور علم تقوے اور ورع سے آراستہ تھے۔ آپ نے فتوے کے لئے کبھی قلم نہ پکڑا۔ اگرچہ آپ آخری عمر میں سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔ لیکن سلطان المشائخ کی سعادت بخش نگاہ کی برکت سے تمام اوصاف میں اعلیٰ یاروں سے فائق ہو گئے۔ آپ سلاف کے طریقہ پر سماع سنا کرتے تھے۔

خواجہ عبدالعزیز بانگر معروفی نہایت صالح مرد اور خوش خلق تھے آپ سلطان المشائخ کے سچے معتقد اور محب تھے۔

مولانا جمال الدین اودھی اعلےٰ درجے کے عالم اور یاد الٰہی میں مشغول تھے۔ آپ سماع کے بڑے دلدادہ تھے۔ آپ کا ظاہر و باطن اہل تصوف کے اوصاف سے موصوف تھا۔ میں نے اپنے چچوں سے سنا ہے کہ جب آپ سلطان المشائخ کے مرید ہو کر جماعت خانے میں آئے۔ اور "جوان صالح" کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔ بہت سے عالم شخص مثلاً مولانا وجیہہ الدین پائلی اور بہت سے یار اس مجمع میں موجود تھے۔ ایک عالم خراسان کی طرف کا بھی جسے مولانا بحاث کہتے تھے۔ موجود تھا۔ اس نے علمائے شہر کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ کوئی اس سے بحث نہ کر سکتا تھا۔ بزدوی کے بارے میں سلسلہ گفتگو شروع ہوا۔ مولانا جمال الدین اودھی نے بحث شروع کی۔ اور اسے لاجواب کر دیا۔ مولانا وجیہہ الدین پائلی اور دوسرے یاروں نے داد دی اور کہا۔ آپ پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو۔ آپ کے علم سے اس بزرگ کا غرور دور ہوا۔ خواجہ اقبال نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی کہ یہ نوجوان عالم بھی ہے۔ سلطان المشائخ نے پوچھا تمہیں کس طرح معلوم ہے؟ عرض کی۔ مولانا بحاث سے بزدوی کے بارے میں بحث کر کے اسے لاجواب کر دیا۔ چنانچہ مولانا وجیہہ الدین پائلی اور دوسرے یاروں نے داد دی۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اس جوان کو مع یاروں کے بلا لاؤ۔ جب مولانا جمال الدین حاضر خدمت ہوئے تو سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ تیرے آنے پر رحمت ہو۔ تو نے اپنا علم فروخت نہیں کیا۔ پھر قوالوں کو بلا کر سماع سننا شروع کیا۔ حکم ہوا کہ جوان عاشق سماع سنو۔ جوں جوں سماع سنتے۔ رقت زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ تمہیں سماع سے کافی حظ حاصل ہو گا یہ سنا کر دو۔ پھر لباس خاصہ سے مشرف فرمایا۔ چنانچہ آپ کو بدرجہ کمال حظ حاصل ہوتا۔ اور آپ کے سینے سے عشق کی آگ اس طرح بھڑک اٹھتی۔ کہ حاضرین بھی درد محسوس کرتے۔ یہ سب کچھ سلطان المشائخ کی نظر مبارک کی برکت تھی۔ ہر روز مولانا کا شوق ترقی کرتا۔ حکیم ثنائی نے

گذشتہ عقلمندوں اور باقیماندہ جاہلوں کے حق میں حسب ذیل اشعار کہے ہیں۔

اشعار

آں کسا نیکہ راہ دیں رفتند — چہرہ از ننگ خلق بنہفتند
پختہ از حسرت طلب گل شاں — سوختہ ز آتش وفا دل شاں
ہر کہ اندر جہاں جز ایشاں بو — لاجرم زیر حکم ایشاں بود
ہمہ رفتند کام و دولت ماند — ہمہ مردند نام و حشمت ماند
و آں گروہے کہ نو رسیدستند — عشوۂ جان و دل خریدستند
سر باغ و دل زہی دارند — کے دل عقل و شرح دیں دارند
ہمہ از راہ صدق بے خبر اند — آدمی صورت اند لیک خر اند
مکتب شرع را ندیدہ ہنوز — بدر عقل نارسیدہ ہنوز
ہمہ دیوان آدمی رویند — ہمہ غولاں بہ بیرہی پویند
ماہ رویان و تیرہ ہوشانند — جاہ جویان و دیں فروشانند
در سخن چوں شتر گسستہ مہار — چوں شتر مرغ جملہ آتش خوار
ہیچ نایافتہ ز تقوے لیے — تہی از آب ماندہ ہمچو سبوے
ہمہ جویاں کبر و تمکین اند — ہمہ قاسیت شریعت و دیں اند

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ؎

ذھب الذین لعاش فی اکنافہم — ویقیت فی خلق کجلد الاجراب

(ترجمہ) جن کی پناہ میں ہم عیش کرتے تھے وہ گذر گئے۔ باقی ہم خلقت میں پوست کندہ رہ گئے۔

باب ششم

در بیان ارادت و مرید و مراد و خلافت مشائخ قدس اللہ ارواحہم

{نکتہ در بیان مرید}

خوب اعتقاد مریدوں کے حق پذیر دل پر واضح ہو کہ شیخ ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

کہ اللہ تعالیٰ کے کام میں سالکوں کا آغاز ارادت ہے۔ کیونکہ کسی کام کو کرنے سے پہلے اس کا مصمم ارادہ ضروری ہوتا ہے۔ ارادت کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے۔ کہ طلب الٰہی کے لئے دل کا راہ راست پر آنا اور آمادہ ہونا ارادت ہے۔

{نکتہ در بیان مرید}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ مرید دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک رسمی دوسرے حقیقی۔ رسمی وہ جنہیں پیر یہ تلقین کرے۔ کہ دیکھی ہوئی چیزوں کو ان دیکھی اور سنی ہوئی باتوں کو ان سنی خیال کرنا۔ اور اہل سنت والجماعت کے طریق پر کاربند رہنا۔ حقیقی وہ جسے پیر اس بات کی تلقین کرے۔ کہ ہماری صحبت میں رہ۔ یا ہم تیری صحبت میں رہتے ہیں۔

نیز سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے۔ کہ جو باتیں علماء زبانی بتاتے ہیں۔ مشائخ وہی باتیں عملی طور پر بتاتے ہیں۔ یعنی عالم علم سے کام لیتے ہیں۔ اور مشائخ عمل سے۔ لیکن شیخ ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ مرید ارادت سے مشتق ہے یعنی مرید وہ ہے جس کا ارادہ ہو جس طرح عالم اس شخص کو کہیں گے جس کو علم ہو گا۔ لیکن طریقت میں مرید اسے کہتے ہیں۔ جس میں ارادہ نہ ہو۔ یعنی مرید وہ ہے جو اپنا اختیار چھوڑ کر رضائے حق کا طالب ہو۔

ما قلم در سر کشیدیم اختیار خویش را　　اختیار آنست کو قسمت کند درویش را

کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ مرید وہ شخص ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے کام میں مجاہدہ سے موصوف اور جس کا باطن مکابرات سے منتصف ہو۔ لیکن میری رائے یہ ہے۔ کہ

مرید آنست کز دنیا گریزد　　بہر دم با ہوائے خود ستیزد
فریب زیب دنیا را بداں ہیچ　　کہ شد چوں زلف خوباں پیچ در پیچ

مگر ان لوگوں نے مرید اور مراد میں یوں تمیز کی ہے۔ کہ مرید مبتدی کو کہتے ہیں اور مراد منتہی کو۔ یعنی مرید وہ شخص ہے جو الٰہی کام میں مشغول ہو کر رنج و سختی برداشت کر رہا ہو۔ اور مراد وہ جسے بغیر مشقت کے کام کا حکم ہو۔ پس مرید منتہا کے درپے ہوتا ہے اور مرید پسے ساری تکلیفات اٹھا کر اسے مرفہ الحال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ موسےٰ علیہ السلام کا حال بمنزلہ مرید کے ہے۔ کیونکہ وہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں۔ ربِّ اشرح لی صدری ویسر لی امری اے پروردگار! میرا سینہ کھول اور میرے کام کو آسان بنا۔ اور جناب سرور کائنات خلاصۂ

موجودات صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ کیونکہ آں حضرت کے بارے میں فرمان الٰہی یوں ہے۔ کہ "اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ" (کیا ہم نے تیرے لئے تیرے سینے کو نہیں کھولدیا) نیز حضرت موسٰے صلوٰۃ اللہ علیہ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ "اَرِنی" یعنے مجھے اپنا آپ کھلا۔ لیکن انہیں حکم ہوا "لَن ترانی" (تو ہرگز نہیں دیکھ سکیگا) اور سرور پیغمبراں جناب محمد مصطفٰے حبیب خدا اشرف انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمان الٰہی ہوا۔ کہ "الم تر الی ربک" (کیا تو اپنے پروردگار کو نہیں دیکھتا) نیز "کیف مدالظل" (کس طرح اس نے طریقت کی بات کو چھپانے اور حال کو محفوظ رکھنے کے لئے اس طرح کہا گیا ہے۔

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی شخص کسی پیر کا مرید ہوا اور گناہوں سے توبہ کی۔ پیر نے اسے فرمایا۔ کہ دو باتوں سے انسان خدا رسیدہ بنتا ہے۔ ایک تخلیہ یعنی نفس کو گناہوں سے خالی کرنا۔ دوسرے تحلیہ یعنی عبادت کے لباس سے نفس کو آراستہ کرنا۔ جب اس مرید نے عبادت الٰہی شروع کی۔ تو اسے چار باتیں پیش آئیں یعنی دنیا خلق شیطان اور نفس۔ اس نے اپنے پیر کی خدمت میں عرض کی۔ تو پیر نے فرمایا۔ کہ دنیا سے اکیلے اور الگ رہو۔ خلق سے جدا ہو جاؤ۔ شیطان سے لڑائی کرو۔ اور اس وقت اپنے پیر کو یاد کرو۔ اور نفس کے گھوڑے کو پرہیز گاری کی لگام سے قابو کرو۔ اور گوشہ نشین ہو جاؤ۔ مرید نے ویسا ہی کیا۔ پھر پیر کی خدمت میں آکر عرض کی۔ کہ میں جناب کے فرمان پر کاربند رہا۔ لیکن نفس کتنا تھا۔ کہ تو کمزور ہو جائیگا۔ حتیٰ کہ عبادت نہیں کر سکیگا۔ تو عبادت کے لئے قوت حاصل کر۔ پیر نے فرمایا۔ توکل سے کام لو۔ نفس خود بخود خاموش ہو جائے گا۔ پھر مرید نے آکر عرض کی کہ اب مجھے گذشتہ باتیں یاد آتی ہیں۔ کہ فلاں مقام پر مجھ سے فلاں فعل صادر ہوا۔ فلاں مقام پر میں گیا۔ اور وہاں میں نے یہ کیا۔ پیر نے فرمایا۔ اپنے کام اللہ تعالٰی کے سپرد کرو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو۔ اسے اللہ تعالٰے کی طرف سے سمجھو۔ جب اس نے تمام باتوں پر عمل کیا۔ تو اس کے لئے دروازہ کھل گیا۔ جب پیر کی خدمت میں اپنی حالت عرض کی۔ تو پیر نے فرمایا کہ اسے "فردوس محبت" کہتے ہیں۔ پھر اس پر ایک اور حالت طاری ہوئی پیر نے فرمایا اسے "صحرائے قرب" کہتے ہیں۔

سلطان المشائخ جب کسی یار کو بیعت کرتے۔ تو فرماتے تو اچھی طرح سمجھ لے۔ کہ دنیا اور اہل دنیا کو پیدا ہی نہیں کیا گیا۔ نیز فرمایا۔ کہ مولانا تقی الدین نے ایک رقعہ میں میری طرف لکھا ہے۔ کہ

ان دو آدمیوں نے میرے روبرو توبہ کی ہے۔ آپ انہیں شرف بیعت سے مشرف فرمائیں۔ میں اس کام میں منتظر رہوں۔ اس واسطے کہ بعض مشائخ نے فرمایا ہے۔ کہ توبہ اور ارادت ایک ہی بات ہے ٭

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب کوئی شخص شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں مرید ہونے کی نیت سے آتا۔ تو پہلے آپ اسے سورۂ فاتحہ۔ سورۂ اخلاص۔ آمن الرسول اور پھر شہد اللہ سے لیکر ان الدین عند اللہ الاسلام تک پڑھنے کا حکم دیتے پھر فرماتے کہ تو نے اس احقر العباد اور ہمارے خواجگان پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عزت سے یہ اقرار کیا۔ کہ تو اپنے ہاتھ پاؤں اور آنکھ کو گناہوں سے محفوظ رکھیگا۔ اور شرعی طریق پر کاربند رہیگا۔ اور جب خرقہ پہناتے۔ تو فرماتے۔ ولباس التقوےٰ ذالک خیر والعاقبۃ للمتقین، یہ پرہیزگاری کا لباس ہے۔ یہ بہتر ہے اور آخرت کی خوبیاں پرہیزگاروں ہی کے لئے ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ لطیائے کعبہ ارادت ہے۔ حرم کعبہ ارادت ہے۔ کعبہ ارادت ہے۔ سو ارادت کا لطیاے کعبہ یہ ہے۔ کہ کسی کو ہاتھ اور زبان سے تکلیف نہ دے۔ نہ کسی کو کہے نہ کسی کی سنے۔ آنکھ اور زبان کو محفوظ رکھے۔ ارادت کا کعبہ یہ ہے۔ کہ دل کو اللہ تعالےٰ کی طرف لگائے رکھے۔ اور ہمیشہ ذکر تسبیح اور تہلیل میں مشغول رہے۔ اور شیطانی وسوسوں کو دل سے ہٹائے رکھے ٭

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اللھم اغفر للمحلقین" اے پروردگار منڈے ہوئے کو بخش۔ صحابہ نے عرض کی مقصرین کے بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا۔ وہ بھی۔ بعد ازاں بعض صحابہ نے سر منڈا ڈالے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اگر آپ سر منڈائیں تو صحابہ بھی آپ کی پیروی کرکے منڈائینگے۔ چنانچہ آں حضرت صلعم محلوق ہوئے پھر سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ دیکھو کمال نبوت اسے کہتے ہیں۔ کہ کام بغیر کسی مطالبے کے کیا۔ اول خود کیا۔ تاکہ دوسرے بھی اسے کریں۔ جو کام خود نہ کریں۔ دوسروں سے ویسا کرنے کے لئے کبھی نہیں کہنا چاہیئے۔ اگر کہینگے بھی تو وہ اس پر ہرگز عمل نہ کرینگے۔ امیر خسرو نے اس بارے میں کیا اچھا کہا ہے ٭

آں گفت مذکر نکند خلق کہ او را گفت بسے باپی وکردار نیابی

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ چلنے والا کمال کی طرف جاتا ہے۔ یعنی سالک جب تک سلوک میں

ہے۔ کمالیت کا امیدوار ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ اس راہ کے چلنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں بعض سالک، بعض واقف اور بعض راجع۔ سالک وہ جو واسطہ طے کرے۔ واقف وہ جس کی ترقی مسدود ہو جائے۔ اور راجع وہ جو اپنی اصلی حالت پر پھر واپس آجائے۔ حاضرین نے پوچھا۔ کہ کیا سالک بھی کبھی واقف ہو جاتا ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ جب سالک سے عبادت میں کسی قسم کا فتور ہو جائے۔ تو تھوڑے عرصے کے لئے اُس کی ترقی رک جاتی ہے اگر جلدی اس کام سے توبہ کر کے اصلی کام میں مشغول ہو جائے۔ تو وہ رکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ اگر اسی پر ڈٹا رہے تو راجع ہونے کا اندیشہ ہے۔ بعد ازاں اُس کی سات قسمیں بیان فرمائیں۔ یعنی اعراض۔ حجاب۔ تفاصل۔ سلب مزید۔ سلب قدیم۔ تسلی اور عداوت۔ پھر ان ساتوں کی تشریح بالتمثیل یوں بیان فرمائی۔ کہ فرض کرو۔ دو دوست ہوں۔ جو ایک دوسرے کے عاشق و معشوق ہوں۔ اگر اس اثناء میں عاشق سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو معشوق کو پسند نہ ہو۔ تو معشوق اس سے اعراض کرتا ہے یعنی منہ پھیر لیتا ہے۔ اگر عاشق معافی مانگ کر اس رنجش کو دور نہ کرے۔ تو پھر اعراض حجاب سے بدل جاتا ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے آستین مبارک سے اپنا چہرہ مبارک ڈھانپ کر فرمایا۔ کہ یوں۔ اگر عاشق بذریعہ عذر معذرت راضی کرے تو بہتر ورنہ حجاب تفاصل یعنی جدائی سے بدل جاتا ہے یعنی معشوق اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ دیکھو پہلے اعراض تھا۔ اس سے پھر حجاب اور حجاب سے پھر جدائی کی نوبت آگئی۔ اگر اس پر بھی عاشق ہٹ دھرمی سے کام لے۔ تو سلب مزید ہوتا ہے یعنی جو ورد و ظائف وہ کرتا ہے۔ اس سے واپس لئے جاتے ہیں۔ اور جیسا ہوتا ہے ویسا رہ جاتا ہے۔ اگر پھر بھی کوتاہی کرے اور معافی مانگ کر معشوق کو راضی نہ کرے۔ تو سلب قدیم لاحق ہوتا ہے۔ یعنی پہلی کمائی بھی چھین لی جاتی ہے مطلب یہ کہ جو کچھ اس نے ترقی کی ہوتی ہے۔ وہ سب ضائع ہو جاتی ہے۔ اگر پھر بھی اسے راضی نہ کرے تو معشوق اُس کی جدائی پر دل کو مطمئن کر لیتا ہے۔ اس کو تسلی کہتے ہیں۔ اگر پھر بھی عاشق معشوق کو نہ منائے۔ تو باہم دشمنی ہو جاتی ہے۔ نعوذ باللہ منہا ؁

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ مرید کو کونسا کام کرنا چاہئے۔ کہ قیامت کے دن مشائخ کے روبرو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ شاید آپ کی تعلیم و مدد سے اس بات سے ہم بچ جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ کوئی شخص شیخ محمد اجل سنجری کا مرید ہوا۔ تو اس بات کا منتظر ہوا

کہ دیکھئے شیخ صاحب کونسا ورد وظیفہ بتاتے ہیں۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ جو بات تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو۔ اور جس بات کی اپنے لئے خواہش کرتے ہو۔ دوسروں کے لئے بھی کرو۔ کچھ عرصے بعد اس مرید نے آکر عرض کی۔ کہ جس روز میں آپ کا مرید ہوا تھا۔ میں منتظر تھا۔ کہ دیکھئے مجھ کو کونسے وظیفے کا حکم ہوتا ہے۔ لیکن آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اس روز تمہارا تختہ مشق کونسی بات تھی۔ مرید حیران رہ گیا۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کیا میں نے نہیں کہا تھا۔ کہ جو بات تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے دوسروں کے لئے بھی نہ کرو۔ اور جو بات اپنے واسطے بہتر جانتے ہو۔ دوسروں کے لئے بھی بہتر سمجھو۔ چونکہ پہلی مشق اچھی طرح نہیں کی۔ اس لئے تمہیں اور کیا بتاؤں ÷

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی شخص کسی شیخ کا مرید بنا۔ شیخ نے اسے فرمایا کہ دو کام نہ کرنا۔ ایک خدائی۔ دوسرے پیغمبری۔ اس نے شیخ صاحب سے ان کا مطلب پوچھا۔ تو فرمایا۔ کہ خدائی اس بات کا نام ہے۔ کہ انسان تمام کام اپنے مطلب کے موافق طلب کرے۔ اور پیغمبری کا دعوے اسے کہتے ہیں۔ کہ خلقت اس سے پیار کرے۔ اور اس کی خواہش کرے۔ نیز فرمایا۔ کہ انسان کو کبھی کسی کی امانت قبول نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ یہ کہہ دینا چاہیئے۔ کہ میں امانت قبول نہیں کرتا۔ اگر لانے والا یہ کہے۔ کہ صرف ایک رات کے لئے اس چیز کو دہلیز ہی پر رکھ لو۔ تو بھی نہ مانے۔ بلکہ صاف انکار کر دے ÷

نیز فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص امانت قبول کرتا ہے وہ میرا مرید ہی نہیں ÷

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا باپ کو مناسب ہے۔ کہ اپنے بیٹوں کو اپنا مرید بنائے۔ فرمایا۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مناسب ہے جیسا کہ خواجگان چشت اپنے فرزندوں کو اپنا مرید بنا کر اپنا جانشین کرتے آتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ شیخ کے باپ ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ لیکن باپ کے شیخ ہونے میں اختلاف ہے ÷

ایک روز کوئی مسافر سلطان المشائخ کی خدمت میں آیا۔ تو اس سے آپ نے

پوچھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے سجادے پر ان کا کوئی فرزند ہے؟ اس نے عرض کی۔ جناب ان کا ایک پوتا ان کا جانشین ہے۔ لیکن دنیاوی کاموں میں مشغول ہے۔ چنانچہ تمام اوقاف اسی کے متعلق ہیں۔ پھر اس سے پوچھا۔ کہ ہم نے سنا ہے وہ حاکم بھی ہے۔ آیا یہ ٹھیک ہے؟ عرض کی کہ ٹھیک ہے۔ بعد ازاں سر مبارک کو ہلا کر فرمایا۔ ابن النجیب لا ینجب وان نجب فعجب، شریف اور بزرگ کا بیٹا بزرگ نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا ہے تو بدرجہ کمال ہوتا ہے، بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک بزرگ نے اس قصہ کی حکمت یوں بیان فرمائی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنی قدرت کا کمال اس واسطے دکھاتا ہے۔ کہ بندہ اپنی عاجزی کا اقرار کرے۔ سو مشائخ لوگ اور لوگوں کی تکمیل کرتے ہیں لیکن فرزندوں کی نہیں۔ اور وہ اس واسطے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے۔ کہ درجۂ تکمیل کو پہنچانا اللہ تعالےٰ کا کام ہے نہ کہ ان کا۔ کیونکہ اگر ان کے اختیار میں ہوتا۔ تو اپنے فرزندوں کو کامل بناتے۔ جو انہیں سب سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ لیکن حال یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے عزت بخشتا ہے جسے چاہتا ہے خوار کرتا ہے۔ مردے سے زندہ اور زندے سے مردہ کو نکالتا ہے ؎

نیز فرمایا۔ کہ بعض اشخاص جو کہتے ہیں۔ کہ ہم کو خضر علیہ السلام سے ملاقات حاصل ہے یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ اسے مشائخ نے پسند نہیں فرمایا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا سب سے بڑا لڑکا شیخ الاسلام قطب الدین بختیارؒ کی پائنتی جا کر مرید و مخلوق ہوا۔ جب یہ بات شیخ کبیر نے سنی۔ تو فرمایا۔ ویسے تو شیخ الاسلام قطب الدین ہمارے خواجہ اور مخدوم ہیں لیکن یہ بیعت درست نہیں۔ کسی زندہ پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دینا چاہیئے ؎

مولانا سراج الدین حافظ بدایونی نے سلطان المشائخ سے پوچھا۔ کہ یہ حدیث ہے کہ من لیس لہٗ شیخ فشیخہٗ ابلیسؑ، جس کا کوئی شیخ نہیں ہوتا۔ اس کا شیخ شیطان ہوتا ہے سلطان المشائخ نے فرمایا۔ یہ حدیث نہیں بلکہ مشائخ کا قول ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک درویش جب کبھی کسی ایسے شخص کو دیکھتا جو کسی کا مرید نہ ہوتا۔ تو کہا کرتا۔ کہ یہ کسی کے پلے میں نہیں بیٹھا۔ اس کا مطلب یہ لیا کرتا۔ کہ اس کا کچھ وزن نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ جب کوئی کسی کو مرید کرتا ہے۔ قیامت کے

دن اس کے مرید کے اعمال اس شیخ کے پلڑے میں رکھے جائینگے۔ اسی واسطے کہتے ہیں۔ کہ فلاں آدمی فلاں شخص کے پلے میں ہے یعنی اُس کا مرید ہے ✤

(نکتہ دربیان آنکہ بر مشائخ و پیرے بیعت کنند بعدہٗ با مشائخ پیرے دیگر بیعت کنند)

سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ جو درویش ایک شیخ کے مرید ہونے پر اکتفا نہ کرے۔ پھر کسی اَور کے مرید بنتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ سچ ہے۔ کیونکہ مرید کو محبّت الٰہی اس قدر حاصل ہوتی ہے۔ جس قدر اسے اپنے پیر سے محبّت ہوتی ہے۔ جب دو پیروں کا مرید ہوگا۔ اور دونو سے خرقہ لیگا۔ تو کس طرح نباہ سکیگا۔ بیعت وہی ہے جو پہلے پیر سے کی جائے۔ خواہ وہ کیسا ہی ہو۔ شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہر ایک سر ہر دروازے کے لائق نہیں ہوتا۔ اِس لئے ہر ایک دروازہ پختہ طور پر پکڑنا چاہیئے ✤

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ شیخ منصور حلاج کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے فرمایا۔ وہ مردود ہے۔ کیونکہ پہلے وہ خیر نساج کا مرید تھا۔ بعدازاں اُسے چھوڑ کر شیخ جنید رح کے پاس آیا۔ اور مرید ہونے کی درخواست کی۔ شیخ جنیدؒ نے فرمایا۔ تم خیر نساج کے مرید ہوچکے ہیں تمہیں بیعت نہیں کروں گا۔ چنانچہ آپ نے اُسے رد کر دیا۔ چونکہ خواجہ جنید مقتدا وقت تھے۔ اس لئے آپ کا مردود سب کا مردود ہوا ✤

سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے۔ فان قال قائل انا رایناالمشائخ استفادوا عن غیر شیخ واحد کابی عثمان فانہ کان متمسکا بصحبۃ یحیی الرازی وبعدہٗ رغب فی صحبت شاہ الکرمانی ثم اتیم اباحفص الحداد وبلغ مبلغ الرجال وانت فقد تحرت واسعًا اعلم ان تعلق الارادۃ تعلق بشرک فیہ غیرہٗ فانہ یمکن ان یربی الصبی غیرالوالدین فیہ صبغۃ التطیر الا ان تموت الشیخ کما کان حال الشیخ ابی نجیب السہروردی لما مات شیخہ احمد الغزالی استفاد باشارتہ عن الشیخ حماد دباس ترجمہ ایک کہنے والے نے کہا۔ کہ میں نے بہت سے ایسے شیخ دیکھے ہیں جنہوں نے ایک سے زیادہ پیروں سے فائدہ اٹھایا۔ مثلاً ابی عثمان جنہوں نے پہلے یحیٰی رازی سے جب وہ فوت ہو گئے۔ تو شاہ شجاع کرمانی سے بعدازاں ابا حفص حداد سے فائدہ اٹھایا اور خدا رسیدہ بنے میں نے اسے کہا۔ کہ

تو بہ سبب زیادہ سونے کے اپنے مطلوب سے جدا ہوگیا ہے۔ اور سنگدل ہوگیا ہے۔ تجھے واضح ہے۔ کہ پیری ومریدی کا تعلق ایک ایسا تعلق ہے جس میں اپنے پیر کے سوا کسی کا تعلق نہیں ہوتا۔ اور تربیت اور پرورش کا تعلق ایسا تعلق ہے۔ جس میں حقیقی مربی کے علاوہ اور بھی شریک ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ یہ جائز ہے کہ بچے کو اس کی اپنی ماں کے سوا اور کوئی عورت پرورش کرے۔ جیسا کہ دایہ دودھ دیتی ہے کھلاتی پلاتی ہے۔ اسی طرح جب کسی کا شیخ مرجائے تو اس کے بعد وہ کسی اور شیخ سے تربیت حاصل کرسکتا ہے۔ چنانچہ جب شیخ نجیب الدین سہروردی کا شیخ ابو احمد غزالی فوت ہوگیا۔ تو انہوں نے اپنے شیخ کے اشارے سے شیخ حماد دباس سے فائدہ اٹھایا۔

{نکتہ دربیان توبہ استقامت آں}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ سالک جب اس راہ میں قدم رکھتا ہے۔ تو پہلے توبہ کرتا ہے۔ توبہ دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک عوام کی دوسری خواص کی۔ عام لوگ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ لیکن خاص لوگ ماسوی اللہ سے لیکن سالک کو توبہ کرنے کے بعد اس توبہ پر مستقل رہنا چاہئے۔ یہ راہ اسی وقت طے ہوسکتی ہے۔ جب اس پر اقامت ہو۔ مرتبہ اور کرامت کا طالب نہیں ہونا چاہئے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت اس درجہ کی کرنی چاہئے۔ کہ کوئی مستحب یا اداب ترک نہ ہو۔ خواجہ عطار فرماتے ہیں ~

جاودید در متابعت مصطفٰے گزیں　　　تا نور شرع او شود ت بر تو مقتدا

جو دعا استقامت توبہ کے لئے کرتے ہیں۔ وہ اسی کتاب کے نکتہ اوراد و ادعیہ ماثورہ میں لکھی گئی ہے۔ جب کوئی شخص توبہ کرے۔ تو اپنے پہلے برے کاموں سے بچے۔ اگر ایسا کریگا تو اسے مواخذہ نہ ہوگا۔ نیز فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص شراب سے توبہ کرے اور اس کے دوست یار اور حریف اسے پھر ایسا کرنے کی ترغیب دیں۔ اور پھر اسے اسی کام میں ڈالنے کی کوشش کریں۔ تو سمجھ لو کہ اس میں ابھی بات کا کچھ شوق وہوس باقی ہے۔ کیونکہ اگر تائب کا دل بالکل صاف ہوجائے۔ تو پہلے گناہوں کا ذکر نہ اس کی زبان سے ہوتا ہے۔ اور نہ کوئی اس سے اس کا تذکرہ کرتا ہے۔ اگر کوئی منتفس یا حریف مزاحم نہ ہو۔ تو سمجھ لو کہ اس شخص نے سچے دل سے توبہ کی ہے۔ جب تائب کے آگے اسی برے کام کا ذکر کیا جائے۔ تو سمجھو کہ اس کے دل میں ابھی اس کام کی

ہوس باقی ہے۔ کیونکہ جو شخص جس کام سے سچے دِل سے توبہ کرتا ہے۔ کوئی شخص اس کام کا ذکر تک اس سے نہیں کرتا۔ جب یہ حالت ہو۔ تو سمجھو تائب کو توبہ پر استقامت حاصل ہے۔ ایسی صورت میں نہ خود اس گناہ کا ذکر کریگا۔ نہ کوئی اسے یاد دلائیگا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب کوئی شخص کسی کا مرید ہوتا ہے۔ تو وہ درصل اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کرتا ہے۔ سو اسے لازم ہے۔ کہ اس عہد و پیمان کا پابند رہے۔ اگر ثابت قدم نہیں۔ تو پھر مریدی کیسی۔ اسے جیسا ہے ویسا ہی رہنا چاہیئے۔ نیز فرمایا۔ کہ جب کوئی شخص توبہ کرے۔ تو ان لوگوں سے معافی مانگنی چاہیئے جن سے وہ توبہ کرنے سے پہلے بدسلوکی سے پیش آیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ خوش ہو جائیں۔ اگر وہ مر گئے ہوں۔ تو جس قدر انہیں بُرا کہا گیا ہے۔ اسی قدر اُن کی تعریف کرے۔ اگر کسی ایسے شخص کو اس نے قتل کیا ہو۔ جس کا والی نہ ہو۔ تو اس کے بدلے غلام آزاد کرے۔ ایسا کرنے سے گویا وہ اُس مردہ کو زندہ کرتا ہے۔ اگر کسی کی منکوحہ سے زنا کیا ہو۔ تو اس سے معافی نہ مانگے۔ بلکہ خدا سے معافی مانگے۔ اگر شراب خواری کی ہو۔ تو راہِ خدا میں لوگوں کو شربت اور ٹھنڈا پانی پلائے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص گناہ کرتا ہے۔ اس کا چہرہ گناہ کی طرف ہوتا ہے اور پیٹھ خدا کی طرف۔ لیکن جب توبہ کرے تو اس کی پیٹھ گناہ کی طرف ہونی چاہیئے۔ اور رُخ خدا کی طرف۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص توبہ کرتا ہے۔ اسے طاعت میں ذوق حاصل ہونا چاہیئے۔ اور جو توبہ کرنے کے بعد نعوذ باللہ پھر وہی گناہ کرنے لگے۔ تو سمجھ لو۔ کہ اسے طاعت سے ذوق حاصل نہیں ہوتا۔ پھر زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جوانی میں توبہ کرنا سب سے اچھا کام ہے۔ بڑھاپے میں توبہ کا اس قدر فائدہ نہیں۔ پھر یہ دو شعر پڑھے ؎

چو پیر شوی و بدسر انجام	آئی سگ کار خود بنا کام
سازی رہ حق راز بترہ رائی	معشوقہ روز بے نوائی

بعد ازاں فرمایا۔ کہ خفقتا نے بندے سے اُس کی جوانی کی کیفیت پوچھیگا۔ حکیم سنائی نے بڑھاپے اور جوانی کی بابت حسب ذیل اشعار فرمائے ہیں ؎

را نکہم کرد روزگار حسود	از بس ایں رکوع چیست سجود
تا جوانی مدد کہ با من بود	جوئے عمرم پُر آب روشن بود
خوش خوش از من جہاں منزل مجاز	عاریتہا ہے ستاند باز

پنبہ از گوش کرد بیروں مرگ — کہ بسازی ہوائے رفتن برگ
دل ازیں عمر مختصر برگیر — کہ چنیں عمر کس نگرد و پیر
مرد پیر از لقائے جاناں شد — با چنیں عمر پیر نتواں شد
ہست پیر از ولایت دیں است — آنکہ گویند پیر پیر انست
سیرم از عمر و زندگانیٔ خویش — مے بگریم بریں جوانئے خویش
ایں حیاتم مرا ملال آمد — زندگانی مرا و بال آمد

اب میں پھر توبہ کا کچھ ذکر کرتا ہوں ۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ توبہ کی بلحاظ وقت تین قسمیں ہیں۔ ایک حال دوسرے ماضی تیسرے مستقبل۔ حال کی توبہ کا یہ مطلب کہ اپنے موجودہ حال و کیفیت سے توبہ کرے یعنی جو کچھ کیا ہے اس سے شرمسار ہو کر توبہ کرے ۔ دوسری قسم توبہ ماضی ۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اپنے دشمنوں کو راضی کرے ۔ اگر کسی سے دس درم چھین کر پھر توبہ کرے ۔ تو یہ توبہ نہیں ۔ تا وقتیکہ وہ اس کے مالک کو واپس نہ دئے جائیں ۔ تیسری قسم توبہ مستقبل ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کی مستقل نیت کرے کہ آئندہ اس قسم کی حرکت نہ کروں گا ۔ پھر فرمایا ۔ کہ جب میں شیخ شیوخ العالم کبیر کا مرید ہوا ۔ اور توبہ کی تو آپ بار بار یہی فرماتے کہ دشمنوں کو خوش کرنا چاہیئے ۔ اس بارے میں آپ نے غلو سے کام لیا ۔ مجھے یاد آ گیا ۔ کہ بیس جتیل (ایک سکہ) میں نے ایک شخص کے دینے ہیں ۔ اور ایک کتاب میں نے مانگ کر لی تھی ۔ جو مجھ سے کھوئی گئی ۔ جب آپ نے بار بار دشمنوں کو خوش کرنے کا ذکر کیا ۔ تو مجھے خیال آ گیا ۔ کہ چونکہ آپ مکاشف عالم ہیں ۔ ان کو ان دو باتوں کی اطلاع ہو گئی ہو گی میں نے ٹھان لی ۔ کہ اب کی مرتبہ دہلی جاؤں گا ۔ تو ان دونو کو خوش کروں گا ۔ جس کے بیس جتیل دینے تھے ۔ وہ بزاز تھا ۔ اس سے میں نے کپڑا لیا تھا ۔ لیکن بوجہ تنگدستی نہ اتنے پیسے اکٹھے ہوتے نہ میں اُسے دیتا ۔ میں نے دہلی پہنچکر اس کے گھر جا کر آواز دی ۔ جب آیا ۔ تو میں نے کہا ۔ کہ میں نے آپ کے بیس جتیل دینے ہیں ۔ سو اکٹھے مجھ سے ادا نہیں ہو سکتے ۔ اس لئے دس اب لو ۔ اور باقی دس پھر میں بھیجدوں گا ۔ اس نے کہا جہاں سے تم آ رہے ہو ۔ وہاں سے یہی امید ہو سکتی ہے ۔ دس جتیل مجھ سے لیکر کہا ۔ کہ باقی کے دس میں نے تمہیں بخشے ۔ پھر میں اس شخص کے پاس گیا ۔ جس سے میں نے کتاب لی تھی اور کہا کہ آپ کی کتاب مجھ سے کھوئی گئی ہے ۔ میں لکھوا کر آپ کو بھیجدوں گا ۔ اس نے بھی

کہا۔ کہ جہاں سے تم آرہے ہو۔ وہاں سے یہی امید کی جا سکتی ہے۔ پھر اُس نے کہا۔ کہ میں نے کتاب آپ کو بخشی ۞

بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ بعض توبہ کرنے والے متقی ہوتے ہیں۔ متقی تائب وہ شخص ہوتا ہے جس سے کبھی کوئی قصور نہ ہوا ہو۔ صرف گناہ کے خیال آنے سے وہ توبہ کرتا ہو۔ اس بارے میں بعض کی یہ رائے ہے۔ کہ متقی اور تائب دونو برابر ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے۔ کہ تائب افضل ہے کیونکہ اس نے گناہ کی لذت حاصل کر کے پھر اس لذت کو مع گناہ ترک کیا ہے۔ سو جس نے لذت اٹھائی ہو۔ اس کا اس سے باز آنا بہ نسبت پرہیزگار کی پرہیز کے اچھا ہے۔ بعض کی رائے ہے۔ کہ پرہیزگار تائب کی نسبت افضل ہے۔ اس قول کی صحت کے لئے ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ دو شخصوں میں اس بات پر بحث ہوئی۔ کہ آیا تائب اچھا یا متقی۔ ایک کہتا تھا۔ کہ تائب اچھا ہے۔ دُوسرا کہتا تھا کہ متقی اچھا ہوتا ہے۔ جب بحث دیر تک ہوئی۔ تو آخر کار دونو پیغمبر وقت کے پاس گئے۔ اور عرض کی۔ کہ یہ معاملہ ہے۔ اس نے کہا۔ میں خود اس کا جواب کچھ نہیں دے سکتا۔ تاوقتیکہ خدا کی طرف سے وحی نہ آئے۔ اتنے میں وحی نے یہ پیغام پہنچایا۔ کہ ان دونو کو کہدو۔ کہ آج رات صبر کرو۔ صبح سویرے جو شخص سب سے پہلے تمہیں ملے۔ اس سے اس کا جواب پوچھنا۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب صبح ایک شخص ملا۔ اور اس سے اُنہوں نے پوچھا۔ کہ آیا تائب اچھا ہے یا متقی۔ تو اس نے کہا۔ میں ایک ناخواندہ جولاہا ہوں۔ میں اس کا جواب کیونکر دے سکتا ہوں۔ لیکن صرف اتنا جانتا ہوں۔ کہ جو کپڑا میں بنتا ہوں۔ اس میں بہت سے تار ہوتے ہیں۔ بعض اُن میں سے بننے وقت ٹوٹ جاتے ہیں۔ سو مجھے بن ٹوٹے تار اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ اور ٹوٹے ہوؤں میں وقت پیش آتی ہے۔ یہ سُن کر وہ دونو شخص پیغمبر وقت کی خدمت میں پھر حاضر ہوئے۔ اور ماجرا عرض کیا۔ فرمایا بس۔ تمہارے سوال کا یہی جواب ہے ۞

سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے۔ کہ یا داؤد قل للمذنبین توبوا الی قبل قیام الساعۃ فان المذنبین ینظرون الی یوم القیمۃ من طرف خفی وفی الحدیث ان العبد اذا اذنب لم یکتب علیہ حتی یذنب ذنبا اٰخر فلم یکتب علیہ حتی اذنب ذنبا اٰخر فاذا اجتمعت علیہ من الذنوب ثم اذا عمل حسنۃ واحدۃ کتب لہ خمس حسنات وجعل خمس حسنات بازاء خمس سیأت ، وفی الحدیث د التوبۃ من الزناءِ

ایسر من التوبۃ عن الغیبۃ التوبۃ صفۃ للمؤمنین والانابۃ للمقربین وجاء القلب منیب والاوبۃ صفۃ المرسلین نعم العبد انہ آواب قیل الشیخ التائب ابطأت واسرعت ابطأت حیث اخرت التوبۃ الی الشیب واسرعت حیث تبت قبل الموت (ترجمہ) اے داؤد گنہگاروں کو کہدو۔ کہ قیامت برپا ہونے سے پہلے میری طرف توبہ کرو۔ کیونکہ روز قیامت کو گنہگار میری طرف کن آنکھوں سے دیکھینگے؟ ایک اور حدیث میں ہے غیبت سے توبہ کرنے کی نسبت گناہ سے توبہ کرنا آسان ہے۔ توبہ مومنوں کی صفت ہے اور بازگشت مقربوں کی۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ کہ وہ قلب منیب لیکر آیا۔ اللہ تعالے کی مرضی کے ناموافق باتوں سے باز رہنا رسلوں کی علامت ہے۔ انسانوں میں سے سب سے اچھا انسان وہ ہے جس پر آواب کا لفظ صادق آئے۔ بوڑھے تائب کو کہا گیا کہ تو نے توبہ کرنے میں دیر بھی کی اور جلدی بھی۔ دیر تو اس واسطے کہ جوانی میں توبہ نہ کی۔ اور جلدی اس واسطے کہ مرنے سے پہلے بحالت زندگی وصحت توبہ کی ؎

الٰہی تبت عما کان منی　　　فکفر سیاٰتی وارض عنی

(ترجمہ) اے میرے معبود! میں اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ سو میرے گناہ پر پردہ ڈھانپ۔ اور مجھ سے خوش ہوجا ؛

دعا المنی بلطفک یا الٰہی　　　ولا تقطع لاجل الذنب منی

(ترجمہ) اور اے معبود! اپنی مہربانی اور رحم سے مجھ سے پیش آ۔ اور گناہوں کے سبب مجھ سے قطع تعلق نہ کر ؛

فکن یوم القیامۃ لی معینا　　　واحسن لی کما احسنت ظنی

(ترجمہ) اور قیامت کے دن میرا مددگار بن اور جس طرح میرے گمان کو نیک کیا ہے۔ ویساہی میرے ساتھ نیکی سے پیش آ ؛

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ کسی پیر کا قول ہے۔ کہ دو چیزیں اللہ تعالے کی عنایت ہیں۔ ایک جوانی میں پاکدامن رہنا اور آخر میں توبہ کرنا۔ اللہ تعالے حضرت سلطان المشائخ کی برکت سے یہ دونوں باتیں سلسلۂ چشتی کے تمام غلاموں اور مریدوں کو عنایت فرمائے ؛

{نکتہ در بیان حکم کردن پیر و قبول کردن مرید حکم پیر}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ مرید کو وہی بات کرنی لازم ہے جو اس کا پیر کہے لیکن پیر ایسا ہونا چاہیئے۔ جو شریعت اور طریقت کے احکام کا عالم ہو۔ تاکہ مرید کو کسی غیر شرع بات کے کرنے کا حکم نہ دے بیٹھے۔ اگر کوئی ایسی بات کرنے کے لئے کہے۔ جس میں بزرگانِ دین کا اختلاف ہو۔ تو اپنے پیر کے حکم پر عمل کرے۔ اس واسطے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ "اختلاف امتی رحمۃ" میری امت کا اختلاف سراسر رحمت ہے۔ اور شیخ نے کسی مجتہد کے قول کے مطابق حکم دیا ہے۔ اس لئے مرید کو پیر کا کہنا کرنا چاہیئے جو شخص کسی پیر کا مرید ہوتا ہے۔ وہ تحکیم کرتا ہے۔ یعنی اپنے پیر کو اپنا حاکم بناتا ہے پس جو کچھ پیر کہے اور مرید نہ کرے۔ تو وہ تحکیم نہیں۔ اگر پیر کے بعض قول یا فعل کا منکر ہو۔ تو وہ مرید نہیں۔ بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ ایک بڑھیا شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں آکر صحنِ خانقاہ کو ہر روز جھاڑو کرتی۔ شیخ صاحب نے اس سے پوچھا۔ کہ تیرا مدعا کیا ہے۔ تاکہ پورا کیا جاوے۔ اس نے عرض کی۔ کہ جب وقت آئیگا۔ عرض کردوں گی۔ وہ بڑھیا بدستور یہ خدمت بجالاتی رہی۔ ایک روز ایک خوبصورت نوجوان شیخ صاحب کی خدمت میں مرید ہونے کی غرض سے حاضر ہوا۔ جب مرید ہو چکا۔ تو بڑھیا نے آکر شیخ صاحب سے درخواست کی۔ کہ اس جوان کو حکم دو۔ مجھ سے نکاح کرے۔ آپ سوچ میں پڑ گئے۔ چنانچہ تین دن رات آپ نے کچھ نہ کھایا پیا۔ چوتھے روز اس جوان اور بڑھیا کو خلوت میں بلا کر جوان کو حکم دیا۔ کہ اس بڑھیا سے نکاح کرو۔ جوان نے طوعاً و کرہاً منظور کیا۔ پھر بڑھیا نے التماس کی۔ کہ مجھے دلہنوں کی طرح بیاہے اور شادی کی رسوم کرے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر بڑھیا نے عرض کی۔ کہ یہ جوان آپ کے روبرو مجھے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر چارپائی پر بٹھائے۔ جب اس نے بٹھایا۔ تو بڑھیا نے کہا۔ کہ اب جس طرح مجھے اس نے اٹھایا ہے۔ زمین پر نہ پھینک دے۔ یعنی مجھے طلاق نہ دیوے۔ اس جوان نے یہ بات بھی منظور کی ٭

{نکتہ در بیان تجدید بیعت}

سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ جب جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا ارادہ

کیا۔ تو مکہ فتح کرنے سے پہلے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بطور ایلچی اہل مکہ کے پاس بھیجا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ہوئی۔ کہ اہل مکہ نے امیر المومنین عثمان کو مار ڈالا ہے۔ تو صحابہ کرام کو بلا کر فرمایا۔ کہ آؤ۔ اس بات کا اقرار کریں (بیعت کریں) کہ اہل مکہ سے جنگ کریں۔ صحابہ نے بیعت کی۔ اس وقت آں حضرت ایک درخت سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ اتنے میں ابن رکوع نام ایک صحابی نے آکر درخواست کی کہ مجھے بھی دست بیعت فرمائیں۔ پوچھا۔ اس سے پہلے بھی بیعت ہو چکے ہو۔ عرض کی۔ ہو چکا ہوں۔ لیکن اب از سر نو ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ آں حضرت ؐ اسے از سر نو دست بیعت فرمایا۔ اسی واسطے مشائخ میں تجدید بیعت کا رواج ہے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک دفعہ جب ایک جوان سلطان المشائخ کی خدمت میں تجدید بیعت سے مشرف ہوا۔ شاید اسے کوئی تکلیف پہنچی تھی۔ اس کے بارے میں آپ نے فرمایا ؎

اے بسا شبیر کاں ترا آہوست ۔۔۔ اے بسا درد کاں ترا دارد است

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میں اپنے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے جامہ مبارک سے تجدید بیعت کرتا ہوں۔ اغلب ہے۔ کہ شیخ کبیر بھی اپنے پیر کے جامہ سے تجدید بیعت کرتے رہے ہوں۔ میں (مصنف کتاب) نے ایک کتاب میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ پیر کے جامے سے تجدید بیعت کا رواج اس واسطے ہے کہ یہ بھی گویا اپنے مخدوم کی خدمت میں تجدید بیعت کرنا ہے۔ اللہ تعالے سے مجھے اُمید ہے۔ کہ اس بیچارے کو انہیں کے زمرہ میں داخل کرے گا۔ اب میں از سر نو اپنے خواجہ اور خواجہ کے خواجہ اور خواجگان چشت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا عہد کرتا ہوں۔ کہ میں زبان، کان اور آنکھ کو بچاؤں گا۔ شرع کی راہ پر قائم رہونگا۔ اللہ تعالے اس بیچارے کو دینی کام کی استقامت اور اپنی محبت عطا فرمائے۔ اور مجھے میرے مخدوم کے حلقہ بگوشاں کے زمرے میں رکھے ؎

عہد کردیم کہ دل در خم زلف تو نہیم ۔۔۔ جان مشتاق بزیر سم اسپ تو نہیم

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے سلطان المشائخ کی خدمت میں تجدید بیعت کی اِس

وقت سلطان المشائخ کی زبان مبارک سے حسب ذیل شعر نکلا ؎

در عشق تو کار خویش ہر روز — از سر گرم زہے سرو کار

{نکتہ دربیان اعتقاد مرید بخدمت پیر}

خوب اعتقاد مریدوں کے روشن دل پر واضح ہے۔ کہ مرید کو اپنے پیر کے حق میں اس درجہ معتقد اور محب ہونا چاہیئے۔ کہ اپنے زمانے میں وہ اپنے پیر سے بڑھ کر کسی کو اچھا نہ سمجھے۔ اور یہی خیال کرے۔ کہ صرف میرا پیر ہی خدارسیدہ بنا سکتا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

کہ نیست درہمہ عالم باتفاق امروز — جز آستانہ تو مقصدے وملجائے

اگر وہ یہ خیال کرے۔ کہ میرے پیر کے سوا اور بھی کوئی شخص دنیا میں ہے جو خدارسیدہ بنا سکتا ہے۔ تو شیطان ملعون اس کے اعتقاد پر قابض ہو جاتا ہے۔ اور اسے اپنے پیر کی مشغولی سے روکتا ہے۔ اور اس کے اعتقاد میں خلل ڈالتا ہے۔ اور اسے ایسی باتیں دکھلاتا ہے۔ جس سے اس کا عقیدہ بگڑ جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا +

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ اگر پیر اپنے مرید کے احوال کو اچھا نہ پائے۔ لیکن اس کے عقیدے کو درست پائے۔ تو مرید کو کچھ امید ہو سکتی ہے یا نہیں؟ فرمایا ہو سکتی ہے کیونکہ اس کام میں اصل اصول اعتقاد ہے۔ جس طرح عالم ظاہر میں ایمان اصل ہے۔ اور مومن کو لازم ہے۔ کہ اسے ذات باری اور رسالت پیغمبر کا ایمان ہو۔ اسی طرح پیر کے حق میں اسے درست اعتقاد ہونا چاہیئے۔ جس طرح مومن گناہ کرنے سے کافر نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح مرید جس کا اعتقاد درست ہے۔ اگر اس سے کوئی لغزش ہو جائے۔ تو طریقت میں وہ مجرم نہیں بن سکتا۔ اعتقاد کی برکت سے اسے پھر وہ بات نصیب ہو سکتی ہے۔ نیز فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے۔ کہ جو شخص درست عقیدہ لیکر مرید ہونے کی نیت سے آتا ہے۔ اُس کے عقیدے کی طرف دیکھنا چاہیئے نہ کہ افعال کی طرف۔ کیونکہ عقیدے کے موافق اسے پھل ملتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک دفعہ لکھنوتی سے ایک شخص شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کہاں سے اور کس نیت سے آئے ہو؟ اس نے عرض کی۔ کہ لکھنوتی سے دعائے خیر کے لئے آیا ہوں۔ شیخ شیوخ العالم نے یاروں اور فرزندوں

کو فرمایا۔ کہ دعائے خیر کرو۔ جب کر چکے۔ تو پھر اس سے پوچھا۔ کہ کس ارادے سے آئے ہو؟ عرض کی۔ کہ دعائے خیر کے لئے۔ یہ سُنکر آپ رو دئے۔ اور فرمایا۔ کہ عقیدہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ پھر دعائے خیر کے بعد فرمایا۔ کہ انسان کا عقیدہ اس کے افعال کی نسبت اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ فعل کا اثر اُس کی ذات پر ہے۔ اور عقیدے کا غیر پر +

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ کسی درویش کو سانپ نے ڈسا۔ اُس نے کہا۔ اگر میں شیخ کا سچا مرید ہوں۔ تو بغیر علاج تندرست ہو جاؤنگا۔ اگر عقیدہ سچا نہیں۔ تو میرا مر جانا ہی بہتر ہے۔ اس کے عقیدے کی برکت سے وہ تندرست ہو گیا۔ مصنّف عرض پرداز ہے کہ اس درویش سے مراد خود سلطان المشائخ کی ذات مبارک ہے۔ کیونکہ جن دنوں آپ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی خدمت میں حاضر ہونے کی نسبت سے جا رہے تھے۔ تو سرسہ کے جنگل میں آپ کو سانپ نے ڈسا تھا۔ جیسا کہ شیخ شیوخ العالم بارہا یہ حکایت بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ درویش پر یہ نوبت بھی آتی ہے۔ اور اسے یہ کام بھی پیش آتا ہے۔ تو میں یہی خیال کرتا تھا۔ کہ اس درویش سے مراد سلطان المشائخ کی ذات مبارک ہے سلطان المشائخ نے بھی اس بات کو ملحوظ رکھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کو ایک دعا یاد آگئی۔ فرمایا۔ کہ کوئی ہے جو اس دعا کو یاد کرے۔ میں نے خیال کیا۔ کہ شیخ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ میں اس دعا کو یاد کروں۔ وہ دعا مجھے دیکر فرمایا۔ کہ پڑھ۔ جب میں نے پڑھی تو اس میں اعراب کی اصلاح کی۔ اور فرمایا۔ کہ اس طرح پڑھا کرو۔ میں نے اسی طرح پڑھی۔ اگرچہ میرا پڑھنا بھی کچھ معنی رکھتا تھا۔ لیکن وہ دعا اسی وقت مجھے یاد ہو گئی۔ میں نے اجازت مانگی۔ کہ اگر حکم ہو تو پڑھوں۔ فرمایا پڑھو۔ میں نے اس طرح پڑھی۔ جس طرح آپ نے اس کے اعراب درست کئے تھے۔ جب آپ کی خدمت سے اُٹھ کر باہر آیا۔ تو مولانا بدر الدین اسحاق نے کہا۔ کہ تم نے خوب کہا۔ کہ جس طرح کے اعراب سے شیخ صاحب نے پڑھنے کے لئے حکم کیا۔ اسی طرح پڑھا۔ میں نے کہا اگر اس وقت اس علم کے واضع سیبویہ اور دوسرے لوگ جو ان قواعد کے بانی ہو گذرے ہیں سب مجھے یہ کہیں کہ اس طرح پڑھو۔ تو میں تو اسی طرح پڑھوں جس طرح شیخ شیوخ العالم نے پڑھنے کے لئے فرمایا ہے۔ مولانا بدر الدین نے فرمایا۔ کہ یہ ادب جو آپ نے ملحوظ رکھا۔ ہم میں سے کسی کو نصیب نہیں +

سُلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز

پر مرض غالب آیا۔ تو ماہِ رمضان میں ایک روز خربوزہ لا کر نزاش کر آپ کو دے رہے تھے۔ جب میں حاضر خدمت ہوا۔ تو ایک پھانک مجھے بھی عنایت کی۔ میں کھانا ہی چاہتا تھا۔ کہ دل میں خیال آیا۔ کہ میں روزے سے ہوں۔ لیکن پھر یہ خیال آیا۔ کہ یہ نعمت کہاں کہ مجھے خواجہ صاحب کے ہاتھ سے یہ چیز عنایت ہوئیں نے بطان لی۔ کہ بعد میں دو مہینے متواتر روزے رکھ لونگا کھانا ہی چاہتا تھا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ میں تو شرعی عذر سے روزہ نہیں کھ سکا۔ تم کیوں توڑتے ہو۔ میں صرف تمہارا اعتقاد آزمانا چاہتا تھا۔

ایک دفعہ مولانا بدرالدین اسحاق نماز میں مشغول تھے۔ کہ اتنے میں آپ کو شیخ شیوخ العالم نے آواز دی۔ آپ نے اثنائے نماز میں "لبیک، میں حاضر ہوں" کہا۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے۔ کہ ایک کو آواز دی۔ وہ نماز میں مشغول تھا۔ اس واسطے اس نے جواب دینے میں دیر کی۔ جب وہ حاضر خدمت ہوا۔ تو آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ جب خدا و رسول صلعم بلائیں۔ تو فوراً جواب دینا چاہئے۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ شیخ کا فرمان رسول اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کو اپنے شیخ سے ایک پگڑی ملی۔ جب آپ ہمیشہ اپنے پاس رکھ کر اس سے برکتیں حاصل کرتے۔ اور سوتے وقت سرہانے کی طرف رکھتے۔ ایک دفعہ غلطی سے پائنتی کی طرف رکھی گئی جس سے آپ کا پاؤں چھو گیا جب جاگے۔ تو سخت مضطرب ہوئے اور فرمانے لگے۔ کہ اس کے عوض قیامت کو بھی مجھے افسوس ہوگا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ کوئی شخص شیخ شبلیؒ کی خدمت میں مرید ہونے کی نیت سے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس شرط پر تمہیں مرید کرتا ہوں۔ کہ جو کچھ میں کہوں تم بجا لاؤ۔ اس نے کہا بہتر۔ آپ نے پوچھا۔ کلمہ کس طرح پڑھتے ہو؟ عرض کی یوں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ فرمایا۔ یوں پڑھو۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شِبْلِیُّ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس نے فی الفور اسی طرح پڑھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ میں آں حضرتؐ کا ادنٰے چاکر ہوں رسول وہی ہیں۔ میں صرف تمہارا اعتقاد آزمانا چاہتا تھا۔

شیخ مجدالدین بغدادی تحفۃ البراۃ میں لکھتے ہیں۔ کہ کچھ لوگ تجارت کے لئے کہیں جانا چاہتے تھے۔ اور راہ میں چوروں کا ڈر تھا۔ وہ سب ابو الحسن خرقانیؒ کی خدمت میں

آئے۔ اور اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ کہ ہم سفر کرنا چاہتے ہیں۔ اور چوروں کا ڈر ہے۔ آپ دعا کریں۔ تاکہ صحیح سلامت منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔ آپ نے فرمایا خدا کے بھروسے روانہ ہو جاؤ۔ اگر رستے میں کوئی حادثہ پیش آئے۔ تو میرا نام لینا۔ یعنی کہنا یا ابوالحسن خرقانی، انشاء اللہ اس حادثہ سے محفوظ رہو گے۔ جب یہ بات انہوں نے شیخ صاحب سے سنی۔ تو بعض نے اعتقاد کیا بعض نے انکار۔ جب اثنائے سفر میں راہزنوں سے مقابلہ ہوا۔ تو جن اشخاص نے آپ کا نام لیا وہ بچ رہے۔ اور جنہوں نے اللہ تعالے کا نام لیا اور دعائیں کیں وہ لٹ گئے۔ جب دونو قسم کے حاضر خدمت ہوئے۔ اور ایک شخص نے سفر کا حال پوچھا۔ تو انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ تم نے اس کا نام لیا جس کو تم نے کسی کو نہیں پہچانتے۔ گویا تم نے یاد ہی نہیں کیا لیکن جنہوں نے میرا نام لیا۔ وہ مجھے اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ اور میں خدا کو اچھی طرح جانتا ہوں گویا انہوں نے میرا نام نہیں لیا۔ بلکہ خدا کا نام لیا ہے۔ اس بات کی تصدیق عوام الناس نہیں کر سکتے۔ صرف وہ لوگ اسے سچ مانتے ہیں۔ جنہیں حقیقت کا ذوق حاصل ہے۔ اور جو کام کی اصلیت کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اودھ کے شیخ الاسلام شیخ رفیع الدین سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ میرا ایک رشتہ دار شیخ محمد اجل سرزی کا مرید تھا۔ ایک دفعہ کسی تہمت سے گرفتار ہوا۔ اور قتل کا حکم ہوا۔ جلاد نے اسے روبقبلہ کھڑا کیا۔ لیکن اس طرح کھڑا ہونے سے اس کی پیٹھ اپنے پیر کی قبر کی طرف ہوتی تھی۔ فی الفور اس نے اپنا رخ مشرق کی طرف کیا۔ جلاد نے پوچھا یہ کونسا موقع ہے۔ کہ تو قبلے سے روگردانی کرتا ہے اس نے کہا میں نے اپنے قبلے کی طرف رخ کیا ہے۔ تو اپنا کام کر۔ امیر حسن کیا اچھا فرماتے ہیں ؎

گرچہ در عرب از بہر قبلہ کعبہ نباشد ۔۔۔ بود قبلۂ مجنون مگر قبلۂ لیلے

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ ایک مرید صرف پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے۔ اور تھوڑا اور دو وظیفہ کرتا ہے لیکن پیر کی محبت اس کے دل میں بہت ہے۔ اور ایک اور شخص ہے۔ جو نماز اور وظائف بکثرت کرتا ہے لیکن پیر کے حق میں چنداں معتقد نہیں۔ ان دونو میں سے کونسا اچھا ہے؟ فرمایا۔ وہ جو شیخ کا معتقد و محب ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔

کہ جو شخص اپنے شیخ کا معتقد و محب ہے اس کا ایک وقت سمت اعتقاد کے کئی وقتوں سے بدرجہا افضل ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ بعض کی یہ رائے ہے۔ کہ اولیاء انبیاء سے افضل ہیں۔ اس واسطے کہ انبیاء عموماً زیادہ تر خلقت میں مشغول رہتے یعنی وہ صاحب دعوت تھے۔ لیکن اولیاء دن رات حق تعالےٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ لیکن یہ خیال سراپا غلط ہے۔ اگرچہ انبیاء خلقت میں مشغول ہے لیکن جب ایک گھڑی بھی حق کی طرف مشغول ہوئے۔ وہ ایک گھڑی اولیا کے سارے وقت سے افضل ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والملتہ والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ میرا ایک مرید تھا۔ جب وہ مجھ سے چلا گیا۔ تو کچھ عرصہ بعد میں نے اس کے احوال پر نگاہ کی۔ تو اسے بدستور راسخ الاعتقاد پایا۔ اور پھر بہت مدت تک بھی اس کے مزاج میں کسی قسم کا بگاڑ نہ ہؤا۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ وہ شخص یہ ہے۔ جس کے اعتقاد میں اب تک فتور نہیں آیا سلطان المشائخ جب اتنا بیان کر چکے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ آج تک اُن کی محبت میرے دل میں بدستور ہے۔ بلکہ زیادہ ہی ہے ۔

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ اگر کوئی مرید اپنے پیر کی خدمت میں تو کم حاضر ہو۔ لیکن اپنے گھر میں اپنے پیر کی یاد میں مشغول رہے۔ اس کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا۔ بہتر ہے کہ پیر سے غائب رہ کر اس کی یاد کرے۔ بہ نسبت اس کے کہ اس کی خدمت میں رہ کر اس سے بے خبر ہو۔ پھر یہ مصرعہ پڑھا۔ **مصرعہ**

بیرون دروں یہ کہ دروں بیروں

سلطان المشائخ کی مجلس اقدس میں اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ مرید جب پیر کی خدمت میں آتے ہیں۔ تو زمین بوسی کرتے ہیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ چونکہ میرے شیخ کے روبرو آپ کے مرید ایسا کرتے آئے ہیں۔ اس لئے میں نے بھی منع نہیں کیا۔ اتنے میں امیر حسن نے عرض کی۔ کہ جو لوگ مرید ہوتے ہیں۔ اس ارادت سے مراد پیر کی محبت و عشق ہے۔ سو جہاں محبت و عشق ہو۔ وہاں زمین پر سر رکھنا ایک آسان سی خدمت ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ میں نے ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین طیب مضجعہ سے سنا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ ابو سعید ابو الخیر گھوڑے پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ رستے میں آپ کا مرید پا پیادہ ملا۔ اس نے شیخ صاحب کے زانو سے مبارک پر بوسہ دیا۔ آپ نے فرمایا اور نیچے۔ پھر اس نے

گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا۔ آپ نے فرمایا اور بیٹھے۔ پھر اُس نے زمین چومی۔ تو ابوسعید ابوالخیر نے فرمایا۔ کہ میں نے جو بیٹھے کا لفظ کہا تھا۔ اُس سے یہ مراد نہ تھی۔ کہ تم میرے گھٹنے پر بوسہ دو۔ نہ یہ کہ میرے پاؤں پر بوسہ دو۔ جوں جوں تم بیٹھے بوسہ دیتے تھے دین میں تمہارا مرتبہ بلند ہوتا جاتا تھا +

میں (مصنف) نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے "قال صہیبؓ رایت علیاً یقبل ید العباس و رجلہٗ" صہیبؓ صحابی نے کہا میں نے حضرت علی رضؓ کو عباسؓ کے ہاتھ پاؤں پر بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے "۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ اس سے پہلے میرے پاس ایک آدمی آیا۔ جو بزرگ زادہ تھا۔ اور جس نے شام و روم کی سیاحت کی ہوئی تھی۔ اتنے میں حمید الدین قریشی نے آکر سر زمین پر رکھدیا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ہر جا کہ روی زندہ دلے بر زمین نشستہ ہر جا کہ دست غم زدہ در دعا کشت

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں ؎

شعار روز بہی نا پدار جبین کسے کہ در پرستش تو بر نہد بخاک جبین

یہ دیکھ کر اُس مسافر آدمی نے اسے ڈانٹا۔ کہ سجدہ مت کرو۔ سجدہ کرنے کا کہیں حکم نہیں آیا۔ حتی کہ وہ شور و غوغا کرنے لگا۔ میں نے کہا اتنا جوش و خروش نہ کرو۔ جب کسی بات کی فرضیت اٹھ جاتی ہے۔ تو استحباب باقی رہ جاتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ امتوں کے لئے عاشورہ کے دنوں کا روزہ لازم تھا۔ جب ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ تو عاشورہ کے روزوں کی فرضیت جاتی رہی صرف استحباب باقی رہا۔ (یعنی ان کا رکھنا اب مستحب ہو داخل ہے) اسی طرح سجدہ گذشتہ امتوں میں مستحب تھا۔ چنانچہ رعایا بادشاہ کو اور شاگرد استاد کو اور امت پیغمبروں کو سجدہ کیا کرتی تھی۔ جب ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کا مستحب ہونا جاتا رہا۔ تو اس کا مباح ہونا باقی رہا۔ سو مباح کام کا کرنا کہیں منع نہیں۔ یہ سنکر وہ مرد خاموش ہوگیا۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا۔ کہ جب کوئی میرے سامنے سر بسجود ہوتا ہے۔ تو میں اسے مکروہ جانتا ہوں۔ لیکن چونکہ میرے شیخ کے سامنے سر بسجود ہوتے آئے ہیں۔ اس لئے اگر منع کروں۔ تو دو میں سے ایک بات ضرور ہوگی۔ یا تو میں اپنے پیر کو جاہل قرار دیتا ہوں۔ یا انہیں ایک فعل شنیع کا مرتکب خیال کرتا ہوں۔ سو ان دونوں سے میں اللہ تعالےٰ کی پناہ

مانگتا ہوں۔ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

در خدمت رکاب تو سر بر زمین نہاد ۔ خورشید ز آسمان چہارم ہزار بار

{نکتہ در بیان اصل خرقہ بخشش آن}

سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ معراج کی رات جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الٰہی سے خرقہ فقر عنایت ہوا۔ بعد ازاں صحابہ کرام کو بلا کر فرمایا۔ کہ مجھے بارگاہ الٰہی سے خرقہ فقر عنایت ہوا ہے۔ اور یہ بھی حکم ہوا ہے۔ کہ اسے میں تم میں سے کسی ایک کو دوں۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے پوچھا۔ کہ اگر یہ خرقہ تمہیں دوں۔ تو کیا کرو گے؟ عرض کی۔ میں صدق اختیار کروں۔ اطاعت بجا لاؤں۔ اور بخشش کیا کروں۔ بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ اگر یہ خرقہ تمہیں دیا جائے تو کیا کرو گے؟ عرض کی عدل و انصاف کرونگا۔ پھر حضرت عثمان رض سے پوچھا کہ اگر یہ خرقہ تمہیں دیا جائے۔ تو کیا کرو گے۔ عرض کی کہ اتفاق سے رہونگا۔ اور سخاوت کرونگا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ اگر یہ خرقہ تمہیں دیا جائے تو کیا کرو گے؟ عرض کی کہ پردہ پوشی اور بندگان خدا کے قصوروں سے درگذر۔ وہ خرقہ آں حضرت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عنایت کر کے فرمایا۔ کہ مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوا تھا۔ کہ جو شخص یہ جواب دیگا۔ اُسے یہ خرقہ عنایت کرنا ۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔ جس روز وہ سارے دینار راہ خدا میں صرف کر کے گودڑی پر مینخ لگائے ہوئے آئے۔ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا؟ عرض کی یارسول اللہ! تمام فرشتوں کو حکم ہوا ہے۔ کہ ابو بکر کی موافقت سے گودڑی پوش بنیں۔ اور اس پر مینخ لگائیں۔ اس موقعہ پر یہ شعر سلطان المشائخ کی زبان مبارک سے نکلا ؎

شکرانہ چہل ہزار دینار دہند ۔ تا مینخ گلیم عشق را بار دہند

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ شبلی رح کو خرقہ پہنایا۔ تو فرمایا۔ کہ جو کچھ ہمارے پیر نے ہمارا فرض ادا کیا۔ سو ہم نے تمہارا ادا کر دیا۔ باقی اب اللہ تعالےٰ سے تمہارا واسطہ ہے۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ جو کپڑا شیخ کی طرف سے عنایت ہو۔ وہ کسی کو نہیں دینا چاہیئے۔ اس کا دھونا گو منع تو نہیں لیکن نہ دھونا بہتر ہے پھر فرمایا۔ کہ جو کچھ پیر کی طرف سے عنایت ہو۔ اگر اُس کی نسبت یہ وصیت کرے کہ

میرے ساتھ اسے قبر میں رکھ دینا۔ تو جائز ہے یا یہ وصیت کرے۔ کہ میرے نیک فرزندوں کو دینا۔ تو بھی جائز ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ مجھے شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز سے خرقہ ملا۔ وہ چشتی خانوادوں کی گودڑی تھی۔ اب تک وہ میرے پاس ہے مصنف ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ جب سلطان المشائخ کا وصال ہوا۔ تو جو خرقہ آپ کو شیخ شیوخ العالم سے ملا تھا۔ آپ کو پہنچا یا گیا۔ اور مصلے آپ کے سرہانے رکھا گیا۔ نیز مصنف کی یہ بھی عرض ہے۔ کہ شیخ شیوخ العالم سے جو جامہ میرے دادا بزرگوار سید محمد کرمانی رحمہ کو عنایت ہوا۔ اور جو جامے سلطان المشائخ اور شیخ العالم کے پوتے شیخ علاؤ الدین سے ملے۔ وہ تینوں میرے دادا نے اکٹھے سی لئے۔ پھر وہ میرے والد بزرگوار کو عنایت ہوئے۔ بعد ازاں اب تک میرے پاس موجود ہیں۔ ان کے علاوہ اور جامے جو میرے چچوں کو سلطان المشائخ سے عنایت ہوئے اب تک موجود ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ اس گروہ میں سے بعض چور ہوتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے۔ کہ تم چور ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو چور نہیں۔ انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ تمہیں مردانِ خدا کا جامہ پہنا دیا گیا۔ لیکن تم نے ان کا سا عمل نہ کیا۔ آخر ایسے لوگ بھی پیر کی برکت سے نجات پاتے ہیں۔

نیز فرمایا۔ کہ ایک شخص عزیز بشیر نام بداؤں سے دہلی میں قاضی حمیدالدین ناگوری کے بیٹے مولانا ناصح الدین کی خدمت میں مرید ہونے کی غرض سے آیا۔ اسے خرقہ دینے کے لئے حوض سلطان پر جمع ہوئے۔ تو عزیز بشیر نے حوض کو دیکھ کر کہا۔ کہ یہ حوض ادنیٰ ہے۔ اس سے تو بداؤں کا حوض ساغر بہتر ہے۔ محمد کبیر جو وہاں پر حاضر تھا کہنے لگا۔ کہ مولانا یہ شخص جھوٹا ہے۔ اسے خرقہ مت دینا۔ چنانچہ آپ نے اسے خرقہ نہ دیا۔

شیخ نصیرالدین محمود فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ میں نے کئی مریدوں کو خرقہ دیا۔ لیکن ان میں سے صرف چار آدمیوں کو خرقہ ارادت ملا۔ باقی سب کو خرقہ تبرک۔ اسی طرح شیخ بہاؤالدین زکریا فرمایا

کرتے تھے۔ کہ میرے سارے مریدوں میں سے صرف چار پانچ نے خرقہ ارادت حاصل کیا ہے۔ باقی سب نے خرقہ تبرک۔ مصنف ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ سلطان المشائخ نے جو فرمایا۔ کہ میں نے بہتوں کو مرید کیا۔ لیکن ان میں سے صرف چار کو خرقہ ارادت ملا۔ باقی سب کو خرقہ تبرک۔ اس سے آپ کی غرض یہ ہے۔ کہ آپ نے کئی ہزار بندگانِ خدا کو مرید کیا۔ اور کلاہ و خرقہ عنایت فرمایا لیکن ان میں سے صرف چار حقیقی مرید ہیں حقیقی مرید کی تعریف نکتہ مریدیں بیان ہو چکی ہے۔ اس سے مراد وہ مرید ہے جن کے افعال و اقوال بجنسہ اپنے شیخ سے ملتے جلتے ہوں۔ اور وہ اپنے پیر کے طریقے سے بال بھر ادھر اُدھر نہ ہو۔ اور اپنے پیر کے ساتھ ایک جان ہو جائے۔ کیونکہ فقرا سب ایک جان ہوتے ہیں۔ مصرعہ بیگانگئے نیست تو مائی و ما تو ئیم

میں نے سلطان المشائخ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا دیکھا۔ رایت بخط شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی انہ ذکر الباس الخرقہ الی جنید و بعد اختصر علی الصحبۃ و غیرہ من المشائخ عنعنہ الخرقہ الی النبی علیہ السلام واعتمد السہروردی علی حدیث ابن خالد وللمشائخ فیہ طریقتان الطریقۃ حسن البصریۃ والطریقۃ الکمیلیۃ فانہ البس علیہ السلام علیاً و ھو البس الحسن البصری والکمیل ابن زیاد فخرقۃ الحسن البصری معروفۃ و اما الکمیل البس عبد الواحد ابن زید والبس ھو ابا یعقوب النسوی والبس ھو ابا یعقوب النہرجوری والبس ھو ابا عبد اللہ ابن عثمان والبس ھو ابا یعقوب الطبری والبس ھو ابا القاسم بن رمضان والبس ھو ابا العباس بن ادریس والبس ھو داؤد ابن محمد المعروف بخادم الفقراء والبس ھو محمد بن مالک والبس ھو اسماعیل القصری والبس ھو شیخنا بالکتابت احمد بن عمر الصوفی والبس ھو ھذا الفقیر۔ (ترجمہ) میں نے شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے جس میں خرقہ پہننے کا حال لکھا ہے۔ اور جنید تک تو مفصل لکھا ہے۔ بعد ازاں مختصر۔ تمام مشائخ خرقہ کی نسبت کو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔ اس بارے میں شیخ شہاب الدین سہروردی کا اعتماد ابن خالد کی حدیث پر ہے۔ دیگر مشائخ کے خرقہ پہنانے کے دو طریقے ہیں۔

ایک جو حسن بصریؓ سے منسوب ہے۔ دوسرا جو کمیل ابن زیاد سے منسوب ہے۔ ان کا سلسلہ یوں ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خرقہ پہنایا۔ اور انہوں نے حسن بصری اور کمیل ابن زیاد کو۔ ان میں سے حسن بصریؓ والا طریقہ رائج اور مشہور ہے۔ کمیل والا سلسلہ یوں ہے۔ کہ کمیل ابن زیاد نے عبدالواحد زاہد کو۔ انہوں نے ابا یعقوب نسوی کو۔ انہوں نے ابا یعقوب نہرجوری کو۔ انہوں نے ابا عبداللہ ابن عثمان کو۔ انہوں نے ابا یعقوب طبری کو۔ انہوں نے ابا قاسم ابن رمضان کو۔ انہوں نے ابا عباس ابن ادریس کو۔ انہوں نے داؤد بن محمد المشہور بہ خادم الفقرا کو۔ انہوں نے محمد بن مالک کو۔ انہوں نے اسماعیل بصری کو۔ انہوں نے میرے شیخ احمد بن عمر منتوقی کو اور میرے شیخ نے مجھے خرقہ پہنایا۔

خلافت مشائخ کے بارے میں مولانا فصیح الدین نے سلطان المشائخ سے سوال کیا کہ مشائخ کی خلافت کس کے لائق ہے۔ فرمایا اس شخص کے لئے جس کے دل میں خلافت کی توقع نہ ہو۔ نیز فرمایا۔ کہ شیخ ظہیر الدین سقا نے مجھ سے کہا۔ کہ میں جس کسی کو مرید بناتا ہوں۔ وہ گویا میرا شیخ بن جاتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا تمہیں شیخ الاسلام بہاؤ الدین کی طرف سے اس بات کی اجازت بھی ہے یا نہیں؟ کہا نہیں۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ جو شخص پیر کی اجازت بغیر یہ کام شروع کرتا ہے۔ اس کی یہی حالت ہوتی ہے۔

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ انسان میں کونسے وصف ہونے چاہئیں۔ جن کی وجہ سے وہ خلیفہ بننے کا مستحق ہو؟ فرمایا۔ اوصاف تو بہتیرے ہیں جن سے خلیفہ ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ لیکن مجھے یاد ہے۔ کہ جن دنوں مجھے میرے مخدوم نے اپنا خلیفہ بنایا۔ مجھے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تمہیں علم عقل اور عشق تینوں چیزیں عنایت کر رکھی ہیں۔ سو جن میں یہ تینوں ہوں۔ اس سے خلافت کا کام بخوبی سرانجام ہوتا ہے۔ نیز میں نے اپنے خواجہ صاحب سے سنا ہوا ہے۔ کہ خلافت دینے کے تین طریقے ہیں۔ سب سے اچھا تو یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے شیخ کو الہام ہو کہ اس مرید کو خلیفہ بناؤ۔ اور یہی طریقہ رحمانی ہے۔ اور اس میں خیر و برکت بھی ہے۔ دوسرا یہ کہ خود شیخ اپنے مرید کے احوال کو دیکھ کر از خود خلافت دینے کی کوشش

کرے۔ سو اس میں درستی غلطی دونوں کا گمان ہوسکتا ہے تیسری صورت یہ ہے۔ کہ مرید خود سفارش وغیرہ سے اپنے شیخ سے خلافت لے۔ اس دفعہ پر سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ اس تیسرے طریقہ کی نسبت جس میں پیر کی رضامندی نہ ہو۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا۔ یہ کیونکر جائز ہے۔ اور اس سے بہتری اور نیکی کی کیا امید ہوسکتی ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس سرہٗ کے خلیفہ فخر الدین صفا ہانسی بلگرام میں رہا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک درویش کو شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں التماس خلافت کے لئے بھیجا۔ کہ خلقت بڑا دق کرتی ہے۔ اور کلاہ وغیرہ کی طالب ہوتی ہے میں ان دنوں شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں تھا۔ آپ نے اسے منظور نہ فرمایا کچھ عرصہ تھا۔ اس کا بھیجا ہوا آدمی ناکام رہا۔ ایک دفعہ میرے ساتھ اور ایک دفعہ مولانا شہاب الدین پسر شیخ شیوخ العالم کے ساتھ جاکر شیخ کبیر کی خدمت میں اس نے عرض کی لیکن دونوں موقعہ پر آپ نے اظہار ناراضگی اور ناخوشی فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ حق کا کام ہے آرزو سے حاصل نہیں ہوتا۔ جسے ملنا ہوتا ہے بغیر خواہش ملجاتا ہے۔ میں نے تیسری مرتبہ عمدہ موقعہ پاکر پھر وہی معاملہ عرض کیا۔ اس دفعہ آپ نے فرمایا۔ کہ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کی۔ کہ آپ حاکم ہیں۔ وہ ظاہر میں تو درویشی کے کام میں لگا ہوا ہے۔ پھر آپ نے ازراہ مرحمت مولانا بدر الدین اسحاق سے اس کے واسطے خلافت نامہ لکھوایا۔ اور اس شخص کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ بعدازاں ایک دفعہ مجھے اس فخر الدین سے دہلی میں ملنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے اسے اجازت خلافت حاصل کرنے کی کیفیت بیان کرنی شروع کی میں نے دیکھا۔ کہ اسے یہ بات ناگوار گذرتی ہے۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ جو کچھ خواجہ صاحب نے اس کے حق میں فرمایا تھا۔ وہی مناسب اور ٹھیک تھا میں غلطی پر تھا۔

مولانا ضیاء الدین برنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حسرت نامے میں لکھتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اشراق سے لیکر چاشت تک آپ مجھے شرف کلام سے مشرف فرماتے رہے۔ اس دن بہت لوگ آپ کے مرید ہوگئے۔ اس اثناء میں میرے دل میں خیال آیا۔ کہ گذشتہ مشائخ تو مرید کرنیکے بارے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ لیکن سلطان المشائخ اپنے کرم وافر سے خاص و عام ہر دو کو

مرید بناتے ہیں۔ میں نے اس بارے میں سوال کرنا چاہا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں کچھ عرض کروں۔ آپ نور باطنی سے میرے خیال سے واقف ہو کر فرمانے لگے۔ کہ تم اور تو ساری باتیں مجھ سے پوچھتے ہو۔ لیکن یہ نہیں پوچھتے۔ کہ بلا تفتیش اس قدر خلقت کو مرید کیوں کرتے ہو۔ میں یہ سن کر کانپا اور آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور عرض کی۔ کہ مخدوم مدت سے یہ خیال میرے دل میں تھا۔ آج پھر میرے دل میں خیال آیا۔ اور آپ بھی نور باطنی سے اس سے واقف ہوئے آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالے نے اپنی حکمت بالغہ سے ہر ایک زمانے میں ایک خاص خاصیت رکھی ہوتی ہے جس سے ہر ایک زمانے کے لوگوں کی راہ و رسم اور عادت مختلف ہوتی ہے۔ چنانچہ گزشتہ لوگوں کے اوضاع و اطوار خال خال آدمیوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور یہ بات تجربے کی ہے۔ ارادت دراصل غیر حق سے قطع تعلق کرنا اور یاد الٰہی میں مشغول ہونا ہے جیسا کہ سلوک کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ گزشتہ مشائخ جب تک کسی کو دنیا سے تعلق قطع کئے ہوئے نہیں دیکھتے تھے۔ اپنا مرید نہیں بناتے تھے۔ لیکن شیخ ابو سعید ابو الخیر جو کہ آیت حق تھے۔ کے زمانے سے لیکر شیخ سیف الدین باخرزی تک اور شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی کے زمانے سے لیکر شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے زمانے تک یہ کیفیت رہی۔ کہ ان صاحب کرامات و درجات کے دروازوں پر خلقت کا جمگھٹا رہتا۔ اور مختلف گروہ بادشاہ امیر، غریب۔ فقیر بھی گروہا گروہ آتے۔ اور اپنے آپ کو عاقبت کے عذاب سے ڈر کر ان عاشقان خدا کی پناہ میں لاتے۔ اور یہ انہیں اپنا مرید بناتے۔ اور خرقہ توبہ اور تبرک سے سرفراز فرماتے۔ ہر ایک شخص محبوبان خدا کے معاملات پر قیاس نہیں کر سکتا۔ کہ چونکہ شیخ ابو سعید۔ شیخ سیف الدین باخرزی شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ اسرار ہم اس قدر مرید کرتے آئے ہیں میں بھی کروں میں جو مرید بناتے وقت احتیاط نہیں کرتا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے۔ کہ میں سنتا ہوں۔ کہ جو میرے مرید بنتے ہیں۔ ان میں سے اکثر گناہ سے باز آجاتے ہیں۔ اور نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ اور درود و نوافل میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اگر میں بھی پہلے ارادت کی شرطوں کا خیال رکھوں۔ اور انہیں مرید نہ بناؤں۔ تو اس قدر نیکی جو ان سے ہوتی ہے وہ بھی بند ہو جائے۔ اور وہ اس نعمت سے محروم رہ جائیں۔ دوسرے یہ کہ میرے پاس مجھے کسی کو وسیلہ لانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں ایک

کامل شیخ کی طرف سے اس بات کا مجاز ہوں۔ اور جب میں یہ دیکھتا ہوں۔ کہ ایک شخص کمال عاجزی اور مسکنت سے آکر التماس کرتا ہے کہ میں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ تو میں اس نیت سے کہ ممکن ہے ٹھیک ہو۔ میں اسے اپنا مرید بناتا ہوں۔ خاصکر میں نے سچے آدمیوں سے سنا ہے۔ کہ میرا مرید ہونا مریدوں کو گناہوں سے باز رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ جو سب سے مضبوط باعث ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک روز شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے پاس قلم دوات رکھی تھی۔ آپ نے مجھے دیکر فرمایا کہ تعویذ لکھو۔ کیونکہ مرید تعویذ دینے کا بھی مجاز ہونا چاہیئے۔ اور میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ کہ تعویذ لکھ کر حاجتمندوں کو دیا کرو۔ جب میں نے تعویذ لکھنے شروع کیئے۔ تو آپ نے یہ دیکھ کر کہ اس سے مجھے ملال آتا ہے۔ فرمایا تم ابھی لکھنے سے ملال ظاہر کرتے ہو۔ جب تمہارے پاس عام خلقت آئیگی۔ پھر کیا کرو گے۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ خلوت کا مقام ہے۔ میں نے آپ کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اور عرض کی۔ کہ مخدوم نے مجھے بزرگی عطا فرمائی اور مجھے اپنا خلیفہ بنایا یہی بڑی دولت ہے۔ میں ایک مشغلم آدمی دنیاوی میل سے نفرت کرنے والا ہوں۔ اور ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا آیا ہوں۔ یہ عہدہ بہت بڑا ہے۔ مجھ بیچارے کی طاقت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ میرے واسطے یہی ارادت اور نظر شفقت کافی ہے جب آپ نے میری عرض سنی۔ تو فرمایا کہ یہ کام تم سے بخوبی ہو سکیگا۔ میں نے بہتیری معافی مانگی۔ اس معافی مانگنے سے آپ پر حالت طاری ہوئی۔ اور مجھے نزدیک بلا کر فرمایا۔ کہ نظام! تجھے واضح رہے۔ کہ یہ تو معلوم نہیں کہ قیامت کو مسعود بندے کی درگاہ بے نیازی میں عزت ہوگی یا نہ۔ لیکن اگر ہوئی۔ تو میں تم سے اقرار کرتا ہوں۔ کہ اس وقت تک بہشت میں پاؤں نہ رکھوں گا جب تک تمہارے مریدوں کو ساتھ نہ لے لونگا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

ما ندار یم غم دوزخ و سودائے بہشت ہر کجا خیمہ زدی اہل دل آنجا آیند

الغرض اس بات پر پہنچکر سلطان المشائخ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ مجھے خلافت اس طرح ملی تھی باوجود اس حالت کے کبھی مجھ سے یہ کام ٹھیک ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ میں نہیں جانتا۔ وہ لوگ اس کام سے کس طرح عہدہ برا ہوتے ہونگے۔ جو ساری عمر اس کی تلاش میں رہے اور حیلے اور مکر و فریب سے اس نازک کام کو اختیار کر رکھا ہے۔ تیسرے یہ کہ جب مجھ سے

ایک ایسے شخص نے یہ وعدہ کر رکھا ہے جس کی نسبت مجھے یقین ہے۔ اور میں آنکھوں سے مشاہدہ کر چکا ہوں - کہ وہ درگاہِ بے نیازی کا واصل ہے۔ اور جس نے شیخ بایزید - جنید اور دوسرے مستانِ عشقِ الٰہی سے جامہ لیا ہے۔ کہ تمہارے مریدوں کو اپنے ساتھ بہشت میں لے جاؤں گا۔ ایسی صورت میں میں کیونکر کسی کو اپنا مرید بننے سے روک سکتا ہوں ؎

بدست گیرہ بروں آرو دستگیری کن　　　　که جز محبت تو ہیچ دستگیر ندارم

{نکتہ دربیان حال شیخ}

میں (مصنف) نے سلطان المشائخ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے :-

ادنیٰ حال الشیخ ان یکون موصوفا باوصاف اولھا ان یکون مراداً حتی یمکنہ تربیت المرید والثانی ان یکون سالکا حتی یقدر علی الدلالۃ والثالث ان یکون مودبا حتی یوذب والرابع ان یکون جواداً غیر ملتفت الی الکون والخامس ان لا یکون مولعا فی مال المرید بفعلہ والتاسع ما نھی عنہ نھی المرید عنہ دینز جر والعاشر اذا قبل المرید الله تعالی فلا یردہ لاحد فان کان الشیخ بھذہ الصفۃ لا یکون المرید الا صادقا - (ترجمہ) شیخ کی ادنیٰ حالت یہ ہونی چاہئیے - کہ حسب ذیل صفات سے موصوف ہو۔ اوّل یہ کہ مراد و مطلوب ہو تاکہ مرید کی تربیت پر قادر ہو۔ دوسرے یہ کہ خود سالک ہو - تاکہ مرید کی راہنمائی کر سکے تیسرے خود صاحب آداب ہو تاکہ مرید کو ادب سکھلا سکے - چوتھے صاحب جود و عطا اور بے ریا ہو - پانچویں مرید کے مال کی طمع نہ کرے - چھٹے جہاں تک ہو سکے - نرمی سے مرید کو ادب سکھلائے سختی اور بے رحمی سے اسے ادب نہ سکھلائے - ساتویں جہاں تک ہو سکے مرید کو اشارے سے نصیحت کرے - زبان سے نہ کہے - آٹھویں جس چیز کے لئے شیخ خود مامور ہے - اس کے کرنے کا مرید کو صریحاً حکم دے - نویں جس سے خود روکا گیا ہے - اس سے اپنے مرید کو بھی روکے - دسویں یہ کہ جب کسی مرید کے سلسلہ قبول کرے - تو اسے رد نہ کرے - اگر شیخ میں یہ صفات پائی جاتی ہوں - تو اس کے مرید ضرور بالضرور صادق القول ہونگے "

{نکتہ دربیان ولی وولایت وولایت}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ولی کے تین درجے ہوتے ہیں - ایک ولی جسے شہ اس

حال کی خود خبر ہو نہ خلقت کو۔ دوسرے یہ کہ لوگ اسے ولی سمجھتے ہوں۔ لیکن خود اسے اپنے ولی ہونے کا علم نہ ہو تیسرے یہ کہ وہ ولی حق ہو۔ اور اسے خود اپنے ولی ہونے کا علم ہو۔ اور لوگوں کو بھی معلوم ہو کہ یہ ولی ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ انبیاء گوشہ نشین نہیں ہوتے۔ ایک رسالہ میں امام ابوالقاسم قشیری لکھتے ہیں۔ کہ ولی کے دو معنی ہیں۔ ایک فعیل بمعنی مفعول یعنی ولی وہ شخص ہوتا ہے۔ جو اپنے امور میں اللہ تعالےٰ کو اپنا متولی بناتا ہے۔ قولہ تعالےٰ وھو یتولی الصالحین فلا یکلہ لنفسی لحظۃ بل یتولی الحق لہٗ سبحانہ وتعالیٰ۔ دوسرے فعیل صیغہ مبالغہ من الفاعل یعنی پے در پے بغیر خلل عبادات اور طاعات کو جاری رکھتے۔ پس ولی ہونے کے لئے مذکورہ بالا دو نو صفات کا ہونا ضروری ہے۔ اس میں اختلاف رائے ہے۔ کہ آیا ولی کو اپنے ولی ہونے کا علم ہونا لازمی ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں لاعلمی جائز ہے۔ کیونکہ ولی اپنے آپ کو حقیر سمجھے ہوئے ہوتا ہے اگر اس سے کوئی چیز بطور کرامت ظاہر ہو۔ تو ڈرتا ہے۔ کہ شاید کہیں یہ مکر ہی نہ ہو اس حال سے اس پر خوف طاری ہوتا ہے۔ اور یہ اس کا ڈرنا حال کے خلاف نہ ہو جائے۔ پس یہ لوگ اس حال اور قال پر ہیں۔ وہ ولایت کی بڑی شرط وفائے انجام کو سمجھتے ہیں۔ یعنی اگر معاملہ انجام کے موافق ہو تو ولی ہوتا ہے۔ بعض کی یہ رائے ہے۔ کہ ولی کو اپنا ولی ہونا معلوم ہونا چاہئے۔ یہ لوگ وفائے انجام کو ضروری شرط قرار نہیں دیتے۔ پس ان کے نزدیک جائز ہے۔ کہ ولی کرامت سے مخصوص ہو۔ اور اسے اس بات کا علم ہو کہ میرا انجام بخیر ہو گا۔ کیونکہ اولیاء کی کرامت جائز ہے پس یہ حال عاقبت کے خوف سے نکلے ہونے کا باعث ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اس قسم کے لوگ میرے یار ہیں۔ جو بہشت میں میرے ساتھ جائینگے۔ آنحضرتؐ کو اس بات کا علم ہے۔ کہ ان لوگوں کا انجام نیک ہو گا ۔

سلطان المشائخؒ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ کو ولایت اور ولایت دونو حاصل ہوتی ہیں۔ ولایت یہ ہے۔ کہ مریدوں کو خدا رسیدہ بنائے اور طریقت کے ادب سکھلائے اور جو کچھ اس کے اور خلقت کے درمیان ہے اسے ولایت کہتے ہیں۔ اور وہ خاص محبت ہے۔ جب شیخ دنیا سے گزر جاتا ہے۔ تو ایسی ولایت اپنے ساتھ

لے جاتا ہے۔ لیکن ولایت کسی کے سپرد کر جاتا ہے۔ اگر نہ بھی دے تو جائز ہے کہ اللہ تعالے نے ولایت دوسرے کو دیدے۔ لیکن ولایت اس کے ساتھ ہی جاتی ہے۔ اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ کسی بزرگ نے اپنے ایک مرید کو کسی اور بزرگ کی خدمت میں بھیجا۔ کہ چونکہ آج رات ابوسعید ابوالخیر اس دارفانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ ولایت کس کے سپرد ہوئی ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ بعد ازاں معلوم ہوا۔ کہ وہ ولایت شمس العارفین کو ملی ہے۔ اسی رات لوگ شمس العارفین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پیشتر اس کے کہ وہ کچھ عرض کریں شمس العارفین نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالے کے کئی شمس العارفین ہیں۔ شاید کونسے شمس العارفین کو وہ ولایت دی گئی ہے۔

سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اولیاء اللہ اس دنیا سے کوچ کرنے وقت تک ایسے ہوتے ہیں جیسے کوئی سویا ہوا ہو۔ اور اس کا معشوق اس کے پاس ہو۔ اور جب اس دنیا سے کوچ کرتے ہیں۔ تو گویا نیند سے بیدار ہوتے ہیں۔ اور اپنے مطلوب کو جس کی طلب میں انہوں نے اپنی ساری عمر عزیز صرف کی ہوتی ہے۔ اپنے بستر پر پاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خیال کر سکتے ہو۔ کہ انہیں کس قدر خوشی ہوتی ہوگی حاضرین میں سے ایک نے پوچھا۔ کہ آیا بعض اولیا کو دنیا میں بھی نعمت مشاہدہ حاصل ہو جاتی ہے؟ فرمایا۔ ہاں ہو جاتی ہے۔ لیکن جو نعمت وہ اس گھڑی دیکھ رہے ہیں۔ جب وہ بدرجہ کمال ترقی کرتی ہے۔ تو ان کی مثال ایسے شخص کی طرح ہو جاتی ہے۔ جو سو کر اٹھتے وقت بھی اپنے محبوب کو اپنے پاس پاتا ہے۔ حدیث شریف "الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا" یعنی دنیا میں جو شخص جس چیز میں مستغرق ہے۔ جب وہ مرتا ہے تو اس کا مطلوب اسے دیا جاتا ہے۔

{ نکتہ در بیان کرامت }

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ کرامت سے تین چیزیں حاصل ہوا کرتی ہیں۔ ایک علم بغیر پڑھنے کے۔ جیسے کہ خواجہ ابوحفصؒ نیشاپوری سفر حج کی اثناء میں جب بغداد پہنچے۔ تو خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے عربی زبان میں بڑے فصاحت و بلاغت سے کلام کیا۔ دوسرے جو کچھ عام لوگ خواب میں دیکھتے ہیں۔ وہ اولیاء اللہ بیداری کی حالت میں دیکھتے ہیں۔ تیسرے عوام الناس کے تصور کا جو اثر ان کی ذات پر پڑتا ہے وہ

اولیاء اللہ دوسرے پر ڈال سکتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی حوض کا خیال کرتا ہے۔ تو اُس کے مُنہ میں پانی بھر آتا ہے۔ یہ تصور کی تاثیر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی صاحب کرامت تصور کرے۔ تو غیر کے نفس پر اس تصور کا اثر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی کے مرنے کا تصور کرے۔ تو وہ شخص مر جاتا ہے۔ اگر کسی کو دیکھنے کا تصور کرے۔ تو وہ شخص فوراً حاضر خدمت ہو جاتا ہے۔ خوارق عادت کے چار درجے ہیں۔ معجزہ کرامت معونت اور استدراج۔ معجزہ صرف انبیاء کو نصیب ہے۔ کیونکہ ان کا علم وعمل دونو کامل ہوتے ہیں۔ وہ اہل صحو ہیں۔ کرامت اولیاء کو نصیب ہوتی ہے۔ ان کا علم بھی کامل ہوتا ہے۔ اولیاء اور انبیاء میں فرق صرف اتنا ہے۔ کہ انبیاء حال پر غالب ہوتے ہیں۔ اور اولیاء پر حال غالب ہوتا ہے۔ معونت کا یہ مطلب ہے۔ کہ بعض دیوانوں سے جنہیں نہ علم ہے نہ عمل بعض باتیں بطور خرق عادت ظہور میں آتی ہیں۔ استدراج یہ ہے۔ کہ جو لوگ صاحب ایمان نہیں۔ مثلاً جادوگر وغیرہ ان سے خلاف عادت کوئی بات ظہور میں آتی ہے ؂

میں (مصنفؒ) نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ وقد جرت السنة الالٰهية ان لا يخرج شيئاً من عالم الغيب الى الشهادة الا بواسطة كقول ابن مسعود بعد ماسأل النبي عليه السلام وابوبكر رضي الله عنه اللبن انا موتمن لست لبنا فيها فقد عاشا لم ينزعليه فحل وشرب ما استخرج اللبن الا بالضرع مع ان الله تعالىٰ قادر على ابلاغهم من غير ضرع وان اباهريرة اسلم من خير ملازم النبي عليه السلام ثلاث سنين وقد زادت رواية على رواية من لازم مدة عمره دبسيط كسا مة مشهور فكيف ينكر على من اودع العلوم في كساء الى هريرة اودع اسراراً في خرقة البسها عليا رضي الله عنه قال عائشة رضي الله عنها خرج رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم غداة وعليه مرط من شعر اسود فجاء الحسن فادخله معه ثم الحسين فادخله معه ثم فاطمة فادخلها معه ثم علي فادخله معه ثم قال انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا انظر السنة الالٰهية باذهاب الرجس بادخال النبي عليه السلام تحت مرطه (ترجمہ) اللہ تعالےٰ کا ہمیشہ سے یہ طریقہ چلا آیا ہے۔ کہ وہ عالم غیب کی کوئی بات عالم شہادت میں بغیر وسیلہ نہیں

بھیجتا مثلاً ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ قول جبکہ ان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پینے کے لئے دودھ مانگا۔ تو اس نے پلانے سے انکار کیا۔ پھر آنحضرتؐ نے ایک نوعمر بکری جو ابھی تک گیابھن نہ ہوئی تھی منگائی۔ اور اس کے تھنوں سے دودھ پیا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ اس بات پر قادر تھا کہ اگر چاہتا۔ تو بغیر تھنوں کے ہی دودھ پیدا کرسکتا۔ دوسرے یہ کہ ابوہریرہ جو اچھے وقت میں ایمان لائے۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر تین سال رہے اس عرصے میں جو احادیث آپ نے اکٹھی کیں۔ وہ دوسرے محدثوں اور راویوں کی حدیثوں سے جو ساری عمر آنحضرتؐ کی خدمت میں رہے۔ زیادہ قابل اعتبار تسلیم کی جاتی ہیں۔ ابوہریرہؓ کی گودڑی کی وسعت معلوم ومشہور ہے۔ پس ایسی ذات پر کیونکر اعتبار نہ کیا جائے۔ جبکہ ابی ہریرہ کی گودڑی میں امانت رکھی گئی۔ اور اسرار الٰہی اس خرقہ میں رکھے گئے۔ جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پہنا یا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سیاہ بالوں کی گودڑی پہنے آئے۔ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آئے۔ تو انہیں آنحضرتؐ نے اس گودڑی میں داخل کرلیا۔ بعد میں امام حسین رضی اللہ عنہ آئے۔ تو انہیں بھی پھر حضرت فاطمۃ الزہرا آئیں تو انہیں بھی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے۔ تو انہیں بھی گودڑی میں داخل کرلیا۔ بعد ازاں جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بیشک اللہ تعالےٰ کی مرضی ہے۔ کہ تمہیں پاک کرے سو دیکھو اللہ تعالےٰ کی مرضی یوں تھی۔ کہ مذکورہ بالا صاحبان کو آنحضرتؐ کی گودڑی میں لاکر پاک کرے +

{ نکتہ دربیان ستر کرامت }

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ فرض اللہ تعالیٰ کتمان الکرامت علی اولیائہ کما فرض علی انبیائہ اظہار المعجزۃ۔ اللہ تعالےٰ نے اولیاء پر کرامت کا چھپانا اسی طرح فرض کردیا ہے جیسے انبیاء پر معجزوں کا ظاہر کرنا۔ پس اگر کوئی ولی کرامت کو ظاہر کرتا ہے۔ تو وہ گویا فرض کی ترک کرتا ہے۔ سو فرض کی ترک ایک برا فعل ہے۔ سلوک کے سو درجے ہیں۔ جن میں سے سترواں درجہ کشف وکرامت کا ہے۔ اگر سالک اسی میں رہے۔ تو باقی کے تراسی کیونکر حاصل کرسکتا ہے +

نیز فرمایا۔ کہ شیخ عثمان حرب آبادیؒ نہایت بزرگ آدمی تھے۔ آپ نے ایک تفسیر لکھی ہے جو

نہایت معتبر سمجھی جاتی ہے۔ آپ غزنی میں سبزی پکا کر بیچا کرتے تھے۔ پھر زبان مبارک سے عنایت غیبی کے بارے میں یہ شعر پڑھا ؎

حق بہ شباں تاج نبوّت دہد — ورنہ نبوّت چہ شناسد شباں

اگر کوئی شخص آپ کو کھوٹا پیسہ بھی دیتا۔ تو آپ اسے سالن دے دیتے۔ اور حالانکہ آپ کو اس پیسے کے کھوٹے کھرے کی تمیز نہیں۔ چنانچہ بہت لوگ کھوٹے سکے آپ کو دے جایا کرتے۔ اور سالن خرید لیجایا کرتے۔ جب آپ کے انتقال کا وقت آیا۔ تو آسمان کی طرف رخ کر کے عرض کی۔ بارخدایا! تجھے معلوم ہے۔ کہ لوگ مجھے کھوٹے سکے دے جایا کرتے تھے۔ اور میں انہیں بطور کھروں کے قبول کیا کرتا تھا۔ اور انہیں واپس نہیں کیا کرتا تھا۔ اگر مجھ سے بھی کوئی کھوٹی عبادت ہو گئی ہے۔ تو مجھے واپس نہ کرنا۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ ایک صاحب دل درویش نے شیخ عثمان سے سالن مانگا۔ آپ نے چمچہ ہانڈی میں سے نکالا۔ تو موتیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس درویش نے کہا میں اسے کیا کروں۔ پھر شیخ عثمان نے چمچہ بھرا۔ تو وہ سونے سے پُر تھا۔ درویش نے کہا۔ وہ کنکر تھے اور یہ پتھر مجھے تو کھانے کی چیز درکار ہے۔ درویش یہ حالت دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ اب تجھے یہاں زیادہ مدت نہیں رہنا چاہیئے۔ چنانچہ انہیں دنوں شیخ عثمان کا انتقال ہو گیا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب درویش سے اس قسم کی کرامات ظاہر ہونے لگتی تھیں۔ تو پھر اسے زیادہ دیر تک دنیا میں نہیں رکھا جاتا۔ خواجہ سنائی فرماتے ہیں ؎

ہیچ مستا روئے شہر افروز نہ — چوں نمودی برد ہستند پسوز نہ

آں جمال تو چیست مستئے تو — واں سپند تو چیست ہستئے تو

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو کچھ اولیاء سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ ان کی مستی ہے لیکن جو کچھ انبیاء سے ظاہر ہوتا ہے وہ عالم صحو یعنی ہوش میں ہوتا ہے۔ خواجہ سنائی نے جو مستی کا ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تو نے مستی کو ظاہر کیا یعنی بھید ظاہر کر دیا۔ تو پھر تجھے دنیا میں زیادہ دیر نہیں رہنا چاہیئے۔ اور اسے اس عبارت میں ظاہر کیا ہے ؎

آں جمال تو چیست مستئے تو — واں سپند تو چیست ہستئے تو

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص کامل ہے۔ وہ کسی طرح بھی بھید کو ظاہر نہیں کرتا۔ اسرار الٰہی کے لئے خاص قسم کا حوصلہ اور کوشش درکار ہے۔ سو اس کام کے لئے اہل صحو زیادہ

مناسب ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ انسان کے لئے کشف و کرامت سدراہ ہے۔ اصلی کام تو محبت پر قائم رہنا ہے۔ کرامت پیدا کر لینا کوئی بڑا کام نہیں۔ یہ تو ٹکڑ گداؤں کا کام ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ خواجہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے دجلہ کنارے ایک ماہی گیر کو دیکھا۔ اسے فرمایا۔ کہ اب کی مرتبہ جال پھینک۔ اگر میں صاحب کرامت ہوں۔ تو جال میں مچھلی آئیگی۔ جس کا وزن اڑھائی سیر ہوگا۔ جب ماہی گیر نے جال پھینکا۔ تو ایک مچھلی جال میں آئی۔ وزن کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ ٹھیک اڑھائی سیر ہے۔ جب یہ خبر شیخ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے سُنی تو فرمایا۔ کاش! اس جال میں سانپ کیوں نہ آیا۔ جو ابوالحسن کو ڈستا اور وہ مرجاتا۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ یوں کیوں فرماتے ہیں؟ فرمایا۔ اگر اس وقت اسے سانپ ڈستا اور ہلاک ہوجاتا۔ تو شہید ہوجاتا۔ چونکہ ایسا نہیں ہوا۔ اب مجھے معلوم نہیں۔ کہ غرور کرامت کی وجہ سے اس کا انجام کیسا ہو +

نیز فرمایا۔ کہ شیخ سعید الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت باعظمت و پیر مرد تھے۔ اس شہر کا حاکم آپ کے حق میں بد اعتقاد تھا۔ ایک روز جب آپ کے مکان کے پاس سے گذرا۔ تو اُس نے اپنے اردلی کو بھیجا۔ کہ ذرا اس شیخوٹے کو بلالا۔ آدمی نے آکر شیخ صاحب کو پیغام پہنچایا۔ آپ نے ذرا توجہ نہ کی۔ بلکہ اُٹھ کر نماز میں مشغول ہوگئے۔ جب اردلی نے آکر حال بیان کیا۔ تو بادشاہ کا غصہ فرد ہوا۔ اور گھوڑے سے اُتر کر شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اُٹھ کر خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ اور دونوں ایک جگہ اکٹھے بیٹھ گئے۔ پاس ہی ایک باغیچہ تھا۔ شیخ صاحب نے حکم دیا کہ سیب لاؤ۔ جب دونوں صاحب کھانے لگے۔ تو اس تھال میں ایک بڑا سیب دیکھ کر بادشاہ نے خیال کیا۔ کہ اگر شیخ صاحب فی الواقعہ صاحب کرامت ہیں۔ تو وہ سیب مجھے دینگے آپ اس خیال سے مطلع ہوتے ہی اس سیب کو اُٹھا کر فرمانے لگے۔ کہ ایک دفعہ سفر کرتا ہوا جب میں ایک شہر میں پہنچا۔ تو دیکھا کہ ایک مداری کھیل کر رہا ہے۔ اس کے پاس ایک گدھا تھا جس کی آنکھیں کپڑے سے باندھ کر ناظرین کو کہا۔ کہ تم میں سے کوئی صاحب یہ انگشتری لے لیں۔ میرا گدھا فوراً پہچان لیگا۔ کہ کس کے پاس انگشتری ہے چنانچہ ایک شخص کو انگشتری دے دی۔ اور گدھا چھوڑ دیا۔ گدھے نے ایک ایک کرکے سونگھنا شروع کیا۔ آخر جس کے پاس انگوٹھی تھی۔ اس کے پاس جاکر کھڑا ہوگیا۔

شیخ صاحب نے یہ نظیر پیش کر کے بادشاہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اگر آدمی کرامت دکھلائے۔ تو اس گدھے کی طرح ہے۔ اور اگر نہ دکھلائے تو کہتے ہیں۔ کہ اس شخص میں صفائی نہیں۔ یہ کہہ کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا۔ مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ ہمارے مشائخ قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ بھید کو چھپانا تھا جیسا کہ موقعہ بموقعہ انکے حالات میں لکھا گیا ہے۔ خواجہ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

من غلام گزیدہ مردانم | یاد دائم فدائے شاں جانم
قدر شان پیش امر پالیدہ | کشف راز یر کفش مالیدہ
کشف اگر شد گردوت برتن | کشف راز بر ساز و بر سر زن

[نکتہ دربیان تلقین شدن اسم از زبان سلطان المشائخ در بیان ارادت آوردن کاتب حروف محمد مبارک علوی کرمانی المدعو بامیر خورد بحضرت باعظمت سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدین خواجہ محمد ابن احمد ابن خواجہ علی الحسینی البخاری بداؤنی قدس اللہ سرہم العزیز +]

خوب اعتقاد مریدوں کے حق پذیر دلوں پر واضح رہے۔ کہ خواجگان چشت کے مکرم طبقہ کے مشائخ کی آستان آسمان سا کا بندہ اور بندہ زادہ اور اس کے آباو اجداد ان مشائخ کبار کے خدمتگذار رہے ہیں۔ اور ان بزرگوں سے دینی اور دنیوی نعمت حاصل کی ہے ؎

بیچارگان عشق تو بر تحفۂ زلف تو | بر باد دادہ جان و دل و خانمان خویش
از حضرت مشائخ دیدار یافتند | مطلوب ہر دو عالم و مقصود جان خویش

الغرض جب یہ بندہ (مصنف) پیدا ہوا۔ تو میرے دادا جان سید محمد کرمانی جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے سابقہ مریدوں میں سے تھے۔ اور میرے نانا صاحب مولانا شمس الدین دامغانی جو حضرت سلطان المشائخ کے ہم سبق تھے۔ میرا نام مقرر کرانے کے لئے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ کہ اس بچے کا نام کیا رکھنا چاہیئے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ آپ بزرگ ہیں۔ آپ ہی نام تجویز فرمائیں۔ سید محمد مولانا شمس الدین کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ کہ آپ نام مقرر

کریں۔ مولانا شمس الدین نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ہم آپ کی خدمت میں اسی مطلب کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ کہ آپ اس بچے کا نام مقرر فرمائیں بعدازاں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ میرا نام محمدؐ ہے سید صاحب کا نام بھی محمدؐ ہے۔ اور آپ کا نام بھی محمدؐ ہے۔ اس لئے میرے خیال میں اس بچے کا نام محمد رکھنا چاہئے یہ دولت اُس روز سے مجھے نصیب ہوئی۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بندہ را نام خویشتن نبود　　　　ہر چہ ما را لقب کنند آنیم

جب میں بالغ ہؤا۔ تو اپنی والدہ بزرگوارہ اور اپنے نانا مولانا شمس الدین دامغانی رحمۃ اللہ علیہما کی سعی جمیلہ سے حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہٗ کی ارادت کے شرف سے مشرف ہؤا۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

سعادت ابدی در پے ارادت تست　　　　چنانکہ عید مبارک ز بعد ماہ صیام

بندہ عرض پرواز ہے ؎

اے دست تو دستگیر جان و دل من　　　　اے روئے تو حل عقدۂ مشکل من

خاک در تست افسر و تاج سر من　　　　عشق رخ تست جملہ حاصل من

جب سلطان المشائخ نے مجھے اپنا مرید بنایا۔ اُس وقت چاشت کا وقت تھا۔ اور آپ جماعت خانے کی چھت پر حجرے کے سامنے مقام معہودہ پر چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے ؎

بر تخت نشستہ بود چو سلطان عاشقان　　　　آں سرور مشائخ برہان عاشقان

در ہر شکستہ زلفش لطائف عارفان　　　　سرگشتہ باد گرد سرش جان عاشقان

آپ اُس وقت گریہ میں مستغرق تھے۔ سبحان اللہ اُس قسم کا گریہ تھا۔ کہ اگر کسی وقت آپ مسکراتے بھی تو بھی آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے ؎

اسیر گریہ تو ہر کہ دید یک نظرش　　　　غلام خندۂ تو عالم است اے سلطان

عجب تر آنکہ بگاہ تبسم از گریہ　　　　دو چشم روشنت از آب و نما غلطان

مولانا شمس الدین مجھے اور میرے دونو بھائیوں سید لقمان اور سید داؤد کو ہمیت سلطان المشائخ کی خدمت میں لے گئے۔ مولانا شمس الدین کے لئے کرسی لاکر سلطان المشائخ کی چارپائی کے پاس رکھدی گئی۔ مولانا کرسی پر بیٹھے۔ اور مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

ہم سے پہلے کے آئے ہوئے تھے۔ علم طب کے بارے میں گفتگو کر کے چلے گئے۔ مولانا شمس الدین نے میرے اور میرے بھائیوں کے بارے میں سلطان المشائخ کی خدمت میں یوں عرض کی۔ کہ آپ کے دُعاگو سید مبارک کے بیٹے حلقہ غلامی میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ آپ ازراہِ لطف و کرم انہیں شرف ارادت سے مشرف فرمائیں گا سلطان المشائخ نے فرمایا۔ مولانا! یہ ہمارے فرزند ہیں ؎

ایس از کرمت سزد ولیکن گوئم ۔۔۔ اے کاش سگے باشم اندر رہِ تو

پھر مجھے شرف ارادت سے مشرف فرمایا۔ اور کلاہ میرے سر پر رکھی۔ اس وقت سلطان المشائخ پر گریہ اس قدر غالب ہوا۔ کہ تلقین نہ فرمائی۔ الغرض میں اپنے آبا و اجداد کی طرح سلطان المشائخ کی دیوار کے سائے میں پرورش پانے لگا ؎

پرورش مے یافتم در سایۂ دیوارِ تو ۔۔۔ من کہ باشم جملہ عالم پرورش مے یافتہ

پھر میں کبھی مولانا شمس الدین مذکور اور کبھی اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ سلطان المشائخ کے دیدار سے مشرف ہوا کرتا ؎

کسیکہ روئے تو دیدہ است اعتقاد من آنست ۔۔۔ کہ او نجات ابد یافتہ است از جہان

بدردِ عشق تو مے میرم و ہمے طلبم ۔۔۔ کہ روئے خوب تو بینم کجاست این درمان

اگرچہ میں اِن دونوں معانی کا ادراک اس قدر نہ کرسکتا تھا لیکن تاہم سلطان المشائخ کی برکت سے بہت کچھ حاصل ہو جاتا ؎

از وقت تو دہ قتے عالمے خوش گشتہ است ۔۔۔ در عشقِ تو جاں زاندوہ غم رستہ است

جاناں ز نعمت دو کون برشد آرے ۔۔۔ با روئے تو عشق عقد محکم بستہ است

علاوہ ازیں آپ کی نعمت دیدار اور ذوق مجلس سے جو آنحضرت صلعم کی مجلس کے مشابہ تھی اور گریہ وقت جو مجھ پر دست شفقت پھیرا کرتے تھے اس سے بہت شرف و نعمت حاصل ہوتے ؎

گریۂ تو کہ مایۂ عشق است ۔۔۔ عاشقانِ جہان بدیدہ خرند

پس ازاں دیدہ خونِ دل چو آب ۔۔۔ بر درت عاشقان زدیدہ برند

اور دِل پر اِن کا اثر بڑا گہرا ہوتا تھا ؎

چناں در خاطرم دادہ است جایت ۔۔۔ کہ خواہم مردن اندر زیر پایت

نیز اس وقت تک جو سماع میں سننا اور رقت طاری ہوتی - وہ بھی سلطان المشائخ کے پسندیدہ اوصاف و اخلاق حمیدہ کی وجہ سے ہوتی - براہِ راست نہیں بلکہ آنجناب کے وسیلہ سے - خواجہ سنائی فرماتے ہیں ؎

بصحرائے محبت شو اگر بوئے ہمے یابد　　　　که آنجا باغ و رباغست خوان و رخوان دا درا

جو بھی یادِ دنیاوی ہم مجھے پیش آتی - تو میں حضرت سلطان المشائخ کی روح افزا مصفا صورت کا تصور کرتا جس کی خواہش میں آسمان، فرشتے، جن اور انسان سر ٹپکتے پھرتے ہیں - اور سلطان المشائخ کے وقت پاک کی برکت سے اس بندے کی وہ مہم آسان ہو جاتی ؎

حاصل عشق تو ہر دو جہاں روئے تو بس　　　　خانۂ اہلِ دلاں گشتہ سر کوئے تو بس
ہر کسے سوئے کسے روز قیامت بینید　　　　نظر بندہ دراں ہیں سوئے تو بس

؎

تو بادشاہِ جہانی بتر اسنرد نظرے　　　　بحالِ ما کہ گدایانِ کوئے سلطانیم

چونکہ آپ کی محبت میرے دِل میں گھر کر گئی تھی ؎

بہ سلطانی نشستی در دل و جان　　　　نکو کردی تو اے سلطانِ خوباں

؎

اے ز عشقت خراب خانۂ دِل　　　　روشن از آفتاب خانۂ دِل
چشمہا خون دِل رواں کردند　　　　دوست چوں شیشہ در میانۂ دل

اس لئے یہ بیچارہ جان و دِل سے صاحبدلوں کے اس سردار کا گرویدہ ہو گیا۔ مصرعہ

بحمد اللہ کہ دِل را یافتم اندر خم زلفش

نیز اس احقر نے سلطان المشائخ کو چند مرتبہ خواب میں بھی دیکھا ؎

ہمہ دعائے تو گویم بوقت بیداری　　　　ہمہ خیالِ تو بینم چو باشم اندر خواب

سو خواب کا اثر اور ثمرہ ظاہر ہے - اور ایسے خواب کا تو ضرور ہونا چاہیئے - جو ایسے مرید کو آئے جس کے دِل میں اپنے مرشد کے سوا اور کسی کی محبت نہ ہو ؎

چناں فراخ نشستہ است یار در دلِ تنگ　　　　کہ ہیچ زحمت اغیار در نمے گنجد

جو دل کہ پیر کی محبت میں غرق ہو - وہ حق تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے - شیطان ملعون کی

کیا ہستی۔ کہ دوستانِ الٰہی کی صورت بن کر خواب میں ملے۔ خود پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل بی" جس نے مجھے خواب میں دیکھا۔ اس نے فی الواقع مجھی کو دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ چونکہ شیخ پیغمبر کا قائم مقام ہوتا ہے۔ جیسا کہ ان الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔ سے ظاہر ہے۔ پس شیطان جس طرح پیغمبروں کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح مشائخ کی بھی نہیں کر سکتا۔ اسی واسطے مرید شیطانی شر سے شیخ کی پناہ میں محفوظ رہتا ہے۔ پہلی مرتبہ جب میں نے سلطان المشائخ کا جمال پاک خواب میں دیکھا۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

این تو ئی یا بخواب مے بینم | یا بہ شب آفتاب مے بینم

تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ سلطان المشائخ جماعت خانہ کی چھت پر اپنے حجرے کے اندر چارپائی پر رو بقبلہ بیٹھے ہیں۔ اور سامنے لکھنوتی بوریا بچھا ہے۔ جس کے ایک کونے میں گھریلو جبہ اور ایک سفید پگڑی رکھی ہوئی ہے۔ جب میری نگاہ آپ کے جمال مبارک پر پڑی۔ میں نے فی الفور سر زمین پر رکھ دیا۔ خواجہ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

ہر کہ او سر برین ستانہ نہد | پاشنہ بر تارک زمانہ نہد

جب میں نے سر اٹھایا۔ تو حضرت سلطان المشائخ نے بندے کی طرف اشارہ کیا۔ کہ یہ کپڑے پہن لو۔ میں نے آپ کے روبرو وہ جبہ پہن لیا۔ اور دستار سر پر باندھی اور سر زمین پر رکھ دیا۔ اور آداب بجا لا کر واپس آیا ؎

پوشیدہ شدہ خلعت و سر بر زمین ناز | آں خلعت مبارک و آں جامۂ نیاز

؎

چگونہ شکر تواں گفتن ایں کرامت را | کہ خلعت شہ عالم بدیں گدا برسد

میں دستار اور جبہ پہن جماعت خانے میں آیا۔ اس وقت ظہر کا وقت تھا۔ اور یار نماز کے لئے حاضر تھے۔ اور سلطان المشائخ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ سلطان المشائخ کے ساتھ نماز ادا کروں۔ اس خیال کا آنا ہی تھا۔ کہ آپ تشریف فرما ہوئے۔ اور میں نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ اور خواب سے بیدار ہوا۔

دوسری مرتبہ دیکھنے کی کیفیت یوں ہے۔ کہ جب میرے بھائی سید عماد الدین امیر صالح اور سید نور الدین شیخ نصیر الدین محمود کے مرید ہوئے۔ تو مجھے بھی کہا تم بھی انہیں کے مرید ہو جاؤ۔ کیونکہ جس وقت تم سلطان المشائخ کے مرید ہوئے تھے۔ انہوں نے تمہیں تلقین نہیں فرمایا تھا۔ میں نے کہا کہ سلطان المشائخ نے مجھے بیعت فرمایا۔ اور میرے سر پر کلاہ رکھی۔ اور اپنا مرید بنایا ؎

کلاہ بر سر نہاد و کرد قبول　　　　قبول اوست بہ تحقیق نزد حق مقبول

جن دنوں تلقین و ارادت کی گفت و شنید ہو رہی تھی۔ ایک رات میں نے سلطان المشائخ کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ جماعت خانے کے اوپر بڑ کے درخت کی طرف ایک کونے میں جو دریا کے کنارے کی طرف ہے۔ اور جہاں پردے کے لئے ایک چھوٹی سی دیوار بنا رکھی ہے۔ اس واسطے کہ سلطان المشائخ وہاں گرمی کے دنوں میں سائے تلے بیٹھیں۔ اور درخت کی شاخیں بھی اسی طرف کو جھکی ہوئی ہیں۔ بیٹھے ہیں۔ جب میں نے اس دروازے سے جس کی راہ چھت پر جانے تھے سر اندر کیا۔ تو سلطان المشائخ کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ نگاہ پڑتے ہی میں نے سر زمین پر رکھ دیا ؎

اینک بدرت نہادہ ام سر　　　　اے سرورِ عاشقانِ عالم

اس موقعہ پر دل میں تلقین و ارادت کی گفت و شنید کا خیال آیا۔ کہ اگر عرض کرنے کا موقعہ ملا تو ضرور پوچھوں گا۔ لیکن جب میں نے سر اٹھایا۔ تو سلطان المشائخ نے اپنا دستِ مبارک میری طرف اس طرح بڑھایا۔ گویا دست بیعت کرتے ہیں۔ مگر زبان سے کچھ نہ فرمایا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

دستِ من گیر کہ بیچارگی از حد بگذشت　　　　سرِ من دار کہ در پائے تو ریزم جاں را

سلطان المشائخ کے رعب کے مارے کہ جس سے آسمان بھی کانپتا ہے ؎

فلک ز ہیبت تو دائم است سرگرداں　　　　چنانکہ عاشقِ مسکین ز عشقِ مہ رویاں

میں کچھ نہ عرض کر سکا۔ لیکن اس خواب کی تعبیر اپنے خیال کے مطابق پائی۔ یعنی ارادت میں اگر پیر دست بیعت کرے اور کلاہ سر پر رکھ دے۔ تو کافی ہے۔ گو تلقین کرے یا نہ کرے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے۔ کہ ارادت مرید کا فعل ہے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ اگر مرید شیخ کو کہہ دے۔ کہ میں تمہارا مرید ہوں۔ لیکن شیخ کہے۔ کہ تم میرے مرید نہیں۔ تو وہ

مرید ہوتا ہے۔ لیکن اگر شیخ کہے کہ تم میرے مرید ہو اور مرید کہے ہیں آپ کا مرید نہیں۔ تو وہ مرید نہیں ہوتا۔ کیونکہ ارادت مرید کا فعل ہے نہ کہ پیر و شیخ کا۔ خاصکر ایسا مرید جس کے ظاہر و باطن پر ولایت پیر کے جمال کی محبّت محیط ہو۔ اور جو دن رات اپنے پیر کے عشق میں زندگی بسر کر رہا ہو ؎

بنگر کہ چگونہ ہست از اوصاف جمالش — عقل و دل بیچارہ عشاق تو مدہوش

جس قدر پیر کے حق میں اعتقاد اور محبّت زیادہ ہو گی۔ اسی قدر کار الٰہی میں ذوق و شوق زیادہ ہو گا۔ پس پیر پر اعتقاد کرتا اور اس سے محبّت رکھنا ہی اس کی تلقین ہے۔ جب مرید کی یہ کیفیت ہو گی۔ یعنی پیر کی محبت میں مست ہو گا۔ ضرور اسے یہ محبّت ناشائستہ حرکات و افعال سے روکیگی۔ اور اسے شریعت و طریقت پر چلائیگی۔ ایسے مرید کے دل میں ہمیدم بازگشت کی آواز آتی ہے۔ اگر مرید ان باتوں کا احساس نہیں کرتا۔ تو وہ ارادت اور محبّت پیر کے دعوے میں جھوٹا ہے۔ کیونکہ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب تک محبت پیر دل کے غلاف میں رہتی ہے۔ تب تک ممکن ہے۔ کہ مرید سے کوئی نافرمانی سرزد ہو۔ لیکن جب وہ محبّت دل میں جاگزین ہوتی ہے۔ تو کسی طرح بھی بدی کا خیال نہیں آسکتا۔ الغرض یہ خواب دیکھنے کے بعد میں وہی کپڑے لیکر جو سلطان المشائخ کی خدمت سے عطا ہوئے تھے۔ تجدید بیعت سے مشرف ہوا۔ اور اس بات کے شکریے میں معہ چند عزیزوں کے جماعتخانے میں سماع سنا۔ اللہ تعالےٰ سے قوی امید ہے۔ کہ سلطان المشائخ کی برکت سے اس بیچارے اور نیز ان لوگوں کا خاتمہ بالخیر ہو گا۔ جو سلطان المشائخ کے مرید ہوئے ؎

ہر کہ سر بر جناب او مالید — سایۂ حق برد بود محدود
ہر کہ رویت بدید یافت زحق — عمر در خیر و عاقبت محمود

تیسری مرتبہ خواب مذکور کے پندرہ سال بعد جب نفس کا معاملہ جو کہ دینی دشمن ہے آنحضرت کی مرضی کے مطابق نہ رہا۔ اور میری مرضی کے مطابق نفس میرا کہنا نہ مانتا تھا۔ اور جوانی میں جیسا کہ عموماً ہوا کرتا ہے۔ قدرے فتور سا آگیا ؎

یارب چہ خوش است ایں جوانی — دریاب خیر اگر توانی

اس مدت میں جب کبھی خواب میں جناب سلطان المشائخ کا جمال پاک دیکھتا۔ پاس جانے کی اجازت نہ ہوتی۔ اس حال کے مناسب ایک دفعہ حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والشرع والدین

قدس اللہ سرہٗ العزیز کی زبان سے حسب ذیل شعر نکلا تھا ؎

تو گدائی دور باش از یاد شاہ تا نیا ید بر دلِ تو دور باش
گر وصالِ شاہ میداری طمع از وصالِ خویشتن مہجور باش

اگر جماں پاک پر نگاہ پڑنے کے بعد قریب جانا چاہتا۔ تو حاضرین مجھے روک دیتے۔ اور زبان حال سے یہ مصرعہ پڑھتے۔ مصرعہ تو از کجا و سر زلف دلبرا ز کجا
لیکن سلطان المشائخ کا اعتقاد اور انکی محبت نفس کے گھوڑے کو بازگشت کا کوڑا لگاتے

امیر حسن فرماتے ہیں ؎

بازمے آیم و سر در قدمت می فگنم میر بخشندہ تو ئی بندۂ شرمندہ منم

آخر ۲۳ ماہ ربیع الآخر ۵۰۷ھ ہجری جمعہ کی رات کو رات کے آخری حصے میں میں نے سلطان المشائخ کو خواب میں دیکھا۔ گویا آپ مجلس آراستہ کئے ہوئے اور دیبا فرش بچھائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور جب میں نے صدارت مجلس کی مسند پر جلوہ افروز ہیں ؎

مجلسے یارب چہ گویم چوں بہشت آراستہ راست گویم مجلسے چوں مجلسِ پیغمبراں

کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے ؎

بوستانیست صدر تو ز نعیم آسمانیست قدر تو ز جلال

گویا لوگ ابھی ابھی اٹھ کر اس مجلس سے اُٹھ گئے ہیں۔ اور صرف سلطان المشائخ باقی ہیں۔ اور دو اور عزیز کہ وہ بھی جانے کے لئے تیار ہیں۔ اس موقعہ پر میں حاضر خدمت ہوا۔ میرے دل میں خواہش تھی۔ کہ کچھ التماس کروں۔ سو اس موقعہ پر بھی اس کا خیال آگیا۔ جب پابوسی سے مشرف ہوا۔ تو پیشتر اس کے کہ التماس کروں جناب نے خود ہی زبان مبارک سے فرمایا کہ تجدید بیعت کرنا یہ الفاظ سن کر میری جان میں جان آگئی ؎

جاں یافت بہ تجدید از اں عیسیٰ ثانی بنہاد برین دیدہ جانِ منت جانی

اسی حال میں میں نے تجدید بیعت کی ؎

چو دادی دست بیعت کردم از سر کہ از شفقت دہم جان و دل و سر

بعد ازاں سلطان المشائخ نے اس بندہ کو تلقین فرمایا۔ کہ تو نے میرے اور میرے خواجگان کے روبرو بیعت کی۔ اس طرح میں از سر نو بیعت سے مشرف ہوا۔ خواب ہی میں بہر وقت خوش ہو گیا۔ اور مجھ پر گریہ و زاری غالب آئی۔ امیر خسرو نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ہمہ شب گریہ ام خفتن نہ دادہ است کہ بوئے گل رخ من با صبا بود

{ نکتہ۔ در بیان طائفہ کہ خود را باہل تصوف نسبت کنند و معاملہ ایشاں ندارند و بغیر اذن پیر دست بیعت دہند و یا بہ تعمیہ و تلجیبہ خود را مشہور باذن پیر کنند }

مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ جب مرید اپنے پیر کی مدد سے سلوک میں کچھ مقامات طے کر چکے تو اسے خلافت لینے اور مرید کرنے کا خیال نہیں آنا چاہئے اور اپنے آپ کو اس نازک کام میں نہ ڈالے۔ بلکہ جو کچھ پیر کی شفقت سے حاصل ہوا ہے۔ اسی پر اکتفا کرے۔ اور پیری اور کرامت کی ہوس کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ اس کی استقامت ہی کرامت ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔ الکرامت ہی الاستقامت علی الباب الغیب' دروازہ حق پر قائم رہنا کرامت ہے۔ اگر ذاتی دشمن یعنی ہوس اور نفس تجھے اس بات پر آمادہ کریں۔ کہ تو اللہ تعالےٰ کی عبادت میں مستقل رہ کر توکل اور مجاہدہ کے مقام کو خون جگر کھا کر حاصل کرے اور جو کچھ اس بارے میں مشائخ نے فرمایا ہے۔ اس پر پورے طور پر عمل کرنے کی اجازت دیں۔ تو بھولے سے بھی اس رحمانی کام کا جو مشائخ کبار کا شغل ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ اور شیخ کی طرف سے اس کام کے مجاز ہیں خیال نہ کرنا۔ اور نامناسب حیلوں اور سفارش دمنت وغیرہ سے اس کام کو شروع نہ کرنا۔ اگر ایسا کرو گے۔ تو اپنے کئے کرائے پر پانی پھیر دو گے۔ اور اپنے دل کو مشوش اور متفکر بنا لو گے۔ ایسا کرنے میں گویا تم اللہ تعالےٰ سے مکابرہ کرتے ہو۔ دیکھو سلطان المشائخ کے بعض اعلےٰ یار علم زہد۔ ورع۔ عشق اور عقل میں اعلےٰ پایوں میں ممتاز تھے۔ جیسا کہ ان کے مناقب پانچویں باب میں لکھے جا چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی انہوں نے کبھی خلافت لینے اور مرید کرنے کا خیال تک نہ کیا۔ بلکہ صرف پیر کی شفقت اور محبت پر اکتفا کر کے اپنی زندگی اطمینان قلبی اور عشق و ذوق میں بسر کر دی۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؂

بے یاد در دو گار تو گر یک نفس زنم تضیع عمر باشد و تعطیل روزگار

کیا تم اس بات کی خواہش کرتے ہو۔ کہ چند بندگان الٰہی تمہاری پیروی سے کہیں کے نہ رہیں۔ اور ان کا بوجھ بھی تمہاری گردن پر رکھا جائے اور تم قیامت کے دن اس بوجھ کو انبیاء اور اولیاء کے روبرو اٹھائے پھرو۔ ایسے بے انصاف لوگوں کو قیامت کے دن رسوا کیا جائیگا اور عذاب دیا جائیگا۔ جو اپنے پیروں کی راہ پر نہیں چلتے۔ اور اس دینی کام د پیری و مرشدی میں اپنی خواہش سے دست اندازی کرتے ہیں۔ انہیں قیامت کے دن کہا جائیگا۔ کہ

تم نے ہماری محبت کا دعوے کیا۔ اور خلقت کو تم نے بھسلایا۔ اور مشائخ کیا رپا فخر کیا۔ تاکسو رثو سہم وہ شرم کے مارے اپنے سر جھکائے ہونگے۔ ان کی حالت ہوگی امیر خسرو نے کیا اچھا کہا ہے ؎

باش تا پردہ براندازد جہاں از روئے کار ... آنچہ امشب کردہ فردات گردو آشکار

نیز سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص کسی خاص مدعا کو مدِ نظر رکھ کر اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا ہے۔ وہی خاص مدعا اس کا معبود ہے۔ جب یہ معاملہ ہے تو پھر کیا فائدہ۔ کہ ہم اپنی زندگی معرض ہلاکت میں ڈالیں اور سلب ایمانی کے خوف میں بسر کریں ❊

ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ میں (مصنفؒ) شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں جا رہا تھا۔ اثنائے راہ میں ایک شخص جو اپنے آپ کو سلطان المشائخ کا مرید بتاتا تھا۔ اور جس نے پیری و مریدی کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔ مجھ سے پوچھنے لگا۔ کہاں جا رہے ہو۔ میں نے کہا فلاں بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو اچاہتا ہوں۔ اس نے کہا۔ آپ مہربانی کر کے میرا یہ پیغام پہنچا دیں۔ کہ اس سے پہلے میں جب کبھی سلطان المشائخ کا عرس کیا کرتا تھا۔ تو آپ تشریف فرما ہو کر رونق بخشا کرتے تھے۔ لیکن اب میرے حال پر شفقت نہیں فرماتے۔ آپ بڑے ہیں۔ چھوٹوں پر شفقت کرنی چاہیئے۔ دوسرے یہ عرض کرنا۔ کہ میں دولت آباد میں لوگوں کو مرید بنایا کرتا تھا حضرت سلطان المشائخ کے امام مولانا شہاب الدین نے مجھے اس کام سے منع کیا۔ تو میں نے تھوڑے عرصے کے لئے یہ کام بند کر دیا۔ میرا اٹھارہ سالہ لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ شاید یہ حادثہ اس سبب سے وقوع میں آیا ہو۔ کہ میں نے خلق خدا کو اس سعادت ارادت سے محروم رکھا اس خیال سے میں نے پھر یہ سلسلہ شروع کر دیا ہے ❊

جب میں (مصنفؒ) نے شیخ نصیر الدین محمودؒ کی خدمت میں یہ سارا حال عرض کیا۔ تو فرمایا کہ یہ ایسا معاملہ ہے کہ قیامت کے دن سلطان المشائخ سے اسے عہدہ برا ہونا پڑیگا۔ اور اس کا جواب دینا ہوگا۔ مجھے صرف اس قدر معلوم ہے۔ کہ قصبہ کیتھل میں ایک درویش رہا کرتا تھا۔ جو اپنے آپ کو سلطان المشائخ کا مرید بتایا کرتا۔ اور اس پر اکتفا نہ کر کے اس نے پیری و مریدی کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا جب یہ خبر سلطان المشائخ نے سُنی۔ تو فرمایا۔ کہ وہ دنیا سے با ایمان نہیں جائیگا۔ یعنی اس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوگا۔ آمدیم بر سر مطلب۔ جب معاملہ کی حقیقت یوں ہے۔ تو پھر اپنی چند روزہ عمر کو گوشہ میں یاد الٰہی میں مشغول رہ کر کیوں نہ بسر کریں۔

شاید ایسا کرنے سے ایمان سلامت لیجائیں۔ یہ کام جسے بظاہر تو نے حلو اخیال کیا ہوا ہے اس میں زہر ہلاہل ہے۔ ظاہر میں تو بڑا میٹھا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باطن میں ایسا زہر قاتل ہے۔ کہ جس کا نتیجہ ہلاک جان و ایمان ہے۔ اس حال کے مناسب ایک دوہڑہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔ دوہڑہ

گنت نہو ہیتین کا رُری نا کاں ہہت مِتائے　　بس کند سے مسد ہن گرہوں رہن لہد کہاہ

خواجہ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

کا سے نزنت افر دیو را مامور　　چند ازیں دیو بودن مستور
دیدہ بحتا در مسلمانی　　بکدم از غایت پشیمانی
تا بدانی کہ ہر چہ کردۂ تست　　در رہِ دیدۂ تو پردۂ تست
تا کند ظاہرت بظاہر رائے　　نرسد باطنت بکار خدائے
اسے ہمہ باطنت سوئے ظاہر　　نیست پوشیدہ شرم دار آخر
آتش درد دین نہ دودے　　زانکہ آتش زرا ند دودے
راستی از تو کے پسند دباز　　خرقہ کوتاہ و دستگاہ دراز
خرقہ کوتاہ کنی چہ سود بود　　زہد کے جامۂ کبود بود
رنگ پوشیدن از ناکامی است　　نیل بس بایزید بسطامی است

باب ہفتم

دربیان طہارت وآداب آں و دربیان ادعیہ ماثورہ اوراد مقبولہ کہ منقول است از حضرت باعظمت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین واز حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہما العزیز

مصنف کتاب مریدانِ مشغول کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ اوراد و وظائف اور ادعیہ ماثورہ جو تمام سالکانِ طریقت بجا لاتے رہے۔ ان میں سے اکثر شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی کے اوراد میں لکھے ہوئے ہیں۔ میرا صرف یہ مقصود ہے۔ کہ جو

ورد و وظائف اور ادعیہ ماثورہ سلطان المشائخ سے منقول ہیں۔ وہ اس کتاب میں لکھوں
کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

مرا زبانِ تو باید شکر چہ سود کند ۔ بجائے مہر تو مہر دگر چہ سود کند

تا ان ادعیہ ماثورہ اور اوراد مقبولہ کی برکت سے جو زبانِ مبارک پر گذرے ہیں جلدی
طالب مطلوب تک اور عاشقِ معشوق تک پہنچ جائے۔

{نکتہ در بیان طہارت و آداب آں}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ طہارت چار طرح کی ہوتی ہے۔ اوّل اپنے ظاہر کو پلیدی
سے صاف کرنا۔ دوسرے اعضاء کو گناہوں سے پاک کرنا۔ تیسرے دل کو اخلاق
ذمیمہ سے پاک کرنا۔ چوتھے بھید کو اللہ تعالیٰ کے غیر سے پاک کرنا۔ قولہ تعالیٰ
رجالٌ یحبّون ان یتطہروا واللّٰہ یحبّ المتطہرین، آدمی پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ
پاکیزہ رہنے والوں سے پیار کرتا ہے، یہ آیت اصحاب صفہ کی شان میں نازل ہوئی
کہ اے محمدؐ! مسجد کے اندر مردانِ خدا ہیں۔ جو اپنے آپ کو نجاست اور پلیدی سے
پاک رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے پاک لوگوں کو پیار کرتا ہے۔

میں مصنفؒ نے سلطان المشائخ کے دستِ مبارک کا لکھا دیکھا ہے کہ طہارت
کے وقت پہلے بائیں آستین کی طرف سے شروع کرے۔ اور پانی دائیں ہاتھ سے گرائے
بیت الخلا آدھ گز چوڑا ایک گز لمبا اور ضرورت کے مطابق گہرا یا اونچا ہو۔ جو ڈھیلا ایک
دفعہ استعمال کیا جائے۔ اُسے نجاست سے ایک طرف کو رکھ دینا چاہیئے۔ نیز فرمایا کہ وضو کی
شرط یہ ہے۔ کہ جب تک دل کو تسلی نہ ہو۔ اعضا کو دھوتا رہے۔ بعض نے جو اس بارے میں وقت
کا اندازہ بتایا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ وقت سے اسے کچھ واسطہ نہیں۔ بلکہ جب آپ کو
پورے طور پر تشفی ہو جائے۔ تو بس کرے۔ ہر ایک عضو کو دھوتے وقت وہ دعاء
پڑھنی چاہیئے۔ جو بزرگانِ دین پڑھتے آئے ہیں۔ میں نے سلطان المشائخ کے دست
مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ حدیث میں ہے۔ الوضوء مفتاح الجنۃ، وضو بہشت کی چابی
ہے۔ حدیث: لایکون وضوء کم فی صفر ونحاس فان الملائکۃ تنفر من ریحھما، پیتل یا تانبے کے
برتن سے وضو نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ فرشتے اُن کی بُو سے نفرت کرتے ہیں۔ نیز سلطان المشائخ
نے لکھا ہے۔ اِنّ عمر استاذن علی راھب لیلۃ فاغلق الباب وابطاء فی الاذن

قال الراهب وجدت فی الانجیل من توضأ کان فی امان اللہ ورأیت
علیک اثر الشیطان فخفتک فتوضأت وتوضأت اهل بیتی لیکون امنا منک وفی
روایتہ کان المار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ حضرت عمر نے رسول مقبول سے ایک
راہب کو ملنے کی اجازت طلب کی ۔ جب وہاں گئے ۔ تو راہب نے آپ کو دیکھ کر دروازہ
بند کر لیا ۔ اور دیر تک اندر آنے کی اجازت نہ دی ۔ جب سبب پوچھا تو راہب نے کہا
کہ میں نے انجیل میں لکھا دیکھا ہے ۔ کہ جو شخص وضو کرتا ہے وہ امان الٰہی میں ہوتا ہے
لیکن میں نے تم پر شیطانی آثار دیکھے ۔ سو میں نے ڈر کر خود بھی وضو کیا ۔ اور اپنی عورت کو
بھی وضو کرنے کے لئے کہا ۔ تاکہ ہم تجھ سے بے کھٹکے ہو جائیں ۔ ایک روایت میں
ہے کہ وہ راہگذر خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تھے ۔

نیز سلطان المشائخ نے لکھا ہے ۔ کانت عائشۃ رضی اللہ عنہا تغزل فسمعت
الاذان فوضعت المغزل ولم تبال ما مدت وتوضأت فقیل لها فی ذالک قالت
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل یعملہ العبد بعد الاذان فهو نصیب الشیطان
(ترجمہ) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چرخہ کات رہی تھیں ۔ کہ اتنے میں اذان ہوئی ۔ آپ نے
اذان سنتے ہی ہاتھ سے دھاگا رکھ دیا اور اسے گکڑی پر لپیٹا تک نہیں ۔ جب اذان ہو چکی
تو آپ نے وضو کر کے نماز ادا کی اور پھر کاتنا شروع کیا ۔ جب آپ سے وجہ پوچھی گئی
تو فرمایا ۔ کہ جناب رسول الکریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ کہ اذان کے بعد جو شخص نماز پڑھنے
سے پہلے جو کچھ دنیاوی کام کرتا ہے ۔ وہ شیطان کا حصہ ہوتا ہے ۔ نیز سلطان المشائخ
نے لکھا ہے ۔ ان الملائکۃ لتفرح بذهاب الشتاء رحمۃ للفقراء لتیسیر هم اسباغ
الوضوء ۔ (ترجمہ) فرشتے موسم سرما کے جانے پر خوش ہوتے ہیں ۔ صرف اس واسطے کہ انہیں
فقراء کی حالت پر رحم آتا ہے کہ وہ بیچارے بآسانی وضو کر سکیں ۔ یہ بھی لکھا ہے " من
لزم اربعۃ لم یفتقر هو وعیاله ابدا القیام قبل الصبح والوضوء قبل الوقت والدخول
فی المسجد قبل الاذان والسکوت بعد الوتر " (ترجمہ) جو شخص چار چیزوں کو لازم پکڑتا ہے
وہ اور اس کے بال بچے محتاجی سے بچ جاتے ہیں ۔ اول صبح سے پہلے اٹھنا ۔ دوسرے
وقت سے پہلے وضو کرنا ۔ تیسرے اذان سے پہلے مسجد میں داخل ہونا ۔ اور چوتھے وتروں
کے وقت خاموش رہنا ۔ حدیث : ان للوضوء شیطانا تا بل عوۃ الی الاسراف فی صب

الماء وهذا ما ينبغي للمريد ابتداءً كما حكي ان سليمان الداراني كان يتوضأ في الشتاء ويعيد غسل الاعضاء فيقول العفو فسمع هاتفا يقول العفو في العلم نوى يوما يصلي على فضلة الغنم قيل له ايصلي على فضلة الغنم قيل له اتصلي على النجاسة قال هذا مما اختلف العلماء فيه" (ترجمہ) وضو کے لئے ایک شیطان مقرر ہے۔ جو وضو کرنے والے کو وضو کرتے وقت پانی زیادہ استعمال کرنے کی طرف مائل کرتا ہے۔ مرید ابتداء میں اس بات میں ضرور گرفتار ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔ کہ سلیمان دارانی موسم سرما میں وضو کر رہے تھے۔ اور بار بار اعضاء پر پانی ڈالتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ میں اس طرح کرنے سے بخشش کا امیدوار بننا چاہتا ہوں۔ غیب سے آواز آئی۔ کہ بخشش علم پر منحصر ہے۔ ایک روز اسی سلیمان دارانی نے بکریوں کے فضلے پر نماز ادا کرنی چاہی۔ آواز آئی۔ کہ کیا تم ناپاک چیز پر نماز پڑھتے ہو؟ اس نے کہا۔ یہ ناپاک نہیں۔ بلکہ ایسی چیز ہے۔ جس کے بارے میں علماء کا اختلاف رائے ہے۔ نیز سلطان المشائخ نے لکھا ہے۔ "قال الشعبي كما ظهر من الاذن مغسول مع الوجه وما هو باطنه ممسوح مع الراس" (ترجمہ) شعبی فرماتے ہیں۔ کہ کان کا ظاہری حصہ چہرے کے ساتھ دھونا چاہیئے۔ اور اندرونی حصہ کا مسح کرنا چاہیئے۔ نیز آپ نے لکھا ہے۔ کہ بعض وضو کرنے کے بعد اعضاء کو رومال سے خشک کرتے ہیں۔ "قالت عائشة رضي الله عنها كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم خرقة ينشف بها بعد الوضوء وروى كان لعلقة خرقة بيضاء يمسح بها وجهه عن معاذ رأيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اذا توضأ مسح وجهه بطرف ثوب وفي الحديث يوتى برجل يوم القيامة فيوزن اعماله فترجحت سياته على حسناته فيوتى بخرقة التي كان يمسح بها وجهه و اعضائه فيوضع في كفة حسناته فترجحت حسناته ولهذا لم يكره ابو حنيفة مسح الوضوء بالخرقة" (ترجمہ) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے بعد اعضائے وضو کو ایک کپڑے سے خشک کیا کرتے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے۔ کہ اس سے صرف چہرہ مبارک صاف کیا کرتے تھے۔ اور معاذ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ وضو کر کے اپنے چہرہ مبارک

کو اپنے کپڑے کے دامن سے صاف کر رہے تھے۔ اور ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جب قیامت کے دن انسان کے اعمال کا وزن کیا جائیگا۔ اگر اس کے نیک اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا۔ تو اس میں وہ کپڑا ڈالا جائیگا۔ جس سے وضو کرنے کے بعد اعضائے وضو صاف کیا کرتا تھا۔ اس کے رکھنے سے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اعضاء وضو کو کپڑے سے صاف کرنا برا نہیں سمجھا۔ نیز ہم نے لکھا دیکھا ہے کہ جب وضو کرکے مصلے کے پاس آئے۔ تو پہلے بایاں پاؤں نکال کر جوتی کی ایڑی پر رکھے۔ حدیث ' اذا انتعلتم فابدؤا بالیمنی واذا خلعتم فابدؤا بالیسریٰ ' (ترجمہ) جوتی پہنتے وقت دایاں پاؤں پہلے داخل کرو اور اتارتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکالو۔ پھر دایاں پاؤں مصلے پر رکھے۔ اور جوتی کا رخ قبلہ کی طرف کرکے پاؤں سے اتارے۔ کوزہ اور لوٹا وغیرہ بائیں طرف رکھے۔ اور سجدہ گاہ پریشان کرے۔ تاکہ سجدہ گاہ پر نہ کبھی کھڑا ہو جائے۔ اگر کسی کو مصلے یا سجادے پر بٹھائے تو دائیں طرف بٹھائے۔ اور سجادہ بائیں بغل میں رکھے۔ تاکہ دائیں ہاتھ سے نکال سکے۔ پھر تحیۃ الوضو ادا کرے۔ اور ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین مرتبہ پڑھے سلام کے بعد درود پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھے ' اللھم آت نفسی تقویٰھا وزکھا انت خیر من زکھا انت ولیھا وناصرھا ومولاھا انت لی کما احب فاجعلنی لک کما تحب اللھم اجعل سریرتی خیراً من علانیتی واجعل علانیتی صالحۃ اللھم ارزقنی حسن الاختیار وصحبت الاعتبار وصدق الافتقار وصحبت الاخیار ' اے پروردگار میرے نفس کو پرہیزگاری عطا فرما۔ اور اسے پاک کر۔ تو سب سے اچھا پاک کرنے والا ہے۔ تو ہی اس نعمت پر قابض ہے۔ اور تو ہی اسے مدد دینے والا ہے تو اس نفس کا مالک ہے تو مجھے سب سے بڑھ کر عزیز ہے۔ پس تو میرے ظاہر کو میرے باطن سے اچھا بنا اور میرے باطن کو نیک بنا۔ اے پروردگار! اے میرے معبود! تو مجھے نیکوں کا اختیار، خوبی، عمدہ نصیحت اور اخلاص عنایت کر۔ اور مجھے نیکوں کی صحبت نصیب کر۔ پھر داڑھی کو کنگھا کرے پہلے ابرؤں پر کنگھی پھیرے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ' من امر علیٰ حاجبیہ المشط عوفی من الوباء ' جو شخص اپنے ابرو پر شانہ کرتا ہے۔ وہ وبا سے محفوظ رہتا ہے۔ بعد ازاں مونچھوں پر کنگھا کرے۔

منقول ہے کہ جو شخص کنگھا کرتے وقت ہمیشہ سورہ الم نشرح پڑھتا ہے۔ اس کی روزی فراخ ہو جاتی ہے۔ جب کنگھی کنگھی دان میں رکھے۔ تو چوڑا سرا اوپر کی طرف رکھنا چاہیے

اس واسطے کہ شانہ آلہ پریشانی ہے۔ اس کا پوشیدہ رہنا اچھا ہے۔ سلطان المشائخؒ نے ایک دفعہ امیر خسرو کی طرف لکھا کہ کنگھی بھیجی گئی ہے۔ جو نیکی کی علامت ہے۔ ایک اور موقع پر آپ لکھتے ہیں۔ کہ جب آئینہ دیکھو تو پڑھو الحمد للہ الذی خلقنی فاحسن خلقی وصورنی فاحسن صورتی اللھم فلما احسنت خلقی فاحسن خلقی" (اللہ تعالے کا شکر ہے جس نے مجھے عمدہ صورت کا بنایا اور میری صورت کو اچھا بنایا۔ اے پروردگار! جس طرح مجھے اچھی صورت عطا فرمائی ہے۔ عمدہ خصلت و سیرت بھی عطا فرما۔ تحیت وضو اور تحیت مسجد ہمیشہ ادا کیا کرے۔ کیونکہ اس میں کامل اثر ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ جب تک انسان باوضو رہتا ہے۔ کوئی بلا و مصیبت اس کے گرد نہیں پھٹکتی ؎

انسؓ صحابی سے منقول ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینے میں آئے اُس وقت میری عمر آٹھ سال کی تھی۔ مجھے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جہاں تک ہوسکے آبدست کئے رہو۔ کیونکہ جب اجل کا شہبر اور موت کا عقاب چنگل مارتا ہے۔ تو جو شخص اُس وقت آبدست کئے ہوئے ہوتا ہے شہادت کی خلعت پاتا ہے۔ کیونکہ "الوضوء سر من اسرار اللہ" وضو ایک سرِ الٰہی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ قبر کا عذاب زیادہ تر اس شخص کو ہوگا جس نے وضو میں احتیاط نہ کی ہوگی مناسب ہے کہ ہر ایک سنت پورے طور پر ادا کی جائے۔ چنانچہ ناخن اترواتے اور خط بنواتے وقت باوضو ہونا چاہئے۔ کیونکہ ایسا نہ کرنے سے قیامت کے دن وہ حساب طلب کرینگے۔ کہ ہم کو بحالت ناپاکیزگی سر سے دور کیا۔ نیز سلطان المشائخ لکھتے ہیں۔ کہ شیخ صاحب بدھ کے روز حمام میں جا کر خط بنوایا کرتے۔ حجامت بنواتے وقت اللھم اعطنی لکل شعرۃ طہارۃ فی الدنیا ونورا ساطعا یوم القیامۃ منہ (اے معبود! مجھے ہر بال کے بدلے دنیاوی پاکیزگی اور اخروی چمکیلا نور عطا فرما) پڑھنا چاہئے۔ جمعرات کے روز ناخن اتروانے چاہئیں۔ جو شخص لبوں کے بال منڈواتے یا چھولتے اور ناخن اُترواتے وقت بسم اللہ وعلی سنۃ محمد وال محمد پڑھیگا۔ بیماری میں مبتلا نہیں ہوگا سنت طریقہ تو یہ ہے کہ ناک کے بال اکھڑوانے چاہئیں۔ لیکن اگر منڈواے تو بھی جائز ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ گو مجھے اس بات کا علم ہے۔ کہ ناک کے بال اُکھڑوانا سُنت ہے۔ لیکن مجھ میں اس درد کو سہارنے کی طاقت نہیں جناب سرور کائنات خلاصۂ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ قصوا الشوارب واعفوا اللحی وانتفوا الشعر الذی فی الانوف۔ (موچھوں کو ہلکا کرو۔ داڑھی کو لمبا کرو۔ اور

ناک کے نتھنوں کے بال اکھڑاؤ۔ نیز سلطان المشائخ نے لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ نعم البیت ید خلہ المسلم الحمام اذا دخل یسئال الجنۃ واستعاذ من النار (حمام مسلمان کے لئے اچھا گھر ہے۔ اس میں داخل ہو کر بدی اور آگ سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے۔ حمام میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللھم انی اسئلک الجنۃ و اعوذ بک من النار (اے پروردگار! میں تجھ سے بہشت کی خواہش کرتا ہوں۔ اور دوزخ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما حر نار جھنم علی امتی مثل حر الحمام (میری اُمت کے لئے دوزخ کی آگ حمام کی طرح گرم ہوگی۔ یعنی اس کا اثر میری امت پر زیادہ نہ ہوگا) حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حمام میں دو چادریں لیکر داخل ہونا چاہیئے۔ ایک سر پہ دوسرا کمر میں۔ پاؤں دھوتے وقت پکی اینٹ کا استعمال جذام پیدا کرتا ہے ۔

محققوں کے نزدیک اعضاء کی پاکیزگی اس بات کا نام ہے۔ کہ انہیں اخلاق ذمیمہ سے پاک کیا جائے۔ عمل کی پاکیزگی یہ ہے۔ کہ اسے ریا اور خوشنودئ مزاج سے بچایا جائے اور اخلاص سے حکم کرنا چاہیئے۔ نیز میں نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے الحجامۃ والفصد علی الریق فیہا شفاء و برکۃ و یزید فی العقل و فی الحفظ فمن احتجم فیوم الخمیس والاحد وکذالک یوم الاثنین والثلثاء فانہ الیوم الذی کشف اللہ عن ایوب البلاء واصابہ یوم الاربعاء لیلۃ الاربعاء ولا یبدا داء من الجزام والبرص الا فی یوم الاربعاء ولیلۃ الاربعاء کذالک ای علیک بھما" (خالی پیٹ حجامت اور فصد کرانے سے شفاء و برکت حاصل ہوتی ہے۔ اور دانائی اور قوت حافظہ میں ترقی ہوتی ہے۔ اس کام کے لئے جمعرات اور اتوار بہتر ہیں۔ اسی طرح سوموار اور منگل بھی مناسب ہیں۔ اس واسطے کہ منگل کے دن اللہ تعالےٰ نے ایوبؑ پیغمبر پر مصیبت نازل فرمائی۔ اور بدھ کے روز وہ بلا آپ سے دور کی گئی۔ بدھ کے روز اور جمعرات کی رات کو تمام بیماریاں لاحق ہوئیں۔ سو بدھ کے دن اور جمعرات کی رات ان باتوں سے پرہیز کرنی چاہیئے ۔

{ نکتہ در بیان اوراد روز }

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ صبح کے وقت یہ تین آیتیں تین مرتبہ پڑھنی چاہئیں۔ ان کے پڑھنے سے حق تعالےٰ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون

وله الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظهرون یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی الارض بعد موتها وکذالک تخرجون ۔ (ترجمہ) صبح و شام اللہ تعالےٰ کو پاکیزگی سے یاد کرو جیسا کہ یاد کرنے کا حق ہے ۔ زمین و آسمان میں تعریف اسی کو سجتی ہے ۔ عشاء اور ظہر کے وقت اللہ تعالےٰ کو پاکیزگی سے یاد کرو ۔ اللہ تعالےٰ زندہ کو مردہ سے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے ۔ اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے ۔ یعنی مسلمانوں کو کافروں سے ۔ نیک بختوں کو بدبختوں سے اور صالح اشخاص کو بدکاروں سے ۔ اسی طرح تمہیں بھی نکالیگا ، یہ آئتیں پڑھ کر پھر دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے ۔ کہ پہلی رکعت میں الم نشرح اور دوسری میں الم ترکیف پڑھے سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنے سے بواسیر دُور ہو جاتی ہے ۔ نیز آپ فرماتے ہیں ۔ کہ جو شخص کسی مہم کے لئے صبح کی نماز کے فرضوں اور سنتوں کے درمیان چالیس مرتبہ بسم اللہ اور الحمد کو اس طرح ملا کر بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین پڑھتا ہے ۔ بفضل خدا اس کی مہم آسان ہو جاتی ہے ۔ جب یہ دو رکعت نماز ادا کرلے ۔ تو فجر کی نماز باجماعت ادا کرے ۔ اور اللہ تعالےٰ کے ننانوے نام حضور دل سے اور علاوہ ازیں ادعیہ ماثورہ جو اس بارے میں آئی ہیں پڑھے ۔ نیز فرمایا ۔ کہ صبح کی نماز کے بعد ستر مرتبہ "یا وہاب" پڑھنے سے دینی کام سنورتے ہیں ؛

سلطان المشائخ فرماتے ہیں ۔ کہ ہمارے خواجگان سے منقول ہے ۔ کہ صبح کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہئے ۔ اللھم زد نورنا و زد سرورنا و زد حضورنا و زد معرفتنا و زد طاعتنا و زد نعمتنا و زد محبتنا و زد عشقنا و زد شوقنا و زد ذوقنا و زد خولنا و زد قوتنا و زد قبولنا و زد انسنا و زد علمنا و زد حلمنا برحمتک یا ارحم الراحمین" (اے معبود ! اے تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنیوالے اپنی رحمت عامہ سے ہمارے نور ۔ خوشی ۔ حضور ۔ معرفت ۔ طاعت ۔ نعمت ۔ محبت عشق ۔ شوق ۔ ذوق ۔ خوف ۔ قوت ۔ قبولیت ۔ انس ۔ علم اور حلم کو زیادہ کر" ؛

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں ۔ کہ جو شخص ان دونوں وقتوں کو غنیمت سمجھتا ہے ۔ جو کچھ ان دو وقتوں کے درمیان اس سے ظاہر ہوتا ہے ۔ یہ بمنزلہ اس پاکیزگی کے ہوتا ہے جو دو ناپاکیزگیوں کے درمیان ہو ۔ یہ بات عوام کے حق میں ہے ۔ لیکن خواص

کو چاہیئے۔ کہ دن اور رات دونوں کو غنیمت جانیں۔ اور اپنے وقت کو یادِ الٰہی میں صرف کرنے کی عادت ڈالیں۔ جو کہ فقیر کا خاصہ ہے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کہ الفقر ابن الوقت فقیر وقت کا بیٹا ہوتا ہے۔ یعنی اپنا وقت بغیر یادِ حق کہیں صرف نہیں کرتا۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

آں نیر کہ از دست رود ولئے برو
بردست فقیر ثبیت نقدے جز وقت

بعد ازاں مسبعات عشر پڑھو۔ اور اس کے بعد چھ مرتبہ توفنی مسلمًا والحقنی بالصالحین پڑھو۔ نیز فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہُ العزیز نے مجھے خواب میں فرمایا۔ کہ مسبعات عشر کے بعد چھ مرتبہ توفنی مسلمًا والحقنی بالصالحین، پڑھا کرو۔ اور سید السادات سید حسین رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سلطان المشائخ سے سُنا ہے کہ مسبعات عشر کے بعد چھ مرتبہ ''اللّٰھم اھدنی برفعتک'' پڑھنا چاہیئے۔ جب یہ بات ایک اعلیٰ یار نے سلطان المشائخ سے پوچھی۔ تو فرمایا۔ کہ مجھے خواب میں جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ مسبعات عشر کے بعد چھ مرتبہ ''اللّٰھم اھدنی برفعتک'' پڑھا کرو ؂

نیز سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک واصل حق ابراہیم تیمی نام نے خضر علیہ السلام کو کعبہ کے قریب دیکھ کر اس سے بخشش طلب کی۔ تو خضر علیہ السلام نے اسے مسبعات عشر سکھلائے۔ اور فرمایا کہ میں نے جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ ایک شخص مسبعات عشر ہمیشہ پڑھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اثنائے سفر میں لٹیروں سے دوچار ہوا۔ اسی وقت غیب سے دس سوار نمودار ہوئے۔ جو سر سے ننگے تھے۔ اُس شخص نے اُن سے پوچھا تم کون ہو؟ کہا ہم سبعات عشرہ ہیں۔ جو ہر روز سات مرتبہ پڑھا کرتے ہو۔ پوچھا سر سے کیوں ننگے ہو۔ کہا تم بسم اللہ نہیں پڑھا کرتے۔ اس موقعہ پر سلطان المشائخ سے حاضرین نے پوچھا۔ کہ بسم اللہ کہاں پڑھنی چاہیئے۔ فرمایا سورت کے شروع میں ؂

پھر فرمایا۔ کہ جب اشراق کا وقت ہو جائے۔ یعنی سورج ایک یا دو نیزے چڑھ آئے۔ تو اشراق کی نماز اس طرح ادا کرے۔ کہ پہلے دو رکعت نماز شکر للہ اس طرح ادا کرے۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ..... وھُم فیھا خالدون تک۔ اور دوسری رکعت میں آمن الرسول ..... الخ۔ اور اللہُ نور السموات والارض ... واللہ بکل شیئ علیم تک پڑھے بعد ازاں دو رکعت نماز استفادہ اس طرح ادا کرے۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُل اعوذ

برب الفلق۔ اور دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھے۔ بعدازاں دو رکعت نماز استخارہ اس طرح پڑھے۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل یاایہا الکافرون، اور دوسری میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اس کے ساتھ ہیں۔ دوگانہ ادعیہ پڑھے۔ بعدازاں فرمایا۔ کہ دو رکعت نماز پھر کسی وقت بتاؤں گا۔ یہ کہہ کر آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جس روز شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے نماز اشراق کے لئے حکم دیا۔ تو صرف انہیں چھ رکعت کے لئے فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ دو رکعت اور ہیں۔ جو پھر کسی وقت بتاؤنگا لیکن شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے نماز اشراق کے لئے حکم دیا۔ تو صرف انہیں چھ رکعت کے لئے فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ دو رکعت اور ہیں۔ جو پھر کسی وقت بتاؤں گا۔ لیکن شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی کے اوراد میں لکھا ہے کہ وہ دو رکعت نماز، نماز استجاب کہلاتی ہے۔ اور اس طرح ادا کی جاتی ہے۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ واقعہ اور دوسری میں سبح اسم پڑھتے ہیں۔ بعدازاں نماز تسبیح اس طرح ادا کرو۔ کہ ہر رکعت میں یہ دعا پڑھو "سبحان اللہ ملاء المیزان ومنتھی العلم ومبلغ الرضاء وزنتہ العرش"

نیز فرمایا۔ کہ صلوٰۃ الصلوٰۃ بھی نماز تسبیح کی طرح ادا کی جاتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ اس میں بجائے تسبیح کے درود پڑھتے ہیں۔ یہ دو رکعت نماز خواہ دن کو ادا کریں یا رات کو۔ لیکن اشراق کے بعد ادا کرنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ جس مہم کے لئے ادا کی جائے بفضل الٰہی آسان ہو جاتی ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ تین جمعہ اشراق کے بعد جس مہم کے لئے یہ نماز ادا کی جائے بفضل الٰہی آسان ہو جاتی ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ دو رکعت نماز شکر اس طرح ادا کرے۔ کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ پھر فرمایا۔ کہ سورج نکلنے کے وقت ہر روز ایک فرشتہ کعبہ کی چھت پر آ کر آواز دیتا ہے۔ کہ اے مسلمانو! اے امت محمدی! تمہیں اللہ تعالےٰ نے نیا دن نصیب کیا ہے۔ اور ایک اور دن جسے روز قیامت، کہتے ہیں۔ تمہارے درپیش ہے۔ سو اس کے لئے آج کچھ کر لو۔ یعنی دو رکعت نماز اس طرح ادا کرو۔ کہ ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھو۔ پھر جب رات ہوتی ہے۔ تو اُس وقت بھی وہ فرشتہ منادی کرتا ہے کہ اے مسلمانو! اے امت محمدی! اللہ تعالےٰ

نے تمہیں نئی رات عنایت کی ہے۔ اور ایک روایت جسے "قبر کی رات" کہتے ہیں۔ تمہارے درپیش ہے۔ اس رات کے لئے آج رات کچھ جمع کر یعنی دو رکعت نماز اس طرح ادا کرو۔ کہ ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ قل یاایہا الکافرون پڑھو۔ بعدازاں فرمایا۔ کہ شیخ جمال الدین نے ایک حدیث کی روایت کی جس کے الفاظ تو مجھے یاد نہیں لیکن مطلب اس کا یہ ہے۔ کہ اگر ہو سکے تو اشراق کے بعد سو رکعت نماز اس طرح ادا کرے۔ کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص ایک مرتبہ پڑھے یا ورد و ذکر اور مراقبہ میں مشغول رہے۔ تاکہ عبادت متصل ہو جائے۔ بعدازاں چاشت کے وقت بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی کم سے کم مقدار چار رکعت ہے۔ یہ بارہ رکعت نماز اس طرح ادا کرنی چاہیئے۔ کہ پہلی چار رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک میں "انا فتحنا" دوسری میں "انا ارسلنا" تیسری میں "انا انزلنا" اور چوتھی میں "انا اعطینا" پڑھے۔ دوسری چار رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی میں والشمس۔ دوسری میں واللیل تیسری میں والضحیٰ اور چوتھی میں الم نشرح پڑھے تیسری چار رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد چاروں قل پڑھنے چاہئیں۔ پھر فرمایا کہ چاشت کی نماز کے بعد دو رکعت نماز صحت النفس اس طرح ادا کرے۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی والشمس ایک ایک مرتبہ اور سورہ اخلاص پانچ مرتبہ اور دوسری رکعت میں امن الرسول اور والضحیٰ ایک ایک مرتبہ اور اخلاص پانچ مرتبہ پڑھے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھے۔ "اللّٰھم انی اسئلک العفو والعافیتہ والمعافات فی الدنیا والاخرۃ" (اے بار خدایا! میں تجھ سے بخشش اور اس کی درخواست کرتا ہوں۔ کہ دین و دنیا اور آخرت میں مجھے رنج و بلا سے نجات دے) نیز فرمایا کہ جو شخص چاشت کی نماز ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی معاش کے اسباب مہیا کرتا ہے۔ میں نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے صلی الضحی اذا بزغت الشمس قال لا حتّٰی یُبَھِّر ضوء الارض رسمہ والشمس فی اول النھار قبل ان یقلب ضوءھا مصفرۃ المنیر لتقاصر شعاعھا (ترجمہ) میں نماز چاشت اس وقت ادا کرتا ہوں جبکہ سورج نکلتا ہے۔ جب پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ نہیں۔ جبکہ روشنی روئے زمین پر پھیل جاتی ہے۔ جسے دن کا پہلا حصہ کہتے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ اس کی روشنی زردی پر غالب آئے۔ جب "فی الزوال" کا وقت آئے

تو چار رکعت نماز "فی الزوال" اس طرح ادا کرے۔ کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پچاس یا دس یا تین مرتبہ پڑھے۔ اور اس وقت کو غنیمت سمجھے۔ اور اُسے آدھی رات کی طرح سمجھے۔ اور ورد اور تلاوت میں مشغول رہے۔

نیز فرمایا۔ کہ ظہر کی سنتوں میں چار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ اور فریضہ کے بعد کی دو سنتوں میں سے پہلی میں آیت الکرسی اور دوسری میں آمن الرسول پڑھے۔

نیز فرمایا۔ کہ ظہر کی نماز کے بعد دس رکعت نماز "صلوٰۃ الخضر" پڑھے۔ اور ان دس رکعتوں میں آخری دس سورتیں پڑھے۔ جو شخص یہ نماز ادا کرتا ہے۔ اسے خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ جب عصر کا وقت ہو۔ تو عصر کی سنتوں میں دس مرتبہ سورۂ "والعصر" پڑھے۔ پہلی رکعت میں چار مرتبہ۔ دوسری میں تین مرتبہ۔ تیسری میں دو مرتبہ اور چوتھی میں ایک مرتبہ۔ نماز عصر کی سنتوں میں "والسماء ذات البروج" پڑھنے سے ناروا کی بیماری دفع ہو جاتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق سلطان المشائخ سے منقول ہے۔ کہ عصر کی نماز کی سنتوں میں "اذا زلزلت الارض" معہ بین ساتھ کی سورتوں کے پڑھنا مفید ہے۔ امیر حسن شاعر نے پوچھا۔ کہ میں پھوڑوں اور ناروا کے دفعیہ کے لئے پہلی رکعت میں سورہ بروج اور بعد کی رکعتوں میں سورہ اذا زلزلت الارض پڑھتا ہوں آپ نے فرمایا اچھا ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین نے مجھے خواب میں فرمایا۔ کہ عصر کی نماز کے بعد سورہ نبأ کتنی مرتبہ پڑھتے ہو۔ میں نے عرض کی ایک مرتبہ۔ فرمایا۔ پانچ مرتبہ پڑھا کرو۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ اس میں ضرور کچھ مصلحت ہے۔ بعد ازاں تفسیر میں لکھا دیکھا۔ کہ جو شخص عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورہ نبأ پڑھتا ہے۔ وہ حقتعالےٰ کی محبت کا اسیر ہو جاتا ہے۔ اور اس کا نام "اسیر اللہ" رکھا جاتا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ خواجہ صاحب کا مقصد یہی تھا۔ نیز فرمایا کہ جو شخص عصر کی نماز کے بعد سورہ "والنازعات" پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے قبر میں نہیں رہنے دیتا۔ مگر ایک نماز کے وقت تک۔ اس موقعہ پر آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جو شخص قبر میں نہیں رہتا وہ کہاں جاتا ہے۔ یوں ہوتا ہے۔ کہ جب روح کمال کو پہنچتی ہے۔ تو قلب کو جذب کرتی ہے۔ اور جب قلب کمال پر پہنچتا ہے۔ تو قالب کو جذب کرتا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ جو شخص عصر کی نماز کے بعد سے لیکر سورج غروب ہونے تک ان تین سموں

سکا ورد کرتا ہے۔ جو مہم اسکی ہوتی ہے بفضل الٰہی آسان ہو جاتی ہے۔ اس اسماء کو "ایلیا" کہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں "یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم"

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب شام کا وقت ہو۔ تو شام کی سنتوں میں سے پہلی رکعت میں "قل یا ایہا الکافرون" اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھے۔ ایک اور روایت کے مطابق پہلی رکعت میں "فسبحان اللہ حین تمسون" الخ۔ اور دوسری میں "سبحان ربک رب العزۃ" الخ پڑھے۔ بعد ازاں بیس رکعت نماز "اوابین" پڑھے۔ اور سربسجود ہو کر دو تین مرتبہ یہ پڑھے "اللہم ارزقنی توبۃ توجب محبتک فی قلبی یا محب التوابین" اے پروردگار! میں اپنا دین ایمان تیرے سپرد کرتا ہوں۔ مجھے توبہ نصیب کر۔ تاکہ تیری محبت میرے دل نشین ہو جائے۔ اے توبہ کرنے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو محبت کرنے والے۔

نیز فرمایا۔ کہ چھ رکعت نماز "بین العشائین" ادا کرنی چاہیئے۔ بعض مریدوں نے چھ رکعت ہی ادا کی ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ دو رکعت نماز ایمان کی نگہداشت کے لئے نماز مغرب کے بعد اس طرح ادا کرنی چاہیئے۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص آٹھ مرتبہ اور "قل اعوذ برب الفلق" ایک مرتبہ۔ اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص سات مرتبہ اور "قل اعوذ برب الناس" ایک مرتبہ۔ بعد ازاں سربسجود ہو کر تین مرتبہ "یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان" پڑھے۔ پھر آپ نے اس نماز کی برکت کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں نے شیخ معین الدین کے پوتے خواجہ احمد سے جو نہایت بزرگ آدمی تھے سنا کہ ایک سپاہی ہمیشہ یہ دو رکعت نماز ادا کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ہم اجمیر جا رہے تھے۔ کہ اس کے گرد و نواح میں شام کا وقت ہو گیا۔ وہاں پر چوروں کا خوف تھا۔ ہم نے یہ حالت دیکھ کر جلدی جلدی سنتیں ادا کیں اور شہر کا رخ کیا۔ لیکن وہ سپاہی بلا تشویش دو رکعت نماز "نگہداشت ایمان" ادا کر کے آیا۔ الغرض جب اس کے انتقال کا وقت قریب آ گیا۔ تو مجھے اطلاع دی گئی۔ میں جب وہاں پہنچا۔ تو دیکھا کہ وہ واقعی اس دنیا سے اس طرح سفر کر رہا ہے جیسا کہ کرنا چاہیئے۔ مجھے اگر قضا کی کرسی کے پاس جا کر گواہی دینی پڑے تو میں یہی کہونگا۔ کہ وہ شخص دنیا سے با ایمان گیا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ نماز مغرب کے بعد دو رکعت نماز اور بھی ہے۔ چنانچہ میرے ایک دوست صالح مرد مولانا تقی الدین نام ہمیشہ یہ نماز اس طرح ادا کیا کرتے تھے۔ کہ پہلی رکعت

میں فاتحہ کے بعد سورہ "والسماء ذات البروج" اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد "والطارق" پڑھا کرتے۔ جب وہ فوت ہوگئے۔ تو میں نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ آپ سے کیسا سلوک کیا گیا؟ فرمایا جب میرا انتقال ہوا۔ تو حکم ہوا کہ اسے ہم نے ان دو رکعت نماز کے بدلے بخش دیا حاضرین میں سے ایک نے پوچھا۔ کہ کیا اس نماز کو "صلوٰۃ النور" کہتے ہیں فرمایا نہیں اسے "صلوٰۃ البروج" کہتے ہیں صلوٰۃ النور میں ہر ایک رکعت سورہ انعام کے شروع کی چند آیتیں پڑھتے ہیں۔ چنانچہ پہلی رکعت میں "یستہزؤن" پر ختم کرتے ہیں۔ اور دوسری میں بھی "یستہزؤن" پر۔ مصنف عرض پرداز ہے۔ کہ "صلوٰۃ البروج" اور "صلوٰۃ النور" دونو اوابین کی بیس رکعتوں میں شامل ہیں۔

نیز فرمایا۔ کہ صلوٰۃ البروج کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیئے "اللہم انی استودعک ایمانی ودینی فاحفظہما" الغرض مغرب اور عشا کے درمیانی وقت کو کسی اچھے کام میں صرف کرنا چاہیئے۔ بہت سے مشائخ نے اس وقت کو غنیمت سمجھ کر اس میں یاد الٰہی کی ہے۔ اگر کوئی شخص یاد الٰہی میں اسے صرف نہیں کرسکتا۔ تو بہتر ہے۔ کہ کھانا کھانے میں صرف کرے۔ کیونکہ کہا گیا ہے۔ کہ ایک صبح صادقوں کی ہوا کرتی ہے اور دوسری صبح عاشقوں کی۔ سو صادقوں کی صبح دن نکلنے وقت شروع ہوتی ہے۔ اور عاشقوں کی صبح سورج غروب ہونے وقت نمودار ہوتی ہے۔ یعنی نماز شام۔ جب عشا کا وقت ہو۔ تو چار رکعت سنت اس طرح ادا کرے۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی .... خالدون تک۔ دوسری میں آمن الرسول اخیر تک۔ تیسری میں شہد اللہ۔ اور چوتھی میں "قل اللہم مالک الملک" پڑھے۔ عشا کی نماز کے بعد چار رکعت نماز سنت افضل ہے۔ اس میں بھی وہی پڑھنا چاہیئے۔ جو پہلی چاروں میں پڑھا ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ چار رکعت "صلوٰۃ السعادت" اس طرح ادا کرنی چاہیئے۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورہ اخلاص دوسری میں بیس مرتبہ تیسری میں تیس مرتبہ اور چوتھی میں چالیس مرتبہ پڑھے۔

نیز فرمایا۔ کہ عشا کے بعد دو رکعت نماز "روشنائی چشم" اس طرح ادا کرے۔ کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورہ "انا اعطینا" پڑھے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ یہ دعا پڑھے "اللہم متعنی بسمعی وبصری واجعلہما الوارث منی" نیز سلطان المشائخ سے یوں بھی مروی ہے۔ کہ یہ نماز مغرب کے بعد ادا کرنی چاہیئے۔ اور دعائے مذکورہ

انگوٹھے پر دم کر کے انگوٹھے کو آنکھوں پر رکھنا چاہیئے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس دعا کی برکت سے میں باریک خط کی کتابیں عشا کے وقت بھی مطالعہ کر لیتا ہوں۔ نیز فرمایا۔ کہ روشنی چشم کے لئے "لا الہ الا ہو الحی القیوم" پڑھ کر انگوٹھوں پر دم کرے اور انگوٹھے آنکھوں پر ملے۔ اور یہ پڑھے۔ بسم اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم، اور پھر یہ پڑھے "وعنت الوجوہ للحی القیوم" اور آنکھوں پر انگوٹھے رکھے۔ نیز فرمایا کہ تین مرتبہ "کھیعص حم عسق" پڑھے۔ اس طرح پر ہر حرف پر ایک انگلی بند کرتا جائے۔ بعد ازاں آنکھوں پر ملے۔ انشاء اللہ ایسا کرنے سے صحت کلی ہو گی۔ نیز فرمایا۔ کہ بعد ازاں چار رکعت "صلوٰۃ العاشقین" اس طرح ادا کرنی چاہیئے۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ "یا اللہ"، دوسری میں سو مرتبہ "یا رحمٰن"، تیسری میں سو مرتبہ "یا رحیم"، چوتھی میں سو مرتبہ "یا ودود" پڑھے۔ یہ بڑی سخت مہم کے لئے پڑھا کرتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ بعد ازاں دو رکعت "صلوٰۃ القربت" اس طرح پڑھے۔ کہ ہر ایک رکعت میں فاتحہ کے بعد ستر مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر ستر مرتبہ "استغفر اللہ" کہے۔ اور یہ دعا پڑھے۔ اللّٰھم ارزقنی عمل الذی یقربنی الیک۔

نیز فرمایا۔ کہ شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز ہر رات ہزار بار درود پڑھا کرتے تھے۔ حاضرین نے پوچھا کونسا درود؟ فرمایا۔ اللّٰھم صل علٰی محمد عبدک ونبیک وحبیبک ورسولک النبی الامی وعلٰی آلہ۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ میں نے بھی یہی درود پڑھنا شروع کیا۔ میں (مصنفؒ) نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا یہ درود دیکھا ہے۔ اللّٰھم صل علٰی محمد عدد البری الثری والوری البری التراب علی وجہ الارض والثری تحت البری۔ نیز روایت کرتے ہیں۔ کہ سلطان المشائخ ہر رات ہزار بار درود اور ہزار بار سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ اور ہر روز جواہر القرآن جو امام غزالیؒ نے تالیف کی ہے۔ قریب اڑھائی سیپارے۔ حرز یمانی اور حرز کافی پڑھا کرتے تھے ٭

نیز سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ صبح کی نماز کے بعد سورہ یٰسین۔ ظہر کی نماز کے بعد انا ارسلنا، عصر کے بعد انا فتحنا، مغرب کے بعد "سورہ واقعہ" اور عشا کے بعد "سورہ الملک" پڑھنی چاہیئے۔ نیز فرمایا کہ ہر فرض کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ اللھم لک الحمد لا الہ الا انت رب خلقتنی ولم اک شیئًا ورزقتنی ولم املک شیئًا وعلمتنی ولم اعلم شیئًا رب انی ظلمت نفسی وارتکبت المعاصی وانا مقر بذنوبی فان غفرتنی

فلا ینقص من الملک شیئا وان عذبتنی لا یزید فی سلطانک شیء تجد من تعذب غیری ولا اجد من یرحمنی غیرک فبعزتک وجلالک ان تغفرلی ذنوب علی انک انت التواب الرحیم وصل علی خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین ، ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص اس دعا کو ہمیشہ پڑھتا ہے۔ اُس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔

نیز فرمایا کہ جو شخص ہر فریضہ نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُس کی جان فرشتے کے وسیلے بغیر قبض کرتا ہے۔ نیز فرمایا کہ جو شخص ہر فریضہ نماز کے بعد پانچ مرتبہ "قل اللھم مالک الملک" "بغیر حساب" تک پڑھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس بندے کے قرض کو ادا کرتا ہے جب تہجد کا وقت ہو۔ تو نماز تہجد ادا کرنی چاہیئے۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے۔ کہ تہجد سنت مؤکدہ ہے۔ اور یہ بارہ رکعت ہے۔ چار چار رکعت ایک سلام سے ادا کرنی چاہیئے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ تہجد ہجود۔ سے نکلا ہے۔ ہجود کے معنی ہیں کم سونا۔ تہجد رفع ہجود کا نام ہے۔ یعنی جب سو جائے۔ تو تکلف سے اپنے آپ کو بیدار کرے۔ نیز فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین بارہ رکعت نماز تہجد اس طرح ادا کیا کرتے تھے۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی اور تین مرتبہ سورہ اخلاص۔ دوسری میں آمن الرسول اور تین مرتبہ سورہ اخلاص لیکن شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی کے اوراد میں لکھا ہے۔ کہ دونو رکعتوں میں آیت الکرسی پڑھنی چاہیئے۔ مگر سلطان المشائخ نے قسم کھا کر فرمایا۔ کہ مجھے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین نے فرمایا ہے۔ کہ دوسری رکعت میں آمن الرسول پڑھا کرو۔ سو میں پڑھتا ہوں۔ رات کے جاگنے کی بابت مختلف رائیں ہیں بعض مشائخ رات کے پہلے حصے میں بیدار رہتے ہیں۔ اور آخری آدھی رات سوتے ہیں۔ تاکہ تکان دور ہو جائے۔ بعض اُس کے خلاف پہلی رات سو جاتے ہیں۔ اور پچھلی آدھی رات بیدار ہوتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ جب رات کا تیسرا حصہ گذر جاتا تو جاگتے۔ امام اور موذن موجود ہوتے۔ اسی وقت عشا کی نماز ادا کرتے اور پھر صبح تک جاگتے رہتے۔ سلطان المشائخ کے خلیفہ شیخ قطب الدین کا بھی یہی طریقہ تھا۔ بعض گذشتہ بزرگ ساری ساری رات جاگا کرتے۔ چنانچہ تابعین میں سے چالیس آدمیوں نے عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ مثلاً امام اعظم ابو حنیفہ۔ سعید مسیب فضیل عیاض رضی اللہ عنہم۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جس مسجد میں یہ جاگا کرتے تھے جب

موذن آتا۔ تو یہ اپنے آپ کو سویا ہوا ظاہر کرتے ۔
سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے " قال لابی بکر متی توتر قال من اول اللیل وقال لعمر متی توتر قال من اخر اللیل وقال لابی بکر اخذت بالحزم وقال لعمر اخذت بالعزم الحزم ھھنا من النوات والعزم عقد القلب " ابا بکر صدیق سے اس نے پوچھا۔ کہ وتر کب ادا کرتے ہو؟ فرمایا پہلی رات۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ آپ کس وقت وتر ادا کرتے ہیں۔ فرمایا کبھی پہلی رات کبھی پچھلی رات۔ حضرت ابا بکر صدیق کو فرمایا۔ کہ تم نے حزم کو اختیار کیا۔ اور حضرت عمر کو فرمایا ہے کہ تم نے عزم و حزم دونو کو۔ تاکہ نقصان نہ ہو جائے۔ اور دوسری صورت میں پختہ ارادہ سے کام لیا۔ نیز میں نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا دیکھا ہے " یا رب قائم الشکور ویا رب قائم المغفور المتہجد مستغفر لاخیہ وھو نائم یشکر لھذا و یغفر لذالک " بسا اوقات قائم مشکور ہوتا ہے اور سونے والا مغفور۔ یعنی تہجد ادا کرنے والا اپنے بھائی کے لئے طلب بخشش کرتا ہے اور چونکہ وہ بھائی سویا ہوا ہوتا ہے۔ اس واسطے وہ شکر گذار ہوتا ہے۔ اور اسی واسطے بخشا جاتا ہے " سلطان المشائخ نے امیر خسرو کی طرف ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا اپنے اعضاء کو شرع کے مطابق نامناسب کاموں سے بچانا چاہیئے۔ اور اپنے اوقات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اپنی عمر عزیز کو جو کہ تمام مرادوں کے حاصل کرنے کا سبب ہے غنیمت سمجھ کر اپنا وقت فضول باتوں میں صرف نہیں کرنا چاہیئے ۔

{ نکتہ در بیان اوراد ہفتہ وسالیانہ }

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ صبح سے پہلے دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے۔ کہ پہلی رکعت میں سات مرتبہ سورہ فاتحہ اور ایک مرتبہ قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں سات مرتبہ سورہ فاتحہ اور ایک مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ اور سلام کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ ماشاء اللہ کان و ما لم یشاء لم یکن اشھد ان اللہ قد احاط بکل شئ علما و احصی کل شئ عددا " درود دس مرتبہ استغفار دس مرتبہ اور یا حی یا قیوم یا ذی الجلال والاکرام، دس مرتبہ پڑھے۔ پھر ننگے سر ہاتھ اٹھا کر یا ارحم الراحمین کہہ کر سر بسجود ہو اور سجدے میں دس بار اغثنا یا غیاث المستغیثین کہے۔ جس مہم کے لئے اس طرح پڑھیگا بفضل خدا سرانجام ہوگی۔ گذشتہ بزرگ جمعہ کے روز صبح کی نماز کے بعد کے وقت

نہایت غنیمت سمجھا کرتے تھے۔ اُس روز چھٹی منایا کرتے۔ اور بعض تو جمعہ کی رات اور جمعہ کو کھانا نہ کھاتے تاکہ پورے طور پر یادِ الٰہی میں مشغول رہ سکیں پہلی بدعت جو آنحضرت صلعم کے وصال کے بعد ظہور میں آئی یہ تھی۔ کہ لوگ بروز جمعہ مسجد میں بے وقت جانے لگے۔ سلطان المشائخ جمعہ کے دن اشراق کی نماز کے بعد کیلوکھری کی جامعہ مسجد میں جایا کرتے جب نماز کا وقت ہوتا۔ تو غسل کر کے مسجد میں داخل ہوتے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص نماز جمعہ کے بعد اغنني بحلالك عن حرامك و بطاعتك عن معصيتك وبفضلك عن سواك برحمتك يا ارحم الراحمين، پڑھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے خلقت کا محتاج نہیں کرتا۔ امیر حسن نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ نماز جمعہ میں شامل نہ ہونے کے لئے کئی تاویلیں ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ سوائے اس کے کوئی تاویل نہیں کہ غلام یا مسافر یا مریض ہو۔ اگر جا سکتا ہو اور پھر نہ جائے تو بہت ہی سنگدل ہے پھر فرمایا۔ کہ جو شخص دیدہ و دانستہ ایک جمعہ ترک کرتا ہے۔ اُس کے دِل پر ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔ دوسرے جمعہ کو ایک اور داغ اور اگر تیسرا جمعہ بھی ناغہ کرے۔ تو سارا دِل سیاہ ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ نیز فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز ہر روز غسل کیا کرتے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ پانچوں وقت غسل کیا کرتے تھے۔ نیز فرمایا کہ تین باتیں جو شیخ کبیر کو حاصل تھیں۔ مجھے نصیب نہ ہوئیں۔ ایک یہ کہ آپ ہر روز غسل کیا کرتے تھے۔ دوسرے غلام خریدا کرتے تھے۔ تیسرے سحری نہیں کھایا کرتے تھے۔ لیکن میں کھاتا ہوں نیز فرمایا۔ کہ حدیث میں ہے۔ کہ جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن کی ہر گھڑی کے عوض ستر ہزار دوزخی بخشے جاتے ہیں۔ نیز اُس دن میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے۔ کہ جو دعا اس گھڑی میں کی جائے قبول ہو جاتی ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ وہ وقت نماز جمعہ کے لئے کھڑے ہونے کا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ عصر کے بعد سے سورج کے غروب ہونے کے وقت تک۔ چنانچہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کسی کو اس بات کے لئے مقرر فرمایا۔ کہ سورج کے غروب ہونے کے وقت مجھے اطلاع دے دینا جب آپ کو اطلاع دی جاتی۔ تو آپ یادِ الٰہی میں فی الفور مشغول ہو جایا کرتیں ÷

میں نے سلطان المشائخ کے ہاتھ کا لکھا دیکھا ہے۔ کہ جو شخص سوموار کی رات کو دو رکعت

نماز صلوٰۃ السعادۃ ، اس طرح ادا کرتا ہے۔ کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیتہ الکرسی اور تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھتا ہے۔ اور سلام کے بعد دس مرتبہ درود اور دس مرتبہ استغفار پڑھتا ہے۔ وہ ہرگز بدبخت نہیں ہوتا۔ نیز میں نے یہ بھی سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا دیکھا ہے۔ کہ شروع مہینے میں حسب ذیل دعا پڑھنی چاہیئے۔

دعا۔ اللھم لک الحمد علی الائک و نعمائک مثل ما حمدت بہ نفسک و مثل ما حمدک بہ الحامدون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم والصابرون علی ما اصابھم والمقیمو الصلوٰۃ و مما رزقنا ھم ینفقون و استغفرک مثل ما استغفرک المستغفرون الذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم و من یغفر الذنوب الا اللہ و اتوب الیک مثل ما تاب جمیع التوابین الذین جعلت توبتھم مقبولۃ و علامۃ لنجاتھم و اعذنی من کل سوء یا غیاث المستغیثین و من کل مکروب یا من یجیب المضطرین اذا ارجائک و اکشف السوء و انت القادر علی کل شیٔ مما انا فیہ من الھموم و الغموم انک انت الغفور الرحیم ؀ اول تو یہ دعا ہر روز پڑھا کرے۔ اگر نہ ہو سکے تو ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ضرور پڑھے۔ نیز فرمایا۔ کہ ماہ صفر کا آخری بدھ نہایت بابرکت ہے۔ اس روز فقیروں کو کھانا کھلانا اور خوش رہنا چاہیئے۔ پھر فرمایا۔ کہ میں اسی روز پیدا ہوا تھا۔ نیز فرمایا کہ جو شخص ۲۷ ماہ رجب کو روزہ رکھتا ہے۔ اسے اس نعمت سے حصہ ملتا ہے۔ جو آنحضرت صلعم کو معراج کی رات ملی۔ آپ یاروں کو ماہ رجب کے روزے کی تاکید فرمایا کرتے۔ نیز فرمایا کہ جو شخص ماہ رجب میں حسب ذیل استغفار ہزار مرتبہ پڑھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر اس شخص کو نہ بخشوں تو میں اس کا پروردگار ہی نہیں۔ وہ استغفار یہ ہے :۔ استغفر اللہ ذی الجلال و الاکرام من جمیع الذنوب و الاثام ؀ نیز فرمایا۔ کہ صلوٰۃ الرغائب، کی خوب کوشش کیا کرو۔ رغائب جمیع رغیب کی ہے۔ جس کے معنے عطائے کثیر کے ہیں۔ خود سلطان المشائخ یہ نماز با جماعت ادا کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ یہ نماز ادا کرنے کے وقت اس قدر گرمی تھی۔ کہ نماز میں پیراہن مبارک آپ کے عطر آمیز پسینے سے تر ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر ایک کونے میں جا کر وہ پیراہن اتار کر مولانا شہاب الدین کو عطا فرمایا۔ یہ دولت اس کو اسی رات عنایت ہوئی پھر از سرنو

وضو کر کے عشا کی نماز ادا کی۔ پھر فرمایا۔ کہ اس مہینے میں خواجہ اویس قرنی کی بھی نماز ادا کرنی چاہیئے۔ یہ نماز ماہ مذکور کی تیسری چوتھی اور پانچویں کو یا تیرھویں چودھویں اور پندرھویں کو ادا کرنی چاہیئے۔ بعد ازاں اس نماز کی فضیلت میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ مدرسہ مغزی میں ایک عالم تھا۔ جو ہر ایک مسئلے کا جواب شافی دیا کرتا۔ اور مباحثہ میں عالمانہ تقریر کیا کرتا۔ جب اس کی تعلیم کا حال معلوم کیا۔ تو کچھ بھی نہ پڑھا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے کچھ بھی نہیں پڑھا۔ اور نہ کسی کی شاگردی کی ہے۔ جب میں بڑا ہو گیا۔ تو ایک دفعہ خواجہ اویس قرنی کی نماز ادا کی۔ اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ کہ پروردگار میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور پڑھا کچھ بھی نہیں۔ مجھے علم عنایت کر۔ اللہ تعالیٰ نے اس نماز کی برکت سے مجھ پر علم کا دروازہ کھول دیا۔ اب میں ہر ایک مسئلے کی بخوبی شرح کر سکتا ہوں۔ سلطان المشائخ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ماہ رجب میں ایک اور نماز درازئ عمر کے لئے پڑھا کرتے ہیں۔ اس موقعہ پر فرمایا۔ کہ میں نے شیخ ضیاء الدین پانی پتی کے بیٹے مولانا نظام الدین سے سنا ہے کہ شیخ بدرالدین غزنوی ہر سال یہ نماز ادا کرتے تھے۔ ایک سال انہوں نے نہ ادا کی۔ اور لوگوں نے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ اب میری عمر سال بھر بھی باقی نہیں۔ چنانچہ اسی سال آپ کا وصال ہو گیا جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص ماہ رجب کے آخر میں بارہ رکعت نماز بتین سلام سے اس طرح ادا کرتا ہے۔ کہ ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک دفعہ آیتہ الکرسی اور تین مرتبہ سورہ اخلاص اور سلام کے بعد یہ دعا پڑھتا ہے۔ یا اجل من کل جلیل و یا اعز من کل عزیز یا احد خیر من کل احد انت ربی لا رب لی سواک یا غیاث المستغیثین و رجاھم اغننی بفضلک ومد فی عمری مدا طویلا و اعطنی من لدنک عمرا فی رضاک برحمتک یا کریم یا وھاب۔ تو اس کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے ؎

سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ ماہ رمضان میں مشائخ تراویح کے وقت یہ تسبیحات پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ پہلی میں تین مرتبہ کلمہ شہادت۔ دوسری میں تین مرتبہ درود۔ تیسری میں سبحان اللہ والحمد للہ اکبر تک تین بار۔ چوتھی میں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ تین بار اور پانچویں میں استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم غفار الذنوب .... الخ تین بار پڑھا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ کے خلیفہ مولانا حسام الدین کی خدمت میں کہا

پھر جب قاضی محی الدین کے ساتھ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو پابوسی کے بعد عرض کی۔ کہ میں نے مولانا حسام الدین کی موافقت سے ایک دفعہ قرآن شریف تراویح میں ختم کرلیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تراویح میں ایک دفعہ قرآن شریف کرنا سُنّت ہے لیکن میرا امام سورہ اخلاص پڑھا کرتا ہے۔ اس واسطے کہ قیامت کے دن خلقت کئی گروہوں میں تقسیم ہوگی۔ چنانچہ حج والوں کا ایک گروہ ہوگا۔ غزاوالوں کا اور اسی طرح تراویح میں ختم کرنے والوں کا۔ اور چونکہ میں شیخ کبیر کے گروہ میں سے ہونا چاہتا ہوں۔ اور وہ تراویح میں سُورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک شخص دہلی سے آپ کے جماعت خانے میں اس نیت سے آیا۔ کہ تراویح میں قرآن مجید ختم کرے۔ جب سلطان المشائخ کی خدمت میں اس بارے میں عرض کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تجھے معلوم ہے۔ اگر میں کہوں۔ کہ نہ پڑھو۔ تو سنت کی ترک ہے۔ آپ خاموش ہو رہے۔ جب عشاء کا وقت ہوا۔ اور تراویح ادا کرنے کے لئے اُٹھے۔ تو اس نے الحمد ختم کرکے قرآن شریف پڑھنا چاہا تو خود بخود رُک گیا۔ اور نماز کو قطع کیا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ مولانا اخلاص سے کام لو۔ نیز فرمایا۔ کہ تراویح باجماعت ادا کرنا سُنّت ہے۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ یہ رسول صلعم کی سُنّت ہے یا صحابہ کی؟ فرمایا صحابہ کی۔ ایک روایت کے مطابق رسول صلعم نے تین رات اور ایک روایت کے مطابق ایک رات باجماعت ادا کیں۔ لیکن اس سنّت کو ہمیشہ ادا کرنے کا رواج حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے ڈالا۔ ایک نے سلطان المشائخ سے پوچھا۔ کہ کیا صحابہ کی سُنّت کو بھی سُنّت کہہ سکتے ہیں۔ فرمایا ہمارے مذہب میں کہتے ہیں لیکن امام شافعی صرف سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سُنت جانتے نیز فرمایا کہ امام اعظم رح ماہ رمضان میں ساٹھ مرتبہ کلام مجید ختم کیا کرتے تھے تیس مرتبہ تراویح میں اور تیس مرتبہ دن کو۔ بعد ازاں فرمایا کہ امام اعظم رح نے چالیس سال عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ پھر فرمایا۔ کہ اس قدر علماء ہوگذرے ہیں۔ کوئی انہیں جانتا بھی نہیں۔ لیکن ان کا شہرہ تا قیامت قائم رہیگا۔ یہ محض معاملہ کی خوبی کے سبب سے ہے اور یہی اصلی زندگی ہے۔ آسانی سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ شیخ شبلی رح اور شیخ جنید رح کی نسبت لوگوں کا خیال ہے۔ کہ بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ یہ بھی حسن معاملہ کی وجہ سے ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک دفعہ

ایک درویش شیخ جنید بغدادیؒ کی خانقاہ میں آیا۔ شاید ماہِ رمضان کی پہلی رات تھی۔ اس نے آپ سے التماس کی۔ کہ نماز تراویح میں مجھے امام بنائیں۔ آپ نے اسے اجازت دیدی۔ الغرض تیس راتوں میں تیس دفعہ قرآن شریف ختم کیا۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ اس درویش کے حجرے میں ہر روز ایک روٹی اور پانی کا کوزہ رکھ آیا کرو۔ جب تیس راتیں گذر گئیں۔ اور عید کے دن آپ نے اسے رخصت کیا۔ اور آکر حجرہ دیکھا۔ تو تیسوں روٹیاں پڑی تھیں۔ صرف پانی کے کوزے پر اس درویش نے گذر کی ٭

سلطان المشائخ کے ایک اعلےٰ یار نے ماہ رمضان کے آخری دس دن معتکف ہونے کا ارادہ کیا۔ اس بارے میں اجازت لینے کے لئے قاضی محی الدین کاشانی کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر التماس کی۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ گو ماہ رمضان کے آخری دس دنوں میں معتکف ہونا سنت مؤکدہ ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ ہر سال دس دن معتکف ہوا کرتے تھے۔ اور ایک سال غزا میں شامل ہونے کی وجہ سے ناغہ ہوا تو دوسرے سال آنحضرت بیس روز معتکف ہوئے۔ لیکن بعض مشائخ نے مریدوں کو معتکف ہونے کے لئے اس واسطے حکم نہیں دیا۔ کہ ایسا کرنے سے شہرت ہوتی ہے۔ چنانچہ میں بھی اپنے گھر ہی میں مشغول رہتا ہوں۔ اور خیال کر لیتا ہوں۔ کہ معتکف ہوں ٭

{نکتہ در بیان صلوٰۃ}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا وہ تین قسم کا ہے۔ ایک وہ جو وقت سے تعلق رکھتا۔ دوسرے وہ جو سبب سے تعلق رکھتا ہے تیسرا وہ جو نہ وقت سے تعلق رکھتا ہے اور نہ سبب سے۔ ہم اب ان نمازوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کا تعلق وقت سے ہے۔ امام محمد غزالی طیب اللہ ثراہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔ کہ جو نمازیں ہر روز ادا کی جاتی ہیں۔ وہ آٹھ ہیں۔ اور جو نمازیں سال میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں۔ وہ چار ہیں۔ روزانہ آٹھ یہ ہیں۔ پانچ فریضہ۔ چھٹی چاشت ساتویں شام کے بعد کی بیس رکعت نماز آٹھویں تہجد۔ ہفتہ کی نمازیں وہ ہیں جو ہر روز ایک دفعہ ادا کی جاتی ہے۔ ہر ایک مہینے میں جو نماز ادا کرنی چاہیئے۔ وہ بیس رکعت ہے۔ جیسے جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم ہر مہینے کی پہلی تاریخ ادا کیا کرتے تھے۔ سال کی

چار نمازیں یہ ہیں۔ دو عیدیں تیسری تراویح۔ اور چوتھی نماز براۃ۔ ان مذکورہ بالا نمازوں کا تعلق وقت سے ہے۔ لیکن جو نماز وقت سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ نماز تسبیح ہے جس وقت چاہیں ادا کر سکتے ہیں۔ امیر حسن لکھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ بارش کی وجہ سے اکثر لوگ عید کی نماز میں شامل نہ ہو سکے۔ اس بارے میں سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ اگر عید کے روز کسی وجہ سے لوگ نماز میں شامل نہ ہو سکیں۔ تو کیا دوسرے دن نماز عید ادا کر سکتے ہیں؟ فرمایا کر سکتے ہیں۔ بلکہ تیسرے دن بھی۔ لیکن عید الفطر میں صرف دوسرے دن۔ پھر زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ مجھے اس عید پر خیال تھا۔ کہ اگر بارش کی وجہ سے نماز ادا نہ کر سکے۔ تو دوسرے روز ادا کریں گے۔ سو اللہ تعالیٰ نے میسر کر دیا۔ نیز فرمایا کہ یہ نماز با جماعت پڑھنی چاہیئے۔ گذشتہ انبیا کے زمانے میں یہ نماز مسجد ولیا میں پڑھنے کا حکم تھا۔ لیکن خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا۔ کہ جہاں چاہو ادا کرو۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے اس بارے میں فرمایا۔ کہ اگر دو آدمی بھی ہوں۔ تو بھی انہیں یہ نماز با جماعت ادا کرنی چاہیئے۔

بس (مصنف) نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا دیکھا ہے قال النبی علیہ السلام امرنی جبرائیل علیہ السلام بالصلوٰۃ فی الجماعتہ حتیٰ خفت ان لا تقبل صلوٰۃ الا بجماعتہ قال الدارنی مرت علی ثلثون سنۃ لم حلمت فترکت الجماعۃ بمکسنۃ فتحلمت تلک اللیلۃ" جناب سرور کائنات فرماتے ہیں۔ کہ جبرئیل علیہ السلام حکم الٰہی لائے کہ نماز با جماعت ادا کیا کرو۔ یہ حکم سن کر میں ڈرا۔ کہ کہیں بلا جماعت نماز منظور ہی نہ ہو۔ دارنی فرماتے ہیں۔ کہ مجھے تیس سال تک احتلام نہ ہوا۔ ایک دن مکہ میں میں با جماعت نماز ادا نہ کر سکا۔ اسی رات میں محتلم ہو گیا۔

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ نماز فریضہ کے بعد جو جگہ بدلتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے۔ فرمایا۔ کہ اگر امام اپنی جگہ نہ بدلے تو مکروہ ہے۔ لیکن مقتدی اگر نہ بدلے تو مکروہ نہیں لیکن مقتدی کو بھی بدلنی مناسب ہے۔ اور صرف اس قدر کہ دایاں بازو بائیں بازو کی جگہ پر قبلہ کے مقابل ہو جائے۔

نیز سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ نماز کی ہر دو رکعت میں بسم اللہ پڑھنی چاہیئے یا دونوں رکعتوں کے شروع اور ہر سورت کے شروع میں۔ فرمایا۔ امام اعظمؒ کا قول ہے کہ

صرف پہلی رکعت میں صرف ایک دفعہ پڑھنی چاہئے۔ لیکن دوسرے اماموں کا قول ہے۔ کہ ہر ایک رکعت اور ہر ایک سورۃ کے شروع میں پڑھنی چاہئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سفیان ثوریؒ اور ایک اور بزرگ امام اعظمؒ کی خدمت میں آئے۔ اور بر سر مجمع سوال کیا کہ نمازی کو کس وقت بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔ دونوں رکعتوں کے شروع میں یا ہر سورۃ کے شروع میں اور کتنی مرتبہ۔ ان کا اصلی مقصد یہ تھا۔ کہ اگر نفی کرینگے۔ تو کہدینگے کہ نہ پڑھے۔ سو ہم نفی کے بارے میں مواخذہ کرینگے۔ لیکن امام اعظمؒ نے کمال علمی سے یہ جواب دیا۔ کہ ایک مرتبہ۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ امام اعظم کا مقصد ایک دفعہ بسم اللہ پڑھنے کا تھا۔ سائل خواہ اسے کسی طرح تصور کریں۔ خواہ رکعت کے شروع میں خواہ سورۃ کے شروع میں خواہ ساری رکعتوں میں اور خواہ ہر رکعت کے شروع میں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ مقتدی کو لازم ہے۔ کہ ہر ایک رکعت بسم اللہ اور فاتحہ پڑھے۔ میں بھی پڑھتا ہوں۔ اس موقع پر حاضرین نے عرض کی۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من قرء خلف الامام یفیہ الکثکث، فرمایا۔ اگر اس حدیث کو مدنظر رکھا جائے۔ تو وعید لاحق ہوتا ہے۔ اور اگر آنحضرت صلعم کی اس حدیث "لاصلوٰۃ لمن لم یقرء الفاتحہ" کو مدنظر رکھیں۔ تو عدم جواز صلوٰۃ لازم آتا ہے پس وعید کو برداشت کرکے سورہ فاتحہ پڑھ لینی چاہئے۔ تاکہ اجماعاً نماز جائز ہو جائے۔ اور ایسا کرنے سے خلاف سے نکلوگے اور احوط ذ زیادہ احتیاط میں مواخذ ہوگے ؎

نیز فرمایا کہ نماز کی ضروری شرط دلی حضور ہے۔ جو کچھ نمازی پڑھتا ہو۔ اس کے معنی بھی جانتا ہو۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک مرید حسن افغان جو ولی اور بزرگ مرد تھا۔ ایک دفعہ کوچے میں سے گذر رہا تھا۔ کہ مؤذن نے اذان کہی مسجد میں جاکر نماز باجماعت ادا کی۔ جب نماز سے فارغ ہوکر لوگ چلے گئے۔ تو امام کو کہنے لگا۔ کہ صاحب آپ نے نماز شروع کی۔ اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ یہاں سے دہلی گئے۔ وہاں سے غلام خرید کرکے لائے۔ پھر ان غلاموں کو آپ نے خراسان بھیجا۔ وہاں سے پھر ملتان آئے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے سرگردان رہا۔ آخر خود ہی انصاف کرو کہ یہ کس قسم کی نماز ہے ؎

میں (مصنف) نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔

"المصلی ببدنه دون قلبه فهو داخل تحت قوله تعالیٰ فویل للمصلین الذین والمصلی ببدنه وقلبه فهو داخل تحت قوله تعالیٰ قد افلح المؤمنون وان السلف یجربون الرجل فی الصلوٰة فان المتهاونة والسنة الوعظ قال ابو القاسم من تهاون بالآداب عوقب بحرمان السنن ومن تهاون بالسنن عوقب بحرمان الفرائض ومن تهاون بالفرائض عوقب بحرمان التوحید - قال ابن المبارک الآداب من ثلثی العلم لان بالعلم یوقر وبالآداب یقرب وما معنی ان الرکوع واحد والسجود سجدتان قال الرکوع ادعا العبودیة والسجدتان شاهدا لا وللمؤمنین فی السجود اشارة الی الخلق والموت والبعث فالاشارة بالسجدة الاولیٰ الی الخلق منها خلقناکم والثانیة الی الموت وفیها نعیدکم ودعیان رفع الراس الی البعث ومنها نخرجکم تارة اخریٰ وصف البراء السجود فبسط یدیه ورفع عجیزته وخوی وقال هکذا رایت رسول اللہ یسجد وخو دالفرس ما بین یدیه ورجلیه من الهواء" جو نمازی صرف بدنی نماز پڑھتا ہے۔ اور اس کا دل حاضر نہیں ہوتا۔ اس پر اللہ تعالےٰ کا یہ قول صادق آتا ہے۔ قوله تعالیٰ "فویل للمصلین"، اور جو بدن اور دل دونو سے نماز پڑھتا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے اس قول کی تحت میں داخل ہوتا ہے قولہ تعالیٰ قد افلح المومنون" گذشتہ بزرگ کئی آدمیوں کی آزمایش اس بات سے کیا کرتے تھے۔ کہ آیا وہ نماز حضور دل سے ادا کرتا ہے یا نہیں۔ اگر حضور دل سے اسے ختم کرتا۔ تو اس سے محبت کرتے اور اس کے وعظ و نصیحت کو مانتے۔ ابوالقاسمؒ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص آداب کے بجالانے میں سستی کرتا ہے۔ اسے سُنّت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اور جو سنتوں کے ادا کرنے میں سستی کرتا ہے اسے فرضوں سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اور جو فرضوں کے ادا کرنے میں سستی کرتا ہے۔ اسے توحید سے محروم رکھا جاتا ہے۔ ابن مبارک فرماتے ہیں۔ کہ ادب علم کی دو تہائی ہے۔ کیونکہ علم سے عزت حاصل ہوتی ہے اور ادب سے قرب۔ آپ سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ رکوع ایک ہے اور سجدے دو۔ فرمایا۔ رکوع

عبودیت کا ادعا ہے ۔ اور سجدے اس کے دو گواہ ہیں ۔ سجدے میں مومنوں کی پیدائش
موت اور موت کے بعد اٹھنے کا اشارہ کیا گیا ہے ۔ پہلا سجدہ پیدائش کی طرف اشارہ
ہے ۔ قولہ تعالےٰ ' و منھا خلقناکم ' دوسرے سے موت کی طرف ۔ قولہ تعالےٰ
' وفیھا نعیدکم ' سر کا اُٹھانا موت کے بعد کے اُٹھنے کی طرف اشارہ ہے ۔ قولہ تعالیٰ
' ومنھا نخرجکم تارۃً اخریٰ ۔ اور سجدہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو خوب پھیلانا چاہیئے
نیز دونوں پاؤں کو اور کولھے کو اوپر اٹھانا چاہیئے ۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ جناب
سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے ۔ تو ایک گھوڑے نے حسبِ منشا
آنحضرت کے پائے مبارک اور دستِ مبارک کی ابلنی گھاس چرلی ۔
نیز میں نے سلطان المشائخ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے ۔ اذا
اصلی الرجل فلیجو واذا اصلت المراۃ فلیحتفز السجو بنہ ان یجافی عضد یدعن جلبہ
حتیٰ یجزی ما بین ذالک الاحتفاز الانضمام ۔ قال ابوالدرداء رئی رجلا بین
عینیہ مثل ثقبۃ البعیر ھی اثر السجود فی الجبھۃ فقال لولم یکن ھذا المکان
خیراً قال رجل الی اخاف ان یو ثر السجود فی جبھۃ فقال ذا السجدت
فتحفف ای ضع جبھتک علی الارض وضعاً خفیفاً وعن علی رضی اللہ عنہ
لو علمت ان اللہ تعالیٰ قبل فی عمری رکعتین لما اھتمت لانہ قال انما
یتقبل اللہ من المتقین واذا قیل علمت بانی منقی فاجو بقولہ ثم
ننجی الذین اتقوا ورایت راعیاً یرعی دھو فی الصلوۃ والذئب یحفظ اغنامہ
قلت منی صالح الذئب مع الغنم ۔ قال لما صالح الراعی مع رب الغنم ۔
صالح الذئب مع الغنم قال علیہ السلام ان العبد اذا کثر الصلوٰۃ
اجتمعت ذنوبہ علی ظھرہ فاذا رکع اجتمع علی عاتقۃ الایسر فاذا السجد
الخطت علی الارض ما کان اللہ لیعود ات الیہ ، دجب مرد نماز پڑھے ۔ تو اسے
بیچ میں جگہ خالی چھوڑنی چاہیئے ۔ لیکن جب عورت نماز پڑھے ۔ تو اسے بالکل جگہ خالی
نہ رکھنی چاہیئے ۔ یعنی اس کے سارے اعضا آپس میں ملے ہوئے ہوں ۔ حتیٰ کہ دونو
ہاتھ کے درمیانی جگہ بھی خالی نہ ہونی چاہیئے ۔ ابو درداء فرماتے ہیں ۔ کہ میں نے
ایک شخص کو دیکھا ۔ کہ اس کی دونو آنکھوں کی درمیانی جگہ پر ایک رسولی سی تھی ۔ اور وہ

سجدے کا نشان نظر آیا۔ میں نے اسے کہا۔ کہ بہتر ہو کہ یہ نشان نہ ہو۔ اس نے کہا میں ڈرتا ہوں۔ کہ کہیں سجدے کا نشان میری پیشانی پر نہ ہو جائے۔ میں نے کہا جب سجدہ کرو تو ہلکا کیا کرو۔ یعنی سجدہ کرتے وقت پیشانی آرام سے زمین پر رکھو۔ اور اس پر سارا بوجھ نہ ڈالو۔ حضرت علی رضہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے۔ کہ اللہ تعالے نے میری ساری عمر میں دو رکعت نماز قبول فرمائی ہے۔ تو از حد خوشی مناؤں۔ اور اس کا خاص طور پر اہتمام کروں۔ کیونکہ اللہ تعالے پرہیزگاروں کی عبادت و ریاضت منظور و قبول کرتا ہے۔ اور جب یہ کہا جائے۔ تو پھر میں سمجھ جاؤں گا۔ کہ میں پرہیزگار ہوں قولہ تعالے ثم ننجی الذین اتقوا۔ ہم متقیوں کو نجات دیتے ہیں۔ میں نے ایک چرواہے کو دیکھا۔ کہ خود نماز ادا کر رہا ہے۔ اور بھیڑیا بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے۔ میں نے بھیڑیے سے پوچھا۔ کہ بھیڑیئے اور بکریوں میں کب سے صلح ہوتی ہے۔ کہا جب سے چرواہے اور اللہ تعالے میں صلح ہوتی ہے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جب انسان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو اس کے سارے گناہ اسکی پیٹھ پر جمع ہو جاتے ہیں۔ جب رکوع کرتا ہے۔ تو سرک کر اس کی گردن پر آ جاتے ہیں۔ اور جب سجدہ کرتا ہے۔ تو زمین پر گر جاتے ہیں۔

نیز میں نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ قیل للخضری انت تقول یسقطوا التکالیف قال اقول یسقطوا کلفتہ التکالیف وکیف اقول ذلک فان السالک کلما ازداد شغفہ الی العبادت وھو من امارت القبول قال شیخنا روزبھان بمصر قیل لی مرارا اترک الصلوٰۃ فانک لا یحتاج الیھا قلت لا اطیق ذلک کلفنی شیئا اخر رایت بعض جھال الطریقۃ ترکوا العبادت من غیر اشارۃ قالوا یجب السالک ان یکون دائما فی صلوٰۃ ما عرف المسکین ان للصلوٰۃ قالبا و روحا قالبھا الارکان و روحھا الحضور کالانسان مثل کما ان روح الانسان لا یکون انسانا قائل ھو بعض الانسان فکذلک روح الصلوٰۃ فما دام تعلق الارواح بالقالب باقیا یجب تزیین القالب بالصلوٰۃ والروح بروح الصلوٰۃ الا اوان انقطاع العمل واعبد ربک حتی یاتیک الیقین وھو الموت قال ابوبکر الوراق کنت فی بیت

بنی اسرائیل فوقع فی قلبی ان علم الشریعت یخالف علم الحقیقۃ فاذا رجل
صاح علی یا ابا بکر کل حقیقۃ یخالف الشرع بعینہ فھو کفر فان کان اشارۃ
او کلام ھاتف او ظہور خاطر فلا تلتفت الیہ البتۃ فان تیقن انہ
من اللہ تعالیٰ کما سمع موسیٰ علیہ السلام تضرع بباب اللہ حتی
خلص عنہ قال ابو سلیمان ما وقع فی قلبی فلا اقبلہ الا بشاھدین
من کتاب اللہ تعالیٰ وسنۃ نبیہ علیہ السلام کان شیخ یقول الٰہی
لا تبقنی مع الوھنات والبقی فی متابعۃ سید المرسلین قیل لہ قال
سیان عند الالوھیت ان یکون العبد فوق العرش او تحت الثریٰ والمحفوظ
من قادہ التوفیق الی متابعۃ علیہ السلام واللہ تعالیٰ ما نسخ شریعۃ
علیہ السلام لشریعۃ علیہ السلام لشریعۃ نبی آخر فکیف ینسخ بھوی سالک
ومن ظن ان حاصل الریاضات رفع الخطاب وزوال العطاب فھو جاھل قولہ
تعالیٰ اعملوا ما شئتم نزل فی حق الکفار کقول الطبیب للمریض یعمل ما ایس عنہ
المصیبۃ اعطوہ ما شئتم الا ترا انھم اختلفوا فی حال من دخل الجنۃ بغیر
حساب ومن دخل بعد الحساب ابن عطاء رحمہ اللہ انہ لانہ واق لسدہ
معاتبۃ الحق تعالیٰ۔ (ترجمہ) خضری سے پوچھا گیا۔ کہ تم یہ بات کہتے ہو۔ کہ تکالیف
کو چھوڑ دو۔ اس نے کہا میں تو یہ کہتا ہوں۔ کہ تکالیف کے سبب جو کلفت تمہارے
دل کو ہوتی ہے اسے دور کر دو۔ اور میں یہ کبھی کیونکر کہہ سکتا ہوں۔ جبکہ جانتا ہوں۔
کہ جب سالک کو اللہ تعالیٰ کی قرب و منزلت زیادہ ہوتی ہے۔ تو وہ عبادات
میں اور بھی مستغرق ہو جاتا ہے۔ اور یہی قبولیت کی علامت ہے۔ شیخ روزبہان
فرماتے ہیں۔ کہ مجھے کہا گیا۔ کہ نماز چھوڑ دو۔ تمہیں اب اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے
کہا۔ مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ نماز چھوڑ کر مجھے کسی اور چیز کی تکلیف دے۔ میں
نے بعض جاہلوں کو دیکھا ہے۔ کہ انہوں نے بغیر اشارہ عبادت ترک کر دی ہے
وہ کہتے ہیں۔ کہ سالک کو واجب ہے کہ ہمیشہ نماز میں رہے۔ لیکن ان بیچاروں
کو یہ معلوم نہیں کہ نماز کے بھی جسم اور روح دو نو ہوتے ہیں۔ اس کا جسم ارکان ہیں اور
روح حضور۔ جیسا کہ انسانی جسم کو بھی انسان نہیں کہہ سکتے تاوقتیکہ اس کے ساتھ

جسم نہ ہو۔ ہاں وہ انسان کا حصہ ہے۔ اسی طرح پر اکیلا حضور کسی کام کا نہیں تا وقتیکہ ارکان نہ ہو۔ اس میں شک نہیں۔ کہ نماز میں حضور لازمی ہے۔ اور اس سے ارکان کی زینت ہے۔ لیکن محض حضور بغیر ارکان کسی مصرف کا نہیں۔ اور یہ نماز اور حضور دونو مرتے دم تک چاہئیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کے اس قول سے ظاہر قولہ تعالےٰ واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین، یہاں یقین سے مراد موت ہے۔ ابوبکر وراق فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک بنی اسرائیل کے گھر تھا اس وقت میرے دل میں خیال آیا۔ کہ شریعت کا علم علم حقیقت سے بالکل مختلف ہے۔ ایک شخص نے مجھے ڈانٹا۔ کہ ابا بکر! جو حقیقت شریعت کے خلاف ہے۔ وہ کفر ہے۔ خواہ وہ اشارہ ہو یا کلام خواہ غیبی آواز ہو یا دلی خیال۔ خبردار اس کی طرف توجہ نہ کرنا۔ تا وقتیکہ تجھے یقین نہ ہو جائے۔ کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ جیسا کہ موسےٰ علیہ السلام نے سُنا اور پھر اللہ تعالےٰ کے روبرو اس قدر روئے کہ اس سے نجات پائی۔ ابوسلیمان فرماتے ہیں۔ کہ بعد ازاں جو کچھ میرے دل میں خیال آیا۔ میں نے اسے اس وقت تک سچ نہ مانا۔ جب تک کتاب الٰہی اور سُنّت نبویؐ کی گواہی اُس پر نہ ہوئی۔ ایک شخص جب بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کرتے تھے۔ مجھے اپنی الوہیت نہ دے۔ مجھے متابعت نبویؐ بخش! اس سے ایسا کہنے کی وجہ پوچھی تو کہا۔ کہ الوہیت میں دو باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یا تو انسان عرش پر ہوتا ہے۔ یا تحت الثریٰ پر۔ دوسرے متابعت نبویؐ کے راہنما سے محفوظ ہوتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ شریعت نبویؐ کو کسی اور نبی کی شریعت سے منسوخ نہیں کریگا۔ اسی طرح سالک کی خواہش کی تبدیل نہیں کریگا۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے۔ کہ تمام ریاضتوں کا ماحصل خطاب کی زیادتی اور عتاب کی کمی ہے۔ وہ جاہل ہے۔ قولہ تعالیٰ "واعملوا ما شئتم" کفار کے حق میں نازل ہوا ہے۔ اور اس کی بعینہٖ وہی مثال ہے۔ جبکہ طبیب بیمار کے معالجہ سے ناامید ہو کر اجازت دے دیتا ہے کہ جو چاہے سو کھائے پیئے۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ جو شخص حساب دیکر بہشت میں داخل ہوتا ہے۔ اور جو بغیر حساب دیئے داخل ہوتا ہے۔ ان دونوں کی حالتوں میں کس قدر فرق ہے۔ اوّل الذکر کو مؤخر الذکر پر ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ اس نے عتاب کی لذت بھی چکھی ہوئی ہوتی ہے ؎

{نکتہ دربیان صلوٰۃ نفل}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ نفلی نماز با جماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔ اور گزشتہ مشائخ وبزرگ ایسا کرتے آئے ہیں۔ چنانچہ شب برات کی رات تھی۔ مجھے شیخ شیوخ العالم نے فرمایا۔ کہ آج رات جو نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ اس کو پڑھو اور تم امام بنو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات میں اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا۔ اس رات جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تھے۔ جب دو تہائی رات گذر گئی۔ تو بیدار ہو کر آنحضرت نے آسمان کی طرف رخ کر کے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار۔ آخیر تک پڑھی۔ پھر اٹھ کر وضو کیا۔ اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے میں بھی اٹھ کر وضو کر کے آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ جب آنحضرتؐ نے تحریمہ کہی۔ تو میں پیچھے ہٹ گیا۔ آنحضرتؐ نے نماز توڑ کر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کیا۔ اور نماز میں مشغول ہوئے۔ میں پھر پیچھے ہٹ گیا۔ بعد ازاں آنحضرت نے پوچھا۔ کہ تم پیچھے کیوں ہٹتے ہو۔ میں نے عرض کی۔ کہ میری کیا جرأت۔ کہ رسولؐ خدا کے برابر کھڑا ہوں۔ آنحضرتؐ کو میرا حسن ادب پسند آیا۔ خوش ہو کر میرے حق میں دعا کی۔ کہ پروردگار! اسے دینی سمجھ عطا کرنا۔

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو۔ اور کوئی اور بزرگ آجانے پر وہ نماز توڑ دے۔ اور اس سے مشغول ہو جائے۔ تو جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا نماز ختم کر لینی چاہئے۔ پھر پوچھا۔ کہ اگر نفلی نماز ہو۔ جو محض ثواب کی خاطر ادا کر رہا ہو۔ اور اسی اثناء میں اس کا پیر آجائے۔ جس کی قدمبوسی میں بہت سی سعادت ہے۔ اور مریدوں کا اعتقاد بھی یہی ہے۔ کہ قدمبوسی کا ثواب نفلی نماز سے کئی ہزار گنا ہے؟ فرمایا شرعی حکم ایسا ہی ہے۔

ایک درویش نے سلطان المشائخ سے پوچھا۔ کہ علمائے دین اور ائمہ اسلام کہتے ہیں۔ کہ سنت واجب اور نفل وغیرہ سے فرائض کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا سب سے اعلےٰ مقصد نماز کا ذکر حق ہے۔ جیسا کہ اقم الصلوٰۃ لذکری فاسعوا الی ذکر اللہ۔ سے ظاہر ہے۔ اور ذکر حضور دل سے ہونا چاہئے۔ جیسا کہ لا صلوٰۃ

الا بحضور القلب، سے ظاہر ہے۔ اور یہ حضور انسان میں عبادت کے شروع سے آخیر تک ہونا چاہیئے۔ پس انسان کو خیال کرنا چاہیئے۔ کہ صبح کی دو رکعت نماز فریضہ جو میں نے ادا کی ہے اس میں کس قدر حضور دل سے ادا ہوئی۔ فرض کرو کہ ایک رکعت میں اسے حضوری دل تھی۔ دوسری میں نہیں۔ تو بعد ازاں جتنے نفل ادا کرے سب میں اس غیر حضوری کی تلافی مافات کرے۔ اور اگر کچھ کمی رہ جائے۔ تو تطوع میں کسر نکال لے۔ حتیٰ کہ درست ہو جائے۔ قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی۔ کہ ایک بزرگ نے ایک کتاب میں لکھا ہے۔ کہ ہوشیار آدمی کو لازم ہے۔ کہ جو نفل ادا کرے۔ اس میں نیت قضائے نماز گذشتہ کی کرے۔ اور اگر اسے علم ہو کہ کوئی نماز فوت نہیں ہوئی۔ تو بھی یہی نیت کرے ممکن ہے کہ اس سے کوئی نماز فوت ہو گئی ہو اور اس کا اسے علم نہ ہو۔ چنانچہ ہر نماز کے وقت ساتھ ہی اتنے نفل ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ پڑھے۔ مغرب اور وتروں کے لئے بھی چار رکعت ادا کرے تیسری رکعت پر قعدہ بجا لا کر حسب دستور دعا قنوت پڑھے۔ آیا ان نفلوں سے مراد وقتی نفل مثلاً ضحیٰ اشراق تحیۃ۔ وضو اور تحیت مسجد وغیرہ ہیں۔ یا کوئی اور نفل ان کے علاوہ ہیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ ہاں اور ہیں۔ کیونکہ یہ قیود نوافل کی نفی نہیں کرتیں۔ جو نفل ہوا سے قضائے نماز گذشتہ میں استعمال کر لینا جائز ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس شخص کو کوئی مشکل کام پیش آئے۔ اور اسے معلوم نہ ہو کہ اسے کرنا چاہیئے یا نہ۔ تو اسے دو رکعت نماز استخارہ اس طرح ادا کرنی چاہیئے۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکافرون، اور دوسری میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھے۔ اس کا اثر بہت ہوتا ہے۔ جو استخارہ اشراق کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اسے ہی کافی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بزرگ نے اثنائے سفر میں خادم سے پانی مانگا جب وہ لایا۔ تو پینے کی نسبت ... استخارہ کیا۔ اجازت نہ ملی۔ خادم کو فرمایا۔ کہ میں یہ پانی نہیں پیونگا۔ خادم نے عرض کی۔ پانی بڑی مشکل سے ملتا ہے۔ پھر استخارہ کیا۔ پھر بھی اجازت نہ ملی۔ اس پانی کو گرا یا گیا۔ تو اس میں سے ایک سانپ کا بچہ نکلا۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک استخارہ دن کی خیریت کے واسطے ادا کرتے ہیں۔ اور ایک ہفتہ بھر کی خیریت کے لئے جمعہ کے دن ادا کرتے ہیں۔ اور ایک عید کے روز سارے سال کی خیریت کے لئے۔ سلطان المشائخ

نے ایک دفعہ امیر خسرو کی طرف لکھا۔ کہ اگر ضمیر میں انشراح ہو تو پے در پے ہوتا ہے۔ کیونکہ یہی طریقت میں معتبر ہے۔ اور تمام کاموں میں استخارہ کو مقدم سمجھو۔ نیز فرمایا۔ کہ اثنائے سفر میں جب کسی منزل پر پہنچے۔ تو پہلے جمعہ مسجد میں جائے۔ اور محراب کے پاس دو رکعت نماز ادا کرے۔ پھر اپنی جگہ پر آکر اترے۔ دو رکعت نماز والدین کی ارواح کے لئے بھی اس طرح ادا کرنے کا حکم آیا ہے۔ کہ ہر ایک رکعت میں فاتحہ کے بعد چاروں قل پڑھے۔ نیز فرمایا بعض لوگ غائب کی بھی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ کیونکہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ اس کی غیابت میں ادا کی۔ امام شافعی اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں۔ کہ اگر مرے کا کوئی عضو مثلاً ہاتھ پاؤں یا انگلی موجود ہو۔ تو اس پر بھی نماز جنازہ ادا کرلو۔ پھر اس بارے میں شیخ جلال الدین تبریزی کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب شیخ الاسلام دہلی شیخ نجم الدین صغری کی شیخ جلال الدین تبریزی سے عداوت ہوگئی۔ تو اسے ہندوستان کی طرف نکال دیا۔ جب شیخ جلال الدین بداؤں پہنچے۔ تو دریائے سوتھ کے کنارے بیٹھے تھے۔ کہ اٹھ کر از سر نو وضو کیا۔ اور حاضرین کو فرمایا۔ کہ آؤ شیخ الاسلام دہلی کی نماز جنازہ ادا کریں۔ نماز کے بعد فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام دہلی نے ہم کو شہر سے نکالا۔ ہمارے پیر نے اسے دنیا سے نکال دیا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ ایک نماز محافظت نفس کے لئے ادا کرتے ہیں۔ یہ گھر سے نکلتے وقت دو رکعت نماز ادا کرنی چاہیئے۔ تاکہ اللہ تعالے راستے کی تمام آفتوں اور مصیبتوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور جب گھر آئے تو بھی دوگانہ ادا کرے۔ تاکہ گھر بھر کی تمام مصیبتوں اور بلاؤں سے محفوظ رہے۔ ان دوگانوں میں بڑی خیریت اور سلامتی ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص یہ دوگانہ ادا نہ کرسکے۔ وہ صرف آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرے۔ اگر آیۃ الکرسی بھی نہ پڑھ سکے۔ تو یہ کلمہ پڑھ لیا کرے۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر کوئی مکروہ وقت میں مسجد میں داخل ہو۔ اور تحیۃ مسجد ادا نہ کرسکتا ہو۔ تو یہی چاروں کلمے کافی ہیں۔ پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ جو کسی مرتبے پر پہنچا۔ وہ حسن عمل سے پہنچا۔ اگرچہ فیض اللہ تعالے کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی کوشش لازمی ہے۔ پھر یہ شعر پڑھے ؎

گرچہ ایزد دہد ہدایت دین ۔۔۔ بندہ را اجتہاد باید کرد

نامہ کاں بحشر خواہی خواند ہم ازینجا سواد باشد یادکرد

میں (مصنف رح) نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے "کان عمر یعفی ویشری فی الصلوٰۃ یلزم یدیہ الثری بین سجدتین لا یفارق بہما الارض وذالک فی التطوع وقت کبرسن" (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس طرح نماز ادا کرتے۔ کہ دونوں سجدوں کے درمیانی وقت میں دونوں ہاتھ زمین پر لگائے رکھتے تھے۔ آپ نوافل او پیری کے وقت ایسا کیا کرتے تھے۔ حکیم سنائی نے نماز کے بارے میں حسب ذیل قصیدہ لکھا ہے:

قصیدہ

بارہ تا از حدث بروں ناید   پردہ عز نماز نکشاید
پائے اگر برنہی بہ بام فلک   بادہ گر در کشی ز جام فلک
تا تو چوں خر دریں مقام خراب   شکم از ناں پرست پشت از آب
کے ترا حق ز لطف برگیرد   تا نمازت بطوع بپذیرد
سگ ز دم جائے خود برو بد باز   تو نروبی برائے جائے نماز
ہرچہ جز حق بسوز غارت کن   ہرچہ جز دین از و طہارت کن
ورنہ ابلیس از درون نماز   گوش گیرد برونت آرد باز
گرچہ پاک است ہرچہ بایت نشست   ہمہ در جنب حق جنابت تست
تا بجاروب لا نروبی راہ   کے شوی در سرائے الا اللہ
چوں تو با صدق در نماز آئی   باہمہ کام خویش باز آئی
یک سلامے او صد سلام ارزد   سجدۂ صدق صد قیام ارزد
از خشوع دل است مغز نماز   ورنہ باشد خشوع نیست نماز
ورنہ باشد خشوع و دمسازی   دیو بر سبلتش کند بازی

{نکتہ در بیان صوم}

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "من صام الدہر لا صام ولا افطر" (جس نے ہمیشہ روزہ رکھا گویا اس نے نہ کبھی روزہ رکھا اور نہ افطار کیا)۔ نیز فرمایا ہے "من صام الدہر ضیقت علیہ جہنم ہٰکذا و عقل تسعین" یہ دونوں حدیثیں کیونکر مطابقت کھا سکتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ پہلی حدیث کا یہ مطلب

ہے۔ کہ جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے۔ اور یہ پانچ روز یعنی دو عید یں اور تین ایام تشریق بھی سمجھو۔ کہ اس نے نہ روزہ رکھا۔ نہ افطار کیا۔ اور جو سال بھر روزہ رکھے لیکن یہ پانچ دن نہ رکھے۔ اس سے دوزخ تنگ آجاتا ہے۔ اور اس میں نوے گرہ پڑجاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ ایسے شخص کا دوزخ میں مقام ہی نہیں ہوتا۔ نیز فرمایا۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ یعرض الاعمال علی اللہ یوم الاثنین و یوم الخمیس فاحب ان یعرض عملی و انا صائم۔" لوگوں کے اعمال اللہ تعالےٰ کے روبرو پیر و جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں۔ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں۔ کہ میرے اعمال اس وقت پیش کئے جائیں۔ جب میں روزے سے ہوں ؀

بعد ازاں فرمایا۔ کہ میں نے شیخ نجیب الدین متوکل سے سنا ہے۔ کہ جو شخص جمعرات جمعہ اور ہفتہ کے روز متواتر تین روزے رکھتا ہے۔ وہ تیسرا روزہ افطار کرتے وقت جو دعا کرتا ہے قبول ہو جاتی ہے۔ عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ خبر میں آیا ہے۔ کہ جو شخص شہر الحرام میں تین روزے جمعہ ہفتہ اور اتوار کو لگاتار رکھتا ہے۔ اس سے دوزخ سات سو سالہ راہ کے برابر پرے ہٹ جاتا ہے ؀

نیز فرمایا۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "للصائم فرحتان فرحۃ عند الافطار و فرحۃ عند لقاء الجبّار" روزے دار کے لئے دو فرحتیں ہیں ایک افطار کے وقت دوسری لقاء الٰہی کے وقت، یہ فرحت کھانے پینے کی نہیں بلکہ روزے کو پورا کرنے کی ہے۔ جب روزہ پورا کر لیتا ہے۔ تو اسے فرحت حاصل ہوتی ہے۔ ہر ایک طاعت کی جزا مقررہ ہے۔ چونکہ روزہ کی جزا لقائے الٰہی ہے۔ اس لئے روزہ دار روزے کے اختتام پر نعمت رویت کی امید پر خوش ہوتا ہے ؀

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ہر ایک طاعت کی جزا مقررہ ہے۔ سو روزے کی جزا لقائے الٰہی ہے۔ جب اس حدیث کا ذکر ہو رہا تھا کہ "الصوم لی و انا اجزی بہ" تو حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ یوں بھی سننے میں آیا ہے "الصائم لی" سلطان المشائخ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ اس صورت میں "انا اجزی" کون کہیگا۔ بعد ازاں اس کی بات کی اصلاح یوں فرمائی۔ کہ یہ بالمعنی لام ہے ؀

نیز فرمایا کہ احیاء العلوم میں لکھا ہے۔ کہ الصوم نصف الصبر و الصبر نصف الایمان بعد ازاں فرمایا۔ کہ الصوم الصبر کیا ہوتا ہے۔ پھر خود ہی اس کی تشریح یوں فرمائی۔ کہ صبر اس

بات کا نام ہے۔ کہ خواہش کے بواعث پر بواعث حق غالب آجائیں۔ سو خواہش کے بواعث دو ہیں۔ ایک غصہ دوسرے شہوت۔ چونکہ روزہ شہوت کو مغلوب کر لیتا ہے۔ اس لئے آدھا صبر ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ درویش کو سال میں تین مہینے روزے رکھنا چاہئیں۔ ان میں محرم اور ذی الحج کے دس دس، اور دس اور متبرک دنوں کے روزے شامل ہیں سب ملا کر تین مہینے بن جاتے ہیں ٭

ایک دفعہ سلطان المشائخ کی مجلس میں مولانا حسام الدین حاجی اور مولانا جمال الدین اور اور عزیز حاضر تھے۔ جب کھانا لایا گیا۔ تو کہا گیا۔ کہ جو روزے سے نہیں کھانا کھائے۔ چونکہ ایام بیض تھے۔ تقریباً سبھی روزے سے تھے۔ بعد ازاں کھانا ان دو آدمیوں کے واسطے بھیج دیا۔ جو روزہ دار نہ تھے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب عزیز آئیں۔ تو کھانا لا کر سامنے رکھ دینا چاہئے۔ اور یہ نہیں پوچھنا چاہئے۔ کہ روزہ دار ہو یا نہ۔ کیونکہ اگر وہ کہیگا کہ میں روزہ دار ہوں۔ تو ریا پایا جائیگا۔ اگر وہ شخص صادق اور راسخ ہے۔ اور کہے کہ میں روزے سے ہوں تو اس کی پوشیدہ طاعت کو علانیہ دفتر میں لکھا جاتا ہے۔ اگر کہے کہ میں روزے سے نہیں۔ تو گویا وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اگر خاموش رہے۔ تو سائل کی حقارت ہے ٭

شیخ عزیز الدین نے جو سلطان المشائخ کے امام بھی تھے۔ فرماتے ہیں۔ کہ خواب میں سلطان المشائخ نے مجھ سے پوچھا کہ روزے سے ہو؟ عرض کی۔ اگر حکم ہو۔ تو رکھ لیا کروں۔ فرمایا۔ دل کا روزہ رکھا کرو۔ بعد ازاں شیخ عزیز الدین نے شیخ نصیر الدین محمود سے اس کی تعبیر پوچھی۔ کہ روزہ دل کسے کہتے ہیں؟ فرمایا انہیں مراقبہ کا حکم ہوا ہے ٭

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ بعض لوگ جو طی کرتے ہیں۔ یعنی تین چار یا زیادہ دن لگاتار روزہ رکھتے ہیں۔ یہ خود پسندی اور ریا میں داخل ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

نگاہ صنعت گرتن زا کند فربہ ۔۔۔ سیر خوردن تنزا ز لنگھن بہ
(روزہ)

نیز فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز خواہ تپ ہوتا یا فصد کرایا ہوا ہوتا۔ تو بھی کم ہی افطار کرتے۔ اور شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا روزہ بہت کم رکھتے۔ لیکن طاعت بکثرت کرتے۔ اور یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ کلوا من طیبات واعملوا صالحا ، پاکیزہ کھانا کھاؤ۔ اور عمل صالح کرو۔ آپ کا مقصد یہ تھا۔ کہ یہ آیت آپ کے حال پر صادق آتی ہے۔ اس موقع پر سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ طیبات سے کیا مراد ہے۔

اور اصحاب کہف نے جو کہا کہ طعام اس سے کونسا کھانا مراد ہے؟ فرمایا۔ وہ کھانا جس کی طرف طبیعت مائل ہو۔ پھر فرمایا۔ کہ بعض کی مراد اس کھانے سے رنج و غم کا کھانا تھا۔ مسافر بغیر مہماندار کی اجازت کے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ خود جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "من نزل علی قوم فلا یصومن بطوعًا الا باذنھم" "جو شخص کسی کے ہاں بطور مہمان وارد ہو۔ اُسے نفلی روزہ اُس کی اجازت بغیر نہیں رکھنا چاہیئے"۔

نیز میں (مصنف) نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔

"الصوم للمسیے جنۃ و للمحسن جنۃ عن ذو النون اذا اردت ان تذھب قساوۃ قلبک فادم الصیام فان لم تقدر فادم القیام وان بقیت فالطف الا قیام وقیل لاعرابی الصوم فی لحوم البادیۃ قال کانت الدنیا ولم اکن و تکون لم اکن فارغ یا محان تذھب" "گنہگار کے لئے روزہ بمنزلہ ڈھال کے ہے اور نیکی کنندہ کے واسطے باعث جنت" ⁂

ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تم اپنی قساوۃ قلبی دُور کرنا چاہتے ہو۔ تو ہمیشہ روزہ رکھو۔ اگر روزہ نہیں رکھ سکتے۔ تو شب بیداری کرو۔ اگر پھر بھی کچھ باقی رہ جائے تو کوئی حلال جانور ذبح کر کے راہ خدا میں دو۔ ایک بدوی سے پوچھا گیا۔ کہ تم جنگل میں بادسموم کے وقت کیونکر روزہ رکھتے ہو۔ کہا جبکہ دنیا تھی میں نہ تھا۔ میں نہیں رہونگا۔ تو بھی دنیا رہیگی۔ سو میں دعا کرتا ہوں۔ کہ میرے دن جلدی گذر جائیں ⁂

{نکتہ در بیان زکوٰۃ و صدقہ}

میں نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا دیکھا ہے۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین فرماتے ہیں۔ کہ زکوٰۃ تین طرح کی ہوتی ہے۔ زکوٰۃ شریعت زکوٰۃ طریقت اور زکوٰۃ حقیقت۔ شریعت کی زکوٰۃ یہ ہے۔ وہ سو درم میں سے پانچ درم راہ خدا میں صرف کریں۔ طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے۔ کہ دوسو درم میں سے پانچ رکھ کر باقی کے راہ خدا میں خرچ کریں۔ اور حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے سب کے سب راہ خدا میں دے دیئے جائیں۔ بعد ازاں فرمایا شخص دوسو میں سے پانچ دیتا ہے گو اسے بخیل نہیں کہتے لیکن سخی بھی نہیں

کہہ سکتے۔ سخی اسے کہتے ہیں جو زکوٰۃ سے کچھ زیادہ دے۔ بعد ازاں فرمایا کہ سخی اور جواد میں یہ فرق ہے کہ وہ سخی ہے جو زکوٰۃ سے کچھ زیادہ دے۔ اور جواد وہ جو بہت بخشش کرے۔ مثلاً دو سو میں سے صرف پانچ اپنے پاس رکھے۔ اور باقی بخشدے۔

نیز فرمایا۔ کہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ علمائے وقت کو فرمایا کرتے تھے۔ کہ او بڑے علما! تم اپنے علم کی زکوٰۃ دو۔ دو سو مسئلے میں سے جو تم نے سیکھ رکھے ہیں۔ پانچ پر عمل کرو۔ اور دو سو حدیثوں میں سے پانچ پر کاربند ہو۔

نیز میں نے حضرت سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا دیکھا ہے "قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ما منع قوم من الزکوٰۃ الا حبس اللہ عنهم المطر لو لا البهائم لم تمطر وعنه علیہ السلام من مات عشرین فرسخا فی عشرین فرسخ مانع الزکوٰۃ یوخذ بذنبه مر موسیٰ علیه السلام الشاب یجلس الصلوٰۃ ثم راٰه بعد سنین علی ما ترک فاوحی اللہ تعالیٰ الیه یا موسیٰ ما صنع بصلوٰۃ اذا لم یود زکوٰۃ ماله یا موسیٰ ان الصلوٰۃ والزکوٰۃ توامان لا اقبل احدهما دون الاخرا" ترجمہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے اللہ تعالےٰ ان سے بارش روک دیتا ہے۔ اگرچہ پائے بھی نہ ہوں تو وہاں بارش قطعاً بند ہو جائے۔ نیز فرمایا کہ اگر زکوٰۃ نہ دینے والا مر جائے۔ تو ساٹھ میل گرد اگرد کی خلقت سے اس کے گناہ کے بدلے مواخذہ کیا جاتا ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ اچھے کپڑے پہن کر نماز ادا کر رہا ہے۔ دو سال بعد اسے دیکھا تو اسی حالت میں تھا۔ موسےٰ علیہ السلام کی طرف وحی آئی۔ کہ اے موسیٰ! اگر مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے تو نماز کس مصرف کی۔ کیونکہ نماز اور زکوٰۃ جوڑے ہیں ایک دوسرے کے بغیر قبول نہیں کی جاتیں۔

نیز فرمایا۔ کہ تین چیزیں تھیں صدقہ، مروت اور وقایہ۔ صدقہ وہ چیز ہے۔ جو لوگ کسی محتاج کو دیتے ہیں۔ مروت یہ ہے۔ کہ دوست کسی دوست کو کوئی چیز دے۔ اور وہ بھی اس کے مقابل کوئی چیز اسے دے۔ وقایہ یہ ہے۔ کہ بدگو اشخاص کی طعن و تشنیع سے بچنے کے لئے انہیں کچھ دیدیتے ہیں۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ تینوں باتیں کیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا۔ کہ ابتداء میں آنحضرت تالیف قلوب کے لئے کچھ دیا کرتے تھے۔ لیکن جب اسلام کا زور ہو گیا۔ تو پھر دینا بند کر دیا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ صدقہ کی پانچ شرطیں

ہیں۔ جب پانچوں پائی جائیں۔ تو صدقہ ضرور قبول ہوتا ہے۔ ان میں دو صدقہ دینے سے پہلے ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ ملے وہ حلال کی کمائی ہو۔ دوسرے یہ کہ نیک مرد کو دے۔ دو شرطیں صدقہ دیتے وقت ہیں۔ ایک تواضع بشاشت اور دل کی خوشی سے لائے۔ دوسرے پوشیدہ دے۔ ایک شرط صدقہ دینے کے بعد کی ہے۔ یہ کہ جو کچھ دے اس کا ذکر نہ کرے۔

نیز فرمایا۔ کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر بڑا خرچ کیا کرتے تھے۔ کسی نے آپ کو کہا لاخیر فی الاسراف زیادہ خرچ کرنا اچھا نہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ لا اصراف فی الخیر، نیک کاموں میں خرچ کرنا فضول خرچی نہیں۔

نیز فرمایا۔ کہ ایک روز امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ خطبہ میں فرما رہے تھے۔ کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آنحضرت صلعم رات تک اپنے پاس کوئی چیز نہ رکھتے تھے۔ صبح سے دوپہر تک خرچ کر دیتے تھے۔ نیز فرمایا۔ کہ جب دُنیا آئے۔ تو راہِ خدا میں صرف کرنا چاہئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے کچھ کمی نہیں آئیگی۔ اور جب جانے لگے۔ تو بھی راہ خدا میں صرف کرنا چاہیئے کیونکہ نہ خرچ کرنے سے وہ رُک نہیں سکیگی۔ انسان کو اپنے ہاتھ سے دینا چاہیئے شیخ نجیب الدین اسی مضمون کو اس عبارت میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب آئے۔ وہ۔ کیونکہ کم نہیں آئیگا۔ اگر جاتا ہے تو رکھ مت۔ کیونکہ نہیں ٹھیریگا۔ نیز فرمایا۔ کہ دنیا جمع نہیں کرنی چاہیئے۔ جو کچھ ملے خرچ کر دینا چاہیئے۔ اور ذخیرہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

زر از بہرِ خوردن بود اے پسر   از بہرِ نہادن چہ سنگ وچہ زر

پھر فرمایا کہ خاقانی نے اسی حال کے مناسب حسب ذیل شعر کہا ہے ؎

چوں خواجہ بخواہد راند از ہستئے خود گامے   آں گنج کہ او دارد پندار کہ من دارم

میں (مصنف) ایک دفعہ اپنے نانا مولانا شمس الدین دامغانی کے ساتھ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت دنیا کی محبت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا شمس الدین دامغانی نے خاقانی کا حسب ذیل شعر عرض کیا ؎

زر دوست از دست جہاں در زیر پائے پیل داں
ما زیر پائے دوستاں زر پیل بالا ریختہ

سلطان المشائخ یہ شعر سن کر نہایت خوش ہوئے۔ اور بڑی تعریف کی۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مختلف طبیعتیں بنائی ہیں۔ بعض ایسی ہیں۔ اگر انکی آمدنی دس درم ہو۔

تو جب تک خرچ نہیں کر لیتے۔ انہیں چین نہیں پڑتا۔ اور بعض ایسے ہیں۔ کہ جوں جوں زیادہ آتا ہے۔ زیادہ طلب کرتے ہیں۔ لیکن ایسا مال کسی اور کی قسمت کا ہوتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ آرام روپیہ کے خرچ کرتے میں ہے۔ اسی واسطے انسان کسی چیز سے آرام حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ روپیہ خرچ نہیں کرتا۔ پس معلوم ہوا کہ روپیہ جانے میں آرام ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ روپیہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس سے دوسروں کو فائدہ پہونچے اسی اثناء میں فرمایا۔ کہ شروع میں میرا دل مال جمع کرنے کی طرف مائل نہ تھا۔ میں کبھی بھی دنیا کا متلاشی نہ ہوا۔ بعد ازاں حسن اتفاق سے مرید بھی وہاں ہوا۔ جہاں دونو جہاں کی کچھ پروا نہ کی جاتی تھی۔ اسلئے میں نے یکبارگی ترک کر دیا۔ ایک روز ایک شخص بے وقت اٹھنی لے آیا۔ میں نے کہا بے وقت ہو گیا ہے۔ کل اسے خرچ کروں گا۔ جب رات کو یاد الٰہی میں مشغول ہوا۔ تو وہ اٹھنی میرا دامن پکڑ کر نیچے کی طرف کھینچتی تھی۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی۔ تو کہا۔ پروردگار! کب دن ہوگا۔ اور میں اسے صرف کروں گا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ کسی شخص نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی خدمت میں بیان کیا۔ کہ فلاں شخص کے پاس مال بکثرت ہے لیکن کہتا ہے۔ کہ اس کے خرچ کرنے کا حکم نہیں۔ شیخ شیوخ العالم سن کر مسکرائے۔ اور فرمایا۔ کہ یہ بہانہ ہے۔ اگر وہ شیخ اپنے خزانے کا وکیل مجھے بنائے۔ تو دیکھو باذن تین دن میں خالی کرتا ہوں یا نہیں۔

میں نے حضرت سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا پایا ہے " ملک على باب من ابواب السماء ينادى من يقرض اليوم يجد غدا - وعنه ما جعل لى الا على السخاء و لا حسن الخلق سئل احد ما فعل الله بك قال خفف كفة حسناتى نزابت قبضة القضية فيها و ثقلت قلت ما هذا قال كف تراب القيته فى قبر مسلم - اشترى عبد الله ابن ابى بكر جارية بعشرة الاف درهم فطلبت دابة لتحملها فناداه رجل هذه انتهى فقال عبد الله هما و اها على دابته و اذهبوا ها الى منزلها امساك مع اللطف افضل من البذل مع الجفاء سال رجل من عبد الله المبارك سبعمائة درهم فكتب الى وكيله سبعة الاف درهم فساله الوكيل عن المال كتب انه سال سبعمائة و كتبت سبعة الاف درهم فنفى هذا افناء القلة فكتب ابن المبارك ان كانت القلة قد افنت فالمنعم ايضا

تقدیمقد۔ قال ارسطا طالیس لذی القرنین بعد الاستیفاء ملکت العباد بالفرسان وتملک القلوب بالاحسان۔ سئل اعرابی عن المروۃ قال ان لا یمریک احد الانالہ اذک ولا تم ماجد الا رفعت نفسک عن رفقہ الاحسان قبل الاحسان فضل والاحسان بعد الاحسان مکافاۃ والاحسان بعد الاشارۃ جود والاشارۃ قبل الاشارۃ ظلم والاشارۃ بعد الاشارۃ مکافات والاشارۃ بعد الاحسان سوم وستوم۔ قال ابن المبارک سخاء النفس عما فی ایدی الناس اکبر من سخاء البذل ومروۃ القناعۃ اکبر من مروۃ العطاء بقاء العالم فی الاخذ والاعطاء فان اخذت ولم تعط فقد قصدت لتخریب العالم فی الحدیث ان اللہ یبغض البخیل فی حیاتہ والسخی عند موتہ الذی لا یسخو الا عند خروجہ من الدنیا۔ قال ابلیس ابغض الناس من الفاسق السخی واحب الناس الی العالم البخیل۔ (ترجمہ) آسمان کے دروازے پر اپنا فرشتہ منادی کرتا ہے۔ کہ جو شخص آج قرض دیگا۔ اسے کل ملجائیگا۔ نیز یہ کہ ولی سے سخاوت اور حسن خلق کا عہد لیا جاتا ہے۔ ایک شخص سے پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالے نے تم سے کیا سلوک کیا۔ اس نے کہا میری نیکیوں کا پلڑا ہلکا کر دیا۔ مجھے ایک قبضہ دکھائی دیا۔ میں نے اٹھا کر پلڑے میں رکھ دیا جس سے نیکیوں والا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پوچھا وہ کیسے۔ کہا میں نے یہ قبضہ مٹی کا ایک مسلمان کی قبر میں رکھا تھا۔ عبداللہ ابن ابی بکر نے دس ہزار درہم کو ایک لونڈی خریدی۔ پھر اس کی سواری کے لئے چوپایہ طلب کیا۔ ایک شخص چوپایہ لے آیا۔ عبداللہ نے اسے کہا۔ کہ اس لونڈی کو مکان تک پہنچا آؤ۔ مہربانی کی کنجوسی ظلم و تشدد کی بخشش سے اچھی۔ اس شخص نے عبداللہ سے سات سو درہم مانگے۔ سو اس نے اپنے خزانچی کو لکھ دیا کہ اسے سات ہزار درہم دینا۔ جب خزانچی نے مال کی کیفیت پوچھی۔ تو اس شخص نے کہا میں نے سات سو درہم مقرر کئے تھے خزانچی نے کہا۔ اس میں تو سات ہزار لکھے ہوئے ہیں۔ ایسا کرنے سے تو خزانہ میں کمی آجائیگی۔ ابن المبارک نے اس کی طرف لکھا۔ کہ تھوڑا ہو یا زیادہ خرچ ہو جائیگا۔ نہ صرف یہ بلکہ ایک روز ان کا مالک بھی خرچ ہو جائیگا یعنی مر جائیگا۔ ارسطا طالیس نے اسکندر کو نصیحت کی کہ لوگوں کو گھوڑوں سے اور دلوں کو احسان سے قابو کرنا۔ ایک اعرابی سے مروت کی بابت پوچھا گیا۔ اس نے کہا۔ ہر ایک

کی مراد پوری کرو۔ اور اس کی مراد پوری کر کے غرور نہ کرو۔ احسان سے پہلے احسان کرنا بزرگی ہے۔ احسان کے بعد احسان کرنا بدلہ ہے۔ اشارہ کے بعد احسان کرنا سخاوت ہے اشارہ سے پہلے اشارہ ظلم ہے۔ نقصان کے بعد نقصان پہنچانا برا ہے۔ ابن المبارک فرماتے ہیں۔ جو کچھ میسر ہو اس کا راہ خدا میں دینا خرچ کی سخاوت سے بہتر ہے۔ قناعت کی مروت عطا کی مروت سے اچھی ہے۔ چونکہ دنیا کی بقا لینے اور دینے پر ہے۔ اگر تو لے لیکن دے نہ۔ تو گویا تو جہان کو خراب کرنے کے درپے ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ بخیل کی زندگی اور سخی کی موت کے وقت ناراض ہوتا ہے۔ شیطان کا قول ہے۔ کہ میں بدکار سخی پر سخت ناراض ہوتا ہوں۔ اور بخیل عالم مجھے نہایت ہی پیارا ہے۔"

خواجہ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

ہرچہ داری برائے حق بگذار　　کز گدایان ظریف ترا بیشار

وز تن وجان وعقل ودل بگذار　　در رہ او دلے بدست بیار

سید سرفراز آلِ عبا　　یافت تشریف سورۂ ہل اتیٰ

زاں سہ قرصِ جوینِ بے مقدار　　یافت درپیش سید آں بازار

{ نکتہ در بیانِ جسم }

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی حج کے ارادے سے گھر سے نکلے یا حج کر کے واپس آتا ہوا رستے میں مر جائے۔ تو ہر سال حج کا ثواب اس کے اعمالنامے میں لکھا جاتا ہے۔ میں (مصنفؒ) نے سلطان المشائخ کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ جو شخص حج کو جاتا ہوا یا حج کر کے واپس آتا ہوا رستے میں مر جاتا ہے۔ وہ شہید ہے۔"

نیز فرمایا۔ کہ بعض لوگ حج کر کے آتے ہیں۔ تو دن رات اپنے سفر کے حالات بیان کرتے رہتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں۔ ایک دفعہ کوئی شخص یہ کہہ رہا تھا۔ کہ میں فلاں جگہ گیا۔ فلاں جگہ کی سیر کی۔ ایک بزرگ نے اسے کہا۔ کہ کسی ایسے مقام پر بھی گئے ہو۔ جہاں سے واپس نہیں آتے۔ اس موقع پر امیر حسن شاعر رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی۔ کہ مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے۔ کہ سلطان المشائخ کے مرید ہو کر پھر کسی اور طرف جائیں۔ نیز عرض کی۔ کہ میں نے اپنے ایک دوست سے ایک بات سنی جس کا میرے دل پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ وہ یہ کہ حج کو وہ شخص جاتا ہے جس کا پیر نہ ہو۔ سلطان المشائخ یہ سن کر آبدیدہ ہوئے اور فرمایا۔ مصرعہ

ایں راہ بسوئے کعبہ رود آں بسوئے دوست

بعد ازاں فرمایا۔ کہ حج کے لئے جانا ان لوگوں کا کام ہے۔ جو ذکر حق میں مشغول نہیں رہ سکتے۔ وہ باہر جاتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ لاہور میں ایک واعظ تھا۔ جس کا وعظ نہایت پُر اثر تھا۔ جب حج کر کے واپس آیا۔ تو تقریر میں وہ تاثیر نہ رہی۔ وجہ پوچھی۔ تو کہا ٹھیک ہے اثنائے راہ میں مجھ سے دو نمازیں فوت ہو گئیں تھیں۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی وفات کے بعد حج کا شوق ہوا۔ میں نے کہا چلو پہلے اجودھن جاکر پیر کی زیارت کر لو۔ جب زیارت کی۔ تو میرا مقصود حاصل ہو گیا۔ بلکہ اس سے زیادہ دوسرے سال بھی ایسا ہی کیا۔ میرا مقصود حاصل ہو گیا۔

نیز فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے کئی مرتبہ حج کا ارادہ کیا۔ اور روانہ ہو کر اُچہ تک گئے بھی۔ لیکن پھر خیال آیا۔ کہ میرے پیر شیخ قطب الدین بختیار قدس سرہ نے حج نہیں کیا۔ میں کیوں کروں۔ ایسا کرنے میں پیر کی مخالفت ہے۔ پھر وہاں سے واپس چلے آئے۔

مَیں نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ "العمرة فی الحج کالنافلة بعد الفریضة والصدقة بعد الزکوٰة۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما من لوحته الشمس فی سبیل اللہ او فی الحج او فی العمرة لم تلوحه النار۔ و فی الخبر ان مقام ابراهیم والرکن الیمانی والحجر الاسود یقولون النبی علیه السلام یوم القیامة اشفع انت لمن لم یزرنا فانا نشفع لمن زارنا۔ عمر طاف بالبیت وقال اللّٰهم ان کنت علی اثما او صغتنا فامحه عنی فانک تمحو ما تشاء و تثبت و عندک ام الکتاب۔ قال عارف بعد الحج الٰهی! ان قبلت فنثبت عظیمة و اعطنی ثواب المقبولین و ان لم تقبل فتعزیة عظیمة فاعطنی ثواب المصابین۔ عن الفضیل حج ام ابراهیم کانت حبلی به فولدت ابراهیم بمکة فجعلت تطوق وتقول دعوا لله لانبی ان یجعله اللہ رجلا صالحا۔ قال رجل للیحیٰ ابن معاذ الرازی ارید ان ادخل البادیة بلا زاد قال حسن ان لم تفعل الثلاث قال ما هی قال لا تلبس الصوف فانه خالوت ولا تتکلم فی الزهد فانه خرقه ولا تتصل لتوافل فانه مسالة" (ترجمہ) حج میں عمرہ ایسا ہی ہے جیسے نماز فریضہ کے بعد نفل یا زکوٰۃ کے

بعد صدقہ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جس پر راہ خدا یا حج یا عمرہ کے موقعہ پر سورج چمکا اس پر دوزخ کی آگ اثر نہ کرے گی۔ خبر میں ہے کہ قیامت کے دن مقام ابراہیم رکن یمانی اور حجر اسود قیامت کے دن جناب سرور کائنات کی خدمت میں عرض کرینگے۔ کہ جن لوگوں نے ہماری زیارت نہیں کی۔ اُن کے حق میں آپ کی شفاعت زیادہ کارگر ہوگی۔ اور ہم اُن لوگوں کے لئے شفاعت کرتے ہیں۔ جنہوں نے ہماری زیارت کی ہے حضرت عمر رضؓ نے بیت اللہ شریف کا طواف کرتے وقت عرض کی۔ اے بار خدایا! اگر میں اشقیاء سے یا غل وغش پر ہوں۔ تو اسے مجھ سے مٹا دے۔ کیونکہ تو اس بات پر قادر ہے۔ کہ جسے چاہے مٹائے۔ جسے چاہے ثابت رکھے۔ اور تیرے ہی پاس ام الکتاب ہے۔ ایک عارف نے حج کے بعد بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ کہ اے معبود! اگر تو نے قبول کیا۔ تو اسے پورے طور پر ثابت کر۔ اور مجھے مقبولوں کا ثواب عطا کر۔ اگر قبول نہیں کیا۔ تو اسے عذاب دے۔ اور مجھے تکلیف اٹھانے والوں کا ثواب عطا فرما۔ فضیل رحؒ فرماتے ہیں۔ کہ ابراہیمؒ کی والدہ حاملہ تھی۔ جب وہ حج کو گئی۔ مکہ میں ابراہیمؒ پیدا ہوئے۔ لوگوں سے کہنے لگیں۔ کہ لوگو دعا کرنا کہ اللہ تعالےٰ اسے مرد صالح بنائے۔ کسی شخص نے یحی بن معاذ الرازی کو کہا۔ کہ میرا ارادہ جنگل میں جانے کا ہے۔ اس نے کہا بہتر ہے۔ بشرطیکہ تین باتوں سے بچو۔ پوچھا وہ کونسی۔ کہا۔ صوف نہ پہننا کیونکہ یہ شہرت ہے۔ زہد کی بات نہ کرنا کیونکہ مکاری ہے۔ نفلوں کے نزدیک نہ پھٹکنا کیونکہ یہ رسوائی ہے۔

نیز فرمایا کہ کعبہ دو بار خراب ہو چکا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ کعبہ دو بار خراب کیا گیا ہے۔ تیسری بار اسے آسمان پر لے جائینگے اور وہ یوں کہ جب قیامت نزدیک آئیگی۔ تو خانہ کعبہ میں بت رکھیں گے۔ اور دوس قبیلہ کی عورتیں ان بتوں کے سامنے ناچینگی۔ اس وقت کعبہ کو آسمان پر لے جائینگے۔

{ نکتہ در بیان فضیلت ضیافت }

سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے یار جب حاضر خدمت ہوتے تھے۔ تو ضرور کوئی نہ کوئی چیز کھا کر جاتے۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ جبرائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ آپ نے پوچھا کیا پیغام لائے ہو۔ کہا آج حکم ہے۔ کہ خدا کے کسی بندے کو خلت کی خلعت پہنائی جائے۔ اور اسے خلیل اللہ

کا خطاب دیا جائے۔ آپ نے پوچھا وہ کون بندہ ہے؟ مجھے بتائیے تاکہ اس کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں۔ جبرائیل نے کہا وہ بندہ آپ ہی ہیں۔ آپ یہ خوشخبری سن کر مارے خوشی کے بیہوش ہو گئے۔ دیر کے بعد ہوش میں آکر پوچھا۔ کس کام کے بدلے؟ کہا۔ روٹی دینے کے عوض۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی عادت تھی۔ کہ روٹی کھانے سے پہلے مہمان کی تلاش میں کوس دو کوس نکل جاتے۔ جہاں سے ملتا تلاش کر کے لاتے۔ جب تک مہمان نہ ملتا۔ آپ کھانا نہ کھاتے۔ اسی واسطے آپ کی کنیت "ابوالضیفان" ہے۔ آپ کی صدق نیت کی وجہ سے مشہد میں آپ کا سدا برت قیامت تک جاری رہیگا۔ ایک روز ایک مشرک آپ کا مہمان ہوا۔ جب معلوم ہوا۔ کہ وہ بیدین ہے۔ تو آپ نے اُسے کھانا نہ دیا۔ حکم ہوا کہ ابراہیم! ہم نے اسے جان دے رکھی ہے۔ اور تو روٹی نہیں دیتا ✤

نیز فرمایا۔ کہ سید احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نفس سے مجادلہ کر رہا تھا۔ جو کچھ میں اسے کہتا۔ وہ قبول کرتا جاتا۔ جب اسے کھانا کھلانے اور ایثار کے لئے کہا۔ تو اس نے انکار کیا۔ میں سمجھ گیا۔ کہ حقتعالےٰ کی رضامندی اسی میں ہے۔ اسی کو میں نے اختیار کیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کے پاک خاندان میں ورد و وظائف کا کم رواج ہے اور کھانے کھلانے اور ایثار کا زیادہ ✤

۱۱۴۰ نیز فرمایا۔ کہ بغداد میں ایک درویش تھا۔ جس کے لنگر سے ہر روز ایک ہزار ایک سو بیس پیالے طعام خرچ کرتا تھا۔ اس کے تیرہ باورچی خانے تھے۔ الغرض ایک روز اپنے ملازموں سے پوچھا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ تم کسی کو کھانا دینا بھول جاؤ۔ نوکروں نے عرض کی ہم بدستور ہر ایک کو پہنچاتے ہیں۔ شیخ فرمایا۔ کہ اس کام میں سستی نہ کرنا۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ کے ایسا فرمانے کی وجہ کیا ہے۔ فرمایا۔ آج تین دن سے مجھے کھانا نہیں پہنچا۔ جب میری یہ حالت ہے۔ تو دوسروں کو کیونکر نہ فراموش کرتے ہو گے۔ وجہ یہ تھی۔ کہ چونکہ شیخ کے باورچی خانے بہت تھے۔ اس لئے بعض باورچیوں کو یہ گمان رہا کہ شاید دوسروں نے بھیج دیا ہو۔ جب تین دن گذر گئے تو شیخ نے یہ بات ظاہر کی ✤

بعد ازاں کھانا کھلانے کی فضیلت میں یہ حدیث بیان فرمائی "ای مسلم اطعم مسلما علی جوع اطعمہ اللہ من ثمار الجنات" (جو مسلمان بھوک کے وقت مسلمان کو کھانا کھلاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُسے بہشتی پھل کھلاتا ہے۔ ایک اور حدیث

ہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مہمان نواز کے گھر سے پیار کرتا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ جہاں تک ہو سکے مہمانوں کی خاطر تواضع کرنی چاہیئے۔ حدیث "من زار حیا ولم یذق منہ شیئاً فکان مازار میتاً" (ترجمہ) جو شخص کسی زندہ کی ملاقات کو جائے اور کوئی چیز نہ چکھے۔ وہ ایسے شخص کی طرح ہے۔ جس نے مردے کی زیارت کی۔ نیز حدیث ہے کہ ثلث لایحاسب علیہ العبد مااکلہ السحور ومااَفطر علیہا وما اکل مع الاخوان" (تین چیزوں کا حساب بندے سے نہیں لیا جائیگا جیسے نمازیوں نے کھایا ہو جس سے روزہ افطار کیا ہو۔ اور جو بھائیوں سے مل کر کھایا ہو۔ نیز فرمایا۔ کہ کھانا کھلانا تمام مذاہب میں عمدہ خیال کیا گیا ہے۔ نیز فرمایا کہ ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ بیس درم صدقہ دینے سے ایک درم کا کھانا یاروں کو کھلانا بہتر ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ فقیروں کو دس درم دینے کی نسبت ایک درم رفیقوں میں خرچ کرنا اچھا ہے۔ اسی طرح سو درم صدقہ سے دس درم اپنے رفیقوں کے لئے خرچ کر دینے اچھے ہیں۔ اگر سو درم رفیقوں کے لئے خرچ کرے۔ تو گویا اس نے بردہ آزاد کیا۔

نیز فرمایا۔ کہ ایک درویش چند سال سفر میں بسر کر کے اپنے پیر کے پاس آیا۔ تو پیر نے پوچھا کہ تو نے دنیا کے کون کونسے عجائبات دیکھے۔ عرض کی قطب العالم سے ملا۔ وہ کہتا تھا۔ کہ تمام جہان میں ایک نیم مرد ہے۔ اور نیم مرد وہ جو ہوا میں مصلا بچھا کر نماز ادا کرتا ہے۔ دوسرا پورا اور کامل مرد وہ ہے۔ جو پوری روٹی درویش کو دیتا ہے

قاضی محی الدین کاشانی نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ خواجہ عثمان اسمٰعیل کی کتاب میں میں نے لکھا دیکھا ہے جس میں دو حدیثیں ہیں۔ جو انہوں نے ایک سو مشائخ سے سنی ہیں۔ ہر ایک شیخ سے دو حدیثیں ایک صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے۔ دوسری غرائب الاخبار سے۔ ان میں سے ایک حدیث یہ ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد نے ساٹھ سال عبادت کی۔ آخری عمر میں ایک عورت پر عاشق ہو گیا۔ چنانچہ چھ روز اس کام میں پڑ کر یاد الٰہی سے غافل رہا۔ آخر پشیمان ہو کر ایک مسجد میں گیا۔ اور تین روز متواتر روزہ رکھا اور کچھ نہ کھایا۔ چوتھے روز ایک مسلمان ایک روٹی لایا۔ افطار کے وقت اس کے دائیں بائیں درویش تھے۔ انہیں وہ روٹی دیدی۔ اور خود بدستور بھوکا رہا۔ اسی وقت فرشتہ اجل نے اس کی جان قبض کی۔ موت کے بعد ساٹھ سالہ عبادت ایک

پلڑے میں اور چھ روزہ گناہ دوسرے پلڑے میں رکھے گئے۔ تو گناہوں کا پلڑا بھاری تھا۔
جب وہ روٹی عبادت کے پلڑے میں رکھی تو وزنی ہوگیا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ صاحب رغیف، روٹی والے کی کہانی یاد رکھو۔ یہ کہانی
بھی ابن حارث کی حکایت کی طرح ہے۔ لیکن تھوڑا فرق ہے۔ حدیث میں ہے۔ کہ بنی اسرائیل
میں ایک عابد نے ساٹھ سال عبادت کی۔ آخر وہ ایک عورت پر مبتلا ہوگیا۔ اس کی ایک
کرامت یہ تھی۔ کہ ہر وقت اس کے سر پر بادل کے ٹکڑے کا سایہ رہتا تھا۔ جب یہ گناہ اس
سے سرزد ہوا۔ تو وہ کرامت بھی جاتی رہی۔ اور وہ مارے شرمندگی کے ایک مسجد میں چلا گیا۔
اس مسجد میں ایک صاحب نے دس آدمیوں کو تربیت ختم کرنے کے لئے بٹھایا ہوا تھا۔ تو اس
نے ان کی گنتی کے مطابق دس روٹیاں بھیجدیں۔ ہر ایک کو ایک ایک مل گئی۔ ایک کو نہ ملی۔
تو اس نے کہا میری روٹی زاہد لے گیا۔ جب زاہد نے یہ سنا۔ تو روٹی فوراً اسے دیدی۔ روٹی
دیتے ہی وہ کرامت آگئی یعنی سر پہ بادل کا سایہ ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ اس کی توبہ قبول ہوگئی ہے
یہی وجہ ہے۔ کہ عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ روٹی والے کی کہانی یاد رکھو۔ بعد ازاں قاضی
محی الدین نے پوچھا۔ کہ عبداللہ کی ترغیب تحریض کا باعث کیا ہے۔ فرمایا کھانا کھلانا اور ایثار
نیز فرمایا۔ کہ میں نے بی بی فاطمہ سام رحؒ سے سنا ہے۔ آپ فرماتی تھیں۔ کہ جو شخص کسی کو روٹی کا
ٹکڑا اور پانی کا کوزہ دیتا ہے۔ اس کے بدلے اسے اس قدر دینی اور دنیوی نعمتیں ملتی ہیں۔
جو لاکھوں نمازوں اور روزوں سے نصیب نہیں ہوسکتیں ۔

نیز فرمایا۔ کہ شیخ ابو اسحاق گازرونی جن کا اصلی نام شہریار اور کنیت ابو اسحاق ہے۔ ذات
کے جولاہ تھے۔ لڑکپن میں آپ نانان پیتے تھے۔ کہ شیخ عبداللہ خفیف نے آپ کی طرف
دیکھا معلوم نہیں آپ کی پیشانی پر کیا دیکھا۔ کہ فرمایا۔ آؤ تم میرے مرید ہو جاؤ۔ ابو اسحاق حیران
رہ گئے۔ اور کہنے لگے میں کیا جانوں۔ مرید کیا ہوتا ہے۔ فرمایا۔ تو میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر
صرف اتنا کہہ دے کہ میں تمہارا مرید ہوں۔ ابو اسحاق نے ایسا ہی کیا۔ پھر پوچھا۔ کہ میں کیا کروں۔
فرمایا جو کھانا کھاؤ۔ اس میں سے دوسروں کو بھی کچھ دینا۔ الغرض ایک روز تین درویش ابو اسحاق
کے پاس سے گزرے۔ اس وقت آپ کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ انہیں دیں۔ انہوں نے
کھا کر ایک دوسرے کو کہا۔ کہ اس نے اپنا کام کیا ہے۔ اب اس کی مکافات مانگنی چاہئے۔ ایک نے
کہا میں نے اس کو دنیا بخشی۔ دوسرے نے کہا دنیا کے سبب فساد میں پڑیگا۔ میں اس کو

دین بخشتا ہوں تیسرے نے کہا۔ درویش جوانمرد ہوتے ہیں۔ میں اسے دنیا اور آخرت دونوں بخشتا ہوں۔ الغرض شیخ ابو اسحاق اس کھانے کی برکت سے کامل شیخ ہوئے۔ اور اب تک آپ کے روضہ مبارک میں بے شمار نعمت و راحت ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ طاعت دو قسم کی ہے۔ ایک لازم دوسرے متعدی۔ لازم کا اثر اسی شخص کی ذات تک محدود رہتا ہے۔ مثلاً نماز روزہ۔ لیکن متعدی کا اثر دوسرے پر ہوتا ہے۔ جیسے کسی کو آرام پہنچانا۔ کھانا کھلانا۔ اس کا ثواب بھی بیشمار ہوتا ہے۔ لازمی طاعت میں اخلاص ضروری شرط ہے۔ تاکہ قبول ہو۔ لیکن متعدی ہر طرح جائز ہے۔ اور اس سے بہر حال ثواب ملجاتا ہے۔

نیز فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر سے پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالے کی طرف کتنی راہیں ہیں؟ فرمایا۔ بے شمار۔ لیکن سب سے نزدیک کی راہ دلوں کو آرام پہنچانا ہے۔ ہمیں جو کچھ ملا۔ اسی راہ سے ملا۔ اور اسی کی ہم وصیت کرتے ہیں۔ نیز آپ ہی کا قول ہے۔ کہ انسان کو دو کاموں میں مشغول رہنا چاہئے۔ ایک یہ کہ جو اسے حق سے باز رکھے اُسے اپنے پاس سے ہٹا دے۔ دوسرے کسی کو راحت پہنچائے۔ جو شخص ان دونوں باتوں پر عمل کرتا ہے۔ اسے ابدی راحت نصیب ہوتی ہے۔ نہیں تو ہمیشہ کے لئے سرگرداں رہتا ہے۔ نہ اس کا دین ہی رہتا ہے نہ دنیا ہی

نیز فرمایا۔ کہ بدایوں میں ایک دیوانہ رہا کرتا تھا۔ جسے مسعود نخاسی کہا کرتے تھے۔ مدرسہ معزی کے رہنے والے خواجہ زین الدین نے اسے کہا۔ کہ ہمیں کچھ فائدے کی بات بتاؤ۔ اُس نے کہا پہلے شراب لاؤ۔ خواجہ زین الدین نے شراب کے لئے غلام بھیجا۔ جب لا کر دیوانے کے سامنے رکھدی۔ تو کہا کہ اب دریائے سوتھ کے کنارے چلو۔ وہاں چلکر پئینگے۔ جب دریا کنارے بیٹھے۔ تو دیوانے نے کہا۔ اُٹھو ساقی بنو۔ اور بھر بھر پلاؤ۔ جب پلائی۔ تو دیوانہ نے مست ہو کر کپڑے اُتارے۔ اور کہا آؤ نہائیں۔ جب وہ نہا کر نکلا۔ تو خواجہ زین الدین کو کہنے لگا۔ کہ پانچ خصلتوں کو لازم پکڑنا۔ اور ان کا خوب خیال رکھنا۔ اوّل ہر کسی کے لئے گھر کا دروازہ کھلا رکھنا۔ دوسرے خندہ پیشانی اور رحم سے پیش آنا۔ تیسرے جو کچھ پاس ہو حاجتمند کو دینے میں دریغ نہ کرنا۔ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ چھٹے اپنا بوجھ کسی پر نہ رکھنا۔ پانچویں دوسروں کے بوجھ کو سہارنا۔

سلطان المشائخؒ نے فرمایا۔ کہتے ہیں۔ کہ جب مہمان آئے۔ تو تکلف نہیں کرنا چاہئے اور

جب تو مہمانوں کو بلائے۔ تو انہیں بوجھ نہ سمجھ۔ نیز فرمایا کہ درویشی اس بات کا نام ہے۔ کہ جو شخص آکر سلام کہے پہلے کھانا لاکر اس کے سامنے رکھیں۔ اور پھر گفتگو شروع کریں۔ پھر فرمایا۔ کہ پہلے سلام پھر طعام بعد ازاں کلام۔

نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ امام شافعیؒ کسی دوست کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے۔ اس نے لونڈی کو کھانوں کا نام لکھدیا کہ یہ یہ کھانے پکانا۔ اور خود کسی کام کے لئے باہر چلا گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد امام صاحب نے لونڈی سے کاغذ لیا۔ اور اس پر اپنی منشا کے مطابق بھی چند کھانوں کا نام لکھدیا۔ جب وہ شخص آیا۔ اور دستر خوان پر بتائے ہوئے کھانوں سے زیادہ دیکھ کر لونڈی سے وجہ پوچھی۔ اس نے کہا کاغذ دیکھ لو۔ امام صاحب نے اس پر جو کچھ لکھا۔ میں نے وہ بھی تیار کردیا۔ یہ دیکھ کر وہ شخص نہایت خوش ہوا۔ اور اس لونڈی کو اس کے عوض آزاد کردیا۔

نیز فرمایا۔ کہ انسان مالی۔ بدنی یا خلقی جو طاعت کرتا ہے۔ اگر اس میں سے تھوڑی سی بھی قبول ہوجائے۔ تو اسی کے بدلے اس کا کام سنور جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ سعادت کے تالے کی کئی چابیاں ہیں تمام چابیاں ہاتھ میں لانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ایک سے نہ کھلے تو شاید دوسری سے کھل جائے۔ اگر دوسری سے نہیں تو تیسری سے۔

[نکتہ در بیان آداب خوردن]

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھولینے چاہئیں۔ حدیث میں آیا ہے۔ من احب ان یکثر خیر بیتہ فلیتوضا اذا حضر غذائہ (جو شخص اپنے گھر کی برکت کو زیادہ کرنا چاہتا ہے۔ اسے چاہئے۔ کہ جب اس کے پاس کھانا لایا جائے تو کھانے سے پہلے وضو کرے) اس واسطے بھی ہاتھوں کا دھونا جائز ہے۔ کہ انسان کام میں مشغول رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے کوئی نہ کوئی آلائش ضرور لگ جاتی ہے پس ہاتھوں کا دھولینا پاکیزگی کے لئے ضروری ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ کھانا کھانا دینی اعمال اور عبادت کی مدد کے لئے ہوتا ہے۔ سو جس طرح عبادت کے لئے پاکیزگی لازمی ہے اسی طرح کھانا کھانے سے پہلے بھی پاکیزگی ضروری ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ سنت ہے کہ میزبان خود مہمان کے ہاتھ دھلائے۔

ایک وقعہ کا ذکر ہے۔ کہ امام شافعیؒ امام مالکؒ کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے تو امام مالکؒ

امام شافعیؒ کے ہاتھ دھلانے لگے۔ تو امام شافعیؒ نے منع فرمایا۔ امام مالکؒ نے کہا۔ آپ ناراض نہ ہوں مہمان کی خدمت کرنا سُنّت ہے۔ پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ہارون الرشید نے ابومعاویہ کے ہاتھ دھلوائے۔ بعد ازاں آپ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ آپ کے ہاتھ کس نے دُھلائے۔ فرمایا نہیں۔ کہا امیرالمومنین نے یہ سنکر ابومعاویہ نے فرمایا۔ جس طرح تو نے علم کی قدر و منزلت اور عزّت افزائی کی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ تیری قدر و منزلت اور عزّت افزائی کرے۔

نیز فرمایا۔ کہ جب مہمان کے ہاتھ دھلانے ہوں۔ تو پہلے اپنے ہاتھ دھو لو۔ ہاتھ دھلانے کا حکم پانی پلانے کے خلاف ہے یعنی پانی پہلے مہمان کو دو بعد میں خود پیو۔ پھر فرمایا کہ جو ہاتھ دھلائے کھڑا ہو کر دھلائے بیٹھنا مناسب نہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک شخص شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہاتھ دھلانے کے لئے پانی لایا۔ وہ بیٹھ گیا۔ تو آپ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا۔ کہ اسے واجب تھا کہ کھڑا رہتا۔ چونکہ وہ بیٹھ گیا۔ اس لئے میں کھڑا ہو گیا۔

ایک دفعہ ایک مجلس میں سلطان المشائخؒ کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ عرب میں دستور ہے۔ کہ کھانا کھا چکنے کے بعد تھال اور لوٹا لاتے ہیں۔ اور اسے وہاں ابوالیاس کہتے ہیں۔ یعنی ناامیدی کا سرمایہ۔ کیونکہ اس کے بعد پھر کھانا نہیں لایا جاتا۔ پھر دل لگی طبعی کے طور پر فرمایا۔ کہ ہندوستان میں ابوالیاس کا قائم مقام پان ہے۔ کہ پان دیکر پھر کھانا نہیں لاتے۔ پھر فرمایا۔ کہ چونکہ عرب میں پان نہیں ہوتا۔ اس واسطے وہاں تھال اور لوٹے کا رواج ہے۔ اخیر میں جو لوٹا لاتے ہیں۔ اسے ابوالیاس کہتے ہیں۔ اور نمک کو ابوالفتح۔ نیز فرمایا۔ کہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد نمک کا کھانا جذام سے محفوظ رکھتا ہے۔ حدیث "تو دوا ولو بالماء الحار" (خواہ گرم پانی ہی سے خاطر تواضع کرنی پڑی تو بھی کرو)۔ نیز فرمایا۔ کہ پہلے آپ منہ سے انگلی کو تر کر کے نمک لیتے ہیں۔ اس کی بابت کہیں حکم نہیں آیا۔ امیر حسن شاعرؒ نے اس فائدے کے شکریہ میں کہا کہ الحمد للہ حق نمک از سر نو ہو گیا۔ سلطان المشائخؒ نے مسکرا کر فرمایا۔ بہت اچھا کیا۔ قاضی محی الدین کاشانی حاضر تھے۔ فرمایا ملیح (نمکین) کیا۔ سلطان المشائخؒ نے فرمایا ملیح نہیں بلکہ ملوح۔ نیز فرمایا۔ کہ کھانے سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔

و اللّٰھم بارک لنا فیما رزقتنا فاعذنا عذاب النار بسم اللّٰہ"۔ پہلا لقمہ اٹھاتے وقت بسم اللّٰہ کہے۔ دوسرا لقمہ اُٹھاتے وقت بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ تیسرا لقمہ اٹھاتے وقت بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الحمد للّٰہ رب العالمین۔ الرحمن الرحیم بلند آواز سے کہے تاکہ دوسروں کو بھی یاد آجائے۔ اگر ہر لقمے کے ساتھ بسم اللّٰہ پڑھے۔ تو بہتر ہے تاکہ کھانا کھاتے وقت بھی ذکر سے خالی نہ رہے۔ آخیر پر الحمد للّٰہ پڑھنی چاہئے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلا لقمہ اٹھاتے وقت بسم اللّٰہ کہے۔ اور دوسرا لقمہ اٹھاتے وقت بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ⁂

میں (مصنفؒ) حضرت سلطان المشائخؒ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ ابن عباس کی نسبت روایت ہے۔ کہ جب آپ کے سامنے کھانا رکھا جاتا۔ تو آپ بسم اللّٰہ عنی عن کل آکل سعی پڑھا کرتے۔ میں (مصنفؒ) نے سلطان المشائخؒ کے خلیفہ مولانا فخر الدین زرادی کو دیکھا۔ کہ ہر لقمے کے ساتھ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے۔ سلطان المشائخؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک بزرگ ہر لقمہ اٹھاتے وقت اخذ باللّٰہ پڑھا کرتا تھا۔ نیز فرمایا۔ کہ حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب گوشت کھانے بیٹھو۔ تو بوٹیوں سے پہلے شوربا کھاؤ۔ نیز فرمایا۔ کہ دوسرے کے لقمے کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے۔ اور نہ بڑے بڑے لقمے اٹھانے چاہئیں۔ اور لقمے کو دوسری دفعہ پیالے میں نہیں گرنے دینا چاہئے ہاتھ اور منہ روٹی اور دسترخوان سے صاف نہیں کرنے چاہئیں۔ اور ہڈی میں سے مغز نکالنے کے لئے اسے روٹی پر نہیں ٹھونکنا چاہئے۔ اور دائیں ہاتھ خنصر اور بنصر جو آلودہ نہ ہوتی ہوں۔ کوزہ کو پکڑو۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ بدرالدین غزنوی رحؒ کے گھر دعوت تھی۔ جب کھانا کھا چکے۔ تو ایک درویش نے ہاتھ دھونے سے پہلے پانی پی لیا۔ شیخ بدرالدین اس درویش کو جھڑکنا چاہتے تھے۔ کہ اس نے خلاف ادب کیوں کارروائی کی۔ لیکن قاضی منہاج الدین کی سفارش سے درگذر کی۔ کیونکہ اگر آلودہ ہاتھ منہ سے پانی پئیں۔ تو دوسروں کو نفرت ہو جاتی ہے ⁂

میں نے سلطان المشائخؒ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ انسان کا پانی میں سانس لینا ٹھیک نہیں خصوصاً جبکہ آب دہن اس میں گرے۔ سلطان المشائخؒ سوچ میں پڑ گئے۔ حاضرین میں سے ایک نے چند الفاظ پڑھ کر کہا۔ کہ یہ حدیث ہے۔ کہ جو شخص پانی پیتے وقت ایک ہاتھ آگے کرتا ہے۔ وہ بخشا جاتا ہے۔ سلطان المشائخؒ نے فرمایا کہ

یہ حدیث حدیث کی معتبر اور مشہور کتابوں میں تو درج نہیں ممکن ہے ہو۔ جو حدیث لوگوں سے سنیں اس کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ حدیث نہیں۔ لیکن اتنا کہہ سکتے ہیں۔ کہ حدیث کی مستند معتبر اور مشہور کتابوں میں درج نہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ کھانا کھاتے وقت خاموش نہیں رہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ آتش پرستوں کی عادت ہے۔ کھانے کی تعریف یا مذمت نہیں کرنی چاہئے۔ پیالہ صاف کرتے وقت دستر خوان پر رکھ کر صاف نہیں کرنا چاہئے۔ ایسا کرنے سے صاف نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ سلطان المشائخ کی مجلس میں کھانا لایا گیا جب کھانا کھا چکے۔ تو امیر خسرو نے ایک پیالے کو چاٹنا شروع کیا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا یہ کیا کرتے ہو؟ عرض کی۔ ایک بزرگ تھا اسے خواجہ کاسہ لیس (پیالہ چٹ) کہا کرتے تھے۔ اور وہ خود بھی اپنے تئیں کاسہ لیس کہا کرتے تھے۔ نیز فرمایا۔ کہ کھانے پر پھونک نہیں مارنی چاہئے۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔ کہ کھانے کو پھونکنے سے اس کی برکت جاتی رہتی ہے۔ اپنے سے ادنے کو لقمہ نہ دے ہاں شیخ اپنے مرید کو دے سکتا ہے۔ جب تک مہمان کھانا نہیں نہ کرے۔ خود بھی نہ کرے۔ روٹی کے ریزے وغیرہ کسی کے پاؤں میں نہ رکھے۔ کسی کو دوسرے کام کے لئے نہ کہے۔ اور کھانا کھاتے وقت سلام کا جواب نہ دے۔ پھر فرمایا۔ کہ شیخ ابو الخیر کے پیر شیخ ابو القاسم نصیر آبادی یاروں سمیت کھانا کھانے میں مشغول تھے کہ امام الحرمین استادِ امام غزالی کے والد ابو محمد جوینی آئے۔ اور سلام علیکم کہا۔ ابو القاسم اور آپ کے ہمراہیوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ جب کھانا کھا چکے۔ تو ابو محمد جوینی نے پوچھا۔ کہ میں نے آکر سلام کہا۔ اور آپ لوگوں نے جواب نہ دیا۔ ابو القاسمؒ نے فرمایا۔ ہماری رسم یہی ہے۔ کہ جو مجمع میں اس وقت آئے۔ جبکہ کھانے میں مشغول ہوں۔ تو سلام کا جواب نہیں دیتے۔ بلکہ اس شخص کو مناسب ہے۔ کہ سرے سے سلام ہی نہ کرے۔ جب کھانے سے فارغ ہو چکیں۔ تو سلام کرے۔ امام ابو محمدؒ نے پوچھا۔ یہ بات از روئے نقل کہتے ہو یا از روئے عقل۔ ابو القاسم نے فرمایا۔ از روئے عقل۔ کیونکہ جو کھانا کھایا جاتا ہے۔ وہ طاعت کی قوت کے واسطے کھایا جاتا ہے گویا کھانا کھاتے وقت وہ عین عبادت میں ہے۔ اور جو عبادت میں مصروف ہو۔ اسے سلام کا جواب دینا جائز نہیں۔ نیز سلام کا جواب دیتے وقت تعظیم کے لئے

اٹھنا بھی ہوتا ہے جس سے مجمع کو تشویش ہوتی ہے ۔ اور ایسا کرنا منع ہے ۔ ... کرنا گویا نماز میں کوئی اور شغل کرنا ہے ۔ جو از روئے حدیث منع ہے ۔ بہ دلیل ... مشغولی سلام کا جواب جائز نہیں ۔ نیز فرمایا ۔ کہ جو کھانا کھائیں متقی ہو ۔ جسے کھلائیں بھی متقی ہو ۔ فرمایا متقی کو طعام دینا مشکل ہے ۔ کیونکہ مجمع میں معلوم نہیں ہوتا ۔ کون شخص متقی ہے ۔ نیز مہمانوں کو کیا معلوم کہ کھانا متقی ہے یا نہیں ۔ بعد ازاں فرمایا ۔ کہ مشارق میں ایک اور حدیث ہے ۔ کہ جو کھانا میسّر ہو دیکر سلام کرو ۔ نیز فرمایا کہ جب ایک دفعہ پیٹ بھر چکے ۔ تو پھر کھانا نہیں کھانا چاہیئے ۔ مگر دو آدمیوں کے لئے جائز ہے ۔ ایک جس کے ہاں مہمان آجائیں ۔ اُن کی خاطر ضرور کھانا چاہیئے ۔ دوسرے روزہ رکھنے والا ۔ نیز فرمایا ۔ کہ اگر درویش کو کھانا کھاتے وقت لذت آئے تو بہتر ہے ورنہ اُس کھانے کو چھوڑ دے ۔ کیونکہ اگر وہ یاد الٰہی میں ہوتا ۔ تو اس کھانے کی اسے لذّت ہی نہ آتی ۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

اگر لذّت ترک لذت بدانی   دگر لذّت نفس لذّت نخوانی

نیز میں (مصنفؒ) نے سلطان المشائخؒ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے ۔ کہ جو شخص کھانا کھلاتے وقت خاموش رہے ۔ وہ جنّت میں داخل ہوتا ہے یعنی جتنا کسی کی مرضی ہے کھائے ۔ تھوڑا بہت کھانے کے لئے اصرار نہ کرے ۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا ۔ کہ کیا آپ کو آسمانوں سے کھانا ملتا ہے ۔ فرمایا ۔ ہاں ۔ مسجد میں میرے واسطے کھانا اُتارا گیا ۔ یعنی مجھے طاقت دی گئی ۔ کہ میں گدھے (نفس) کو بازار تک لے جاؤں ۔ نیز فرمایا ۔ کہ ایک مچھلی سانپ کی شکل کی ہوتی ہے اسے نہ کھایا کرو ۔ اور بن بلائے کسی کے ہاں طفیلی بنکر نہ جاؤ ۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں رسم تھی ۔ اسلام میں مقلد اسے کہتے ہیں ۔ جو اپنے دین کو غیر کے دین کا تابع بنائے ؂

[نکتہ در بیان آداب مائدہ کشیدن]

حضرت سلطان المشائخؒ نے فرمایا ۔ کہ جب دسترخوان بچھائے تو آستین چڑھائے ۔ پہلے دائیں پھر بائیں ۔ جیسا کہ حدیث میں ہے ۔ کہ دھوتے وقت اور طعام کے وقت پہلے دائیں ہاتھ کو دھو ۔ دسترخوان پر بہت لوگوں کا ہونا باعث برکت ہے ۔ اور اکیلے شخص کا ہونا مکروہ ہے ۔ جیسا کہ حدیث میں ہے ۔ کہ ملکر کھانا کھاؤ ۔ تاکہ اس میں برکت

ہو۔ پھر خادم آکر ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ کہے۔ لفظ صلوٰۃ صحابہؓ سے شروع ہوا ہے۔ کیونکہ ان کا دستور تھا۔ کہ جب مجمع کرنا چاہتے۔ تو آواز دیتے کہ الصلوٰۃ جامعۃ۔ سب جمع ہو جاتے۔ خادم کو اس وقت تک کھڑے رہنا چاہیئے۔ جب تک کہ لوگ کھانے سے فارغ نہ ہو لیں۔ جیسا کہ قتادہ نے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق آئے۔ آنحضرتؐ ان کی خدمت میں مشغول ہوئے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم ان کی خدمت بجا لاتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ میرے مکرم دوست ہیں۔ میں بذات خود ان کی خدمت کروں گا۔ جب دعا کر چکیں۔ تو چراغ والا چراغ لے جائے۔ پھر سقا کوزہ اٹھا لے بعد میں خادم برتن اور نمکدان اور ہڈیاں۔ ریزے وغیرہ سب اکٹھے کرے۔ اور جس ترتیب سے اسباب کھانا رکھا تھا۔ عین اس کے برعکس اٹھائے۔ جس طرح مسجد میں داخل ہونا اور نکلنا ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ متاہلوں کو صرف صبح کا کھانا دے لیکن مجردوں کو دونوں وقت کا۔ یہ صفت اہل بہشت کی ہے۔ جن کی شان میں آیا ہے۔ ' ولہم فیہا رزقہم بکرۃ وعشیا ' (بہشت میں ان کے لئے صبح و شام رزق ہے)۔ جب خلال دان سے خلال اٹھائے۔ تو 'بشرک اللہ بالجنۃ' دعا کرے۔ چنانچہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ للمتخللین من امتی فی الوضو والطعام ' (وضو اور طعام کے وقت میری امت کو خلال کرنا چاہیئے۔ بعد ازاں خادم بائیں ہاتھ میں جھاڑو لیکر جگہ صاف کرے۔ پھر ہاتھ دھوئے اور دائیں آستین چڑھا کر ہاتھ پاؤں دھلائے۔ پہلے خادم یہ دعا پڑھے۔ طہرک اللہ من الذنوب و ترک اللہ من العیوب' پھر قوالوں سے سماع شروع کرے۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شربت دیا گیا۔ پہلے آپ نے پیا۔ آپ کے دائیں طرف غلام تھا۔ اور بائیں طرف اور لوگ تھے۔ غلام نے عرض کی۔ اگر اجازت دیں۔ تو حاضرین کو میں شربت پلاؤں۔ آپ مجھے ان سب سے عزیز ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ تم میں سے ہر ایک کو اللہ تعالےٰ شراب جنت پلائے۔ چراغ والے کو نوراللہ قلبک کہے۔ الغائب بلا نصیب کا اطلاق دور کے غائبوں پر ہوتا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ جب کھانا کھا چکیں۔ تو تکبیر کہنی چاہیئے کیونکہ ایسے موقعہ پر اللہ اکبر کہنا گویا نعمت کا شکر ادا کرنا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک دفعہ جناب حبیب خدا اشرف انبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا۔

کہ مجھے امید ہے۔ قیامت کے دن چوتھا حصہ اہل سنت میں سے تم ہوگے۔ اور باقی تمام انہیں صحابہؓ نے اس کے شکریئے میں اللہ اکبر کہا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ تیسرا حصہ تم ہوگے اور باقی دو تہائی اور امتیں ہونگی۔ پھر صحابہؓ نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ نصف تم اور باقی اور امتیں۔ پھر صحابہؓ نے اللہ اکبر کہا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ ایسے موقعہ پر تکبیر کہنا۔ گویا حمد کرنا ہے لیکن بعض درویش جو بار بار اور کسی مصلحت کے لئے اللہ اکبر کہتے ہیں۔ اس کا کہیں ذکر نہیں آیا۔

میں (مصنفؒ) نے جامع الاصول فی احادیث الرسول میں لکھا دیکھا ہے۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ارتفعت اصوات التکبیرات بعد ارتفاع السفرۃ حلت ما عقدت الافلاک" (جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب دستر خوان اٹھا لیا جائے۔ اس وقت اللہ اکبر کہنے سے تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں) گھر کو لکڑی کے جالوں سے صاف رکھنا چاہیئے کیونکہ یہ شیطان کے رہنے کا گھر ہوتے ہیں۔ ہاتھ دھونے والے کو چاہیئے۔ کہ ہاتھ اپنے گھٹنوں سے اوپر تک نہ لیجائے۔ اور ہتھیلیوں سے ہاتھوں کو ملے نہ کہ انگلیوں سے۔ جن مریدوں میں کچھ رعونت و تکبر ہو۔ وضو کرانے کی خدمت انکے سپرد کرے۔

{نکتہ در بیان فوائد قلت طعام}

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ اگر انسان ایک لقمہ کم کھائے۔ اور ساری رات سو یا رہے۔ تو اس سے بہتر ہے۔ کہ پیٹ بھر کر کھائے۔ اور ساری رات جاگتا رہے۔ نیز فرمایا۔ کہ جو شخص پیٹ بھر کر نماز میں مشغول ہوتا ہے شیطان اس کے گلے پڑتا ہے۔ پس جب یہ نمازی نماز سے فارغ ہو چکتا ہے۔ تو اندازہ کر سکتے ہو۔ کہ شیطان کا اس پر کس قدر غلبہ ہوتا ہو گا۔ اور جو شخص بھوکا سو جاتا ہے۔ اس سے شیطان بھاگتا ہے۔ جب یہ بھوکا شخص نماز میں مشغول ہو گا۔ تم اندازہ کر سکتے ہو۔ کہ شیطان اس سے کس قدر نفرت کرتا ہو گا۔

نیز فرمایا۔ کہ درویشی بسر لیبر آرام ہے۔ اور مصیبتوں سے بے کھٹکے ہوتا ہے۔ درویشی کا مشکل ترین کام فاقہ سے ہوتا ہے۔ اور جس رات درویش کو فاقہ ہوتا ہے۔ وہ اس کی شب معراج ہوتی ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ درویش کو پے در پے تین دن کچھ نہیں کھانا چاہیئے

نیز فرمایا۔ کہ درویش کو کبھی پیٹ بھر کھانا نہیں کھانا چاہیئے۔ بلکہ ہمیشہ روزے سے ہونا چاہیئے۔ اور سحر کے وقت اسے ضرور بیدار ہونا چاہیئے۔ لیکن اسقدر کہ نفس عبادت کے لئے قائم و چست و توانا رہ سکے۔ نیز فرمایا۔ کہ انسان کا کمال چار چیزوں پر منحصر ہے۔ کم کھانا کم کلام کرنا۔ کم سونا اور لوگوں سے میل جول کم کرنا۔ نیز فرمایا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے منقول ہے۔ کہ ملکوت کا دروازہ بھوک اور پیاس سے کھٹکھٹا سکتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ مولانا علاء الدین اصولی نہایت بزرگ آدمی تھے۔ آپ تین روز تک بھوکے رہتے چنانچہ سبق کے وقت آپ کے منہ سے جھاگ نکلتی۔ نیز فرمایا۔ کہ سحری کے وقت بھی قوت لایموت ہوا کرتی۔ نیز فرمایا۔ کہ جب تک انسان تنگی نہیں اٹھاتا۔ آرام نہیں پاتا۔ اچھا کھانے اور نیند بھر سونے سے کوئی کام نہیں نکل سکتا۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است　　تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

ہیں مصنفؒ نے سلطان المشائخؒ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اخترت صوم الدهر بعد ما سألت نفرا فاجابوا جوابا واحدا سألت الاطباء عن الشفاء الداء قالوا الجوع وقلة الطعام وسألت العباد عن انفع الاشياء في عبادة الرحمن فاجابوا الجوع وقلة الطعام وسألت الزهاد عن اقوى الاشياء فاجابوا الجوع وقلة الطعام وسألت العلماء عن فضل الاشياء على حفظ العلم قالوا الجوع وقلة الطعام وسألت الملوك عن اطيب الادام قالوا الجوع وقلة الطعام۔

قال ابو طالب المكي مثل المؤمن مثل المزمار لا يحسن صوته الا بخلاء جوفه وعنه عليه السلام۔ اطلبوا الخير من بطون شبعت ثم جاعت فان الكرم فيها باقي ولا يطلبوها من بطون جاعت ثم شبعت فان النوم فيها باقي الجوع مظنة الاصول ومطية الوصول۔ وفي الحديث اذا احب الله عبدا في مواضع الطعام الوحيض وقال عليه السلام ضحك الجائع خير من بكاء الشبعان۔ وقال بعضهم ما جمعت في داري طعام يوم وليلة وما شبعت منذ اسلمت لان الشبع يأتي بالكفر۔ قال حماد ابن ابي حنيفة دخلت على داؤد الطائي والباب مغلق فسمعته يقول اشتهيت البقل فاطعمتك ثم اشتهيت التمر فاليتك ان لا تاكلي ابدا

فد خلت فاذا ھو وحدہ قال المالک ابن دینار من ترک اللحم اربعین یوماً نقص عقلہ و انا ما اکلت عشرین سنۃ و عقلی کامل یوم یزید"۔

(ترجمہ) میں نے ہمیشہ کا روزہ اس وقت اختیار کیا۔ جبکہ بہت سے شخصوں سے پوچھا اور سب نے ایک ہی جواب دیا۔ چنانچہ جب طبیبوں سے پوچھا۔ کہ سب سے جلدی شفا دینے والی کونسی دوا ہے۔ تو کہا کہ بھوک اور کم کھانا۔ جب عابدوں سے پوچھا۔ کہ عبادت رحمانی میں سب سے مفید چیز کونسی ہے؟ تو کہا بھوک اور کم کھانا۔ جب زاہدوں سے پوچھا کہ سب سے مقوی چیز کونسی ہے؟ کہا بھوک اور کم کھانا۔ جب عالموں سے پوچھا کہ کس چیز سے علم حفظ ہوتا ہے؟ کہا بھوک اور کم کھانے سے۔ بادشاہوں سے پوچھا کہ کس چیز پر مداومت کرنی چاہیئے؟ تو کہا بھوک اور کم کھانے پر"۔ ابو طالب مکی رضؓ فرماتے ہیں۔ کہ مومن بمنزلہ بانسلی کے ہے۔ اس کی آواز اس وقت تک ٹھیک نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اس کا پیٹ خالی نہ ہو۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ایسے پیٹ سے نیکی کی امید رکھو جو پہلے بھرا ہوا تھا۔ اور اب خالی ہے۔ کیونکہ اس میں بخشش اور عزت ہوتی ہے۔ اور ایسے پیٹ سے بخشش اور عزت کی امید نہ رکھو۔ جو پہلے خالی تھا۔ اور اب بھرا ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں کنجوسی ہوتی ہے۔ بھوک اصول کا منظنہ اور وصول کی سانڈلی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو پیار کرتا ہے۔ تو اسے زیادہ کھانے سے بچاتا ہے۔ نیز آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ کہ بھوکے کا رونا پیٹ بھرے ہوئے کے ہنسنے سے اچھا ہے۔ ایک صحابی کا قول ہے۔ کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میں نے آٹھ پہر کی خوراک کبھی گھر میں نہیں رکھی۔ اور نہ پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ کیونکہ پیٹ بھر کھانا مجھے کفر کی طرف لیجاتا ہے۔ حماد ابن حنیفہ رحمتہ اللہ علیہما فرماتے ہیں۔ کہ میں داؤد طائی کے پاس گیا۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے اندر سے آواز سنی۔ کہ تو نے ساگ کی خواہش کی میں نے تجھے ساگ کھلایا۔ اب تو چھوہارا مانگتا ہے۔ یاد رکھو میں تمہیں عمر بھر چھوہارا نہ دونگا۔ جب میں اندر گیا۔ تو دیکھا کہ آپ تن تنہا بیٹھے ہیں۔ مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص چالیس دن گوشت ترک کر دیتا ہے اس کی عقل ناقص پڑ جاتی ہے۔ لیکن میں نے بیس سال گوشت نہیں کھایا۔ میری عقل بدستور ویسی ہے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ ÷

شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

ان ارذل الناس من اشتغل بالاکل واللباس

(ترجمہ) سب سے زیادہ رذیل آدمی وہ ہے جو کھانے اور لباس ہی میں مشغول رہے۔

خواجہ حکیم سنائی نے کیا عمدہ کہا ہے ؎

ہر کش امروز قبلہ مطبخ شد — و آنکہ فردا اش جا بدوزخ شد
آدمی را دریں کہن برزخ — ہم ز مطبخ دریست در دوزخ
بہر کم خوردن است بے آبی — دہن بند و نطق اعرابی
چوں خوری بیش پیل باشی تو — کم خوری جبرئیل باشی تو
خور اندک فزوں کند حکمت — خور بسیار کم کند عصمت
لقمۂ گر کنی ز خوردن بیش — ہیضہ آرد کلید گلخن پیش
ہاضمہ چوں بدوں پردازد — بیخ از گلخنے دگر سازد

{نکتہ در بیان کسوت اہل تصوف}

میں نے جناب سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا دیکھا ہے کہ سفید لباس پہنا کرو چنانچہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں البسوا الثیاب البیض فانہا اطہر واطیب کفنوا فیہا موتاکم۔ سفید کپڑے پہنا کرو۔ کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور صاف ہوتے ہیں۔ اور انہیں کا اپنے مردہ کو کفن دیا کرو۔ مشائخ نے جو مریدوں کے لئے نیلے رنگ کا لباس مقرر کر رکھا ہے۔ اس کی تین وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ میل کچیل کی اس میں گنجائش بکثرت ہوتی ہے۔ جس سے وقت میں تشویش نہیں آتی۔ دوسری یہ کہ یہ رنگ اہل مصیبت کے لئے مخصوص ہے۔ اور وہ بھی اپنا وقت غیر حق میں صرف کرنے کے باعث اہل مصیبت ہوتے ہیں نیز فرمایا۔ کہ ایک درویش جو یاد الٰہی بدرجہ غایت مشغول تھا شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا۔ اس کے کپڑے بہت میلے ہو گئے تھے۔ ایک روز اس سے پوچھا گیا کہ کپڑوں کو کیوں نہیں دھوتے۔ چونکہ وہ یاد الٰہی میں مشغول تھا۔ کچھ جواب نہ دیا۔ آخر جب فرق کیا۔ تو اتنا کہا۔ کہ مجھے کپڑے دھونے کی فرصت کہاں سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب کبھی مجھے اس درویش کا جواب یاد آتا ہے۔ تو مجھ میں عاجزی اور نرمی آجاتی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ انکی عادت ہی ایسا رنگ پہننے کی ہے جو انوار مشاہدہ سے ملتا جلتا ہو نفس کے کئی رنگ ہوا کرتے ہیں اور وہ نیلے ہوتے ہیں۔ البتہ نفس مطمئنہ کا تاریک نور ذکر میں ملا ہوا ہوتا ہے۔ اور نیلا رنگ سیاہ و سفید کے ملنے سے بنتا ہے نفس کے انوار کبھی نیلے اور کبھی سبز ہوتے ہیں قلب کے انوار کبھی سفید اور کبھی زرد اور کبھی نیلے اور سرخ ہوتے ہیں۔ اسواسطے صوفیا نے

نیلے رنگ کو پسند فرمایا کیونکہ اس میں عاجزی کا اظہار ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ اگر ابن منصور حق معرفت جانتا تو بجائے " انا الحق" کہنے کے " انا التراب" (میں مٹی ہوں) کہتا۔ سیاہ رنگ اس واسطے ترک کیا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک نوع کا سیہ کا احترام پایا جاتا ہے۔ دوسرے یہ رنگ کفار سے ملتا جلتا ہے۔ روایت ہے۔ کہ ایک شخص زرد لباس میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اگر تیرا یہی لباس تنور میں یا چولھے میں ہوتا تو بہتر ہوتا۔ اس شخص نے اسی وقت وہ لباس اُتار تنور میں پھینک دیا۔ پھر حاضر خدمت ہوا۔ تو آنحضرتؐ نے پوچھا۔ وہ لباس کیا کیا؟ عرض کی جیسا آپ نے فرمایا تھا کیا میں نے یوں کہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ عورتوں کو دو۔ ابن عازب فرماتے ہیں۔ کہ فتح کے روز آنحضرتؐ کو سرخ لباس نہایت زینت دے رہا تھا۔ سر پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ سرمئی رنگ کا تھا۔ اور شملہ دونوں کندھوں پر تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر عمامہ تبدیل کرنا چاہا تو ایک عربی نے کہا سرمئی رنگ مائل بہ نیلاہٹ۔ صوف پہننا سنت ہے۔ جناب سرور کائنات کا لباس دو جبے ہوا کرتے تھے۔ جب تک وہ پھٹ نہ لیتے۔ آپ اور نہ پہنتے۔ جس وقت جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا ناپائدار سے رخصت ہوئے۔ تو آپ صوف پہنے ہوئے تھے۔ جس میں گیارہ ٹھگلیاں لگی ہوئی تھیں۔ اسی طرح امیر المومنین ابوبکرؓ کا جب انتقال ہوا۔ تو آپ کے صوف میں بارہ ٹھگلیاں تھیں۔ اور جب حضرت عمرؓ کا وصال ہوا۔ تو آپ کے صوف میں تیرہ ٹھگلیاں لگی ہوئی تھیں۔ اہل قبا نے بہت پہننے آئے ہیں۔ عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ کلاہ سے سیا ہوا تھا۔ جو سلطان خوارزم کے خزانے میں رکھا گیا ہے۔ شلوار سے ستر ڈھانپتے ہیں۔ اس لئے طریقت میں اس پر غیر کی نظر نہیں پڑنی چاہیئے۔ شلوار پہنتے وقت دایاں پائچہ پہلے پہنو اور اُتارتے وقت پہلے بایاں ٭

نکتہ در بیان ادعیہ ماثورہ کہ از شیخ شیوخ العالم
فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز منقول است

حضرت سلطان المشائخؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ

سرہ العزیز سے سنا ہے۔ کہ جس وقت رقت ہو اُس وقت کی دعا کو غنیمت سمجھو۔ کیونکہ ایسی دُعا قبول ہو جایا کرتی ہے۔ روایت ہے کہ ابراہیم ادھمؒ نے ذات باری کو خواب میں دیکھا۔ اور یہ دعا تعلیم حق سے سیکھی۔ جناب باری نے پوچھا۔ کہ تم کب تک لغو حاجتوں کے لئے دُعائیں کرتے رہو گے۔ آپ نے عرض کی۔ یا خدایا! پھر کس طرح اور کیا تم سے مانگوں؟ فرمایا۔ یہ کہ الٰہی ارضنی بقضائک وصبرنی علی بلائک واوزعنی شکر لنعمائک واسئلک تمام نعمتک ودوام عافیتک اللہم حببنی فی قلوب المومنین (اے پروردگار! اے میرے معبود! مجھے اپنی قضاء پر راضی رکھ۔ اپنی بھیجی ہوئی آزمائشوں میں صبر عنایت کر۔ اپنی نعمتوں کا شکر مجھ سے کرا۔ میں التجا کرتا ہوں۔ کہ تو مجھے اپنی پوری پوری نعمت عطا کر۔ ہمیشہ عافیت بخش۔ اے معبود! مجھے مومنوں کے دلوں کا محبوب بنا) خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جسے کوئی مہم پیش آئے۔ اسے لازم ہے۔ کہ پندرھویں رات کو روبقبلہ بیٹھ کر انیس ہزار مرتبہ "واللہ المستعان" پڑھے اور ہر ہزار پر سر بسجود ہو کر تین دفعہ آمین کہے۔ پھر حقتعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے۔ انشاءاللہ پوری ہوگی ✣

شیخ شیوخ العالم نے مجھے یہ دعا پڑھنے کی وصیت فرمائی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ علی الاسلام الحمد للہ علی السنۃ والجماعۃ الحمد للہ الذے علمنا علما نافعًا ولم یترکنا عمیان القلوب الحمد للہ علی الصحۃ والسلامۃ الحمد للہ الذی اذھب عنا الغضب وتبعہ الحزن ولم یجعلنا من المغضوبین علیہم الحمد للہ لکل نعمتہ ودینا۔ ودنیاء الحمد للہ التوفیق والحمد للہ علی کل حال الحمد للہ علی نعمائہ فی السر والعلانیۃ الحمد للہ رب العالمین الحمد للہ الذی اذھب عن الحزن ان ربنا لغفور شکور الحمد للہ الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ۔ نیز مجھے شیخ شیوخ العالم نے اس دعا کی وصیت فرمائی۔ اللھم ادخل فی قلبی السرور واذھب عنا الھم والحزن۔ میں نے شیخ شیوخ العالم سے سنا۔ کہ جناب سرور کائنات فرماتے ہیں۔ کہ دلوں پر بھی ویسے ہی زنگ جم جاتا ہے۔ جیسا کہ آئینے پر۔ آنحضرتؐ سے پوچھا گیا۔ کہ پھر اس کو جلا کس چیز سے آتی ہے۔ فرمایا۔ موت کی یاد اور قرآن شریف کی تلاوت سے۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جب انسان اللہ تعالےٰ کے آگے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالےٰ کو شرم آتی ہے کہ اس بندے کو خالی ہاتھ بھیجے۔ نیز مجھے شیخ شیوخ العالم نے یہ دعا سکھلائی۔ ربنا امنا بما انزلت و اتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین۔ اللھم اجعل من بین ایدینا نوراً ومن خلفنا نوراً واجعلہ قایداً و ضیاءً ودلیلاً الی جنابک النعیم ودارک دار السلام مع الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ نیز شیخ شیوخ العالم نے اس دعا کے لئے وصیت فرمائی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ ان نفسی تقویھا وزکیھا انت خیر من زکیھا انت ولیھا ومولاھا فاغفرھا و اقبل معذرتھا اللھم انت لی کما احب فاجعلنی لک کما تحب اللھم اجعل سریرتی طاھرۃ وخیراً من علانیتی طاھرۃ و صالحۃ اللھم ارزقنی حسن الاختیار وصدق الاعتقاد وصحبت الاخیار والابرار یا خالق الجنۃ والنار منا جالا نیز مجھے یہ دعا سکھائی۔ الٰھی ضاقت المذاھب الا الیک وخابت الامال الا لدیک وانقطع الرجاء الاعنک وبطل التوکل الا علیک رب لا تذرنی فرداً وانت خیر الوارثین وبحق انزلناہ وبحق نزل وبحق کھیعص و حم وعسق وصلی اللہ علی محمد و الہ اجمعین۔

میں نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین سے سنا ہے۔ کہ دعا کے وقت یہ مانگنا چاہئیے

ازحضرتِ تو سہ چیز میخواہم من ٥ وقتِ خوش و آبِ دیدہ و راحتِ دل

مجھے شیخ شیوخ العالم نے یہ دعا سکھلائی۔ اللھم ان دخل الشک فی ایمانی بک ولم اعلم بہ تبت عنہ واقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللھم ان دخل الکفر فی اسلامی والم اعلم بہ تبت عنہ واقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ان دخل النفاق فی قلبی ولم اعلم بہ تبت واقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و الہ اجمعین"

در نکتہ در بیان ادعیہ ماثورہ کہ از حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز منقول است

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ انسان جس وقت دعا کرے۔ اسے

اپنے گذشتہ گناہوں کا خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ ہی اپنی کی ہوئی عبادتوں کا دھیان کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسا کرنا خود پسندی ہے۔ اور خود پسند کی دعاء قبول نہیں ہوتی۔ اگر گناہوں کے خیال کرتا ہے۔ تو گویا یقین میں سستی کرتا ہے۔ پس دعا کے وقت اللہ تعالےٰ کی رحمت خاص پر نظر رکھنی چاہیئے۔ اور یقین رکھنا چاہیئے۔ اگر ایسا کروگے۔ تو دعا ضرور قبول ہوگی۔ دعاء کے وقت دونوں ہاتھ ملا کر اور بہت اوپر اٹھا کر اس طرح رکھنے چاہیئیں۔ کہ گویا ابھی کوئی چیز ملتی ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ دعاء دل کی تسلی ہے۔ ورنہ اللہ تعالےٰ وہی کرتا ہے جو اس کی رضا ہوتی ہے۔ اور اس کا علم بھی اسی کو ہے۔ کہ کونسی بات بہتر ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ بلا نازل ہونے سے پہلے دعا کرنی چاہیئے۔ جب بلا نازل ہو۔ تو دعا اوپر ہو جاتی ہے۔ اور بلا نیچے کی طرف۔ ان دونوں کا رستے میں مقابلہ ہوتا ہے۔ جو طاقتور ہوتی ہے۔ دوسری پر غالب آجاتی ہے۔ پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب نیشاپور پر مغلوں نے چڑھائی کی۔ تو وہاں کے حاکم نے شیخ فریدالدین عطار کے پاس ایک آدمی بھیجا۔ کہ دعا کریں تاکہ یہ بلا ٹل جائے۔ آپ نے فرمایا اب دعا کا موقع نکل گیا۔ اب رضا کا وقت ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ نزول بلا کے بعد بھی دعا کرنی چاہیئے۔ تکلیف نہ تو ضرور کم ہو جائیگی۔ پھر فرمایا۔ کہ جب بلا نازل ہو جائے۔ تو اُسے بُرا نہیں سمجھنا چاہیئے پھر فرمایا۔ کہ متکلم لوگ اس بات کو نہیں مانتے۔ کہ کسی کو تکلیف پہنچے۔ اور وہ اسے محسوس نہ کرے۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے۔ فرض کرو۔ ایک شخص دوڑا کسی کام کے لئے جا رہا ہے۔ رستے میں اُس کے پاؤں میں کانٹا چُبھ جاتا ہے۔ لیکن اسے اس کی اطلاع بھی نہیں ہوتی۔ نیز جنگ میں اگر کوئی شخص پورے طور پر مشغول ہو۔ تو زخموں کا درد اسے محسوس نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ ڈیرے پر آرام نہ کرے۔ عام لوگوں کی جب یہ حالت ہے۔ تو اصلحان حق اگر نزول بلا سے تکلیف محسوس نہ کریں۔ تو بجا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ ایک مقام پر لکھتے ہیں۔ کہ کسی شخص کو کسی تہمت کے بدلے پکڑ کر ہزار بید لگائے۔ لیکن اُس نے ذرا تکلیف محسوس نہ کی۔ اس سے وجہ پوچھی تو کہا کہ جس وقت میرے بید لگ رہے تھے۔ میری آنکھوں میں میرا معشوق جلوہ گر تھا۔ اس واسطے مجھے تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

جب اس قسم کا شغل درد کو محسوس نہیں ہونے دیتا۔ تو شغل الٰہی سے اگر نزول بلا کی تکلیف محسوس نہ ہو۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بلکہ اس کا محسوس نہ ہونا بدرجہ اولی ممکن ہے۔ اب ہم ان ادعیہ ماثورہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جو حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہیں۔ سلطان المشائخ نے اپنے یاروں کو فرمایا۔ کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ آسمانوں اور زمینوں کی چابیاں کونسی ہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ہر ایک کو سو دفعہ پڑھو۔ تاکہ ہزار بار ہو جاوے۔ یا دس بار تاکہ ساری تعداد سو ہو جاوے۔ اوّل لا الہ الا اللہ وحدہٗ۔ اخیر تک۔ دوم سبحان اللہ والحمد للہ آخر تک۔ سوم سبحان اللہ والحمد للہ العظیم وبحمدہٖ الخ۔ چہارم سبحان الملک القدوس سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح۔ پنجم استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واسالہ التوبۃ۔ ششم اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ ہفتم۔ لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین۔ ہشتم۔ بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ رب الارض والسماء بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیئ فی الارض ولا فی السماء وہو السمیع العلیم۔ نہم۔ اللہم صلی علی محمد عبدک ونبیک وحبیبک۔ الخ۔ دہم رب اعوذ بک من ہمزات الشیاطین واعوذ بک رب ان یحضرون ٭

نیز فرمایا۔ کہ اسم اعظم زبان عربی میں یاحی یاقیوم ہے۔ اور سریانی زبان میں اہیا شراہیا ہے۔ اور فارسی زبان میں امید امید واراں ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ خواجہ ابراہیم ادہمؒ سے پوچھا گیا۔ کہ اگر آپ کو اسم اعظم یاد ہے۔ تو بتلا دیجئے؟ فرمایا معدہ کو حرام لقمہ سے پاک رکھو۔ اور دل سے دنیا کی محبت نکال دو۔ پھر جو اسم الٰہی پڑھو گے۔ وہی اسم اعظم ہو گا۔ نیز فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص یہ کلمہ پچیس مرتبہ ہر روز پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ابدال ہے۔ اللہم اغفر لامۃ محمد اللہم ارحم امۃ محمد اللہم اصلح امۃ محمد اللہم فرج امۃ محمد اللہم تجاوز عن امۃ محمد

قاضی محی الدین کاشانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ محمد حاجی مجھے رستے میں ملا تھا۔ وہ کہتا تھا۔ کہ جب سے میں حج کر کے آیا ہوں۔ گھر میں آرام و قرار نہیں۔ کبھی دل چاہتا ہے۔ کہ سفر کروں۔ اور کبھی چاہتا ہے کہ عزیزوں کی جدائی ٹھیک نہیں۔ میری التماس یہ ہے۔ کہ میرے بارے میں سلطان المشائخ سے دعا منگا دیں تاکہ مجھے فرحت ہو۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اسے کہنا یہ دعا ہر روز سات دفعہ پڑھے۔ اور پڑھتے وقت دایاں ہاتھ سینے پر ملے۔ ایسا کرنے سے اسے اطمینان

قلبی حاصل ہوگا۔ آیت یہ ہے۔ "ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم وللہ جنود السموات والارض وکان اللہ علیما حکیما۔"

دو لے دردمن است این سخن کہ بگوئی — بگوے ہر چہ تو گوئی موجب است ولیکن

نیز فرمایا۔ کہ تنگیٔ معاش کو دور کرنے کے لئے ہر جمعہ کی رات کو سورۂ جمعہ پڑھنی چاہیئے۔ شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر تو ہر جمعرات کو پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ ہر روز رات کے وقت پڑھنی چاہیئے۔ مگر میں نے اپنے لئے کبھی نہیں پڑھی کیونکہ جس طرح اللہ تعالےٰ کو منظور ہوتا ہے۔ اسی طرح رکھتا ہے۔ نیز اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ میں نے چند ایک اشخاص کو صوفیانہ لباس میں دیکھا ایک کہہ رہا تھا۔ کہ میں نے اس قسم کا خواب دیکھا ہے۔ دوسرا کہتا تھا۔ کہ یہ خواب ظاہر کرتا ہے۔ کہ تمہارا روزگار اچھا ہو جائیگا۔ میں چاہتا تھا۔ کہ اس سے کہوں۔ کہ صاحب جس لباس میں تم ہو۔ یہ اس بات کا مقتضی نہیں۔ کہ تم اس قسم کی تعبیر کہو۔ پھر میرے دل میں خیال آیا۔ کہ مجھے کیا پڑی ہے۔ چنانچہ بالکل خاموش ان کے پاس سے نکل گیا۔

نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ میں نے سنا۔ کہ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا قدس سرہ نے اپنے لڑکے کو دعا سکھائی۔ میں نے بلا کر اس سے دعا پوچھی۔ تو اس میں مسبب الاسباب کا لفظ تھا۔ چونکہ اسباب کا محض ایک لفظ ہے۔ اس لئے میں نے پھر شیخ شیوخ العالم کے خرقہ کی حرمت سے وہ دعا نہ پڑھی۔

شیخ صدرالدین نے شیخ الاسلام بہاؤالدین قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا کہ یہ دعا کس وقت پڑھنی چاہیئے؟ فرمایا۔ ہر فریضہ نماز عشا کے بعد۔ دعا یہ ہے: "اللھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سوالی وتعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی اللھم انی اسئلک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انک لن یصیبنی الا ما کتبت لی ورضا بما قسمت لی یاذی الجلال والاکرام۔"

امیر حسن رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی۔ کہ غیر حق سے مدد کیونکر مانگی جاتی ہے۔ اور جائز کیونکر ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اس میں لفظ عباد اللہ مخلصین مسلمین مضمر ہے۔ جائز ہے کہ یہ دعا پڑھیں۔ کیونکہ بزرگ بھی پڑھتے آئے ہیں۔ شیخ نجیب الدین متوکل بھی پڑھا کرتے

تھے۔ نیز فرمایا۔ کہ میں نے شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر کو خواب میں دیکھا مجھے فرمایا۔ "یہ دعاء ہر روز سو مرتبہ پڑھا کرو۔ "لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر" جب میں جاگا۔ تو اس دعا کو ہمیشہ کے لئے پڑھنا شروع کیا۔ اور خیال کیا۔ کہ اس دعا کے پڑھنے سے کوئی خاص مقصد ہوگا۔ بعد ازاں میں نے مشائخ کی کتابوں میں لکھا دیکھا۔ کہ جو شخص یہ دعا ہر روز سو مرتبہ پڑھتا ہے۔ وہ بغیر اسباب کے عمدہ زندگی بسر کرتا ہے۔ میں سمجھ گیا۔ کہ شیخ صاحب کا مقصد بھی یہی تھا۔ بعد ازاں حاضرین میں سے ایک نے عرض کی۔ کہ یہ دعا دس مرتبہ پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ کہ جو شخص یہ دعا دس مرتبہ پڑھتا ہے۔ گویا وہ دس غلام آزاد کرتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک دفعہ پھر شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر نے مجھے خواب میں فرمایا۔ کہ عصر کی نماز کے بعد سورۂ نبا کتنی مرتبہ پڑھا کرتے ہو۔ میں نے عرض کی۔ ایک مرتبہ۔ فرمایا پانچ مرتبہ پڑھا کرو۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو طاعت یا ورد کسی صاحب نعمت کی زبانی قبول کیا جائے۔ اس کے ادا کرنے میں خاص قسم کی راحت نصیب ہوتی ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ چند ایک ورد ہیں۔ جن کو میں نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔ اور چند ایسے ہیں۔ جو مجھے اپنے خواجہ صاحب سے ملے۔ لیکن دونوں میں بڑا فرق ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ حاجات کے لئے مسبعات عشر معمول سے الگ پڑھنے چاہئیں۔ نیز فرمایا۔ کہ جو شخص نفلوں کے بعد گوشہ میں خلوت اختیار کر کے سو مرتبہ ہاتھ اوپر اٹھا کر یارب کہتا ہے۔ جو مانگتا ہے پاتا ہے۔ اگر ہزار مرتبہ پڑھے۔ تو بلاشک وشبہ اس کی مراد پوری ہوتی ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ جس کو کوئی ضرورت پیش آئے۔ اسے اللہ اکبر بکثرت پڑھنا چاہئے۔ اگر بکثرت نہ پڑھ سکے۔ تو سو مرتبہ ضرور پڑھے۔ جو شخص خواب سے بیدار ہو کر اللہ تعالے سے دعا مانگتا ہے۔ قبول ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جعفر خالدی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک نگینہ تھا۔ ایک روز آپ کشتی میں سوار تھے۔ جب ملاح کو دینے کے لئے کپڑا کھولا۔ تو وہ نگینہ دجلہ میں گر پڑا۔ آپ کو ایک مجرب دعا یاد تھی۔ آپ نے وہ دعا پڑھی۔ پھر کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے وہ نگینہ ورقوں میں سے ملا۔ وہ دعا یہ ہے۔ "یا جامع الناس لیوم لاریب فیہ اجمع علی ضالتی" نیز فرمایا۔ کہ اگر دولت کا وقت جاتا ہے تو یہ دعا پڑھے۔ یا کسی کو کوئی مہم پیش آئے۔ تو سربسجود ہو کر یہ دعا پڑھے۔ "اللھم الا نستغنیک۔ یا مہ یحیی ابن زکریا یا مالک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین" یہ دعا ہر روز نماز کے

بعد سر بسجود ہو کر چند مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ یہاں تک کہ ہم پوری ہو جائے۔ نیز فرمایا۔ کہ جب دشمن کے سامنے جائیں۔ تو یہ اسماء پڑھنے چاہئیں۔ انشاء اللہ دشمن مقہور ہو جائینگے۔ یا سبوح یا قدوس یا غفور یا ودود، نیز فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے میرے واسطے لکھا ہے۔ کہ بدھ کے روز ظہر اور عصر کے درمیانی وقفہ کو غنیمت سمجھو۔ بعد ازاں حاضرین میں سے ایک نے عرض کی۔ کہ مجھے کبھی دُعا پسند نہیں آتی۔ فرمایا۔ اللھم انی اسئلک ان لا اسئلک سواک، کافی ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ میں نے ساری دعاؤں میں سے اسی دعاء کو کافی سمجھا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ کسی جید عالم کا لڑکا کسی قصور کے عوض بادشاہ کے روبرو لایا گیا۔ اس عالم نے ایک ہاتھ میں قرآن شریف اور دوسرے میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم لی۔ اور رو بقبلہ کھڑے ہو کر بارگاہ الٰہی میں اپنے بیٹے کی سرخروئی کے لئے دُعا کی۔ چنانچہ اس کا لڑکا بری ہو گیا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص سورہ یوسف یاد کر کے اسے ہزار مرتبہ پڑھتا ہے۔ حق تعالےٰ کی نعمتوں کے دروازے اس کے واسطے کھل جاتے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ مولانا جمال الدین ہانسوی کا بیٹا دیوانہ ہو گیا تھا۔ کبھی کبھی ہوش میں آکر عقلمندوں کی سی باتیں کرتا۔ وہ لڑکا واقعی ایک عالم شخص تھا۔ چند روز میں اس کے ساتھ ہانسی میں رہا تھا۔ ایک روز اسے ہوش میں دیکھ کر میں نے پوچھا۔ کہ کب سے تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے۔ کہا۔ جب سے میرے والد بزرگوار شیخ شیوخ العالم سے سورۂ یوسف ایک ہزار بار پڑھنے کی اجازت لائے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کیا تم نے پوری ایک ہزار دفعہ پڑھی ہے؟ کہا۔ کیا اس کے آثار نہیں نظر نہیں آتے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین حسنؓ اور حسینؓ کو یہ تعویذ لکھنے کے لئے فرمایا۔ اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر کل شیطان وھامۃ وعین لامۃ، اس موقعہ پر قاضی محی الدین کاشانی نے عرض کی۔ کہ کیا تعویذ ضرور گلے میں ہی لٹکانا چاہیئے؟ فرمایا نہیں۔ بازو پر باندھنا چاہیئے۔ لٹکانا نہیں چاہیئے۔ پھر یہ حدیث بیان فرمائی ان النبی نہی عن التمائم والتولیۃ، جو گردن میں تعویذ اور گنڈے پہنائے جاتے ہیں۔ سب تمیمہ ہیں۔ اور تولیتہ وہ جو مرد وعورت کی باہمی محبت کے لئے لکھا جائے۔ سو یہ دونوں ممنوع ہیں۔ صرف تعویذ کی اجازت ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہُ العزیز کی خدمت میں عرض کی۔ کہ لوگ مجھ سے تعویذ مانگتے ہیں۔

اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کیا لکھدیا کروں۔ فرمایا۔ لکھنا تمہارا کام ہے۔ نہ کہ میرا۔ اور تعویذ نام الٰہی ہے۔ لکھدیا کرو۔ نیز فرمایا۔ کہ میرے دِل میں بارہا خیال آتا۔ کہ تعویذ لکھنے کا اجازت نامہ مانگوں۔ ایک دفعہ عمدہ موقعہ ہاتھ آیا۔ یعنی مولانا بدرالدین اسحاق جن کے سپرد تعویذ لکھنے کی خدمت تھی موجود نہ تھے۔ اور لوگ تعویذ لینے کے لئے آئے۔ مجھے حکم ہُوا۔ کہ تم تعویذ لکھو۔ جب میں دیر تک لکھتا رہا۔ تو شیخصاحب نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ کہ تم ناراضگی ظاہر کرتے ہو۔ میں نے عرض کی۔ جناب کو معلوم ہے۔ فرمایا۔ کہ میں تمہیں تعویذ لکھنے کی اجازت دیتا ہوں۔ بعدازاں فرمایا۔ کہ بزرگوں کے ہاتھ کا تعویذ کو چھونا بھی کچھ معنی رکھتا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ سحر کا وقت بھی اچھا ہوتا ہے۔ چنانچہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے قصور سرزد ہُوا۔ اور اُنھوں نے یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں معافی کے لئے درخواست کی۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہیں معاف فرمائیگا۔ مجھے سحر کے وقت اطلاع دینا۔ چنانچہ سحر کے وقت آپ نے معہ فرزندوں کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ تو اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی۔ کہ میں نے ان کا قصور معاف کیا۔ اور انہیں انبیاء کیا۔ نیز فرمایا۔ کہ خواجہ حکیم علی ترمذی نے ہزار مرتبہ اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا۔ اور ہر مرتبہ یہی عرض کی۔ کہ میں دُنیا میں کونسی دُعا کیا کروں۔ حکم ہُوا کہ یہ دعا کیا کرو۔ بِسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا حی یا قیوم یا حنان یا منان یا بدیع السموٰت والارض یا ذالجلال والاکرام اسئلك ان تحیی قلبی بنور معرفتك یا اللہ یا اللہ۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ خواجہ حکیم علی ترمذی عرض کیا کرتے تھے۔ کہ مجھے ڈر ہے کہیں ایمان زائل نہ ہو جائے۔ حکم ہُوا۔ کہ صبح کی سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس مرتبہ یہی دُعا پڑھا کرو۔ نیز فرمایا کہ سحر کے وقت سات مرتبہ اور ضرورت کے وقت یہی دُعا پڑھا کرو۔ کہ مجھے کسی کے وسیلے بغیر ملی ہے۔ وہ دُعا یہ ہے۔ بِسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم احیینی محبالك وامتنی محبالك والغنی فی تحت اھل ام کلاب احبائك حدیث میں آیا ہے۔ کہ اس طرح پڑھنی چاہیئے۔ اللھم انی اسئلك احب من احبك ..... الخ۔ نیز فرمایا۔ کہ میرا ایک ہمسایہ مدّت تک ناروا کی بیماری میں مبتلا رہا۔ اس کی بیماری کی اثناء میں میرا ارادہ شیخ شیوخ العالم کی زیارت کا ہُوا۔ اس ہمسائے نے مجھے کہا۔ کہ جب شیخ کبیر کی خدمت میں جاؤ۔ تو میرے لئے تعویذ ضرور مانگنا۔ جب میں حاضر

خدمت ہوا۔ تو اس کی حالت عرض کی۔ آنجناب نے فرمایا۔ لکھ دو۔ میں نے لکھ کر آنجناب کو دیا۔ آنجناب نے مطالعہ کر کے فرمایا۔ کہ جب شہر پہنچو۔ تو اسے دے دینا۔ جب میں نے اسے تعویذ دیا۔ تو باقی عمر کے لئے اس بیماری سے محفوظ رہا۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا۔ کہ اس میں کیا لکھا تھا۔ فرمایا۔ اللہ الشافی اللہ المعافی، اللہ الشافی۔ اللہ کافی اور اللہ معافی ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ حدیث میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع دی کہ جو شخص اس بات کے لائق ہوتا ہے۔ اس کے حق میں نیکی لکھنے کے لئے ستر کاتب ہزار دن کام کرتے ہیں *

نیز فرمایا۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے۔ اسی دعا کے پڑھنے کی وصیت فرماتے۔ دعا۔ اللھم ارزقنی طیبًا و استعملنی صالحًا۔ نیز میں نے (مصنف رح) نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام حکم الٰہی لائے۔ کہ اے محمدؐ! اپنی امت کو کہدو۔ کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ دس دفعہ صبح کو۔ دس دفعہ شام کو اور دس دفعہ سوتے وقت پڑھیں۔ تو صبح کے وقت انہیں اپنے غضب شام کے وقت مکر شیطانی اور سوتے وقت دنیاوی مصیبتوں سے محفوظ رکھوں گا۔ ایک اور جگہ پر سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک شخص کسی عابد کے پاس آیا۔ اور کہا کہ دعا کرو۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ اللھم ارحمنا بہ ولا تعذبہ بنا ری یا خلاص ولا تعذبہ بہ بیاء بنا فی الاعمال۔ نیز فرمایا۔ کہ عشاء کی نماز کے بعد اور وتروں سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام پڑھنے چاہئیں اس کا ثواب بہت کچھ ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ جسے کوئی ضرورت پیش آئے۔ ہر فریضہ نماز کے بعد ستر مرتبہ "یا شفیق یا رفیق نجنی من کل ضیق" پڑھے۔ انشاء اللہ حاجت برآئیگی ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ کہ جو شخص سوتے وقت یہ کلمات پڑھتا ہے۔ وہ خواب میں مجھے دیکھتا ہے۔ کلمات یہ ہیں۔ اللھم رب البیت الحرام والشھر الحرام والرکن والمقام اقرأ روح محمد منی السلام، جو شخص حاجت کے لئے یہ دعا پڑھتا ہے۔ اس کی غرض حاصل ہو جاتی ہے۔ دعا یہ ہے "یا حی یا حلیم یا عزیز یا کریم سبحانک یا کریم تو کفی کار صعب را بحق ایاک نعبد و ایاک نستعین"۔ سلطان المشائخ

کے خادم خواجہ اقبال فرماتے ہیں۔ کہ میں نے مذکورہ بالا دعا ایک مشکل کام کے لئے تین سو مرتبہ پڑھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ مشکل آسان کردی تھی۔ خواجہ علی زنبیلی نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میں نے شیخ بدرالدین غزنوی سے سُنا ہے۔ کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہا العزیز فرماتے ہیں۔ کہ حاجت یا مشکل کے لئے تازہ وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور جس قدر ہو سکے قرآن شریف پڑھے۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر پانسو مرتبہ درود پڑھے۔ اور دایاں زانو اٹھا کر رخسارہ اس پر رکھے۔ زبان سے کچھ نہ کہے صرف دل میں اس مشکل کی نیت رکھے۔ انشاء اللہ اس کی مشکل حل ہو جائیگی۔ شیخ بدرالدین نے فرمایا۔ کہ مجھے ایک مشکل پیش آئی تھی میں نے ایسا ہی کیا۔ تو حل ہو گئی۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک بزرگ کا بیان ہے۔ کہ میں نے بادشاہ کے خزانے میں ایک ڈبیہ دیکھی تھی جس پر چمڑا منڈھا ہوا تھا۔ اس پر لکھا تھا۔ کہ اس میں ہر ایک غم کی شفا ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان بوقت غم و حاجت اندھیری رات کو دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اللھم ان ذا النون عبدک و نبیک دعاک من ضر اصابہ ونادٰک من بطن الموت فانک قلت فاستجبنا لہ ونجیناہ من الغم وکذٰلک ننجی المومنین اللھم فانی عبدک وابن عبدک وامتک ناصیتی بیدک ادعوک بضر اصابنی واقول کما قال یونس علیہ السلام لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین فاستجب لی کما استجبت لیونس فانک لا تخلف المیعاد وانت علی کل شیئ قدیر نیز فرمایا۔ کہ قبولیت نماز کے لئے یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ ہر ایک بزرگ نے جو دعا یا نماز کے لئے فرمایا ہے وہ یا تو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانی ہے۔ لیکن خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جو نمازیں مقرر فرمائیں۔ وہ کہاں سے حاصل کیں۔ فرمایا۔ یہ بات الہام کے ذریعے بھی ہو جایا کرتی ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب میں دہلی سے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں جایا کرتا۔ رستے میں مدد کی خاطر پڑھا کرتا تھا۔ بعد ازاں ایک بزرگ نے مجھے یہ دعا لکھ کردی۔ دعاء یا حافظ یا ناصر یا معین یا مالک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین۔ نیز فرمایا۔ کہ استقامت توبہ کے لئے اوابین کے بعد سر بسجود ہو کر تین مرتبہ یہ پڑھے۔ اللھم ارزقنی توبۃ توجب محبتک فی قلبی یا

محب التوابین، نیز استقامت توبہ کے لئے سلطان المشائخ سے یہ دعا منقول ہے۔
اللّٰھم ارزقنی خیر دار مع القرینۃ والاخلاص والاستقامۃ برحمتک یا ارحم الراحمین، نیز فرمایا۔ کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر نے اپنے ایک مرید کو فرمایا۔ کہ اگر قرب الٰہی چاہتے ہو۔ تو یہ شعر پڑھا کرو ؎

بے یار تو من قرار نتوانم کرد — احسان ترا شمار نتواں کرد
گر بر تن من زباں شود ہر موئے — یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

مریدان صاحب استغراق کی خدمت میں مصنف کتاب عرض پرداز ہے۔ کہ خواجہ موید الدین انصاری فرماتے تھے۔ کہ جب میں سلطان المشائخ کا مرید ہوا۔ ان دنوں چند آدمیوں کی طرف سے میرا دل مشوش تھا۔ میں اور قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ حاضر خدمت ہوئے۔ اور عرض کی۔ کہ چند بندگان خدا کی وجہ سے طبیعت منتشر رہتی ہے۔ اور ذکر الٰہی کا ذوق پورے طور پر حاصل نہیں ہوتا۔ کوئی ایسا ورد ہمارے لئے مقرر فرمائیں۔ جس سے یہ پریشانی اور پراگندگی جاتی رہے۔ آنجناب نے قاضی محی الدین کاشانی رح کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ ہر سال بارہ ہزار دینار مکہ کے فقیروں کو بند دیا کرتے تھے۔ جب فقیروں نے حضرت امیرالمومنین حسن رضی اللہ عنہ سے مانگا۔ تو فرمایا۔ کہ اب معاویہ کے ہاتھ ہے۔ اس سے مانگو۔ فقیروں نے عرض کی۔ کہ یہ وظیفہ آپ کے والد بزرگوار کا مقرر کیا ہوا ہے۔ یا آپ دیں یا معاویہ کی طرف لکھیں۔ تاکہ وہ دے۔ جب امیرالمومنین حضرت حسنؓ نے معاویہ کی طرف لکھنے کے لئے قلم کو کاغذ پر رکھا۔ تو قلم ٹوٹ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ میں اس بارے میں معاویہ کی طرف کچھ نہیں لکھوں گا۔ اس سبب سے آپ کی طبیعت مغموم ہوگئی۔ اسی رات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرت ؐ نے پوچھا۔ بیٹا مغموم کیوں ہو۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ! مغموم کیونکر نہ ہوں۔ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ بارہ ہزار دینار سالانہ فقرائے مکہ کو دیا کرتے تھے۔ اب وہ مجھ سے مانگتے ہیں۔ اور میرے پاس اس قدر موجود نہیں۔ آنحضرت ؐ سن کر سوچ میں پڑ گئے۔ اتنے میں جبرائیلؑ نے آکر پیغام دیا۔ کہ یا رسول اللہ! جس شخص کو کوئی دینی یا دنیاوی ضرورت پیش آئے۔ وہ اس دعا کو اپنا ورد بنائے ان شاء اللہ ضرورت پوری ہوجائیگی۔ دعا یہ ہے:۔ اللّٰھم اقذف فی قلبی رجاءک واقطع

پوچھا۔ کہ تردید کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا۔ تردید کا یہ مطلب ہے۔ کہ جس آیت کے پڑھنے سے قاری پر رقت طاری نہ ہو۔ اسے دوبارہ بلکہ سہ بارہ پڑھے۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف پڑھنا چاہا۔ جب بسم اللہ پڑھی۔ تو اس سے رقت طاری نہ ہوئی۔ آپ نے پھر بسم اللہ شریف پڑھی۔

میں (مصنفؒ) نے سلطان المشائخؒ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ قال رجل دخلت علی عائشۃ رضی اللہ عنہا وھی تصلی الضحیٰ والقراء فمن اللہ علینا ووقیناء عذاب السموم وتردد الاٰیۃ فقمت حتی ضلت فخرجت الی السوق و اتممت ھمی ثم رجعت وھی کما ھی تردد وتبکی؟ (ایک آدمی نے کہا۔ کہ میں جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس وقت آپ نماز ضحیٰ میں مشغول تھیں۔ اور یہ آیت پڑھ رہی تھیں۔ فمن اللہ علینا وقینا عذاب السموم، اور بار بار پڑھتی تھیں میں کھڑا سنا کیا۔ پھر میں بازار چلا گیا۔ اور وہاں سے اپنا کام کاج کر کے واپس آیا۔ تو آپ بدستور اس آیت کو دھرا رہی تھیں اور رو رہی تھیں۔

نیز فرمایا۔ کہ اگر دن میں ایک دفعہ ختم کرے۔ تو جلدی پڑھا جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی برکت سے خالی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ تین دن میں ختم کرنا چاہیئے۔ اگر تین دن میں نہ ہو سکے۔ تو ہفتہ میں ضرور ختم کرنا چاہیئے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے۔ تو مہینے میں ضرور ایک دفعہ ختم کرنا چاہیئے۔ نیز فرمایا کہ دیکھ کر پڑھنے میں قرآن شریف کو چھونے کی برکت بھی حاصل ہوتی ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک ایک حرف کو صاف طور پر ادا کر کے ایک سیپارہ پڑھنا بہ نسبت پندرہ سیپارے جلدی پڑھنے کے بہتر ہے۔ پورے طور پر حروف کو ادا کرنے میں تلاوت کا نور زیادہ ہوتا ہے۔ رواں پڑھنا بھی نور سے خالی نہیں۔ پڑھتے وقت دل کو حاضر رکھنا چاہیئے۔ اور مختلف خیالات دل میں نہیں آنے دینے چاہئیں۔ اگر پڑھنے والے کو قرآن شریف کے معنی آتے ہوں۔ تو پڑھتے وقت ان معنوں کا خیال کرنا چاہیئے۔ اگر معنوں سے واقفیت نہ ہو تو اور خیالات کو ترک کر کے خشوع و خضوع سے کام لینا چاہیئے۔ اس قسم کا پڑھنا پُر اثر ہوتا ہے۔ بعد ازاں حاضرین میں سے ایک نے پوچھا۔ کہ آپ ہر روز کس قدر

پڑھتے ہیں۔ فرمایا۔ ایک سیپارہ۔ نیز فرمایا۔ کہ امام احمد حنبلؒ نے ذات باری کو ہزار مرتبہ خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ تیرا قرب حاصل کرنے کے لئے سب سے اچھی بات کونسی ہے؟ فرمایا۔ قرآن شریف کا پڑھنا۔ پھر پوچھا سمجھ کر پڑھنا یا بغیر سمجھے؟ فرمایا۔ خواہ کسی طرح۔

نیز فرمایا کہ شیخ جنید نور اللہ قبرہ کو واقعہ میں کہا گیا۔ کہ ہم تجھے تیرا مرتبہ دکھلاتے ہیں۔ جب حجاب اٹھایا گیا۔ تو آپ نے اپنا مرتبہ بہت بلند دیکھ کر اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء کی۔ اور نہایت خوش ہوئے۔ لیکن اس سے بھی اعلےٰ مرتبہ آپ نے دیکھ کر حیران ہو کر عرض کی۔ کہ پروردگارا! جو کچھ تو نے اپنے اس بندے کو عطا فرمایا۔ محض تیرا فضل و کرم ہے۔ میں اس کا شکر کس زبان سے ادا کروں۔ لیکن میری التماس یہ ہے۔ کہ مجھے معلوم ہو جائے۔ کہ یہ مرتبہ کس کا ہے اور کیوں ہے؟ حکم ہؤا کہ یہ مرتبہ اس شخص کا ہے جسے کلام مجید حفظ ہے۔ اگر تم بھی قرآن شریف کے حافظ ہوتے۔ تو تمہیں بھی یہی مرتبہ ملتا۔ ایک عزیز نے اسی مجلس میں سلطان المشائخ سے درخواست کی۔ کہ آپ دعا کریں۔ مجھے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ آپ نے پوچھا۔ کس قدر یاد کیا ہے؟ عرض کی۔ تقریباً تیسرا حصہ۔ فرمایا۔ کہ تھوڑا تھوڑا یاد کرو۔ اور حفظ کئے ہوئے حصے کو دہراتے رہو۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ میں نے شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ اور التماس کی۔ کہ آپ دعا کریں۔ مجھے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ آپ نے خواب میں ہی میرے لئے دعا کی۔ جب دن چڑھا۔ تو میں ایک مرد خدا کی خدمت میں اس غرض کے لئے حاضر ہؤا۔ اور خواب عرض کر کے التماس کی۔ کہ حفظ قرآن کے لئے آپ دعا کریں۔ اس مرد خدا نے دعا کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ جو شخص ہر روز سوتے وقت یہ دو آیتیں پڑھتا ہے۔ اسے قرآن شریف یاد ہو جاتا ہے۔ وہ آیتیں یہ ہیں۔

والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم انّ فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماءٍ فاحیا بہ الارض بعد موتہا و بثّ فیہا من کلّ دابۃٍ وتصریف الرّیاح والسحاب المسخر بین السّماء والارض لاٰیاتٍ لقومٍ یعقلون۔ ایک بار کا ارادہ قرآن شریف کو حفظ کرنے کا ہؤا۔ اس نے اس بارے میں سلطان المشائخ سے التماس کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ پہلے کسی قاری سے

پڑھو۔ اور قرأت ابوعمر کی ہو۔ پہلے سورہ یوسف یاد کرو۔

میں مصنفؒ نے سلطان المشائخؒ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اتاہ جبرائیل وھو عند اضاۃ بنی غفار ان اللہ یامرک ان تقراہ امتک علی سبعۃ احرف الوجوہ، جب حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم اضاۃ بنی غفار کے قبیلہ میں تھے۔ تو حضرت جبرائیلؑ نے حکم الہیٰ سنایا۔ کہ قرآن شریف اپنی امت کے روبرو سات قرأت میں پڑھیں،

نیز فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز پہلے سورہ یوسف یاد کرنے کے لئے فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ اس کی برکت سے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔

نیز فرمایا۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص کی نیت قرآن شریف حفظ کرنے کی ہو۔ اور پورا قرآن شریف حفظ کئے بغیر فوت ہو جائے تو جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے۔ تو فرشتہ بہشت میں سے ایک کھٹا لاکر اس کے ہاتھ میں دیدیتا ہے جس کے چوستے ہی قرآن شریف حفظ ہو جاتا ہے۔ اور ایسے شخص کو قیامت کے دن حافظوں میں اٹھایا جائیگا۔ نیز فرمایا۔ کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جب حافظ قرآن کو قبر میں رکھا جاتا ہے۔ تو زمین کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے۔ کہ اس کے جسم کو نہ کھانا۔ نیز فرمایا۔ کہ قرآن شریف ختم کرکے سورہ اخلاص جو قرآن شریف کا تیسرا حصہ ہے تین مرتبہ پڑھتے ہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ قرآن شریف ختم کرتے ہوئے اگر کوئی نقص رہ گیا ہو۔ تو سورہ اخلاص کے تین مرتبہ پڑھنے سے ختم قرآن کا ثواب ملجائے۔ نیز فرمایا۔ کہ قرآن شریف ختم کرکے الحمد اور چند آیتیں سورہ بقر کی پڑھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ من خیر الناس، آدمیوں میں سے اچھا کون ہے؟ فرمایا۔ الحال والمرتحل، حال اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو کسی منزل پر اترے اور مرتحل اسے کہتے ہیں۔ جو کسی منزل سے کوچ کرے۔ یہی حدیث اس شخص پر صادق آتی ہے۔ جو قرآن شریف ختم کرکے پھر الحمد اور سورہ بقر کی چند آیتیں پڑھتا ہے۔ گویا وہ منزل پر پہنچکر پھر چل پڑتا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ قرآن شریف میں کل دس باتوں کا ذکر ہے۔ جن میں آٹھ سورہ فاتحہ میں بھی ہیں۔ اور باقی دو نہیں۔ وہ دس یہ ہیں۔ ذکر ذات۔ افعال۔ صفات۔ ذکر

من وتزکیہ۔ تخلیہ۔ ذکر اولیا۔ ذکر اعدا۔ محاجہ کفار اور احکام شریعت ان میں سے آ بحق سورہ فاتحہ میں ہیں۔ یعنی الحمد ذکر ذات ہے۔ رب العالمین ذکر افعال ہے۔ الرحمن الرحیم ذکر صفات ہے۔ مالک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین ذکر معاد ہے۔ اہدنا ذکر تزکیہ الصراط المستقیم ذکر تخلیہ۔ صراط الذین انعمت علیہم ذکر اولیا۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ذکر اعدا ہے۔ باقی محاجہ کفارہ احکام شریعت ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ صاحب کشاف نے الحمد کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ حسن بصریؒ کی قرأت کے مطابق الحمد للہ میں دال کی زیر ہے۔ اور یہ دال کی زیر للہ کے لام کی سرفع ابراہیمی نخعی کی قرأت ہے الغرض صاحب کشاف لکھتے ہیں۔ کہ ابراہیمی قرأت حسن بصریؒ کی قرأت سے اچھی ہے۔ کیونکہ حسن بصریؒ دال کی زیر صرف للہ کے لام کی وجہ سے پڑھتے ہیں۔ یعنی للہ کے لام کی کسر مبنی ہے۔ اِس لئے الحمد کی دال بھی مکسور ہے۔ لیکن ابراہیم نخعی الحمد کے دال کی وجہ سے للہ کے لام کو مرفوع پڑھتے ہیں۔ کیونکہ دال کی حرکت عاملی ہے۔ اور جس حرکت کو عامل پھیرتا ہے۔ اس سے مبنی زیادہ زور کا ہوتا ہے۔ میں نے یہاں سے ایک نتیجہ نکالا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ الحمد کی دال ایسے شخص کی مانند ہے جس کا کوئی پیر ہو۔ اور وہ اسے کہے کہ اس طرح پھر۔ اور للہ کا لام ایسے شخص سے مشابہ ہے جس کا پیر نہ ہو۔ اور وہ ویسے کا ویسا ہی ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف میں فال دیکھنا چاہے۔ تو دائیں ہاتھ سے قرآن شریف کھول کر دائیں صفحہ کی ساتویں سطر پڑھے۔ تو وہ بمنزلہ وحی ہے۔ اگر دائیں صفحہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم یا سات سم ہوں۔ تو نیک فال ہے۔ اس صورت میں آیت رحمت کی تلاش کی حاجت نہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ جب قرآن شریف فال کے لئے کھولیں تو صرف دایاں ہاتھ استعمال کریں۔ بائیں کو بالکل استعمال نہ کریں۔

امیر حسن علائی سنجری نے سلطان المشائخ سے پوچھا۔ کہ لشکر میں قرآن شریف لے جانا چاہیئے یا نہیں؟ کیونکہ وہاں اُس کی محافظت اچھی طرح سے نہیں ہو سکتی۔ فرمایا۔ اسلام کے شروع میں تو قرآن شریف ساتھ نہیں لیجاتے تھے۔ مبادا کافروں کے ہاتھ لگ جائے۔ لیکن جب اسلام زور پکڑ گیا۔ تو پھر لشکر کے ساتھ قرآن شریف لے جانے لگے۔ پھر اس نے عرض کی۔ کہ خیمے میں قرآن شریف کا رکھنا مشکل ہے۔

فرمایا سر کی طرف رکھنا چاہیئے۔ اور پاک جگہ رکھنا چاہیئے۔ پھر فرمایا۔ کہ منقول ہے کہ سلطان محمود کو اس کی وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تم سے کیسا سلوک کیا؟ کہا۔ ایک رات میں نے ایک گھر میں آرام کرنا چاہا۔ اس کے اندر ایک طاق میں قرآن شریف رکھا ہوا تھا۔ میں نے دل میں سوچا۔ کہ اس قرآن شریف کو یہاں سے باہر بھیجدوں۔ پھر خیال آیا۔ کہ اپنے آرام کی خاطر قرآن شریف کو کیوں باہر بھیجوں۔ الغرض وہ ساری رات میں نے بیٹھ کر کاٹی۔ جب میری وفات کا وقت قریب آیا۔ تو مجھے اس قرآن شریف کی حرمت کی برکت سے بخش دیا گیا ؏

سخنش را ازیں لطافت و ظرف ۔۔۔ صدرت صوت نے و رحمت حرف
بہر نامحرماں بہ پیش جمال ۔۔۔ بستہ از مشک پردہ ہائے جلال
پردہ و پردہ را از شاہ ۔۔۔ بود دل ہیچ شان آگاہ
داند آں کس کہ وے بصر دارد ۔۔۔ پردہ از شاہ کسے خبر دارد
کس چہ بیند نگر بصورت نغز ۔۔۔ مغز داند کہ چیست اندر مغز
حرف را زاں نقاب خود کردست ۔۔۔ کہ ز نامحرمے نود در پردہ است
حرف قرآں ز معنے قرآں ۔۔۔ ہمچناں است کز لباس تو جاں
حرف را بر زباں تواں راندن ۔۔۔ جان قرآں بجاں تواں خواندن
باش آگہ کہ صبح دیں بدمد ۔۔۔ شب وہم خیال کیں بدرد
سر قرآں ترا چہ بنماید ۔۔۔ پردہ ہائے حروف بکشاید
خاک اجزائے خاک را بیند ۔۔۔ پاک باید کہ خاک پاک را بیند
پاک شو تا معانئے مکنوں ۔۔۔ آید از پردۂ حروف بروں
تا نماید بتو چو مہر و ماہ ۔۔۔ روئے خوبے خود از نقاب سیاہ
چوں عروسے کہ از لباس تنک ۔۔۔ بدر آید لطیف روح سبک
اندریں چاہ جانت را وطن است ۔۔۔ نور قرآں بسوئے ایں رسن است
خیز خود را رسن بچنگ آور ۔۔۔ تا بیابی نجات خویش نگر
زاد مرداں رسن بدل دارند ۔۔۔ تا بر آں جان خود بدست آرند
تو رسن را ازاں ہمہ سازی ۔۔۔ تا کنی بہر ناں رسن بازی

رسن از درو سازو ولو از راہ | یوسف خویش را بر آر از چاہ
بہر یک مشت کو دل از و بلوس | باشد اغیار کردہ و اخماس
کہ بعلم خودش کنی تقریر | کہ برائے خودش کنی تفسیر
زیں ہوس شرم ز شرع و دینت باد | تا اجل باخرد قرینت باد
باشد از رو رعرض یزداں | کلہ جاں تو کند قرباں
کہ بسے لاف زد ز دعوئے ما | پس ندانست قدر معنی ما
سوئے میدان خاص اسپ نتاخت | روئے ما از نقاب خود نشناخت
گرچہ ماندہ بہ نثر و با نامش | نیست ماندہ شرع احکامش

{نکتہ دربیان وردے کہ فوت شود}

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اپنے واسطے کوئی ورد مقرر کر لیتا ہے۔ اگر کسی بیماری یا تکلیف کی وجہ سے اس میں ناغہ ہو جائے۔ تو وہ اس کے حساب میں درج ہو جاتا ہے۔ اگر کسی سے ورد میں ناغہ ہو جائے۔ تو تین باتوں میں سے ایک ضرور لاحق ہوگی۔ یا وہ شہوت کی طرف مائل ہو جائیگا۔ یا بے موقع غصہ ظاہر کرے گا۔ یا اسے کوئی اور مصیبت پیش آئیگی۔ پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ مولانا عزیز الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ ایک روز گھوڑے پر سے گرے۔ اور آپ کا بازو ٹوٹ گیا۔ آپ سے وجہ پوچھی گئی۔ تو فرمایا۔ کہ میں ہر روز سورہ یٰسین پڑھا کرتا تھا آج اس میں ناغہ ہو گیا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ کسی شخص نے شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آج رات میں نے اس قسم کا خواب دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اب تیری زندگی کے دن ختم ہونے والے ہیں۔ توبہ کر۔ جب وہ اٹھ کر چلا گیا۔ تو خانقاہ سے ایک صوفی نے آکر عرض کی۔ کہ میں نے اس قسم کا خواب دیکھا ہے۔ ان دونوں کے خواب ایک ہی تھے۔ آپ حیران رہ گئے۔ کہ وہ تو سپاہی آدمی تھا۔ شاید لڑائی میں مارا جائے لیکن یہ صوفی ہے۔ اسے کیا جواب دوں۔ ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ اطلاع آئی۔ کہ فلاں سپاہی مارا گیا ہے۔ اس صوفی کی صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ درویش صوفی کی نماز قضا ہونے کو موت کے برابر سمجھتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ امیر گرامی نام ایک بزرگ مرد تھے۔ ایک درویش کو آپ کی ملاقات

کی خواہش ہوئی - اس درویش کا خواب بالکل سچا ہوا کرتا تھا - اثنائے راہ میں اس نے ایک رات خواب میں دیکھا - کہ امیر گرامی دنیا سے سفر کر گئے ہیں - صبح اس نے سخت افسوس کیا - کہ زیارت بھی نصیب نہ ہوئی - چونکہ اس قدر فاصلہ طے کر آیا ہوں چلوں قبر کی ہی زیارت کر آؤں - جب وہاں پہنچکر لوگوں سے دریافت کیا - کہ امیر گرامی کی قبر کہاں ہے ؟ تو سب نے کہا - کہ وہ تو زندہ ہے ؟ وہ سُن کر حیران رہ گیا - کہ میرا خواب جھوٹا نکلا - الغرض جب وہ امیر گرامی کی خدمت میں حاضر ہوا - تو سلام علیک کے بعد امیر گرامی نے فرمایا - کہ صاحب! آپ کا خواب درحقیقت ٹھیک تھا - کیونکہ میں ہر رات یادِ الٰہی میں مشغول رہا کرتا تھا اس رات غیر حق میں مشغول تھا - اس واسطے جہان میں یہ مشہور ہو گیا - کہ میں مر گیا ہوں - بعد ازاں حاضرین میں سے ایک نے پوچھا - کہ یہ حدیث کیونکر ہے " صاحب الورد ملعون وتارک الورد ملعون " فرمایا - یہ حدیث اہل کتاب کے بارے میں ہے - ایسا اتفاق ہوا کہ جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا - کہ فلاں یہودی ورد پڑھتا ہے - آنحضرتؐ نے فرمایا صاحب الورد ملعون - پھر یہ عرض کی گئی - کہ فلاں یہودی نے ورد کو ترک کر دیا ہے - آنحضرتؐ نے فرمایا - تارک الورد ملعون - بعد ازاں فرمایا کہ بعض کہتے ہیں - کہ یہ حدیث عام ہے - اس کی تاویل یوں ہے - کہ اگر کوئی رئیس قوم جس کے متعلق مسلمانوں کی ضروریات ہوں - اگر وہ ورد میں مشغول رہے - اور مسلمانوں کی ضروریات کا خیال نہ کرے - تو ایسے ورد والے پر صاحب الورد ملعون صادق آتا ہے - نیز فرمایا - کہ شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر کی یہ عادت تھی - کہ عصر کی نماز کے بعد جس کسی کو روانہ کرنا ہوتا یا کسی سے کوئی بات چیت ضروری کرنی ہوتی کرتے - اور بعد ازاں یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے - اس واسطے کہ ایک محتاج رستے پر کھڑا ہے - اور اجازت کا منتظر ہے - اور اجازت دینے والا ورد میں مشغول ہے - ایسے ورد سے کیا ذوق حاصل ہو سکتا ہے - نیز فرمایا - کہ عام مشائخ کا طریقہ ہے - کہ عصر اور صبح کی نماز کے بعد کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے لیکن میرا یہ طریقہ نہیں - میرے پاس جس وقت کوئی چاہے آ سکتا ہے - بعد ازاں یہ شعر پڑھا ؎

در کوئے خرابات وسرائے اوباش منشیں بنو و بیا و بنشیں و بباش

اس اثناء میں ایک یار نے عرض کی - کہ اگر کسی سے کسی خاص وجہ کے سبب ورد میں ناغہ ہو جائے

توکیا وہ رات کو وہ ورد پورا کرلے۔ فرمایا۔ جائز ہے۔ اگر دن کے وظیفہ میں ناغہ ہو۔ تو رات کو کرے۔ اور اگر رات کے ورد میں ناغہ ہو تو دن کو کرلے ٭

{نکتہ دربیان مشغولی ظاہر و باطن و مراقبہ و ذکر خفی}

سُلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ جو سانس باہر نکلتا ہے۔ وہ ایک نفیس گوہر ہے۔ کہ قیامت تک اس کا بدل ناممکن ہے۔ رات دن مہینے اور سال گذر جاتے ہیں۔ سوچنے کا مقام ہے۔ کہ اگر انسان چاہے۔ تو کیا کچھ کرسکتا ہے۔ لیکن عام لوگ جب عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو اُن کی طبیعت اُکتا جاتی ہے۔ اور یہی اُکتا جانا عبادت کی بے رغبتی کا باعث ہوتا ہے۔ انسان کو چاہئے۔ کہ عبادت میں مشغول ہو کر ملول نہ ہو۔ اگر کوئی صاحب ورد کسی سے تھوڑی دیر کے لئے بات چیت کرے تو وہ بھی ورد میں شمار ہوتی ہے۔ اگر نیت بیر نہ ہو۔ تو دونو فعل ضائع ہو جاتے ہیں۔ تولہٗ تعالےٰ و اذا الموءودۃ سئلت بای ذنب قتلت محققوں کے نزدیک ایسے شخص پر مؤدت انفاس ثابت ہوتی ہے۔ یعنی جو دم غفلت میں گذریگا۔ اُس کی بابت قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے

قدر شب و روز عاقبت نشناسی ۔۔۔ یک روز چناں شود کہ تا شب نکشی

ایک درویش نے جو مجلس میں حاضر تھا۔ حسب ذیل شعر پڑھا

میرو واز جوہر تاں کہربا ۔۔۔ ہر جو سے سنگے بمعنی کیمیا

سلطان المشائخ نے یہ شعر سن کر بہت تعریف کی۔ اور فرمایا۔ کہ مشغولی کے لئے سات وقت ہیں۔ تین دن کے وقت اور چار رات کو۔ دن کے وقت یہ ہیں۔ صبح سے اشراق تک۔ اشراق سے چاشت تک۔ نماز عصر کے بعد سے لیکر شام تک۔ رات کے وقت یہ ہیں۔ شام کی نماز کے بعد سے عشا تک۔ عشا سے تہجد تک۔ تہجد سے سحر تک۔ اور سحر سے صبح تک نیز فرمایا۔ کہ حدیث میں تین باتوں کا ذکر آیا ہے۔ جو بہشت کی دلیل ہیں۔ ایک صبح کی نماز کے بعد یاد الٰہی میں مشغول رہنا۔ اس وقت یاد الٰہی میں مشغول رہنے والے کو قیامت کے دن ایسی بہشت ملیگی۔ جس کی وسعت دُنیا و مافیہا سے کہیں بڑھ کر ہو گی۔ دوسرے بہشت اس شخص کو ملیگی۔ جو عصر کی نماز کے بعد یاد الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ تیسرے جو خانقاہ میں رہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ عبادت کے واسطے مسجد مشغولی کے لئے خانقاہ اور گھر میں بیٹھنا دلوں کے دریافت کرنے کے لئے۔ خانقاہ کا مطلب بیت العبادت

ہے۔ اور خانقاہ سے مراد عبادت ہے۔ ایک شخص نے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کہ میں اہل الصفا ہوں۔

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ یاد الٰہی کے وقت زانوؤں کو اٹھا کر اور اپنے آپ کو کس طرح رکھنا چاہئے۔ آیا کسی سے تکیہ لگانا چاہئے یا نہیں؟ فرمایا۔ یہ درویشوں کا طریقہ نہیں۔ بیٹھنا وہی بہتر ہے جس میں نماز کے قعدہ کی طرح ہاتھ زانوؤں پر ہوں۔ اگر زانو اٹھا کر بیٹھے تو تکیہ نہ لگائے۔ بلکہ سر زانو پر رکھے۔ شیخ شیوخ العالم کبیر اور مولانا بدرالدین اسحاق اکثر اسی طرح بیٹھا کرتے تھے۔ اس بارے میں سلطان المشائخ نے ایک رباعی فرمائی ہے ؎

معشوق چو خورشید گزینی اے دل — او بر فلک و تو بر زمینی اے دل
سر بر زانو بسے نشینی اے دل — او را چو بر خویش نہ بینی اے دل

نیز فرمایا۔ کہ مشغولی کے وقت مربع بیٹھنا بھی جائز ہے۔ لیکن چونکہ مربع بیٹھنا تحقیق نہیں اس واسطے اس طرح بیٹھنے سے دل کو تسلی نہیں ہوتی۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک طرح مربع بیٹھنا جائز بھی ہے۔ اور ناجائز بھی۔ جائز طریقہ تو وہ ہے۔ جو جوگیوں کے برخلاف ہے۔ کہ دونوں پاؤں زانوؤں تلے ہوں۔ اس طرح بیٹھنے سے دل پراگندہ نہیں ہوتا۔ اگر دل پراگندہ ہو تو جائز ہے۔ کہ جوگیوں کی طرح ایک پاؤں یا دونوں پاؤں رانوں کے اوپر ہوں۔ نیز فرمایا۔ کہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ کوئی پیغمبر مربع نہیں بیٹھا۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ کوئی درویش اکیلا بیٹھا تھا۔ کسی نے آ کر اسے کہا۔ کہ تم اکیلے بیٹھے ہو۔ درویش نے کہا۔ جب سے تم آئے ہو میں اکیلا ہوں۔ بعد ازاں زبان مبارک سے حسب ذیل شعر پڑھے ؎

جائے خالی بود جانبنائے خود گفتش — اے نصیحت گوئے حاجت اینجا آمدی
سر بزانو بود درویشے کیسے اندر رسید — گفت تنہائی بگفت آرے شدم تا آمدی

نیز فرمایا۔ کہ لوگ جب پہلے پہل طاعت شروع کرتے ہیں۔ تو بیشک دوبھر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جب انسان سچے دل سے مشغول ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ بھی توفیق عنایت کرتا ہے۔ اور کام اس کے لئے سہل ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب کوئی شخص دنیاوی مشغلوں سے منہ پھیر کر مشغولی حق کی راہ اختیار کرے۔ تو ایسے طریق پر کرے۔ کہ چند عرصہ کے لئے گوشہ تنہائی اختیار کرے۔ اور خلقت کے جھگڑوں بکھیڑوں سے بچ کر خلوت میں اپنا وقت آباد کرے۔ مراقبہ میں مستغرق رہے۔ اور اپنی

ساری ہمت اس بات پر صرف کرے۔ کہ پوشیدہ ہے ؛
میں (مصنف) نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ بعض مشائخ نے دائمی خلوت اختیار کر رکھی تھی۔ جیسے ابی یعقوب یوسف ہمدانی نے اور بعض نے کبھی کبھی جیسے ابی نجیب سہروردی نے۔ پہلے نے جناب سرور کائنات کے ان اقوال پر عمل کیا۔ احب الاعمال ادومها وان قل ، اعمال وہی اچھے ہیں۔ جو ہمیشہ کئے جائیں۔ خواہ تھوڑے ہی ہوں ؛
یا فلان لا تکن مثل فلان کان یقوم اللیل فترك قیام اللیل۔
(ترجمہ) اے انسان تو اس شخص کی طرح نہ ہو۔ جو پہلے رات کو جاگا کرتا تھا۔ اور اب اس نے جاگنا ترک کر دیا ہے۔ دوسرے نے اس پر عمل کیا۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم ہفتہ دو ہفتہ غارِ حرا میں یادِ الٰہی میں مشغول ہوا کرتے تھے۔ اور یہ کہ ان لنفسک حقا ، نفس کا بھی تجھ پر کچھ حق ہے۔ پس ضروری ہے۔ کہ ایسی خلوت ہر روز بلکہ ہر ساعت ترقی پر ہو۔ اور اس کا حال ماضی کی نسبت بہتر ہو۔ یہ بات انبیاء کو حاصل تھی۔ ان کا موجودہ وقت گزشتہ کی نسبت ترقی پر تھا۔ چونکہ انہیں یہ بات میسر تھی۔ اسلئے دوسروں کو بھی ہو سکتی ہے۔ اس بات کے حاصل ہونے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ انبیاء علیہم السلام اس سے گرتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ ذلت کی حالت کے برابر نہیں ہوتی۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ جو مقام قرب جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات نصیب ہوا۔ وہ دوسری راتوں میں کیونکر ہو سکتا ہے۔ سو پہلی بات کا جواب تو یہ ہے۔ کہ ذلت حالت میں بہت سے فضائل شامل ہیں۔ جو عدم ذلت کی حالت میں حاصل نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ندمت۔ انکسار اور افتقار جن میں سے ہر ایک نعمتوں کا منبع ہے۔ جیسے گناہگار گناہ کی حالت میں تین صفت سے مطیع ہوتا ہے۔ اول یہ کہ اسے معلوم ہوتا۔ کہ جو کام میں کر رہا ہوں۔ نیک نہیں۔ دوسرے یہ کہ حق تعالے اس کام کو دیکھ رہا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس وقت اسے اپنے کام سے ندامت۔ انکسار اور تنبیہ حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو دوسری راتوں میں بہ نسبت شب معراج کے کم قرب حاصل نہیں تھا بلکہ زیادہ تھا۔ معراج کی رات جو کچھ ملا۔ اس میں خاص قسم کا قرب بھی شامل تھا۔ لیکن باقی

راتوں میں جو قرب حاصل تھا۔ وہ اس سے بھی اچھا تھا۔ کیونکہ معراج والا معاملہ ساری خلقت پر روشن ہو گیا۔ لیکن باقی راتوں والا پوشیدہ رہا ؎

مولانا فخر الدین زرادی نے سلطان المشائخ سے پوچھا۔ کہ قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول رہنا اچھا ہے۔ یاذکر الٰہی میں؟ فرمایا۔ ذاکر کو وصال جلدی حاصل ہوتا ہے لیکن اس میں زوال کا ڈر ہے۔ دوسرے کو وصال گو دیر بعد حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اسے زوال کا خوف نہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں سے جو شخص ساٹھ سال اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا وہ پیغمبر ہو جاتا۔ اور اس پر وحی آنے لگتی۔ یا الہام ہونے لگتا۔ اگر بارہ سال یاد الٰہی میں مشغول رہتا۔ اسے وحی الہام تو حاصل نہ ہوتے لیکن ولی ہو جاتا۔ اور جب ولی ہو جاتا۔ تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس کے سر پر بادل کا سایہ اس قدر ہو جاتا۔ جس سے صرف اس کا جسم تمازت آفتاب سے بچا رہتا۔ نیز فرمایا کہ فارغ مشغول اسے کہتے ہیں۔ جو بظاہر یاد الٰہی میں مشغول ہو۔ لیکن اس کا باطن پراگندہ ہو۔ اور مشغول فارغ وہ ہے۔ جو ظاہر میں خلقت کی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے۔ لیکن اس کا باطن یاد الٰہی میں مشغول ہے۔ سالک کو مکڑی سے کم نہیں ہونا چاہیئے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ لوگ چار طرح کے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جن کا ظاہر اچھا لیکن باطن خراب ہے۔ بعض ایسے ہیں جن کا ظاہر خراب ہے۔ لیکن باطن اچھا ہے۔ بعض ایسے ہیں۔ جن کا ظاہر و باطن ہر دو اچھے ہیں۔ وہ لوگ جن کا ظاہر آراستہ اور باطن خراب ہے۔ وہ مستعید ہیں۔ کہ ظاہر میں طاعت بہت کرتے ہیں۔ لیکن باطن دنیاوی اشغال میں مشغول رہتا ہے۔ وہ لوگ جن کا باطن آراستہ ہے اور ظاہر خراب ہے وہ دیوانے ہیں۔ جن کا باطن یاد حق میں لگا ہوا ہے۔ اور ظاہر میں انکے پاس کوئی سر سامان نہیں۔ جن کا ظاہر و باطن دونو ٹھیک ہیں۔ وہ مشائخ ہیں۔ گلستاں میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ شام کے ایک شیخ سے پوچھا گیا کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا۔ اس سے پہلے مشائخ وہ گروہ تھا۔ جو ظاہر میں پراگندہ اور باطن میں جمع تھا۔ لیکن زمانہ حال میں وہ گروہ ہے۔ جن کا ظاہر آراستہ ہے۔ لیکن باطن پراگندہ ہے ؎

چو ہر ساعت از تو بجائے رود دل	بہ تنہائی اندر صفائی نہ بینی
گرت مال و جاہ ہست و زرع و تجارت	چو دل با خدا ایست خلوت نشینی

نیز فرمایا۔ کہ عمر نام ایک درویش تھا۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ جو شخص میرے پاس آکر چالیس روز باطنی مشغولی میں مصروف رہے۔ وہ واصل حق بن جاتا ہے۔ آپ نے اس کے یاروں سے پوچھا۔ کہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے۔ فرمایا باطنی مشغولی کا۔ اور وہ بھی مشائخ کے برخلاف کیونکہ مشائخ پہلے ظاہری مشغولی کا حکم دیتے ہیں۔ تاکہ ظاہر سے باطن میں سرایت کرے ہیں (مصنف) نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ ظاہری مشغولی بمنزلہ عشق حقیقی۔ اور یہ بات (المجاز قنطرة الحقیقة، رمجاز حقیقت کا پل ہے) سے ظاہر ہے پس جس طرح عشق مجازی سے عشق حقیقی حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ظاہری مشغولی سے باطنی مشغولی حاصل ہو سکتی ہے۔ شروع میں یکبارگی باطنی مشغولی نازک کام ہے۔ لیکن اس درویش کی بابت کہتے ہیں۔ کہ وہ اسی طرح واصل بنا دیتا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ کام کی اصلیت دل کا مراقبہ ہے جو تمام عبادتوں سے اد مؤثر ہے۔ قاضی محی الدین کاشانی نے پوچھا۔ کہ نمازی یا ذاکر جب حضور میں ہو۔ اور مذکر کا باطن سوا میں مشغول ہو۔ کیا اس حال میں اسے مراقب کہہ سکتے ہیں۔ اور مراقبہ دافعی طور پر ہوتا ہے۔ فرمایا۔ لغوی معنی مراقبہ کے تو یہی ہیں۔ لیکن مشائخ طریقت کی اصطلاح میں دل میں جمال حق کو دیکھنا مراقبہ کہلاتا ہے۔ اور قلب کا عمل مخفی ہوتا ہے۔ چنانچہ وہی جانتا ہے۔ کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اور میں کیا جان رہا ہوں۔ اور کیا دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں کو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بے کار ہے لیکن در اصل وہ کام میں لگا ہوا ہوتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ مراقبہ سے ذکر خفی ستر درجے بڑھ کر ہے۔ بزرگوں کا قول ہے۔ کہ مراقبہ تو قلبی رویت حق ہے۔ لیکن ذکر خفی ذات حق کا علم ہے۔ جو ظاہر و باطن پر طلوع کرتا ہے۔ اور بندہ کو اس حال کا علم و شعور ہوتا ہے لیکن جب یہ رویت اور علم بندے کے دل پر غالب آجاتے ہیں۔ تو شعور سے بے شعور ہو جاتا ہے۔ اسی کو ذکر خفی کہتے ہیں +

قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان المشائخ سے پوچھا۔ کہ مرید کو خفتعالے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنے پیر کا مراقبہ الگ الگ کرنا چاہیئے۔ یا اکٹھا؟ فرمایا الگ الگ بھی مفید ہے۔ لیکن اگر اکٹھا کرنا چاہیئے۔ تو اس طرح کرے۔ کہ سمجھے کہ سامنے اللہ تعالےٰ حاضر ہے۔ اور دائیں طرف جناب سرور کائنات ہیں اور بائیں طرف پیر۔ اور جو حرکات و سکنات اس سے ظہور میں آتی

ہیں۔ اور جو خیال اس کے دل میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے دیکھتا ہے۔ اور جانتا ہے
نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس طرح کہ آپ کے
بدن مبارک کا ایک بال بھی نہیں ہلتا تھا۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ نے ایسا مراقبہ
کہاں سے سیکھا۔ فرمایا۔ ایک دفعہ ایک بلی چوہے کے بل پر اس طرح تاک لگائے بیٹھی
تھی۔ کہ اس کے جسم کا ایک بال بھی نہیں ہلتا تھا۔ اور جو لوگ اس کے پاس تھے۔ انکی اُسے
مطلق خبر نہ تھی۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ ایک بے عقل حیوان اپنے اعضاء کی خوراک
کے لئے ایسی حضور دل سے مشغول ہے۔ پھر انسان کا بچہ باوجود عقل اور معرفت
کے کیوں اس سے اچھا نہ ہو۔ بلی سے تو تم کو کم نہ ہونا چاہئے۔ نیز فرمایا۔ کہ ہمارے
زمانے میں دو متقی ہیں۔ ایک مولانا تقی الدین محبوب عالم۔ صالح اور متورع ہے۔
آئندہ روندوں کی خدمت کرتے ہیں۔ اور بہت سی خلقت آپ کی شاگرد ہے۔ دوسرے
شیخ تقی الدین۔ آپ ایک صاحب حال مرد ہیں۔ اور ہمیشہ مراقبہ میں مستغرق رہتے
ہیں۔ آپ کو استغراق کی وجہ سے اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا۔ کہ آج کونسا دن ہے
یا کونسا مہینہ ہے۔ ایک دفعہ آپ کے پاس کوئی شخص رُقعہ لایا۔ اور کہا کہ آپ
اس پر اپنا اسم شریف لکھدیں۔ قلم اُٹھا کر حیران تھے کہ کیا لکھیں۔ خادم
سمجھ گیا۔ کہ آپ کو اپنا نام بھی بھول گیا ہے۔ کہا۔ آپ کا نام شیخ محمدؐ ہے۔ پھر آپ
نے اپنا نام لکھا۔ ایک دفعہ آپ جمعہ کے روز مسجد گئے۔ تو دروازے پر پہنچکر حیران
کھڑے تھے۔ خادم نے تاڑ لیا۔ کہ شیخ صاحب کو دائیں بائیں کی تمیز نہیں۔ اس
لئے آپ کے دائیں پاؤں پر ہاتھ رکھدیا۔ اور کہا کہ آپ کا دایاں پاؤں یہ ہے۔
پھر آپ نے دایاں پاؤں مسجد میں رکھا۔ ناظرین کی خدمت مصنف کتاب عرض
پرداز ہے۔ کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین کے دہتے خواجہ عزیز الدین سے
جن کا حال شیخ کبیر کے دہتوں میں بیان ہو چکا ہے۔ سُنا ہے۔ کہ آپ فرماتے
تھے۔ کہ میں ایک دفعہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ آنجناب کھاٹ
پر رو بقبلہ بیٹھے ہیں۔ اور آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے جمال حق کی رویت
میں مستغرق ہیں ڈرا کہ بڑے نازک موقعہ پر آیا۔ اب میں نہ واپس جا سکتا ہوں۔ نہ ٹھیر
سکتا ہوں۔ گھڑی پہر وہیں کھڑا رہا۔ کوئی خادم اس وقت حاضر نہ تھا۔ بعد ازاں سلطان المشائخ

اس طرح کانپنے جیسے چڑیا پھڑپھڑاتی ہے۔ پھر ہوش میں آ گئے۔ اور آنکھیں ملکر مجھے پوچھا کہ تو کون ہے میں نے عرض کی بندہ عزیز ہے۔ بعد ازاں ازراہ شفقت میرا حال پوچھنا شروع کیا۔ اور بہت عنایت فرمائی +

مولانا علی شاہ جاندار نے خلاصۃ اللطائف میں لکھا ہے۔ کہ میں نے اپنے شیخ و مخدوم سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کو مراقبہ میں دیکھا۔ جب میں ایک دفعہ آپ کی مجلس میں حاضر ہؤا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ آپ اس طرح ساکن بیٹھے ہیں۔ کہ آپ کا ایک بال بھی حرکت نہیں کرتا۔ اور آپ آنکھیں کھولے ہوئے تھے۔ مجھے پوچھا۔ کہ تو کون ہے۔ جب میں نے آپ کو اس حالت میں دیکھا۔ تو اُلٹے پاؤں واپس جانا چاہا۔ اتنے میں آپ نے آنکھیں ملکر مجھے پہچانا کہا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ تو مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ لیکن باتیں کرتے ہوئے آنکھوں کو اس طرح پھراتے تھے۔ گویا آپ مست ہیں۔ پھر مجھ سے پوچھا۔ کہ گھر میں کیا شغل کرتے ہو میں نے عرض کی۔ جو مخدوم نے فرمایا ہے۔ فرمایا آٹھ پہر میں مشغول رہا کرو۔ پھر فرمایا۔ کہ فقیر کے لئے لازمی ہے۔ کہ اپنے دل میں تصور کرے۔ کہ میں اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ کے روبرو بیٹھا ہوں۔ پھر مجھے فرمایا۔ کہ جا کر یاروں میں بیٹھو میں اس وقت مشغول ہوں۔

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ اعمال میں سے سب سے اول کونسا عمل ہے فرمایا۔ بھید کو ملحوظ رکھنا۔ ظاہر میں مجلس میں ہونا۔ اور باطن میں مراقبہ کرنا۔ میں (مصنفؒ) نے سلطان المشائخؒ کے دست مبارک کا لکھا ہؤا دیکھا ہے "یا ایھا الناس احتسبوا اعمالکم فمن احتسب عملہ کتب لہ اجر عملہ حسبہ الاحتساب من الحسب کالاعتداد من العدد قیل احتساب العمل ان نوی بہ حسبۃ اللہ والحسبۃ من الاحتساب کالعدۃ من الاعتداد" لوگو۔ اپنے اعمال کا حساب کیا کرو۔ جو شخص اپنے عمل کا حساب کرتا ہے۔ اس کے لئے اس کے عوض ثواب لکھا جاتا ہے لفظ احتساب حسب سے مشتق ہے۔ جیسا کہ اعداد عدد سے۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ احتساب کے یہ معنی ہیں۔ کہ احتساب کے وقت یہ نیت کرے کہ یہ کام اللہ تعالےٰ سے ثواب حاصل کرنے کے لئے کرتا ہوں۔ حسبہ احتساب سے مشتق ہے۔ جیسا کہ عدہ اعتداد سے ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ جب کبھی پڑھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہتا

ہوں۔ تو گھبرا جاتا ہوں۔ اور اپنے دل میں کہتا ہوں۔ کہ میں پھر کہاں آپڑا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب شیخ ابو سعید ابوالخیر کو کمال حاصل ہوا تو تمام کتابیں اٹھا ایک کونے میں رکھ دیں۔ ایک روز آپ کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی۔ کہ اے ابو سعید! عہد نامہ واپس دے کیونکہ تو ہمارے غیر میں مشغول ہے۔ جب سلطان المشائخ اتنی بات بیان فرما چکے۔ تو رو کر یہ دو مصرعے پڑھے ؎

جائے کہ خیال دوست دشمن باشند　　تو سایہ دشمنی کجا در گنجی

یعنی جہاں پر فقہ اور احکام شریعت کی کتابیں حجاب ہیں۔ وہاں دوسری چیزوں کا کیا کہنا۔ نیز فرمایا۔ کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر نے باطنی صفائی کے لئے پانچ چیزیں فرمائی ہیں۔ اول مسواک دوسرے قرآن شریف پڑھنا۔ اگر پڑھ نہ سکے تو سورہ اخلاص ہی پڑھا کرے۔ تیسرے ہمیشہ روزہ رکھنا۔ اگر ہمیشہ نہ رکھ سکے۔ تو ایام بیض کے ضرور روزے رکھے۔ چوتھے رو بقبلہ بیٹھنا۔ پانچویں باوضو رہنا ؎

شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ زیادہ نماز ادا کرنا۔ زیادہ درود وظیفہ کرنا اور بکثرت روزے رکھنا۔ اور قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔ یہ سب کچھ تو عورتیں بھی کر سکتی ہیں۔ بڑھیا عورت بھی روزہ رکھ سکتی ہے۔ رات کو جاگ سکتی ہے۔ چند سیپارے قرآن شریف بھی پڑھ سکتی ہے۔ لیکن مردوں کا کام اور ہی ہے اور وہ تین باتیں ہیں۔ اول روزی اور لباس کا غم نہ کرنا۔ کیونکہ جس درویش کو ان باتوں کا خیال ہو۔ اس سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے خلا و ملا میں ذکر الٰہی میں مشغول رہنا۔ یہ تمام مجاہدوں کا سردار ہے۔ تیسرے اس نیت سے کہ خلقت کے دل اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ اگر وعظ و نصیحت کرے۔ تو غرض آمیز نہ ہو۔ اور نہ اس میں ریا کو دخل ہو۔ بلکہ محض اخلاص سے ہو۔ جب درویش ان معاملات پر کاربند ہوگا۔ تو اللہ تعالےٰ اس زمانے کے تمام بزرگوں کو اس کا خادم بنا دیگا۔ نیز فرمایا کہ ذکر کے وقت پہلے تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہے اور چوتھی مرتبہ محمد رسول اللہ کہے۔ پانچویں دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہے۔ اور چھٹی مرتبہ محمد رسول اللہ کہے۔ ساتویں دفعہ لا الٰہ الا اللہ۔ اور آٹھویں مرتبہ محمد رسول اللہ کہے۔ نویں دفعہ لا الٰہ الا اللہ اور دسویں مرتبہ محمد رسول اللہ کہے ؎

میں نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ اور مشائخ نے

لا الہ الا اللہ کو اختیار کیا۔ لیکن ہمارے مشائخ نے لا الہ الا اللہ کو اور شیخ ابو سعید ابوالخیر نے اللہ کو۔ نیز آپ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص بہشت میں حور و قصور کا مالک ہونا چاہیئے۔ تو اسے ہمیشہ اشہد ان لا الہ الا اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے ۔

شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ذکر کے وقت دونو ہاتھ زانوؤں پر رکھنے چاہئیں۔ اور لا الہ الا اللہ کہتے وقت سر کو ہلانا چاہیئے۔ لا الہ کہتے وقت بائیں طرف سر لیجائے اور یہ خیال کرے۔ کہ جو کچھ حق کے سوا ہے۔ اسے میں نے نکال دیا۔ پھر سر دائیں طرف لائے۔ اور الا اللہ کہے اور الا اللہ کہتے وقت یہ تصور کرے۔ کہ میں نے دل میں اللہ تعالےٰ کو ثابت کیا۔ اور اس قدر ذکر کرے۔ کہ کانوں سے دل کو ذکر کرتے ہوئے سن لے۔ بعض ایسے درویش بھی ہیں۔ کہ ان کی زبان خاموش ہوتی ہے۔ لیکن دل ذکر الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ چنانچہ دوسرے لوگ اس دل کی آواز سن سکتے ہیں۔ نیز شیخ نصیر الدین سے مروی ہے کہ ذکر تین طرح کا ہے۔ اول یہ کہ رو بقبلہ بیٹھ کر دونو ہاتھ زانوؤں پر رکھے۔ اور یہ خیال کرے کہ اللہ تعالےٰ حاضر و ناظر ہے۔ اور میرے پاس ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ یوں خیال کرے کہ حقتعالےٰ میرے دل میں ہے۔ اور اس میں حق کے سوا اور کوئی نہیں یہ طریقہ مذہب میں گویا حلول ہے۔ اور حلول کا یہ مطلب ہے۔ کہ خیال کرے کہ حقتعالیٰ ہر جگہ ہے۔ اور میرے دل میں بھی ہے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ آنکھیں کھول کر آسمان کی طرف لگائے رکھے۔ اور یہ خیال کرے۔ کہ میری روح قالب سے نکل پہلے دوسرے دوسرے تیسرے چوتھے حتیٰ کہ ساتویں آسمان سے گذر کر مشاہدہ حق میں مشغول ہے۔ اگر کوئی اس طریق پر قائم رہے۔ تو ایک تاگا پیدا ہو جائیگا جس کا ایک سرا اوپر ہوگا اور دوسرا اس کے دل میں ہوگا۔ یہ ذکر کا سب سے اعلےٰ مرتبہ ہے۔ اور یہی شغل باطنی کا طریقہ ہے۔ جو مشائخ سے مروی اور منقول ہے۔ ورنہ سلوک کے طریقے ویسے تو بہت ہیں۔ حکیم سنائی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ایں ہمہ علم جسم مختصر است	علم رفتن بسوئے حق دگر است
روئے سوئے جہاں حی کردن	عقبی و جاہ زیر پے کردن
جاہ و حرمت ز دل رہا کردن	پشت در خدمتش دوتا کردن
تنقیہ کردن نفوس از بد	تقویت کردن رواں بخرد

رفتن از منزلِ سخن کوشاں — بر نشستن بصدر خاموشاں
رفتن از فعلِ حق سوئے صفتش — در صفت این مقام معرفتش
آنکہ از معرفت بعالمِ راز — پس رسیدن بآستانِ دراز
در درونِ تو نفس و دل گردد — زان ہمہ گروہ باخجل گردد
خان و مانش ہمہ براندازد — در رہِ امتحانش بگدازد
در تنِ تو چو نفسِ تو بگداخت — دل بندر تیج کارِ خویش بساخت
پس از حق نیاز بستاند — چوں نیازش نماند حق ماند
سخن بیہودہ گفت و نادانی — بایزید از بگفت سبحانی
پس زمانے کہ راز مطلق گفت — راست منصور کو انا الحق گفت
راست گفت آنکہ گفت از سرِ حال — گفت دع نفسک بسر تعال
ز تو تا دوست نیست رہ بسیار — رہ توی پس بزیر پائے دراز
تا بہ بینی بدیدۂ لاہوت — خطۂ ذی الملک خطۂ ملکوت
با نیاز آں گہے کہ گشتی یار — دل برآر از نفسِ تیرہ و تار
کے بود ما زما جدا ماندہ — تو و من رفتہ و خدا ماندہ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بشتاب گر تو عاقلی دریاب گر صاحب دلی — باشد کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

باب ہشتم

در بیان محبت و شوق و عشق و رویت باری تعالےٰ

مصنفِ کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ انسان اپنے پیر کی ولایت اور جمال کا مشتاق۔ محب اور عاشق ہونا چاہئیے۔ تاکہ تھوڑے عمل اور زیادہ نیاز سے جلدی مطلب حاصل کر لے۔ اور وہ مقصد حاصل کر سکے۔ جو اس رستے کے طالبوں نے کیا ہے۔ اگر اس بارے میں اسے حظ حاصل نہ ہو۔ اور اس کی سرشت میں اس بارے میں

کمی ہو۔ تو وہ کئی سال تک اس کام میں کوشش کرے۔ روزے رکھے۔ رات کو جاگے اور تکبیر و تہجد سے کام لے۔ اپنے نفس کو جلائے۔ اور جان کھپائے۔ اور پھر اخلاص بھی ہو۔ تب کہیں بہت مدت کے بعد اس جہان سے روشنی کا دروازہ اس کے لیئے کھلتا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

عمرے باید دراز و صبرے پیش کنم ۔۔۔ تا با تو رسم و حکایت خویش کنم

غم کی یہ دولت اور اندوہ اور عشق کی سعادت ہر ایک کو نہیں دی جاتی ؎

غم و درد آمد نصیب و سے ۔۔۔ کہ در عشق او بشگفد چون گلے

غمت خاصۂ آدمی است و بس ۔۔۔ نداد ند ایں چاشنی را بکس

عشق کی یہ خلعت انسان کے سوا اور کسی مخلوق کے بدن پر درست نہیں آتی۔ صرف حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قد پر ٹھیک آتی ہے تاج ریزہ فرماتے ہیں ؎

خلعتے یارب چہ گویم چون عروس آراستہ ۔۔۔ راست بر بالائے شاہ بشیں آوردہ اند

یہ جوہر عشق صرف گوہر انسانی کے لیئے پیدا کیا گیا ہے۔ تاکہ اسے لباس محبت سے آراستہ اور جوہر عشق سے مزین کر کے میدان قیامت میں جلوہ گر کریں ؎

ہیچکس را دریں جہاں نرسید ۔۔۔ جوہر عشق او مگر ما را

؎

جز من ہر کہ کند دعوئے عشق تو خطاست ۔۔۔ زانکہ عشق تو نصیب دل دیوانۂ ماست

اس بات کے مناسب حاجی محمد کی وہ حکایت ہے جو قاضی محی الدین کاشانی کو کہتے تھے۔ کہ میری طرف سے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کرنا۔ کہ جب سے میں حج کر کے آیا ہوں مجھے آرام و قرار نہیں۔ میرے حق میں دعا کریں۔ (یہ سارا ماجرا ادعیہ ماثورہ کے نکتہ میں درج ہو چکا ہے) قاضی محی الدین کاشانی نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ایسے شخص کو دو میں سے ایک کام کرنا چاہیئے۔ یا تو صنعت و حرفت میں مشغول ہو جائے۔ تاکہ وجہ معاش ہاتھ آئے۔ یا گوشہ تنہائی میں عبادت میں زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ عبادت میں مشغول اسی وقت ہو سکتے ہیں۔ جبکہ عشق و درد کی چاشنی ہو ؎

دلے کہ در غم عشقت نسوخت باز نیافت ۔۔۔ بماند بے دل و حیراں کہ روئے یار نیافت

ویسے دونوں کاموں میں اعضاء کا عمل مشترک ہے۔ اگر روزی کمانا۔ نماز ادا کرنا۔ تلاف کرنا۔

اور ذکر اعضا کا عمل نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

طاعتِ ابلیس اگر چاشنی بودے ز عشق در خطاب اسجدوا بے شک مسلماں آمدے

الغرض اسی اثناء میں قاضی محی الدین کاشانی نے عرض کی۔ کہ وہ عشق کا دعوے کرتا ہے بلکہ اپنے آپ کو عاشق صادق کہلواتا ہے۔ اور صدق محبت اس بات کا نام ہے۔ کہ محب محبوب کے سوا اور کسی کی تعظیم نہ کرے۔ بلکہ موجود ہی نہ سمجھے۔ پھر ایسا شخص جو غیر کو مسجود بناتا ہے۔ کیونکہ عاشق صادق کہلا سکتا ہے ؎

دعوائے عشق میزنی لاف دروغ میکنی عشق ہمہ تواضع است کار تو نیست جز منی

بعد ازاں فرمایا۔ کہ فرشتوں کو محبت کا حظ حاصل نہیں۔ محبت کی شراب صرف انسانی جوہر کو نصیب ہے۔ ملائکہ کو اسم و درد کی خبر نہیں۔ جو فرشتہ محبت کا دعوے کرتا ہے وہ نامناسب ہے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے۔ کہ کیا شیطان فرشتوں کی قسم سے نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالے کے قول ؔ وکان من الجن ففسق عن امر ربہ ؔ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس بارے میں علماء کا اختلاف رائے ہے بعض کہتے ہیں۔ کہ وہ فرشتوں کی جنس سے ہے۔ اُن کی دلیل یہ آیت ہے ؔ فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس ؔ کیونکہ استثنائے غیر جنس سے نہیں ہوتا منصور کا قول بھی یہی ہے۔ اور ؔ کان من الجن ؔ کی تاویل یہ ہے۔ کہ ملائکہ کو جن بھی کہتے ہیں۔ جو کہ اجتنان سے نکلا ہے۔ کیونکہ وہ انسانی آنکھ سے چھپے رہتے ہیں۔ اور اسی واسطے جن کو نصف فرشتہ کہتے ہیں *

نکتہ در بیان محبت و غوامض آں

حضرت سلطان المشائخ نے ایک نعمہ مولانا فخر الدین مروزی کے واسطے لکھا تھا جس کا حال آپ کے اعلیٰ یاروں میں درج ہو چکا ہے)۔ وہ نسخہ یہ ہے۔ کہ اصحاب طریقت اور ارباب طریقت اس بات پر متفق ہیں۔ کہ انسانی پیدائش کا سب سے اعلےٰ مقصد اور بڑھیا مطلب اللہ تعالے کی محبت ہے۔ اور یہ محبت دو طرح کی ہے۔ ایک محبت ذات دوسری محبت صفات۔ محبت ذات وہبی بخشش ہے۔ اور محبت صفات کسبی۔ جو وہبی ہے۔ اس میں بندے کے کسب و عمل کو دخل نہیں۔ اور جو کسبی ہے۔ اس کے حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ دل کو غیر حق سے خالی کر کے ہمیشہ ذکر میں مشغول رہے

سو اس کے لئے فراغت ضروری ہے۔ اور فراغت کی مانع چار چیزیں ہیں۔ جو شرط کو مانع ہے۔ وہ مشروط کو بھی مانع ہے۔ وہ چار یہ ہیں۔ خلق۔ دنیا۔ نفس اور شیطان خلق کو دُور کرنے کا طریقہ گوشہ گیری ہے۔ دُنیا کو دفع کرنے کا طریقہ قناعت ہے۔ اور نفس و شیطان کو دفع کرنے کا یہ علاج ہے۔ کہ دم بدم اللہ تعالےٰ سے التجا کی جائے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم ہر روز جب آفتاب نکلتا تو یہ دعا مانگتے۔ کہ اے پروردگار! اگر محمدؐ کو آج اللہ تعالےٰ کا نیا قرب اور نئی طلب نصیب نہ ہوں۔ تو اس دن میں ہی برکت نہ ہو۔ پس درگاہ بے نیازی کے محبوں اور عاشقوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہر روز نیا درد اور جلن حاصل کریں۔ تاکہ ہر روز ترقی ہوتی جائے۔ اس ترقی سے مراد بدنی طاعت کی ترقی نہیں۔ بلکہ عشق۔ ذوق۔ اور درد ہے۔ جس طرح مشاہدات کے درجوں کی ترقی کی کوئی انتہا نہیں۔ اسی طرح قابلیت کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

از دولت حسنت بمن ارزانی باد — داغے نو سوزے نو دردِ تازہ

؎

درد نو و سوز نو و عشق ہر روز — بر جان و دل شکستگان افزوں باد
از دست خیالِ تو کہ در جان من است — تا روز قیامت دل من پرخوں باد

نیز فرمایا۔ کہ ہر ایک عضو کو خاص عمل کے لئے بنایا گیا ہے۔ جب اس سے وہ کام نہ لیا جائے۔ تو وہ بیکار و بیمار ہو جاتا ہے۔ سو دل خاص محبت کے لئے بنایا گیا ہے ؎

ولیکہ در غم عشقت نسوخت خام بماند — چو مرغ خانگی اندر میان دام بماند

قیامت کے دن ایسا دل کسی کام نہیں آئیگا۔ جب تک کہ قلب سلیم نہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔ قیامت کو مال اور اولاد کام نہ آئینگے۔ صرف قلب سلیم کام آئیگا ؎

سلامتی دل عشاق از محبت تست — وگرنہ این دلِ پرخوں چہ جائے منزل تست

میں (مصنفؒ) نے محبت کے بارے میں گیارہ کلمات اور دو حدیثیں سلطان المشائخؒ کے دست مبارک کی لکھی ہوئی دیکھی ہیں۔ اور اس کتاب میں لکھی گئی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔
(۱) المحبۃ ایثار ما تحب لمن تحب۔ یعنی محبت اس بات کا نام ہے۔ کہ انسان اپنی محبوب

بلنے کے لئے باقی عزیز چیزوں کو قربان کر دے۔ اور یہ کلمہ عین اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہے کہ لن تنالوا البرحتیٰ تنفقوا مما تحبون، تم نیکی اُس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی پیاری اشیاء کو راہِ خدا میں صرف نہ کرو۔ خواجہ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

گر بخواہی کہ دوست ماند دوست　　تن طالب زو کہ طبع وطابع اوست
آستیں گر زہیچ خواہی پُر　　از صدف منک جوئے وآہو در

یعنی اپنے ظاہر و باطن کو دوست کی رضا میں رکھ۔ بلکہ بالکل اپنے آپ کو اس کے سپرد کرے تاکہ فرق جاتا رہے۔ اور معیت حاصل ہو جائے۔ اور جب معیت حاصل ہو گئی۔ تو غرض خود پوری ہو گئی۔ نیز کہا گیا ہے۔ کہ المحبۃ المحنۃ التی تظہر الصادق من الکاذب، محبت کی محنت سے سچے اور جھوٹے میں تمیز ہو جاتی ہے۔ یعنی اگر سچا محب ہے۔ تو اپنے محبوب کی جفا پر ضرور صبر کریگا۔ اور عمر اسی سودا میں بسر کریگا۔ اور ذرہ بھر اپنے محبوب کی جفاء پر ضرور صبر کریگا۔ اور عمر اسی سودا میں بسر کریگا۔ اور ذرہ بھر اپنے دوست کی متابعت سے سر نہیں پھیریگا۔ اور صدق محبت سے اسی دروازے کو کھٹکھٹائیگا۔ اور اسی بات پر قائم رہیگا۔ جب یہ حالت ہوگی۔ تو محبوب کی طرف سے بھی محبت کا آغاز ہوگا۔ اور عالم غیب سے نئی نئی عشق بازیاں پیدا ہونگی۔ جن کی کوئی انتہا نہیں ؎

ہزراں از درد عشقت ذوقہا گیرم از آنکہ　　کیں سعادت ہر دلے از غیب تو تو حاصل است

اور جو شخص محبت کی دولت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ جب تک اپنے عزیز جان وتن کو دوست کی رضا کے لئے مصیبت میں نہیں رکھتا۔ ہرگز یہ سعادت حاصل نہیں کر سکتا ؎

چوں شانہ زیر آرہ تا تن نہی　　ہرگز بسر زلف نگارے نرسی

چنانچہ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ تین شخصوں کو خانہ کعبہ کی زیارت کا اتفاق ہوا۔ ایک ان میں سے بلخ کے قاضی کا لڑکا تھا۔ دوسرا بلخ کے شیخ الاسلام کا بیٹا۔ اور تیسرا ایک درویش تھا۔ وہ تینوں اکٹھے زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں انہوں نے سوچا۔ کہ جب کعبہ نظر پڑتا ہے۔ اس وقت جو دُعا مانگی جاتی ہے۔ قبول ہو جاتی ہے۔ قاضی کے لڑکے نے کہا۔ کہ میں تو بلخ کی قضاء کے لئے دُعا کرونگا۔ شیخ الاسلام کے لڑکے نے کہا۔ میں بلخ کے شیخ الاسلام کے لئے دُعا کروں گا۔ درویش نے سوچا کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت مانگونگا۔ جب تینوں کعبہ پہنچے۔ اور ان کی نظر کعبہ پر

پڑی۔ تو تینوں نے اپنی اپنی حاجت مانگی۔ جو کہ انہوں نے دل میں ٹھانی ہوئی تھی تقدیر الٰہی سے اسی سال وہ دو نو لڑکے اپنے اپنے باپ کی جگہ منفرد ہو گئے۔ درویش نے التجا کی۔ کہ پروردگار! ہم تینوں اکھٹے کعبہ کی زیارت کو آئے۔ اور ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر دعا مانگی۔ اُن کی دعائیں قبول ہو گئیں۔ لیکن میری قبول نہیں ہوئی۔ اسی وقت درویش کو گوشت خورے کا مرض ہو گیا۔ پھر اس نے خیال کیا کہ پروردگار! میں نے تو تجھ سے محبت کی درخواست کی تھی اور تو نے مجھے زحمت عطا کی۔ غیب سے آواز آئی۔ کہ یہ زحمت ہماری محبت کا آغاز ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

دریں رہ جان بدہ یا ترک ما گیر　　　بریں در سر بنہ یا غیر ما جوئی

اب ہم پھر محبت کا ذکر کرتے ہیں۔ اگر وہ مدعی دعوئے محبت میں جھوٹا ہے۔ تو سر بسر دوست کے برخلاف کرتا ہے۔ اور اس کی جفا سے بھاگتا ہے۔ اور ساری عمر نفاق میں بسر کرتا ہے۔ اور باوجود ان تمام باتوں کے خیال کرتا ہے۔ کہ میں محب ہوں۔ اور میں مقبول ہو جاؤنگا۔ بدبختی کی ایک یہ علامت بھی ہے۔ کہ انسان بدی کرکے یہ امید رکھے کہ میں بخشا جاؤنگا۔ "المحبۃ عدم النوم والعزلت من القوم" (یعنی سچے محب کو دن رات نیند نہیں آتی۔ بلکہ ہمیشہ بیقرار رہتا ہے)۔ شیخ جنید بغدادی کے پیر خواجہ سری سقطی قدس اللہ سرہما العزیز نے اس بارے میں کیا اچھا فرمایا ہے۔ شعر

ما فی النہار ولا فی اللیل لی فرح　　　فما ابالی اطال اللیل ام قصر

(ترجمہ) نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام۔ اس لئے مجھے اس بات کی پرواہ نہیں خواہ رات چھوٹی ہو یا بڑی۔

بلکہ محبوں کے راز و نیاز، ذوق و گریہ اور دریافت درجات اور مشتاقوں کے مشاہدات کی ترقی رات سے وابستہ ہے۔ جو شخص ایسی نعمتوں کا امیدوار ہے۔ اسے نیند و آرام سے کیا سروکار۔ امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے کیا اچھا فرمایا ہے ؎

خواب از چشم من شد چشم تو بست خواب من　　　تاب نماند در تنم زلف تو برد تاب من

جب محب صادق کا کام یہاں تک ترقی کر چکتا ہے۔ تو اس کا باطن ہمیشہ بے قرار اور اس کا ظاہر حسن اخلاق سے آراستہ اور اس کا چہرہ بشاش رہتا ہے۔ اور یہی حقیقی عزلت کا درجہ ہے۔ اس واسطے عزلت کے معنی یہی نہیں۔ کہ خلقت سے منہ پھیر کر حق میں

مشغول ہوں۔ اور یہ کہ وجود سفت میں ہو۔ اور دل اللہ تعالےٰ کی یاد میں۔ یہ انبیاء اور اولیاء کا کام ہے

بر در دل نشستہ اینک پردہ داری میکنم — تا بجز سلطان عشقت کس نیاید اندروں

یہ بھی کہا گیا ہے۔ المحبۃ طایرٌ لا یلتقط الا حبۃ القلوب۔ یعنی محبت ایک پرندے جو صرف دلوں کے دانوں پر گرتا ہے۔ یعنی جب محبت سویدائے دل میں پیدا ہوتی ہے تو اس پرندے کی طاقت زائل ہو جاتی ہے۔ وہ محبت کا پرندہ جوں جوں دل کو اشتیاق کی نوک سے کریدتا ہے۔ توں توں مشاہدات کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔ اور محبوب کا کمال و جمال دمبدم جلوہ گری کرتا ہے ؎

بخوبی در جہاں چوں تو دگر نیست — کدامی دیدہ کز عشق تو تر نیست
عجب مرغیست آں طوطی عشقت — کہ قوت او بجز خون جگر نیست

جناب سرور کائنات خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لو ان عبدین تحابا فی اللہ احدھما فی المشرق والآخر فی المغرب یجمع اللہ بینھما یوم القیامۃ و یقول ھذا الذی کنت تحبہ۔ یعنی اگر دو آدمیوں میں محض حقتعالےٰ کی خاطر محبت ہو۔ ان میں سے ایک مشرق میں رہتا ہو۔ اور دوسرا مغرب میں تو قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے ان دونو کو یکجا کر کے فرمائیگا۔ کہ اس سے تم محبت کرتے تھے۔ اب ملاقات کرو۔ کیونکہ تمہاری باہمی محبت محض میری خاطر تھی۔ اب مصنفؒ عرض پرداز ہے۔ کہ جب مخلوق کی محبت کا نتیجہ ہے۔ کہ قیامت کے دن ضرور اکٹھے ہونگے۔ اور یہ محبت ایک دوسرے کی شفاعت کا باعث ہوگی۔ پس جو شخص راہ حق طے کرتا ہے۔ اور سچے دل سے اس رستے میں قدم رکھتا ہے۔ وہ کیونکر امید نہیں کر سکتا۔ کہ اصلی مقصود کو پہنچ جائیگا اور یہ محبت ہی کا پھل ہے۔

سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المتحابون فی اللہ علی عمود۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپس میں اللہ تعالےٰ کی خاطر محبت کرنے والے ایک ستون پر ہونگے۔ جو سرخ یاقوت کا ہوگا۔ اور جس کے سرے پر ستر ہزار کھڑکیاں ہونگی۔ جب وہ اہل بہشت کو دکھلائی دینگے۔ تو انکی خوبی اہل بہشت پر اس طرح روشن ہو جائیگی۔ جیسے اہل دنیا پر آفتاب کی ہوتی ہے اور اہل بہشت کہیں گے۔ کہ ہمیں لے چلو تاکہ ان اشخاص کو دیکھ لیں۔ جو آپس میں محض

اللہ تعالےٰ کی خاطر محبت کرتے تھے۔ جب اہلِ بہشت ان کا جمال دیکھینگے۔ تو انہیں معلوم ہو گا۔ کہ وہ سبز لباس پہنے بیٹھے ہیں۔ ھولاء المتحابون فی اللہِ الحب حرفان الحاء من الروح والباء من البدن ای اخرج منہما، یعنی محبت حُب سے نکلا ہے۔ حب کے دو حرف ہیں ایک ح جو روح سے لی ہے اور دوسرے ب جو بدن سے لی ہے یعنی تن اور جان میں سے دوستی نکلی ہے مطلب یہ کہ بدن سے محبوب کی خدمت کرے۔ اور اس کے فرمان پورے کرے۔ اور جان سے اس میں اخلاص سے کام لے۔ ان دو نو حرفوں کے مضمون پر مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

تن بخدمت دادم و جان بر سر آں کردہ ام
درد خود را از دولتے دوست درماں کردہ ام

از برائے آنکہ باشم زیر پائے دوستاں
نفس کافر کیش را اینک مسلماں کردہ ام

یہ بھی کہا گیا ہے۔ من احب اللہ لا یعرفہ الناس، جو شخص اللہ تعالےٰ سے محبت کرتا ہے اسے لوگ نہیں پہنچانتے۔ اس کا مصداق جناب سرور کائنات خلاصئہ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم سوائی، یعنی میرے اولیاء میری قبا تلے ہیں۔ انہیں میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ رتبہ کمالیت اولیاء کو حاصل ہے۔ چنانچہ خواجہ اویس قرنی کا مرتبہ جو تابعین میں سے سب کے سردار اور ان لوگوں کے سر برآوردہ ہیں۔ دُنیا میں چھپا رہا۔ اور آخرت میں بھی چھپا رہیگا۔ چنانچہ بہشت میں سے اپنے محل سے جناب سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح نکلیں گے۔ جیسے کوئی کسی کو ڈھونڈھنے نکلتا ہے۔ حکم الٰہی ہو گا۔ کہ کس کو ڈھونڈھتے ہو؟ آپ عرض کرینگے۔ اویس قرنی کو۔ آواز آئیگی۔ کہ جس طرح آپ نے دُنیا میں نہیں دیکھا۔ یہاں بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ آنحضرتؐ عرض کرینگے۔ کہ وہ کہاں ہے؟ حکم ہو گا: فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر، جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ اویس قرنی کو اویس قرنی کی صورت و شکل والے ہزار فرشتوں میں قیامت کے میدان میں لائیگا۔ اور بہشت میں داخل کریگا۔ تاکہ کوئی پہچان نہ لے۔ کہ اویس قرنی ان میں سے کون ہے۔ اب مصنفؒ کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ جو محبانِ درگاہ الٰہی کے بادشاہ ہیں۔ اگر اُن کی محبت اہلِ عالم پر آفتاب کی طرح چمکی اور آپ کی ذات مبارک جو مجسم محبت تھی۔ اہل جہان پر ظاہر ہوئی۔ لیکن پھر آپ کی

عظمت وجلال کما حقہ کوتاہ نظروں کی آنکھ سے پردہ کرامت میں چھپی رہی۔ یہاں تک کہ ہر ایک نے اپنی قابلیت کے مطابق اس راہ میں قدم رکھا۔ اور محبت میں شور وغل آسمان تک پہنچا دیا۔ لیکن پھر بھی اس بادشاہ کے جمال وکمال کو کما حقہ نہ پا سکے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

درخت میوۂ مقصود ازاں بلند تر است | کہ دست ہمت کوتاہ بداں رسید

؎

مرا حاجت از عشق نو روئے تست | ہمیں دل جانب سوئے تست
ہمہ شور و غوغائے ایں عاشقاں | بگرد سرائے سر کوئے تست

جناب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ یحب حفظ الود القدیم۔ اللہ تعالےٰ دوستی قدیم کو ملحوظ رکھنا پسند کرتا ہے۔ محبت قدیم سے مراد محبت الست بربکم ہے۔ جو نفسانی خواہشات اور شیطانی القا کی وجہ سے پردہ میں چھپی ہوئی ہے چنانچہ اس بارے میں سلطان المشائخ نے حسب ذیل شعر فرمایا ؎

آں نافہ کہ جستی ہم باتو در گلیم است | تو از سیاہ گلیمی بوئے ازاں نداری

جب محب اپنے دل کے آئینے کو محبت کے صیقل سے صاف کرتا ہے۔ تو محبت الست جان کے دریچے سے نکلکر نمودار ہوتا ہے ؎

از درون منظر جان آئی | بتماشائے باغ جاناں آئی

اور مرد اس مرتبے پر اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک کہ اسے اللہ تعالےٰ کی راہ میں کمال حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جب تک کسی کمال پر تمام اہل زمین و اہل آسمان گواہی نہیں دیتے۔ وہ ولایت حق کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک شخص حق تعالےٰ کی محبت کی بڑی خواہش کیا کرتا تھا۔ اسے غیب سے آواز آئی۔ کہ تیرے اعمال لاکھ کر تیرے پیش کئے جاتے ہیں۔ لیکن تو انہیں نہیں دیکھتا اگر تو انہیں پسند کرتا ہے۔ تو ہماری محبت کی خواہش مناسب ہے۔ غرض یہ کہ جب انسان کا باطن کدورات بشریت سے آلودہ ہو۔ اور چہرہ حرص وہوا کے غبار سے ڈھنپا ہوا ہو۔ تو وہ بادشاہوں کی مجلس کے لائق کب ہو سکتا ہے ؎

خیالت در دلم نشستہ ہر دم عذر میخواہم | چہ جائے تست اے سلطان دریں ویرانہ شبستان

اور مذکورہ بالا آفات کو دُور کرنے کے لئے ہر لحظہ باطن میں اللہ تعالےٰ سے التجا کرنی چاہئے۔ چُنانچہ سُلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کسی کے معدے میں درد ہو۔ تو دوا کھانے سے اس کا اثر ہوتا ہے۔ باہر پیٹ پر لیپ کرنے سے اثر نہیں ہوتا۔ باہر کی دوا اتنا اثر نہیں کر سکتی۔ اسی واسطے درویشوں نے مراقبہ کو اصل اصول قرار دیا ہے۔ اور مراقبہ قلبی محبانِ خاص کا خاصہ اور عاشقوں کا وظیفہ ہے۔ اور اسے تمام عبادتوں سے مقدم سمجھا ہے۔ مثلاً اگر کوئی چاہتے۔ کہ جنگل سے درخت وغیرہ دور کردے۔ اور اس مطلب کے لئے اپنے ہاتھوں سے درختوں کو کاٹنا شروع کرے۔ تو بہت عرصہ گذرنے پر بھی وہ اپنی مراد میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر آگ لگا دے۔ تو تھوڑے ہی عرصہ میں جنگل کا صفایا ہو جاتا ہے۔ سو یہی حال باطنی مشغولی کا ہے۔ کہ محبّت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ جس سے تمام اخلاق رذیلہ اور ذمیمہ جل جاتے ہیں۔ اور صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح پھر وہ تحیّت حق کے لائق ہو جاتا ہے ؎

تا نسوزی بر نیاید بوئے عود | پختہ داند ایں سخن با خام نیست

قیل لیحی بن معاذ الرازی متی لیصل العبد الی حلاوۃ الحب قال اذ کان له الجفاء سکرا والفقر عسلاً والحزن رطبًا (یحیٰ بن معاذ الرازی سے پوچھا گیا۔ کہ انسان محبت کی حلاوت کو کب پہنچتا ہے۔ فرمایا جبکہ اسے جفا شکر کی طرح میٹھی معلوم ہو۔ یہ شعر حضرت سلطان المشائخ کی زبان مبارک پر گذرا ؎

ہر کہ مارا یار نبود ایزد او را یار باد | و آنکہ ما را رنجہ دارد در تنش بسیار باد
ہر کہ او در راہِ ما خارے نہد از دشمنی | ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

اور فقر اسے شہد کی طرح میٹھا ہو۔ یعنی اپنا نفع اسی (فقر) میں دیکھے ؎

تا ترا فقر اختیارے نیست | عشق را با تو ہیچ کارے نیست
پیش معشوق پادشاہ صفت | جز ہمیں عاجزی و زارے نیست

اور غم اور اندوہ اسے کھجور کی طرح میٹھے معلوم ہوں۔ یعنی اُس کی خوراک ہی غم و اندوہ ہو ؎

من بہ غمہائے توام زندہ وگرنہ درحال | مردہ باشم کہ نماند ز وجودم اثرے

وقال الکحال لشبلی وله رمد هلم ایها الرجل حتی ادخل المیل فی عینك بزول

رہتا وتبصر الخلق فقال الشبلی یا کحال حتی ادخل المیل فی عینیک فتصیر الاعمی ولا تبصر الخلق الا الحق، یعنی جبکہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو درد چشم تھا۔ ایک سرمہ فروش نے آپ کو کہا۔ کہ اے آدمی ادھر آ تاکہ میں تیری آنکھوں میں سرمہ لگاؤں جس سے تیرا درد چشم جاتا رہے۔ اور تو خلقت کو دیکھ سکے۔ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ اے سرمہ فروش! آ میں تیری آنکھ میں سلائی پھیروں تاکہ تو اندھا ہو جائے۔ اور سوائے حق کے تو کسی کو نہ دیکھ سکے۔ و قال رجل لیوسف انی احبک قال ما ارید ان یحبنی احد غیر ربی فان احب ابی القانی فی الجب وحب امرۃ العزیز القانی فی السجن (ایک شخص نے یوسف علیہ السلام کو کہا۔ کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نہیں چاہتا۔ کہ میرے پروردگار کے سوائے مجھے کوئی پیار کرے۔ کیونکہ میرے باپ نے مجھ سے محبت کی۔ تو مجھے کنوئیں میں ڈلوایا۔ اور عزیز مصر کی عورت نے مجھ سے محبت کی تو مجھے قید خانے میں ڈالا)۔

رایت رجلا نام فی الثلج فسالتہ ما حالک قال من شغل حب اللہ لم یجد الحر والبرد (ایک شخص کو میں نے برف میں سوئے دیکھ کر اس سے پوچھا۔ کہ تیری کیا حالت ہے۔ اس نے کہا کہ جو شخص حق تعالےٰ کی محبت میں مشغول ہو۔ اسی سردی گرمی کا اثر معلوم نہیں ہوتا) چنانچہ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ خواجہ احمد معشوق عین موسم سرما کے چلے کے وقت اپنے مقام سے نکلکر بہتے پانی میں چلے گئے۔ اور ایسے خطرناک مقام میں کھڑے ہو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے۔ کہ پروردگار! میں اس وقت تک یہاں سے باہر نہ جاؤں گا۔ جب تک مجھے معلوم نہ ہو جائیگا۔ کہ میں کون ہوں۔ آواز آئی کہ تو وہ شخص ہے جس کی شفاعت سے کئی آدمی قیامت کے دن دوزخ سے نجات پائینگے۔ شیخ احمد نے عرض کی۔ کہ میں اس پر اکتفا نہیں کرتا میں چاہتا ہوں کہ میں جان لوں۔ کہ میں کون ہوں۔ پھر آواز آئی۔ کہ ہم نے حکم دے دیا ہے۔ کہ اور درویش اور عارف ہمارے عاشق ہونگے۔ اور تم ہمارے معشوق ہو گے۔ پھر آپ پانی سے نکلکر شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ جو شخص ملتا وہی کہتا۔ السلام علیک یا احمد معشوق، حاضرین میں سے ایک نے عرض کی۔ کہ سنا ہے۔ احمد معشوق نماز ادا نہیں کیا کرتے تھے۔ فرمایا۔ ٹھیک ہے جب لوگوں نے پوچھا۔ کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟

فرمایا۔ پڑھتا ہوں۔ لیکن اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا۔ انہوں نے کہا۔ وہ کیسی نماز ہے جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ فرمایا۔ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہوں۔ لیکن اس میں ایاک نعبد و ایاک نستعین نہیں پڑھتا۔ لوگوں نے کہا وہ بھی آپ پڑھیں۔ چنانچہ لوگوں کے کہنے سننے سے آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور سورۂ فاتحہ پڑھنی شروع کی۔ جب ایاک نعبد و ایاک نستعین پر پہنچے۔ تو آپکے ہر ایک مسام سے خون نکلا۔ اس وقت حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ لوگو! میں حیض والی عورت ہوں۔ میرے لئے نماز جائز نہیں۔

بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خواجہ احمد غزالی سے سنا ہے۔ کہ قیامت کے دن صدیقوں کی یہ خواہش ہوگی۔ کہ کاش ہم خاک ہوتے۔ تاکہ خواجہ معشوق ہم پر پاؤں تو رکھتا۔

قال الحکیم لا یجوز فی دور القلب ولا فی ترکیب الطبائع ولا فی القیاس ولا فی الوھم ولا فی الحس ولا فی الممکن ولا فی الواجب ان یکون محبًا و لیس لمحبوبہ الیہ میل وود۔ ایک حکیم نے کہا۔ کہ کسی دل۔ یا طبیعتوں کی ترکیب میں نہ قیاس میں نہ وہم میں۔ نہ حس میں نہ ممکن میں اور نہ واجب میں جائز ہے۔ کہ محب محبوب سے محبت کرے اور محبوب اپنے محب سے محبت کرے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

آخر نہ دل بدل رود انصاف من بدہ ۔۔۔ چونست من توصل تو مشتاق و تو ملول

نیز کہتے ہیں۔ کہ القلوب مع القلوب تتشاھد۔ دل آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے گواہ ہوتے ہیں۔ یہ بات بعینہٖ اس بات سے ملتی جلتی ہے کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ محب کے قلق و اضطراب سے محبوب پر کیا واضح ہوتا ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ بھی اسی کا ہے اور اسے کھینچتا ہے۔ مصرعہ ۔ اے بے خبر من مے رومے کشد قلاب را

نیز سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔ کہ شروع میں تمام روحیں ایک تھیں۔ وجودوں کے مختلف ہونے سے متعدد ہو گئی ہیں۔ للمحب لو ادخلک اللہ النار ما یفعل فقال اطوف فی طباق النار واقول ھذا اجزاء من احبہ۔ ایک دوست خدا سے پوچھا گیا۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ اپنی قدرت کاملہ سے تجھے دوزخ میں بھیج دے۔ تو کیا کرو گے؟ کہا میں دوزخ کے ساتوں طبقوں میں پھر کر کہوں گا۔ کہ

هذا الجزاء من احبّه۔ یہ اس شخص کی جزا ہے جس نے اس سے محبت کی۔ المحبت حرم نومی واستحل دمی کذالک فی الحب تحریم وتحلیل فبا تته لیلی فا العین صومعۃ والنسا نہا راهب والدمع قنادیل، یعنی تیری دوستی نے نیند مجھ پر حرام کردی۔ اور میرے خون کو حلال کر دیا۔ دوستی کی شریعت میں یہی تحریم وتحلیل ہوتی ہے بس رات کو دوست کا خیال وجمال میری آنکھوں میں بستا ہے۔ اور میری آنکھوں کی دھیری ایک عابد ہے جو میری آنکھوں کی عبادتگاہ میں رہتا ہے۔ اور جو آنسو آنکھوں سے بہتے ہیں وہ اس عبادتگاہ کی قندیلیں ہیں۔

لما ماتت لیلی دخل المجنون مقبرتہا جعل یشم تراب قبر لیلی فقال ؎

ارادا قبر قبر ما عن محبتہ — قطب تراب القبر دل علی القبر

فاخذ من ذالک التراب بکفہ وشم وصاح صیحۃ ومات فدفن عند قبرها،

(جب لیلی فوت ہو گئی۔ تو مجنوں لیلی لیلی کہتا ہوا قبرستان پہنچا۔ اور ہر قبر کی مٹی کو لیکر سونگھنا شروع کیا۔ آخر جب لیلی کی قبر کی مٹی کو سونگھا۔ تو زار زار رونے لگا لیلی نے زبان حال سے یہ جواب دیا ؎

اگر تو برگل گورم گذر کنی روزے — ببوئے چوں شناسی کہ ایں کہ ام گل است

پھر مجنوں نے لیلی کی قبر کی مٹی لیکر سونگھی اور مر گیا۔ پھر اسی لیلی کی قبر کے پاس ہی دفن کر دیا گیا۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالے کے تمام مشتاقوں کو جمع کرکے حکم ہوگا۔ کہ ان میں سے جس کی محبت ہمارے ساتھ لیلی مجنوں سے کم ہے اسے عذاب کرو۔ نیز فرمایا۔ کہ جب مجنوں کو کہا گیا۔ کہ لیلی مرگئی ہے۔ تو مجنوں نے کہا میری حالت پر افسوس ہے میں نے ایسے شخص سے کیوں دوستی کی جو مرنے والا تھا۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالے کی دوستی معتبر ہے۔ جو کہ دائم وقائم ہے۔ اس موقعہ کے مناسب ایک شعر پڑھا ؎

رو دل بکسے دہ کہ نمیرد تا تو — از درد فراق او نگری یارے

واذا احب اللہ عبداً لم یضرہ ذنبہ، جب اللہ تعالے کسی بندے سے محبت کرتا ہے۔ تو اس بندے کا گناہ اس بندے کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالے کے بہت بندے ایسے گذرے ہیں۔ جو شروع حال میں ناشائستہ افعال

کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ لیکن عنایت ازلی نے بعد میں ان کو ان کاموں سے روک لیا۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

تا زاں خودی مگرد گرد درِ ما   یا چاکر خویش باش یا چاکرِ ما

مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک ہمسائے کے حق میں بد دعا کرنی چاہی۔ شاید آپ کو اس سے کوئی تکلیف پہنچی ہوگی۔ کہ غیب سے آواز آئی۔ یا مالک لا تناع علی الفتیٰ فان ھذا الفتیٰ من اولیائی۔ (اے مالک! اس جوان کے حق میں بد دعا نہ کرنا یہ جوان بھی میرا ایک دوست ہے) آپ یہ سنکر حیران رہ گئے۔ اور شرمندہ ہوئے۔ صبح اٹھ کر اس جوان کے پاس آئے۔ اس نے پوچھا آپ کیونکر تشریف لائے۔ فرمایا۔ معافی مانگنے آیا ہوں۔ چونکہ جوان نے بھی رات کو کچھ دیکھ لیا تھا۔ اس واسطے گھر بار بال بچے چھوڑ جنگل کی راہ لی۔ مدت کے بعد اسے خانہ کعبہ میں دیکھا۔ کہ طواف کر رہا تھا۔ اور اس کی پیشانی سے اولیائے حق کی علامات نمایاں تھیں۔ مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ چونکہ اس کی سرگذشت میں محبت اور عشق کی چاشنی پہلے سے موجود تھی۔ اسلئے وہ اس کی سعادت کا باعث ہوئی۔ اور اسی محبت کی وجہ سے گذشتہ گناہوں اور نافرمانیوں نے اسے کچھ نقصان نہ پہنچایا۔ اب ہم پھر محبت کا ذکر کرتے ہیں ؎

ایک دفعہ سلطان المشائخ کے خلیفہ مولانا حسام الدین ملتانی نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ سے اپنے حال کے موافق کسی چیز کی درخواست کرنی چاہیئے۔ محبت الٰہی بھی ایک حال ہے سو اس کی درخواست اس وقت کرنی چاہیے۔ جبکہ باقی مقامات پر مستقیم ہو۔ اور جب نہ ہو۔ تو محبت کی درخواست ایک حیلہ اور مکر ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا یوں نہیں۔ بلکہ ہر وقت اور ہر حالت میں اللہ تعالےٰ سے اس کی محبت کی درخواست کرنی چاہیئے۔ اور یہ دعا بکثرت پڑھنی چاہیئے۔ دعا یہ ہے۔ اللّٰھم انی اسئلک حبک وحب من یحبک والعمل الذی یبلغنی الی حبک اللھم اجعل حبک احب الی من نفسی واھلی ومالی ومن الماء البارد للعطشان۔ اے میرے معبود! میں تجھ سے تیری اور تیرے محبوں کی محبت کی درخواست کرتا ہوں۔ نیز ایسے عمل کی جو تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے میرے معبود! تو اپنی دوستی کو میری ذات سے میرے مال اور میرے اہل و عیال سے بڑھ کر

میرے لئے عزیز کر۔ اور اس سے بھی بڑھ کر کہ پیاسوں کو ٹھنڈے پانی کی محبت ہوتی ہے) ۔ یہ دعا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے میں نے شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسن سنجری کے ملفوظات میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ محبت غالب ہے یا شوق۔ فرمایا محبت۔ کیونکہ شوق محبت سے پیدا ہوتا ہے۔

{نکتہ دربیان اشتیاق شوق}

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ "من اشتاق الی اللہ اشتاق الیہ کل شیئ" جو شخص اللہ تعالےٰ کا مشتاق ہوتا ہے۔ ہر ایک چیز اس کی مشتاق بن جاتی ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی نازل کی۔ کہ اے داؤد! بنی اسرائیل کے جوانوں کو کہہ دو۔ کہ تم میرے سوا کسی اور میں کیوں مشغول ہوتے ہو۔ کیسے ظلم کی بات ہے۔ کہ میں تو تمہارا مشتاق ہوں۔ اور تم غیر کے مشتاق ہو گے۔ شیخ ابوالقاسم قشیری لکھتے ہیں۔ کہ جب اشتیاق کی آگ مشتاق کے باطن میں بھڑکتی ہے۔ تو اس کی روشنی سے زمین و آسمان کی چیزیں روشن ہو جاتی ہیں۔ جو دل نور الٰہی سے منور ہوتا ہے۔ وہ بارگاہ لایزالی کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ پھر اسے تمام ملک و ملکوت میں دکھایا جاتا ہے۔ اور دو نو جہان میں منادی کی جاتی ہے۔ کہ یہ لوگ جن کے دل ہمارے اشتیاق کے نور سے منور ہیں۔ اور ہماری بارگاہ کے مشتاق ہیں تم اس بات کے گواہ رہو۔ کہ ہم ان کے اُن سے بڑھ کر مشتاق ہیں۔ کسی ولی نے فرمایا ہے شعر

ما من شیئ عند الرحمان اعلیٰ منزلۃ   من الشوق والشوق المحمود

اللہ تعالےٰ کے نزدیک شوق محمود کا سب سے بڑا مرتبہ ہے۔

میں (مصنفؒ) نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ مومن کے لئے دس نور ہوتے ہیں۔ نور روح۔ نور عقل۔ نور معرفت۔ نور علم۔ نور یقین۔ نور توفیق۔ نور بصر۔ نور حیا۔ نور محبت اور نور شوق ع

شوقی الی وجنات وسہلٔ سلبی   شوق المریض الی الباب العافیہ

(ترجمہ) میں تیرا اس طرح مشتاق ہوں۔ جیسا کہ مریض صحت نفس کا مشتاق ہوتا ہے۔

{نکتہ دربیان عشق}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ العشق اخر درجات المحبتہ

والمحبتہ اول درجات العشق' عشق محبت کا آخری درجہ ہے۔ اور محبت عشق کا سب سے ابتدائی مرحلہ ہے تبیز فرمایا۔ کہ عشق عشقہ سے لیا گیا۔ جو ایک قسم کی بیل یا گھاس ہے۔ اور باغوں میں اُگتی ہے۔ پہلے اپنی جڑ زمین میں مضبوط کرتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ درخت پر چڑھتی ہے حتی کہ سارے درخت کو گھیر لیتی ہے۔ اور درخت کو خوراک اور ہوا سے روک دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے درخت خشک ہو جاتا ہے ؎

تا راج خوبروئے در ملک جاناں درآمد ۔۔۔ آں دل کہ بود وقتے گوئی نبود ما را

نیز فرمایا۔ کہ جب عشق انسان سے لپٹتا ہے۔ تو اس وقت تک اس سے جدا نہیں ہوتا۔ جب تک انسانیت کو اس سے باطل نہیں کر لیتا۔ جس طرح عشقہ درخت کو خشک کر دیتا ہے۔ اسی طرح عشق انسان کو خشک کر دیتا ہے۔ کسی ولی نے فرمایا ہے ؎

عشق و تجلد و صبر و سکوت ۔۔۔ ما اظفر بالمراد و العمر یفوت

(ترجمہ) عشق سختی۔ صبر اور خاموشی مقصود کے لئے اعلےٰ درجے کی کامیابی ہے۔ اور عمر گذرتی جا رہی ہے ؛

قالوا اقتشد قلت لا یمکنی ۔۔۔ قالوا افتموت ہٰذا افلت اموت

(ترجمہ) انہوں نے کہا کیا تم سختی قبول کرو گے۔ میں نے کہا ممکن نہیں۔ انہوں نے کہا۔ کیا تو ایسا ہی مر جائیگا۔ میں نے کہا۔ ہاں مر جاؤں گا' ؛

نیز میں نے سلطان المشائخ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ جناب سرورِ کائنات خلاصۂ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "العشق من غیر ریبہ کفارۃ الذنوب" جو عشق اللہ تعالےٰ کے عشق کے سوا کسی اور کا ہے۔ وہ بیچارے عاشق کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ اے عزیز! اس حدیث سے بہت کچھ اُمید ہو سکتی ہے ؛

میں نے سلطان المشائخ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ جب مخلوق کا عشق گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ تو بارگاہ الٰہی کے عشق کا کیا کچھ اثر ہو گا۔ جہاں تک ہو سکے یہی دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ اگرچہ داناؤں نے کہا ہے۔ کہ سیکھنے سے نہیں آتا۔ خود بخود آتا ہے تاہم کوشش اور جدو جہد لازم ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

حیف بود مردن بے عاشقی ۔۔۔ تا نفسے دارئی نفسے بکوش

تاکہ اس دعا کا مستحق ہو سکے۔ جو اس شعر میں پائی جاتی ہے۔ جو سلطان المشائخ کی زبان

مبارک سے نکلا اور وہ یہ ہے ؎

برروئے زمیں بہر کجا پا بنہیت   عاشق باوا کہ عشق خوش سودا نیست

عاشقوں کی خاک پا کو اپنی جہان کی دیکھنے والی آنکھوں کا سرمہ بناؤ۔ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

نخ نخ اے عاشقانِ خوش رفتار   خہ خہ اے عارفانِ شیر شکار
در جہاں شاہدے و ما غافل   در قدح جرعہ و ما ہشیار
پس ازیں دست ما و دامن دوست   بعد ازیں گوش ما و حلقۂ یار

کسی عاشق صادق کا دامن پکڑو۔ چنانچہ سلطان المشائخ اس بارے میں فرماتے ہیں ؎

فتراک یکے ز عاشقاں گیر   پس تیغ برآورد جہانگیر

نیز یہ شعر بھی پڑھا۔ اور فرمایا کہ یہ شیخ ابو سعید ابوالخیر کا شعر ہے ؎

با عاشقاں نشیں و غم عاشقی گزیں   با ہر کہ نیست عاشق کم کن از و قریں

شاید ان کے عشق کے باغ کی خوشبو تمہارے دل کے پھول کو کھلا دے۔ امیر خسرو ترک اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

صبا نسیم تو آورد و تازہ شد دل خسرو   گلے چنیں شگفتہ است ہیچ باد صبارا

جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اور زینب بنت حجش کا قصہ جو روح الارواح میں لکھا ہے پڑھو اور دیکھو کہ اللہ تعالےٰ نے عاشقوں کے حق میں کیا کیا مہربانیاں کی ہیں۔ اور کس کس قسم کی ترغیبیں دی ہیں۔ اے پروردگار اپنی اپنے حبیب اور اپنے اولیاء کی محبت ہمیں عنایت فرما۔ اس قصہ کی کیفیت یوں ہے۔ کہ شب معراج یہ بے وفا دنیا زیور سے آراستہ ہو کر کہتی تھی۔ کہ اگر سید عالم میری طرف نگاہ کریں۔ تو میرے سارے عیب ہنر سے بدل جائیں۔ اور میرا سارا زہر شکر سے بدل جائے۔ لیکن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ اری کمینی دنیا۔ یہ کیسے خیالی پلاؤ پکا رہی ہے تیری تو کیا ہستی ہے۔ آج رات فردوس اعلےٰ کی بھی جرأت نہیں۔ کہ ہمارے سراپردۂ عزت کے گرد پھٹکے۔ اے درویش! یہ عجب بھید ہے۔ کہ شب معراج ملک و ملکوت کی زینت آنحضرتؐ کے پیش کی گئی۔ تو آپ نے توجہ بھی نہ کی۔ لیکن جب زید کے دروازے پر آئے۔ تو شور برپا ہوا۔ کلبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ کہ آنحضرتؐ

جب زید کی ملاقات کو اس کے گھر آئے۔ تو آپ کی نگاہ زینب بنت جحش پر پڑی۔ جو کہ زید کی منکوحہ تھی۔ اس وقت زینب کھڑی ہوئی تھی۔ آپ کے دل کو بھائی۔ تو آپ نے یہ کلمات فرمائے "سبحان اللہ مقلب القلوب" جب یہ بات زینب نے سُنی۔ تو بیٹھ گئی۔ پھر جب زید گھر آیا۔ تو اس نے سارا ماجرا بیان کیا۔ زید سمجھ گیا۔ آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر عرض کی۔ کہ چونکہ میری عورت زباندراز اور متکبر ہے۔ اس لئے میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "امسک علیک زوجک" اپنی عورت کو اپنے پاس رکھو۔ لیکن اس وقت آپ کے دل میں بالکل اس کے خلاف تھا۔ جسے آپ نے عمداً پوشیدہ رکھا۔ سو اللہ تعالےٰ نے اُسے ظاہر کر دیا۔ اس بارے میں مختلف قول ہے۔ اوّل یہ کہ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو زید سے چھپائے رکھا۔ اس واسطے کہ جب وہ طلاق دیگا۔ تو خود ہی نکاح کر لیا جائیگا۔ پس ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ دوسرا قول یہ ہے۔ کہ حضرت عزت جل جلالہٗ نے جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا۔ کہ زینب بنت جحش آپ کی منکوحہ بنیگی۔ زینب سے نکاح کرنے سے پہلے آپ لوگوں کی زبان سے ڈرتے تھے۔ اس واسطے فرمان الٰہی صادر ہوا۔ کہ واللہ احق ان تخشاہ۔ جب زید نے زینب کو طلاق دی۔ تو آنحضرتؐ نے زید کو فرمایا۔ کہ زینب کو بلا لاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اطلاع دی ہے۔ کہ زینب بنت جحش ہم نے تجھے بخشی۔ زید نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو زینب نے پوچھا کون ہے؟ کہا۔ زید۔ پوچھا کیوں؟ تم تو مجھے طلاق دے چکے ہو۔ اب کیا کام ہے؟ کہا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہیں بلانے کے لئے بھیجا ہے۔ زینب نے کہا مرحبا! رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم۔ پھر زینب سجدہ شکر بجالائی۔ قتادہ کا قول ہے۔ کہ زینب اخیر عمر تک آنحضرتؐ کے حرموں پر فخر کرتی تھی۔ کہ تمہیں تمہارے والدین نے پیغمبرؐ خدا کی منکوحہ بنایا ہے۔ لیکن مجھے اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کی منکوحہ بنایا ہے۔ اس بات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم زید کے دروازے پر آئے۔ اور آپ کی نگاہ زینب پر پڑی۔ یہ آپ کی پہلی نگاہ تھی۔ سو پہلی نگاہ کے لئے انسان سے مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ لیکن اس پہلی ہی نگاہ میں خرمن صبر پر بجلی گری۔ آواز آئی۔ کہ اے محمدؐ!

تمہاری نگاہ جو ہمارے غیر پر پڑی ہے۔ ہم اس بات پر قادر تھے۔ کہ اس نگاہ اور خیال کو تمہارے سینے سے بالکل صاف کر دیتے۔ لیکن ایسا کرنے میں چونکہ بھید تھا۔ اور وہ یہ کہ مفلسوں اور عاجزوں کے دل خوش ہو جائیں۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم باوجود منصب رسالت اور قوت نبوت اپنے دل کو قابو میں نہ رکھ سکے۔ مٹھی بھر بیچاری خاک کی کیا ہستی ہے۔ کہ دل اور آنکھوں کو قابو میں رکھ سکے چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

نظر بر نیکواں رسمے ست معہود   نہ این بدعت من آوردم بعالم
حدیث عشق گر گوئی گناہ ست   گناہ اول ز حوا بود و آدم
اگر دعوے کنی پرہیزگاری   مسلم دارمت واللہ اعلم
دگر گوئی کہ میل خاطرم نیست   من این دعوے نمیدارم مسلم

میں (مصنف رح) نے ایک مسافر عزیز سے سنا تھا۔ کہ ایک دیوانہ تبریز میں رہا کرتا تھا۔ اس کی عادت تھی۔ کہ جب کبھی کسی خوبصورت کو دیکھتا۔ تو کھڑے ہو کر خوب غور سے اُسے تاڑتا۔ پھر رو کر چلا جاتا ؎

این چہ نظر بود کہ خونم بریخت   وین چہ نمک بود کہ ریشم نجست

پھر وہی عاشق صادق کہتا ہے ؎

در تو اے خواجہ اگر صبر و شکیبائی ہست   در من آنیست کہ صبرم ز نکورویانست
اے کہ مطبوع بہ بینی و تامل نہ کنی   گر ز اقوت آن ہست مرا امکان نیست

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم اللہ تعالےٰ کی کاریگری کو دیکھتے ہیں۔ نہ کہ معشوق کی خوبصورتی کو۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا کے داماد عراقی فرماتے ہیں۔ کہ ہماری نگاہ اُس کی صنعت پر ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

مرد باریک نظر در تلخ و شور کند   آن نہ تامل کہ در زلف و بناگوش کنی

اس کام کا اصول یہ ہے۔ کہ ورع عشق کو ڈھانپ نہیں سکتی۔ اگر ایسا کر سکتی ہے تو وہ عشق ہی نہیں۔ جب پرہیز جاتی رہے۔ تو عشق تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ جو شخص لڑکوں کی صحبت میں رہتا ہے۔ وہ اس نعمت سے محروم رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو اس راہ سے گرا۔ عورتوں کی صحبت سے گرا۔ نیز فرمایا۔ کہ درویشوں کو لازم ہے۔ کہ

درد سے لذت حاصل کرے۔ عام لوگوں کا طریقہ ہے۔ کہ جب انہیں درد ہوتا ہے۔ تو انہیں تمام جہانوں کی چیزیں بھول جاتی ہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ لیس بصادق فی دعواہ من لم یتلذذ بضرب مولاہ (وہ شخص دعوئے محبت میں سچا نہیں۔ جسے اپنے مولا کی دی ہوئی تکلیف میں لذت نہیں آتی۔ میں (مصنفؒ) نے امام ابوالقاسم قشیریؒ کے رسالے میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ ابو سعید خرازؒ نے شیطان کو خواب میں دیکھا۔ اور کہا آؤ ابلیس کیسے آنا ہوا۔ شیطان نے کہا۔ مجھے آپ سے کیا واسطہ۔ کیونکہ تم نے وہ چیز اپنے نفس سے دور کر دی ہے۔ جس کے سبب میں لوگوں کو دھوکا دیتا ہوں۔ ابو سعید خرازؒ نے پوچھا وہ کیا؟ شیطان نے کہا۔ دنیا۔ یہ کہہ کر پیٹھ پھیر لی۔ اور چلا گیا۔ لیکن پھر مڑ کر دیکھا اور کہنے لگا۔ کہ خیر صحبت احداث تو باقی ہے۔ شاید اس کے ذریعے کام بن جائے۔ نیز لکھا ہے۔ کہ صحبت احداث (خوبصورت عورتیں بچے ہیں) اس راہ میں سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ اور جو ان میں پھنس جاتا ہے۔ مشائخ کا اتفاق ہے۔ کہ اللہ تعالے اسے سخت ذلیل کرتا ہے۔ نیز لکھا ہے۔ کہ فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں تیس شیخوں سے ملا۔ جو ابدال وقت تھے۔ سب نے وداع ہوتے وقت یہی کہا۔ کہ عورتوں اور بچوں کی صحبت سے بچنا۔ جو شخص اس بارے میں التفات کرتا ہے۔ اس کی حالت فسق و عشق کی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ روح کی بلا ہے۔ اور وہ نقصان نہیں دیتی۔ اس بارے میں مشائخ کی نظیریں اور حکایات بہت بیان کی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ان کی آفات اور لغزشوں کو طے کر جائے امام قشیری لکھتے ہیں۔ کہ اس نگاہ سے دیکھنا بھی شرک ہے۔ خواجہ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

شاہد ہیچ ہیچ را چہ کنی	اے کم از ہیچ ہیچ را چہ کنی
چہ کنی یاد خوبے خوبان	عمر خود ہرزہ نکورویان
شاہدان زمانہ خورد و بزرگ	چشم را گوسفند دل را گرگ
گرچہ از چشم عالم افروزند	از مژہ دل برند و جان سوزند
آں نگارے کہ سوئے او نگری	او دولت بداز و تو دررو بری

پس سالک کے لئے واجب ہے۔ کہ احداث کی ہم نشینی سے بچے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

خدنگ غمزۂ خوباں خطا نمی افتد　　اگرچہ طائفہ زہد را سپر کند

مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ معشوق چاہئے کہ بادشاہ ہو۔ اور عاشق بادشاہوں کی ہمت والا گدا ہو۔ اگرچہ بادشاہوں اور فقیروں میں کچھ مناسبت نہیں۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

تیم سلطان ملک حسن با درسائے دشناں　　دلا دامن فراہم کن کجا ناز کجا ایشاں

لیکن عاشق پوشیدگی میں نظر نہیں کرتا۔ چنانچہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

سعدی نہ حریف غم او بود ولیکن　　بار ستم دستاں بزند ہر کہ سر انداخت

اسی کے مناسب سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے شیخ بدرالدین غزنوی قدس اللہ سرہ العزیز سے سنا آپ فرماتے تھے۔ کہ میرے والد بزرگوار شیخ محمد اجل شیرازی کے مرید تھے۔ ان میں سے سنا۔ وہ فرماتے تھے۔ کہ شیخ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز بمعہ چالیس یاروں کے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ اگر پانی زیادہ گہرا آتا۔ تو سطح پہ پاؤں رکھ کر پار ہو جاتے۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ میں خواجہ محمد اجل کا یار ہوں۔ اور مجھے دریا پر چلنا میسر نہیں۔ یا تو ہمارے شیخ میں کمی ہے یا ہم میں قابلیت نہیں۔ چنانچہ ایک روز یہی خیال میں نے خواجہ محمد اجل کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ شیخ بایزید قدس اللہ سرہ العزیز کے یار صرف اپنی جان کے لئے صاحب کرامت تھے۔ لیکن ہم بادشاہوں کی سی ہمت رکھتے ہیں۔ اس اشارے سے مجھے شاہان ہمت کی حقیقت معلوم نہ ہوئی۔ جب ایک روز دہلی آیا اور قاضی حمیدالدین ناگوری کے وعظ میں شامل ہوا۔ تو اپنے آپ کو ستون مسجد کے پیچھے چھپا لیا۔ اور ایک کاغذ پر لکھ کر کہ شاہان ہمت کون ہوتے ہیں۔ قاضی صاحب کو دیا۔ جب قاضی صاحب نے یہ کاغذ ہاتھ میں لیا۔ تو میں نے دل میں کہا۔ کہ میری سیاہ داڑھی آپ کے پاؤں تلے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ شاہان ہمت کون لوگ ہیں۔ یہ خیال آتے ہی قاضی صاحب نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ میری یہ سفید داڑھی تیرے پاؤں تلے ہو۔ شاہان ہمت وہ ہیں۔ جو جھونپڑوں میں محلوں کے خواب دیکھتے ہیں ؎

شاہان ہمت اندہمہ دوستان ما　　اندر خرابہ ساکن و ملک جہاں بدست

روح الارواح میں لکھا ہے۔ کہ ایک بادشاہزادہ نہایت خوبصورت نازک اندام

اور ناز پروردہ تھا۔ کہ جہان میں اُس کی نظیر نہ تھی ؎

گوئے ملاحت ربود زلف تو در دلبری | زیبد اگر ملک حسن زیر نگین آوری
لالہ رخ و نوش لب خوب خط و مشک خال | سرو قد و سیمیں عشوہ دہ و دلبری

یہ بادشاہزادہ سواری چالاکی اور خوبصورتی میں اپنی نظیر آپ ہی تھا ؎

تو بدیں شوخی و چالاکی و شنگالی و ناز | تو بدیں غمزۂ دلدوز و شکارے انداز
قصد جانہا کردہ دل دوختہ و دین بردہ | گشتہ تاراج ز تو جملہ مسلمانان باز

یہ شہزادہ جیسا کہ شہزادوں کی عادت ہوا کرتی ہے۔ کبھی کبھی گیند بلا (پولو) کھیلنے کے لئے میدان میں جایا کرتا۔ اور عاشقوں کے دل کی گیند کو اپنی زلفوں کے خم کے تلے میں لایا کرتا۔ الغرض ایک عارف درویش کی نگاہ اُس کے جہان آرائے جمال پر پڑی۔ تو اس کا دل بے اختیار ہو گیا ؎

اے متقی اگر اہل دلی دیدہ بادوز | کینان بدل ربودن مردم مقبلند
یا برقعۂ بچشم تا ال فرو گذار | یا دل بنہ کہ پردہ ز کار تو برفگنند

وہ جانباز درویش ہر روز اپنے دلربا کے میدانِ گیند بلا میں جاتا۔ اور اُس دلوں کے آشوب (شہزادہ) کو دیکھتا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

نظرے مباح کردہ ز ہزار چون مغطل | دل عارفان بردند و قرار ہوشمندان
مگر آنکہ ہر دو چشمش ہمہ عمر بستہ باشد | بو رع خلاص باید ز فریب چشم بندان

جب وہ شہزادہ گیند کھیلنے کے لئے آتا۔ تو درویش اس کا حسن و جمال اور اُس کی نزاکت دیکھ کر ہزار جان سے قربان ہوتا۔ اور بیہوش ہو جاتا۔ جب ہوش میں آتا تو دعا کرتا اور یہ شعر پڑھتا ؎

گوئے بہ تن زخم از چوگان خورد | این فدائے دل شدہ بر جان خورد

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

در حلقۂ سولجان زلفش | بیچارہ دلم فتادہ چون گوست
مے سوزد و ہمچنان نکو خواہ | مے میرد و ہمچنان دعا گوست
خون دل عاشقان مسکین | در گردن دو دیدہ بلا جو است

جب اس درویش کے عشق کی حکایت فاش ہوئی۔ اور عام و خاص نے سنی۔ کیونکہ عشق کے

آفتاب کو جو دل جلوں اور عارفوں کے دل پر چمکتا ہے۔ صبر کا پردہ اسے ڈھانپ نہیں سکتا چنانچہ امیر خسرو رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ؎

سر پنجۂ عقلم را بپیچید بروں شد دل
اے صبر ہمیں بود است بازوئے توانائی

شہزادے کے محرموں نے درویش کی کہانی اسے سُنائی۔ تو شہزادے نے مسکرا کر کرشمۂ ناز اغماض کیا۔ لیکن دوسرے روز محرموں سے کہا۔ کہ وہ درویش مجھے دکھلانا۔ کیونکہ میں اسے نہیں پہچانتا۔ کہ وہ جان سے بیزار کون ہے جو مجھ جیسے کی قمر میں ہاتھ ڈالتا ہے محرموں نے کہا وہ ایک مسکین سا آدمی ہے۔ جس کی پیشانی سے عاشقوں کا نور چمکتا ہے۔ جب آپ میدان میں چلینگے۔ تو ہم آپ کو دکھا دینگے۔ الغرض شہزادے نے یہ بات دل میں رکھی۔ اپنے آپ کو آراستہ کیا۔ شاہی تاج سر پر رکھا۔ اور پٹکا کمر پر باندھا۔ اس کے مناسب ایک شعر شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی زبان مبارک پر گذرا ہے ؎

قبا بش را شدم بندہ کہ چوں کشاد بنشیند
وے خصم کمر بندم کہ چوں برنشیت برخیزد

؎

من سرو را قبا نہ شنیدم کہ کمر بست
بر فرق آفتاب ندیدم کلاہ را

گر صورتے چنیں بقیامت برآورند
فاسق ہزار بار بگوید گناہ را

قبا را باز پوشیدی بصد ناز
براں بندے کمر بستی باعزاز

کلاہ ناز نہیں بر سر نہادی
ترا زیبد کہ داد حسن دادی

ہد ور آں کلہ کہ ہاست گرداں
فدائے آں کمر جانہائے مرداں

خیال جعد پیچا پیچت اے یار
بگرداگرد دل پیچیدہ چوں مار

دو دیدہ منتظر دارم براحت
فتادہ درمیان خاک اہت

نگر وقتے نہد بر دیدہ ہا پائے
سمند تازنین بادپیمائے

الغرض وہ شاہزادہ اس درویش کی جان کے شکار کے لئے میدان دلربائی کی طرف روانہ ہوا۔ جب میدان میں پہنچا۔ تو پہلے کی نسبت اس روز گیند کھیلنے میں بہت سے ہنر دکھلائے۔ اس حال میں اُس نے محرموں سے پوچھا۔ کہ وہ اجل رسیدہ درویش کونسا ہے؟ کہا۔ تماشائیوں میں گدڑی پوش زرد رو جوان دُبلا پتلا۔ دانتوں میں

انگشت حیرت دبائے کھڑا ہے۔ شہزادے نے اپنے شکار کو دیکھ اس طرف سے دیدہ و دانستہ غفلت کی۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

تغافل کردنت بے فتنہ نیست
فریبے مرغ باشد خواب صیاد

پھر تلے سے گیند اس طرف پھینکی جب گیند ادھر گئی۔ تو شاہزادہ جھٹ گھوڑا دوڑا کر گیند کے پاس پہنچا۔ اور کرشمہ جانستان سے اس درویش کی طرف اشارہ کیا۔ کہ گیند مجھے دینا۔ یہ جاں باز درویش گیند زمین پر سے اٹھا۔ بڑی تعظیم سے شاہزادہ کے پاس گیا۔ شاہزادے نے درویش کے ہاتھ سے گیند اس ید بیضا اور چاندی کی سی کلائی سے لی۔ تو فی الفور درویش نے جس نے کہ جان کی گیند میدان میں رکھی ہوئی تھی۔ جاناں کے سپرد کر دی ؎

بہ نسیم ساعدت جاناں بجز کالائے جانم را
تو سیم از آستیں برکش من از تن برکشم کالا

جب شہزادے نے دیکھا۔ کہ درویش نے اپنی جان جاناں کو دے دی۔ تو سمند ناز سے اتر اس عاشق درویش کا سر مبارک بغل میں لیا۔ کسی بزرگ نے کہا ہے ؎

جز تو در بن سالہ فلک با ہزار چشم
ہرگز ندیدہ ہست کہ درویش بادشاہ

آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور اس کی غریبی پر بڑا افسوس کیا۔ پھر حکم دیا۔ کہ اس شہید عشق کو جو کہ دین کا بادشاہ ہے۔ میرے آبا و اجداد کے قبرستان میں جو دنیاوی بادشاہ ہیں۔ دفن کرو۔ تاکہ اس کی برکت سے وہ سارے بخشے جاویں۔ مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ عاشق کے لئے لازمی امر ہے۔ کہ معشوق کے بھید رموز اور اشارات کو جہاں تک ہو سکے پوشیدہ رکھے۔ شاید کسی وقت وہ اسرار کے لائق ہو جاوے۔ اور معشوق کا محرم بن جائے۔ اگرچہ عشق میں یہ بات میسر ہونا از بس مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

گر بگویم کہ مرا با تو سر و کارے نیست
در و دیوار گواہی بدہد کارے ہست

عشق سعدی نہ حدیثے ست کہ پنہاں ماند
داستانے ست کہ بر ہر سر بازارے ہست

لیکن عشق کا کمال مرتبہ وہ ہے جس کی بابت حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے۔ کہ عشق میں حوصلہ بڑا وسیع ہونا چاہئے۔ تاکہ دوست کے اسرار کے لائق ہو سکے۔ نیز جناب سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من عشق وعف وکتم مات فقد مات شہیدا

سنائی فرماتے ہیں ؎

رنگیاں زلف او چو تاب دہند   چینیاں نقش خود بر آب نہند

حلقۂ زلف او معما گوئی   نقش سودائے او ہویدا جوئی

قداو در دو دیدۂ دل جوئی   ہمچو سرو رواں است بر لب جوئی

عاشق از دست آں لب خنداں   سرانگشت ماندہ در دنداں

جب ابو احمد اسحاق نہاوند پہنچے۔ تو ملکہ اس وقت پردہ چھوڑے بیٹھی تھی۔ شیخ صاحب کو بلایا۔ جب اس نے سنا۔ کہ یہ صوفی مرد ہے۔ تو فرمایا۔ کہ پردہ اٹھا دیا جائے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

روئے کشادہ اے صنم طاقت خلق میبری   چوں پس پردہ میشوی پردۂ صبر میدری

جب خواجہ صاحب کی نگاہ اس با حسن و آشوب دین و دنیا پر پڑی ؎

اے لیسا غارت دیں کردہ ندانم چیست   چشم شوخ تو کہ زمستئ خود بے خبر است

خواجہ صاحب کا دل ہاتھ سے جاتا رہا ؎

عقلش ز دست رفت ہمانجا نشستہ ماند   آں شیخ با کرامت و آں صاحب نفس

جب اس ملکہ کو حقیقت معلوم ہوئی۔ تو اس نے کہا۔ ہمارا تمہارا ملاپ کس طرح ہو سکتا ہے تم مسلمان اور ہم یہودن۔ اگر میرے ساتھ صلح چاہتے ہو۔ تو گرجے میں ہمارے مذہب کے مطابق ناقوس بجاؤ ؎

روزے بکلیسا روئیم بینی   ناقوس بہ بینی و ہم بوسی دستم

شیخ صاحب نے ویسا ہی کیا۔ دین اسلام کو خیرباد کہہ کر کفر کا زنار (جنیو) پہن لیا۔ اور معشوق کا دین اختیار کیا ؎

مجنون عشق را دگر امروز حالت است   کاسلام دین لیلیٰ و دیگر ضلالت است

شادی ہونے کے لئے تاریخ مقرر ہوئی۔ جو مرید آپ کے ساتھ تھے یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور غمگین ہو گئے۔ لیکن شیخ صاحب یہی کہتے تھے ؎

گر ہمہ دین عاشقاں وارید   بعد ز یں پیش بت نماز کنید

شیخ صاحب کی اس ایک حرکت سے سب کے سب برگشتہ ہوئے۔ اور شیخ صاحب کو چھوڑ کر چلے گئے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

سنگ حالِ عارفاں سر سماع شود　　زمزمۂ بیار نوش تا بردند ناخوشاں

صرف ایک خوش اعتقاد مرید آپ کی خدمت میں رہا۔ اس سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ تم کیوں باقیوں کے ساتھ نہیں گئے۔ اُس نے کہا میں نے اِس اپنے پیر کو اس کے پیر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ یہ حالت شیخصاحب پر سے جاتی رہیگی۔ اور انجام بخیر ہو گا۔ کیونکہ پیروں میں اثر ہے۔ اور ان کے شجرہ قبول میں پھل ضرور لگتا ہے۔ الغرض جب نکاح کا دن آ پہنچا۔ تو اُس مرید نے رات کو جناب سرور کائینات خلاصۂ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ جو فرماتے ہیں۔ کہ میں اس واسطے آیا ہوں۔ کہ ابو اسحاق اور اللہ تعالےٰ کے مابین صلح کرادوں۔ جب وہ مرید جاگا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ شیخ صاحب نے وہ بیگانوں کا لباس اُتار یگانوں کا پہن لیا ہے۔ اور توبہ کرکے از سر نو مسلمان ہو گئے ہیں۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔ کسی عارف نے کیا اچھا کہا ہے ؎

گر توئی یار مرا من بکنم یار دگر　　گوشہ گیرم و در گوشہ نہیم کار دگر
نقش زیبائے تو آوردہ مرا بر در تو　　فارغم کرد ز نقش در و دیوار دگر

جو حکایت حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے وہ بھی اسی بارے میں ہے۔ اور وہ یوں ہے۔ کہ ایک دفعہ کسی درویش کی نگاہ بادشاہ کی لڑکی پر پڑی۔ بادشاہ کی لڑکی کا دل بھی اُس درویش پر آ گیا۔ دونوں ایک دوسرے پر مائل ہو گئے۔ اس لڑکی نے کسی آدمی کو درویش کے پاس بھیجا۔ کہ تو ایک درویش آدمی ہے۔ تیرا میرا ملاپ مشکل نظر آتا ہے۔ ہاں ایک طریقہ ہے۔ اگر تو اس پر کاربند ہو۔ تو شاید کام بن جائے اور وہ یہ۔ کہ تو مسجد میں ڈیرا جمائے اور اپنے آپ کو متعبد بنائے۔ تاکہ شہر میں تیرا شہرہ ہو جائے پھر میں اپنے باپ سے اجازت لیکر تیری ملاقات کو آسکتی ہوں۔ اس درویش نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ ایک مسجد میں جا عبادت الٰہی میں مشغول ہوا۔ جب اسے عبادت میں ذوق حاصل ہُوا۔ تو دل و جان سے مشغول ہو گیا۔ جب اس بات کا شہرہ شہر میں ہُوا۔ تو لڑکی اپنے والد سے اجازت لیکر درویش کی ملاقات کو آئی۔ درویش بھی وہی تھا اور لڑکی کا جمال بھی وہی۔ لیکن لڑکی نے دیکھا۔ کہ درویش میں کوئی رغبت یا خواہش نہیں۔ کہنے لگی۔ آخر میں نے ہی تجھے یہ پٹی پڑھائی تھی۔ اب کیا ہو گیا ہے۔ کہ تو میری طرف توجہ بھی نہیں کرتا۔ اس قسم کی بہتیری باتیں کیں۔ لیکن درویش نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ بلکہ کہہ دیا

کہ میں تجھے جانتا ہی نہیں کہ تو کون ہے؟ سلطان المشائخ نے جب اس قدر حکایت بیان فرما چکے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جس کو وہ ذوق حاصل ہو گیا۔ وہ پھر کب غیر میں مشغول ہوتا ہے ؎

کسیکہ روئے تو بیند حدیث کل نکند ... کسیکہ مست تو باشد حدیث مل نکند

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ خواجہ عبداللہ مبارک ایام جوانی میں ایک عورت پر عاشق ہو گئے۔ ایک دفعہ آپ معشوقہ کی دیوار تلے آکر اس سے گفتگو کرنے لگے۔ عشا سے لیکر سحر تک باتوں میں مشغول رہے۔ جب صبح کی اذان ہوئی۔ تو آپ نے خیال کیا۔ شاید عشا کی اذان ہے۔ لیکن جب غور کی نگاہ سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سورج نکلنے کے قریب ہے ؎

مؤذن حی علی گویاں من از سہر بتے در خون ... نماز ے این چنیں آلودہ یعنی ہم روا باشد

اتنے میں غیب سے آواز آئی۔ کہ عبداللہ! تم ایک عورت کے عشق میں عشا سے صبح تک بیدار رہے کبھی کسی رات ہمارے لئے بھی ایسا کیا ہے۔ جب یہ بات سنی تو توبہ کی اور ہمہ تن یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے بیٹے خواجہ محمد قدس اللہ سرہما العزیز انوار المجالس میں حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات میں لکھتے ہیں۔ اور حضرت سلطان المشائخ کی بابت بیان فرماتے ہیں۔ کہ بداؤں میں ایک قوال کا لڑکا نہایت صاحب جمال باکمال تھا۔ جب وہ گھر سے نکلتا۔ تو بہت سے تماشائی اس کے حسن کی سیر کو اس کے پیچھے ہو لیتے۔ میں بھی ان دنوں حسن پرست تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کچھ اس قسم کی خوبصورتی عطا کر رکھی تھی۔ کہ جو شخص اسے دیکھ لیتا۔ اسی کا دل قابو میں نہ رہتا۔ اور اس سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھتا ایک روز میں بھی اسے دیکھنے کے لئے گھر سے نکلا۔ لیکن جب وہاں پہنچا۔ تو ملاقات نصیب نہ ہوئی۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ اتنے میں یہ گھر سے نکلے۔ میں اپنے گھر سے ہو آؤں پھر آکر دیکھ لوں گا۔ جب گھر آیا۔ تو بے قرار ہو کر پھر ملاقات کے ارادے سے محبوب کے گھر کی راہ لی۔ لیکن پھر بھی ملاقات نصیب نہ ہوئی۔ پھر میں نے یہی کہا۔ کہ چلو گھر ہو آئیں۔ اتنے میں وہ گھر سے نکلے ہی گا۔ جب گھر پہنچا۔ تو پھر وہی بے قراری۔ پھر ملاقات کے لئے روانہ ہوا۔ میرے گھر سے اس کے گھر تک چار پانچ کوس کا فاصلہ

تھا۔ جب وہاں پہنچا۔ تو پھر بھی اس کا جمال با کمال نصیب نہ ہوا۔ اس دن کوئی میں بائیس کوس کے قریب میں نے فاصلہ طے کیا۔ آخر تھک کر غروب آفتاب کے وقت میں سو گیا۔ جب جاگا۔ تو بیخود ہو گیا۔ اور کپڑے پھاڑ ڈالے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین نے فرمایا ہے۔ کہ عصر کے بعد نہیں سونا چاہیئے۔ پھر میری والدہ نے آکر گرد وغیرہ صاف کی۔ اور کپڑے پہنائے۔ مجھے اس لڑکے کی محبت دامنگیر ہو گئی۔ تو دوسرے روز پھر ملاقات کے لئے روانہ ہوا۔ جاتے جاتے راستے میں اچانک خوشبو آئی۔ جس سے میرا دماغ معطر ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ یہاں عود کے جلانے کا مقام تو نہیں۔ آخر دیر تک سوچنے کے بعد معلوم ہوا۔ کہ جس کوچے میں میں اور میرے محبوب نے اکٹھے کھڑے ہو کر باتیں کی تھیں۔ یہ خوشبو اس وصال کی علامت ہے۔ الغرض مدت تک میں اس پر فریفتہ رہا۔ اور لوگ بھی اس کے پیچھے جاتے اور میں بھی ؎

کس نیست نہانے نظرے با تو ندارد — من نیز برآنم کہ ہمہ خلق برآنند

ایک روز اس نے مجھے کہا۔ کہ لوگ مجھے بڑا دق کرتے ہیں۔ لیکن میں آپ ہی کا ہوں۔ اس فرحت بخش بات کو سن کر محبت اور بھی بڑھ گئی ✤

میں (مصنفؒ) نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد علوی کرمانی سے سنا ہے۔ کہ غیاث پور میں ایک مولانا یمنی رہتے تھے۔ جنہیں خطاط کہتے تھے۔ آپ اس درجہ کے خوشنویس تھے۔ کہ خوشنویس آپ کی لطافت خط پر رشک کرتے تھے۔ اور عطارد جو کہ منشی فلک ہے۔ آپ کے خط پر سر رکھتا تھا ؎

عطاردے کہ دبیرے فلک ہمیگوید — بہ پیش خط تو گشتہ است عاجز و ملجاء
از خون دو چشم خویش ہر دم — نقش خط تو بدل نویسم

میرے چچے اور اور بہت سے خوشنویس ان کے شاگرد تھے۔ ان مولانا کی ایک لونڈی تھی۔ جسے آپ نے کسی ضرورت کے باعث فروخت کر دیا۔ فروخت کرنے کے بعد اس لونڈی کا عشق دامنگیر ہوا۔ پھر تو لونڈی کے مالک کو آپ دگنی قیمت دیکر لینے پر آمادہ ہوئے لیکن وہ نہیں دیتا تھا۔ جب اس نے اسباب کا رواج دیکھا۔ تو کہا میں بیچتا ہی نہیں چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ما یوسف خود نمے فروشیم — تو قلب سیاہ خود نگہ دار

لونڈی کی قیمت پہلے سے دس گنا دیتے تھے۔ لیکن مالک بیچتا نہیں تھا۔ آخر جب مولانا کو معلوم ہوا۔ لونڈی کا موجودہ مالک سلطان المشائخ کا مرید ہے۔ تو سمجھے کہ اب اس درد کا علاج بآسانی ہو جائیگا۔ باوجود اس دانست کے سلطانِ عشق کے غلبہ کی وجہ سے اپنے دل میں ٹھانی۔ کہ جائز نہیں کہ راہ محبت میں دوست کو سیاہ درموں کے بدلے فروخت کیا جائے۔ جب عشق کا غلبہ ہوا۔ تو دار القرار صبر و شکیبائی سے قدم باہر رکھا۔ حالت دگرگوں ہو گئی۔ خواب خورش ترک کر دی۔ اور آہ و زاری اختیار کی۔ اور دیوانوں کی سی حالت بن گئی ؎

روے مپوش اے قمر خانگی تا نکشد عقل بدیوانگی

آخر مولانا کو یاد آیا۔ کہ میرے درد کا علاج میرے مرشد برحق ہیں۔ آپ روتے ہوئے اور کپڑے پھاڑتے ہوئے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا ماجرا عرض کیا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ جب لونڈی کا مالک میرے پاس آئے۔ تو آپ بھی آ جائیں۔ مولانا یہ سن کر سلطان المشائخ کے آستانہ پر ہی معتکف ہوئے ؎

رقیب گفت بریں در چہ میکنی شب و روز چہ میکنم دل گم گشتہ باز مے جویم
اگر نصیحت دل میکنم کہ عشق مباز سیاہ ہے تن زنگی بآب مے شویم

ایک روز اس لونڈی کا مالک سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو مولانا بھی آ گئے۔ اور سر زمین پر رکھ دیا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ مولانا سر اٹھاؤ۔ آپ کی تسلی ہو جائیگی۔ لونڈی کا مالک بھی تاڑ گیا۔ سلطان المشائخ نے اُس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ ایک شخص کے پاس لونڈی تھی۔ اُس نے کسی وجہ سے اسے فروخت کر دیا۔ بیچنے کے بعد عشق نے غلبہ کیا۔ وہ خریدار کے پاس گیا۔ اور منت و سماجت بھی کی۔ اور قیمت بھی بڑھائی۔ لیکن مراد بر نہ آئی۔ جب دوست دوست کو نہ ملا۔ تو اُس نے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ چہرہ سیاہ کر لیا۔ اور خاک سر پر ڈالنے لگا۔ اور بازار میں آ کر کہنے لگا۔ اے مسلمانو! اس شخص کی سزا اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی۔ جو کہ دوست کو درموں کے عوض بیچتا ہے۔ جب سلطان المشائخ یہ حکایت ختم کر چکے۔ تو لونڈی کے مالک نے آداب بجا لا کر عرض کی۔ کہ میں نے جناب کے صدقے یہ لونڈی

ان مولانا کو بخشی سلطان المشائخ خوش ہوئے۔ اور لونڈی کے مالک کو بہت بہت دعائیں دیں۔ اس طرح مولانا نے اپنی مراد پائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

{نکتہ دربیان ولولۂ عشق حضرت سلطان المشائخ کہ در باطن ایں ضعیف مصنفؒ است}

اگرچہ یہ دعوےٰ بہت بڑا ہے۔ اور مثل مشہور ہے۔ کہ ہاتھیوں کا لقمہ چڑیوں کے پیٹ میں کیونکر سما سکتا ہے۔ مالعصفور فلحمہ واما البق فشحمہ، کیا پدڑی اور کیا پدڑی کا شوربا۔ کہاں راجہ بھوج اور کہاں کنگلا تیلی ؛ ے

لاف وفا تا ہیز نم در قدم سگان تو　　خاک چرا نہ شوم خاک برین وفائے من

لیکن اللہ تعالےٰ جانتا ہے۔ کہ سماع اور غیر سماع دونوں حالتوں میں دل میں آتا ہے کہ خانماں اور ننگ و ناموس کو آگ لگا دوں۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ے

روزے بدر آیم من ازیں جامۂ ناموس　　ہر جا کہ بتے چوں تو ببینم بپرستم

صاحب مجھے چھوڑ دو۔ کہ سرو سامان کو ترک کرکے خان وماں کو آگ لگا جنگل کی راہ لوں اور واویلا کروں ے

چند پنہاں غم عشق تو خورم طاقت نیست　　وقت آں شد کہ بروں آیم و صد شور کنم
داشتم طاقت صبر لودم بشکیبائی　　چوں کار بجاں آمد زیں پس من و رسوائی

اور سر بیابان عشق میں رکھوں ے

صید بیابان عشق خویش بخور دنیر او　　سرنتو اند کشید پائے ز زنجیر او
خواہم از آسیب عشق روئے بعالم نہم　　عرصۂ عالم گرفت حسن جہانگیر او

اور بیابان کو اپنی شور انگیز آنکھوں کے آنسوؤں سے دریا بنا دوں ے

خوشا آب دو چشم من ہمہ روئے زمیں گیرد　　نباید کرد غیرے دامن آں نازنین گیرد

اور دریا کو اپنے سینے کی آہ سے خشک جنگل بنا دوں۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ے

دریا ز آہ سینۂ من خشک شد چنانکہ　　ہرگز بچشم خویش نہ بیند کسے نمے

جب میں اس سے باز آؤں۔ تو سلطان المشائخ کے کتوں کی زنجیر سر پر باندھوں۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ے

زنجیر سگان در خود بر سر من بند　　اکنوں سر ایں نیست کہ دستار بہ بندم

اور باقی عمر عزیز جو عاشقوں کا سرمایہ ہے۔ بغیر زحمت آنجناب کی یاد میں بسر کردوں ے

عمرم ہماں است آنچہ کنیم یاد روئے تو   جانم ہماں است آنچہ نہم زیر پائے تو

اور اپنی گذری ہوئی عمر کو آنحضرت کی محبت کے وسیلے سے واپس لاؤں ۔

کیست کآرد آنچہ رفت از عمر باز   ایں ہم امروز کار فعل تست

شاید آخری دم آنحضرت کی یاد پر ختم ہو ۔

اگر جنازہ سعدی بکوئے دوست برند   زہے حیات نکو و زہے کمال سعادت

{نکتہ در بیان حقیقت عشق}

دلبر جاں ربائے عشق آمد   سر بسر رہنمائے عشق آمد
عشق با سر بریدہ گوید راز   زانکہ داند کہ سر بود غمّاز
خیز و بنمائے عشق را قامت   کہ بوقت است گفت قد قامت
عشق گوئیندہ نہاں سخن است   عشق پوشندۂ برہنہ تن است
آب آتش فروز عشق آمد   آتش آب سوز عشق آمد
عقل ہر مے است خواجگی آموز   عشق دردے است پادشاہی سوز
خطۂ خاک لہو و بازئے ماست   عالم پاک پاکبازئے ماست
نیست در عشق خطۂ موجود   عاشقاں راچہ کار با مقصود
عشق مقصود کارے باشد   عشق را خود نگارے باشد
عشق را رہنما ورہ نبود   در طریقش سر و کلاہ نبود
عشق با عقل ناتمام بود   عشق با کفر و دین کدام بود
پیش آنکس کہ عشق رہبر اوست   کفر و دیں ہر دو بندۂ رہ اوست
ہرچہ در کائنات جزو و کل اند   در رہ عشق طاقہائے بلند
ہرچہ از تودہ در گردون است   از سر ضرب عشق بیرون است
عشق برتر ز عقل و از جان است   لی مع اللہ وقت مردان است

کاں ملاقات وصل یزدانی است

دل خریدار نیست جز غم را   آں شنیدہ نخست آدم را
عزم عالمش سوئے جہاں آورد   باز عشقش بخاک داں آورد
چوں رہ خلد رفت عریاں شد   چوں رہے عشق رفت سلطاں شد

گرچہ جانت ز عقل فرزانہ است — عقل بگذار کو ہم از خانہ است
قدم عقل لنگ خالی دان — شعلۂ عشق لاابالی دان
بالغ عقل رہ بسے یابی — بالغ عشق کم کسے یابی
عشق را جاں بو العجب داند — زانکہ شیون شہید لب داند
ہر کجا عشق چہرہ بنماید — دل و جانش بجملہ برباید
چوں بترسی ہمے ز مردن خویش — عاشقے باش تا نمیرے بیش
عاشقاں سر نہند بر سر دار — تو برآئی کہ چوں بری دستار
صفت عاشقاں ز من بشنو — ور ندانی تو ایں مرا بدو جو

{نکتہ در بیان ترغیب در عشق و معذرت بیدرداں}

خداوندا بخود دہ آشنائی — ضمیرم را چراغ روشنائی
بعشق خود دلم معمور گرداں — ز نور دوستی پُر نور گرداں
بزلف و خال خوباں دادہ پیوند — دل عشاق را لطف خداوند
بروائے جاں بکار عشق میکوش — ز جام عشق خوں ہا دمبدم نوش
اگر خواہی حیات جاودانی — براہ عشق میر ار مے توانی
شہید عشق را مردہ نگویند — براہ عشق جز زندہ نگویند
دریں عالم ز ایجاد تو مقصود — رضائے حق تعالیٰ دوستی بود
دگر نہ من کیائے آنکہ جاں را — دہم از دیدۂ دل نیکواں را
بعشق زلف شاں گردم ہولناک — کنم دل را ز غمہا چاک درچاک
تو اے زاہد ز عشق خوبرویاں — مشو منکر مرو لاحول گویاں
شدی غافل ز دربر دُرو نوشاں — گدا محروم شد از حسن سلطان
کرشمہ کردن خوباں نظر کن — بعشق شکل شاں جاں در خطر کن
بکنج مسجد منشیں گرفتار — بہ کار خود پرستی ہائے ہشیار
زمانے صنع حق را در نظر آر — حیات بے نظر را ہیچ مشمار
کمال زاہداں از عشقبازی است — نشان عافیت در جاں گدازی است
صلوٰۃ عاشقاں از دیدہ بگذار — نماز زاہداں را خشک انگار

نظر کردن بخوباں مذہب ماست — مرا از ہر دو عالم این تمناست
کہ من بایسے نہ مذہب بر نگردم — اگر گردم ازیں مذہب نہ مردم
بہ لعلِ دلفریب خوبرویاں — بہ غیبت میکنم اینک دل و جاں
بزاری میکنم زاں لب گدائی — تو اے زاہد دریں معنی کجائی
ترا اگر عقل ہست اے مرد ہشیار — ہمیں جا گیر ذوقے از لب یار
کہ فردا ذوق لب ہرگز نیابی — اگرچہ جنت الفردوس یابی

(نکتہ دربیان رویت باری تعالیٰ و تقدس)

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب بنام "خمسین جو اربعین" سے بھی زیادہ مختصر ہے۔ اس میں ایسی باتیں مندرج ہیں۔ جن کی بعض کتابوں میں تصدیق اور بعض میں تکذیب درج ہے۔ ایک ان میں سے یہ ہے۔ کہ بعض نے کہا ہے۔ کہ عقلی دلائل سے رویت باری تعالیٰ ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور جو کچھ ابو منصور ماتریدی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور ثابت کیا ہے۔ کہ رویت باری تعالیٰ عقلی دلائل سے ثابت ہے۔ وہ درست نہیں۔ کیونکہ ابو منصور ماتریدی کی دلیل یہ ہے۔ کہ جسم مرئی (جو چیز دیکھی جا سکے) ہے۔ اور اس کی حرکت بھی مرئی۔ پس رویت ایک صنعت ہے۔ جو جسم اور حرکت میں مشترک ہے۔ اس واسطے جواز رویت کی علت بھی مشترک ہے۔ اس پر اعتراض یہ ہے۔ کہ جسم اور حرکت میں وجود یا حدوث ہے۔ اور حدوث ضروری نہیں۔ کیونکہ اس سے مراد عدم سے پہلے وجود ہے۔ اور عدم نہ علت ہو سکتا ہے نہ غیر علت پس وجود ہر علت سے متعین ہوا۔ اور جواز رویت ثابت ہوا۔ اور جب حق تعالیٰ کا وجود ثابت ہوا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ مرئی ہے۔ اور جو مرئی ہے اس کی رویت جائز ہے۔ مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا اس پر اعتراض یہ ہے۔ کہ مخلوقیت بھی جسم اور حرکت دونوں میں لازم ہے۔ اس سے لازم آتا ہے۔ کہ وہ بھی مخلوق ہو۔ جو خلاف دعویٰ ہے۔ یہ اعتراض ایسا سخت ہے۔ کہ اس کا جواب آج تک کسی نے نہیں لکھا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اہل سنت والجماعت نے اس مسئلہ کی یوں تاویل کی ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "فان استقر مکانہ فسوف ترانی" یعنی میں اگر اس کی جگہ

مقرر ہوجائے۔ تو قریب ہے کہ اس کی رویت بھی ہوجائے۔ رویت استقرار جبل سے متعلق ہے۔ اور استقرار جبل ممکن ہے اور معلق بہ ممکن ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ ممکن ہے اس دلیل پر بھی اعتراض کیا ہے۔ وہ بھی نہایت لطیف اور پختہ ہے۔ وہ یہ کہ رویت کا جواز جو استقرار جبل کی شرط سے متعلق ہے۔ اس میں آیا وہ استقرار جبل مراد ہے۔ جو حال میں ہے یا حالت تحویل میں۔ اگر حال کا استقرار جبل ہے۔ تو یہ کوئی شرط نہیں وہ معلق بالتحقیق ہے۔ اور تحقیق حال میں نہیں۔ اگر استقرار جبل حالت تحویل میں تو یہ ناممکن ہے پس معلوم ہوا۔ کہ یہ نکتہ درحقیقت کمزور ہے۔ قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان المشائخ سے سوال کیا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں سوال رویت اور جواب لن ترانی کے بعد قرآن شریف میں لکھا ہے۔ "فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا"، یعنی جس وقت اللہ تعالے نے اپنے نور کی تجلی کوہِ طور پر کی۔ تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ اور موسےٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ آیا موسےٰ علیہ السلام نے پروردگار کو دیکھا یا نہ؟ آپ نے فرمایا۔ کہ ظاہر طور پر آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ دیکھا ہوگا۔ لیکن جو کچھ مفسروں نے تفسیروں میں لکھا ہے وہ یہ ہے۔ کہ "تجلیٰ نور ربہ" سے مراد ہے تجلی بلکونہ ربہ۔ اور یہ بلا ضرورت ایک ظاہر بین چیز سے عدول ہے۔ کیونکہ اہل سنت وجماعت اس بات پر متفق ہیں۔ کہ رویت الٰہی جائز ہے۔ اور در اصل از روئے صفات وہ ذات باری مرئی ہے۔ اور وہ ذات تمام صفات کی جامع ہے۔ اگر کہیں کہ دلیل سے معلوم ہوا ہے۔ کہ دنیا میں کسی کو رویت نہیں ہوئی۔ کیونکہ دنیا میں کوئی ایسی مثال موجود نہیں۔ جس سے ثابت ہو کہ ظاہری آنکھوں سے رویت الٰہی جائز ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ معاملہ صرف انسانوں کے لئے ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ انسان کے سوا باقی چیزوں کو بھی رویت الٰہی نصیب نہیں ہوتی۔ ممکن ہے حضرت موسےٰ علیہ السلام والے واقعہ میں پہاڑ کو تھوڑے وقت کے لئے سارے حواس عطا کئے گئے ہوں۔ اور اس نے آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔ اور مارے ہیبت کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہو۔ اور اس طرح کام کی اصلیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دکھائی گئی ہو۔ جسے دیکھ کر وہ اپنے سوال سے باز آئے ✣

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ جو لوگ رویت حق کے منکر ہیں۔

وہ کس امید پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور جو قائل ہیں۔ وہ قیامت کے دن دیدار الٰہی کی امید پر خوش ہیں۔ اور رویت کی حلاوت ہر ایک کو اس کے شوق کے مطابق ہوتی ہے۔ جب تک شوق نہ ہو۔ دیدار کا ذوق حاصل نہیں ہوتا۔ بعض اس دنیا سے دیدار کے مشتاق جاتے ہیں۔ اور بعض کو وہاں شوق پیدا ہوتا ہے۔ تا کہ ذوق حاصل کر سکیں۔ لیکن یہ اچھی بات ہے۔ کہ یہاں سے ہی دیدار الٰہی کے مشتاق بن کر جائیں ؛

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے ایک مشکل پیش تھی۔ وہ یہ کہ جو لوگ اس دنیا سے جاتے ہیں کیا بہشت میں جانے سے پہلے انہیں دیدار الٰہی نصیب ہوتا ہے یا نہیں ایک رات میں نے شیخ نجیب الدین کے رئیس نام خادم کو جو فوت ہو چکا تھا۔ خواب میں دیکھ کر یہ سوال کیا۔ اس نے کہا۔ یہ کہاں۔ یہ خواب دیکھ کر اور بھی مجھے شک ہوا۔ آخر زیبا نام ایک عورت کو جس نے مجھے بھائی بنا رکھا تھا۔ اس کی وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر یہی سوال کیا۔ تو اس نے کہا۔ بعض کو دیدار الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ میں دو دفعہ کر چکی ہوں میں نے پوچھا کس عمل کی برکت سے؟ کہا۔ مجھے اپنے مخدوموں سے جو کھانا ملتا تھا۔ اس میں سے ایک روٹی میں فقیروں کو دے دیا کرتی تھی ؛

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک درویش بار بار خرقہ میں سر ڈالتا۔ اور باہر نکالتا۔ اور کہتا۔ کہ تعجب ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود کمال نبوت کے دیدار نصیب نہ ہوا۔ اور اسے طاقت نہ رہی۔ کہ جمال الٰہی دیکھ سکے۔ پس جسے وہ دکھلاتا ہے وہ دیکھتا ہے ؛

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ امام احمد حنبل رح نے اللہ تعالیٰ کو ایک ہزار مرتبہ خواب میں دیکھا۔ آخر آپ نے یہ سوال کیا۔ کہ بندے کو یہ نعمت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ تو حکم ہوا۔ خواہ کسی طرح پڑھے۔ نیز فرمایا۔ کہ شاہ شجاع کرمانی قدس اللہ سرہ العزیز چالیس سال رات کو نہ سوئے۔ جب ایک رات آنکھ لگ گئی۔ تو دیدار الٰہی نصیب ہوا۔ بعد از اں جہاں کہیں جاتے۔ بستر ہمراہ رکھتے۔ اور سویرے ہی سو جاتے اس امید پر کہ شاید وہ نعمت پھر نصیب ہو۔ ایک رات آپ کو آواز آئی۔ کہ وہ دولت اس چالیس سالہ بیداری کا نتیجہ تھی۔ نیز فرمایا۔ کہ قوت القلوب میں لکھا ہے۔ کہ شیخ الاسلام علی موفق قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میں بہشت میں ہوں۔ میں آگے بڑھا۔ تو حظیرہ قدس میں ایک

شخص کو دیکھا جس نے عرش کے پردوں کو اٹھایا ہوا ہے۔ اور حضرت عزت پر اس طرح نگاہ جمائے ہوئے ہے۔ کہ آنکھ تک نہیں جھپکتا۔ میں نے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ کہا خواجہ معروف ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی پرستش نہ دوزخ کے ڈر سے اور نہ بہشت کی نعمتوں کے لالچ سے کی ہے۔ بلکہ محض اس کے لقا کی خاطر۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار روز قیامت تک، اس کے لئے مباح کر دیا ہے۔

حضرت سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا معراج کی رات جناب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا؟ فرمایا۔ اس بارے میں بہت روایات ہیں۔ لیکن مذہب مختار یہ ہے۔ کہ شب معراج کا دیدار الٰہی تحقیق نہیں۔ سائل نے بطور دلیل کہا۔ کہ ابو درداء نے کہا ہے۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ہاں دیکھا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اور حدیثیں اس کے برخلاف بتلاتی ہیں۔ پس شب معراج کی رویت حق تحقیق نہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت مرتضیٰ علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے فرزندوں میں سے ہیں۔ اور حضرت امیر المومنین کا خرقہ ان سے بھی رائج ہے۔ ایک دفعہ آپ سے کسی شخص نے کہا۔ کہ مجھے اللہ تعالےٰ دکھلاؤ۔ آپ نے فرمایا۔ تجھے معلوم ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے بھی خواہش کی تھی۔ اور اس کا انجام بھی تجھے معلوم ہے۔ یہ آیت عذاب نازل ہوئی تھی۔ قالوا ارنا اللہ جہرۃ فاخذتہم الصاعقۃ، انہوں نے کہا۔ کہ ہمیں ظاہرا طور پر اللہ دکھاؤ۔ سو ان پر بجلی گری۔ اور حضرت موسے علیہ السلام نے درخواست کی۔ تو اُسے لن ترانی جواب ملا۔ تو کیوں گستاخی کرتا ہے۔ اس نے کہا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عہد تھا۔ اب حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے۔ ان کے کمترین چاکر بایزیدؒ فرماتے تھے۔ لیس فی جبتی سوی اللہ، میرے جبہ میں اللہ تعالےٰ کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور اور بھی امثال پیش کیں۔ آپ نے غلاموں کو حکم دیا۔ کہ اسے پکڑ کر غوطے دو۔ جب اسے غوطے دئے گئے۔ تو یاد کرنے لگا۔ کہ اے ابن رسول اللہ! مجھے بچالو۔ وہ اسی طرح کہتا گیا۔ اور غلام اسے غوطے دیتے گئے۔ جب اس نے کہا۔ اے اللہ! مجھے بچالو۔ تو آپ نے حکم دیا۔ کہ اسے چھوڑ دو جب اسے چھوڑا۔ تو اس نے آکر سر قدموں پر رکھ دیا۔ اور عرض کی۔ میں نے دیکھ لیا۔ پوچھا کیونکر دیکھا۔ عرض کی۔ آپ سے مدد طلب کی۔ لیکن آپ نہ آئے۔ جب میں نے خیال کیا۔ کہ

اب اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہئیے۔ اس خیال کے آتے ہی میرے سینے میں ایک روزن (سوراخ) سا ہوگیا۔ جس میں سے جو کچھ میں چاہتا تھا۔ دیکھ لیا۔ اس شخص کا سوال اور امام صاحب کا جواب دونو قابل تعریف ہیں۔ دیکھو امام صاحب نے کس عقلمندی سے اسے جواب دیا۔ نیز فرمایا۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے حرم محترم کا نام صیفورا تھا۔ اُس نے آپ سے درخواست کی۔ کہ میری خواہش ہے۔ کہ دیدار الٰہی کروں۔ آپ نے فرمایا۔ تم نہیں دیکھ سکو گی۔ لیکن صیفورا باز نہ آئی۔ اُس نے مجبوراً برقعہ اُٹھا دیا۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

برون آزاد درون دیوانہ گرد ان ہوشیاراں را ولیکن خسرو دیوانہ را دیوانہ تر گرداں

جب صیفورا کی نگاہ دیدار الٰہی پر پڑی۔ تو اندھی ہوگئی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعائے بینا ہوئی۔ پھر درخواست کی۔ پھر جب نگاہ ڈالی۔ تو نابینا ہوئی۔ اور پھر آپ کی دعائے بینا ہوئی۔ غرضیکہ تین مرتبہ اور ایک روایت کے مطابق ستر مرتبہ ایسا ہی ہؤا۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی۔ کہ دیکھو موسیٰ! اس عورت کا شوق دیکھو۔ کہ اتنی مرتبہ اندھی ہوئی۔ مگر شوق بدستور رہا۔ اور تم ایک ہی دفعہ دیکھ کر پکار اُٹھے۔ (انی تبت الیک) میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی حیرت یہ بات سن کر اور بھی بڑھ گئی۔

حضرت سلطان المشائخ نے لکھا ہے۔ کہ جب اہل بہشت جمع ہونگے۔ اور انہیں پروردگار ذوالجلال کے دیدار کی خواہش ہوگی۔ تو انہیں دار الضیافت میں اکٹھا کر کے اُن کے گرد سفید بادل کا پردہ ہوگا۔ اور اس سفید بادل میں موتی جڑے ہونگے اور اُس سے کستوری برسنی شروع ہوگی۔ چنانچہ اس سے سارے بہشت کی ہوا خوشبودار ہو جائیگی۔ پھر ذات پاک اپنا دیدار کرائیگی۔ اور اہل بہشت اسی ہزار سال اسی لذت رویت میں رہینگے۔ (یوم یقوم الناس لرب العالمین) یعنی جس دن لوگ اپنے پروردگار کے قریب کھڑے ہونگے۔ تفسیر حقائق میں لکھا ہے۔ کہ جب کھڑے ہونگے۔ تو حکم الٰہی ہوگا۔ کہ تم نے دُنیا میں شرع کے احکام پر عمل کیا ہے۔ اب بیٹھ کر ہمارا جمال دیکھو۔ وہ ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہ بیٹھینگے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتے پیدا کریگا جن پر وہ تکیہ لگائینگے۔ اور دیدار میں مشغول ہونگے۔ جب بہت مُدت اس طرح گذر جائیگی۔

توپھر اپنے والدین کے دیکھنے کی آرزو کرینگے۔ سو اللہ تعالےٰ انہیں بھی ان کے پاس لائیگا۔ اور جس طرح لوگ جمعہ کے روز جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی ایک دوسرے کو دیکھینگے۔ پھر حکم ہوگا۔ کہ اب اور کیا چاہتے ہو۔ جو چاہو گے ملجائیگا۔ و لکم فیہا ما تشتہیہ الانفس وتلذ الاعین وانتم فیہا خالدون اللہم ارزقنا لقائک بکرمک، مومنو! یہ تمہاری خاص رعایت ہے۔ کہ جو تمہارے نفوس اور آنکھیں چاہینگی۔ وہ تمہیں بہشت میں ملجائیگا۔ اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ اے بار خدایا! اپنے فضل و کرم سے اپنا دیدار ہمارے نصیب کر۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں ؎

شادی بروز گار گدایاں کوئے اوست ۔۔۔ برخاک رہ نشستہ برامید رویت اند

امیر حسن شاعر نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ دیدار الٰہی کی نعمت جس کا وعدہ اُن سے کیا گیا ہے۔ جب قیامت کے دن انہیں عطا ہوگی۔ تو اس کے بعد وہ اور کیا دیکھینگے؟ فرمایا۔ بڑی کوتاہ نظری ہے۔ کہ اُس کے بعد پھر کسی اور چیز کی طرف نگاہ کریں۔ پس اس نے عرض کی۔ کہ شیخ سعدی علیہ فرماتے ہیں ؎

افسوس برآں دیدہ کہ روئے تو ندیدہ است ۔۔۔ یا دیدہ کہ بعد از تو برُوئے نگریدہ است

حضرت سلطان المشائخ نے اس شعر کی بڑی تعریف کی۔ اور فرمایا۔ کہ بہت عمدہ کہا ہے۔

مَیں (مصنف رح) نے حضرت شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کے ملفوظات میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک بزرگ طریقت نے جو اہل عشق بھی تھا۔ مقامات کے وقت کہا۔ کہ اے پروردگار! اگر تو مجھ سے ستر سال کا حساب مانگیگا۔ تو مَیں تجھ سے ستر ہزار سال کا حساب مانگونگا۔ اس واسطے کہ ستر ہزار سال کا عرصہ گذرا جب الست بربکم تو نے کہا۔ اور اس کی وجہ سے مجھے جنون سا ہو گیا۔ اور ناچنے لگا۔ اور جہان بھر میں سارا شور تیرا ہی برپا کیا ہوا ہے۔ اور الست ہی کی وجہ سے ہے۔ اتنے میں آواز آئی۔ کہ ذرا اس کا جواب سُن لے۔ وہ یہ کہ روز حساب کو میں تیرے اعضاء کو ریزہ ریزہ کروا کے ہر ایک ذرہ کو دیدار دیگر کہدونگا۔ کہ یہ ہے ستر ہزار سال کا حساب اور کفارہ ✤

باب نہم

در سماع و وجد و رقص و غیر ذالک

{ نکتہ در بیان سماع }

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ سماع چار طرح کا ہے۔ حلال۔ حرام۔ مباح اور مکروہ۔ اگر صاحب وجد حقتعالے کی طرف مائل ہے۔ تو مباح ہے۔ اگر مجاز کی طرف مائل ہے تو مکروہ۔ اگر بالکل مجاز کی طرف ہے تو حرام اور اگر بالکل حق کی طرف ہے۔ تو حلال۔ پس یہ ضروری ہے۔ کہ صاحب وجد کو معلوم ہو۔ کہ حلال کیا ہے۔ مکروہ کیا ہے اور مباح کونسا سماع ہے ؛

نیز فرمایا۔ کہ سماع کے مباح ہونے کے لئے چند باتوں کا ہونا لازمی امر ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ مسمع۔ مستمع۔ مسموع۔ آلہ سماع۔ مسمع یعنی کہنے والا بچہ نہ ہو۔ بلکہ بڑی عمر کا آدمی ہو۔ اور نہ ہی کوئی عورت ہو۔ مستمع جو کہ سنے۔ وہ یاد حق سے خالی نہ ہو۔ اور مسموع جو کچھ کہا جائے وہ فحش اور ہنسی ٹھٹھا نہ ہو۔ آلہ سماع مزامیر (بانسریاں) ہیں۔ چنگ۔ رباب وغیرہ منع ہیں۔ اس قسم کا سماع تو حلال ہے۔ اور سماع ایک موزون آواز ہے حرام کیوں ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ سماع نہ ہی علی الاطلاق حرام ہے اور نہ ہی علی الاطلاق حلال ہے۔ کسی بزرگ سے پوچھا گیا۔ کہ سماع کیا ہے۔ کہا پہلے یہ بتاؤ۔ کہ سننے والا کون ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے روبرو سماع کے مکروہ و مباح ہونے کا ذکر چھیڑا۔ جس میں کہ اختلاف رائے ہے۔ تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ ایک جلکر راکھ ہو گیا ہے۔ اور دوسرا ابھی اختلاف میں ہے۔ ان کا باہمی فرق دیکھو۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

آتش اندر پختگاں اُفتاد و سوخت ۔۔۔ خام طمعاں ہمچناں افسردہ اند

نیز فرمایا۔ کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہُ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ السماع یحرک القلوب المستمعین و یوقد نار الشوق فی صدور المشتاقین ؛ یعنی سماع (آواز موزوں)

سے سننے والوں کے دل حرکت کرنے لگتے ہیں۔ اور مشتاقوں کے سینوں میں شوق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ بعض مشائخ نے اس واسطے سماع جائز قرار دیا ہے۔ کہ بے اختیار ہوتے ہیں۔ اور جب با اختیار رہوں۔ تو وہ سماع معلول ہوتا ہے۔

حضرت سلطان المشائخ کے خلیفہ مولانا علامۃ الوریٰ فخر الدین زرادی اپنے ایک رسالے میں سماع کی اباحت (مباح ہونا) امام غزالی سے لکھتے ہیں۔ سماع کا پہلا درجہ یہ ہے۔ کہ سننے والا جو کچھ سنے۔ اس کے معنوں کو سمجھے۔ اس سمجھ کا پھل وجد ہے اور وجد کا ثمرہ اعضاء کی حرکت اور یہ بات سننے والے کے حال کے مطابق مختلف ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ سننے والا چار حال سے خالی نہیں۔ اوّل یہ کہ مجرد طبع ہو۔ یعنی اسے لذت وحظ نہ آتا ہو۔ سوائے ذکر الٰہی اور خوش آوازی اور نغمات وغیرہ کے۔ سو ایسے شخص کے لئے مباح ہے۔ لیکن اس بات میں دوسرے حیوانات بھی شامل ہیں۔ دوسرے یہ کہ سننے والا جو کچھ سنے۔ اسے کسی مقررہ یا غیر مقررہ مخلوق کی صورت پر محمول کرے۔ اس قسم کا سماع ذی شہوت حیوانوں کو ہوتا ہے۔ اور یہ وہ ہے۔ کہ یہ بسبب پلیدی اور کمینگی کے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ تیسرے یہ کہ سننے والا سماع کو اپنے نفس کے احوال پر محمول کرے۔ اور احوال کا انقلاب جو اسے اللہ تعالےٰ سے ہے۔ اس قسم کا سماع مریدوں کے لئے مراد ضروری ہے۔ اور اُن کی مراد معرفت الٰہی اور وصال حق ہے۔ انہیں سلوک میں احوال پیش آتے ہیں۔ وہ احوال یہ ہیں۔ رد۔ قبول۔ وصل۔ ہجر۔ طمع ناامیدی۔ اور جو کچھ کہ اشعار میں پایا جاتا ہے۔ چوتھے یہ کہ سننے والا سُنی ہوئی بات عین ذات حق پر محمول کرے۔ اور سماع کے وقت عین شہود میں ہو بعینہٖ اس طرح جس طرح کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے مشاہدات کے وقت مصر کی عورتوں کی حالت تھی۔ کہ انہوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔ لیکن انہیں خبر نہ ہوئی اس مرتبہ کے لوگ سوائے ذات حق کے باقی تمام فانی اشیاء سے گذر گئے ہیں۔ اور یہ واصلوں اور کاملوں کا مقام ہے۔

{ نکتہ دربیان آداب سماع }

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ سماع کے لئے چند ایک چیزیں ضروری ہیں۔ اوّل وقت عمدہ ہونا چاہیئے۔ کہ دلی فراغت ہو۔ کسی قسم کا فکر وغم نہ ہو۔ دوسرے

مکان دلکش ہو جس کے دیکھنے سے روح کو تازگی آئے۔ تیسرے۔ سننے والے ہم مذہب و ہم مشرب ہوں۔ یعنی سب کے سب اہل سماع ہوں۔ نیز فرمایا۔ کہ سماع میں بیٹھتے وقت خوشبو لگانی چاہیئے۔ اور پاکیزہ لباس پہننا چاہیئے۔ مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں۔ کہ سماع گوش ہوش سے سننا چاہیئے۔ اور باقی سننے والوں کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔ اور ناک صاف کرنے اور جمائی انگڑائی سے پرہیز کرنی چاہیئے سر جھکائے رکھنا چاہیئے۔ فکر میں مستغرق رہنا چاہیئے۔ اور تمام حرکات و مرادات اور رقص وغیرہ سے حتی الوسع بچکر نفس کو قابو میں رکھنا چاہیئے۔ اگر بے اختیار ہو جائے تو رقص و گریہ مباح ہے بشرطیکہ ریا کا ارادہ نہ ہو۔ رونے سے غم دور ہوتا ہے اور رقص تحریک سرور کا نتیجہ ہے۔ سو تمام سرور مباح ہیں۔ ان کے علاوہ اپنے ہمجولیوں سے موافقت کرے۔ اگر ایک شخص وجد صادق میں یا اظہار وجد کی نیت سے اٹھ کھڑا ہو۔ تو باقیوں کو لازم ہے۔ کہ اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوں۔ چنانچہ جب شیخ بدر الدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دنیا سے کوچ کیا۔ اور سنکولہ میں مدفون ہوئے تو تیسرے روز سلطان المشائخ تشریف لائے۔ مجلس سماع قائم ہوئی۔ اس مجلس میں سلطان المشائخ ذرا دیر سے پہنچے۔ تو ایک اور مکان میں بیٹھے۔ جب وہ سماع میں اٹھے۔ سلطان المشائخ بھی اٹھے۔ بعض نے کہا۔ کہ ان کے اور آپ کے درمیان فاصلہ بہت ہے۔ آپ بیٹھ جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ موافقت کرنا ضروری ہے ؂

میں (مصنف) نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے۔ شیخ بدر الدین سمرقندی بڑے باعظمت بزرگ تھے۔ آپ شیخ سیف الدین باخرزی کے خلیفہ تھے۔ اور آپ نے شیخ نجم الدین کبریٰ کو دیکھا تھا۔ اور سید زائر الحرمین حافظ اور عالم تھے۔ زہے کمال اس شخص کا جس میں اس قدر فضائل ہوں۔ آپ سماع میں بدرجہ غایت کوشاں رہتے۔ بغیر سلطان المشائخ کے آپ سماع نہ سنتے۔ آپ نہایت خوبصورت اور نیک سیرت تھے ؂

مذکورہ بالا آداب سماع کے علاوہ ایک اور ادب یہ ہے۔ کہ ایسا شخص نہ کرے جس سے ہمجولیوں کے دل تشویشناک ہوں۔ عوارف میں ممشاد علو دینوری کی بابت لکھا ہے۔ کہ میں نے خواب میں جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض

کی یا رسول اللہ! کیا آپ سماع کو اچھا نہیں سمجھتے۔ فرمایا۔ میں اس کا منکر نہیں ہوں بشرطیکہ
اس کے شروع میں اور اختتام پر قرآن شریف پڑھنا چاہیئے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ
وہ مجھے ایذا دیتے ہیں۔ اور مجھ پر ہنسی اڑاتے ہیں۔ فرمایا۔ برداشت کرو۔ وہ تمہارے
اصحاب ہیں۔ ممشاد علو دینوری فخریہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
میں ہیں ۔

[نکتہ در بیان تجمیل الفاظ کہ میان شعراء مصطلح شدہ و در اوصاف معشوق]

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ زلف سے قرب چاہیئے۔
قولہ تعالیٰ "لیقربونا الی اللہ زلفی" یعنی تا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کردیں۔ رنگ سے
جنت اور آنکھ سے نظر رحمت کا خیال کرے۔ ولتصنع علی عینی یعنی مجھ پر نظر رحمت
کے لئے۔ کفر بھی ڈھانپتا ہے۔ چونکہ زلف خال کو ڈھانپتی ہے۔ اس واسطے اسے
کافر کہتے ہیں۔ **مصرعہ** کافر نشوی قلندری کار تو نیست
یعنی جب تک ہستی۔ اعمال اور صدق کو تو پوشیدہ نہ کریگا۔ عشق کا سچا دعویدار نہیں بن
سکیگا۔ اور جب تک نفس کا مرتد نہیں بنیگا۔ تجھ سے کوئی کام نہیں ہوسکیگا۔ میں نے
مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ سماع میں دیکھا ہے۔ کہ وقت سے وہ حالت
مراد ہے۔ جو طاعت الٰہی اور بندے کے درمیان حائل ہوتی ہے۔ سفیدی چہرے سے
مراد نور ایمان اور تاریکئ خال سے مراد گناہ۔ نافرمانی اور ایسی باتیں ہیں۔ جو مقام و حال
کے لئے باعث نقصان ہیں۔ پس الفاظ کو اوصاف حق پر محمول کرنا اس شخص کے لئے
مناسب ہے۔ جو انہیں اچھی طرح سمجھتا ہو۔ اور ظاہری الفاظ کو ان کے مناسب
امور حق پر محمول کرسکتا ہو۔ شعروں کے لفظ بمنزلہ ضرب الامثال ہیں۔ جن کا موقعہ
استعمال خاص ہوتا ہے۔ اور ان سے مراد ایک خاص چیز یا وصف ہوتا ہے۔ مثالوں
سے مطلب کی توضیح ہوتی ہے۔ اور ان کا اثر بھی دلوں پر بڑا گہرا ہوتا ہے۔ کیونکہ ان سے
وہ اشیاء نظر آتی ہیں۔ جن کا دل میں خیال ہوتا ہے۔ اور وہم و گمان یقین سے مبدل
ہوتے ہیں۔ غائب حاضر کے لباس میں نمودار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے
بہت سی امثال بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف اور کلام نبوی صلے اللہ علیہ وسلم
اور انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کلام مثالوں سے پر ہے۔ جیسا کہ

تلک الامثال نضربہا وما یعقلہا الا العالمون سے ظاہر ہے۔ یہ مثالیں تو ہم لوگوں کے واسطے بیان کرتے ہیں۔ لیکن انہیں صرف عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اسی طرح اشعار کے الفاظ بھی مثالیں ہیں۔ لیکن خاص خاص اشخاص ہی انہیں سمجھ سکتے ہیں۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جو حرف میں نے سماع میں سُنا ہے۔ گویا صفت حق سُنی ہے۔ اور جسے شیخ شیوخ العالم کبیر فرید الحق والدین کے اوصاف حمیدہ پر محمول کیا ہے۔ چنانچہ ایک روز آنجناب کی زندگی میں سماع کے وقت کسی نے یہ شعر پڑھا ؎

خرام بدیں صفتِ میادا — کفرچشم بدت رسد گزندے

تو سُن کر مجھے شیخ شیوخ العالم اخلاق پسندیدہ۔ اوصاف حسنہ۔ کمال بزرگی اور غایت لطافت یاد آ گئے۔ اور ایسا اثر ہوا۔ کہ میں رونے لگا۔ بعد ازاں تھوڑے عرصے بعد آنجناب کا وصال ہو گیا۔ نیز فرمایا۔ کہ قیامت کے دن حکم ہو گا۔ کہ جو شعر تم نے سنا۔ اسے تم نے ہمارے اوصاف پر محمول کیا۔ عرض کرینگے۔ ہم نے کیا۔ حکم ہو گا۔ کہ اوصاف حادث ہیں۔ اور ہماری ذات قدیم۔ حادث کا اختمال قدیم پر کیوں کر جائز ہے۔ عرض کرینگے۔ یا اللہ! ہم نے غایت محبت سے ایسا کیا۔ حکم ہو گا۔ کہ چونکہ تم نے محبت کی وجہ سے ایسا کیا۔ اِس لئے ہم تم پر رحم کرتے ہیں۔ سلطان المشائخ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جو شخص حق تعالے کی محبت میں مستغرق ہے۔ اس سے یہ عتاب کیا جاتا ہے۔ دوسروں کی کیا حالت ہو گی۔ اس موقعہ پر امیر حسن شاعر نے عرض کی۔ کہ مجھے کسی وقت بھی ایسا ذوق حاصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ سماع کے وقت ہوتا ہے۔ فرمایا۔ کہ طریقت کی محبت والوں اور مشتاقوں کو اُسی وقت ذوق حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ آگ میں جھونکے جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو بقا کہاں سے نصیب ہوتی۔ اور بقا میں ذوق ہوتا۔ اس موقعہ پر آبدیدہ ہو کر اور آہ بھر کر فرمایا۔ کہ ایک دفعہ مجھے خواب میں کچھ دکھلایا گیا۔ میں نے یہ مصرعہ پڑھا

مصرعہ
اے دوست بدستِ انتظارم کشتی

جب میں جاگا تو مجھے یاد آیا۔ کہ یہ مصرعہ یوں ہے۔ مصرعہ

اے دوست بزخم انتظارم کشتی

میں (مصنف) نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا دیکھا ہے۔ ولیسمع السالک صوتًا من البراغیث ولیفہم کلامًا مفہومًا من ذوق الباب ولکل امن

الذباب واصوات الطیر و سمع علی رضی اللہ عنہ صوت ناقوس قال اتدرون مایقول قالوا لا۔ قال یقول سبحان اللہ حقاً حقاً ان المولیٰ فذ یبقی" سالک مچھر مکھی وغیرہ کے کلام کو سن کر انہیں سمجھتا ہے۔ نیز پرندوں وغیرہ کی زبان کو بھی سمجھتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ناقوس کی آواز سنی۔ تو لوگوں سے پوچھا۔ کہ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ ناقوس کیا کہہ رہا ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا یہ کہتا ہے سبحان اللہ حقاً حقاً ان المولیٰ فذ یبقی، سبحان اللہ حق حق ہے مولا ہی باقی رہنے والا ہے۔

{نکتہ در بیان وجد اہل سماع}

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ واجد ایک اسم منجملہ ننانوے اسمائے الٰہی ہے۔ اور واجد وجد سے مشتق ہے۔ چنانچہ اس کے معنی بخشندہ وجد بھی ہیں۔ اور صاحب وجد بھی ہیں۔ دوسرے معنی ذات حق پر صادق نہیں آسکتے۔ اس واسطے پہلے معنی درست ہیں۔ لیکن مولانا فخر الدین زرادی اپنے رسالے میں لکھتے ہیں۔ کہ خواجہ عثمان مکی وجد کی حقیقت کے بارے میں لکھتے ہیں۔ کہ وجد سے مراد ممکن ہے۔ کیونکہ وجد ایک سرِ الٰہی ہے۔ جو صاحب یقین مومن کے پاس رکھا ہے۔ ابو سعید خراز رح فرماتے ہیں "الوجد رفع الحجاب ومشاھدۃ الرقیب وخصوم الفھم ومجادلۃ السر واساس المقصود" حجاب کو دور کرنا۔ رقیب کا مشاہدہ کرنا۔ دشمن کو پہچاننا۔ سر سے لڑائی کرنا اور مقصود کو قائم کرنا وجد ہے" کسی بزرگ سے وجد صحیح کی بابت پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ اس کی قبولیت ہی وجد ہے۔ لیکن حکماء کا قول ہے۔ کہ وجد اس حالت کا نام ہے۔ جب کہ فضل شریفہ کا دل میں ہوتا ہے جسے زبان بیان نہیں کرسکتی۔ اور نہ یہ الفاظ میں ادا ہو سکتا ہے۔ پس اسے نفس عمدہ آواز اور نغمات کے ذریعے نکالتا ہے۔ اور جب ظاہر ہوتا ہے۔ تو اعضا میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔

{نکتہ در بیان احوالیکہ در سماع پیدا مے شود}

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ یہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ انوار۔ احوال اور آثار۔ اور یہ تینوں عالموں سے نازل ہوتے ہیں یعنی ملک۔ ملکوت اور ان کے مابین عالم یعنی جبروت سے۔ یعنی سماع کے وقت عالم ملکوت سے ارواح پر انوار نازل ہوتے ہیں۔ جب ان کا اثر دل پر ظاہر ہوتا ہے۔ تو انہیں احوال کہتے ہیں

اور یہ احوال عالم جبروت سے ہیں۔ پھر پورے طور پر حرکت ہوتی ہے اُسے آثار کہتے ہیں۔ اور یہ عالم ملک سے ہوتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لڑائی سے واپس آئے تو فرمایا کوئی ہے جو دف بجائے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ نے دف اٹھا کر بجائی اور یہ شعر پڑھا ؎

اتینا کم اتینا کم فحیونا نحیاکم اتینا کم اتینا کم فحیونا نحیکم

(ترجمہ) ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے۔ تم نے ہم کو زندہ باش کہا ہم نے تمہیں تم ہمارے پاس آئے ہمارے پاس آئے۔ تم نے ہمیں پیار کیا۔ ہم نے تمہیں پیار کیا۔

ولولا السمرۃ الحمراء ما کنا لوادیکم ولولا دعوۃ الرحمن ما کنا بواد یکم

(ترجمہ) اگر گیہوں سرخ نہ ہوتے تو ہم تمہارے جنگل میں نہ ہوتے۔ اور اگر اللہ تعالےٰ کی دعوت نہ ہوتی تو ہم تمہاری وادی میں نہ ہوتے۔

نیز فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ میں بیٹھے تھے۔ کہ جبرائیل علیہ السلام یہ آیت شریف لائے۔ (واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق) (جو کچھ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا ہے۔ جب حق شناس سنینگے اور معنی پر غور کرینگے۔ تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائینگے) آنحضرت سن کر اس قدر خوش ہو کر اُٹھے۔ کہ کندھوں پر سے چادر گر پڑی۔ یہ مشہور ہے۔ کہ اس مجلس میں جو صحاب تھے اُنہوں نے چادر کے حصے کر لئے۔

نیز فرمایا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص کعب زہیر تھا جس نے زمانہ جاہلیت میں آنحضرتؐ کی ہجو میں کچھ شعر کہے تھے۔ جب آنحضرتؐ نے مکہ فتح کیا۔ اس وقت وہ مکہ میں تھا۔ اسے اطلاع ملی۔ کہ آنحضرتؐ نے صحابہ کو حکم دیا۔ کہ کعب زہیر کو جہاں پاؤ۔ قتل کر دو۔ یہ خبر جب اُس نے سنی۔ تو صحابہ کے ڈر سے اُس نے زنانہ لباس پہنا۔ اور آنحضرت کی خدمت میں آ کر اسلام قبول کیا۔ اور شعر پڑھنے شروع کئے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا۔ تو کون ہے؟ عرض کی میں کعب زہیر ہوں۔ صحابہ کے ڈر سے میں نے یہ لباس پہن رکھا ہے۔ میں نے ساٹھ شعر آپ کی ہجو میں کہے تھے۔ اب ان سے دو چند یعنی ایک سو بیس[120] آپ کی مدح میں لکھ لایا ہوں۔ آنحضرت نے فرمایا پڑھ ؎

نبئت ان رسول اللہ اوعدنی والعفو عند رسول اللہ مامول

اگر مجھے یہ خبر دی گئی۔ کہ رسول اللہ میرے لئے سزا کا حکم دے رکھا ہے لیکن پھر بھی مجھے رسول اللہ سے معافی کی امید تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ مکرر پڑھ۔ اس نے دوبارہ یہ شعر پڑھا یہیں سے سماع میں دوبارہ سہ بارہ کسی شعر کے پڑھنے کی بنیاد پڑی۔ پھر آنحضرتؐ نے اسے جامہ خاص عنایت فرمایا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ درویش قوالوں کو کپڑے دیتے ہیں۔ جب آنحضرتؐ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ تو معاویہ نے کعب بن زبیر کو اس چادر کی قیمت پہلے سو دینار اور پھر دس ہزار دینار دینی چاہی لیکن اس نے نہ بیچی۔ جب کعب زبیر فوت ہو گیا۔ تو پھر معاویہ نے کسی کو اس کے فرزندوں کے پاس بھیجا۔ کہ وہ چادر دے دو۔ آخر بیس ہزار دینار کے عوض وہ چادر لے لی۔ شیخ الشیوخ عوارف میں لکھتے ہیں۔ کہ اب وہ چادر خلیفہ ناصر الدین کے خزانے میں ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ اور ابو موسیٰ اشعری کو فرمایا۔ کہ تم باغ کے دروازے پر رہو۔ بلا میری اجازت کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ اس باغ میں ایک کنواں تھا۔ آپ اس میں پائے مبارک لٹکا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں امیر المومنین ابوبکر صدیق آئے۔ ابو موسیٰ اشعری نے اطلاع کے بعد اجازت حاصل کر کے انہیں اندر جانے دیا۔ آپ آکر آنحضرت صلعم کی دائیں طرف اسی طرح پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ اسی طرح پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجازت لیکر اندر آئے۔ اور آنحضرت کی بائیں طرف کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ پھر امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اجازت حاصل کر کے آنحضرت کے بالمقابل اسی طرح بیٹھ گئے۔ بعد ازاں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جس طرح آج ہم ایک جگہ اکٹھے ہیں۔ اسی طرح وفات کے بعد اکٹھے ہونگے۔ اور اسی طرح قیامت کے دن اٹھینگے۔

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ یہی وجہ ہے۔ کہ اہل دل درویشوں پر حالت طاری ہوتی ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو جب کسی چیز سے وحشت حاصل ہوتی۔ تو عصا اور تسبیح سے کام لیتے۔ جس سے پھر انہیں پیدا ہو جاتا۔ نیز فرمایا۔ کہ شیخ احمد غزالی لکھتے ہیں۔ کہ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام اللہ تعالےٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوتے۔ تو پھر جس کی نگاہ آپ کے چہرہ مبارک پر پڑتی۔ وہ جل جاتا۔ حکم ہوا۔ کہ برقعہ اوڑھ لو۔ جب برقع پہنا تو وہ بھی بسبب نور کے جل گیا۔ پھر پشم کا برقعہ پہنا وہ بھی جل گیا۔ بعد ازاں لوہے کا بنایا۔ وہ بھی جل گیا۔ پھر آپ حیران ہوئے۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پیغام دیا۔ کہ کسی درویش کی

گدڑی کا برقعہ بناؤ۔ آپ نے پوچھا۔ تو جبرائیلؑ نے پتہ بتا دیا۔ آخر جب گودڑی کا برقعہ بنایا گیا تو وہ نہ جلا۔ نیز فرمایا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک دفعہ حالت طاری ہوئی۔ تو آپ نے آہ کی جس سے کلاہ جل گئی ؛

نیز میں (مصنفؒ) نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ بعض پر سماع میں ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ انہیں سدھ بدھ نہیں رہتی۔ اور بعض پر گو حالت طاری ہوتی ہے۔ لیکن وہ اس حالت سے مغلوب نہیں ہو جاتے۔ اور کمال بھی یہی ہے۔ کہ سماع میں مغلوب نہ ہو۔ بعض سماع میں اس قدر بیخود ہو جاتے ہیں۔ کہ اگر ان کے پاؤں میں لوہے کی میخ ٹھونک دیں۔ تو بھی انہیں خبر نہیں ہوتی اور بعض کی سماع میں یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ میں بھی مشغول ہوتے ہیں۔ لیکن اگر اس کے پاؤں تلے پھول کی پتی بھی آجائے۔ تو بھی اس کی اطلاع انہیں ہو جاتی ہے۔ اور یہ مرتبہ کاملوں کا ہے ؛

نیز فرمایا۔ کہ شیخ بدرالدین غزنوی نے شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہما سے سوال کیا۔ کہ اہل سماع کیوں بیہوش ہوتے ہیں۔ فرمایا۔ اس واسطے کہ چونکہ وہ الست بربکم کی آواز روز میثاق کو سن کر بیہوش ہوگئے تھے۔ اس واسطے اسی روز ہی سے وہ بیہوشی ان میں چھپی ہوئی ہے جب سماع سنتے ہیں۔ تو اس بیہوشی کا ان پر اثر ہوتا ہے۔ اور حیرت اور حرکت ان میں نمودار ہوتی ہے ؛

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ سماع کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہاجم دوسرے غیر ہاجم۔ ہاجم تو یہ ہے کہ سماع ہجوم کرے اور شخص حرکت کرنے لگے۔ اس کی شرح نہیں ہوسکتی۔ دوسرا غیر ہاجم یہ ہے۔ کہ جب انسان پر سماع کا اثر ہو۔ تو اسے حضرت حق سبحانہٗ تعالےٰ پر یا اپنے پیر پر یا کسی ایسے شخص پر جس کا خیال اس کے دل میں ہو محمول کرے۔ نیز فرمایا کہ حکیم فارابی ایک روز خلیفہ کی مجلس میں مختصر اور فقیرانہ لباس میں آیا۔ اور سماع شروع کیا۔ چنگ لیکر بجانا شروع کیا۔ اس حکیم کو تین قسم کا سماع یاد تھا۔ ایک مضحک ہنسانے والا۔ دوسرا مبکی رلانے والا تیسرا منمی بیہوش کر دینے والا۔ جب اس نے چنگ بجانا شروع کیا۔ تو ساری مجلس کھل کھلا کر ہنسی پھر اس طرح بجایا۔ کہ سارے اہل مجلس رونے لگے۔ پھر اس طرح بجایا کہ تمام حاضرین مجلس بیہوش ہوگئے۔ پھر اس نے دیوار پر یہ عبارت لکھی۔ " فارابی فحضر وہہنا دغاب " فارابی یہاں آیا اور چلا گیا۔ جب اہل سماع ہوش میں آئے۔ تو یہ لکھا دیکھ کر جانا کہ وہ چنگ بجانے والا فارابی تھا ؛

نیز فرمایا۔ کہ اسی حکیم نے خلیفہ کو بدعقیدہ بنایا تھا۔ لیکن شیخ شہاب الدین نے اس مذہب کو چھڑوا کر اہل سنت والجماعت کا مذہب اختیار کروایا۔ دسویں باب کے نقطۂ حکایات میں یہ حکایت بھی لکھی گئی ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک روز خواجہ خضر علیہ السلام شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی خدمت میں آئے۔ اس وقت مجلس سماع منعقد تھی۔ اور شیخ شیوخ العالم سجادہ پر بیٹھے تھے۔ اپنے دونوں دست مبارک آگے بڑھا کر بلند آواز سے یہ شعر پڑھا ؎

صد گر یہ زار زیر ہر خندۂ خویش   صاحب دردے کجاست تا بنمائیم

نیز فرمایا۔ کہ میں نے شیخ ضیاء الدین رومی سے سنا ہے وہ فرماتے تھے۔ کہ میرا ایک یار تھا۔ جسے سماع میں ذوق اور شوق حاصل ہوتا۔ اور خاص حالت اس پر طاری ہوتی۔ اس کی وفات کے بعد اسے خواب میں دیکھا۔ کہ بہشت میں اسے ایک اعلےٰ مقام حاصل ہے لیکن کچھ اداس اور مغموم بیٹھا ہے۔ میں نے وہاں جا کر اس سے پوچھا اداس کیوں ہو؟ کہا یہاں سماع کی لذت اور ذوق حاصل نہیں ہوتے۔ نیز فرمایا۔ کہ میں نے جنید نام ایک قوال سے سنا وہ کہتا تھا کہ شیخ شرف الدین کرمانی قصبہ سرستی کے رہنے والے نے سماع میں اس پر جان دی ؎

زنہار براہ دوست در باز مرا   ہر روز دہد جان من آواز مرا

شیخ شرف الدین نے یہ شعر سن کر کہا۔ در باختم جاں دادم، اور جاں خدا کے سپرد کی۔

نیز فرمایا۔ کہ قاضی حمید الدین ناگوری سے ہم تک پہنچا ہے۔ کہ مجلس سماع قائم تھی۔ کامل قوال بھی حاضر تھے۔ لیکن حاضرین پر سماع کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ صاحب سماع نے کہا۔ کہ اگر کسی کو کسی سے کچھ رنجش ہو۔ تو باہم صفائی کرلو۔ جب صفائی کی۔ تو بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر کہا شاید کوئی بیگانہ اس مجلس میں موجود ہو۔ جستجو کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ کوئی بیگانہ نہیں۔ پھر سماع چھوڑ استغفار میں مشغول ہوگئے۔ اتنے میں ایک درویش آیا جس نے یہ شعر پڑھا ؎

اے جانِ جہاں مثل تو در روئے زمیں نیست   کس را تو چو معشوق مبارک پے نیست

اس شعر کے سنتے ہی حاضرین پر ایسا اثر ہوا۔ کہ ایک نے جان دیدی۔ دوسروں نے اس درویش کو منع کیا۔ کہ پھر یہ شعر مت بولنا ۔

نیز فرمایا۔ کہ خواجہ یوسف چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کی خانقاہ میں عزیزانِ چشت نے مجلس سماع قائم کی ہوئی تھی۔ قوال نے یہ شعر پڑھے ؎

عاشق ہموارہ مست و مدہوش بود　　　　　　در بادِ محبِ خویش بیہوش بود
فردا کہ ہمہ بحشر حیران باشند　　　　　　نامِ تو درون سینہ و گوش بود

ان دو نو شعروں نے حاضرین پر بڑا گہرا اثر کیا۔ چنانچہ دو عزیز جان بحق ہوئے۔ اس طرح کہ ان کے خرقے موجود ہے۔ اور خود بیچ میں سے غائب ہو گئے۔

حضرت سلطان المشائخؒ نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ قاضی منہاج الدین گورگانی کو شیخ بدر الدین غزنوی نے مدعو کیا۔ اس دن سوموار تھا۔ آپ نے وعدہ کیا۔ کہ وعظ سے فارغ ہو کر آؤں گا۔ قاضی صاحب کے آنے پر سماع کیا گیا۔ قاضی صاحب پر حسب ذیل شعر کا بڑا اثر ہوا ؎

نوحہ میکرد برمن ایں نوحہ گر در مجمعے　　　　　　در دل سوزم برآمد نوحہ گر آتش گرفت

چنانچہ آپ نے اپنی دستار اور خرقہ ہر دو ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ امیر خسرو نے کیا اچھا کہا ہے ؎

خوش آں جائے کہ باشم گرد کویت　　　　　　رخ پُرخوں گریباں پارہ پارہ

نیز فرمایا۔ کہ قاضی منہاج الدین صاحب ذوق مرد تھے۔ میں سوموار کے روز آپ کی مجلس وعظ میں جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ آپ نے حسب ذیل رباعی پڑھی ؎

لب برلب دلبراں مہوش کردن　　　　　　آہنگ سرِ زلف مشوش کردن
امروز خوش است لیک فردا خوش نیست　　　　　　خود را چو خسے طعمۂ آتش کردن

جب میں نے یہ شعر سنے تو بیہوش ہو گیا۔ دیر بعد مجھے ہوش آیا۔

نیز فرمایا۔ کہ میں نے شیخ نظام الدین المویدؒ رحمۃ اللہ علیہ کو مسجد کے دروازے پر دیکھا آپ کے پاؤں میں نعلین تھی۔ آپ نعلین اُتار، ہاتھ میں پکڑ کر مسجد میں داخل ہوئے۔ اور اس طرح دوگانہ ادا کیا۔ کہ میں نے اسی طرح ادا کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا پھر منبر پر جا کر کھڑے ہوئے۔ ایک خوش خوان نے بڑی خوش الحانی سے آیت پڑھی۔ بعد ازاں آپ نے یوں وعظ شروع کیا۔ کہ میں نے اپنے بابا صاحب کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ ابھی اور کوئی بات نہ کہی تھی۔ کہ اس بات کا حاضرین پر اثر ہوا۔ پھر آپ نے یہ دو شعر پڑھے ؎

نہ از تو نہ از عشق تو حذر خواہم کرد　　　　　　جاں از غم تو زیر و زبر خواہم کرد

پُر درد دلے بخاک درخواہم شد   پرعشق سرے زگور برخواہم کرد

نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے سماع سننا چاہا۔ کوئی قوال حاضر نہ تھا۔ مولانا بدرالدین اسحاق کو فرمایا۔ کہ قاضی حمید الدین ناگوری نے جو مکتوب بھیجا ہے۔ لاؤ۔ مولانا بدرالدین مکتوب والی تھیلی لے آئے جب اس میں ہاتھ ڈالا۔ تو اتفاق سے وہی مکتوب نکلا۔ شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر اسے پڑھو۔ مولانا نے کھڑے ہو کر پڑھنا شروع کیا۔ اس میں لکھا تھا۔ نقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندۂ درویشاں نیست واز سر ودیدہ خاک قدم ایشاں ہاتنا سُن کر شیخ شیوخ العالم پر حالت طاری ہوئی۔ پھر اسی مکتوب میں لکھی ہوئی حسب ذیل رُباعی پڑھی ؎

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد   واں روح کجا کہ در جمال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی زجمال   واں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ میں نے حضرت شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا۔ جس میں حسب ذیل رباعی لکھی۔ رباعی

زاں روئے کہ بندۂ تو دانند مرا   بر سر دیک دیدہ نشانند مرا
لطف عامست کہ عنایتے فرمودہ   در نہ کیم وچہ ام چہ خوانند مرا

بعد ازاں خود حاضر خدمت ہوا۔ تو یہ رباعی یاد کر کے فرمایا۔ کہ جو رباعی ہم نے لکھی تھی۔ میں نے اُسے حفظ کر لیا تھا۔

نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم نے یہ شعر پڑھا ؎

نظامی ایں چہ اسرار است کز خاطر عیاں کردی
کسے سرش نمیداند زباں درکش زباں درکش

جوں جوں آپ پڑھتے تھے۔ آپ کی حالت دگرگوں ہوتی جاتی تھی۔ رات کو بھی آپ یہی شعر پڑھتے رہے۔ اور خاص حالت آپ پر طاری رہی۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ معلوم نہیں وہ کونسا خیال تھا۔ جو آپ سے یہ شعر بار بار کہلواتا تھا۔

نیز فرمایا۔ کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں حکیم سنائی کے اس شعر کا مسلمان کیا ہوا ہوں۔ ایک عزیز نے شعر پڑھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ وہی شعر ہے ؎

برسر طور ہوا طلبو شہوت می زنی — عشق بیر دلن ترانی را بدین خواری مجو

بعد ازاں سلطان المشائخ نے یہ شعر پڑھا ۔

خاکپائے راہ عیاراں این درگاہ را — برکف دست عروس بہد عماری مجو

امیر حسن نے پوچھا ۔ کہ عماری کیا ہے ؟ فرمایا ۔ جسے عام طور پر لوگ عماری کہتے ہیں ۔ وہ عماری نہیں ۔ بلکہ ایک شخص کا نام عمار تھا جس کی بنائی ہوئی یہ عماری ہے ۔ نیز سیف الدین باخرزی بارہا فرمایا کرتے تھے ۔ کہ کاش مجھے وہاں لے چلیں ۔ جہاں ثنائی کی قبر ہے ۔ تاکہ اس کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بناؤں ۔

نیز فرمایا ۔ کہ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا نے وصیت کی ۔ کہ فخری نامہ یاد کرو ۔ اس میں بہت سے فائدے ہیں ۔ نیز فرمایا ۔ کہ بداؤں میں ایک بے نظیر بزرگ تھا وہ کہا کرتا تھا ۔ کہ افسوس بڑھاپے میں فخری نامہ میرے ہاتھ لگا ۔ اگر جوانی میں مجھے مل جاتا ۔ تو میں بہت کچھ عجیب و غریب کام اس کے ذریعے کر لیتا ۔

{ نکتہ در بیان رقص و تخریق ثواب }

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ۔ کہ جو تحریک یاد حق میں ہو وہ مستحب ہے لیکن اگر فساد کی طرف مائل ہو تو حرام ہے ۔ سماع کے وقت جو رقص و حرکت کرتے ہیں ۔ اور کپڑے پھاڑتے ہیں ۔ اگر فی الواقعہ سماع کا مغلوب ہو کر یہ حرکات کرے ۔ تو معذور ہے ۔ اور اس پر مواخذہ نہیں ہوگا ۔ لیکن اگر دیدہ و دانستہ اور لوگوں کو دکھانے کی خاطر ایسا کرتا ہے ۔ تو حرام ہے ۔ نیز فرمایا ۔ کہ درویش جب سماع میں تالی بجاتا ہے ۔ تو ہاتھوں کے گناہ زائل ہو جاتے ہیں ۔ اور جب نعرہ مارتا ہے ۔ تو اندرونی خواہشات نکل جاتی ہیں ۔ نیز فرمایا ۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کو جب رقص میں لاتے ۔ تو یہ کلمات فرماتے ۔ ” خرقہ حرقہ بعین لعنۃ حرقہ شئی صغیر “ اسے آنکھوں کی جلن نے جلایا ۔ اسے چھوٹی چیز کی جلن نے ستایا ۔ نیز فرمایا ۔ کہ بعض کہتے ہیں ۔ کہ بے خبری میں قوالوں کی ضرب پر کیونکر رقص ہو سکتا ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ جب انسان نفسانی خیالات اور شہوانی خواہشات سے دور ہو جاتا ہے ۔ تو یہی اس کے قرب کی علامت ہے ۔ نیز فرمایا ۔ کہ الست بربکم ؟ کے جواب میں ” قالو بلیٰ “ بعض نے زبان سے کہا ۔ بعض نے ہاتھ کے اشارے سے ۔ اور بعض نے سر کے اشارے سے ۔ سو سماع کے وقت ویسی

ہی حرکت ان میں ظاہر ہوتی ہے۔ مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں۔ کہ بعض لوگ جو خوش آوازی پر اعضا کی حرکت دیتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا یہ عشق عقلی ہے۔ سو عقلی عشق میں معشوق کے بات کرنے اور حکایت کی ضرورت نہیں بلکہ مسکرانے۔ دیکھنے اور ہاتھ وابرو سے اشارہ کرنا ہی کافی ہے۔ اسی کو نواطق روحانی کہتے ہیں۔ امیر خسرو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

آں چشم سخن گو نگر د آں لب خاموش
وآں تلخی گفتار و شکر خندہ چو یوسف

میں نے ابرو سے کہا اور آنکھوں سے سنا ؎

اشارات تو پنہاں نیست اے یار
دل و جاں میبری جاناں بگفتار

بہ چشم و ناز نہیں کردی حکایت
بخونریزی ما دادی روایت

نیز فرمایا۔ کہ بداؤں میں ایک واعظ و ناصح تھا۔ اس سے پوچھا گیا۔ کہ سماع و رقص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا اتنا جانتا ہوں۔ کہ جو بے خود ہوتا ہے۔ وہ گرم لوٹے پر رقص کرسکتا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ مولانا بدرالدین اسحاق فرماتے تھے۔ کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے رقص کرتے ہوئے اپنا دست مبارک میرے کندھے پر رکھا۔ مجھے اس بات کا از حد فخر ہے۔ اس مجلس میں سماع گرم ہونے سے پہلے حضرت شیخ شیوخ العالم کے مرید محمود ٹھوہ کو فرمایا۔ کہ اے محمود! تو مردہ ہے یا زندہ۔ یہ سنتے ہی محمود ٹھوہ رقص کرنے لگا۔ میں (مصنف) نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے۔ کہ بعد ازاں ساری عمر جب کبھی مجلس سماع ہوتی۔ خواجہ محمود ٹھوہ سب سے پہلے سماع میں جاتے۔ نیز فرمایا۔ کہ ان دنوں اجودھن کا ایک قاضی شیخ شیوخ العالم کا منکر و مخالف تھا۔ حتیٰ کہ وہ ملتان گیا۔ اور وہاں کے بزرگان دین سے کہا۔ کہ کیا یہ جائز ہے کہ کوئی شخص مسجد میں سماع کی مجلس قائم کرے۔ اور کبھی کبھی رقص بھی کرے۔ انہوں نے پوچھا۔ قاضی صاحب آپ کس شخص کا ذکر کرتے ہیں۔ کہا شیخ شیوخ العالم کا۔ انہوں نے کہا۔ ہم انہیں کچھ نہیں کہہ سکتے۔

منقول ہے کہ محمد بیرم نام ایک قوال تھا جس سے شیخ اوحدین کرمانی قدس اللہ سرہ العزیز سماع کرایا کرتے تھے۔ شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ مجلس سماع قائم کرو۔ جب مجلس شروع ہوا۔ تو شیخ بدرالدین غزنوی اور شیخ جمال الدین ہانسوی رقص کرنے

لگے۔ اور قوال خواجہ نظامی کا یہ قصیدہ کہہ رہے تھے ؎

ملامت کردن اندر عاشقی لاست ۔ ملامت کے کند آنکس کہ بیناست

نہ ہر ترد امنے را عشق زیبد ۔ نشان عاشقان از دور پیداست

نظامی تا توانی پارسا باش ۔ کہ نور پارسائی شمع دلہاست

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ بدرالدین بہت بڑی عمر کے تھے، چنانچہ مسافر آپ کی نسبت کہا کرتے تھے۔ کہ یہ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ رقص کیونکر کرتے ہونگے۔ شیخ صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہ نہیں رقص کرتے بلکہ عشق رقص کرتا ہے۔ جسے عشق حاصل ہے وہ رقص کرتا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ شیخ بدرالدین غزنوی بڑھاپے کے سبب ہل نہیں سکتے تھے۔ لیکن سماع کے وقت اس طرح رقص کرتے۔ گویا آپ دس سالہ بچے ہیں نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ شیخ بدرالدین غزنوی نے مجھے فرمایا۔ کہ آؤ میں تمہیں سماع کا اجازت نامہ لکھ دوں۔ میں نے کہا۔ مجھ میں اس قدر قابلیت نہیں۔ جس بات کی مجھ میں قابلیت تھی۔ اس کے کرنے کا شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے حکم دیدیا ہے۔ اور جو کچھ اس کے سوا ہے۔ اس کے کرنے کا حکم نہیں کہا۔ شاید میں اس کے ناقابل تھا۔ اور اس میں میری کمی ہے۔ یہ بات مجھے ناگوار گذری۔ گھر آیا۔ تو دوسرے روز شیخ شیوخ العالم کی زیارت کے لئے گیا۔ نیز فرمایا۔ کہ مجھے معلوم نہیں۔ کہ میں کبھی سماع میں سب سے پہلے اٹھا ہوں۔ صرف ایک دفعہ جب کہ میں سماع کا مغلوب ہو کر بیہوش ہو گیا۔ اور جب مجھے ہوش آیا۔ تو اپنے آپ کو کھڑا ہوا پایا۔ جو شخص سماع میں پہلے اٹھتا ہے۔ جو کارروائی اس سماع میں ہوتی ہے۔ اس کا حساب کتاب اس کے ذمے ہوتا ہے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

رقص آں نبود کہ ہر زماں برخیزی ۔ بے درد چو گرد از میاں برخیزی

رقص آں باشد کز دو جہاں برخیزی ۔ دل پارہ کنی وز سر جاں برخیزی

نیز میں (مصنف) نے حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اگر کوئی شخص سماع کے وقت جنت جا پڑے۔ تو اسے اپنا لباس دے دینا چاہیئے۔ یعنی اس کے کپڑے کوئی خریدے۔ اور پھر وہ اس سے بطور شکر یہ خریدے۔ اگر کوئی اپنے آپ کو آگ پر پھینکے یا بلندی پر سے نیچے گرائے۔ تو پھر اسے

گرانا چاہئے۔ اگر سماع حقیقی ہے۔ تو اسے نقصان نہیں پہنچیگا۔ اگر محض دکھلاوے کے لئے ہوگا۔ تو ایسے شخص کا جل جانا یا مرجانا بہتر ہے ؎

نیز فرمایا۔ کہ دارالامان دہلی میں کافور نام ایک خواجہ سرا تھا۔ میرے پاس دو ٹکے لایا۔ میں نے قبول کرلئے۔ پھر اس نے کہا۔ کہ مجھے حکم ہے۔ کہ ہر جمعہ کو سلطان غیاث الدین بلبن کی روح کے لئے کچھ دوں۔ اگر حکم ہو۔ تو ہر جمعہ کو غیاث پور میں آپ کی خدمت میں کچھ پہنچا دیا کروں۔ میں نے اس بات کو قبول کیا۔ چنانچہ وہ ہر جمعہ کو پہنچا آیا کرتا۔ ایک جمعہ سماع ہو رہا تھا۔ ایک شعر کا مجھ پر اثر ہوا۔ تو میں ہاتھ اوپر کرکے رقص کرنے لگا۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ ایسا رقص کیوں کرتا ہے۔ جبکہ ہر جمعہ تیرے لئے دو ٹکے مقرر ہیں۔ پھر میں آکر اپنے مقام پر کھڑا ہوگیا۔ اور توبہ کی۔ کہ پھر اس سے دو ٹکے نہیں لونگا۔ شیخ سعدی رح فرماتے ہیں ؎

رقص وقتے مصلحت باشد کاستیں کز دو عالم افشانی

مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ ایک دفعہ امیر خسرو ہاتھ اونچے کرکے رقص کر رہے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے امیر خسرو کو پاس بلاکر فرمایا۔ کہ تمہارا تعلق دنیا سے ہے۔ تمہیں ہاتھ اوپر کرکے رقص نہیں کرنا چاہئے۔ امیر خسرو نے ہاتھ سمیٹ لئے۔ اور مٹھی بند کرکے رقص شروع کیا۔ میں (مصنف رح) نے بارہا امیر خسرو کو اسی حالت میں دیکھا ہے۔ کہ مٹھی بند کرکے رقص کیا کرتے تھے ؎

رقص گر ہے کنی رقص عارفانہ کن دنیا زیر پائے نہ دست برآخرت فشاں

نیز فرمایا۔ کہ رقص کرنا اسی وقت اچھا ہے جبکہ انسان بے اختیار اور بے قرار ہو کر گرپے اور سلطان عشق اس قدر غالب آجائے۔ کہ اگر وجد نہ کرے۔ تو اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو شیخ شیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز عوارف میں لکھتے ہیں۔ کہ بعض صادق آواز اور وزن پر رقص کرتے ہیں۔ لیکن ظاہر نہیں کرتے۔ ان کا وجد و حال فقرا کے موافق ہوتا ہے۔ اور ان کا رقص ایک قسم کی مناجات ہے۔ جیسا کہ اولاد کے ساتھ ہنسی کھیل ؎

نیز فرمایا۔ کہ سماع میں ناموزوں رقص معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قاضی حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز سماع میں ایک شخص کو مقرر کرتے۔ کہ جو شخص بے اصول رقص کرے۔ اسے مجلس سے نکال دینا۔ ایک دفعہ ایک شخص مجلس سماع میں بے اصول رقص کرنے لگا۔ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر

اس کے رقص کو بند کیا گیا۔ بعد ازاں وہ شخص قاضی حمید الدین کی خدمت میں فریاد لیکر آیا۔ کہ سماع نے مجھ پر اثر کیا۔ آسمان کے دروازے کھل گئے۔ میں بہشت میں پاؤں رکھا ہی چاہتا تھا۔ کہ اس شخص نے آکر مجھے اس کام سے باز رکھا۔ اور میں اس نعمت سے محروم رہا۔ قاضی حمید الدین نے فرمایا۔ کہ بہشت بے اصولوں کی جگہ نہیں ٭

{نکتہ در بیان استماع سماع و بکا و رقص}

حضرت سلطان المشائخ کی یہ عادت تھی۔ کہ مجلس سماع میں شامل ہونے سے دو دن پیشتر کم کھانا کھایا کرتے۔ اور آپکے معمول کھانے کا ذکر نکتہ مجاہدہ میں لکھا گیا ہے۔ آپ اشراق کے بعد مجلس سماع میں محبت وعشق کے سجادہ پر صدر مجلس بنتے۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

فیامن الزمان وقد تجلّٰے ... بہذا العز والاقبال صدرہ

(ترجمہ) وہ وقت کیا ہی اچھا تھا۔ جبکہ اس خوبی اور شان سے جلوہ گر ہوا۔ اور صدر مجلس بنا

اور اس وقت کے مشائخ کبار مثلاً شیخ ضیاء الدین رومی۔ میرے نانا مولانا شمس الدین دامغانی۔ مولانا حسام الدین اندرپتی۔ مولانا نظام الدین پانی پتی۔ شیخ علی زنبیلی۔ زمانہ کے سجادہ دار جو حیدریوں۔ قلندریوں کے سر حلقہ تھے۔ انکے علاوہ خشکی اور تری کے مسافر جو شہر میں موجود ہوتے اس مجلس میں حاضر ہوتے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

طوبیٰ لاعین قوم انت بینہم ... فہو من نعمتہ من وجہک الحسن

(ترجمہ) ان لوگوں کی آنکھوں کو خوشی ہے جن میں تو ہے۔ اور وہ خوشی تیرے خوبصورت چہرے کی نعمت کی وجہ سے ہے۔

جب نہاری طعام خرچ ہو چکتا تو خوش آواز قوال جو آپ کے ساتھ رہتے مثلاً حسن پہیدی کہ صورت وسیرت میں صوفی مرد تھا۔ اور صامت تام قوال وہ تو باری باری اشعار پڑھتے۔ حسن پہیدی عجیب قوال تھا۔ شروع کرتے ہی عاشقوں کے دلوں میں آگ سی پھونک دیتا۔ اور سنگدلوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا دیتا۔ اور وہ چکی کی طرح گردش کرنے لگتے۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

از صوت خوش تو خرقہ پوشاں ... چوں صبح دریدہ اند گریباں

بعد ازاں صامت قوال جو علم موسیقی میں ناطق معانی تھا۔ شعر پڑھا کرتا تھا۔ الغرض جب

سماع شروع ہوتا۔ تو حضرت سلطان المشائخ پر سماع کا اثر ہوتا۔ لیکن جب کوئی صاحب سماع نہ ہوتا۔ جیسا کہ نکتہ رقص میں لکھا گیا ہے۔ تو جو مسافر عزیز اس کام میں ہوتا۔ وہ صاحب سماع بنتا۔ اور درویش اور عزیز رقص کرنے لگتے۔ حضرت سلطان المشائخ اپنے مقام پر سجادہ کرامت پر کھڑے ہو کر ایک گھڑی تک روتے رہتے۔ اور آستین پر کا رومال آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔ تو ہنگامہ سے سماع برپا ہوتا۔ اور آپ کی موافقت سے سب کے سب رقص کرنے لگتے۔ اور عاشقانہ طرز پر گردش کرتے۔ اور پھر اپنے مقام پر کھڑے ہو جاتے۔ اور گریہ آپ پر اس قدر غالب آتا۔ کہ تین چار گز رومال آنسوؤں سے تر ہو جاتا اور آپ آنسوؤں کو اس طرح صاف کرتے۔ کہ ایک قطرہ بھی کسی کو دکھائی نہ دیتا۔ بعض اوقات ہتھیلی سے آنسوؤں کو صاف کرتے۔ چنانچہ حضرت سلطان المشائخ اپنے دست مبارک سے لکھتے ہیں۔ کہ حق تعالٰے نے توریت میں فرمایا ہے۔ کہ اے ابن آدم! اگر تیری آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔ تو انہیں کپڑے سے صاف نہ کر۔ بلکہ ہتھیلی سے کر۔ کیونکہ وہ رحمت کا پانی ہے۔ اس رحمت کے پانی کو اپنے اعضا پر مل۔ کوئی تعجب نہیں۔ کہ ایسا کرنے سے تو بخشا جاوے۔ اور آگ سے بچ جائے ؎

زعشق چشم تو از چشم من نشد چشمہ پیدا ولے زاں چشمہ ہا دائم رواں خون جگر باشد

گریہ کے وقت آپ کے چہرۂ مبارک پر جیسا کہ عام لوگوں میں ہوتا ہے کسی قسم کا تغیر ظاہر نہ ہوتا۔ کبھی آپ نعرہ یا آہ نہ مارتے۔ صرف ٹھنڈا سانس بھرا کرتے تھے کسی قوال کی یہ مجال نہ ہوتی۔ کہ اس مجلس میں جہاں سے سماع شروع کیا ہے۔ ہلے۔ ہاں اگر کوئی دل جلا درویش اسے پکڑ کر ہلا دیتا۔ تو گریہ وجنبش کرنے لگتا۔ مصرعہ

زذوق عشق تو در حملۂ ذوق عشق گرفت

بعض بڑے بڑے جید عالم جو سماع کے منکر تھے۔ حاضر مجلس ہوتے۔ اور حضرت سلطان المشائخ کا گریہ دیکھ کر کمر ہمت باندھ کر آپ کے قدموں پر گرتے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ہمہ سروہا را بیاید خمید کہ در پائے آں سرو بالا رود

اور جس بات کا انکار کرتے تھے۔ لب اقرار سے آنحضرت کی زمین بوسی کرتے ؎

سرکہ نہ در پائے عزیزاں رود بار گراں است کشیدن بدوش

امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

خسرو از بخت خوشت یاری کند آنجا بسی ہم بزمین نہ دیدہ راگشتا خیٔ باامن

اگر عین سماع و حال کے وقت نماز چاشت کا وقت ہو جاتا۔ تو مجلس سے باہر جا کر فراغ دِل سے نماز چاشت ادا کرتے۔ اور پھر سماع میں شامل ہو جاتے۔ اور ایسا اوقات سماع کے وقت حاضرین اپنی پگڑیاں اور جامے قوالوں کو دیتے۔ اور پھر واپس لینے کسی میں یہ جرأت نہ تھی۔ کہ قوالوں سے وہ کپڑے واپس لے۔ بعض اوقات آنجناب کی دستار مبارک کے چند ایک پیچ کھل جاتے۔ تو بیٹھ کر آپ درست کر لیتے۔ آنجناب عموماً رومال عنایت فرمایا کرتے۔ جو آنسوؤں سے تر ہوتا۔ جب آپ گھر میں ہوتے۔ تو دن رات سماع الست اور گریہ میں مشغول رہتے۔ مصرعہ

عشق را مطرب از درون باشد

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مطرباں رفتند و صوفی در سماع عشق را آغاز ہست انجام نیست

اگر حظیرہ یا کسی اور جگہ جانے کو جی چاہتا۔ تو تنہا جاتے۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

رفتم بسوئے باغ بعیادت گریستم بر ہر گلے وگرنہ گرا یار باغ بود

اثنائے راہ میں اقبال خادم اور عبد اللہ کوئی آپ کے ڈولے کے دائیں بائیں نرم اور رفیق آواز سے شعر پڑھتے اور روتے جاتے تھے۔ جب حضرت سلطان المشائخ روتے ہوئے ڈولی میں داخل ہوتے۔ تو عجب تاثیر ہوتی۔ جس آواز یا شعر سے آپ پر سماع کا اثر ہوتا وہ مدت تک عوام کی زبان پر مشہور رہتا۔ آنجناب کے صدقے چھوٹے بڑے شریف۔ کمینے سبھی تمام مجمعوں۔ محلوں۔ اور کوچوں میں ذوق حاصل کرتے۔ اور جہان میں محبت اور عشق کی گرم بازاری ہوتی۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بادشاہاں بگنج چند خوش اند عارفاں در سماع ہا یا ہوئے

اور خلقت کو ان دونوں سوائے حکایت سماع۔ اخلاص نیازمندی۔ شفقت۔ نرمی۔ دلوں کو تسلی دینے۔ اور اہل دلوں کے پاؤں پر سر رکھنے کے راحت حاصل نہ ہوتی۔ انہیں کاموں میں مشغول رہتے۔ اور جہان کے بے نظیر شاعر اور دلپذیر ندیم۔ لطیفہ گو جوان سب آنجناب کے آستانہ مبارک پر سر رکھے رہتے۔ اور آپ کی برکت سے ہر شخص اپنے کام میں لیاقت کے مطابق اپنے سینے میں ذوق کا احساس کرتا۔ خوش آواز قوال

جو آپ کے ملازم تھے۔ اور شہر کے تمام قوال اس بادشاہ عشق کے لطافت طبع کو مدنظر رکھتے ہوئے علم موسیقی کے واضح بن گئے۔ چنانچہ دمبدم تازہ غزل اور نئے راگ اور راگنیاں بناتے۔ اور راگ کے علم کو اعلیٰ عروج پر پہنچاتے ؎

خاق شادی کناں بہر کوئے | مطرباں سماع بہر سوئے
زہرہ بنگر بدست دف کردہ | از خوشی خویش را صرف کردہ

یہ سب کچھ اس محبت و ذوق کا نتیجہ تھا۔ جو حضرت سلطان المشائخ کو حق تعالیٰ سے تھا۔

{مکتہ دربیان بعضے مجالس سماع حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز}

میں مصنف رحمہ نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے۔ کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز دہلیز میں بیٹھے تھے۔ صاحب نام قوال آپ کے روبرو قوالی کر رہا تھا آپ پر جو اثر ہوا۔ تو گریہ اور حالت غالب آئے۔ لیکن وہاں پر کوئی یار موجود نہ تھا۔ جو رقص کرتا۔ اس واسطے حاضرین متفکر ہو گئے۔ اتنے میں ایک شخص باہر سے آیا۔ اور آداب بجا لا کر رقص کرنے لگا۔ آپ بھی اس کی موافقت سے رقص کرنے لگے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے۔ تو وہ شخص باہر نکل گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس مرد غیب کو بلاؤ۔ لوگ اسی وقت ادھر ادھر تلاش کرنے لگے۔ لیکن کہیں پتہ نہ ملا۔ مصنف عرض پرداز ہے۔ کہ یہ مرد غیب تھا۔ جب کوئی محب یا عاشق دریائے محبت میں غرق ہوتا ہے۔ اور اپنے دوست سے بحر آشنائی میں شناوری کرتا چاہتا ہے۔ اور ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور انوار تجلی سے مخصوص ہوتا ہے۔ تو بلاشک و شبہ عالم غیب سے ایک آدمی اس کے پاس آتا ہے۔

مجلس دیگر۔ میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے۔ کہ ایک روز بھائی سید حسین کے چہار ستون گھر میں مجلس منعقد تھی۔ اور وہاں پر حضرت سلطان المشائخ بھی تشریف فرما تھے۔ ایک قوال نے مولانا وجیہ الدین کی بنائی ہوئی حسب ذیل جگری نہایت رقت آمیز لہجے میں کہی۔ اور غالباً وہ جگری یہ ہے۔ (مبینا بن بھاجی ایسا سکھ سبن یا سوں) اس کا اثر حضرت سلطان المشائخ پر ہوا۔ ایک عزیز صاحب سماع تھا۔ اور حضرت سلطان المشائخ رقص کرنے لگے۔ اس پر گریہ حالت غالب آئی۔ ایک گھڑی بعد جب سماع فرو ہوا۔ تو حضرت سلطان المشائخ پر ایسی حالت طاری تھی۔ جب قوالوں نے یہ حالت دیکھی

تو پھر سماع شروع کیا۔ اور وہی جگری گانے لگے۔ اس اثنا میں حضرت سلطان المشائخ نے اپنی مبارک انگلی سے زانوئے مبارک پر اس طرح لکھا جیسے قلم سے کاغذ پر لکھتے ہیں۔ اس وقت میرے والد بزرگوار۔ اور میرے چچا ملک السادات سید کمال الدین احمد۔ اقبال خادم اور امیر خسرو ملک الشعراء آنحضرت کے سامنے کھڑے تھے۔ سید کمال الدین آنجناب کے اس اشارے کو سمجھ گئے اور اقبال کو فرمایا۔ کہ آنجناب کاغذ اور قلم دوات طلب فرماتے ہیں۔ اقبال اس موقعہ پر ایک بار یک سا کاغذ اور قلم دوات لے آیا۔ اور لاکر آنحضرت کے دستِ مبارک میں دیا۔ آپ نے حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے دھنے خواجہ محمود کو رقص کے لئے اشارہ کیا۔ خواجہ محمد رقص کرنے لگے۔ اتنے میں آپ نے کاغذ اوپر اُٹھایا۔ لیکن کسے طاقت کہ آپ کے دستِ مبارک سے کاغذ لے۔ اس واسطے اقبال ہی آگے بڑھا۔ اور آنجناب سے کاغذ لیا۔ بہت سے لوگوں نے دیکھنا چاہا۔ کہ کاغذ میں کیا لکھا ہے۔ لیکن اقبال جو رازدار تھا۔ فی الفور اس کاغذ کو نگل گیا۔ اور کسی کو اس راز سے واقف نہ کیا۔ بعض لوگ روایت کرتے ہیں۔ کہ خواجہ اقبال نے کہا۔ کہ اس کاغذ میں یہ مصرعہ لکھا تھا۔ مصرعہ از دستِ تو لپسندی بدستِ تو دہم

لیکن چونکہ میرے نانا صاحب مولانا شمس الدین دامغانی سلطان المشائخ کے یارِ غار تھے۔ اس لئے بعض نے آپ سے التجا کی۔ کہ یہ مشکل آپ ہی کی طفیل حل ہوگی۔ کہ اس دن سماع کی حالت اور کاغذ کی کیفیت کیا تھی۔ آپ ہی سلطان المشائخ سے پوچھیں۔ جب مولانا نے آنجناب سے پوچھا۔ تو آبدیدہ ہو کر اور آہ سرد بھر کر فرمایا۔ کہ مولانا اس کاغذ پر یہ مصرعہ لکھا تھا۔ مصرعہ

نامہ نوشتن چہ سود چوں نزد دیدہ دوست

مجلس دیگر۔ میں نے اپنے والد بزرگوار سے سُنا۔ کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ اپنے قدیمی حجرہ میں جو ستون خورد کے صفہ میں ہے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اس مقام خلوت میں صامت قوال نے سماع شروع کیا۔ اُس وقت سلطان المشائخ عالم بسط میں تھے آپ نے تجرید کی یعنی جو کچھ گھر میں تھا۔ سب بندگان خدا کو دے دیا۔ آخیر پر میرے والد بزرگوار بھی آئے۔ اُس وقت آنجناب تجرید فرما چکے تھے۔ آپ نے دیکھا۔ تو ایک دستر خوان نظر پڑا۔ میرے والد بزرگوار کو فرمایا۔ کہ باورچی خانے میں سے چند ایک گرم

روٹیاں لاؤ۔ جب لائے۔ تو آنجناب نے فرمایا۔ کہ یہ روٹیاں اس دستر خوان میں رکھو۔ اور بعد دستر خوان تم لیجاؤ۔ واقعی جب کوئی ولی یا عاشق از روئے ذوق کوئی نعمت کسی درویش کو دیتا ہے۔ تو وہ نعمت اُس کے خاندان میں نسلاً بعد نسل رہتی ہے ؂

این نعمتے ہست دینی و دنیا طفیل آں ۔ واین ذوقہائے غیبی در خاندان ماست

ہر روز نعمتے وبہر لحظہ راحتے ۔ این یاد دوست مونس جان روان ماست

مجلس دیگر۔ میں نے اپنے والد بزرگوار سے سُنا ہے۔ کہ جب ملک قیر بک حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہُوئے۔ اور بال کٹوائے۔ تو چند عرصے بعد انہیں سر منڈوانے کی آرزو ہوئی۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے ایک نہایت عجیب مجلس قائم کی۔ اس نیت سے کہ اس میں سلطان المشائخ تشریف آور ہوں۔ اور مجھے محلوق فرمائیں۔ اس مطلب کے لئے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اگر آنجناب اپنے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے اس خاکسار کے غریب خانہ کو رونق بخشیں۔ تو ذرہ پروری اور بندہ نوازی ہو گی۔ لیکن سلطان المشائخ نے منظور نہ فرمایا۔ آخر اس نے جب بہت منت وسماجت کی۔ تو آپ نے چار و ناچار قبول کیا۔ قیر بک نے شہر کے تمام رؤساء اور مشائخ کو مدعو کیا۔ جب سلطان المشائخ اُس کے گھر تشریف لے گئے۔ تو کھانا خرچ ہو جانے کے بعد مجلس سماع منعقد ہوئی۔ قوالوں نے سماع شروع کیا۔ ہر قسم کی قوالی کی لیکن حاضرین پر کچھ اثر نہ ہُوا۔ اسی طرح مجلس بند تھی۔ آخر حسن بہدی قوال نے یہ شعر پڑھا ؂

در کلبۂ درویشی در محنت بیخویشی ۔ بگذار مرا باسن ہر سوئے مکن افسانہ

اس شعر کا اثر سلطان المشائخ پر ہُوا جس سے آپ پر حالت طاری ہوئی۔ رونا شروع کیا۔ اور آپ کے ذوق کا اثر حاضرین پر بھی ہُوا۔ الغرض جو کچھ سلطان المشائخ کے دل میں خیال آتا۔ اسی خیال کے مطابق شعر کہتے۔ اور یہ القا قوالوں کو غیب سے ہوتا ٭

مجلس دیگر۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ سلطان غیاث الدین کے عہد میں جماعت خانے کی چھت پر ایک دفعہ مجلس قائم تھی۔ یار اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ امیر خسرو کھڑے ہُوئے تھے۔ اور سلطان المشائخ بیماری کی وجہ سے کھاٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حسن بہدی قوال نے سماع میں یہ شعر پڑھا ؂

سعدی تو کیستی کہ در آئی درین کمند ۔ چندان فتادہ اند کہ ما صید لاغریم

حضرت سلطان المشائخ پر اس شعر کا اثر ہوا۔ اور رونے لگے۔ خواجہ اقبال خادم کھاٹ کے سرہانے کھڑے تھے اور ایک یار یک کپڑے سے رومال پھاڑ پھاڑ کر حضرت سلطان المشائخ کو دیتے جاتے تھے۔ اور آپ آنسو سے تر کر کے حسن بہدی کی طرف پھینکتے جاتے تھے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؂

نامردان چنیم رنجوران عشق — گر فرو ریزند بخون آید بجوئے
شاد باش اے مجلس روحانیان — تا خورند این مے کہ مستم ہوئے

جب گھڑی اس حالت پر گذر گئی۔ اور سماع فرو ہوا۔ تو امیر خسرو کے لڑکے امیر حاجی نے غزل پڑھنی شروع کی۔ جب اس شعر پر پہنچا ؂

خسرو تو کیستی کہ درائی دریں شمار — کیں عشق تیغ بر سر مردان دین زدست

یہ شعر سن کر پھر سلطان المشائخ کی وہی حالت ہو گئی۔ الغرض جب یہ شعر امیر حاجی پڑھتا۔ سلطان المشائخ آنسوؤں کا بھرا ایک رومال امیر حاجی کی طرف پھینکتے۔ اور ایک امیر خسرو کی طرف۔ حسن قوال نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر شیخ سعدی کا مذکورۃ الصدر شعر پڑھنا شروع کیا۔ اس موقعہ پر سلطان المشائخ نے رقص کے لئے شیخ شیوخ العالم کے دہتے بدرالدین اسحاق کے بیٹے خواجہ موسیٰ کی طرف اشارہ کیا۔ خواجہ موسیٰ آداب بجا لا کر رقص کے لئے اٹھے۔ ایک گھڑی تواجد کرنے کے بعد آداب بجا لا کر بیٹھ گئے۔ حضرت سلطان المشائخ بدستور گریہ اور ذوق سماع میں مشغول تھے۔ سبحان اللہ! وہ وقت کیسا ہی اچھا تھا۔ کہ اس کا ذوق مرتے دم تک بھی کاتب حروف کے دل میں رہیگا۔ اور اس ذوق کی آرزو میں جو سلطان المشائخ سے دیکھا۔ حضرت سلطان المشائخ کی یاد میں جان دے گا ؂

دل بزلف تو نہم عشق ابد در بایم — جاں بیاد تو دہم زندگی از سر یابم

انچاسویں تحریر۔ مجھے (مصنف) یاد ہے۔ کہ میرے چچا سید السادات سید خاموش (جن کا حال بخت سادات میں ذکر ہو چکا ہے) کے گھر میں مجمع تھا جس میں سلطان المشائخ بھی تشریف فرما تھے۔ حسن بہدی قوال نے سماع میں شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی غزل نہایت رقت آمیز لہجے میں پڑھنی شروع کی۔ جب اس بیت پر پہنچا ؂

گفتی از آن دیگراں اوحد شدی ام کنوں — تا دہر تو بر جاں بود اوحد نباشد دیگراں

حضرت سلطان المشائخ پر اس شعر کا اثر ہوا۔ جس سے آپ پر حالت طاری ہوئی۔ اور رونے لگے۔ اور رقص میں آکر ذوق حاصل کرنے لگے۔ اتنے میں فی الزوال کا وقت ہوگیا۔ سماع فرو کر کے آور تو بیٹھ گئے۔ لیکن حضرت سلطان المشائخ بدستور مست تھے۔ اس وقت امیر خسرو نے غزل پڑھنی شروع کی جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

رخ جملہ را نمودم اگفت تو بیں
زیں ذوق مست گشتم کیں سخن چہ بود

حضرت سلطان المشائخ نے یہ شعر سن کر گوشہ چشم سے جو چشمۂ محبت تھا۔ امیر خسرو کی طرف دیکھا۔ پھر وہی گریہ اور وہی حالت سلطان المشائخ پر طاری ہوگئی۔ امیر خسرو نے چند ایک مرتبہ یہی شعر دہرایا۔ حسن بھی تاڑ گیا۔ کہ حضرت سلطان المشائخ کو ذوق سماع ہوا ہے۔ پھر شیخ کرمانی رح کا وہی شعر پڑھنا شروع کیا۔ سلطان المشائخ پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ چنانچہ آپ کے صدقے حاضرین بھی ذوق و وجد سے مستفیض ہوئے۔ اور اُن کے دلوں میں ولایت پیر کے جمال کے شوق کی آگ بھڑک اٹھی ؎

در آتش شوق تو دل خواہم سوخت
جاں را بسوئے زلف تو خواہم داد

مصنف کتاب ہذا عرض کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ میں نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ شیخ مجدالدین بغدادی نے شہادت کے وقت یہ شعر پڑھا ؎

گہ گہ دل پُر خون شدہ غارت کن
ویں جان خراب را عمارت کن
بے ہیچ گناہ عاشقاں رامے کش
وآنگہ سر خاکشان زیارت کن

شیخ مجدالدین بغدادی کی شہادت کا واقعہ خلقت کو معلوم ہے۔ کہ آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید تھے۔ اور آپ کو سماع کا از حد شوق تھا۔ چنانچہ بے سماع آپ رہ نہیں سکتے تھے آپ کو قبولیت تامہ حاصل تھی۔ چنانچہ اہل زمانہ آپ کے مطیع و مرید تھے۔ خوارزم شاہ آپ کی شہرت اور آپ پر خلقت کی طاعت کے سبب آپ سے ڈرتا تھا۔ الغرض شیخ نجم الدین کبریٰ رح آپ کو کثرت سماع سے بارہا منع فرمایا۔ چنانچہ ایک روز آپ سماع میں تھے۔ آپ کے پیر نے آپ کو بلانے کے لئے خادم بھیجا۔ جب خادم آیا۔ تو دیکھا۔ کہ آپ ذوق سماع میں ہیں۔ پیغام دیا۔ تو آپ نے پرواہ نہ کی۔ جب جا کر عرض کی۔ تو پھر فرمایا۔ کہ جاؤ۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر سماع سے باز رکھ کر لاؤ۔ خادم نے آکر دیکھا۔ تو آپ

بدستور مستغرق ہیں۔ اور یہ کہہ رہے ہیں۔ مصرعہ ما زبالا آدیم و باز بالا میرویم
خادم نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر رقص سے باز رکھنا چاہا۔ لیکن آپ باز نہ آئے۔ پھر جا کر ماجرا عرض خدمت کیا۔ تو شیخ نجم الدین نے فرمایا۔ کہ جو بات وہ مجلس میں کہہ رہا تھا۔ وہی اُس کے حق میں کر دیا۔ جب شیخ مجد الدین سماع سے فارغ ہوئے۔ تو عالم صحو میں آکر سمجھے۔ کہ جو کچھ میں نے کیا ٹھیک نہیں کیا۔ اس کے بدلے آپ آگ کا تھال سر پر رکھے۔ پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جوتیوں میں جا کھڑے ہوئے۔ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا۔ کہ اس کی کوئی حاجت نہیں۔ وہی تمہارا مصرعہ تمہارے حق میں ہے۔ الغرض ان دنوں سلطان خوارزم شاہ جو نہایت ذی شان بادشاہ تھا۔ جس کا لشکر چھ لاکھ سوا تھا۔ اور تمام ترکستان خراسان۔ عراق تک اصفہان کا علاقہ اور دریائے سندھ تک ہندوستان کا ملک اس کے قبضے میں تھا۔ اور اس کی والدہ جو بادۂ خفچاق کی نسل سے تھی۔ اور جو ملک رانی اور کاردانی میں بے نظیر تھی۔ اور اسی واسطے اُن کو خداوند جہاں سا خداوند جا سل تھا۔ دونو شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید تھے۔ دونو کا ارادہ ہوا۔ کہ حج کے لئے جائیں۔ اس مطلب کے لئے شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں آئے۔ اور عرض کی۔ کہ ہمارا ارادہ حج کا ہے۔ اگر آپ از راہ شفقت اپنے کسی یار کو ہمارے ہمراہ کریں تو آپ کی عین عنایت ہے۔ اس کے صدقے ہمارا حج قبول ہو جائے شیخ نجم الدین نے بہت سوچ بچار کے بعد فرمایا۔ کہ اچھا شیخ مجد الدین کو لے جاؤ۔ سمندر کنارے پہنچ کر جہاز خاص میں تینوں سوار ہوئے۔ شیخ مجد الدین اپنے زمانے کے سب سے حسین تھے۔ اتفاقاً بادشاہ کی والدہ کی نگاہ آپ کے جگر سوز حُسن پر پڑی۔ تو بے اختیار ہو گئی۔ اور آپ کے جمال پر فریفتہ ہو گئی ؎

ترا خود ہر کہ بیند دوست دارد گناہے نیست بر سعدی مسکین

شیخ مجد الدین کو محبت الٰہی میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کی بھی خبر نہ تھی۔ چہ جائیکہ والدہ خوارزم شاہ کی انہیں خبر ہو۔ جب خوارزم شاہ کو یہ بات معلوم ہوئی۔ تو بارے غیرت وغیرہ کے اس سلسلے کو منقطع کرنے کے لئے شیخ صاحب کے قتل پر آمادہ ہوا۔ چنانچہ آپ کو شہید کر کے آپ کا سر اور ایک ہزار دینار تھال میں رکھ کر شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں بھیجا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ شیخ مجد الدین شہید ہوا۔ اور یہ اس کا خون بہا ہے۔ آپ نے

سُن کر فرمایا۔ کہ ہمارے مجد الدین کا خونبہا خوارزم شاہ اور اُس کی ساری سلطنت ہے۔ جب یہ بددعا آپ کی زبان سے نکلی۔ تو فرمایا۔ کہ کاش! ہم یہ بددُعا نہ دیتے۔ چند ہی روز میں چنگیز خاں چین کی طرف سے نولاکھ سوار مع گھوڑوں اونٹوں اور بھیڑ بکری کے گلوں کے آیا۔ اور تمام سلطنت کو برباد کر ڈالا۔ اور کئی ہزار علما اولیا اور چھوٹے بڑے آدمی ہلاک کئے۔ خوارزم شاہ اور اس کے تمام مددگاروں کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا جیسا کہ طبقات ناصری میں لکھا ہے۔ الغرض شیخ نجم الدین کبریٰ کی دعا سے ان دنوں قہر خدا نازل ہؤا۔ جب چنگیز خاں خوارزم میں آیا۔ تو اُس کے ترک تلواریں سونتتے سوتے شیخ صاحب کی خانقاہ میں آئے۔ دیکھا۔ کہ آپ مصلے پر روبقبلہ بیٹھے ہیں۔ جب آپ پر تلوار کا وار کرنا چاہا۔ تو حیران رہ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے چالیس مریدوں کو چالیس حجروں میں بٹھایا ہؤا ہے۔ جنہیں چالیس دن بٹھانا ہے۔ سو سنتیس گذر گئے ہیں۔ اور تین باقی ہیں۔ پھر وہ خدارسیدہ ہوجائینگے۔ جب تک چالیس دن پورے نہ ہولیں۔ تم ہمیں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جب تین دن بعد چالیس دن ختم ہوگئے۔ اور وہ چالیسوں مرید کمالیت کے درجہ کو پہنچ گئے۔ تو وہ کافر ملعون پھر تلواریں سونتے ہوئے آئے۔ پہلے شیخ صاحب سجادہ پر شہید کیا۔ اور پھر ان نئے چالیس ولیوں کو شہید کیا۔ بعد ازاں آپ کے تمام متعلقین کو۔ انہیں دنوں نیشاپور میں کافروں کے ہاتھ سے شیخ فریدالدین عطار شہید ہوئے۔ جب کافر نیشاپور آئے۔ اور شیخ عطار کے یاروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ تو شیخ صاحب پکار اُٹھے۔ کہ یہ کیا جباری اور قہاری ہے۔ اور جب آپ کو شہید کرنے لگے۔ تو فرمایا۔ سبحان اللہ یہ کیا لطف وکرم ہے +

{نکتہ دربیان فوائد بعضے مجالس حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز}

سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اس شہر میں سماع کا سکہ قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے بٹھایا۔ قاضی منہاج الدین جب قاضی شہید ہوئے۔ اور وہ صاحب سماع تھے اس لئے اس کام کو استقامت ہوتی۔ لیکن قاضی حمیدالدین ناگوری باوجود اس کے کہ بہت سے لوگ آپ کے مخالف تھے۔ پھر بھی سماع سے باز نہ آئے۔ بلکہ اپنی ہٹ پر قائم رہے۔ ایک دفعہ کوشک سفید کے قریب ایک گھر میں دعوت تھی۔ شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز بھی موجود تھے۔ مولانا رکن الدین سمرقندی کو جو کہ سماع کے

سخت مخالف تھے۔ اس بات کی اطلاع دی گئی۔ تو آپ خدام و متعلقین سمیت آئے تاکہ انہیں سماع سے منع کریں۔ جب قاضی حمید الدین ناگوری کو اس بات کی خبر ہوئی۔ تو گھر کے مالک کو کہا۔ کہ کسی جگہ چھپ جاؤ۔ اور جب بلائیں۔ تو نہ آنا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں قاضی صاحب نے فرمایا کہ گھر کے دروازے کھول کر سماع شروع کرو۔ سماع شروع کیا گیا۔ رکن الدین سمرقندی جب گھر آئے۔ اور پوچھا کہ گھر کا مالک کہاں ہے۔ تو بہتیری تلاش کی گئی۔ لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر اپنا سا منہ لیکر واپس چلے گئے۔ حضرت سلطان المشائخ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ قاضی حمید الدین ناگوری کو خوب سوجھی۔ کیونکہ گھر کا مالک موجود نہ تھا۔ بلا اجازت رکن الدین سمرقندی داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ اگر داخل ہوتا تو ان پر مواخذہ ہو سکتا تھا بعد ازاں فرمایا۔ کہ بحریوں کو بھی قاضی حمید الدین ناگوری سے مخالفت تھی۔ چنانچہ جب شرف الدین بحری بیمار ہوئے۔ اور قاضی حمید الدین ناگوری بیمار پرسی کے لئے گئے۔ جیسا کہ صافت باطن درویشوں کا قاعدہ ہے۔ اور شرف الدین کو آپ کے آنے کی اطلاع دی گئی۔ تو اس نے کہا میں اس شخص کا منہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ جو اللہ تعالےٰ کو معشوق بتلاتا ہے۔ امیر حسن نے عرض کی۔ کہ اس معشوق سے مراد محبوب نہیں سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اس بارے میں کئی ایک رائے ہیں۔ لوگ اپنے علم اور تجربہ کے موافق اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی گھر بیٹھے کچھ کہا رہے تو کوئی اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے جب یہ مشہور ہوا۔ کہ قاضی حمید الدین سماع کے بڑے دلدادہ ہیں۔ اور اس سے باز نہیں آتے تو آپ کے مخالفوں نے فتوے دیا اور جواب پوچھا۔ سب نے یہی لکھا۔ کہ سماع حرام ہے۔ ان میں سے ایک فقیہہ بھی تھا جس کی آمد و رفت قاضی حمید الدین سے تھی۔ اس نے بھی اس بارے میں کچھ لکھا۔ اس کی اطلاع قاضی صاحب کو بھی ہو گئی۔ جب وہ فقیہہ آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ سنا ہے تم نے بھی کچھ لکھا ہے۔ وہ سن کر شرمندہ سا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ لکھا ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا۔ کہ جن مفتیوں نے جواب لکھا ہے وہ میرے مقابلہ میں ابھی شکم مادر میں ہیں۔ تم پیدا ہوئے ہو۔ لیکن بچے ہو۔ اس مجلس میں کسی نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ان دنوں بعض آستانہ دار درویشوں نے اس مجمع میں رقص کیا ہے۔ جس میں چنگ اور رباب وغیرہ موجود تھے۔ آپ نے فرمایا اچھا نہیں کیا جس بات کی شرع اجازت نہ دے۔ وہ ناپسندیدہ ہے۔ بعد ازاں

ایک نے عرض کی۔ کہ جب یہ لوگ وہاں سے نکلے۔ اور ان سے پوچھا گیا۔ کہ اس مجمع میں بانسریاں تھیں تم نے کیونکر سماع سُنا۔ تو اُنھوں نے کہا ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے۔ کہ ہمیں اس بات کی خبر ہی نہ تھی۔ کہ اس میں مزامیر اور چنگ و رباب ہیں یا نہیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ یہ جواب بھی بے حقیقت ہے۔ یہ سب باتیں معصیت سے ہوتی ہیں۔ اس اثنا میں امیر حسن نے عرض کیا۔ کہ اس بارے میں مرصاد العباد کے مصنف علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں ؎

گفتی کہ بہ نزد من حرام است سماع   گر بر تو حرام است حرامت بادا

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ واقعی۔ پھر یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی ؎

دنیا طلبی جہاں بکامت بادا   وایں جیفۂ مردار بدامت بادا

گفتی کہ بہ نزد من حرامست سماع   گر بر تو حرام است حرامت بادا

پھر امیر حسن نے عرض کیا۔ کہ اگر علمائے دین اس بارے میں بحث کریں۔ اور سماع سے انکار کریں۔ تو تو ایک بات بھی ہے۔ لیکن فقیر ہو کر نفی کرنا اچھا نہیں۔ کیونکہ اگر وہ حرام بھی سمجھتا ہے۔ تو اس قدر کرے۔ کہ اس کی نفی سُن کر خوش نہ ہو۔ اور دوسروں سے لڑائی جھگڑا نہ کرے۔ درویشوں کے لیئے لڑائی جھگڑا مناسب ہی نہیں۔ سلطان المشائخ نے مسکرا کر موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ کبھی ایک علما تو کچھ نہیں کہتے۔ اور ایک عامی آدمی شور و غوغا کرتا ہے۔ ایک دفعہ کوئی شاگرد بطور امام نماز میں کھڑا ہوا اور کئی عالم مقتدی بنے۔ جن میں ایک عامی بھی شامل ہو گیا۔ شاید نماز چار رکعت کی تھی۔ اس متعلم نے بھول کر بغیر قعدہ اولی دوسری رکعت کے ساتھ تیسری شروع کر دی۔ چونکہ وہ عالم شخص تھا۔ جانتا تھا۔ کہ نماز کس طرح ختم ہونی چاہیئے۔ علما بھی خاموش تھے۔ ان کو معلوم تھا۔ کہ ایسی صورت میں نماز کیونکر پوری کی جاتی ہے۔ لیکن وہ عامی شخص پکار اُٹھا۔ اور اپنی نماز باطل کر لی۔ متعلم نے سلام کے بعد اسے کہا۔ اے احمق یہاں اتنے عالم موجود تھے۔ انہوں نے تو کچھ نہ کہا۔ تو نے خواہ مخواہ شور کر کے اپنی نماز باطل کر لی۔ پھر امیر حسن نے عرض کیا۔ کہ جو لوگ سماع کے منکر ہیں۔ میں ان کے مزاج سے بخوبی واقف ہوں۔ وہ سماع کو اس واسطے نہیں سنتے۔ کہ انکی رائے میں سماع حرام ہے۔ میں قسم کھا کر تو نہیں لیکن سچ سچ عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر سماع حلال بھی ہوتا۔ تو بھی وہ نہ سنتے۔ سلطان المشائخ یہ سُن کر ہنسے امیر حسن

نے کیا اچھا کہا ہے ؎

درایام چو تو شکر بسے تا کے کشم تلخی
بزن یک خندہ دامانِ عیشم شکر بن گرداں

اور فرمایا۔ کہ جب ان میں ذوق ہی نہیں۔ تو کس طرح سنیں۔ اور کس واسطے سنیں ۔

ہیں مصنف نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ منکر سماع تین حال سے خالی نہیں۔ یا تو سنن و آثار سے جاہل ہے۔ یا ایسا شخص ہے۔ جسے اپنے نیک اعمال کا غرور ہے یا دنی الطبع ہے۔ کہ اسے قدرتاً اس کا ذوق نہیں۔ نیز فرمایا کہ ایک شخص خوش آوازی سے دور دراز کی منزل اونٹوں کو طے کرا رہا تھا۔ جب اس نے خوش آوازی بس کر دی۔ تو سارے اونٹ ہلاک ہو گئے۔ فرمایا۔ ؎

شتر را کہ شور و طرب در سرست
اگر آدمی را نباشد خراست

؎

جز خداوندان معنی را نہ غلطاند سماع
اولت مغزے بباید تا برون آید زپوست

نیز سلطان المشائخ کی مجلس میں ایک نے عرض کیا۔ کہ فلاں مقام پر آپ کے بہت سے یار جمع ہیں۔ اور مزامیر اور محرمات ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ انہوں نے اچھا نہیں کیا۔ اس بارے میں آپ نے یہاں تک غلو فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص امام ہو۔ اور اس کے پیچھے مقتدی مرد اور عورت بکثرت ہوں۔ ایسی صورت میں اگر امام سے کوئی غلطی ہو جائے۔ تو صرف مردوں کو حکم ہے۔ کہ وہ سبحان اللہ کہہ کر اس غلطی کا علم اسے کرائیں۔ اگر عورت اس غلطی سے واقف ہو۔ تو سبحان اللہ نہ کہے۔ بلکہ پشت دست پر ہتھیلی مارے۔ ہتھیلی پر ہتھیلی بھی نہ مارے۔ کیونکہ ایسا کرنا کھیل میں شمار ہوتا ہے۔ جب تالی کی یہاں تک پرہیز ہے۔ کہ جائز کاموں میں ناجائز قرار دی گئی ہے۔ تو سماع میں مزامیر تو بدرجہ اولیٰ منع ہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ مشائخ نے سماع سنا ہے۔ جو اس کے اہل ہیں۔ اور صاحب درد و ذوق ہیں۔ انہیں تو ایک ہی شعر سن کر ذوق آ جاتا ہے۔ اور حالت طاری ہو جاتی ہے۔ خواہ مزامیر ہوں۔ یا نہ ہوں۔ اور جسے عالم ذوق کی خبر ہی نہیں۔ اس کے پاس خواہ سارے آلات موسیقی بجائے جائیں تو بھی اس پر خاک اثر نہ ہوگا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ یہ کام درد کے متعلق ہے نہ کہ مزامیر کے۔ پھر فرمایا۔ کہ لوگوں کو سارا دن کہاں حضور حاصل ہو سکتا ہے اگر دن میں کوئی اچھا وقت آ جائے۔ تو باقی کا وقت اس کی پناہ میں ہوتا ہے۔ اگر کسی

مجمع میں کوئی ایک صاحب ذوق و نعمت ہو۔ تو تمام شخص اس کی پناہ میں رہتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر مجھے یہ بھی معلوم ہو جائے۔ کہ نفلی نماز مجلس سماع سے بہتر ہے تو بھی مشغول ہونے کی بجائے سماع سنوں۔ نیز فرمایا۔ کہ مولانا برہان الدین بلخیؒ میں علاوہ جید عالم ہونے کے اعلیٰ درجہ کے صالح مرد تھے۔ چنانچہ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے کسی کبیرہ کی بابت نہیں پوچھیگا۔ پھر سلطان المشائخؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ تو فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جب ایک شخص نے آپ سے پوچھا۔ کہ وہ کبیرہ کونسا ہے۔ تو فرمایا۔ کہ سماع چنگ۔ کیونکہ میں نے چنگ بہت سنا ہے۔ اور اب بھی سنتا ہوں۔ بشرطیکہ ہو۔ پھر مولانا برہان الدین بلخیؒ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ برہان الدین نے حکایت بیان فرمائی۔ کہ میری عمر تقریباً پانچ چھ سال کی ہوگی۔ جب میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ جا رہا تھا۔ کہ سامنے سے مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے۔ میرے والد بزرگوار ان کو دیکھ کر ایک اور گلی کی راہ چلے گئے۔ اور مجھے وہیں چھوڑ گئے۔ جب مولانا کی سواری میرے قریب پہنچی۔ تو میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ مجھے غور سے دیکھ کر فرمایا۔ کہ مجھے اس بچے میں علم کا نور دکھائی دیتا ہے۔ میں یہ بات سن کر آپ کی رکاب کے آگے آگے چلنے لگا۔ پھر مولانا نے یوں فرمایا۔ کہ مجھ سے اللہ تعالےٰ یوں کہلواتا ہے۔ کہ یہ بچہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا عالم ہوگا۔ میں یہ سنکر آگے آگے چلا۔ پھر مولانا نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے یوں کہلواتا ہے۔ کہ یہ بچہ ایسا بزرگ ہوگا۔ کہ بادشاہان وقت اس کے دروازے پر آئینگے۔ لیکن باریاب نہیں ہو سکیں گے ؛

میں (مصنفؒ) نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے۔ کہ ایک مجلس میں درویش عزیز اور شیخ سیف الدین باخرزی کے خلیفہ شیخ بدرالدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہما بھی موجود تھے۔ جب اس مجلس میں چنگ بجنا شروع ہوا۔ تو شیخ بدرالدین حالت سماع میں رقص کرنے لگے۔ اور غایت ذوق و شوق کی وجہ سے اپنی صوف کی دستار مبارک چنگ کے سر پر رکھدی جب مجلس ختم ہوئی۔ تو ایک عزیز نے شیخ بدرالدین کو کہا۔ کہ یہ کس قسم کا رقص آپ نے کیا۔ آپ نے سن کر یہ شعر پڑھا ؎

مارا بزدی و چنگ مالشکستی   فردا بحشی خمار کامشب مستی
بذوق چند دعا ہا بلند خواہی خواند   بدار کہیں طرف آواز چنگ می آید

نیز فرمایا۔ کہ شیخ نجم الدین کبرائے قدس سرہٗ فرماتے تھے۔ کہ جو نعمت بشر میں ہونی ممکن ہے۔ وہ سب سوائے ذوق سماع کے شیخ شہاب الدین سہروردی کو عطاء کی گئی۔ یعنی تمام خوبیاں نیکیاں اور نعمتیں شیخ شہاب الدین سہروردی میں موجود تھیں صرف آپ کو ذوق سماع نہ تھا۔

نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ شیخ اوحد کرمانی شیخ شہاب الدین قدس سرہما کی ملاقات کے لئے آئے۔ تو موخر الذکر نے مصلے لپیٹ کر گھٹنے تلے رکھ دیا۔ یہ بات مشائخ کے ہاں غایت درجہ کی تعظیم میں داخل ہے۔ الغرض جب رات ہوئی۔ تو شیخ اوحد کرمانی نے سماع طلب کیا۔ شیخ شہاب الدین نے قوالوں کو بلا کر فرمایا۔ کہ سماع مرتب کرو۔ اور خود ایک کونے میں چلے گئے۔ اور یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔ جب صبح ہوئی۔ تو خانقاہ کے خادم نے شیخ شہاب الدین کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ چونکہ رات کو مجلس سماع تھی۔ ان لوگوں کو صبح کا کھانا دینا چاہئے۔ شیخ صاحب نے پوچھا۔ کیا فی الواقعہ مجلس سماع تھی۔ خادم نے عرض کیا جناب تھی۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں۔ بعد ازاں شیخ شہاب الدین نے فرمایا۔ کہ شیخ شہاب الدین کا استغراق دیکھو۔ کہ کہ ذکر میں اس درجہ مشغول تھے۔ کہ غلبہ ذکر کی وجہ سے آپ کو سماع کی خبر تک نہ تھی۔ جب سماع فرو کر کے قرآن شریف پڑھتے۔ تو شیخ صاحب قرآن شریف سن لیا کرتے۔ لیکن غلبہ ذکر کی وجہ سے سماع نہ سن سکے۔

میں نے اپنے نانا مولانا شمس الدین دامغانی رحہ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ جب شیخ اوحد الدین کرمانی رحہ نے شیخ شہاب الدین سے رخصت ہونا چاہا۔ تو موخر الذکر نے آپ کے پاس اپنی شلوار بھیجی۔ شیخ اوحد کرمانی رحہ نے قبول کی اور اسے بیچ میں سے پھاڑ کر پیراہن کے اوپر پہن لیا۔ اور دونو ہاتھ پائچوں میں سے نکالے۔ اور شیخ شہاب الدین کے ہاتھ چوم کر فرمایا۔ کہ یہ ہمارے شیخ کا سب سے ادنے کام ہے۔

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ عبد اللہ رومی نامی ایک عزیز شیخ بہاؤ الدین کی خدمت میں آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں نے شیخ شہاب الدین کی خدمت میں سماع کیا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ چونکہ شیخ صاحب نے سماع سنا ہے ہمیں بھی سننا چاہئے۔

پھر اُس عبداللہ رومی کو لیجا کر ایک حجرے میں رکھا۔ جب رات ہوئی۔ تو کسی کو حکم دیا۔ کہ عبداللہ کو حجرے میں لاؤ۔ لیکن اُس کے ساتھ صرف ایک یار آدر ہو۔ اُن کے ساتھ تیسرا کوئی نہ ہو۔ جب شیخ صاحب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو حجرے میں آئے۔ اب حجرے میں شیخ صاحب عبداللہ اور ایک اور آدمی تھا۔ شیخ صاحب حجرے میں آکر بیٹھے اور اوراد میں مشغول ہو گئے۔ تقریباً آدھا سیپارہ پڑھ کر کواڑ کو زنجیر لگائی۔ اور عبداللہ کو حکم دیا کہ سماع شروع کرو۔ اُس نے شروع کیا۔ تو ایک گھڑی بعد شیخ صاحب میں جنبش پیدا ہوئی۔ اُٹھ کر چراغ بجھا دیا۔ حجرے میں اندھیرا ہو گیا۔ وہ بدستور سماع کیے گیا۔ آخر اسے معلوم ہوا۔ کہ شیخ صاحب پھرتے ہیں۔ کیونکہ جب اُس کے پاس سے گذرتے تھے۔ تو آپ کا دامن اس سے چھوتا تھا۔ اس سے اتنا تو اسے معلوم ہوا۔ کہ شیخ صاحب رقص کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہ معلوم کر سکا کہ آیا ضرب پر یا بغیر ضرب رقص کرتے ہیں۔ جب سماع فرو ہوا۔ تو شیخ صاحب حجرے کا دروازہ کھول اپنی جگہ پر چلے گئے۔ عبداللہ اور اس کا یار وہیں رہے نہ انہیں کھانا بھیجا نہ پانی۔ جب صبح ہوئی۔ تو خادم ایک عمدہ باریک کپڑا اور بیس روپے لایا۔ کہ شیخ صاحب نے بھیجے ہیں +

{ نکتہ دربیان محضر سماع و بحث آں با حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز }

مصنّف کتاب یعنی محمد مبارک علوی المدعو بامیر خورد صاحب سماع عزیزوں کے شفقت پذیر دلوں پر واضح کرنا چاہتا ہے۔ کہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے زمانے میں علمائے شہر آپ کے مخالف تھے۔ چنانچہ سماع کی حرمت اور مستمع کے کفر کے بارے میں استفتا کرتے۔ اکثر علما نے فتوٰی دے دیا۔ اور جواب لکھا کہ سماع حرام ہے۔ میں نے وہ سوالات دیکھے ہیں واقعی جیسا سوال ہوتا ہے۔ ویسا ہی اس کا جواب ہوتا ہے۔ لیکن خدا نے قاضی حمید الدین ناگوری کو کامل عشق۔ وافر علم اور ظاہر کرامت عنایت کر رکھی تھی۔ باوجود ان کے اس وقت کے صدر جہاں قاضی منہاج الدین جرجانی جو علم فضل اور لطافت طبع میں لاثانی تھے۔ صاحب سماع تھے۔ اور قاضی حمید الدین اور اور بزرگوں سے جو کہ اہل محبت و عشق تھے۔ بلکہ سماع سنا کرتے تھے۔ جیسا کہ اس کا تھوڑا سا ذکر اہل سماع کے نکتہ میں تحریر ہو چکا ہے۔ اس واسطے مخالفوں کو سماع کی مخالفت کی مجال نہ تھی۔ لیکن جب حضرت سلطان المشائخ کی عظمت کرامت اور دولت کا آفتاب اہل جہان پر چمکا۔ اور

سماع کا شوق دور نزدیک کے تمام علماء و فضلا، بڑے بڑے امیروں اور ہر اعلیٰ و ادنیٰ کو جن کی سرشت میں عشق کی چاشنی قدرتی طور پر تھی ہوا۔ اور جہان میں ایک شور سا مچ گیا۔ اور عشق کا ولولہ ان کے دلوں میں پڑا۔ اور عاشقی، عشقبازی اور سماع کا کام جہان میں از سر نو تازہ ہوا۔ تو جہان ایک باغ بن گیا۔ چنانچہ خواجہ سنائی فرماتے ہیں ؎

زینجا نفیر ریزد و زانجا نوائے نامے — آنجا خروش عاشق و اینجا نشاط یار

بہر طرف بہشتے و در ہر بہشت حور — در ہر چمن نگارے و در ہر نگار یار

روئے زمیں ز شاہد گل پر ز رونگار — شاخ شجر چو گوش عروس شاہوار

مرغے بہر درخت و نوائے بہر طرف — شاہے بہ ہر طریق و عروسے بہر کنار

اور حسد کا کانٹا سماع کے مخالفوں کے دلوں میں چبھنا شروع ہوا۔ مدت تک یہ تعصب اُن کے دلوں میں اس قدر رہا۔ کہ وہ آپ کو دیکھنا تک گوارا نہ کرتے ؎

مرا زیں عشق فیروزی است مطلق

لیکن چونکہ بہت سے بڑے بڑے آدمی۔ علما۔ فضلا۔ اولیا۔ امرا۔ بادشاہ بادشاہوں کے مقرب خاص حضرت سلطان المشائخ کے غلام و معتقد بن گئے۔ اس واسطے حاسد دم نہیں مار سکتے تھے۔ بند ہنڈیا کی طرح اندر ہی اندر جوش مارتے تھے۔ اور انہیں یہ خیال تھا۔ کہ شاید بادشاہ اس بارے میں بلائے۔ تو ہم حسد کے زخم کو زبان کی نوک سے ٹپکائیں۔ یعنی اگر بادشاہ کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ تو پھر کسر نکال لینگے (اللھم اجعلنی من المحسودین ولا تجعلنی من الحاسدین اے معبود! مجھے محسود بنا نہ کہ حاسد۔ باوجود اس قدر علوم گوئی کے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مذکورہ بالا دعا نکلتی تھی۔ الغرض سلطان علاء الدین اور قطب الدین علیہما الرحمۃ کے عہد میں تو ان کی یہ مراد بر نہ آئی۔ یعنی بادشاہ نے نہ بلایا۔ لیکن جب غیاث الدین تغلق تخت سلطنت پر بیٹھا۔ شیخ زادہ حسام الدین فرجام جس نے بالکل سلطان المشائخ سے تربیت اور شفقت حاصل کی تھی مشہور ہونا چاہتا تھا۔ اور اس مطلب کے لیے بہت کچھ مجاہدہ و مکابدہ کر چکا تھا۔ لیکن چونکہ اُس کی سرشت میں عشق کا ذوق اور شوق نہیں رکھا گیا تھا۔ اس واسطے اسے اصلی مقصد نہیں حاصل ہوتا تھا۔ اس نے اسی بہانے سے اپنے آپ کو مشہور کرنا چاہا۔ سو حاسدوں نے اسے بادشاہ کے ہاں سماع کی حلت و حرمت کے بارے میں بحث کرنے کے لئے اپنا سرغنہ بنایا ؎

یارے چو فسانہ مے شوی اے بے خرد　　　افسانہ نیک شو نہ افسانہ بد

قاضی جلال الدین سورنجی نائب حاکم مملکت اہل عشق کے بارے میں سخت متصب تھا دوسرے عالموں نے شیخ زادہ حسام کو برانگیختہ کیا۔ اور اپنا پیش رو بنایا۔ کہ بادشاہ کے ہاں یہ جتلائے۔ کہ شیخ نظام الدین محمد جو مقتدائے عہد ہیں۔ سماع (جو کہ امام اعظم کے مذہب میں حرام ہے) سنتے ہیں۔ اور کئی ہزار خلقت اس نامشروع کام میں انکی پیروی کرتی ہے۔ شیخ زادہ حسام نے بادشاہ کا قرب حاصل کر لیا تھا۔ یہ بات اس نے بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دی۔ سلطان غیاث الدین کو اس بات کا علم نہ تھا۔ کہ آیا سماع حرام ہے یا حلال۔ یہ بات سن کر حیران رہ گیا۔ کہ ایسا عالم جو مقتدائے زمانہ ہے۔ کیونکر ایک نامشروع فعل کا مرتکب ہوتا ہوگا۔ ہم اس بات سے اللہ تعالے کی پناہ چاہتے ہیں۔ جو ظالم لوگ کہتے ہیں۔ پھر وہ قاضی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ پرسوال فتوے اور شرعی کتابوں کی روایات بادشاہ کے پیش کیں۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ چونکہ علمائے دین نے سماع کی حرمت کے بارے میں فتوے دیا ہے اور اس کام کے مزاحم ہوئے ہیں۔ سلطان المشائخ کو بلایا جائے۔ اور تمام علمائے شہر اور بڑے بڑے آدمی حاضر ہوں۔ اور بحث کریں۔ تاکہ جو اصل بات ہے ظاہر ہو جائے۔ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

اخترانے کہ بہ شب در نظر ما آیند　　　پیش خورشید مجال است کہ پیدا آیند
ہمچنیں پیش وجودت ہمہ خوباں عدم اند　　　گرچہ در چشم خلائق ہمہ زیبا آیند

الغرض بلہ جبرا سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ لیکن آپ نے پرواہ تک نہ کی ؎

جہاں گر ہمہ دشمن شد و بدولت عشق　　　جز ندارم از ایشاں کہ در جہاں ہستند

لیکن اس وقت کے سب سے جید عالم مثلاً مولانا فخر الدین زرادی۔ مولانا وجیہہ الدین پائلی وغیرہ جو سلطان المشائخ کے مرید و معتقد تھے۔ آنجناب کی خدمت میں سماع کی اباحت کے بارے میں آیات بطور دلائل پیش کرتے تا کہ بحث سے پہلے مصالحہ تیار ہو جائے لیکن سلطان المشائخ اس بات کی ذرہ پرواہ نہ کرتے۔ وہ حیران رہ گئے۔ لیکن پھر انہیں سلطان المشائخ کے تبحر علمی پر وثوق تھا۔ اس واسطے وہ خوش تھے۔ الغرض جب سلطان المشائخ بادشاہ کے ہاں بلائے گئے۔ تو آپ نے یاروں میں سے کسی کو بلایا۔ مگر قاضی محی الدین کاشانی جو استاد شہر علامۂ عصر اور وفور علم سے آراستہ تھے۔ اور مولانا فخر الدین زرادی جو قاضی صاحب

سے بھی بڑھ کر عالم۔ بزرگ زادہ اور کریم الطبع تھے۔ ہر دو بن بلائے سلطان المشائخ کے ساتھ ہو لئے۔ جب دربار میں پہنچے۔ تو بحث ہونے سے پیشتر قاضی جلال الدین نائب حاکم نے سلطان المشائخ کو نصیحت آمیز باتیں کہنی شروع کیں۔ اور اثنائے نصیحت میں ایسے تعصب آمیز کلمات کہے۔ کہ جو سلطان المشائخ کی مجلس کے شایانِ شان نہ تھے۔ وہ برا بھلا کہتا تھا۔ اور سلطان المشائخ حلم سے کام لیتے۔ جب قاضی نے یہ کہا۔ کہ اگر آئندہ تم سماع سنوگے تو میں بہ حیثیت حاکم شرع کے حکم دونگا۔ کہ تمہیں تکلیف پہنچائی جائے۔ سلطان المشائخ یہ سن کر غضبناک ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ خدا کرے تو اس شغل سے معزول ہو جائے۔ جس کے بل پر تو یہ حکم دیتا ہے۔ چنانچہ بارہ روز بعد وہ عہدۂ قضا سے معزول ہوا۔ اور جلدی ہی دنیا سے کوچ کر گیا۔ الغرض جب مجلس مباحثہ شروع ہوئی۔ تو تمام کی نگاہیں سلطان المشائخ پر جمی ہوئی تھی۔ اس موقع پر شیخ زادہ حسام نے کہا۔ کہ آپ کی مجلس میں سماع ہوتا ہے اور حاضرین رقص کرتے ہیں۔ اور آہ اور نعرہ مارتے ہیں۔ اس نے اس قسم کی بہت سی باتیں کہیں۔ سلطان المشائخ نے اس سے متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ جوش و خروش مت کھاؤ۔ اور زیادہ باتیں نہ کرو۔ پہلے یہ تو بتاؤ۔ کہ سماع کے معنی کیا ہیں؟ شیخ زادہ حسام نے کہا۔ مجھے تو معلوم نہیں لیکن بڑے بڑے علما کہتے ہیں۔ کہ سماع حرام ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ جب تمہیں سماع کے معنی ہی معلوم نہیں۔ تو میں اس بارے میں تم سے بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔ شیخ زادہ حسام اس جواب سے لزم ہو کر شکستہ دل ہو گیا۔

تراست حجت قاطع بدست یعنی علم — چگونہ پیش رود دعوئے من ناداں

بادشاہ کا گوش ہوش سلطان المشائخ کے کلام کی طرف تھا۔ جب مخالفین زور شور کرتے تو بادشاہ کہتا۔ کہ اس قدر جوش و خروش نہ کرو۔ یہ سنو کہ شیخ صاحب کیا فرماتے ہیں۔ تمام حاضرین علماء سے مولانا حمید الدین اور مولانا شہاب الدین ملتانی خاموش تھے۔ انہوں نے کوئی کلام وحشت آمیز نہ کیا۔ بلکہ مولانا حمید الدین نے فرمایا۔ کہ جس طرح مخالف لوگ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس کا بیان کرتے ہیں۔ در اصل معاملہ یہ نہیں۔ میں نے بچشم خود یہ دیکھا ہے۔ اور اس میں تمام مشائخ یاروں اور درویشوں کو دیکھا ہے۔ اسی اثناء میں قاضی کمال الدین نے کہا۔ کہ میں نے ایک مقام پر روایت دیکھی ہے۔ کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ کہ سماع سننا حرام ہے اور رقص برا کام ہے۔ حضرت سلطان المشائخ

نے فرمایا۔ کہ اس میں امتناعی حکم نہیں۔ اس بحث کی اثنا میں شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا کے دہتے مولانا علم الدین کی طرف بادشاہ نے مخاطب ہو کر پوچھا۔ کہ مولانا! آپ عالم بھی ہیں اور مسافر بھی۔ آج سماع کا مسئلہ میرے درپیش ہے۔ آپ سے میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا سماع سننا حلال ہے یا حرام؟ مولانا نے فرمایا میں نے اس بارے میں مسئلہ مقصدہ نام ایک رسالہ لکھا ہے جس میں سماع کی حلت و حرمت کے دلائل لکھے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جو لوگ دل سے سنتے ہیں اُن کے لئے مباح ہے۔ اور جو ازروئے نفس سنتے ہیں اُن کے لئے حرام۔ پھر بادشاہ نے مولانا سے پوچھا۔ کہ آپ نے بغداد شام اور روم کا سفر کیا ہے۔ کیا اِن ولایتوں میں مشائخ سماع سنتے ہیں۔ یا نہیں۔ اور کیا نہیں اس کام سے کوئی منع کرتا ہے یا نہیں۔ مولانا نے فرمایا۔ تمام شہروں میں بزرگ سماع سنتے ہیں۔ بعض دف اور شبابہ سے بھی۔ لیکن کوئی انہیں منع نہیں کرتا۔ اور سماع شیخ جنید رح اور شبلی کے وقت سے مشائخ میں موروث ہے۔ بادشاہ نے جب مولانا سے یہ بات سُنی تو خاموش رہ گیا۔ اور کچھ نہ کہا۔ مولانا جلال الدین نے کہا۔ کہ بادشاہ کو لازم ہے۔ کہ سماع کی حرمت کا حکم دے۔ اور اس بارے میں امام اعظم کے مذہب کو ملحوظ رکھے۔ اس موقعہ پر حضرت سلطان المشائخؒ نے بادشاہ کو فرمایا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ اس بارے میں کوئی حکم نہ دیں اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ جو سلطان المشائخؒ کے خلیفہ مولانا فخر الدین زرادی نے اپنے رسالہ کشف المفتاح من وجوہ السماع، میں لکھی ہے۔ اور جو بذاتِ خود اس مجلس بحث میں حاضر تھے۔ اور قاضی کمال الدین سے اکثر بحث انہوں ہی نے کی۔ اور وہ یہ ہے۔

وما قال المخالف من الله ولتہ في تضليل من تقول يا لتحليل لما كان ظاهر المطلان رجع المبحث الى الحجة وحلّ نثم ال الى اولويتہا للترك او الفعل وكان ذلك من اول الضحى الى آوان الفئ لثم قال اهل المجلس من عند السلطان ،، اور جو وہ لیلیں مخالف نے آپ سے شخص کی گمراہی میں بیان کی ہیں جو سماع کے حلال ہونے کا قائل ہے۔ اور وہ صریحًا باطل تھیں۔ اب حلت اور حرمت پر بحث آگئی۔ پھر وہ کرنے یا کرنیکی اولیت کی طرف لوٹ آئی۔ اور یہ بحث دس بجے سے لیکر ظہر تک رہی۔ پھر اہل مجلس بادشاہ کے پاس سے اُٹھ کھڑے ہو گئے!

لیکن دوسری روایت یہ ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت سلطان المشائخ سماع نہیں

اور کوئی انہیں منع نہ کرے۔ لیکن دوسرے فرقوں مثلاً قلندریوں اور حیدریوں کو سماع سننے سے منع کریں۔ کیونکہ وہ محض حظ نفسانی کی خاطر سنتے ہیں۔ لیکن یہ روایت ضعیف معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ حیدری قلندری وغیرہ اس مجلس میں حاضر نہ تھے۔ لیکن معتبر اور صحیح وہی ہے۔ جو مولانا فخر الدین زرادی سے مروی ہے۔ واللہ اعلم۔ انہیں دنوں ایک شخص نے حضرت سلطان المشائخ سے پوچھا۔ کہ شاید آپ کو حکم ہوا ہے۔ کہ آپ جس وقت چاہیں سماع سنیں۔ آپ کے لئے حلال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر حرام ہے۔ تو کسی کے کہنے سے حلال نہیں ہو جاتا۔ اور اگر حلال ہے۔ تو کسی کے کہنے سے حرام نہیں ہوتا۔ اب ہم مسئلہ مختلف کا ذکر کرتے ہیں۔ استماع کا حکم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق دف اور شبابہ سے مباح ہے۔ لیکن ہمارے علماء مخالف ہیں۔ اب جس طرح حاکم حکم کرے۔ اسی پر عمل کیا جاوے مجلس سے فارغ ہو کر بادشاہ نے حضرت سلطان المشائخ کو بڑی تعظیم و تکریم سے رخصت کیا لیکن مولانا ضیاء الدین برنی اپنے حیرت نامہ میں لکھتے ہیں۔ کہ جب حضرت سلطان المشائخ اس مجلس مباحثہ سے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے۔ تو ظہر کے وقت مجھے مولانا محی الدین کاشانی اور امیر خسرو شاعر کو اپنے پاس بلایا۔ جب ہم حاضر خدمت ہوئے۔ تو فرمایا۔ کہ شہر دہلی کے عالم میرے سخت حاسد اور دشمن تھے۔ جب انہوں نے میدان فراخ دیکھا۔ تو بہت سی عداوت بھری باتیں کیں۔ اس بحث میں مجھے ایک نہایت عجیب بات معلوم ہوئی ہے وہ یہ کہ معرض حجت میں وہ صحیح احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم نہیں سنتے۔ اور یہی کہتے جاتے ہیں کہ ہمارے شہر میں فقہ کا رواج مقدم ہے۔ لیکن اس قسم کی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جنہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر اعتقاد نہ ہو۔ جب کوئی صحیح حدیث بیان کی جاتی وہ منع کرتے اور کہتے کہ اس حدیث کی آڑ شافعی نے لی ہے۔ اور وہ ہمارے علما کے دشمن ہیں۔ اس لئے ہم اس حدیث کو نہیں سنتے۔ مجھے ان کے اعتقاد کی نسبت شبہ ہے کیونکہ وہ حضور اولی الامر سے مکابرہ کرتے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ کو منع کرتے ہیں۔ میں نے کوئی ایسا عالم نہیں دیکھا۔ کہ اس کے پاس احادیث نبوی بیان کی جائیں۔ اور وہ کہے کہ میں نہیں سنتا۔ میں نہیں جانتا۔ یہ کس قسم کا زمانہ ہے جس شہر میں اس قسم کا مکابرہ ہو وہ کیونکر آباد رہ سکتا ہے۔ تعجب ہے۔ کہ اس شہر کی اینٹ سے اینٹ کیوں نہیں بجتی۔ جب عام لوگ قاضی شہر سے سنیں گے۔ کہ اس شہر میں حدیث پر عمل نہیں۔ تو کیونکر وہ احادیث

بنوی صلے اللہ علیہ وسلم کے معتقد رہینگے۔ جب سے انہوں نے روایت حدیث سے منع کیا ہے۔ مجھے ڈر ہے۔ کہ کہیں اس بے اعتقادی کی شامت سے آسمان سے بلا و مصیبت نازل نہ ہو۔ اسیا ہے۔ کہ قحط۔ قلت بارش وغیرہ نازل ہونگی۔ چنانچہ اس بحث کے چوتھے سال تمام علماء جو اس مجلس بحث میں حاضر تھے۔ دیوگیر جلا وطن کئے گئے۔ ان میں سے بہت سے علماء دیوگیر چلے گئے۔ اور شہر میں سخت وبا اور قحط کا دورہ ہوا۔ چنانچہ اب تک بھی وہ مصیبتیں بالکل کم نہیں ہوئیں۔ سبحان اللہ! جو بات سلطان المشائخ کی زبان مبارک سے نکلی وہ عین بعین مشاہدے میں آئی ✦

{نکتہ در بیان استماع سماع اہل زمانہ}

صاحبدلان عالم کی رائے انور پر روشن ہو۔ کہ مبتدی مرید کو سماع میں غلو نہیں کرنا چاہئے۔ جب تک کہ نفس سخت ریاضت نہ کھائے اور اپنے آپ کو سخت مجاہدہ میں نہ جلائے۔ جیسا کہ مجاہدات مشائخ کے نکتہ میں تحریر ہو چکا ہے۔ اہل سماع وہ شخص ہوتا ہے۔ جس کی نظروں میں خلقت کی کوئی وقعت نہ ہو۔ اگر ایسا نہیں ہوگا۔ کہ سماع اسے ایسے فتنہ وفساد میں ڈالیگا۔ اور کام سے اس طرح باز رکھیگا۔ کہ وہ سر نہ اٹھا سکیگا۔ اور حرص کے جنگل میں تشویح کا تاگا ڈال کر اسے جنگلوں میں پھرائیگا۔ اور ایک گھڑی بھی ہوش نہیں لینے دیگا۔ اہل سماع کی ذلت یہ ہے۔ کہ دن رات سماع کو جو مردان خدا کی کسوٹی اور مجاہدان الٰہی کا میدان معرکہ ہے۔ گمراہی بنا کر پاؤں کو ٹنے میں مشغول ہے۔ اور شور و غوغا آسمان پر پہنچائے۔ اور اس طریق سے اپنے آپ کو مشہور کرے ؎

حکحک اندر چراغ چیست تری است ۔۔۔ شقشق اندر سماع چیست لیست
در طریقے کہ شرط حاسے سپری است ۔۔۔ نعرۂ بیہودہ تری وخری ہست

اور نیک لوگوں کے گریہ کو جسے وہ از روئے درد وشوق حق کرتے ہیں۔ اور ان کے رقص وشور کو پریشان کرے۔ یعنی رقاص حیوانوں کی طرح رقص کو ناظرین کی ہنسی کا سرمایہ بنائے۔ اور اس قسم کی چال کو اپنی روزی کا سرمایہ بنائے۔ خواجہ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

اے ہوا ہائے تو خدا انگیز ۔۔۔ وائے خدا یا کہ توجدائی زاں

سماع اے برادر بگویم کہ چیست ۔ اگر مستمع را بدانم کہ کیست
اگر برج معنی پرد طیر او ۔ فرشتہ فرو ماند از سیر او
اگر مرد لہو است و بازی و لاغ ۔ قوی تر شود دیوش اندر دماغ

اور اپنے پیروں کی راہ و روش چھوڑ کر اپنی حرص و ہوا کی راہ چلے اور ان ناپسندیدہ حرکات سے وہ کسی جگہ پہنچنا چاہتا ہے۔ بخدا! ہرگز نہیں پہنچ سکیگا۔ نہیں پہنچ سکیگا کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ہرگز نرسی بکعبہ اے اعرابی ۔ کیں رہ کہ تو میروی بترکستانست

برائے خدا ہمارے معظم طبقہ کے مشائخ کی راہ و روش اور مناقب جو اس کتاب میں لکھے گئے ہیں۔ انہیں پڑھو۔ اور دیکھو۔ کہ شروع سے لیکر اخیر تک انہوں نے کس کس قسم کے مجاہدے کئے۔ تکلیفیں سہیں۔ اور کئی مرتبہ رضائے حق کی خاطر نہایت مجاہدہ اور مشغولی سے اپنے آپ کو معرض ہلاکت و تلف میں ڈالا۔ اور کسی فرد بشر کو اس حال سے آگاہی نہ دی۔ جب ناک میں دم آگیا۔ تو سماع میں مشغول ہوئے اور بحر آشنائی میں ہاتھ پاؤں مارے ؎

دست و پائے بزنم گرچہ نکو مے دانم ۔ کہ ترا بینم و از دست غمت جاں برہم

کیونکہ میں نے حضرت سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اور عوارف سے نقل کی ہے۔ کہ سماع مریدوں معتقدوں اور اصحاب ریاضت کا حق ہے جب نفس اور بدن ہلاک ہو جائے۔ تو اسے بھی حق ہے۔ جیسا کہ ان لنفسک حقا، بیشک تیرے نفس کا بھی کچھ تجھ پر حق ہے، سے ظاہر ہے۔ جب وہ سماع کے سبب کچھ آرام کر لیتا ہے۔ تو پھر اسے پہلے کام میں مشغول کرتے ہیں۔ جب حالت یہ ہے۔ تو ان کے تابعین پر لازم ہے۔ کہ ان کی پیروی کریں۔ اور دنیا سے قطع تعلق کریں۔ کیونکہ اس کا ظاہر چرب اور شیریں معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باطنی زہر ہلاہل ہے۔ اور عنقریب زائل ہونے والی ہے۔ اور مشائخ قدس اللہ سرہم کی نظر میں گذرتا ہے۔ اور اللہ تعالے کے روبرو جواب دینا ہے جس نیت سے بھی اس کام میں آؤ۔ اللہ تعالے تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ اور تمہارے احوال پر اس کی نگاہ ہے۔ آج تم اپنے پیروں کے طریقے پر زندگی بسر کرو۔ تاکہ انکے گروہ میں شمار ہو۔ حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

گر نیک آئم مرا از ایشاں گیرند ۔ ور بد باشم مرا بدیشاں بخشند

کاتب حروف نے چند حروف راستی - اخلاص اور دردمندی سے لکھے ہیں - جب کبھی کیمیا اثر نظر کے منظور ہونگے معلوم ہو جائیگا - اگر کوئی شخص مجھ بیچارے کے حق میں جو شیطانی اور نفسانی حرص و ہوا میں مبتلا ہے - دعائے خیر کریگا - اللہ تعالےٰ اس کا انجام بخیر کرے گا ۔

آنجا کہ منم خصومتے نیست | در ہست میانِ تست من بگنیم
مانصیحت بجائے خود کردیم | روز گارے دریں بسر بردیم

باب دہم

دربیان بعضے ملفوظات ومکتوبات حضرت سلطان المشائخ کہ درابواب گذشتہ تحریر نیافتہ است این بیچارہ حسب فہم خود بیان کردہ

اس باب میں چوبیس نکات ہیں :-

{نکتہ اوّل دربیان علم وعلماء}

میں نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے - العلم بالاکتساب والعقل بالغریزة ولھذا یقال عالم ومعلم ومتعلم فی العلم ولا یقال عاقل ومعقل ومتعقل فی العقل کتب عمر بن عبد العزیز الی مکحول الشامی تعلمت فصرت عزیزاً عند الناس فاستعمله التصیر عزیزاً عند اللہ تعالیٰ عن عثمان المغربی ذکر بین یدی الشافی العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان وعلم الادیان علم الحقائق والمعارف وعلم الابدان علم الریاضات والمجاھدات - قال ابن المبارک طلبت علم الدنیا فدلنی علی ترکھا - روی محمد بن الحسن فی المنام وسئل ما فعل اللہ بک قال غفرلی وسئل عن ابی یوسف قال غفر اللہ لی وسئل عن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ قال انا مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء قیل لیحیی بن الرازی مالنا لا ننتفع قال علمنا بنال القائل عقیما قال ابن المبارک بعد المائتین لعرہیب بلا میزیلم تجرد من الحجرة من کنتم صمع عالمی - قال احمد بن جنید رضی اللہ

عنه من كان يومن بالله وباليوم الآخر ولا يدخل الحمام الى بشرك بالجنة فرايت تلك الليلة كان قائل يقول فان الله تعالى قد غفر لك باتباع السنة وجعلك اماما يقتدى بك قلت من انت قال انا جبرائيل قال الحسن بن زياد لابي يوسف بعد المباحثة ان طعام الخليفة قد فسد ذهنك فارجع الى طعامك ليرجع ذهنك اليك قال لقمان اقتد والعلم العلماء ولا تقتدوا ولا تقتدوا بالعلم واقتدوا الزهاد بزهدهم ولا نفقة والحسنة يلهمها الجبار يرا الحمد بيث يحشر العلماء السماء في سورة الجبار التقرب والخنا زيرِ۔ (ترجمہ) علم اکتسابی ہوتا ہے اور عقل وہبی۔ اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کہ ایک عالم ہوتا ہے ایک معلم اور ایک متعلم لیکن عاقل معقل اور متعقل نہیں۔ عمر بن عبد العزیز نے مکحول الشامی کی طرف لکھا۔ کہ میں نے علم حاصل کیا۔ جس کے سبب میں لوگوں کے نزدیک معزز ہوگیا۔ سو اب میں اسے اس واسطے استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزیز ہو جاؤں۔ عثمان مغربی نے شافعی کے روبرو بیان کیا۔ کہ علم دو ہیں۔ علم الابدان اور علم ادیان۔ علم ادیان علم حقائق و علم معارف ہے۔ اور علم الابدان علم الریاضیات اور علم مجاہدات ہے۔ ابن المبارک نے فرمایا۔ میں نے دنیاوی علم حاصل کیا۔ لیکن مجھے علم نے دلالت دی جس کے سبب میں نے اسے چھوڑ دیا۔ محمد بن الحسن کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا۔ کہا۔ مجھے بخش دیا۔ جب ابی یوسف سے پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا۔ کہا مجھے بخشدیا۔ ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا۔ فرمایا۔ میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں۔ جن پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور نبی صدیق اور شہدا ہیں۔ یحییٰ بن رازی سے پوچھا گیا۔ کیا وجہ ہے کہ علم ہماری کیوں سفارش نہ کریگا۔ کہا کہ علم قائل کو بانجھ دیتا ہے۔ ابن المبارک نے دو سو سال بعد بلا نہ بند ایک بدو سے کہا۔ جو اپنی کوٹھری سے باہر نہ نکلتا تھا۔ جس کا نام علم سے نفع تھا۔ احمد بن جنید رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اور حمام میں داخل نہیں ہوتا۔ میں اسے بہشت کی خوشخبری دیتا ہوں۔ میں نے اس رات دیکھا۔ کہ ایک کہنے والا یوں کہہ رہا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتباع سنت کی وجہ سے بخشا۔ اور تمہیں امام بنایا۔ میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے کہا میں جبرائیل ہوں۔ حسن بن زیاد نے ابی یوسف کو مباحثہ کے بعد کہا۔ کہ خلیفہ کے کھانے سے تمہارا ذہن

جاتا رہے ۔ اپنا کھانا کھایا کرو۔ تاکہ تمہارا ذہن لوٹ آئے۔ لقمان کا قول ہے۔ کہ علماء کی بیہودگی انکے علم میں کرو انکے فعل میں نہ کرو۔ اور زاہدوں کی بیہودگی زہد میں کرو۔ اور اس کے حسن و حیلہ میں نہ کرو۔ حدیث میں ہے کہ بُرے علماء کا حشر قیامت کے دن بندر، سؤر اور ریچھ وغیرہ کی صورت میں ہوگا۔

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ علم کا مقام بہت اعلیٰ ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ جس وقت کوئی اہل علم کوئی مسئلہ حل کرتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ پر اس کی بزرگی واجب ہو جاتی ہے۔ ایک مشکل مسئلے کے حل کرنے میں جو حلاوت عالم کو حاصل ہوتی ہے۔ وہ بادشاہ کو اپنی بادشاہی میں بھی نصیب نہیں ہوتا۔ لیکن اکثر علماء اس بات سے واقف نہیں۔ لیکن درویش پر ایسا وقت آتا ہے۔ جس سے اسے وہ لذت حاصل ہوتی ہے۔ جو عالم کو مسئلہ کے حل کرنے سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ پس درویش کی حالت کا اندازہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ خواجہ ابوالمؤید رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے باپ سے پوچھا۔ کہ العلماء ورثۃ الانبیاء کونسے علماء ہیں۔ اُس نے کہا یہی علماء جو تم دیکھتے ہو۔ خواجہ ابوالمؤید نے کہا۔ ہرگز ہرگز یہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انبیاء کو اکتسابی علم نہیں ہوتا۔ آپ کے والد بزرگوار نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ ان کلمات میں سے جن کا اظہار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ ایک کلمہ ہمارے شاہ کی زبان پر گذرا۔ نیز فرمایا۔ کہ جو شخص علم سیکھتا ہے۔ جلدی مشہور ہو جاتا ہے۔ علم کا سیکھنا درویشی سے بدرجہا آسان ہے۔ اگر ایک عالم اور ایک غیر عالم دو کسی درویش کے پاس جائیں۔ اور درویش غیر عالم کی تختی پر کچھ لکھے۔ اور وہ عالم ہو جائے۔ تو اس مرتبہ کا عالم ہوگا۔ کہ عالم دیر کے بعد اس مرتبہ پر پہنچیگا۔ لیکن اگر جاہل نہ ہو۔ تو کامل اور مکمل نہ ہوسکیگا۔ شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز عوارف میں لکھتے ہیں۔ اگر تم میں عقل نہ ہوتی۔ تو علم الٰہی کے لئے وقت تنگ ہو جاتا۔ لیکن جسے اللہ تعالےٰ کا شغل نصیب ہے وہ ایسی باتوں میں مشغول ہی نہیں ہوتا۔ مشائخ اپنے مریدوں کو پہلے علم حاصل کرنے کا حکم دیا کرتے۔ جب وہ اس سے فارغ ہوتے۔ تو پھر انہیں علم سے حال میں مشغول کرتے۔ جو لوگ مقام ابرار پر فائز ہوتے۔ وہ مطالعہ کتب اور علوم دینیہ کے پڑھانے میں مشغول ہوتے۔ نیز فرمایا۔ کہ مولانا برہان الدین نسفی ایک کامل حال عالم تھے۔ جب کوئی آپ کے پاس شاگرد ہونے کے لئے آتا۔ تو آپ فرماتے۔ کہ میں تجھے تین شرائط پر شاگرد کرتا ہوں۔ اوّل یہ کہ کھانا ایک وقت کھاؤ۔ تاکہ علم کے لئے جگہ ہو۔ دوسرے یہ کہ سبق میں ناغہ نہ کرنا۔ اگر ایک دن بھی ناغہ

کروگے۔ تو دوسرے دن سبق نہیں دونگا۔ تیسرے یہ کہ جب بیں رستہ میں تجھے ملوں۔ تو بغیر سلام کئے پاس سے نہ گذرنا۔ لیکن پاؤں پڑنا اور زیادہ تعظیم نہ کرنا۔ نیز فرمایا۔ کہ اگلے وقتوں میں چار شخص برہان نامی دہلی میں آئے۔ ایک برہان الدین بلخی۔ دوسرے برہان الدین کاشانی تیسرے اور چوتھے کی بابت مجھے معلوم نہیں۔ الغرض ان چاروں میں بدرجہ کمال موافقت تھی۔ چنانچہ چاروں اکٹھے ہی کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور ایک ہی جگہ پڑھا کرتے تھے۔ جن دنوں وہ شہر میں آئے۔ شہر کا قاضی نصیر الدین تھا۔ اس نے برہان الدین کاشانی سے کسی محفل میں مسئلہ پوچھا۔ یہ ایک پست قد ترک تھا۔ جب اس نے مسئلہ شروع کیا۔ تو شاگردوں نے کہا۔ کہ یہ ریزہ کیا کہیگا۔ تب سے آپ کا عرف ریزہ ہو گیا۔ آخری عمر میں آپ ابدال ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔ ہر روز صبح آتا۔ دس گھوڑے اور سو سے زیادہ خادم تھے۔ لیکن آپ کسی کو ہمراہ نہ لاتا۔ اس کا ایک لڑکا نور الدین نام تھا۔ بیٹے نے باپ کو کہا۔ کہ ہمارے دشمن بہت ہیں۔ اور آپ ہر روز اکیلے گھر سے جاتے ہیں۔ آپ کسی نوکر کو لیجایا کریں۔ تاکہ آپ کو پانی کا ہی کوزہ دے۔ مولانا برہان الدین نے فرمایا۔ بابا نور الدین! جہاں میں جاتا ہوں۔ وہاں غلام کا دخل نہیں۔ میں تمہیں جو میرے بیٹے ہو وہاں نہیں لیجانا چاہتا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ میں نے تین عالم درویش صفت دیکھے ہیں۔ ایک مولانا شہاب الدین میرٹھی۔ دوسرے مولانا احمد حافظ۔ تیسرے مولانا احمد کیتھلی۔ نیز فرمایا۔ کہ مولانا احمد حافظ مرد خدا تھے۔ ایک دفعہ میرا شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کا ارادہ ہوا۔ تو اثنائے راہ میں سرستی کی حدود میں میں احمد حافظ سے ملا۔ اس نے کہا۔ جب شیخ صاحب کے روضہ متبرکہ پر جاؤ۔ تو میرا سلام پہنچانا ؎

روا سے صبا دسلامم بر آستانش رساں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بصحن منظر د دیوار و در دبانش رساں

اور یہ بھی میری طرف سے عرض کرنا۔ کہ میں دنیا نہیں مانگتا۔ اس کے طالب اور بہت ہیں اور عقبےٰ بھی نہیں چاہتا۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کی موت مروں۔ اور نیک لوگوں سے مل جاؤں۔ پھر حضرت سلطان المشائخ نے مولانا احمد کیتھلی کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ بڑے بابرکت تھے۔ اگرچہ کسی سے پیوند نہ رکھتے تھے۔ لیکن بہت سے مردان خدا کی زیارت کی تھی۔ پہلی دفعہ جب میری آپ سے ملاقات ہوئی۔ تو آپ کی صورت

اور تقریر سے معلوم ہوا۔ کہ آپ واصل ہیں۔ میرے دل میں کچھ خیال تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ جواب دیا۔ کہ وہ مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخؒ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اگر وہ سوال سو عالموں سے بھی پوچھا جاتا۔ تو بھی حل نہ ہوتا۔ نیز اسی بزرگ کے اخلاق کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ جب آپ میرے ہاں آئے۔ اس وقت میرے پاس خدمتگار جمع تھے۔ ایک نے ان میں سے کوئی بے ادبی کی۔ کسی نے اسے لکڑی ماری۔ مولانا کیتھلی اس طرح رونے لگے۔ گویا وہ لکڑی ان کے لگی ہے اور فرمایا۔ کہ یہ جو اسے دکھ پہنچا ہے۔ وہ میری شامت اعمال کی وجہ سے پہنچا ہے۔ حضرت سلطان المشائخؒ نے فرمایا۔ کہ مجھے اس کی رقت و شفقت سے نہایت انکساری دل میں ہوئی۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک دفعہ جب میں سرسے کے علاقے میں گیا۔ تو میں نے سُنا کہ کل یہاں ڈاکہ پڑا ہے۔ جس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں ایک عالم مولانا کیتھلی میں تھے۔ وہ جس وقت شہید ہوئے۔ اُس وقت وہ قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ جب میں دوسرے روز مقتولوں کو دیکھنے گیا۔ تو تلاش و تفتیش سے معلوم ہوا کہ وہی مولانا کیتھلی ہیں۔ جو شہید ہوئے ہیں ❊

نیز فرمایا۔ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد خلق کا رجوع امام احمد حنبل کی طرف تھا۔ امام شافعی حیران تھے۔ ایک روز امام حنبل امام شافعی کے مکان پر گئے۔ پھر خلقت کا رجوع امام شافعی کی طرف ہو گیا۔ اس طرح امام حنبل خلقت کے جھگڑے بکھیڑوں سے فارغ ہو حقتعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو گئے۔ نیز فرمایا۔ کہ مولانا فخر الدین زرادی شافعی مذہب تھے۔ لیکن جب کبھی امام اعظمؒ کا ذکر کرتے تو رحمۃ اللہ علیہ کے لفظ کا استعمال کرتے۔ خواجہ محمد اصل سرزی نے پوچھا۔ کہ مولانا کیا آپ نے قرآن شریف پڑھا ہے۔ اور اس میں سے کچھ پڑھ سکتے ہو۔ فرمایا۔ ہاں میں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ خواجہ محمد نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تابعین کے حق میں "والذین اتبعوا ہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" فرمایا ہے اور امام اعظم تابعین میں سے تھے۔ (مطلب یہ کہ امام اعظم کے اسم مبارک کے ساتھ لفظ "رضی اللہ عنہ" کا استعمال کرنا چاہیئے) بعد ازاں سلطان المشائخؒ نے فرمایا۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے سات صحابیوں کو دیکھا تھا۔ نیز فرمایا۔ کہ کسی خلیفہ نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا۔ اور اس سے پوچھا۔ کہ میری عمر کس قدر باقی ہے۔ اور کل کتنی

ہے۔ ملک الموت نے پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا۔ جب جاگا۔ تو شہر کے تمام معبروں کو بلایا۔ ہر ایک حکیم اور عالم نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق کچھ کہا۔ بعض نے کہا۔ پچاس سال۔ بعض نے پانچ سال۔ بعض نے پانچ روز کہے۔ لیکن خلیفہ کو دلی تسکین نہ ہوئی۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ ملک الموت کی مراد ان پانچ انگلیوں سے پانچ علوم کی نفی تھی۔ اس پر دلیل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے خود کلام مجید میں فرمایا ہے۔ ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری بای ارض تموت۔ یعنی بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔ کہ کب قیامت آئیگی۔ وہی مینہ برساتا ہے۔ اور وہی جانتا ہے۔ کہ پیٹ میں آیا لڑکی ہے یا لڑکا۔ اور کسی کو یہ معلوم نہیں۔ کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ اور نہ یہ کسی کو معلوم ہے۔ کہ اس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی۔ امام اعظمؒ نے فرمایا۔ کہ ان پانچ باتوں کے علم سے خلقت کا ادراک عاجز ہے۔ ان کا علم صرف ذات حق کو ہے ؂

نیز فرمایا۔ کہ کسی بزرگ نے جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھکر عرض کی۔ کہ آپ کی حدیث مجھ تک پہنچتی ہے۔ کہ ہر زمانے میں مردانِ خدا ہوتے ہیں جن کی برکت سے جہان قائم رہتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے اس بات کی تصدیق فرمائی۔ پھر اس نے پوچھا۔ کہ اس زمانے میں وہ کون ہے۔ فرمایا محمدؐ ادریس ؂

کوفی اندر طریق دین کافی — شافعی در دحیل راشافی
آں قریشی زنسل وآں کوفی — او بحجت فقیہ و ابن صوفی
ہمہ نیک اندبے حکومت تو — تو بدی وسبک خصومت تو

نیز فرمایا۔ کہ مولانا مجد الدین حاجری سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ہر رات مولانا فخر الدین زرادی کے پاس تین تاء کاغذ سفید مع قلم دوات رکھدئے جاتے۔ صبح تک آپ انہیں لکھدیتے۔ اور صرف لا الہ الا اللہ، کی شرح ہوتی۔ مولانا شہاب الدین دہی جن کا ذکر اعلیٰ بابوں میں تحریر ہو چکا ہے۔ حاضر خدمت تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ قاضی برہان الدین بلخی کے کتب خانہ میں اربعین رازی کا نسخہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود ہے۔ اس نسخہ میں پہلے اور آخیر صفحہ پر اللہ ہی اللہ لکھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ یہ کتاب لکھتے وقت مصنف پر حق تعالےٰ کا ذکر غالب تھا

اگر آپ کچھ لکھنا بھی چاہتے - تو "اللہ" لکھا جاتا ۔

نیز فرمایا - کہ جو شخص علم حاصل کرے - اس کے لئے علم بمنزلہ ایک عمدہ قیمت والے درخت کی طرح ہے - جو بغیر رنج و محنت حاصل نہیں ہو سکتا - علم بھی خوش نصیبی سے ہاتھ آتا ہے - اگر علم حاصل کر کے اطاعت بھی کرے - تو فوراً علی نور ہے ۔ اور جب علم وعمل دونوں حاصل ہو جائیں - تو دونوں کو نظر سے گرا دے - تاکہ خود پسندی میں مبتلا نہ ہو جائے ۔

نیز فرمایا - کہ دنیا میں جو اس قدر عالم گذر چکے ہیں - کسی کو کیا معلوم کہ کہاں ہو گذرے ہیں - اگر کچھ باقی رہ گیا ہے - تو وہ حسن معاملہ ہے - اور یہی حقیقی زندگی ہے - وہ بآسانی ہاتھ نہیں آتی - شبلیؒ اور جنیدؒ آج تک زندہ ہیں - نیز فرمایا - کہ پہلی رات امام اعظم رضی اللہ عنہ نے رحلت فرمائی - اور آخری رات امام شافعیؒ پیدا ہوئے - چنانچہ خاقانی نے اس بارے میں کہا ہے ؎

چوں فلک عہد ثنائی در نوشت — آسماں چوں این سخن گستر نزاد
بوحنیفہ اول شب نقل کرد — شافعی آخر شب از مادر بزاد

حکیم ثنائی علم کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

علم رہ جانب اللہ برد — جہل رہ سوئے نفس و جاہ برد
جان بے علم تن بمیر اند — شاخ بے برگ میوہ کے براند
حکم از علم نیک پے گردد — سنگ بے اصل لعل کے گردد
علم دان خاصۂ خدا آمد — علم خوان شرح مصطفےٰ آمد
کشت بے آب بار بر ندہد — تخم بے مغز بس ثمر ندہد
درد بے علم تخم در شور است — علم بے درد سنگ ہر گور است
علم کز بہر حشمت آموزی — نیست جز رنج و محنت روزی
بد بخوانی و بے بتر گردد — در بود نیک نیکتر گردد
بسوئے عالم بہ ست از سوئے طن — دانش جاں بہ از نوا آتش تن
برگ دہ دوست را و دشمن را — علم جاں را بہ علم دہ تن را
گاؤ یک سالہ را بہا دو درم — علم یک لحظہ را بہا عالم

عالماں غور کنند در عالم بادر عامل میانِ عالم کم

{ نکتہ در بیان شب معراج حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم }

سلطان المشائخ سے پوچھا گیا۔ کہ معراج کس قسم کا تھا؟ فرمایا۔ مکہ سے بیت المقدس تک سرا رتھا۔ بیت المقدس سے پہلے آسمان تک معراج۔ پہلے آسمان سے قاب قوسین تک عروج سنا۔ سائل نے پوچھا۔ کہ قلب۔ قالب اور روح کو کیونکر معراج ہوتا ہے۔ آپ نے جواب میں صرف یہ مصرعہ پڑھا۔ مصرعہ

فظن خیرا ولا تسئال الخبر

(ترجمہ) نیک گمان کر اور نیک کو نہ پوچھ ۔

پھر فرمایا۔ کہ ایسی باتوں کا یقین کر لینا چاہیئے۔ اور ان کی تحقیق و تفتیش کی چنداں کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔ کہ مجھے معلوم نہیں کہ شب معراج آنحضرت صلعم کو وہاں لے گئے۔ یا عرش کرسی بہشت اور دوزخ وغیرہ کو یہاں لائے۔ جہاں آنحضرتؐ تھے۔ دوسری صورت میں حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ زیادہ ہے ؎

برنہادہ ز بہرِ باغِ ارم پائے برفرقِ عالم و آدم
دو جہاں پیش ہمتش بدو جو سرِ ما زاغ و ماطغی بشنو
بازگردش سوئے معراج پرواز گفتہ وہم شنیدہ آمد باز
جسم جاں کردہ در خزانہ راز پیش محراب ابرو انش نماز
منہج صدق در دو ابرو داشت کشش عشق در دو گیسو داشت
عزتش لا نبی بعدی گوئے ہمتش الرفیق اعلےٰ جوئے
قبہ برفرق آفتاب زدہ راہِ او جبرائیل آب زدہ
کے تواں زد زروئے حرمت ہیم ایں چنیں نوبتے بہ درِ کلیم

{ نکتہ در بیان وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم }

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ ہر ایک پیغمبر کو رحلت کے وقت اختیار دیا گیا۔ کہ اگر وہ چاہے تو دنیا میں اور کچھ عرصہ رہ لے۔ جب جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا وقت قریب پہنچا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل میں خیال

آیا۔ کہ جناب سرور کائنات خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کچھ عرصہ اور اصحاب میں رہیں۔ اور عالم بقا میں نہ جائیں۔ یہ خیال کر کے آنحضرتؐ کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ آنحضرتؐ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ نیز فرمایا۔ کہ آنحضرتؐ کا وقت رحلت ربیع الاول کی پہلی تاریخ ہے۔ نو روز تک آنحضرتؐ کو دفن نہیں کیا۔ آنحضرتؐ کے نو حرموں نے کھانے پکائے۔ دسویں روز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس قدر طعام پکایا۔ کہ مدینہ کی تمام خلقت نے کھایا۔

منقول ہے۔ کہ جب صحابہ کرام نے آنحضرتؐ کو غسل دینا چاہا۔ تو متفکر تھے۔ کہ آیا کپڑوں سمیت غسل دیں یا بغیر کپڑوں کے۔ پہلے آواز آئی۔ کہ بغیر کپڑوں کے۔ حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ اتنے میں دوسری آواز آئی کہ کپڑوں سمیت پھر کپڑے سمیت غسل دیا گیا۔ پہلی آواز شیطان کی تھی۔ اور دوسری خضر علیہ السلام کی۔ خواجہ حکیم ثنائی فرماتے ہیں ؎

در ترنم تبارک اللہ گوئی — بود مشتاق درگہ حضرت
زخمہا خوردہ و رحمہا کردہ — عاقبت رفت و لیس پردہ
چوں دم از حضرتش فرو زدہ — آتش اندر ہمہ وجود زدہ
طوطی جانش چوں قفس بشکست — رفت بر فرق جبریل نشست
آنکہ در پیش خاک زار بخفت — زاں ہمے الرفیق الاعلیٰ گفت
تنش نالاں و جانش فرخندہ — اندروں سوز و از بروں خندہ

{ نکتہ در بیان عقل }

میں مصنفؒ نے حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے دست مبارک کا لکھا دیکھا ہے۔ العقل نور فطری یزید بالسمع والکسب وقال رسول اللہ علیہ السلام العقل فی القلب والرحمۃ فی الکبد والرافۃ فی الطحال ویبدء لک العلامۃ لاربع عشر سنۃ وینتھی حلوله لاربع عشرین وحصله لثمان وعشرین وقال ابن عباس رضی اللہ عنہ یا امیرالمومنین رایت الرجل یقل قوامہ ویکثر زادہ ورجل یکثر قوامہ ویقل زادہ ایھما احب الیک قال سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما سالتنی قال احسن ھا عقل لنشاط اعقل من اکثر الناس یرحمہ

فصاح الراعی من ھولھا وھو لا یزجر ما اکتسب والرسل العقل والقلوب سماویۃ وملکوتیۃ والنفوس والابدان ارضیۃ وملکیۃ وانہ من النور وھذا من الظلمۃ والعقل مشتمل علی اصلین التقرب الی اللہ بالطاعۃ والنزول الی الخلق بالاثیر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم جن عقلی قبل موتی ثلاثۃ ایام قیل لم قال خوف ان تجری علی لسانی فی ذالک الوقت شئ فیختم لی بالشقا ولا وان لم یلن لی عقل رفع عنی القلم قال الامام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ من سعادۃ الرجل ان یکون خصمہ عاقلاً وان خصمی لا عقل لہ یعنی النفس۔ (ترجمہ) عقل ایک قدرتی نور ہے۔ جو سننے اور کسب سے زیادہ ہوسکتا ہے۔ جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عقل دل میں۔ رحم جگر میں اور نرمی اور مہربانی تلی میں ہوتی ہے۔ چودہ سے چوبیس سال تک قدرت مدرکہ پورے طور پر ترقی کر چکتی ہے۔ اور عقل اٹھائیس سال تک۔ ابن عباسؓ نے امیر المومنین سے پوچھا۔ کہ کیا آپ کوئی آدمی دیکھا جس کا قیام تھوڑا اور توشہ زیادہ ہو یا وہ جس کا قیام زیادہ اور توشہ تھوڑا ہو۔ امیر المومنین نے فرمایا۔ میں نے یہی بات آنحضرتؐ سے پوچھی تھی۔ تو آنجناب نے فرمایا تھا۔ کہ میری عقل دوسرے لوگوں سے زیادہ ہے۔ کیونکہ دوسروں کی نسبت بسبب اپنے جسم کے زیادہ عقلمند ہے۔ تب چرواہا چلا اٹھا اور کہنے لگا عقل کا کون مالک ہے اور ان لوگوں کو کئے اعمال کی بابت بازپرس کی جاتی ہے۔ رسولوں کی عقل اور دل آسمانی اور ملکوتی ہوتے ہیں۔ اور نفس اور بدن زمینی اور ملکی تو نور ہے۔ اور یہ تاریکی نہیں عقل کی دو جہتیں ہیں۔ ایک ساعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف جاتی ہے۔ اور وہ نور ہے۔ دوسری رحم وآسمانی سے خلقت کی طرف ہے۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے میرے معبود! میری موت سے تین دن پہلے میری عقل ٹھکانے نہ رہے۔ آنحضرتؐ سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔ تو فرمایا۔ کہ میں ڈرتا ہوں۔ کہ اس وقت مجھ سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکل جائے جس کے سبب مجھے قطعی شقاوت نصیب ہو۔ اگر مجھ میں عقل نہ ہوگی۔ تو مجھے مواخذہ بھی نہ ہوگا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ انسان کی نیک بختی اس بات میں ہے۔ کہ اس کا دشمن عقلمند ہو۔ لیکن میرا دشمن وہ ہے جس میں عقل نہیں یعنی نفس۔

خواجہ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

هرچه در زیر چرخ نیک و بد اند | خوشه چینان خرمن خرد اند
عقل هم گوهر است و هم کان است | در تن مرد عقل سلطان است
عقل طرّار و حیله گر نبود | عقل غمّاز و کینه ور نبود
عقل جز خواجهٔ محقق نیست | نفس جز کافر و منافق نیست
عقل هرگز بکذب راضی نیست | عقل هرگز وکیل قاضی نیست
و آنکه راضی بکذب و سالوسی است | آنکه غماز و آنکه ناموسی است
آنکه او آبروی نان طلب است | و آنکه امی و آنکه بوالعجب است
این همه عقل های عاریتی است | کز پئے مال و جاه تربیتی است
درگذر این کیاست روباش | عقل دین جوے و پس رها دہ باش
عقل دین جز اداے عطا نکنند | تا نبر دہ است بحق رہا نکنند
دایۂ زیر این کہن بنیاد | نیست کس را چو عقل بادر زاد
پدر و مادر در حیات لطیف | نفس گویا شمار عقل شریف
زین دو جفت شریف طاق مباش | و اندرین هر دو اصل عاق مباش

﴿نکتہ در بیان ترکِ دُنیا﴾

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ ایک چیز صورت و معنی میں دُنیا ہے۔ ایک ظاہر میں تو دنیا ہے لیکن حقیقت میں دنیا نہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ جو ظاہر و حقیقت دونوں میں دُنیا ہے۔ وہ خرچ سے زیادہ آمدنی اور نافرمانی ہے۔ اور جو صورت و معنی دونوں میں دنیا نہیں۔ وہ طاعت با اخلاص ہے۔ اور جو ظاہر میں دنیا ہے اور حقیقت میں بھی دنیا ہے وہ طاعت با ریا ہے۔ جو نفع حاصل کرنے اور تکالیف دور کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اور جو ظاہر میں دُنیا ہے اور حقیقت میں دنیا نہیں۔ وہ حق زوجیت ادا کرنا ہے۔ اس نیت سے جماع کرنا کہ اس کا حق ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ دانائی کی اصل یہ ہے۔ کہ دنیا سے پرہیز کرے۔ اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے۔ کہ میرے مال کا تیسرا حصہ ایسے شخص کو دینا جو آدمیوں میں سے سب سے دانا ہو۔ تو اس وصیت پر کیسے عملدرآمد کرنا چاہیئے۔ خود ہی فرمایا کہ اس کے اس کے مال کا تیسرا حصہ تارک الدنیا کو دینا چاہیئے۔ حاضرین میں سے ایک نے

پوچھا۔ کہ جبکہ وہ تارک الدنیا ہے۔ تو تیسرا حصہ مال کا کیونکر قبول کریگا۔ فرمایا۔ بات تو خرچ کے بارے میں ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ سونا چاندی مال و اسباب وغیرہ دنیا نہیں۔ بلکہ ان سے محبت رکھنا دنیا ہے۔ اگر ان سے تعلق و محبت نہ رکھیں۔ تو یہ دنیا میں شمار نہیں۔ اول تو انسان کا پیٹ ہی دنیا ہے۔ اگر انسان کم کھائے تو وہ تارک الدنیا ہے +

پھر فرمایا۔ کہ ایک بزرگ پانی پر مصلے بچھا کر نماز ادا کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ اے پروردگار خضر علیہ السلام کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔ اسے توبہ عنایت کر۔ اسی وقت خضر علیہ السلام آموجود ہوئے اور پوچھا۔ کہ مجھ سے کونسا کبیرہ گناہ سرزد ہوا۔ کہا۔ تم جنگل میں درخت لگا کر اس کے سائے میں بیٹھتے ہو۔ اور آرام لیتے ہو۔ اور پھر کہتے ہو کہ میں نے یہ درخت برائے خدا لگایا ہے خضر علیہ السلام نے فی الفور توبہ کی۔ پھر اس بزرگ نے خضر علیہ السلام کو کہا۔ کہ ترک دنیا میں اس طرح ہو۔ جس طرح میں ہوں خضر علیہ السلام نے پوچھا۔ کیونکر۔ کہا۔ میں اس طرح زندگی بسر کرتا ہوں۔ کہ اگر ساری دنیا مجھے دی جائے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا جائے۔ کہ قیامت کے دن تجھ سے اس کا حساب نہیں لیا جائیگا اور علاوہ بریں یہ بھی کہا جائے۔ اگر نہ لوگے تو دوزخ میں ڈالے جاؤگے۔ تو میں دوزخ میں پڑنا قبول کروں گا۔ لیکن دنیا کو قبول نہ کروں گا خضر علیہ السلام نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ کہ دنیا پر اللہ تعالےٰ کی ناراضگی ہے۔ اور جس چیز کو اللہ تعالےٰ دشمن جانتا ہے اس کی بجائے دوزخ قبول کرنا بہتر ہے۔ اس واسطے کہ دنیا کی نسبت دوزخ کا قبول کرنا بہتر ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ میں نے شیخ شیوخ العالم سے سنا ہے کہ جو شخص دنیا ترک کرتا ہے اللہ تعالےٰ دنیا مع دنیا داروں کے اس کے قدموں میں گراتا ہے +

نیز فرمایا۔ کہ جب اللہ تعالےٰ بندے کو عزیز کرتا ہے تو دنیا کو اس کی نظروں میں خوار کرتا ہے۔ اور جسے خوار کرتا ہے اس کی نگاہوں میں دنیا عزیز کرتا ہے +

نیز فرمایا۔ کہ ترک دنیا کا یہ مطلب نہیں۔ کہ انسان ننگا ہو کر لنگوٹہ باندھے۔ بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ خود بھی کھائے پیئے اور پہنے اور اوروں کو بھی کھلائے پلائے اور پہنائے۔ اور مستحقوں کو دے شکستہ دلوں کی تسلی کرے۔ اور اپنا دل دنیا سے ہٹائے رکھے۔ بلند ہمت ہے سے شہوت کا خیال چھوڑے۔ پھر یہ مصرعہ پڑھا۔ مصرعہ

یک لحظہ ز شہوتے کہ داری بر خیز!

بعد ازاں فرمایا۔ کون ہے جس نے کمینی چیز سے قطع تعلق کیا۔ اور شریف کے مرتبے پر نہ پہنچا

نیز فرمایا۔ کہ تمام گناہ ایک حجرے میں ہیں۔ جس کی کنجی دُنیا کی محبت ہے۔ اور تمام طاعتیں ایک حجرہ میں ہیں جس کی کنجی فقر اللہ کی محبت ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ ایک صاحب دل کو بہت سا مال بطور ورثہ ملا۔ اس نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی۔ کہ میں اس کو اپنے پاس رکھوں گا۔ لیکن مال و دل تیرے سپرد کرتا ہوں جس وقت مجھے ضرورت ہو دینا۔ یہ کہہ کر سب فقیروں کو بانٹ دیا۔ بعد ازاں جتنی ضرورت ہوتی۔ اتنا ہی روپیہ اسے مل جاتا۔ گویا اس نے قرضیت کے طور پر اللہ تعالےٰ کو مال دے رکھا تھا۔ اور اللہ تعالےٰ بھی جس وقت وہ مانگتا دے دیتا۔ اس موقعہ پر محی الدین کاشانی نے آیت پڑھی۔ رب المشرق والمغرب لا الٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلا۔ یعنی اللہ تعالےٰ مشرق اور مغرب کا پروردگار ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کو اپنا کاروبار بنانے والا بنا۔ حضرت سلطان المشائخ کو یہ بات پسند آئی۔ اور فرمایا ؎

مردے حکیم پیش پسر   داد چندیں ہزار بدرۂ زر
گفت بابا نصیبۂ من گو   گفت اے پدر در خزانۂ ہو
قسم تو بے حرص و بے انباز   من بحق دادم او دہد بتو باز
او بحق کارساز جاں ہانیست   بکند ظلم با تو زانہا نیست

نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے یاروں کو فرمایا کہ درویش کو اختیار دیا گیا کہ خواہ دنیا و مافیہا کو پسند کر خواہ عاقبت کو۔ اس نے عاقبت ہی اختیار کی۔ جب یہ حکایت ختم کر چکے۔ تو حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے رونا شروع کیا صحابہ نے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا۔ کہ جس درویش کا ذکر آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ وہ خود آنحضرتؐ کی ذات بابرکات ہے۔ آنجناب ہی مخیر و مختار ہیں۔

نیز فرمایا۔ کہ خواہ کوئی دن کو روزہ رکھے اور رات جاگ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہے اور حاجی بھی ہو لیکن اصل بات یہ ہے۔ کہ دنیا کی دوستی اس کے دِل میں نہیں ہونی چاہئے۔ پھر فرمایا۔ کہ جس کے دِل میں دنیاوی محبت ہے وہ دنیا پرست ہے ؎

چگنی بار کاندریں فرسنگ   بار بسیار بر سرِ خرِ لنگ
خرِ لنگ ضعیف و بار گراں   منزلت سنگلاخ و تو حیراں
راہ تاریک و چراغ بے روغن   باد صرصر تو باد فانہ من

هر صفیر کز وجود لاف زن است | باد مسعود پائے منحوس است
هست نقش ریا چو صورت شمع | شمع او راست تابش اندر جمع
هست در نقش و شکلہ گردونغم | شکل ابلیس ابلہ و ابکم
نفس اعجاب ہست در سینہ | قبۂ بے رحم در آئینہ
ہمہ در نفس ناسپاس تو اند | ہمہ در پردۂ حواس تو اند
باش تا رب تے بند بکشاید | باش تا با تو در حدیث آید
تا کیا نزانشاندہ بر وے | از پئے ہیچ روزہ راہ گذر
گر بمیری نکشتہ ایشاں را | کم کنی ملک ملک خویشاں را

{نکتہ در بیان فقر و غنا و فضیلت فقر بر غنا}

میں مصنف نے سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے "قیل الفقر الانس بالمعدوم والوحشۃ بالمعلوم۔ الفقر فی الدنیا مفتاح باب الغناء فی الآخرۃ وفی الحدیث من مات لم یترک درھما ولا دینارا لم یدخل فی الجنۃ اعنی منہ قال ابن عباس رضی اللہ عنہ وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما علی اصحاب الصفۃ فرای فقرھم وجھدھم وطیب قلوبھم فقال ابشروا یا اصحاب الصفۃ فمن بقی منکم علی النعت الذی انتم علیہ الیوم راضیا بما ھو فانہ من رفقائی یوم القیامۃ" کہا گیا ہے کہ فقراء کو معدوم سے انس اور معلوم سے وحشت ہوتی ہے۔ اور یہ کہ دنیا میں فقر آخرت کی غنا کی کنجی ہے۔ نیز حدیث میں ہے کہ جو شخص کوئی درہم و دینار چھوڑے بغیر مر گیا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک روز جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب صفہ کے فقر، کوشش اور دلوں کی پاکیزگی سے واقف ہو کر فرمایا۔ کہ میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ جو تم میں سے موجودہ سختی پر رضا و رغبت سے قائم رہیگا۔ وہ قیامت کے دن میرا رفیق ہوگا ؛

شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا قول ہے "والعلماء اشرف الناس والفقراء اشرف الاشراف۔ الفقیر بین العلماء کالبدر بین الکواکب السماء" علماء انسانوں میں سے اشرف ہیں۔ اور فقراء اشراف میں سے اشرف ہیں۔ فقیر علماء میں ایسا ہے جیسے آسمانی ستاروں میں چاند ؛

نیز فرمایا۔ کہ جو درویش عبادت اور طاعت میں مشغول ہو۔ اسے بیت المال سے لینے کا حق حاصل نہیں۔ درویش کو زنبیل سے روٹی کھانا چاہیئے۔ افسوس کہ اب مشائخ کی زنبیل نہیں پھرتی۔ اجودھن میں حضرت شیخ شیوخ العالم کی زنبیل پھرا کرتی تھی۔ نیز فرمایا کہ فقر و غناء کی فضیلت کے بارے میں علماء کا اختلاف رائے ہے۔ خواجہ جنید۔ ابراہیم خواص اور اکثر علماء کی رائے ہے کہ صابر اور شرائط پر کاربند فقیر شاکر اور شرائط پر کاربند غنی سے افضل ہے لیکن ابوالعباس بن عطا اس کے مخالف ہیں۔ انکی دلیل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے "ووجدک عائلاً فاغنیٰ" کہکر بندے پر احسان جتلایا۔ یعنی اگر غنا افضل نہ ہوتا۔ تو احسان نہ جتلاتا۔ اور اُن کی حجت یہ حدیث ہے۔ "لکل احد خرقۃ وخرقتی الفقر والجہاد من احب الفقراء فقد احبنی ومن ابغضہا فقد ابغضنی" ہر ایک کا کوئی نہ کوئی خرقہ ہوتا ہے۔ سو میرا خرقہ فقر اور جہاد ہے۔ جو فقراء سے محبت کرتا ہے۔ وہ گویا مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اور جو ان سے بغض و عداوت کرتا ہے۔ وہ گویا مجھ سے عداوت و بغض رکھتا ہے۔ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالعباس کے حق میں بد دعا کی۔ تو حق تعالےٰ نے اسے کثرت مال میں مبتلا کیا۔ چنانچہ ابوالعباس بارہا کہا کرتے تھے میں جنید رح کی دعا سے اس بلاء میں مبتلا ہوا ہوں۔ پھر اس قول سے لوٹا۔ اختلاف صدر اول میں تھا اس واسطے کہ خلقت کا اکثر مال حلال ہوا کرتا تھا۔ لیکن ہمارے زمانے میں اکثر مال حرام اور مشتبہ ہے۔ اِس لئے فقر غنا سے افضل ہے۔ اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ٭

میں مصنف رح نے حضرت سلطان المشائخ کے دستِ مبارک کا لکھا دیکھا ہے۔

الناس اربعۃ طبقات طبقۃ تارکتہ بحظوظ الدنیا والآخرۃ والطبقات مختلف الاولی ھم اسعد اء علی الاطلاق والثانیۃ ھم الاشقیاء علی الاطلاق والآخریات اضا فتیان ونبینا علیہ السلام لقولہ تعالی لولاک لما خلقت الافلاک سید الانبیاء والانبیاء من خلقہ افضل ممن سواہ فان قیل الیس الجمع بینہما کما سلیمان علیہ السلام الا انہ اطاعۃ الجن والانس والریح ونبینا وقال علیہ السلام الفقر فخری وان اللہ خیر قلنا للملک صورۃ وحقیقۃ الاستغناء والقدرۃ وھما کانا

نبی نبینا علیہ السلام خیّر فردّ فقال لولا الدعوۃ والقدرۃ اخیتنا لاصبح موثقا اشتکی عن صورۃ الملک والجمع بینہما علی قسمین احدہما ان یکون طرف الاخرۃ ارجح علی دنیاہ والثانی علی العکس وسلیمان من الثانی والنبیا صلی اللہ علیہ وسلم من الاول ما قال سلیمان علیہ السلام من الدنیا کان علی سبیل التمنۃ الا ان اللہ خلق الدنیا لاجل النبی علیہ السلام فعبر عنہا بالخیر والعافیۃ کقولہ الحج عرفۃ (ترجمہ) لوگ بلحاظ تارک الدنیا اور تارک الآخرت ہونیکے چار طرح کے ہیں۔ پہلے علی الاطلاق۔ نیک بخت۔ دوسرے علی الاطلاق بدبخت اور باقی کے ان کے بین بین۔ ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالے نے فرمایا۔ کہ اگر تو نہ ہوتا تو آسمان نہ پیدا کئے جاتے جناب سرور کائنات انبیاء کے سردار ہیں۔ اور انبیا باقی مخلوق سے افضل ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ دنیا اور آخرت دونو ایک ساتھ نہیں حاصل ہوسکتیں۔ دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام کو دونوں ہی حاصل تھیں۔ چنانچہ جن انسان اور ہوا سب آپ کے مطیع تھے۔ لیکن ہمارے پیغمبر صاحبؐ نے بھی فرمایا۔ کہ فقر میرا فخر ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ملک کی صورت بھی ہوا کرتی ہے اور حقیقت بھی۔ استغنا اور قدرت دونو ہمارے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں تھیں۔ اور یہ دونوں آنحضرتؐ میں بدرجہ غایت تھیں۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ کہ اگر ہمارے بھائی سلیمان کی دعا اور قدرت نہ ہوتی۔ تو اس جن کو میں صبح کو بچوں کا کھیل بنا دیتا۔ ملک کی صورت کا شکوہ کیا۔ دونو کا اکٹھا ہونا دو طرح کا ہے۔ ایک یہ کہ آخرت کا پلہ دنیا پھر سے بھاری ہو دوسرا اس کے برعکس۔ حضرت سلیمان کو دوسری قسم حاصل تھی۔ اور ہمارے پیغمبر صاحب کو پہلی۔ اللہ تعالے نے دنیا ہمارے پیغمبر صاحب کی خاطر پیدا کی۔ لیکن آنحضرتؐ اس سے خیر و عافیت سے گذر گئے۔ جیسا کہ خود آپ نے فرمایا ہے عرفہ کا نام حج ہے'۔

لطیفہ نکتہ در بیان طبقات

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری امت کے پانچ طبقے ہونگے۔ اور ہر طبقہ چالیس سال ہوگا۔ الطبقۃ الاولی طبقۃ العلم والمشاہدۃ۔ الطبقۃ الثانیہ طبقۃ البر والتقوی

الثالثة طبقة التواصل والتراحم۔ الطبقة الرابعة طبقة التقاطع والتدابر الطبقة الخامسة طبقة الحرج والمرج، فرمایا۔ کہ پہلا طبقہ علم ومشاہدہ کا ہے۔ اور وہ صحابہ کرام تھے۔ دوسرا طبقہ نیکی اور پرہیزگاری کا ہے۔ وہ تابعین تھے۔ تیسرا تواصل وتراحم کا۔ تواصل کا یہ مطلب ہے۔ کہ جب دنیا انہیں مل جائے۔ اور ان میں مشترک ہو تو۔ دوسرے کے پہلو کو مقدم سمجھتے ہیں۔ تراحم یہ ہے۔ کہ اگر دنیا اُن کی طرف آئے۔ تو بغیر مشارکت اسے خرچ کر ڈالیں۔ اور راہِ حق میں صرف کردیں۔ چوتھا طبقہ تقاطع اور تدابر کا ہے اگر دنیا انہیں مشترکہ دی جائے۔ تو دوسرے کا خیال نہ کرکے آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اور اگر دنیا بلا شرکت غیرے انہیں دی جائے۔ تو وہ ساری کی ساری لیتے ہیں۔ اور خلقت کی طرف پیٹھ کردیتے ہیں۔ اور کسی کو اس میں سے کچھ نہیں دیتے۔ پانچواں طبقہ ہرج ومرج کا ہے۔ یعنی لوگ ایک دوسرے کی غیبت اور نکتہ چینی کرینگے۔ اور ان پانچوں طبقوں کی مدت دوسو سال ہے۔ دوسو سال بعد سلخ ہوگا۔ حضرت سلطان المشائخ اس بات پر پہنچ کر آبدیدہ ہوئے اور فرمایا۔ کہ جناب سرور کائنات کا یہ حکم دوسو سال کے بعد پورا ہوچکا ہے۔ اس زمانے کے آدمیوں کا اندازہ خود کرسکتے ہو۔

{نکتہ دربیان نیت}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ پہلے نیت نیک چاہئے کیونکہ خلقت کی نگاہ تو عمل پر ہوتی ہے۔ لیکن حق کی نظر نیت پر ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ نیت پر ہوتی ہے اس واسطے ترک عمل پسندیدہ ہے۔ نیت کا یہ مطلب نہیں۔ کہ صرف انسان دل میں کہے کہ میں یہ کام کرتا ہوں یا کرونگا۔ یہ تو نفس کی بات ہے۔ بلکہ نیت وہ ہے۔ جو دل سے اٹھے۔ پھر خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی وہ فتوح جاری مجرائے ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور بعض کے دل میں ہوتی ہے۔ اور بعض کے دل میں نہیں ہوتی جس کا دل دنیا کی طرف مائل ہے۔ اس میں بے اختیار ہے خیرات میں عموماً یہ بات میسر نہیں ہوتی مگر بڑی کوشش سے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ دمشق کی جامع مسجد کے متعلق وقف بہت ہے۔ اور وہاں کا متولی بڑا مالدار ہے۔ گویا دوسرا بادشاہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر بادشاہ کو مالی ضرورت پڑتی ہے۔ تو متولی سے قرض لیتا ہے۔ الغرض ایک درویش ان اوقاف کی طمع سے دمشق کی جامع مسجد میں طاعت

وعبادت میں مشغول ہوا۔ شاید کہ شہرت حاصل کرے۔ اور مسجد کا متولی بنایا جاوے۔ مدت تک عبادت کرتا رہا کسی نے اس کا نام بھی نہ لیا۔ ایک رات وہ اس دکھلاوے کی عبادت سے سخت پشیمان ہوا۔ اور اللہ تعالے سے اُس نے عہد کیا۔ کہ میں تیری عبادت خاص تیرے ہی لئے کروں گا۔ نہ کہ طمع شغل سے جتنی پہلے عبادت کرتا تھا اتنی ہی کرنے لگا اور نیت نیک تھی۔ ایسا کرنے سے تھوڑے ہی عرصے بعد اسے متولی بنانے کے لئے بلایا گیا اُس نے کہا میں نے اسے ترک کر دیا ہے بیں بہتیرا عرصہ اس کی طلب میں رہا۔ اب جبکہ ترک کر چکا ہوں۔ مجھے دیتے ہیں۔ الغرض وہ بدستور یاد الہٰی میں مشغول رہا۔ اور اس شغل (تولیت) سے آلودہ نہ ہوا ✦

{نکتہ در بیان صبر و رضا}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ صبر اس بات کا نام ہے کہ جب کوئی واقعہ اُس کی مرضی کے خلاف ہو جائے۔ تو اس میں آہ وزاری نہ کرے بلکہ اسے برداشت کرے۔ اور رضا یہ ہے۔ کہ اس بلا کو راضی خوشی قبول کرے۔ اور اس کے دل پر ناگوار نہ گذرے۔ ایسا معلوم ہو کہ گویا وہ بلا اس پر نازل نہیں ہوئی۔ لیکن متکلم لوگ اس بات کے منکر ہیں۔ جیسا کہ اوعیہ ماثورہ میں حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے۔ میں (مصنف) نے حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ما یقول اللھم انی اسئلک الصحۃ والامانۃ وحسن الخلق والمحبۃ فی قلوب الناس وعنہ ومن التمس رضاء اللہ رضی اللہ عنہ وارضی الناس عنہ من التمس رضاء الناس سخط اللہ علیہ وسخط علیہ الناس المؤمنون الصالحون فی الکافرین قلیل والصالحون فی المؤمنین والصادقون فی الصالحین قلیل والرضوان فی الصابرین قلیل فاطلبوا ھم واغتنموا صحبتھم۔ سئل ابو عثمان المغربی عن قولہ علیہ السلام اسئلک الرضا بعد القضاء قال لان الرضاء بعد القضاء ھو الرضاء۔ قال نبی من الانبیاء یا رب کیف رضی المساکین عنک قال ابو حامد الایلقار بسکم لکنی اعرف کیف الرضاء بقضاء اللہ تعالیٰ حتی یورث یوما بسبیلک ملح فرایت اعمی یقول اللھم اغفرلھن یا خذ بیدی ویلغنی فاخذت بیدہ وقلت لہ این مصلاک

قال بیت اللہ یحج بہ تحیۃ عرفت الرضاء بقضاء اللہ فنودی فی سری ان لم ترض بما قضیت فاستعدل الی من یبقی فی جنت بعدک ولیس فی الھوی واھل السخا بھوی وسھل السخا بد ضی " (ترجمہ) جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بارہا بارگاہ الٰہی میں دعا کیا کرتے تھے۔ کہ اے پروردگار! میں تجھ سے امن۔ صلح۔ حسن خلق اور محبت چاہتا ہوں۔ اور لوگوں کے دلوں میں میری محبت ہو جائے۔ نیز فرمایا۔ کہ جو شخص اللہ تعالےٰ سے اس کی رضا مندی طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اور خلقت دونو اس سے راضی ہوتے ہیں۔ اور جو شخص لوگوں کی رضا مندی کا طالب ہوتا ہے۔ اس سے اللہ تعالےٰ بھی ناراض ہوتا ہے اور خلقت بھی۔ کافروں میں مومن اور صالح بہت کم ہیں۔ اور مومنوں میں صالح اور صالحوں میں صادق بہت کم ہیں۔ اور صابروں میں رضا پر راضی رہنے والے کم۔ ایسے لوگوں کی تلاش کرو۔ اور ان کی ہم نشینی کو غنیمت سمجھو۔ جب ابو عثمان مغربی سے آنحضرت صلعم کی اس حدیث "اسئلک الرضاء بعد القضاء" کا مطلب پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ قضا پر راضی رہنا ہی رضا ہے۔ ایک نبی نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ کہ پروردگار! مساکین تجھ سے کیونکر راضی ہوتے ہیں۔ ابو حامد نے کہا۔ کہ وہ صرف لقائے الٰہی سے راضی ہوتے ہیں۔ لیکن مجھے معلوم ہے۔ کہ قضائے الٰہی پر راضی ہونے کا کیا مطلب ہے۔ اگر تیری راہ میں انہیں نمک بھی مل جائے تو بھی وہ راضی ہو جاتے ہیں۔ میں نے ایک اندھے کو دیکھا۔ جو کہہ رہا تھا۔ کہ اے پروردگار! ایسے شخص کو بخشنا۔ جو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے منزل مقصود پر پہنچا دے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے پوچھا۔ کہ تمہارا جائے نماز کہاں ہے۔ اس نے کہا۔ بیت اللہ شریف جہاں پر حج کیا جاتا ہے۔ اس وقت مجھے راضی بہ قضاء الٰہی کے مطلب سمجھ میں آیا۔ اسی وقت میرے سر میں ندا کی گئی۔ کہ اگر تو اپنے کئے پر راضی نہیں۔ تو ایسے شخص کی طرف جا جو بہشت میں تیرے پیچھے نہیں رہیگا۔ اور یہ بات حرص و ہوا میں نہیں۔ اہل نجات مائل و راغب ہوتے ہوتے ہیں۔ اور جو رضا بقضا ہوتے ہیں۔ وہ جلدی ترقی کرتے ہیں ؎

باش در حکم صولجانش گوے ۔ ہم سمعنا و ہم اطعنا گوے
بر در حق بباش و ور نگرد ۔ کہ بزاری شوی دریں رہ مرد
بوسئے لیک نسبت درکارے ۔ تو کجی اندریں میاں بارسے

آں او ئی مکن ستیزه یاد — گر گریزی از و گر یز باد
قدرش را بچشم خویش ببیں — خواجه آزادگی مباش ہمیں
جان و اسباب خویشتن درباز — بر رہ سیل ورود خانہ مساز
چند پرسی کہ بندگی چہ بود — بندگی جز فگندگی نبود
آنکہ دلہائے آشنا داند — دل زخوردن چرا جدا ماند

{نکتہ در بیان خوف ورجا}

میں نے حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے ۔ اذا اقشعر جلد العبد من خشیۃ اللہ انحطت ذنوبہ کما انحط عن الشجرۃ الیابسۃ ورقہا قال اللہ عزوجل یا موسیٰ تخاف من غیری قال نعم اخاف ممن لا یخاف منک قال رجل یا رسول اللہ اھو مومن وقت الذنب قال اھو یخاف اذا اذنب اذ قال نعم خوفہ یدل علی ایمانہ ۔ سئل شاہ الکرمانی ما ثواب الخوف ۔ قال الا ان یخاف الحسبۃ قال رجل لعارف انی اخاف من فلان قال لا تخفہ فان قلت من یخاف بید یرجوہ قال جبرئیل لمیکائیل انی اعجب من ھوان اللہ تعالیٰ خلق الخلق وصورھم واعطاھم النعم وھو یعصی بہ اعجالھم لم ینقص من ملکہ فلم یعاقبھم قال میکائیل کما قال جبرائیل علیہما السلام

(جب خوف خدا سے انسان کانپتا ہے ۔ تو اس کے گناہ اسطرح گر جاتے ہیں ۔ جیسے خشک درخت پر سے پتے ۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مہتر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا ۔ کہ کیا تم میرے غیر سے ڈرتے ہو؟ عرض کی اس سے ڈرتا ہوں جو تجھ سے نہیں ڈرتا ۔ ایک آدمی نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ۔ کہ کیا گناہ کے وقت انسان مومن رہتا ہے ۔ آنحضرت نے پوچھا کیا وہ گناہ کے وقت ڈرتا ہے ۔ عرض کی ڈرتا ہے ۔ فرمایا پس اس کا ڈرنا اس کے ایمان پر دلالت کرتا ہے ۔ شاہ کرمانی سے پوچھا گیا ۔ کہ خوف کا کیا ثواب ہے ۔ فرمایا ۔ یہ کہ حساب سے ڈرے ۔ ایک شخص نے کسی عارف کو کہا ۔ کہ میں فلاں شخص سے ڈرتا ہوں ۔ اس نے کہا ۔ اس سے مت ڈر ۔ بلکہ اس سے ڈر جس سے تجھے کچھ امید ہو سکتی ہے جبرائیل نے میکائیل کو کہا ۔ کہ مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ۔ اس کی صورت بنائی ۔ اور طرح طرح کی نعمتیں اسے دیں ۔ اور پھر وہ گناہ اور نافرمانی کرتا

ہے۔ اگر انسان ایسا کریگا۔ تو اللہ تعالےٰ کے ملک سے کچھ کم نہیں ہو جائیگا۔ اور اس کا کچھ بڑھ نہیں جائیگا۔ میکائیلؑ نے بھی وہی کہا۔ جو جبرائیلؑ نے کہا تھا۔ حضرت سلطان المشائخ سے پوچھا کہ مرجی اور ناجی کون ہیں۔ فرمایا۔ ناجی اُسے کہتے ہیں۔ جو رجا ہی کی بات کرے۔ پھر فرمایا۔ کہ مرجی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ مرجی خالص اور مرجی غیر خالص خالص وہ جو اسرار ان کی بات کہے۔

{نکتہ دربیان ریا}

میں نے سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ کے دست مبارک کا لکھا دیکھا ہے۔ والریاء لایقبلہ الحق ولا یمدحہ الخلق قال الفضیل کانوا قبلنا یراؤن الناس بما عملوا فصاروا الیوم یراؤن الناس بما لم یعملوا قال الجنید من خالط الناس دارھم ومن دارھم رایاھم۔ ریا کو نہ حق تعالےٰ قبول کرتا ہے۔ اور نہ خلقت سراہتی ہے فضیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ جو لوگ دنیا میں اپنے اعمال لوگوں کو دکھایا کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے وہ اعمال لوگوں کو دکھائے جائینگے۔ جن کو وہ لوگوں سے چھپایا کرتے تھے۔ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص لوگوں سے میل جول رکھتا ہے۔ وہ گویا دور کرتا ہے۔ اور جو ان کا دور کرتا ہے۔ وہ انہیں اپنے اعمال دکھاتا ہے۔

حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں ایک شخص کا ذکر یوں کہا گیا۔ کہ وہ پہلے وقتوں میں جامع مسجد میں ہمیشہ رات کو جاگتا اور ساری رات عبادت الٰہی میں اس واسطے مشغول رہتا۔ کہ شاید اسے شیخ الاسلام کا عہدہ نصیب ہو۔ اسی اثناء میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بنیا بیس سال روزے رکھتا رہا۔ لیکن اس عرصے میں کسی کو اس بات کی خبر نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ اس کی عورت کو بھی معلوم نہ ہو سکا۔ اگر گھر میں آتا تو یہی ظاہر کرتا۔ کہ گویا دکان پر اس نے کچھ کھا لیا ہے۔ اور جب دکان پر جاتا۔ تو ایسا ظاہر کرتا کہ گھر سے کچھ کھا کر آیا ہے۔

{نکتہ دربیان توکل}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ صرف اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ کسی مخلوق سے امید نہیں رکھنی چاہیئے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ انسان کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا۔ جب تک تمام خلقت اس کی نظر میں اونٹ کے ایک بال کی طرح دکھائی نہ دے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ حج کو جا رہے تھے۔ راہ میں آپ سے ایک لڑکا ملا۔ جسے آپ نے پوچھا۔ تیرا سامان سفر کہاں ہے؟ اس نے

کہا۔ اے ابراہیم جب اللہ تعالے اپنے بندے کو بے اسباب پیدا کر سکتا ہے۔ تو کیا مجھے بغیر توشہ کعبہ نہیں پہنچا سکتا۔ الغرض جب ابراہیم خواص کعبہ پہنچے۔ تو دیکھا کہ وہ لڑکا پہلے ہی پہونچ کر کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ جب اس لڑکے کی نگاہ ابراہیم خواص پر پڑی۔ تو اس نے کہا۔ او کمزور یقین والے جو کچھ تو نے مجھے کہا۔ اس سے اب بھی توبہ کی یا نہیں ❖

نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ ایک کفن چور نے خواجہ بایزید کی خدمت میں آکر توبہ کی۔ خواجہ صاحب نے اس سے پوچھا۔ تو نے کتنے کفن چرائے۔ کہا ایک ہزار۔ پوچھا ان میں سے کتنوں کا رُخ قبلہ کی طرف تھا۔ کہا صرف دو کا۔ حاضرین میں سے ایک نے خواجہ صاحب سے پوچھا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ باقیوں کے رُخ قبلہ کی طرف سے پھرے ہوئے تھے۔ فرمایا۔ ان کو حق تعالے پر اعتماد نہ تھا۔ اور ان دو کا تھا ❖

بعد ازاں فرمایا۔ کہ مشائخ کی رائے میں رزق چار طرح کا ہوتا ہے۔ ایک رزق مضمون۔ دوسرا رزق مقسوم۔ تیسرا رزق مملوک۔ چوتھا رزق موعود۔ رزق مضمون وہ ہے۔ جو انسان کو کھانے پینے کی چیز ملتی ہے۔ اور جو کچھ اس کی آمدنی ہے۔ وہ رزق مضمون کہلاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالے ضامن ہے۔ وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا، روئے زمین پر کوئی ایسا پھرنے والا نہیں۔ جس کے رزق کا ضامن اللہ تعالے نہ ہو۔ رزق مقسوم وہ ہے۔ جو اس کی قسمت میں لوح محفوظ پر لکھا ہوا ہے ؎

زدنیا رزق ما غم خوردن آمد نشاید خورد الا رزق مقسوم

رزق مملوک وہ ہے۔ جو اس کے پاس بطور ذخیرہ ہو۔ جیسے روپیہ پیسہ اور مال و اسباب۔ رزق موعودہ وہ ہے جس کا اللہ تعالے نے وعدہ کیا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب، یعنی جو شخص اللہ تعالے سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مخرج بناتا ہے۔ اور ایسی طرح رزق دیتا ہے۔ جس کا انسان کو وہم و گمان ہی نہیں ہوتا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ توکل رزق مضمون میں ہے۔ نہ کہ دوسرے رزقوں میں۔ اس واسطے کہ جو مقسوم ہے وہ بہر حال پہنچتا ہے۔ اس میں توکل کا کوئی کام نہیں۔ اور جو مملوک ہو اس میں بھی توکل نہیں اور نہ ہو سکتا ہے اور جو موعود ہے وہ بالضرور ملیگا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ توکل کے مرتبے تین ہیں۔ پہلے مرتبے کی مثال یہ ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے دعوے کی خاطر کوئی وکیل کرے جو عالم بھی ہو اور

دوست بھی۔ تو موکل کو توکل ہوگا۔ کہ میرا وکیل دانا اور دوست ہے۔ اس صورت میں توکل بھی ہے اور سوال بھی۔ کیونکہ کبھی کبھی وہ وکیل کو یہ بھی کہیگا۔ کہ دعوٰے میں جواب اس طرح دینا دوسرا مرتبہ توکل کا یہ ہے جیسے شیر خوار بچہ۔ اس میں توکل ہے۔ لیکن سوال نہیں۔ کیونکہ بچہ جانتا ہے۔ کہ جب مجھے دودھ کی ضرورت ہو گی۔ ماں مجھے دیگی۔ تیسرے مرتبے کی مثال وہ ہے جیسے مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ خواہ وہ کسی طرح اٹھائے پلٹائے۔ یہ سب سے بلند و اعلےٰ مرتبہ ہے ٭

{نکتہ دربیان حلم وعفو وغضب وحیا}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ ان اوصاف میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں حضرت امیر المومنین ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ مشہور تھے۔ نجاشی کو آپ نے کچھ فرمایا۔ تو اس نے کسی عیب کا طعنہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ صاحب آپ کو میرا ادنےٰ سا عیب معلوم ہوا ہے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ امام عاصم جو صاحب قرأت ہیں۔ ایک دفعہ جنگل کی طرف گئے۔ تو ایک کمینے نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ آپ نے کچھ نہ کہا۔ جب شہر کے نزدیک پہنچے۔ تو وہ بدستور یاوہ گوئی میں مشغول رہا۔ آپ نے اسے فرمایا۔ کہ اب شہر قریب ہے۔ اس میں میرے کئی دوست آشنا موجود ہیں۔ اب گالی گلوچ سے باز آؤ۔ ایسا نہ ہو کوئی میرا دوست آشنا بگڑ کر تمہیں تکلیف پہنچائے ٭

میں مصنف نے حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ العلم عینۃ والحلم زینۃ ولھذا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اغنی بالعلم وزینی بالحلم وانا ضعیف وقال یا کریم انی اتیت الیک فان عاقبتنا فنحن اھل العقوبۃ وان عفوت عنا فانت اھل العفو قال قد عفوت عنکم وفی روایۃ کما قال یوسف لاخوتہ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔ قال حکیم اذا غضبت فانظر الی السماء ثم الی الارض ثم الی خالقھا زال عنک الغضب الحیاء ضربین حیاء الرب من الکرم وحیاء السائل من المنام، وعلم انسان کی آنکھ اور حلم اس کی زینت ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اغنی بالعلم فزینی بالحلم، علم سے میری اعانت کر اور

حلم سے مجھے زینت عطا کر۔ میں تیری طرف آیا ہوں۔ اگر تو مجھے عذاب کرے۔ تو ہم اس کے اہل ہیں۔ اور اگر تو معاف کردے۔ تو تو صاحبِ عفو ہے۔ اس نے کہا میں نے تمہیں معاف کیا۔ ایک اور روایت میں ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو فرمایا۔ کہ آج تم پر مواخذہ نہیں۔ اللہ تعالےٰ تمہیں بخشیگا۔ اور وہ ارحم الراحمین ہے۔ ایک حکیم نے کہا کہ جب تو غضب کی حالت میں ہو۔ تو پہلے آسمان کی طرف دیکھ۔ پھر زمین کی طرف۔ پھر اُن کے پیدا کرنیوالے کی طرف۔ ایسا کرنے سے تیرا غصّہ جاتا رہیگا۔

نیز فرمایا۔ کہ معافی بخشی سے بہتر ہے۔ یعنی اگر معاف نہ کرے اور غصہ پی جائے۔ تو ڈر ہے۔ کہ وہ دل میں کینہ بن جائے۔ اس موقعہ پر فرمایا۔ کہ میدانِ قیامت میں اللہ تعالےٰ حکم دیگا۔ کہ منادی کردو۔ کہ جس کا ہم پر کوئی حق ہے۔ آئے اور اپنا حق لے۔ تمام انبیاء سر جھکا ئینگے۔ اور کسی کو مجال نہ ہوگی۔ کہ دعوےٰ کرے کہ میں حقدار ہوں۔ پھر آواز آئیگی کہ کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے مظلوم کو معاف کیا۔ نیز حدیث میں ہے۔ کہ ہر روز بندے کے ستر گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ بعد ازاں اگر گناہ کرے۔ تو وہ کرتا ہے اور اس کی سزا ملتی ہے۔ شاذونادر ہی کوئی ستر گناہ معاف کرتا ہے۔ میں نے سلطان المشائخ کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ قال علیہ السلام لاتضربوا اماءکم علی کبیر آلکم فان لہا آجالا کآجالکم۔ اپنی لونڈیوں کو کبیرہ کے عوض مت سزا دو۔ کیونکہ جس طرح تمہارے لئے اجل ہے اسی طرح اس کے لئے بھی ہے۔

حکایت۔ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں ایک شخص چھری سمیت پایا گیا جب اس بات کی اطلاع سلطان المشائخ کو ہوئی۔ تو آپ نے کسی شخص کو اجازت نہ دی کہ اس شخص کو ستائے۔ پھر اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا۔ کہ اس بات کا اقرار کرو۔ کہ آئندہ تکلیف نہ پہنچاؤ گے۔ اس نے اقرار کیا۔ پھر آپ نے اُسے راستے کا خرچ دیکر رخصت فرمایا۔ بعد ازاں دشمنی کے بارے میں آپ نے فرمایا۔ کہ ظلم کو برداشت کرجانا بہ نسبت بدلہ لینے کے بدرجہا بہتر ہے۔ پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمائے

ہر کہ مارا رنجہ دارد در حقش بسیار باد   وآنکہ یارا خوار دارد ایزد اورا یار باد
ہر کہ او خارے نہد در راہ من از دشمنی   ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

پھر فرمایا۔ کہ جو شخص راستے میں کانٹے رکھے۔ اور اُس کے رستے میں بھی کانٹے رکھے جائیں۔ تو

کانٹے کاٹتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ عام لوگوں میں تو یہی دستور ہے۔ لیکن درویشوں کا یہ دستور نہیں۔ کیونکہ درویش بھلے بُرے سب کے ساتھ نیکی سے پیش آتے ہیں۔ میں (مصنفؒ) نے اپنے والد بزرگوار سے اور اُنہوں نے حضرت سلطان المشائخؒ سے اس بارے میں حسب ذیل رباعی سُنی ہے ؎

گیرم کہ نماز ہائے بسیار کنی — ور روزۂ دہر بیشمار کنی
تا دل نکنی ز غصہ و کینہ تہی — صدمن گل بر سر یک خار کنی

نیز فرمایا۔ کہ انسان میں دو چیزیں ہیں۔ ایک نفس۔ دوسرے قلب۔ اگر کوئی نفس سے پیش آئے۔ تو اس سے قلب سے پیش آنا چاہیئے۔ یعنی نفس میں سراسر لڑائی جھگڑا اور فتنہ و فساد ہے۔ اور قلب میں سراسر سکونت۔ نرمی اور رضا ہے۔ پس جب کوئی نفس سے پیش آئے۔ اور اس سے قلب سے پیش آئیں۔ تو اس کا نفس مغلوب ہو جاتا ہے۔ اگر نفس کے مقابلے میں نفس سے پیش آئیں۔ تو لڑائی جھگڑا زیادہ ہو جاتا ہے۔ پھر تحمل اور حلم کی فضیلت میں یہ شعر پڑھا ؎

زہر باد سے چوکا ہے گر نامرزی — اگر کوئی بکا ہے ہے بیزری

حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا۔ کہ بعض لوگ آپ کو برسرِ منبر اور بعض اور مقامات پر آپ کی شان میں نامناسب کلمات کہتے ہیں جن کو ہم سُن نہیں سکتے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے سب کو معاف کیا۔ انسان کو لوگوں کے لڑائی جھگڑے میں مصروف ہونے کی فرصت ہی کہاں ہے۔ جو مجھے بُرا بھلا کہتا ہے میں اسے معاف کر دیتا ہوں۔ چونکہ میں معاف کرتا ہوں اس لیئے تمہیں بھی لازم و مناسب ہے کہ معاف کر دو۔ اور پھر اس قسم کا ذکر نہ کرنا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اندرپت کا رہنے والا چھجو مجھے ہمیشہ بُرا بھلا کہا کرتا۔ اور ساتھ ہی میرا بدخواہ ہو گیا بدگو کی نسبت بدخواہ بُرا ہوتا ہے۔ الغرض جب وہ مر گیا۔ تو میں نے تیسرے دن اس کی قبر پر جا کر اُس کے حق میں دعائے خیر کی۔ کہ اے پروردگار! جو کچھ اس شخص نے میرے حق میں بُرا بھلا کہا میں نے اسے معاف کیا۔ تو بھی اپنے فضل و کرم سے معاف کر۔ پھر اس بارے میں فرمایا۔ کہ اگر دو شخصوں میں دشمنی ہو۔ تو ایک اگر اپنا باطن صاف کرے۔ تو دوسرے کا باطن بھی صاف ہو جائیگا۔ اور تکلیف کم ہو جائیگی۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ انسان کو کسی کے بُرا بھلا کہنے سے ناراض نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے۔ کہ صوفی وہ شخص ہے

جس کا مال سبیل ہے۔ اور خون مباح ہے۔ جب یہ حالت ہے۔ تو پھر کسی کے بُرا کہنے کا کیا ڈر ہے۔ دشمنی کیوں کرنی چاہیئے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک دفعہ اسی قسم کے بدگو آئے۔ اور بہت سی واہیات باتیں کیں۔ میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر فرمایا۔ کہ خلقت کا معاملہ تین طرح کا ہے پہلا یہ ہے کہ انسان سے نہ کسی کو فائدہ پہنچے نہ نقصان۔ ایسا شخص جمادات کی طرح ہے دوسرا اس سے بہتر ہے۔ کہ اس سے فائدہ پہنچے۔ لیکن نقصان نہ پہنچے۔ تیسرا دونوں سے اچھا ہے۔ کہ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور اگر اسے لوگوں سے تکلیف پہونچے۔ تو بدلہ نہیں لیتا۔ بلکہ برداشت کر کے انہیں معاف کر دیتا ہے۔ اور یہ صدیقوں کا کام ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ تارانی نام ایک بادشاہ تھا۔ اسے شیخ سیف الدین باخرزیؒ سے بڑی محبت تھی۔ جب اسے رعایا نے قتل کیا۔ اور اس کی جگہ دوسرا بادشاہ مقرر ہوا۔ تو ایک چغلخور اس کا مقرب بنا۔ جسے شیخ سیف الدین سے دشمنی تھی۔ اس نے بادشاہ کو کہا۔ اگر آپ اپنے ملک کی سلامتی چاہتے ہو۔ تو شیخ سیف الدین کا قلع قمع کر دو۔ کیونکہ اسی سے ملک ہاتھوں ہاتھ جاتا ہے۔ بادشاہ نے اسی چغلخور کو کہا۔ کہ تو ہی جا اور جس طرح بن پڑے۔ شیخ صاحب کو یہاں لے آ۔ جب وہ چغلخور شیخ صاحب کے پاس گیا۔ تو گستاخی سے پیش آیا۔ اور شاید آپ کے گلے میں پگڑی ڈال کھینچ کھینچ یا اور کسی بے عزتی سے لے گیا۔ بادشاہ نے جب شیخ صاحب کو دیکھا۔ تو فی الفور تخت سے اترا اور معافی کے طور پر آپ کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اور طرح طرح کی خدمات بجالانے لگا۔ اور معافی مانگی۔ کہ میں نے اس طرح نہیں کہا تھا۔ جب شیخ صاحب گھر آئے۔ تو دوسرے روز بادشاہ نے اسی چغلخور کے ہاتھ پاؤں باندھ کر شیخ صاحب کی خدمت میں بھیجدیا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ میں نے حکم دیا ہے۔ کہ اسے قتل کیا جائے۔ اب اسے آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ جس طرح چاہیں اسے قتل کریں۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی اس کے ہاتھ پاؤں سے ہتھ کڑیاں بیڑیاں دور کیں۔ اور اپنا کپڑا پہنا کر فرمایا۔ کہ آج میرے ساتھ وعظ میں چلنا۔ سوموار کا دن تھا۔ آپ اسے اپنے ساتھ مجلس وعظ میں لائے اور منبر پر چڑھ کر یہ شعر پڑھا ؎

آنہا کہ بجائے ما بدی ہا کردند　　　گر دست رسد بجز نکوئی نکنم

بعد ازاں فرمایا۔ کہ انسان سے جو نیک و بد فعل ظہور میں آتا ہے۔ اس کا اصلی خالق ذات الٰہی ہے۔ جو کچھ پہنچتا ہے وہیں سے آتا ہے۔ کسی سے ناراض نہیں ہونا چاہیئے۔ پھر موقعہ کے

مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ خواجہ ابوسعید ابوالخیر جا رہے تھے۔ کسی کمینہ نے پیچھے سے آکر آپ کو دھپڑ مارا۔ آپ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ تو اُس نے کہا مجھے کیا دیکھتے ہو۔ کیا تم نے نہیں کہا تھا۔ کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ ہے تو ایسا ہی لیکن میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہ اس کام کے لئے کس بدبخت کو نامزد کیا ہے ٭

{نکتہ در بیان صحبت}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ ہمنشینی کا مراتب ہے۔ کہ اس سے فائدہ ہو۔ اور اس صحبت کا اثر نیک ہو۔ پھر اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ اثنائے سفر میں شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا قدس اللہ سرہ العزیز ایک درویش سے ملے۔ اور پوچھا۔ کہ لوگ اس شخص کی تلاش کرتے ہیں۔ جو نیک لوگوں کا لباس کھتا ہو۔ لیکن بہت سے مخلوق کندھے پر سجادہ ڈالے ہوئے نیکوں کے لباس میں شیطان سیرت موجود ہیں۔ پھر اصل نقل میں تمیز کیونکر ہو۔ اس نے کہا ایسے شخص کی ملاقات کے بعد اپنے باطن کا حال دیکھنا چاہیئے۔ اگر باطن کی حالت پہلے سے اچھی ہے۔ تو وہ نیک ہے۔ اگر بُری ہے تو بد۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

با ہر کہ نشستی و نہ شد شاد دلت ۔۔۔ و ز تو نرسید زحمت آبِ گلت

با او منشیں حیاں عزیزم زنہار ۔۔۔ زیرا کہ کند جان عزیزان بحلت

نیز فرمایا۔ کہ اخوت تین طرح کی ہے۔ ایک اخوت دوست۔ دوسری اخوت نسبت۔ تیسری اخوت دین۔ ان میں اخوت دینی زیادہ زور آور ہے۔ کیونکہ اگر دو بھائی ہوں۔ جن میں سے ایک مسلمان دوسرا کافر۔ تو کافر مسلمان کے ورثہ کا حقدار نہیں ہوسکتا۔ لیکن دینی اخوت دنیا اور آخرت دونوں میں قائم رہتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ۔ الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین، جو لوگ دنیا میں ایک دوسرے کے دوست تھے۔ آج (قیامت کے دن) بعض بعض کے دشمن ہیں۔ لیکن متقی آپس میں اسی طرح دوست ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ نیک لوگوں کی صحبت کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ تو آپ کی جنگ شاہ عراق سے ہوئی۔ عراق کا بادشاہ پکڑا ہوا آپ کے پاس آیا۔ تو آپ نے اسے فرمایا ۔ اما الاسلام اما السیف، یا دین اسلام قبول کر و یا تلوار۔ یعنی دین اسلام قبول نہ کرو گے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ تلوار لاؤ۔ یہ بادشاہ نہایت ہی دانا تھا۔ جب اس نے یہ حالت دیکھی۔ تو کہا میں پیاسا

ہوں حکم کرو تاکہ مجھے پانی پلائیں۔ آپ نے حکم دیا تو شیشے کے برتن میں پانی لائے۔ اُس نے نہ پیا پھر آپ نے اس خیال سے کہ بادشاہ ہے سونے کے برتن میں پانی منگوایا۔ پھر بھی نہ پیا۔ اس نے حضرت عمرؓ کو کہا۔ کہ میں پیاسا ہوں۔ آپ حکم دیں کہ مجھے پانی پلائیں۔ جب مٹی کے کوزے میں پانی لایا گیا۔ تو اُس نے کہا۔ کہ میرے ساتھ اقرار کرو۔ کہ جب تک یہ پانی نہ پیوں۔ مجھے قتل نہ کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ میں عہد کرتا ہوں۔ کہ جب تک تم یہ پانی نہ پیو گے میں تمہیں قتل نہیں کروں گا۔ اس بادشاہ نے کوزہ لیکر زمین پر پھینک دیا۔ کوزہ ٹوٹ گیا اور پانی گر گیا۔ پھر کہنے لگا کہ چونکہ آپ کا اقرار تھا۔ کہ جب تک یہ پانی نہ پیونگا۔ آپ مجھے قتل نہ کرینگے۔ اس لئے اب میں پناہ میں ہوں حضرت عمرؓ اُس کی عقلمندی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور فرمایا میں نے تمہاری جان بخشی کی۔

پھر حضرت عمرؓ نے سوچا کہ اور ایک یار جو نہایت صالح مرد تھا۔ اس کے ہمراہ کیا۔ چونکہ وہ یار نہایت صالح اور دیانتدار تھا۔ اس لئے بادشاہ عراق پر اُس کی صحبت کا اثر ہوا۔ بادشاہ عراق نے امیر المومنین کی خدمت میں کہلا بھیجا۔ کہ مجھے اپنے پاس بلا کر ایمان تلقین کرو۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس بلا کر اُسے مسلمان کیا۔ الحمد للہ۔ جب مسلمان ہوا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اب میں عراق کا علاقہ تجھے دیتا ہوں۔ اس نے کہا۔ اب عراق کا ملک میرے کس درکار ہے۔ مجھے عراق میں سے ایک گاؤں دے دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا بہتر۔ اس بادشاہ نے کہا۔ مجھے ایک خراب گاؤں چاہیئے۔ تاکہ اسے آباد کروں۔ جب حضرت عمرؓ نے آدمی بھیجے کہ اس قسم کا کوئی اجڑا ہوا گاؤں تلاش کرو۔ تو تمام کے تمام آباد پائے۔ اس بادشاہ نے کہا۔ کہ میری غرض یہ تھی۔ کہ میں عراق ملک اچھی حالت میں آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اگر آپ کوئی گاؤں غیر آباد ہو گیا۔ تو اُس کے ذمہ وار آپ ہونگے۔ اور قیامت کے دن اس کی جوابدہی آپ کو کرنی پڑیگی۔ حضرت سلطان المشائخ آبدیدہ ہوئے۔ اور بادشاہ عراق کی عقلمندی کی بہت تعریف کی۔ اور فرمایا۔ کہ جب سلطان قطب الدین سے میری ملاقات ہوئی۔ تو میں نے یہ بات اس سے کی۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مامن صاحب یصحب صاحبة او ساعة من لیل او نہار الا یسئل اللہ عن صحبتہ ہل اقام فیہا حق اللہ ام لا۔ قیامت کے دن لوگوں سے اس صحبت کی بابت پوچھا جائیگا۔ کہ کس نیت سے تم مصاحب بنے اور حقوق صحبت کو کیونکر بنایا۔ کیا اس صحبت میں خدا تعالٰے کا حق بھی ادا کیا یا نہیں نیز فرمایا کہ شیخ جنیدؒ فرماتے ہیں وجدت طبی فی شغل المدینة دینے

اپنے پروردگار کو مدینہ کی گلیوں میں پایا۔ لوگوں نے پوچھا کیونکر؟ فرمایا۔ ایک روز میں مدینے کے بازار میں سے جا رہا تھا۔ کہ وہاں میں نے چند نہایت ہی خستہ حال اشخاص دیکھے۔ مجھے ان کی حالت زار پر رحم آیا۔ میں نے ان سے انس کرنا چاہا۔ چنانچہ چند روز اُن کے ساتھ رہا۔ تو مجھے معلوم ہوگیا۔ کہ واقعی اللہ تعالے شکستہ دلوں کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔ انا عند المنکسرۃ قلوبہم ۔ یعنی میں دل شکستہ اشخاص کے نزدیک ہوں۔ خواجہ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

آنکہ خود را شکستہ دل بیند　　اوست شایستۂ خدائے کریم
مردم از زیرکاں درم نشود　　مہر گر عقل بود کم نشود
مہر جاہل چو مہرۂ گردان است　　مہر کز عقل بود مہر آنست
تو توئی و منم نزدیک آنست　　تو چناں من چنیں سر جنگ است
با خودی ہر دو دیو وش باشیم　　بے من و تو من و تو خوش باشیم
دوستی تا فگندہ او را باش　　یا مکن یا چو کردی او را باش
دوستاں گنج خانہ دارند　　رنج بردارد گنج بردارند
باید آں حکمت از علی آموخت　　دوست ناداں بود بباید سوخت
تا نباشی حریف بے خرداں　　کہ نکوکار بد شود ز بداں
ہیچ صحبت مباد با عامت　　کہ چو خود مختصر کند نامت
ہر کہ تنہا روی کند عادت　　ہمچو خورشید شب کند غارت
جفت باشی خدائے بد بہ یار　　فرد باشی خدائے باشد یار
گرد توحید گرد یا تفرید　　چکنی صحبتے کہ این تقلید
بیدے از تو اندر آویزد　　پس بیماری کہ از تو بگریزد
این زماں دوستاں نہ انساں اند　　ہمہ از بیم جاں ہراساں اند
من بعالم درون نمے دانم　　دوستی زاں ہمیشہ بیرانم

{نکتہ در بیان محاسن اخلاق}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ۔ حسن الخلق ان لا یتاثر القلب بجفاء الخلق بمطالعۃ فعل الحق ۔ یعنی نیک خلق وہ ہے۔ جو فعل حق کو دیکھنے کے باعث خلقت

کی جناب سے ناراض نہ ہو۔ نیز فرمایا۔ کہ خواجہ حسن بصری امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت فرماتے ہیں۔ کہ حسن خلق کا تیسرا حصہ حلال کھانا ہے۔ اور دو تہائی خدا کے بندوں سے خوش خلقی سے برتاؤ کرنا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسنؓ اور حسین رضی اللہ عنہما کو کندھوں پر بٹھا کر اونٹ کی طرح آواز کرتے ہوئے گھر کے صحن میں پھر رہے تھے۔ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھ کر فرمایا۔ نیز حسن خلق اور حسنؓ حسینؓ کے حق میں فرمایا۔ کیا عمدہ اونٹ ہے۔ آنحضرتؐ نے سن کر فرمایا۔ کہ یہ کہو تم دونو کیسے عمدہ سوار ہو ؎

نیز فرمایا۔ کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ اور بوعلی سینا دونو کی آپس میں ملاقات ہوئی۔ جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ تو حکیم نے شیخ صاحب کے ہمراہی ایک صوفی کو کہا۔ کہ میری غیر حاضری میں جو کچھ شیخ صاحب میری نسبت کہیں مجھے بتانا۔ ایک دو روز تک شیخ صاحب نے حکیم صاحب کی نسبت کوئی ذکر نہ کیا۔ آخر اس صوفی نے تیسرے دن شیخ صاحب سے پوچھا۔ کہ بوعلی سینا کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا۔ حکیم ہے۔ طبیب ہے۔ عالم ہے۔ لیکن مکارم اخلاق اس میں نہیں۔ جب صوفی نے اس بات کی اطلاع حکیم کو دی۔ تو اس نے شیخ صاحب کی طرف لکھا۔ کہ میں نے تو کئی کتابیں مکارم اخلاق میں لکھی ہیں۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھ میں مکارم اخلاق نہیں۔ شیخ صاحب نے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ میں نے تو یہ نہیں کہا۔ کہ تمہیں مکارم اخلاق کا علم نہیں۔ میں نے یہ کہا ہے کہ تم میں مکارم اخلاق موجود نہیں ؎

{نکتہ در بیان قبول فتوح و ردّ آں}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ بعض مشائخ روپیہ پیسہ قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کے لینے اور خرچ کرنے میں بہت سی شرائط کا پابند ہونا پڑتا ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ کہ لینے والا جو کچھ لے حق کی خاطر لے۔ مثلاً ایک شخص کسی کو سید جان کر کچھ دیتا ہے لیکن لینے والا سید نہیں۔ تو جو کچھ وہ لیگا حرام ہے۔ لیکن اگر بغیر خیال کئے یا زبان پر لائے اسے کچھ ملتا ہے۔ تو اسے رد نہیں کرنا چاہئے۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ جناب سرور کائنات خلاصۂ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب کو کچھ دینا چاہا۔ تو انہوں نے عرض کی۔ کہ میرے پاس ہے۔ آپ کسی اور کو

عنایت کریں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جو بلا مانگے تمہیں ملے وہ لو کھاؤ اور صدقہ کرو ۔
نیز فرمایا۔ کہ شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز کے پیر شیخ ابو سعید تبریزی کسی سے کوئی چیز بطور فتوح نہ لیا کرتے۔ اسی واسطے آپ اور آپ کے یار اکثر فاقہ سے رہتے۔ دو فاقوں کے بعد خربوزہ یا تربوز سے افطار کرتے۔ جب یہ بات بادشاہ وقت کو معلوم ہوئی۔ تو اس نے آپ کی خدمت میں فتوح بھیجی۔ جو آپ نے قبول نہ کی۔ پھر حاجب کو جو فتوح لیکر گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہی روپیہ لیجا کر شیخ صاحب کے خادم کو اس طرح دینا کہ شیخ صاحب کو خبر نہ ہو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ کے خادم نے رات کو اس روپیہ سے کھانا تیار کیا اور شیخ صاحب کو کھلایا۔ تو آپ کو اس رات عبادت کا لطف نہ آیا۔ آپ نے خادم سے دریافت کیا۔ کہ سچ بتا رات کا کھانا کس طرح تیار کیا۔ اس نے اصل واقعہ عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ حاجب نے کہاں کہاں قدم رکھے تھے۔ جب اس نے بتا دیا۔ تو آپ نے وہاں سے مٹی اکھڑوا باہر پھینکی۔ اور اس خادم کو موقوف کر دیا۔ خواجہ ثنائی فرماتے ہیں ؎

دست در کرد درختِ خویش دار　　　میوۂ این و آں چو درختانِ میوہ دار

{نکتہ دربیان ہمت}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ ان اللہ یحب معالی الامور ویبغض سفسافہا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اعلیٰ کاموں کو پسند کرتا ہے۔ اور برے اور کمینے کاموں سے ناراض ہوتا ہے۔ انسان کو عالی ہمت ہونا چاہئے۔ تاکہ مردی کے درجہ پر پہنچ سکے۔ عالم علم کے شروع میں عالی ہمت ہو تاکہ حکمت کے درجے کو پہنچ سکے ہمت کی حقیقت یوں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک روح کو اس کے فعل کے مطابق خاصیت اور قابلیت عطا کر رکھی ہے۔ تاکہ اپنے حق کو قبول کرنے کے قابل ہو جائے۔ روح کے ہر ایک حق کی کوئی نہ کوئی انتہا ہے۔ جب تک اس انتہا پر نہیں پہنچتا سعادت حاصل نہیں کر سکتا۔ پس جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ انسان اپنے انتہائی مرتبے پر پہنچ جائے۔ تو اس کی طلب کی استعداد اس کی مدد کرتی ہے۔ تاکہ اس مدد کی قوت کے اثر سے حرکت کرے اور اپنی غایت کو حاصل کرے۔ جب حق تعالیٰ سے اس پر امر صادر ہوتا ہے۔ تو اسے توفیق کہتے ہیں۔ اور جب وہ طلب میں ثابت قدم رہے تو اسے

ہمت کہتے ہیں۔ اور ہمت سعادت کی راہ ہے۔ اگر دنیا کا طالب ہو تو اس کا انتہائی مرتبہ افسر ہوتا ہے۔ جس میں وہ بہت سا دنیاوی مال و اسباب حاصل کرتا ہے۔ ایسے شخص کو ہم حریص کہتے ہیں اس کو صاحب ہمت نہیں کہینگے۔ جو اہل علم اور اہل عہد ہے اگر وہ صاحب ہمت ہے۔ تو اس کا مطلوب اللہ تعالےٰ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے اعلےٰ مقصد کوئی نہیں پس مطلق عالی ہمت اور جمال کے طالب اور وجود کے طالب انبیاء ہیں۔ ان سے دوسرے درجے پر اولیاء بعد ازاں فرمایا۔ کہ ہمت کے مختلف درجے ہوتے ہیں۔ کسی بزرگ کا ایک بیٹا تھا اور ایک غلام دونو کو بلا کر پوچھا۔ کہ تمہاری ہمت کس بات کی مقتضی ہے۔ بیٹے نے کہا کہ میں چاہتا ہوں میرے پاس اسباب اور نیک غلام ہوں غلام نے کہا میں چاہتا ہوں۔ کہ جو غلام ہیں انہیں آزاد کردوں اور آزادوں کو غلام بنادوں۔ پھر فرمایا۔ کہ لوگوں کی خواہشات طرح طرح کی ہوتی ہیں۔ کوئی تو دنیا چاہتا ہے۔ اور کوئی چاہتا ہے کہ دنیا اس کے پاس بھی نہ پھٹکے۔ ان دو سے بہتر وہ شخص ہے کہ جو کچھ مل جائے بخوشی قبول کرے۔ اگر نہ ملے تو صبر کرے۔ اور دونو حالتوں میں خوش رہے۔ جو شخص کہتا ہے۔ کہ مجھے دنیا نہیں چاہیئے۔ یہ بھی اس کی ایک خواہش ہے انسان کو اللہ تعالےٰ کی مرضی پر خوش رہنا چاہیئے۔ اس اثناء میں مشائخ کے ایک فرزند نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ فلاں شخص بڑا عالی ہمت ہے۔ چنانچہ دو سو روپیہ میرے پاس لایا۔ دو تین مجلسوں میں جب انہیں الفاظ میں اس نے ذکر کیا۔ تو آپ کو یہ بات ناگوار گزری۔ آپ نے اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک ذی شان بادشاہ بڑا ایثار کیا کرتا تھا۔ ہر چند روز کے بعد تمام علماء، مشائخ اور درویشوں کو بلا کر طرح طرح کے تکلف کھانے کھلاتا۔ اور کچھ نقدی ہر ایک کو پوشیدہ طور پر دیتا۔ چنانچہ ہر ہفتہ میں دو تین مرتبہ انہیں بلاتا۔ ایک روز اس بادشاہ کی بیگم نے بادشاہ کو کہا۔ کہ آپ شہر کے تمام مشائخ اور علماء کو مدعو کرتے ہیں لیکن ایک درویش ہے۔ جسے سالہا سال سے آپ نے نہیں بلایا۔ حالانکہ آپ کے پڑوس ہی میں رہتا ہے۔ اور فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اپنا زمانہ مفلسی میں بسر کرتا ہے۔ یہ کیونکر جائز ہے اس بادشاہ نے کہا سچ کہتی ہو۔ میں نے اس بارے میں غفلت کی ہے۔ آئندہ اسے بھی بلا لیا کروں گا۔ جب پھر دعوت کی۔ تو اسے بھی بلایا۔ درویش نے کہا مجھ بیچارے کو معاف رکھو۔ میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ اس بادشاہ نے کہا۔ میں نے اپنا گھر آپ کو بخشا۔ اس درویش نے کہا مجھے مال و اسباب و روپے پیسے بغیر گھر درکار نہیں۔ بادشاہ نے کہا۔ میں نے وہ بھی بخشا اس درویش نے کہا۔ کہ

مالک ہونیکے لئے قبضہ ضروری شرط ہے۔ بادشاہ نے کہا گھر بمعہ سارے مال و اسباب قابض ہو جاؤ۔ درویش نے جا کر تمام مکان اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ بادشاہ اور بیگم دونو خالی ہاتھ محل سے نکل گئے۔ اور کہا کہ ملکہ کے سوائے باقی تمام مال و اسباب درویش کا مالک ہے۔ درویش نے جب دیکھا۔ کہ ملکہ خالی ہاتھ محل سے نکلی ہے۔ تو اس نے اٹھ کر کہا۔ کہ یہ تمام گھر معہ مال و اسباب جو مجھے بخشا گیا۔ میں اس ملکہ کو بخشتا ہوں۔ یہ کہہ کر شاہی محل سے نکلا۔ اور اپنی کٹیا میں آگیا۔ حضرت سلطان المشائخ نے اس عزیز کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ درویش کی ہمت اس قدر ہونی چاہیئے۔ کہ دونو جہان کی طرف نہ دیکھے ۔

{نکتہ در بیان عدل و ظلم}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالے کا معاملہ خلقت سے دو طرح پر ہے ایک عدل۔ دوسرے فضل لیکن خلقت کا خلقت سے عدل فضل اور ظلم ہے۔ اگر خلقت آپس میں ظلم کرے تو اللہ تعالے انصاف کرتا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالے عدل سے پیش آئے وہ عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ خواہ پیغمبر وقت ہی کیوں نہ ہو۔ اس بات پر سوال کیا۔ کہ کہتے ہیں کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر مجھے اور میرے بھائی عیسیٰؑ کو قیامت کے دن اللہ تعالے دوزخ میں ڈال دے تو عدل ہے۔ آپ نے فرمایا بالکل بجا ہے۔ کیونکہ تمام جہان اسکی ملکیت ہے اور جو اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے وہ ظالم نہیں۔ ظالم وہ ہے جو غیر کی ملکیت میں تصرف کرے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اشعری کے مذہب کے مطابق جائز ہے کہ حق تعالے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رکھے۔ اور کافر کو ہمیشہ کے لئے بہشت میں رکھے اسواسطے کہ ایسا کرنے میں وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے۔ حق تعالے نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ کہ دانا نادان کے برابر نہیں اور نابینا بینا کے برابر نہیں۔ اسی طرح چند ایک اور مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ اب یہ واجب ہوا۔ کہ مومن کو دوزخ میں لیجائے۔ لیکن ہمیشہ نہ رکھے۔ کیونکہ وہ حکیم ہے۔ حکمت کے مطابق کارروائی کرتا ہے جو چیز ہے اس کو جس طرح چاہے صرف کر سکتا ہے لیکن اس میں بھی حکمت ہوتی ہے لیکن اگر ہمیشہ کیلئے رکھے تو حکمت نہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اگر مومن بغیر توبہ دنیا سے چل بسے تو تین چیزوں کا احتمال ہو سکتا ہے۔ جائز ہے کہ اللہ تعالے ایمان کی برکت سے اسے بخشدے۔ اگر چاہے تو دوزخ میں لیجائے اور وہاں گناہوں کے مطابق سزا دیکر پھر اسے بہشت میں لیجائے ۔

{ نکتہ در بیان روح و نفس }

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ رُوح کی کوئی ہیئت و صورت نہیں۔ لیکن جب حقتعالے اپنے بندے کو دکھانا چاہے۔ اور روح کو اس پر منکشف کرنا چاہے۔ تو اس کی تمثیل اسے دکھاتا ہے

روح انسان عجائبیست عظیم　　آدم از روح یافت این تعظیم
جان پاکان خزینۂ فلک است　　چشم نیکان نشیمن ملک است

نیز فرمایا۔ کہ کسی نے کہا ہے۔ کہ شروع میں تمام روحیں ایک ہی تھیں۔ صرف اشخاص کی تعداد کے مطابق متعدد ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک شخص نے نفس کو اپنی شکل و صورت میں مصلے پر اپنے گھر میں بیٹھا ہوا دیکھا۔ تو حیران رہ گیا۔ کہ میری شکل کا کون ہے جو میرے گھر میں مصلے پر بیٹھا ہے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں تیرا نفس ہوں۔ پھر پوچھا۔ یہاں کیا کرتے ہو؟ کہا۔ تیرے ہاتھ سے میں رنج میں تھا۔ اس شخص نے کہا میں تجھے ماروں گا۔ نفس نے کہا میرا مارنا اس طرح نہیں بلکہ میری مخالفت کرنا ہے۔ یہ کہہ کر نظر سے غائب ہو گیا

نفس چنیں بخوردن ارزانیست　　غذائے جاں ز خوان لیغانیست
بس بہیجے بصورت بنگر　　نیست در گل کفن چون تو دگر
چلکی پیش تو برے پڑ دردہ　　در چنیں گنج گنج باد آوردہ
کالبۂ ہیچو دیو کس تر ود　　کرد از عکس روئے زلا برود
ایں بود لعبد و خلق اسیراں را　　کہ اسیر اں کند اسیراں را
ایں چہ عالمے کہ از جہاں بینی　　گفت خود عالم تو جہاں اینست
کہ عمارت سرائے رنج بود　　در خرابہ مقام گنج بود
جائے گنجست موضع ویران　　بردا ورا بجائے آباداں
کشورش روز و شب فزائندہ　　او وہرچہ اندروست پائندہ
ہرچہ در حصر او مکاں دارد　　پالنگ و کلوخ جاں دارد
جاں اگر گوئمش کہ سر شد ئے　　جائے جان ست وجانے زد جا
اجل از دست آں ملبخند اں　　سر انگشت ماند در دنداں
مرکبے گو بزیر ران دارد　　آخر از راہ کشتگان دارد

جانِ ما و آلۂ جلالت او | بار کس نگشتہ حالت او
عشق در کوئے غیب حالت او | صدق در راہِ دین مقالت او
روح را کردہ از جواہر نور | گوش و گردن چو گوش و گردن حور
نیست بے رنج راحتِ دنیا | خنک آنکس کہ کرد ہر دو رہا

{ نکتہ در بیان الہام و وسوسہ و در بیان خطرہ و عزیمت و در مجبور بودن و مختار بودن }

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ الہام اور وسوسہ میں کوئی فرق نہیں کر سکتا۔ صرف وہ شخص کر سکتا ہے جو غیب سے لقمہ کھاتا ہو۔ نیز فرمایا۔ کہ خنّاس ایک بُت ہے۔ جو فرزندِ آدم کے دِل پر ہوتا ہے۔ جب انسان ذکرِ حق میں مشغول ہوتا ہے۔ وسواس کو رفع کرتا ہے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ مولانا علاؤالدین ترمذی نے نوادر الاصول میں لکھا ہے۔ کہ ایک روز حوّا اکیلی بیٹھی ہوئی تھیں۔ کہ شیطان خنّاس کو لایا اور حوّا کو کہنے لگا۔ کہ یہ میرا فرزند ہے اسے اپنے پاس رکھنا۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام آئے۔ اور حوّا سے پوچھا۔ کہ یہ کون ہے؟ تو حوّا نے کہا۔ کہ شیطان اسے لایا تھا اور کہتا تھا۔ کہ یہ میرا فرزند ہے اسے اپنے پاس رکھنا۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ تم نے اسے منظور ہی کیوں کیا۔ وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ پھر آدم علیہ السلام نے خنّاس کے چار ٹکڑے کئے۔ اور چار پہاڑوں پر رکھ دئے۔ شیطان نے جب یہ سُنا۔ تو خنّاس کہہ کر پکارا۔ پھر وہ آموجود ہوا۔ جب شیطان چلا گیا۔ اور آدم علیہ السلام نے آکر حوّا سے پوچھا تو اُس نے ماجرا بیان کیا۔ پھر آدم علیہ السلام نے خنّاس کو جان سے مار ڈالا۔ اور جلا کر اُس کی راکھ بہتے پانی میں بہا دی۔ جب آدم علیہ السلام چلے گئے۔ تو پھر شیطان نے حوّا سے پوچھا کہ خنّاس کہاں گیا۔ اُس نے کہا۔ کہ جلا کر بہا دیا گیا ہے۔ اُس نے پھر خنّاس کہہ کر پکارا۔ تو فی الفور حاضر ہو گیا۔ جب شیطان اسے حوّا کے سپرد کر کے چلا گیا۔ تو آدم علیہ السلام نے آکر اسے دیکھا اور حوّا سے وجہ پوچھی۔ تو اس نے ساری کیفیت کہہ سُنائی۔ پھر تو آدم علیہ السلام نے خنّاس کو مار ڈالا۔ اور اب کی دفعہ بھُون کر کھا لیا۔ جب شیطان نے آکر آواز دی۔ اے خنّاس! تو خنّاس نے آدمؑ کے دل میں سے آواز دی۔ شیطان نے کہا۔ اب یہیں رہ۔ میرا مطلب بھی یہی تھا۔ پھر فرمایا۔ کہ پہلے انسان کے دِل میں خیال آتا ہے۔ بعد ازاں جب وہ خیال فعل کی صورت اختیار نہیں کرتا۔ اُن پر مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ لیکن خواہش کا خیال ہی بمنزلہ عزیمت

(ارادہ) سمجھ کر انہیں مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کا رُخ کرے۔ اور اس سے اسی کی ذات کا طالب ہے۔ کیونکہ وہی خطرہ و عزیمت دو نو کو پیدا کرنیوالا ہے۔ اس موقع پر آپ سے پوچھا گیا۔ کہ مجرد رہنا اچھا ہے یا متاہل ہونا؟ فرمایا۔ عزیمت تجرید ہے اور رخصت تاہل۔ اگر کوئی شخص اس طرح زندگی بسر نہ کر سکے۔ تو کم از کم اُسے خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خیال کا اثر اعضاء پر ضرور ہوتا ہے۔ جیسی نیت ہوگی۔ ویسا ہی اثر اعضاء پر ہوگا۔

میں (مصنفؒ) نے حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ الخطرۃ الا لہالیۃ تقبل لہا النفس والشیطان طوعًا وکرہًا والقبیلۃ والروحیۃ والملکیۃ لا یتغیر بعضہا من بعض فی الابتداء والخطرۃ النفسانیۃ یصیر علی شیء معین ولا یسکن الا بعد استیفاء المشتہی والشیطانی لا یسکن بلا مرادہ شغل للہ تعالیٰ فاذا ئیس العدو عن العدو وعن الوسوسۃ کما فی الحدیث۔

الہامی خطرہ کو نفس و شیطان چار و ناچار قبول کرتے ہیں۔ اور قلبی روحانی اور ملکی خطرات ابتداء میں تغیر پذیر نہیں ہوتے۔ نفسانی خطرہ مقررہ چیز کے لئے ہوتا ہے۔ اور اس وقت تک دل سے دُور نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ بات پوری نہ ہو لے جس کی خواہش ہے۔ اور شیطانی خطرہ کو اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی۔ جب تک وہ انسان کو ذکر الٰہی سے نہیں روک لیتا۔ جب انسان ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تو شیطان اور وسوسہ ناامید ہو جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔ یہ ادعیہ ماثورہ اور اوراد مقبولہ نکتہ طہارت میں بھی لکھے گئے ہیں۔ میں نے حضرت سلطان المشائخ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یا ایتہا النفس المطمئنۃ الآیہ صیقل عن الطبع والطبع فیہ حقیقت القلب کانت نفسًا فصارت قلبًا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے نفس مطمئنہ! راضی خوشی اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ۔ یہ طبیعت کے لئے بمنزلہ صیقل ہے اس طبع حقیقت القلب ہے۔ جو پہلے بمنزلہ نفس ہوتی ہے۔ اور بعد ازاں قلب ہو جاتا ہے

{نکتہ در بیان فضیلت مکان بر مکان و زمان بر زمان و حقیقت زمان و مکان}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ بعض جگہ بعض جگہ سے ہر روز زبان حال سے پوچھتی ہے۔ کہ کیا تم پر سے کسی صاحبدل کا گذر ہوا ہے۔ اگر کہے کہ گذر رہے۔ تو جس پر گذرا

ہو۔ وہ دوسرے پر فخر کرتی ہے۔ اس کے مناسب میں نے ایک شعر حضرت سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا دیکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے ؎

آسمان سہرہ بشہد بیش نیبنے کہ بود   یک دو کس بہر خدا یک نفسے بنشیند

اسی طرح ایک دوسرے وقت پر فخر کرتا ہے۔ چنانچہ عید کا دن تمام دنوں سے مخصوص ہے اور بہت سے عام لوگوں کو کسی مخصوص مقام سے راحت حاصل ہوتی ہے۔ جو کسی اور مقام سے حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن درویش آدمی زمان اور مکان سے خالی ہے۔ نہ وہ کسی خوشی سے خوش اور نہ کسی رنج سے ناراض ہوتا ہے۔ اور یہ حالت اس شخص کی ہوتی ہے۔ جو دنیاوی ہلاک سے گذر گیا ہو۔

نیز فرمایا۔ کہ جب حضرت شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز حجاز جا رہے تھے۔ تو اثنائے راہ میں جب ایک درخت تلے آرام کے لئے بیٹھے۔ تو سر پر سے پگڑی اتار لی۔ ہمراہیوں نے پوچھا۔ کہ اس میں حکمت کیا ہے؟ فرمایا۔ کہ اس درخت تلے کوئی مرد خدا بیٹھا اس نے اس درخت پر نگاہ کی۔ اب میں سر ننگا کر کے اس امید پر بیٹھا ہوں۔ کہ شاید وہ نظر مجھے نصیب ہو۔ مصنف کتاب ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ ایک روز سلطان المشائخ کے تمام یار دعوت کے لئے شہر گئے واپس آتے ہوئے باغ میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھے۔ وہاں بیٹھتے ہی انہیں خط آیا۔ اور وہ سماع و رقص میں مشغول ہو گئے۔ اور انہیں بسط و فرحت لاحق ہوئی جب انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی وجہ پوچھی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس درخت کے سائے میں کوئی صاحبدل بیٹھا ہو گا۔ یہ سب اسی کی تاثیر ہے۔ پھر اس موقعہ کے مناسب حسب ذیل شعر پڑھا ؎

ویجبنی کل ارض سر کوبہا   کانہم فی بقاع الارض امطارد

ہر ایک زمین اپنی پوشیدگی میں میوہ دیتی ہے۔ گویا کہ وہ اس سرزمین کے حق میں بمنزلہ بارش ہیں۔

میں نے حضرت سلطان المشائخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ "الحمد للہ الذی لا لہ لمکانہ ولا حین از مانہ" تمام ثناء صفت اور حمد اس ذات کو ہے جس کے لئے نہ کوئی زمانہ اور نہ کوئی مکان مخصوص ہے۔ قولہ تعالےٰ و اذا اسالک عبادی

فانی قریب ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ونحن اقرب الیہ منکم ولاکن لا تبصرون۔ یعنی اللہ تعالےٰ
نے فرمایا ہے۔ کہ اے محمدؐ! جب بندے تجھ سے میرے مکان کی نسبت سوال کریں
تو انہیں کہہ دینا کہ میں نزدیک ہی ہوں۔ اور بندے کی شہرگ سے بھی زیادہ نزدیک
ہوں۔ اور تمہاری نسبت اُن کے پاس ہی ہوں لیکن تم نہیں دیکھتے۔ جہاں تک وہم
پہنچتا ہے۔ عقل اُس کی صورت بنا سکتی ہے۔ خیال اسے پکڑ سکتا ہے۔ اور سمجھ
اسے پاسکتی ہے۔ اس سے الٰہی ذات وصفات منزہ ہیں۔ یعنی الٰہی ذات و
صفات کا اندازہ عقل فہم وہم سمجھ وغیرہ سے ہو ہی نہیں سکتا۔ اور باوجود اُن باتوں
کے پھر اس کی ذات شاہرگ سے بھی نزدیک ہے۔ وہ تیری آنکھ کی دانائی اور بینائی
سے عین نزدیک ہے۔ اور تیرے کان کی شنوائی سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ گویائی
اور دانائی وغیرہ سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ حقیقی قرب حق تعالےٰ کا قرب ہے
کیونکہ قرب اس کی صفت ہے۔ اور اس کی جو صفات ہیں حقیقی ہیں۔ اس لئے
اس کا قرب بھی حقیقی ہے۔ کہ کسی حالت میں بھی بعد کی گنجائش نہیں۔ قولہ تعالےٰ
وہو معکم اینما کنتم ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ہو معلوم۔ حق تعالےٰ
تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔ میں بندے سے اس کی شہرگ کی نسبت زیادہ
نزدیک ہوں۔ صاحب راز فقط ذات الٰہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ تمام مخلوقات
میں موجود ہے لیکن اس کی معیت ایسی نہیں جیسی اجسام کی اجسام سے ہوتی ہے اور
نہ ایسی ہے جیسی جوہر کی معیت جوہر سے ہوتی ہے۔ اور نہ ایسی ہے جیسی عرض کی عرض
سے۔ ایسی ہے جیسی روح اور جسم کی ہوتی ہے۔ تمام کائنات میں داخل بھی ہے اور
خارج بھی۔ ملی ہوئی بھی ہے اور نہیں بھی۔ اور نہ اجسام میں عوارض کی طرح ہے باوجود
ان تمام باتوں کے انسانی قالب کا کوئی ذرہ اس سے خالی نہیں۔ من عرف نفسہ کا مطلب
یہی ہے۔ قالب اس کے مکان میں ہے۔ اور وہ اپنے لائق و مناسب مقام میں ہے
جناب سرور کائنات خلاصۂ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ
جل شانہٗ نے فرمایا۔ وعزتی وجلالی ووحدانیتی وحاجتہ خلقی الی وعلم عرشی وارتفاع مکانی
انی استحی من عبادی والتی اشیبان فی اسلام ثم اعذبہما۔ مجھے اپنی عزت۔ جلال۔ وحدانیت
اور اسے پیدا کرنے کی حاجت عرش کے علم۔ اور اپنے مکان کی بلندی کی قسم میں اپنے

بندوں اور امت نبوی سے جو اسلام میں مستغرق ہوں (جب وہ مجھ سے کچھ طلب کرتے ہیں) تو میں ان کی مدد کرتا ہوں، اور علی اور ثوبان سے جناب سرور کائنات سے روایت کی ہے۔ "قال موسیٰ علیہ السلام یا رب اقریب انت فاناجیک ام البعید فانادیک فانی احس حسن صوتک ولا اراک فاین انت فقال اللہ تبارک و تعالیٰ خلفک وامامک وعن یمینک وعن شمالک انا جلیس عبدی حین یذکرنی وانا معہ اذا دعانی" موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا۔ اے پروردگار! کیا تو قریب ہے۔ کہ میں تجھے آہستہ بلاؤں یا تو دور ہے تاکہ بلند آواز سے بلاؤں۔ میں تیری آواز تو سنتا ہوں لیکن تجھے دیکھتا نہیں۔ تو ہے کہاں؟ پروردگار نے فرمایا۔ تیرے پیچھے سامنے۔ دائیں بائیں ہر جگہ۔ اور جب مجھے بندہ یاد کرتا ہے میں اس کے پاس بیٹھا ہوا ہوتا ہوں۔ اور جب وہ مجھے بلاتا ہے۔ تو میں اس کے پاس ہوں۔

مکان کی تین قسمیں ہیں۔ اول مکان جسمانیات۔ دوم مکان روحانیات۔ سوم مکان اللہ تعالےٰ۔ کثیف جسمانیات کا مقام زمین ہے۔ اور اس میں تنگی کی مزاحمت ظاہر ہے یعنی جب تک ایک ذرہ ایک جگہ میں موجود ہے۔ دوسرا اس کی جگہ نہیں سکتا۔ تاوقتیکہ وہ وہاں سے سرک نہ جائے۔ قرب و بعد اس میں معلوم ہے۔ یہ نزدیک ہے اور وہ دور۔ اس مکان میں ایک جگہ سے دوسری جگہ ہونا سوائے تقیید کے ممکن نہیں۔ دوسرے لطیف جسمانیات کا مکان وہ ہوا ہے۔ اس میں بھی مزاحمت ہوتی ہے۔ دلیل یہ ہے۔ کہ جب تک ہوا گھر میں موجود ہے۔ تب تک اور ہوا اس میں داخل نہیں ہو سکتی جب وہ نکل جاتی ہے۔ تو دوسری اس کی جگہ لیتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہوا جگہ گھیرتی ہے۔ اب سے بھی زیادہ لطیف شئے نور ہے جیسے آفتاب اور ماہتاب کی شعاعیں جھٹ پٹ مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتی ہیں۔ اگر مکان کے متعلق ہوتیں۔ تو اتنی آسانی سے نہ پہنچ سکتیں۔ نور کا مکان بھی وہی ہے۔ جو ہوا ہے۔ لیکن ہوا کو نکالے بغیر اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مکان میں نور کا مقام تو ہے۔ لیکن ہوا کی نسبت اور ہے۔ واضح رہے۔ کہ آگ کی حقیقت حرارت اور اس کی خاصیت جلا دینا ہے۔ یہ اس کی ضد ہے۔ اور اجتماع ضدین محال ہے واضح رہے۔ کہ اس مکان میں گرم پانی میں آگ ہے پس آگ کا مکان ہے لیکن وہ

مکان وہ نہیں جو پانی کا ہے۔ اگر یہ فرض کریں۔ کہ اس کا بھی وہی مقام ہے تو اجتماع ضدین لازم آتا ہے۔ اب یہ بات واضح ہوگئی۔ کہ اس مکان میں مزاحمت اور مضائقہ نہیں۔ اُس کی دلیل یہ ہے کہ اگر مکان میں شمع رکھدی جائے۔ تو اس کی روشنی ہر ایک دیوار پر پڑے گی۔ اگر اس مکان میں اور شمع رکھدی جائیں۔ تو تا وقتیکہ پہلی شمع کی روشنی نہ نکل جائے دوسری کی روشنی جگہ نہیں لے سکتی ٭

دوسری قسم مکان کی روحانیات ہے۔ یہ جتنے زیادہ اور لطیف ہونگے۔ اتنے اُن کے مکان بھی لطیف ہونگے۔ روحانیات تین طرح کی ہیں۔ روحانیات ادنےٰ جیسے زمین دوزخ دریا اور پہاڑوں کے فرشتے۔ دوسرے روحانیات وسط جیسے آسمانوں کے فرشتے۔ یہ دونو روحانیات اپنے مکان سے ذرہ جنبش نہیں کرتیں۔ جیساکہ " وما منا الا ولہٗ مقام معلوم " ہم میں سے ہر ایک کا مقام معلوم ہے " سے ظاہر ہے تیسرے روحانیات اعلےٰ جو مقرب بارگاہ ہیں۔ اور از حد لطیف ہیں۔ اگر وہ ملائک ادنےٰ پر آجائیں۔ تو وہ انہیں بہ سبب ان کی لطافت کے نہیں دیکھ سکتے۔ جس طرح وہ دیوار سے آتے ہیں۔ اسی طرح سخت پتھر میں سے گذر جاتے ہیں۔ ان میں بعد کی ایک خاص انتہا ہے۔ لیکن انسانی روح ان سب سے لطیف ہے منفصل نہ خارج ہوتا ہے نہ داخل نہ ساکن نہ متحرک۔ عرش سے تحت الثرےٰ تک ایک لحظہ میں پہنچ سکتا ہے۔ اور اگر روح بذریعہ ریاضت ترقی کرے۔ تو اس میں اس قدر قوت آجاتی ہے۔ کہ قالب کثیف کو چھوڑ کر لطیف جسمانیات تک جا پہنچے۔ اور ایک لحظہ میں آسمان تک پہنچ جائے۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ ترقی کرے۔ تو الطف جسمانیات تک پہنچ سکتا ہے۔ پھر اگر پانی میں جائے۔ تو تر نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ آگ کے مکان میں چلا جائیگا۔ جہاں پر پانی کا مکان نہیں۔ اور ایک دم میں وہ مشرق سے مغرب تک پہنچ سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی جسمانیات میں اس نے ترقی کی ہے۔ اگر روحانیات کے مکان پر ترقی کرے۔ تو آگ میں بھی نہیں جلیگا۔ کیونکہ مقام روحانیات میں آگ کو دخل نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعض کو دوزخ نہیں جلا سکتا۔ اسی طرح تیر اخیال آگ میں جاتا ہے۔ اور باہر نکل آتا ہے ؎

لقد اسمعت او نادیت حیًا ولکن لاحیاۃ لمن انادی

(ترجمہ) اگر میں زندہ کو آواز دیتا اور سناتا تو بولتا اور سنتا۔ لیکن جسے میں بلا رہا ہوں وہ تو اور ہے۔ جو زندہ نہیں۔

نارلو نفخت لہا اضاءت ۔۔۔ ولکن کنت ینفخ فی الرماد

(ترجمہ) اگر میں آگ پر پھونک لگاتا تو جل اٹھتی۔ لیکن میں تو خاکستر پر پھونکیں لگاتا رہا۔

زمانہ بھی تین طرح کا ہے۔ ایک زمان جسمانیات۔ دوسرا زمان روحانیات تیسرا زمان حق تعالےٰ۔ زمان جسمانیات اور زمان حق تعالےٰ جو فلک کی حرکات سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں کل گذشتہ۔ آج اور کل آئندہ ہوتے ہیں نیز ان میں ماضی۔ حال اور مستقبل کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور اس میں مضائقہ ہوتا ہے نیز ان تینوں کا اجتماع ناممکن ہے۔ دوسرے جسمانیات لطیف کا زمانہ۔ اس زمانے کی ایک ساعت جسمانیات کثیف کے ہزار سال کے برابر ہوتی ہے اس زمانہ میں مضائقہ نہیں۔ اس کی ماضی ازل اور مستقبل ابد ہے۔ اس زمانہ میں ہزار سال گذشتہ اور ہزار سال آئندہ اس طرح آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ جیسے زمانہ جسمانیات کثیف کا دن اور رات۔ فرمایا۔ کہ میں نے مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام کو دیکھا۔ یہ کئی ہزار سال گذشتہ کا واقعہ ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے عبداللہ کو بہشت میں داخل کیا۔ یہ کئی ہزار سال آئندہ کا واقعہ ہے۔ یہ دونو واقعات ایسے ہیں جیسے کل گذشتہ اور کل آئندہ کے ہیں۔ زمان جسمانیات لطیف کے چند روزہ کام کو ختم کرنے کے لئے انسانی روح کو کئی ہزار قالب جسمانیات کثیف کے درکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کہا گیا ہے۔ کہ خضر علیہ السلام نے ایک سال میں باغ میں سے گھاس اکھاڑی۔ یا یہ کہ ایک رات ہم کو ہم سے لیا گیا۔ اور تمام واردات ہم پر گذریں۔ لیکن جب واپس آئے۔ تو ابھی ہمارے چہرے کے بال آب وضو سے تر تھے۔ ہمارے یاروں میں سے کوئی ایسا نہیں۔ جس میں اس بات کا سوال شمّہ بھی پایا جاتا ہو۔ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے اصحاب میں سے ایک شخص دجلہ کنارے گیا۔ جب کپڑے اتار دریا میں غوطہ لگایا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ میں ہندوستان گیا ہوں وہاں ایک عورت سے شادی کی ہے۔ اور سالہا سال وہاں رہ کر اس سے بچے پیدا ہوئے ہیں۔ جب سر باہر نکالا۔ تو دیکھا کہ کپڑے دریا کنارے پڑے ہیں۔ گویا ایک لحظہ میں کئی سال کی کارروائی ہوگئی۔

{ نکتہ در بیانِ لطائف }

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ ایک شخص نے جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے باپ کی کیا حالت ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ دوزخ کی آگ میں ہے۔ یہ سن کر وہ شخص متفکر ہو گیا۔ واپس جانا ہی چاہتا تھا۔ کہ آنحضرتؐ نے اُسے بُلا کر فرمایا۔ کہ میرا اور تیرا باپ دونو آگ میں ہیں۔ یہ سن کر اُس شخص کو تسلی ہوئی ⁂

نیز فرمایا۔ کہ ایک دفعہ عبد اللہ بن عباسؓ۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ایک اور صحابی تینوں کہیں جا رہے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے درمیان تھے۔ اور وہ دونو آپ کے دونو طرف تھے۔ چونکہ آنجناب کا قد مبارک اُن کی نسبت چھوٹا تھا اس لئے خوش طبعی کے طور پر ان دونو نے آنجناب سے فرمایا۔ یا علی انت بینِنا کان النون بین لنا۔ کہ اے علی تم ہم میں ایسے ہو جیسے لفظ لنا میں نون۔ آنجناب نے جواب دیا۔ ولو لم یکن النون فی لنا لصار لا۔ اگر لفظ لنا میں نون نہ ہو۔ تو لا رہ جاتا ہے (لا بمعنی نہیں) ⁂

نیز فرمایا۔ کہ شیخ محمد اجل سرزی رحمۃ اللہ علیہ غزنی سے بلخ آئے۔ جب آپ بازار سے گذر رہے تھے۔ تو مولانا برہان الدین بلخی کھڑے ہوئے۔ آپ کا تن و توش دیکھ کر مولانا نے خیال کیا۔ کہ کیا اولیاء اللہ ایسے موٹے تازے ہوا کرتے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی شیخ صاحب نے مڑ کر دیکھا۔ اور فرمایا میں اس واسطے موٹا ہو گیا ہوں۔ کہ میں نے اپنے باپ کی میراث خریدی ہے۔ یہ بات جب مولانا نے سنی۔ تو آگے بڑھ کر قدمبوسی کی۔ اور اپنا عقیدہ درست کر لیا ⁂

نیز فرمایا۔ کہ ایکدفعہ قاضی کبیر الدین۔ مولانا برہان الدین بلخی اور قاضی حمید الدین ناگوری تینوں اکٹھے جا رہے تھے۔ قاضی حمید الدین صاحب خچر پر سوار تھے۔ اور باقی کے دونو صاحب عمدہ اور قد آور گھوڑوں پر تھے۔ قاضی کبیر الدین نے قاضی حمید الدین کو کہا اسپ شما صغیر است ولے براز کبیر است، تمہارا گھوڑا ویسے تو چھوٹا ہے لیکن براز (بلحاظ بول و براز یا بلحاظ براز) ایسا بڑا ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ دیکھو کیا کلام ہے۔ جس پر اعتراض نہیں ہو سکتا ⁂

نیز فرمایا۔ کہ شمس الملک کی عادت تھی۔ کہ اگر کوئی شخص ناغہ کرتا۔ یا کوئی دوست دیر سے

آتا۔ تو آپ فرمایا کرتے۔ کہ ہم نے کیا کیا جو تو نہیں آتا۔ اگر کوئی مطالعہ کرتا۔ تو آپ فرماتے۔ ہم نے کیا کیا۔ کہو تاکہ ہم بھی ویسا ہی کریں۔ جب مجھ سے ناغہ ہوتا۔ یا دیر کرتے جاتا۔ تو میں خیال کرتا۔ کہ شاید آپ مجھے بھی یہی کہیں گے۔ لیکن مجھے یہ کہتے ؎

آخر کم از آنکہ گاہ گاہے　　آئی و بما کنی نگاہے

یہ شعر پڑھ کر سلطان المشائخ آنسو بھر لائے۔ چنانچہ اس کے ذوق کا اثر تمام حاضرین پر ہوا۔ کیونکہ آپ نے شمس الملک سے مقامات حریری پڑھی تھی۔ اور اس کے حقوق کو ملحوظ رکھتے تھے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ آپ بادشاہ ہند کے منشی بنے۔ تاج ریزہ نے آپ کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے ؎

صدر کنوں بہ کام دل دوستان شدی　　مستوفی الملک ہندوستان شدی

آپ شہر میں بلحاظ لطافت طبع لاثانی تھے۔ ایک دفعہ کسی نے آپ (شمس الملک) کی طرف ایک رقعہ لکھا۔ جو ایسے برے قلم سے لکھا گیا۔ کہ اس کا پڑھنا دشوار تھا۔ آپ نے فی الفور اس رقعہ کی پشت پر لکھ دیا۔ (انما فیلم خط کخط ربط فی الشط فلا نکتب لنا)۔

کاتب الحروف (مصنف) ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ کہ سلطان المشائخ کا ایک مخلص عالم اور واعظ تھا۔ لیکن بدخط تھا۔ چنانچہ اس کا لکھا ہوا بڑی دقت سے پڑھا جاتا تھا۔ ایک روز یہی مولانا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا لیکر سلطان المشائخ کی خدمت میں آئے۔ جس کے پڑھنے میں آنجناب کو دقت پیش آئی۔ پوچھا۔ کیا مولانا یہ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے؟ مولانا نے معذرت کی۔ اور عرض کیا۔ کہ مخدوم یہ بندہ کا طبعی خط ہے۔ آنجناب نے مسکرا کر فرمایا۔ زہے طبع۔

ایک دفعہ بہت سے یار حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ کچھ سائے میں تھے اور کچھ دھوپ میں۔ آپ نے سائے والوں کو فرمایا۔ کہ ذرا اور سرک جاؤ۔ اور انہیں سائے میں بیٹھنے دو۔ کیونکہ دھوپ میں وہ میں اور جلتا میں ہوں۔

ایک دفعہ دو صوفی حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے ان کی تعظیم کی۔ اور پوچھا۔ کہاں سے آنا ہوا۔ عرض کیا اوچہ سے۔ آپ نے پوچھا۔ شیخ جمال الدین اوچہ کی کیا حالت ہے۔ سلامت ہے؟ عرض کی سلامت ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ سمجھ گئے۔ کہ دونو صوفی زبان فارسی سے آشنا نہیں۔

بعدازاں فرمایا۔ کہ امام محمد حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے پائے مبارک میں تکلیف تھی۔ اس واسطے پاؤں پھیلا کر بیٹھے تھے۔ ایک شاگرد نے آکر سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور پاؤں سمیٹ کر بیٹھ گئے۔ رات کا وقت تھا۔ آپ نے اسے ضرورتاً کہیں بھیجنا تھا۔ جب آپ نے اسے اشارہ کیا۔ تو روانہ ہو گیا۔ گو اُدھر کو کوئی راستہ نہیں تھا۔ بلکہ جنگل اور بیابان تھا لیکن آپ کے حکم سے وہ ادھر روانہ ہوا۔ چند کوس فاصلہ جب طے کر چکا تو آگے ایک پہاڑ آیا۔ جب اُس کی چوٹی پر پہنچا۔ تو دیکھا۔ کہ وہاں پر ایک مرد نورانی صورت رو بقبلہ بیٹھا ہے اُس پیر مرد نے سرد پانی کا ایک لوٹا اور دو روٹیاں دیں۔ جب وہ کھا چکا تو دوسرے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں پر بھی ایک پیر مرد تھا۔ جس نے وہی سلوک کیا۔ اور تیسرے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا۔ جب وہاں پہنچا تو وہاں پر کے پیر مرد نے کہا۔ کہ اس پہاڑ کی چوٹی پر کالیوز نام قلعہ ہے۔ جس کا محاصرہ سلطان شمس الدین نے سات مہینے سے کر رکھا ہے۔ لیکن کسی طرح فتح نہیں ہوتا۔ اور وہ اس وجہ سے تشویش میں ہے تم اُس کے پاس جاؤ۔ اور کہو کہ لشکر کو فلاں مہینے فلاں تاریخ فلاں وقت بھیجنا۔ قلعہ فتح ہو جائیگا۔ مولانا شمس الدین فرماتے ہیں۔ کہ جب میں اس مردِ خدا کے کہنے سے سلطان شمس الدین کے محل کے قریب آیا۔ تو دربان اور حاجب کی مدد سے پیغام پہنچایا۔ بادشاہ نے بلوا کر مجھے پوچھا۔ کہ تمہیں کیونکر معلوم ہے۔ کہ یہ قلعہ فلاں مہینے فلاں تاریخ فلاں وقت فتح ہوگا۔ میں نے کہا۔ آپ کو قلعہ کی فتح مطلوب ہے۔ جب تک قلعہ فتح نہ ہو مجھے نظر بند رکھو۔ اگر قلعہ فتح نہ ہو تو میرا خون آپ کے لئے مباح ہے (یعنی مجھے جان سے مار ڈالنا) بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ اسے نظر بند رکھو۔ چنانچہ مجھے نظر بند کر لیا گیا۔ جب قلعہ کی فتح کا وعدہ قریب آیا۔ تو مجھے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ میں نے کہا سوار اور پیادوں کو تیاری کا حکم دیں۔ جب دھاوا کیا۔ تو ایسا مضبوط قلعہ ایک لحظہ میں بفضل الٰہی فتح ہو گیا۔ اور وہاں کے سات سو سردار وغیرہ بادشاہ کے روبرو سزایاب ہوئے۔ سلطان شمس الدین نے میری بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور علاقہ بداؤں میں چار گاؤں بطور جاگیر عطا کئے *

سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ جب شیخ جلال الدین تبریزی شہر میں آئے۔ تو چاہا۔ کہ یہاں سے نکل ہندوستان کا رُخ کریں۔ شیخ جلال الدین تبریزی نے فرمایا۔ کہ جب میں شہر میں آیا

تو سونا تھا۔ اب چاندی ہوں معلوم نہیں زیادہ عرصہ یہاں رہ کر کیا بن جاؤں۔ شیخ جلال الدین تبریزی کے باقی مناقب اور شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغرے کی روح قبض ہونے کا سبب باب ادعیہ ماثورہ اوراد مقبولہ کے نکتہ صلوۃ نفل میں لکھا گیا ہے ۔

{نکتہ در بیان بزرگی حیدر زادیہ}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ حیدر زادیہ ایک سر کبیجہ صاحب حال و جمال درویش تھے۔ جب چنگیز خاں نے خراسان کی طرف چڑھائی کی۔ تو آپ نے یاروں کو فرمایا۔ کہ مغلوں سے بھاگ جاؤ وہ غالب آجائینگے۔ انہوں نے پوچھا کیونکر۔ فرمایا وہ اپنے ساتھ ایک درویش لائینگے۔ اور خود اُس کی پناہ میں ہونگے میں نے سر میں اس درویش سے کشتی کی ہے۔ اس درویش نے مجھے پچھاڑ لیا ہے۔ اب حقیقت حال یہ ہے۔ کہ وہ غالب آجائینگے۔ تم بھاگ جاؤ۔ چنانچہ آپ بھی ایک غار میں جا کر غائب ہو گئے۔ آخر آپ کے کہنے کے مطابق مغل غالب آئے۔ میر حسن نے عرض کی۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ حیدر زادیہ کے ہاتھ میں لوہے کا طوق اور چھلا بمنزلہ موم تھے۔ فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ اس پر ایک حالت طاری ہوا کرتی تھی جس میں وہ لوہاروں کی بھٹی سے گرم لوہا تنکے کی طرح اٹھا کر طوق بنا گلے میں پہن لیا کرتا۔ یا کڑا بنا کر ہاتھ میں پہن لیتا۔ اُس کے ہاتھ میں لوہا موم ہو جاتا۔ یہ لوگ جو طوق اور کڑے پہنتے ہیں۔ اور اس سے مغلوب ہیں۔ ان میں وہ بزرگی نہیں۔ جو اس میں تھی ۔

{نکتہ در بیان بزرگی بی بی فاطمہ سام رحمۃ اللہ علیہا}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ شہر اندرپٹ میں ایک عورت بی بی فاطمہ سام نام رہتی تھی۔ جو نہایت پاکدامن اور صالحہ تھی۔ چنانچہ حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہ عورت در اصل مرد ہے۔ جو عورتوں کی شکل پر بنایا گیا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب درویش دعا کرتے ہیں۔ تو کہا کرتے ہیں دبہرست نیک نان و نیک مردان، پہلے نیک عورتوں کو یاد کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ نیک عورتیں زیادہ عزیز ہوتی ہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اگر کوئی شیر جنگل سے نکلے۔ تو کوئی یہ نہیں پوچھتا۔ کہ یہ نر ہے یا مادہ۔ اسی طرح اگر کوئی عورت یا مرد طاعت الہی اور پرہیزگاری میں مشہور ہو تو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہ مرد ہے یا عورت کوئی ہو۔ پھر حضرت بی بی فاطمہ سام کے مناقب میں فرمایا۔ کہ آپ بڑی صالحہ اور بڑی عمر کی تھیں میں نے آپ کو دیکھا ہے ۔

حضرت شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر فرید الحق والدین اور حضرت شیخ نجیب الدین متوکل قدس اللہ سرہما کی ایک بوڑھی بہن تھیں۔ ہر حال کے مناسب آپ شعر کہا کرتیں۔ چنانچہ یہ دو مصرعے مجھے بھی یاد ہیں ؎

ہم عشق طلب کنی وہم جاں خواہی ہر دو طلبی وے میسر نشود

{ نکتہ در بیان شفقت و نیت }

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا۔ کہ سر پر گہوارہ اٹھائے جا رہی ہے۔ اس سے پوچھا۔ یہ کس کا گہوارہ ہے۔ اور اس میں کیا ہے؟ کہا۔ میرا گہوارہ ہے۔ اور اس میں میرا باپ ہے۔ اسے اس واسطے اٹھائے پھرتی ہوں۔ کہ اس کے بعض حق ادا ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ کہ تم باپ کا حق تو ادا کرتی ہو۔ لیکن ماں کا حق تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس نے کہا اعمال نیت پر موقوف ہیں۔ میری ماں نے مجھے اس نیت سے پالا تھا۔ کہ بڑھاپے کے وقت میں اس کی خدمت کروں۔ سو اس کی بھی خدمت کرتی ہوں۔ لیکن باپ کی یہ نیت نہ تھی۔ اس واسطے میں چاہتی ہوں کہ جب تک یہ زندہ ہے اس کے حقوق سے سبکدوش ہو جاؤں۔ اس قسم کی نیت پیغمبری کے درجہ کے قریب ہے۔

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اپنے ایک یار کو کسی ولایت کا حاکم مقرر کیا۔ اور اس کے واسطے حکم تقرری لکھ دیا۔ اس وقت حضرت عمر ایک بچے کو گود میں لیئے پیار کر رہے تھے۔ اس یار نے کہا۔ میرے دس بچے ہیں۔ لیکن میں ان سے اتنی محبت نہیں کرتا۔ جتنی آپ اس سے کر رہے ہیں۔ آپ نے اسے فرمایا۔ وہ حکم تقرری مجھے دو۔ آپ نے اس سے حکم تقرری واپس لیکر پھاڑ دیا۔ اور فرمایا جب تم چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتے۔ تو بڑوں پر کیا کرو گے۔

پھر حضرت سلطان المشائخ نے ان لوگوں کے بارے میں حسب ذیل حکایت بیان فرمائی۔ جو خراج لینے میں سختی کرتے ہیں۔

حکایت:۔ لاہور کے گردو نواح میں ایک گاؤں میں فقیر رہا کرتا تھا۔ جو کھیتی باڑی سے اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ کوئی شخص اس سے خراج یا لگان نہیں لیتا تھا۔ ایک دفعہ

ایک سخت طبیعت افسر آیا۔ اُس نے لگان مانگا۔ اور کہا کہ اتنی مدت سے تم زمین کی آمدنی کھاتے رہے ہو۔ یا کوئی کرامت دکھاؤ۔ یا محصول ادا کرو۔ درویش نے کہا۔ کرامت کیا بلا ہوتی ہے۔ آخر جب افسر نے بہت دق کیا۔ تو درویش نے کہا۔ کیا کرامت دیکھنی چاہتے ہو۔ اس نے کہا۔ اس گاؤں کے پاس ہی دریا ہے۔ اس پر سے بلا کشتی گذر جاؤ۔ درویش نے اللہ تعالےٰ کی طرف دھیان کیا۔ اور پانی پر سے اس طرح گذر گیا جیسے خشکی پر چلتے ہیں۔ جب دوسرے کنارے پہنچا۔ تو واپس آنے کے لئے کشتی مانگی۔ لوگوں نے کہا جس طرح گئے تھے اسی طرح واپس آجاؤ۔ اُس نے کہا ایسا کرنے سے نفس مغرور ہو جائیگا۔ کہ میں بھی کچھ ہوں ❊

{نکتہ دربیان امداد خلفائے خوب اعتقاد}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ بغداد کے ایک خلیفہ نے ایک جوان کو قید کیا۔ اس جوان کی ماں روتی پیٹتی خلیفہ کے پاس آئی۔ کہ میرے بیٹے کو رہا کر دے۔ خلیفہ نے کہا۔ جب تک میرے ہاں اولاد نہ ہوگی۔ تیرا بیٹا قید رہیگا۔ جب بڑھیا نے یہ بات سنی۔ تو آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ اور آسمان کی طرف منہ کرکے کہنے لگی۔ کہ اے پروردگار! تیرے خلیفہ کا یہ حکم ہے۔ اب دیکھوں تیرا حکم کیا ہے۔ یہ سُن کر خلیفہ کا دل نرم ہو گیا۔ حکم دیا۔ کہ لڑکے کو رہا کر دیا جائے۔ پھر اس لڑکے کو سوار کیا۔ اور اور سواروں کو اس کے ساتھ کرکے شہر میں منادی کرائی۔ وھذا عطاء اللہ علی رغم الخلیفہ۔ ”یہ بخشش الٰہی خلیفہ کی مرضی کے خلاف ہے“❊

{نکتہ دربیان تغیر مزاج ملوک}

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ کلمات قدسیہ میں سے ایک یہ ہے۔ ”قلوب الملوک ونواصیھم بیدی“ یعنی بادشاہوں کے دِل اور انکی پیشانیوں کے بال میرے ہاتھ میں ہیں۔ روایت کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ بادشاہوں کے دِل میرے ہاتھ میں ہیں۔ اور میں ہی ان کو پھرانے والا ہوں۔ جب مخلوق کے دِل اللہ تعالےٰ کی طرف ہوں۔ تو میں بادشاہوں کے دلوں کو انکے حق میں نرم کر دیتا ہوں۔ اور جب خلقت کا معاملہ حق تعالےٰ سے درست نہیں رہتا۔ تو میں بادشاہوں کے دِل مخلوق کے حق میں سخت کر دیتا ہوں۔ بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ نظر

اس مقام پر اللہ تعالےٰ کی طرف رکھنی چاہیئے۔ اور تمام باتوں کو وہیں سے خیال کرنا چاہیئے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب قباچہ ملتان کا حاکم تھا۔ اور شمس الدین دہلی میں تھا۔ ان میں باہمی دشمنی ہو گئی۔ تو شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ اور قاضئ ملتان دونوں نے سلطان شمس الدین کی طرف خط لکھے۔ وہ دونوں خط قباچہ کے ہاتھ لگے۔ وہ دونوں کے خلاف ہو گیا۔ چنانچہ قاضی کو تو قتل کر ڈالا۔ اور شیخ صاحب کو اپنے ہاں بلایا۔ آپ حسب معمول بلا دہشت اس کے مکان پر گئے۔ قباچہ نے آپ کا خط آپ کو دیا۔ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا۔ ہاں میرا ہی لکھا ہوا ہے۔ قباچہ نے پوچھا یہ آپ نے کیوں لکھا۔ آپ نے فرمایا میں نے جو کچھ لکھا ہے حق لکھا ہے۔ اب جو کچھ تو کر سکتا ہے کر۔ اور تو کر ہی کیا سکتا ہے۔ قباچہ نے کہا۔ کہ کھانا لایا جائے۔ چونکہ شیخ صاحب کی عادت تھی۔ کہ کسی کے ہاں کھانا نہیں کھایا کرتے تھے۔ قباچہ کا مطلب بھی یہی تھا۔ کہ یہ کھانا نہیں کھائینگے اور میں اس بہانے سے انہیں دکھ دونگا۔ شیخ نے نور باطنی سے اس بات کو تاڑ لیا جب کھانا لایا گیا۔ تو آپ نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا۔ یہ حالت دیکھ کر قباچہ کا سارا غصہ فرو ہو گیا۔ اور کچھ نہ کر سکا۔ شیخ صاحب صحیح سلامت اپنے مکان پر واپس آ گئے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ بعض آدمیوں کا مزاج جلدی متغیر ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے مناسب مولانا فخر الدین زرادی کا حسب ذیل شعر پڑھا ؎

آنم کہ بہ نیم ذرہ ناخوش گردم
وز نیم نیم ذرہ دلکش گردم
از آب لطیف تر مزاجے دارم
در بادیہ براو گرنہ آتش گردم

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک شاہزادہ صاحب کشف اور صالح مرد تھا۔ ایک روز دریچہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر ادھر ادھر دیکھ کر دوبارہ آسمان کی طرف دیر تک دیکھتا رہا۔ بعد ازاں اپنے حرم کو دیکھنے لگا۔ اسے دیکھ کر رو دیا۔ اس کے حرم نے پوچھا۔ اس میں کیا بھید ہے۔ کہ پہلے آپ دیر تک آسمان کی طرف دیکھتے رہے۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر رو دیئے۔ اس نے کہا۔ مت پوچھو۔ آخر جب اس نے بہت منت وسماجت کی۔ تو شہزادے نے کہا۔ کہ جب میں آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تو میری نگاہ لوح محفوظ پر پڑی۔ وہاں میں نے دیکھا۔ کہ میرا نام زندوں میں نہیں۔ تیرے شوہر نے ....

ہی دنیا سے سفر کرنا ہے۔ پھر میں نے دیکھا۔ کہ میری جگہ ایک حبشی ہوگا۔ اور وہ اس سلطنت کا مالک ہوگا۔ اور تو اس کی منکوحہ بنیگی جس نے یہ دیکھا ہے۔ اُس کی بیوی نے کہا۔ اب آپ کیا حکم فرماتے ہیں۔ شہزادے نے کہا میں کیا کرسکتا ہوں۔ حکم وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا ہے۔ پھر شہزادے نے حبشی کو بلا کر اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ اور اپنی پوشاک سے پہنائی اور امرائو لشکر کے ساتھ کسی مہم پر بھیجا۔ وہ مہم سرانجام کرکے آگیا۔ تو دوسرے روز شہزادہ فوت ہوگیا۔ اس حبشی نے اثنائے مہم میں امرائو لشکر سے نہایت ہی اچھا سلوک کیا تھا۔ اسی واسطے تمام کے دل اُس کی طرف مائل ہوگئے۔ اور وہی ملک کا بادشاہ بنایا گیا۔ اور شہزادہ کی بیگم باقاعدہ اس کی منکوحہ بنی۔ اس طرح پر شہزادہ کی پیشینگوئی حرف بحرف سچ نکلی ❊

{نکتہ در بیان مرد اینکہ مستغرق باشند و از خواب و خورش ایشاں را یاد نباشد}

سلطان شمس الدین نے ۶۳۳ھ میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔ اور اسی سال حضرت شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کا وصال ہوا۔ کہتے ہیں۔ کہ سلطان شمس الدین کی وفات کے بعد دس سال کے عرصے میں اُس کے چار لڑکے باری باری تخت پر بیٹھے۔ دس سال کے بعد چوتھا بیٹا ناصرالدین محمود تخت پر بیٹھا۔ یہ وہی ناصرالدین ہے۔ جس کے نام پر طبقات ناصری لکھی گئی ہے۔ یہ بادشاہ بڑا حلیم و کریم اور متعبد تھا۔ اپنی روزی قرآن شریف لکھ کر حاصل کیا کرتا تھا۔ اس نے بیس سال تک سلطنت کی۔ اس عرصے میں سلطنت کا انتظام غیاث الدین بلبن کے ہاتھ رہا۔ ان دنوں اسے الغخاں کہا کرتے تھے۔ سلطان ناصرالدین کے بعد ۶۶۴ھ میں غیاث الدین بلبن جو شمس الدین کے غلاموں کی اولاد میں سے تھا۔ تخت نشین ہوا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ اس کا بڑا بیٹا ملتان کا خان اور ولی عہد تھا۔ ۶۸۴ھ میں لاہور اور دیپالپور کے مابین مغلوں سے لڑائی ہوئی۔ اس میں وہ خان ملتان تیس سواروں سمیت کام آیا۔ اس تاریخ سے خان ملتان کو خان شہید کہتے ہیں۔ امیر خسرو اس لڑائی میں مغلوں کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ لیکن کسی حیلے سے نکل آیا۔ اس خان شہید کا صرف ایک ہی لڑکا تھا جس کا نام کیخسرو تھا۔ سلطان غیاث الدین کے دوسرے بیٹوں کے نام بغراخاں اور محمود تھے۔ اس محمود کا لقب ناصرالدین تھا۔ اس کا ایک

بیٹا کیقباد تھا جس کا لقب معز الدین تھا۔ جوال و اسباب خان شہید کا تھا۔ اس کے
بیٹے کیخسرو کے سپرد ہوا۔ کیخسرو اگرچہ جوان تھا۔ پھر بھی اسے سلطان کی نظروں میں رکھ
کر پرورش کرتے تھے۔ پھر اسے نئے کارکنوں امراء و وزراء کے ساتھ دہلی سے ملتان
بھیج دیا۔ بادشاہ کی عمر اسی برس ہو گئی تھی۔ لڑکے کی شہادت کے بعد دن بدن اسکی عقل میں
فتور آنے لگا۔ اور خود لڑکے کے غم میں دن بدن گھلا جاتا تھا۔ تاریخ فیروز شاہی کا مصنف
لکھتا ہے۔ کہ میں نے بڑے بوڑھوں سے سنا ہے۔ کہ سلطان بلبن کے عہد میں چند
شمس عہد کے بزرگ تھے جن سے بلبن عہد کو زینت تھی۔ سادات میں سے جو کہ امت
کے سردار ہیں۔ بداؤں کے قاضیوں کے بڑے اور شہر کے شیخ الاسلام سید قطب الدین
سید منتخب الدین سید مبارک کا بیٹا سید جلال الدین سید عزیز الدین۔ سید معین الدین بیانہ۔ بداؤں
بیانہ گجستہ۔ کیتھل اور کچھو کے سادات کے بڑے بزرگ اور چند اور سید جو چنگیز خاں
ملعون کے حادثہ کی وجہ سے اس ملک میں چلے آئے تھے۔ اور صحبت نسبت اور
بزرگی میں لاثانی تھے۔ سلطان بلبن کے عہد میں چند استاد یکتائے زمانہ تھے۔ مثلاً
مولانا برہان الدین بزاز۔ مولانا نجم الدین دمشقی۔ شاگرد مولانا فخر الدین رازی۔ مولانا سراج الدین
سنجری۔ قاضی شرف الدین لوانجی۔ صدر جہاں منہاج الدین گورگانی۔ قاضی رفیع الدین
گازرونی۔ قاضی شمس الدین دوسراجی۔ قاضی رکن الدین سامانہ۔ قاضی قطب الدین کاشانی
کے بیٹے قاضی صدر الدین کاشانی۔ قضاۃ لشکر قاضی سدید الدین اور قاضی ظہیر الدین
اور قاضی جلال الدین اور چند اور استاد اور مفتی۔ علماء کے شاگرد اور انکے بیٹے سبق
پڑھانے لکھنے اور فتووں کے جواب دینے پر مقرر تھے۔ اور بے نظیر مشائخ سے عہد
بلبنی کو زیب و زینت حاصل تھی چنانچہ اس بادشاہ کے اوائل عہد میں حضرت شیخ شیوخ العالم
فرید الحق والدین مسعود کہ قطب عالم اور مدار جہاں تھے۔ اس ولایت کے رہنے والوں پر بے انداز
کرامت ظاہر کر رہے تھے۔ اور آپ کے قرب و مجالست اور دعا سے بہت سی خلقت اپنی
دنیاوی مصیبتوں اور بلاؤں سے نجات پاتی تھی۔ اور قائل ہو رہی۔ آپ کی تلقین
تربیت سے اعلیٰ درجوں پر ترقی کرتے تھے۔ ان کے علاوہ شیخ الاسلام بہاء الدین
زکریا کے بیٹے شیخ صدر الدین حضرت قطب الاقطاب شیخ الاسلام والمسلمین شیخ قطب الدین
بختیار کاکی اوشی چشتی کے خلیفہ شیخ بدر الدین غزنوی شیخ ملک یار پراں حضرت بابا بی

فاطمہ سام۔ سید مولا اور کئی مشائخ۔ ان بزرگوں کی طفیل عہد بلبنی میں آسمان سے فیض و رحمت کا متواتر نزول ہوتا۔ اسی طرح حکما اور اطبا عہد بلبنی میں اپنے فن کے بے نظیر استاد تھے۔ مثلاً حمید الدین مطرز۔ مولانا بدرالدین دمشقی۔ مولانا حسام الدین ماریکلہ وغیرہ عجیب و غریب اور خوش خلق ماتحت بادشاہ اور نواب کئی آباد تھے۔ جن میں سے ایک ملک علاؤ الدین کشلیخان بلبن کا بھتیجا تھا۔ جو سخاوت و بخشش میں حاتم طائی سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ میں نے کئی شاعروں خصوصاً امیر خسرو سے سنا ہے۔ کہ ملک علاؤ الدین کشلیخان جیسا بخشش۔ سخاوت۔ تیر اندازی۔ گیند کھیلنے اور شکار میں ماں نے نہیں جنا انہیں دنوں اپنے باپ کشلیخان کی بجائے باربک تھا۔ جب سلطان بلبن اپنے بیٹے خان ملتان کے شہید ہو جانے سے شکستہ دل ہو گیا۔ تو اپنے بیٹے بغرا خان کو لکھنوتی سے دہلی بلالیا۔ اور کہا کہ تیرے بھائی کی دائمی جدائی نے بیمار کر دیا ہے۔ بیٹا اب وہ وقت نہیں کہ تو مجھ سے دور رہے۔ تیرے سوا اب میرا کون قائم مقام ہے۔ تمہارے بیٹوں کیخسرو اور کیقباد کو میں نے پالا ہے۔ وہ ابھی بچے ہیں۔ ناتجربہ کار ہیں۔ اگر میرے بعد وہ وارث تخت بنیں۔ تو اندیشہ ہے کہ وہ حرص و ہوا کے غلبہ کی وجہ سے سلطنت کے کاروبار کو بخوبی سرانجام نہ دے سکیں۔ اور امید ہے کہ سلطنت دہلی کی پھر وہی کیفیت ہو جائیگی۔ جو سلطان شمس الدین کے بعد ہو گئی تھی۔ اگر تم لکھنوتی میں رہے۔ اور دہلی کے تخت پر کوئی اور بیٹھا۔ تو تم اس کے ماتحت ہو کر رہو گے۔ ان باتوں پر غور کرو۔ اور میرے پاس سے نہ جاؤ۔ لکھنوتی جانے کی خواہش ترک کر دو۔ بغرا خان بڑا چالباز تھا۔ جب دو تین مہینے بعد بادشاہ کو افاقہ ہوا۔ تو اسے بہانہ بنا کر باپ کی رضامندی بغیر لکھنوتی چلا گیا۔ اس کا بیٹا کیقباد بلبن کے پاس رہا۔ بغرا خان ابھی لکھنوتی نہ پہنچا تھا۔ کہ بادشاہ پھر بیمار ہو گیا۔ اور اپنے ارکان سلطنت کو بلا کر وصیت کی۔ کہ میرے بعد کیخسرو کو تخت پر بٹھایا جائے۔ گو وہ چھوٹا ہے اور حکمرانی نہیں کر سکتا۔ لیکن مجبور ہوں کیونکہ مجھے جس سے ایسے کام نکل سکنے کی امید تھی۔ لکھنوتی چلا گیا ہے۔ جب تک وہ وہاں سے آئیگا سلطنت میں ابتری پھیل جائیگی۔ وصیت کے تیسرے روز بادشاہ نے اس دار فانی سے کوچ کیا۔ اسی روز خان شہید کے بیٹے کیخسرو کو بلانے کے واسطے ملتان قاصد بھیجا گیا۔ بغرا خان کے بیٹے کیقباد کو سلطان معز الدین کا خطاب دیکر تخت دہلی پر

بٹھایا گیا۔ سلطان بلبن کو رات کے آخری حصے میں کوشک لال سے باہر نکالا اور دارالامان میں دفن کیا۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے تئیس سال سلطنت کی۔ اور سلطان معز الدین کیقباد ۶۸۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر سترہ سال کی تھی۔ یہ شہزادہ خوش خلق، موزوں طبع اور خوش شکل و خوش معاملہ تھا۔ اُس کے دل میں ناز و نعمت اور عیش و عشرت کے حصول کی تمنائیں کوٹ کوٹ بھری ہوئی تھیں۔ اِس لئے شہر کی رہائش ترک کی۔ چنانچہ کوشک لال کو چھوڑ کر کیلوکھری میں دریائے جون کے کنارے ایک بے نظیر اور دلکشا باغ بنوایا۔ اور وہاں بادشاہ کے محل بنے۔ بادشاہ کی دیکھا دیکھی امراء و وزراء نے بھی وہاں اپنے اپنے محلات بنائے۔ اور شہر کے بڑے بڑے آدمی اور پیشہ ور تمام کیلوکھری چلے گئے۔ اس طرح کیلوکھری آباد ہو گیا۔ القصہ سلطان معز الدین دن رات عیش و عشرت میں رہنے لگا۔ اپنے بھتیجے ملک الامراء کوتوال کے داماد ملک نظام الدین کو اپنا وزیر اعظم بنایا۔ اور تمام امورِ سلطنت اسی کے ہاتھ میں دیدئے۔ اس وزیر نے جو کہ گرگ باراں دیدہ تھا سلطنت کے لئے دندانِ طمع تیز کئے۔ اس نے ساٹھ سال دہلی میں بسر کئے تھے۔ سو تمام لوگ اس کے قبضہ میں تھے۔ اب اور بھی صاحب اقتدار ہو گیا۔ اس کے دل میں خیال آیا۔ کہ جو لڑکا حکمرانی کے قابل تھا۔ وہ باپ کی زندگی ہی میں شہید ہو چکا۔ بغرا خان لکھنوتی میں مست ہے۔ اور سلطان معز الدین کو بہ سبب عیش و عشرت حکمرانی کا خیال تک نہیں۔ اگر اسے درمیان سے اٹھا دوں۔ اور ساتھ ہی اس کے چند قدیمی وفاداروں کا قلع قمع کر دوں۔ تو دہلی کی سلطنت باآسانی ہاتھ آجائیگی۔ پس بہتر یہ ہے کہ کیخسرو کو بلا کر رستے ہی میں اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ یہ ٹھان کر کیخسرو کو ملتان سے بلوایا۔ اور ادھر سلطان معز الدین سے مستی کی حالت میں کیخسرو کے قتل کے لئے حکم لکھوا لیا۔ اور آدمی بھیجکر کیخسرو کو رستہ میں رہتک کے قریب قتل کروا دیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر تمام بلبنی سردار جو معز الدین کے مددگار رہتے نظام الدین سے ڈرنے لگے۔ کچھ مدت بعد معز الدین فالج اور لقوہ کی بیماری میں مبتلا ہوا۔ دن بدن حالت نازک ہوتی جاتی تھی۔ جب صحت کی اُمید نہ رہی۔ تو تمام بلبنی غلام سلطنت کے تمام امراء وزراء اور شہر کے سارے ملکی و جنگی جمع ہوئے۔ اور سب اس بات پر متفق ہوئے۔ کہ سلطان معز الدین کے جو دو سالہ بچے کو محل سے لاکر تخت نشین کیا جائے تاکہ ملک بلبنی خاندان کے قبضہ میں رہے۔ چنانچہ اسے سلطان شمس الدین کا خطاب دیکر تخت نشین کیا

کیا۔ اور سلطان معز الدین کو شنک کیلو کھری میں رکھ کر علاج معالجہ کرنے لگے۔ اس اثناء میں جلال الدین خلجی خلجیوں کا لشکر لیکر بہاپور میں آیا۔ اور بادشاہی لشکر کے حال کی تفتیش کی۔ چونکہ در اصل اس کا منشا ء اور تھا۔ نہ ترک اس کے مددگار تھے نہ وہ ترکوں کا مددگار رہتا تھا۔ بلکہ ترک اسے اپنے آپ سے پست سمجھتے تھے۔ اس واسطے کچھن اور کلار کے حاکموں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مخالف امیروں کو بیچ میں سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے ان سرداروں کو معزول کیا۔ اور ان سرداروں نے جلال الدین کو لکھا۔ سلطان جلال الدین یہ سنکر چوکنا ہو گیا۔ اور اپنے آدمیوں کو اکٹھا کر کے لشکر بنا کر شہر بہاپور میں آیا۔ وہاں کے بعض امراء اس سے مل گئے۔ کچھن کا سردار کچھ سوار لیکر بہاپور سے جلال کو نکالنے گیا۔ لیکن سرائے شمس الدین میں اس کا کام تمام ہو گیا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع سلطان جلال الدین کو ہوئی۔ کہ کچھن کا امیر قتل کیا گیا ہے۔ تو سلطان جلال الدین کے بیٹے جو شیر نر کی طرح تھے۔ پچاس سواروں سمیت بادشاہی بارگاہ میں آئے۔ اور سلطان معز الدین کے بیٹے کو زندہ اٹھا کر باپ کے پاس لے گئے۔ حاکم سرخہ نے ان کا پیچھا کیا۔ انہوں نے تیروں سے اس کا کام بھی تمام کر دیا۔ آخر بہاپور لے جا کر اسے قتل کیا گیا۔ اس واقعہ میں شہر میں بڑی ہل چل مچ گئی۔ شہر کے تمام چھوٹے بڑے تمام خاص سلطان معز الدین کی مدد کے لئے آئے۔ اور بہاپور کی طرف روانہ ہوئے۔ تمام اہل شہر کو خلجیوں کا سردار ہونا منظور نہ تھا۔ کوتوال نے اپنے بیٹوں کی خاطر اہل شہر کے جھگڑے کو واپس کیا۔ بہت سے امراء و وزراء جو اصل کے ترک نہ تھے۔ سلطان جلال الدین کے معاون بنے۔ اور اس کے لشکر میں چلے گئے۔ آخر ادھر کا پلہ بھاری ہو گیا۔ دو دن کے بعد ملک لالہ کو جس کے باپ کو سلطان معز الدین نے قتل کیا تھا سلطان معز الدین کے قتل کے لئے کیلو کھڑی کے محل میں بھیجا۔ جب ملک لالہ محل میں گیا۔ تو سلطان معز الدین کو جو دم توڑ رہا تھا۔ اور شب خوابی کے کپڑوں میں لیٹا ہوا تھا قتل کر کے دریائے جمن میں بہا دیا۔ سلطان معز الدین کے بعد تین سال ملک چھجو نے حکومت کی۔ اور سلطان بلبن کے بھتیجے کو جو وارث تخت تھا۔ علاقہ کڑہ میں جاگیر دے کر اس طرف بھیج دیا۔ دوست و دشمن سب سلطان جلال الدین سے مل گئے۔ اور جلال الدین بڑی شان و شوکت اور آن بان سے معز الدین کے محل میں آیا۔ اور تخت شاہی پر بیٹھا۔ لیکن بعد ازاں گذشتہ بادشاہوں سے ڈر کر اس محل میں رہنا ترک کیا۔ اور نہ تخت قدیم پر بیٹھا۔ واضح رہے کہ سلطان جلال الدین خلجی کیلو کھری

کے محل میں تخت سلطنت پر ۶۸۸ھ ہجری کو بیٹھا۔ اور تیرہ۱۳ سال حکومت کی۔ کیلوکھری کا نام بدل کر شہر نو رکھا۔ اور پتھر کا ایک قلعہ بنوایا۔ امیر خسروؒ نے کہا ہے ؎

شہا در شہر نو کردی حصارے　　　که رفت از کنگرا و تا قمر سنگ

سلطان علاؤالدین خلجی نے جو سلطان جلال الدین کا بھتیجا تھا۔ داماد اور پرورش یافتہ تھا سلطان جلال الدین کو ۱۷۔ ماہ رمضان ۶۹۵ھ ہجری کو شہید کر کے تخت نشین ہوا۔ صحیح ہے۔ کہ علاؤالدین کے عہد میں شیخ کا سجادہ جو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے۔ شیخ فریدالدین کے رہتے شیخ الاسلام علاؤالدین۔ شیخ الاسلام نظام الدین اور شیخ بہاؤالدین زکریا رہتے شیخ الاسلام شیخ رکن الدین سے آراستہ تھا۔ اور بہت سی مخلوق ان کے انفاس متبرکہ سے منور ہوتی تھی۔ اور مرید ہوتی تھی۔ ان دنوں حضرت شیخ نظام الدین غیاث پور میں رہا کرتے تھے۔ اور علاؤالدین کے سارے عہد میں شیخ فریدالدین کے بیٹے شیخ بدرالدین کے فرزند شیخ علاؤالدین اجودھن میں رہے۔ اور شیخ رکن الدین بن شیخ صدرالدین بن شیخ بہاؤالدین زکریا ملتان میں رہے۔ تمام عہد علائی میں شیخ رکن الدین طریقت کو کما حقہ نباہتے رہے مریدوں کی تکمیل کرتے رہے۔ اور اپنے باپ کے سجادے کو آپ نے منور رکھا۔ سندھ۔ ملتان اور اوچ کے تمام باشندے شیخ رکن الدین کے مبارک آستانہ پر رہتے تھے۔ شیخ رکن الدین کی کشف و کرامت میں کسی کو شک و شبہ نہ تھا۔ اس بزرگ کے حالات کرامات کی صفت نہیں ہو سکتی۔ شیخ بہاؤالدین زکریا کو سالکوں اور طالبان الٰہی میں باز سفید کہا کرتے تھے۔ یعنی جو شخص اپنے آپ کو ان کے پروں سے (مرید ہوتا) منزل رسیدہ ہو جاتا۔ شیخ صدرالدین مرد اکمل اور غایت درجہ کے سخی تھے باوجود اس قدر مال کے جو ورثہ میں ملا۔ اور گاؤں کا لگان جو آتا سب خرچ کر کے کبھی کبھی قرضہ کی نوبت پہنچتی۔ سلطان علاؤالدین کے عہد میں وہ شعرا تھے۔ جو نہ صرف اپنے زمانہ بلکہ گذشتہ و آئندہ زمانے میں بے نظیر و لاثانی تھے خصوصاً امیر خسرو۔ جو گذشتہ اور آئندہ شاعروں کے خسرو (بادشاہ) تھے اختراع معانی اور کثرت تصنیفات غریبہ میں بے نظیر تھے۔ باوجود اس فضل کمال اور فنون کے اعلے درجہ کے مستقل صوفی تھے۔ آپ نے عمر کا اکثر حصہ روزہ۔ شب بیداری۔ عبادت اور تلاوت میں بسر کیا۔ آپ حضرت سلطان المشائخ شیخ شیوخ العالم

سید نظام الحق والدین محمد احمد بداؤنی البخاری الچشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے خاص مرید تھے
میں نے اس قسم کا معتقد اور مرید کوئی نہیں دیکھا۔ عشق و محبت سے آپ کو کافی حصہ
حاصل تھا۔ آپ صاحب سماع و وجد اور صاحب حال تھے علم موسیقی میں آپ کو کمال
حاصل تھا۔ جو کچھ طبع لطیف اور موزون کر سکتی ہے۔ اس میں وہ اپنے زمانہ کے یکتا تھے
آپ کا وجود عدیم المثال تھا۔ اور آخری قرون میں آپ کا وجود مبارک نوادرات میں
سے تھا۔ اس زمانہ کے دوسرے بے مثل شاعر امیر حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نظم و
نثر کی طرف بدرجہ غایت مائل تھے۔ ترکیب کی سلاست اور روانی سخن میں خاصکر
مشہور ہیں۔ آپ نے بہت سی وجدانی غزلیات نہایت روانی سے کہی ہیں۔ آپ کو
سعدئے ہند کا خطاب ملا۔ آپ پسندیدہ اخلاق و اوصاف سے متصف تھے۔ میں
(مصنف رحمۃ اللہ علیہ) مدت تک ان دونو یاروں کا ہمنشین رہ چکا ہوں۔ آپس میں ایسی محبت تھی۔
کہ نہ وہ مجھ بغیر رہ سکتے تھے۔ نہ میں ان بغیر۔ چونکہ امیر حسن حضرت سلطان المشائخ کے
بڑے پکے معتقد تھے۔ اس لئے جو کچھ سلطان المشائخ سے سنتے انہیں قلمبند کرتے
جاتے۔ آخر ان تمام ملفوظات کو جمع کر کے اس کا نام فوائد الفواد رکھا۔ جو آج کل سچے
مریدوں کا دستور العمل ہے۔ امیر حسن کا ایک دیوان بھی ہے۔ نثر کے چھوٹے چھوٹے
رسالے اور مثنویات بکثرت ہیں۔ آپ ایسے شیریں مجلس۔ ظریف۔ خوش مزاج۔ مؤدب
اور مہذب تھے۔ کہ جو راحت اور انس مجھے اُن کی ہمنشینی سے حاصل ہوئی۔ کسی اور کی
مجلس سے نصیب نہ ہوئی۔ اس ساری حکایت کے بیان کرنے کی غرض یہ ہے۔ کہ
سلطان علاؤالدین کی قساوت قلبی دیکھو۔ کہ ہزار ہا کوس سے لوگ حضرت سلطان المشائخ
نظام الدین محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کے لئے آتے۔ لیکن اُس
کے دل میں کبھی خیال نہ آیا۔ کہ میں بھی زیارت کر آؤں۔ یا انہیں ہی اپنے پاس
بلاؤں۔ بلکہ اس کا دل خدا نے عجیب قسم کا بنایا تھا۔ چنانچہ امیر خسرو جو نادرہ
زمانہ تھے۔ اور اگر سلطان محمود یا سلطان سنجر کے عہد میں ہوتے۔ تو آپ
کی نہایت ہی تعظیم و تکریم کی جاتی۔ لیکن سلطان علاؤالدین نے صرف ایک ہزار روپیہ
دیا۔ اور اس کے علاوہ کسی قسم کی تعظیم و تکریم نہ کی۔ یہ تمام عجائبات اس کے حق میں مکر
اور استدراج تھے۔ سلطان علاؤالدین کو استسقاء کی بیماری ہوئی۔ اسی بیماری سے

راہیئے ملک عدم ہوا۔ اس نے کل بیس سال سلطنت کی بعض کہتے ہیں۔ کہ ملک نائب نے بیماری کی حالت ہی میں بادشاہ کا کام تمام کردیا۔ ۶ شوال کی رات ۷۱۵ھ ہجری کو کوشک سیری سے سلطان علاؤالدین کو نکالا گیا۔ اور جامع مسجد میں اُس کے مقبرے میں دفن کیا گیا۔ اسی سال علاؤالدین کا بیٹا قطب الدین تخت سلطنت پر بیٹھا۔ بادشاہ کی وفات کے پینتیس ۳۵ روز بعد ملک نائب قتل کیا گیا۔ ۷۱۸ھ ہجری میں دیوگیر کا علاقہ باغی ہوگیا۔ یہ وہ علاقہ ہے۔ جسے ملک نائب نے فتح کیا تھا۔ اور جس کے سبب سلطان علاؤالدین ملک نائب کا بڑا دلدادہ تھا۔ جس طرح علاؤالدین ملک نائب پر مائل تھا۔ اسی طرح سلطان قطب الدین خسرو خاں پر فریفتہ تھا۔ جو ایک نیچ قوم کا ہندو تھا۔ اور پھر مسلمان ہوگیا تھا۔ اسے اپنا سردار لشکر بنایا۔ اس کے ہاتھ سے جو جو تکلیفیں اس خاندان کو پہنچیں۔ اُن سے تو یہ بھلی۔ اس نے آقا کو قتل کیا۔ اور آقا کے خاندان کے بچے بچے کو مروایا۔ ان ساری مصیبتوں کا باعث وہ دشمنی تھی۔ جو سلطان قطب الدین کو قطب عالم سلطان المشائخ نظام الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے تھی۔ دشمنی کا سبب یہ تھا۔ کہ وہ خضر خان کو سلطان المشائخ کا مرید جانتا تھا۔ اس واسطے اس نے سلطان المشائخ کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ اور اس بات کے درپے ہوا۔ کہ سلطان المشائخ کو تکلیف پہنچائے۔ اُس کے چند بدخواہ جو اپنے آپ کو اس کے خیرخواہ ظاہر کرتے تھے۔ وہ بادشاہ اور سلطان المشائخ کی باہمی دشمنی کا باعث ہوئے۔ چونکہ اس کی سلطنت کا زوال قریب تھا۔ اس لئے اُس نے بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ اور تمام امرا و زرا اور ملازمین کو حکم دیا کہ کوئی بھی سلطان المشائخ کی زیارت کو نہ جائے اور بارہا کہا کرتا تھا۔ کہ جو شخص شیخ کا سر لائیگا۔ میں اسے ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ ایک روز شیخ ضیاء الدین کے مقبرہ میں بادشاہ حضرت سلطان المشائخ سے ملاقات کا موقعہ ہاتھ آیا۔ تو اُس نے آپ سے ملاقات نہ کی۔ اور نہ شیخ صاحب کے سلام کا جواب دیا۔ اور آپ سے جھگڑنے کے لئے توجہ نہ کی۔ شیخ زادہ حسام کو جو سلطان المشائخ کا مخالف ہوگیا تھا۔ اُسے اپنی بارگاہ کا مقرب بنا لیا۔ اور شیخ الاسلام رکن الدین کو ملتان سے بلا لیا۔ الغرض سلطان قطب الدین کو چار سال بعد خسرو خاں نے ایک جماعت سے متفق ہوکر ہزارستون محل میں قتل کردیا۔ اور اس کی لاش کو چھت پر سے جنگل میں پھینکدیا

جسے دیکھ کر لوگ کنارہ کر گئے۔ اور جان سے نا اُمید ہو گئے۔ جو قاتل قتل تھا اسے
قتل کیا گیا۔ اسی رات کو آدھی رات کے وقت ملک عین الملک ملتانی۔ ملک حمید الدین قریشی
اور ملک فخر الدین جونا یعنی سلطان محمد بن تغلق شاہ وغیرہ کو بلا کر ہزار ستون کی
چھت پر محفوظ رکھا۔ جب دن ہوا۔ تو خسرو خاں نے اپنے وزیر کو ناصر الدین کا خطاب
دیا۔ اور اپنے آپ کو خان خاناں بنایا۔ اور ہر ایک شخص کو خطاب اور منصب دیا۔
وہ کسی سے نہ ڈرا صرف اگر اسے کچھ خطرہ تھا۔ تو غازی ملک یعنی تغلق شاہ سے تھا
جو کہ دیبال پور میں رہتا تھا۔ جب تغلق شاہ نے یہ خبر سنی۔ تو بہت پیچ و تاب کھائے
کیونکہ سلطان محمد تغلق کے وسیلے سے اسے سلطان قطب الدین کا قرب حاصل تھا۔
اپنے ولی نعمت کی طرف سے اسے سخت رنج تھا لیکن دم نہ مارتا تھا۔ تغلق شاہ لشکر لیکر
دھلی پر چڑھ آیا۔ اور خسرو خاں سے لڑائی کر کے اسے شکست دی۔ خسرو خاں بھاگ
گیا۔ دوسرے روز اسے پکڑ کر قتل کیا گیا۔ خسرو خاں نے صرف چار مہینے سلطنت
کی۔ ۷۲۰ھ ہجری میں سلطان غیاث الدین تغلق شاہ نے کوشک سیری میں جلوس فرمایا
اور بادشاہی نے اس کی مبارک ذات سے زینت پائی۔ ۷۲۵ھ ہجری میں تغلق شاہ
فوت ہو گیا۔ اور سلطان محمد بن تغلق شاہ جو ولیعہد تھا۔ تخت نشین ہوا۔ اس کی بادشاہی
میں اسلامی ممالک کو رونق ہوئی۔ جب سلطان محمد نے سنا کہ تغلق شاہ لکھنوتی سے
آج تغلق آباد پہنچنے والا ہے۔ تو حکم دیا۔ کہ تغلق آباد سے تین کوس کے فاصلے پر افغان پور
میں ایک محل بنایا جائے۔ جس میں اس کا باپ رات کو ٹھیرے۔ اور صبح بادشاہی سواری
کے ساتھ شہر میں داخل ہو۔ تغلق شاہ دیگر کی نماز کے وقت اس نئے محل میں داخل
ہوا۔ اس کے بیٹے نے تمام اکابر و اشراف کو استقبال کے واسطے بھیجا۔ جب وہ
پابوسی سے مشرف ہوئے۔ تو دستر خوان بچھایا گیا۔ جب کھانا کھا کر امراء اور شہزادے
ہاتھ دھونے کے لئے باہر نکلے۔ تو آسمان سے بجلی گری جس سے مکان کی چھت
تغلق شاہ اور پانچ چھ اور آدمیوں پر آ رہی۔ جو سب کے سب مر گئے۔ سلطان محمد
تخت شاہی پر بیٹھا۔ اور ستائیس سال حکومت کی۔ لشکر میں رہتے ہوئے بیمار ہو گیا۔ جب
بیماری طول پکڑ گئی۔ تو دریائے سندھ کے کنارے موضع ٹھٹھہ میں فوت ہوا۔ لشکر
میں بڑی ہل چل مچ گئی۔ قریب تھا۔ کہ لوگ آپس میں جنگ شروع کر دیں۔ کہ ۷۵۲ھ ہجری